قوت القلوب
(اردو)
مترجم جلد چہارم
مصنف امام اجل حضرت سیدنا شیخ ابوطالب مکی
For More Books
Click On
Ghulam Safdar
Muhammadi Saifi

عِبادات کے ظاہری و باطنی آداب پر مشتمل تصوُّف کی پہلی مبسوط کتاب

مُصنِّف

اِمامِ اَجل حضرتِ سیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی

(اَلْمُتَوَفّٰی ۳۸۶ھ)

پیش کش: مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ

(شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ   وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

نام کتاب : قُوْتُ الْقُلُوْب مترجم (جلد:4)

مؤلف : امامِ اجل حضرت سیّدنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ (وفات ۳۸۶ھ)

مترجمین : مَدَنی عُلَما (شعبہ تراجمِ کُتُب)

سن طباعت : رَبِیْعُ الْاٰخِر ۱۴۴۴ھ بمطابق نومبر 2022ء

تعداد :

قیمت :

تصدیق نامہ

تاریخ: ۱۷محرم الحرام ۱۴۴۴ھ   حوالہ نمبر: ۲۷۳

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب ”قُوْتُ الْقُلُوْب (مترجم، جلد:4)“

(مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلس تفتیشِ کُتُب ورسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے عقائد، کُفریہ عبارات، اَخلاقیات، فقہی مسائل اور عَرَبی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر مُلاحَظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کُتُب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

16-08-2022

E.mail:ilmia@dawateislami.netwww.dawateislami.net,

اِجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

”قناعت کی توفیق رحمتِ خداوندی“

کے 23 حُروف کی نسبت سے کتاب پڑھنے کی ”23 نیّتیں“

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مسلمان کی نیّت اسکے عمل سے بہتر ہے۔[1]

دو مَدَنی پھول: (۱) بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

(۲) جتنی اچّھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

(۱) ہر بار حمد و (۲) صلوٰۃ اور (۳) تعوُّذ و (۴) تَسمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صَفْحَہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیتوں پر عمل ہو جائے گا)۔ (۵) رِضائے الٰہی کے لئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالعہ کروں گا۔ (۶) حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضو اور (۷) قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا۔ (۸) قرآنی آیات اور (۹) اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا۔ (۱۰) جہاں جہاں **اللہ** کا نام پاک آئے گا وہاں **عَزَّوَجَلَّ** اور (۱۱) جہاں جہاں **سرکار** کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں **صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** اور (۱۲) جہاں جہاں کسی صحابی یا بزرگ کا نام آئے گا وہاں **رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ** اور **رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ** پڑھوں گا۔ (۱۳) اس کتاب کا مُطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مُؤلِّف اور دیگر بزرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ (۱۴) (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضرورت خاص خاص مقامات انڈر لائن کروں گا۔ (۱۵) (اپنے ذاتی نسخے کے) **یادداشت** والے صَفْحَہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا۔ (۱۶) اولیا کی صِفات اپناؤں گا۔ (۱۷) اپنی اِصلاح کے لیے اس کتاب کے ذریعے علم حاصل کروں گا۔ (۱۸) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (۱۹) اس حدیثِ پاک تَھَادَوْا تَحَابُّوْا ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں مَحبّت بڑھے گی۔[2] پر عمل کی نیّت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔ (۲۰) اس کتاب کے مُطالَعہ کا ثواب ساری اُمّت کو ایصال کروں گا۔ (۲۱) **اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش** کے لئے روزانہ فکرِ مدینہ کرتے ہوئے **مَدَنی انعامات** کا رسالہ پُر کیا کروں گا اور ہر مدنی (اسلامی) ماہ کی 10 تاریخ تک اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروا دیا کروں گا اور (۲۲) عاشقانِ رسول کے **مَدَنی قافلوں** میں **سفر** کیا کروں گا۔ (۲۳) کتابت وغیرہ میں شَرْعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطّلع کروں گا (ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)۔

---

[1] ......معجم کبیر، ۶/ ۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲

[2] ......مؤطا امام مالک، ۲/ ۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱

اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّاؔر قادری رضوی ضیائی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن خوبی سر انجام دینے کے لئے مُتعدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلما و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللہ پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شُعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت (۲) شُعبۂ درسی کُتُب (۳) شُعبۂ اصلاحی کُتُب
(۴) شعبۂ تراجمِ کُتُب (۵) شُعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج[1]

اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین و مِلّت، حامیِ سنّت، ماحِیِ بدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعِثِ خَیْر و بَرَکت، حضرت علّامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اِشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ پاک **دعوتِ اسلامی** کی تمام مجالس بَشُمُول اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عَمَلِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سَبَب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

[1] .... تادمِ تحریر (ربیعُ الآخر ۱۴۴۴ھ) ان شعبوں کی تعداد 17 ہو چکی ہے: (۷) فیضانِ قُرآن (۸) فیضانِ حدیث (۹) فیضانِ صحابہ واہلِ بیت (۱۰) فیضانِ صحابیات وصالحات (۱۱) شعبہ امیرِ اہلسنّت (۱۲) فیضانِ مدنی مذاکرہ (۱۳) فیضانِ اولیا و عُلما (۱۴) بیاناتِ دعوتِ اسلامی (۱۵) رسائلِ دعوتِ اسلامی (۱۶) شعبہ مدنی کاموں کی تحریرات (۱۷) شعبہ کتب فقہ شافعی۔ (**مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ**)

پہلے اسے پڑھ لیجئے!

عُمدہ اخلاق کو اپنانا، بُرے اخلاق سے دور رہنا اور اللہ پاک کو ہر شے پر ترجیح دینا "تصوُّف" ہے اور ان صفات کو اپنانے والے "صوفیا" کہلاتے ہیں۔ صوفیائے کرام نے جس طرح اپنی زبان سے لوگوں کے کردار سنوارنے، انہیں اخلاقی خوبیوں سے آراستہ کرنے اور دین کا پیغام پہنچانے کی کوششیں کیں اسی طرح تصنیف و تحریر کے ذریعے بھی یہ اُمور سرانجام دیئے۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں لوگوں کو اچھے اخلاق اپنانے اور بُرے اخلاق سے بچنے کی تلقین فرمائی، قبر و آخرت کی تیاری کا ذہن دیا، دنیاوی عیش و عشرت کے بجائے دنیا سے بے رغبتی پر اُبھارا، گناہ چھوڑ کر نیکی و پرہیز گاری اپنانے کا حکم دیا، دل سے مَحبّتِ دنیا نکال کر اُسے محبتِ الٰہی کا مسکن بنانے پر زور دیا، دل کو پاک اور ستھرا کرنے کے طریقے بتائے، باطنی امراض کی نشان دہی کر کے ان سے محفوظ رہنے کا حکم دیا، نفس و شیطان کی فریب کاریوں سے آگاہی دی، ریاضت و مجاہدے کے طریقے بتائے، توبہ اور رجوع الی الحق کی ترغیب دلائی، قناعت، توکل، شکر اور صبر اختیار کرنے کا کہا، اپنا محاسبہ اور ہر عمل میں اخلاص پیدا کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے خوف و امید کی حقیقتوں سے پردے اٹھائے۔

پیش نظر کتاب "**قُوتُ القُلُوب**" بھی اس سلسلے کی عظیم الشان کڑی ہے اور تصوُّف کے موضوع پر لاجواب و بہترین تصنیف ہے۔ حضرت سیِّدُنا علامہ عبد الرحمٰن جامی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ کتاب اَسرارِ طریقت کی جامع کتاب ہے۔ اسلام میں اس سے پہلے ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی جس میں طریقت اور سلوک کے ایسے باریک مسائل بیان ہوئے ہوں جو اس میں بیان ہوئے۔ (نفحات الانس، ص ۱۲۱) متقدمین اور متاخرین صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہ کی کتابوں میں اس کتاب کے جابجا حوالے ملتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ اہلِ تصوف اور اکابر صوفیائے کرام کی نظر میں اس کتاب کی بہت اہمیت ہے۔ حضرت سیِّدُنا داتا گنج بخش علی ہجویری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کَشْفُ الْمَحْجُوب میں اور حضرت سیِّدُنا شیخ شہابُ الدین سہر وردی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے عوارفُ المعارف میں متعدد مقامات پر حضرت سیِّدُنا شیخ امام ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے اقوال اور آپ کی اس کتاب "**قوت القلوب**" کے حوالے ذکر کئے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب اُسی عظیم تصنیف کا اُردو ترجمہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! دعوتِ اسلامی کے اشاعتی و تحقیقی

اِدارے اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ (اسلامک ریسرچ سینٹر) کے شعبہ تراجمِ کُتُب (عَرَبی سے اُردو) سے اس کی تین جلدیں زیورِ ترجمہ سے آراستہ ہو چکی ہیں اور چوتھی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں بیان کردہ امور میں سے بعض یہ ہیں: **ایمان و اسلام کا معنٰی اور حکم، اہل سنت کے فضائل، حقیقی مسلمان بننے کی شرائط کا بیان، بدن کی سنتیں، سنتوں اور مکروہات کا بیان، اخلاص اور نیت کا بیان، ترکِ عمل میں اچھی نیت کرنا، غذا میں ترتیب اور کمی بیشی، کھانے کا بیان، مسافر کا حکم اور سفر کے مقاصد کا بیان، امامت کا حکم اور امامت و مقتدی کے احکام کا بیان، رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارہ، اشیاء میں پرہیز گاری کا بیان۔**

یہ ترجمہ آپ تک پہنچانے کے لئے شعبہ تراجم کے ان اسلامی بھائیوں نے خوب کوشش فرمائی: (1)۔۔**محمد گُل فَراز عطاری مَدَنی**، (2)۔۔**خُرم ناصر عطاری مَدَنی**، (3)۔۔**محمد عمران الٰہی عطاری مَدَنی**، (4)۔۔**فاروق احمد عطاری مَدَنی** سَلَّمَہُمُ الْغَنِی۔ شرعی تفتیش **مُفتی محمد عبد الماجد عطاری مَدَنی** زِیْدَ مَجْدُہٗ نے فرمائی ہے۔

ترجمہ کرتے ہوئے عبارتوں کی تصحیح کے لئے مختلف نسخوں کو سامنے رکھا گیا تاکہ غلطی کا اِمکان کم سے کم ہو۔ پڑھنے والے اگر کوئی غلطی پائیں تو تحریری طور پر مطلع فرمائیں کہ زبانی بتانا زیادہ مفید نہیں ہوتا۔ ترجمہ میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً **اللہ** پاک اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطاؤں، اَولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہ کی عنایتوں اور اَمیرِ اَہلسنت حضرت عَلّامہ مَولانا اَبُو بِلال **محمد اِلیاس عطّار قادری** رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی پُر خُلُوص دُعاؤں کا نتیجہ ہے اور جو خامیاں ہیں ان میں ہماری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں دُعا ہے کہ اپنی دُنیا و آخرت سنوارنے کے لئے ہمیں اِس کتاب کو پڑھنے، اِس پر عمل کرنے اور دوسرے مسلمانوں بِالْخُصُوص مُفتیانِ عِظام اور عُلَمائے کِرام کی خدمتوں میں تحفۃً پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز **ہمیں اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش** کے لئے **مَدَنی اِنعامات** پر عمل اور عاشِقانِ رَسُول کی مَدَنی تحریک **دعوتِ اسلامی** کے تحت قرآن و سُنَّت کی تبلیغ کے لئے راہِ خدا میں سَفَر کرنے والے **مَدَنی قافلوں** میں سُنَّتوں بھرے سَفَر کی سَعادت عَطا فرمائے اور **دعوتِ اسلامی** کی تمام مجالس بَشُمول **مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ** کو دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے!

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجمِ کُتُب (مَجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ)

فصل 35

ایمان واسلام کا معنیٰ اور حکم

(اس فصل میں اس کا بیان ہے کہ ایمان اور اسلام معنی اور حکم کے لحاظ سے ایک ہیں، تفصیل اور نام کے لحاظ سے الگ الگ ہیں نیز ہر مومن کا یقینی طور پر مسلمان ہونا، عمل کے ساتھ قول کی تحقیق، جَہْمِیَہ، کرامیہ اور حروریہ جیسے گمراہ فرقوں کا رَدّ اور مذہبِ اَہلِ سنت وجماعت کا بیان، اللہ پاک ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔)

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایمان ہی اِسلام ہے اور یہ قول اِیمان واِسلام کے مقامات اور فرق کو ختم کرتا اور یہ بات مذہبِ مُرجیہ کے قریب تر ہے۔ البتہ دیگر اس بات کے قائل ہیں کہ اِسلام ایمان سے الگ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام اور ایمان کو ایک کو دوسرے کی ضد قرار دیا ہے اور یہ بات اباضیہ کے مذہب کے قریب تر ہے۔ یہ مسئلہ مشکل ہے جو شرح وتفصیل کا محتاج ہے۔

ایمان اور اِسلام کی مثال

معنٰی اور حکم کے لحاظ سے ایمان کے مقابلے میں اسلام ایسے ہے جیسے توحید ورسالت کی گواہیاں ایک دوسرے کے لئے۔ چنانچہ رسالت کی گواہی توحید کی گواہی سے الگ ہے، حقیقت میں یہ دونوں الگ الگ ہیں لیکن معنٰی اور حکم کے لحاظ سے دونوں آپس میں یوں جُڑی ہوئی ہیں گویا یہ ایک ہی چیز ہیں۔ یہی معاملہ ایمان اور اسلام کا ہے، یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے یوں مِلے ہوئے ہیں گویا ایک ہی چیز ہیں۔ جس کا اسلام نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس کا ایمان نہیں اس کا کوئی اسلام نہیں کیونکہ کوئی بھی مسلمان ایسے ایمان سے خالی نہیں ہوتا جس سے اس کا اسلام صحیح ہو۔

ایمان کے لئے ضروری شے

مسلمان کے ایمان کے لئے وہ شے ضروری ہے جس سے اس کے ایمان کی سچائی ثابت ہو جیسا کہ **اللہ** پاک نے نیک اعمال کے لیے ایمان کو اور ایمان کے لیے نیک اعمال کو شرط قرار دیا ہے چنانچہ اس کی تاکید میں ارشادِ باری ہوا:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ ترجمۂ کنزالایمان: تو جو کچھ بھلے کام کرے اور ہو ایمان والا

فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ ۚ (پ ۱۷، الانبیآء: ۹۴) تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں۔

اور عمل کی ایمان کے ساتھ تاکید میں ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰىۙ(۷۵) (پ ۱۶، طٰہٰ: ۷۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اُس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کیے ہوں تو انہیں کے درجے اونچے۔

مُنافق اور کافر

جس کے ظاہری اَعمال اِسلام والے ہوں لیکن وہ غیب پر ایمان کا عقیدہ نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے اور یہ نفاق اسے مِلّتِ اِسلام سے خارج کرتا ہے اور جو غیب پر ایمان کا عقیدہ رکھتا ہو لیکن وہ ایمان کے احکامات اور شریعت پر عمل نہیں کرتا، تو وہ کافر ہے اور کفر کے ساتھ توحید ثابت نہیں ہوتی۔[1] اور جو اللہ پاک کی جانب سے دی گئی رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غیبی خبروں پر ایمان رکھتا ہے اور جس کا حکم دیا گیا ہے اس پر عمل بھی کرتا ہے تو وہ مومن مسلم ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مومن کو مسلمان کہنا جائز نہ ہوتا اور یہ بھی جائز نہ ہوتا کہ اللہ، رسول اور آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنے والے ہر مسلم کو مومن نہ کہا جائے، حالانکہ اہلِ قبلہ کا اس پر اجماع ہے کہ ہر مومن مسلم ہے اور بے شک ہر مسلم اللہ پاک، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے۔

ایمان اور اَعمال کی مثال

ایمان اور اعمال کی مثال دل اور جسم کی ہے، ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ کوئی زندہ جسم والا ایسا نہیں جس کا دل نہ ہو، اور نہ ہی دل والا کوئی ایسا ہے جس کا جسم نہ ہو، لہٰذا یہ دونوں سبب کے

---

[1] ......ایسا شخص ان لوگوں کے نزدیک کافر ٹھہرے گا جو اعمال واقوال کو ایمان کا جز مانتے ہیں۔ فقیہ اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: "امام مالک، امام شافعی، امام احمد وجمہور مُحَدِّثِین (رَحِمَہُمُ اللہ) اعمال واقوال کو ایمان کا جز مانتے ہیں اور امام اعظم اور جمہور متکلمین و محققین مُحَدِّثِین (رَحِمَہُمُ اللہ) اَعمال واَقوال کو ایمان کا جُز نہیں مانتے۔" (نزہۃ القاری، 291/1) چونکہ صاحب قوت القلوب امام ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ شافعی المذہب ہیں لہٰذا انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق اس مسئلے کو ذکر کیا جبکہ احناف کے نزدیک ایسا شخص کافر نہ ہو گا جب تک کہ اس سے کفر صادر نہ ہو جائے۔

اعتبار سے جُدا اور معنیٰ و حکم کے لحاظ سے ایک ہیں۔ ایمان واسلام کی ایک مثال دانہ بھی ہے جس کا ایک حصہ ظاہر ہے اور ایک پوشیدہ، وہ دانہ ایک ہے، ایسے قریب قریب دو اوصاف کی وجہ سے اسے دو نہیں کہا جا سکتا، ایسے ہی اسلام کے اعمال سے ایمان کا تعلق ہے۔

ایمان اور اِسلام کا فرق

اِسلام ایمان کا ظاہر ہے اور وہ جسمانی اَعضاء سے واقع ہونے والے اَعمال ہیں اور ایمان اِسلام کا باطن ہے اور وہ دل کے اعمال ہیں۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ "اِسلام علانیہ (ظاہر) ہے جب کہ ایمان پوشیدہ (باطن) ہے"[1] اور ایک روایت میں ہے: "اور ایمان دل میں ہے۔"[2] چنانچہ اسلام ایمان کے اعمال کا نام ہے اور ایمان اسلام کے عقیدہ کا نام ہے۔ لہٰذا ایمان عمل کے ساتھ ہی معتبر ہے اور عمل عقیدے کے بغیر معتبر نہیں۔ اس کی مثال علم ظاہر و باطن ہے، اِن میں سے ہر ایک کا دوسرے کے ساتھ تعلق ہے جیسے دل کے اعمال کا اعضائے ظاہری کے اعمال سے تعلّق ہے۔ اس کی مثال رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات یعنی اعمال (کے ثواب) کا دارو مدار نیت پر ہے۔"[3] یعنی کوئی عمل عقیدے واِرادے کے بغیر کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان "اِنَّمَا" کسی شے کو ثابت اور اس کے سوا ہر ایک کی نفی کرتا ہے تو اس لفظ سے معاملات میں اعضائے ظاہری کا عمل اور نیتوں میں دلوں کا عمل ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ایمان کا عمل سے ایسا تعلق ہے جیسا زبان سے ہونٹوں کا، کہ درست کلام کے لئے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ ہونٹ حروف کو جمع کرتے ہیں اور زبان کلام کو ظاہر کرتی ہے ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو کلام بگڑ جائے گا۔ ایسے ہی عمل کو ترک کرنے سے ایمان چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **اللہ** پاک نے انسان کو جو نعمتیں دی ہیں ان میں کلام کو بھی ذکر کیا، چنانچہ قرآن پاک

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالک بن النضر، ۴/ ۱۷۲، حدیث: ۱۲۳۸۴ نحوہ

[2] ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالک بن النضر، ۴/ ۱۷۲، حدیث: ۱۲۳۸۴

[3] ......بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النیۃ فی الایمان، ۴/ ۲۹۹، حدیث: ۶۶۸۹

میں اللہ پاک نے زبان کے ساتھ ہونٹوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِۙ(۸) وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِۙ(۹) (پ۳۰، البلد: ۸، ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ۔

مطلب یہ ہے کہ کیا ہم نے اسے دیکھنے والا اور کلام کرنے والا نہیں بنایا؟ تو اللہ پاک نے یہاں کلام کو زبان اور ہونٹوں سے تعبیر کیا کیونکہ یہ دونوں کلام کی جگہیں ہیں اور ہونٹوں کا ذکر اس لیے کیا کہ کلام کو اللہ پاک کی نعمت کہا گیا ہے اس کی تکمیل ہونٹوں سے ہوتی ہے۔

ایمان اور اسلام کی ایک اور مثال

ایمان اور اسلام کی ایک مثال زمین پر کھڑا خیمہ بھی ہے جس کا ظاہر تنے ہوئے پردوں اور رسیوں پر مشتمل ہوتا ہے اور باطن (یعنی اندر کے حصے) میں بانس ہوتا ہے۔ خیمہ اسلام کی طرح ہے جس کے ارکان علانیہ اور اعضاء سے کیے جانے والے اعمال ہیں جبکہ خیمے میں ارکان رسیاں ہیں جو خیمے کے کناروں کو باندھے رکھتی ہیں اور خیمے کے اندر گڑا بانس ایمان کی طرح ہے کہ خیمہ اس کے بغیر قائم نہیں رہتا، چنانچہ خیمہ ان دونوں کا محتاج ہے، کیونکہ اس کا کھڑا رہنا اور اس کی مضبوطی ان ہی دونوں سے وابستہ ہے۔ ایسے ہی ظاہری اعضاء کے اعمال سے اسلام کا تعلق ہے کیونکہ اس کی اصل ایمان کے ساتھ ہے اور ایمان کا تعلق دل کے اعمال سے ہے اور اس کا نفع اسلام کے ساتھ ہے اور وہ نفع نیک اعمال ہیں۔

ایمان اور اسلام ایک شے کی طرح

اللہ پاک نے ایمان کو اسلام سے تعبیر فرمایا، اگر یہ دونوں ایک شے کی طرح نہ ہوتے تو ان میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ تعبیر نہ کیا جاتا۔ چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَۚ(۳۵) فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَۚ(۳۶) (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۳۵، ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لیے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

وہ دو گھر نہیں تھے وہ تو فقط ایک گھر یعنی حضرت سیِّدُنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی بیٹیوں کا گھر تھا۔

ایمان اور اسلام ایک شے کی طرح ہیں، اس کی مثال میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ (۸۴) (پ ۱۱، یونس: ۸۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم **اللہ** پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر اسلام رکھتے ہو۔

یہاں **اللہ** پاک نے "اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ" کا عطف "اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ" پر کیا، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں اسم ایک ہی معنیٰ میں ہیں اور یہ **اللہ** پاک کے اس فرمان کی طرح ہے جس میں اس نے راتوں کو دنوں سے تعبیر فرمایا کیونکہ دن رات کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور تم جانتے ہو کہ وہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

چنانچہ **اللہ** پاک نے ایک قصہ میں ارشاد فرمایا:

قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًاؕ (پ ۳، ال عمرٰن: ۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارہ سے۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا (۱۰) (پ ۱۶، مریم: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہو کر۔

ایمان اور اسلام کے حکماً متحد ہونے کی ایک اور دلیل

اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ **اللہ** پاک نے اسلام اور ایمان کی ضد ایک ہی قرار دی اگر یہ دونوں معنیٰ اور حکم میں ایک شے کی طرح نہ ہوتے تو ان دونوں کی ضد ایک نہ ہوتی۔ چنانچہ **اللہ** پاک نے ارشاد فرمایا:

كَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ (پ ۳، ال عمرٰن: ۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیونکر **اللہ** ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لا کر کافر ہو گئے۔

اور ارشاد فرمایا:

اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۠ (۸۰) (پ ۳، ال عمرٰن: ۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو لیے۔

تو یہاں **اللہ** پاک نے دونوں کی ضد کفر کو قرار دیا۔

ایمان اور اسلام کے حکماً متحد ہونے کی مثال

اور اس کی ایک مثال یہ ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایمان اور اسلام کی خبر ایک ہی وصف کے ساتھ دی ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے مروی ایک حدیث پاک ہے کہ "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ **اللہ** کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت **محمد** (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) **اللہ** کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رَمَضان کے روزے رکھنا اور بَیْتُ اللہ کا حج کرنا۔"[1]

اور وفدِ عبدُ القیس کے حوالے سے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ وفدِ عبد القیس نے ایمان کے بارے میں پوچھا تو حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان ہی اوصاف کا ذکر فرمایا۔[2]

ایمان اور عمل دونوں ایک دوسرے کے ساتھی

اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری اسلام کے بغیر کوئی باطنی ایمان نہیں اور ظاہری اسلام کے بغیر کوئی خفیہ ایمان نہیں نیز ایمان اور عمل دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر نفع مند نہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست ہے جیسا کہ یہ دونوں اپنی ضد کفر کی نفی کے بغیر نہ صحیح ہوتے ہیں اور نہ ہی ایک ساتھ پائے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: "کسی کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جائے گی جب تک وہ اس چیز کا انکار نہ کر دے جس کا اقرار کیا تھا۔"[3]

اور ابھی جو حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے مروی حدیث بیان ہوئی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفسِ حدیث میں حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے ایمان کا ذکر بھی اسلام کے لفظ کے بدل کے طور پر کیا۔

---

[1] ......بخاری، کتاب الایمان، باب دعاؤکم ایمانکم، ١ / ١٤، حدیث: ٨

[2] ......مسند ابی عوانۃ، کتاب تحریم الخمر... الخ، بیان اوعیۃ المنھیۃ... الخ، ٥ / ١٢٧، حدیث: ٨٠٩٠
بخاری، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان، ١ / ٣٣، حدیث: ٥٣

[3] ......معجم اوسط، ٣ / ٢٣٢، حدیث: ٤٣٣٣ بتغیر قلیل

ایمان کی بنیاد

حضرت سیِّدُنا یزید بن بِشْر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کے پاس آیا تو اس وقت ایک شخص نے آپ کے پاس آکر کہا: اے ابن عمر (رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا)! کیا بات ہے، آپ حج و عمرہ کرتے ہیں لیکن جہاد نہیں کرتے؟ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: ارے نادان! ایمان کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (1) **اللہ** کی عبادت کرو (2) نماز قائم کرو (3) زکوۃ ادا کرو (4) بَیْتُ اللہ کا حج کرو اور (5) رمضان کے روزے رکھو۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہم سے اسی طرح ارشاد فرمایا ہے۔[1]

اللہ پاک نے ایمان کے لیے نیک عمل کو شرط قرار دیا اور عمل کے پائے جانے پر ہی ایمان نفع مند ہو گا جیسا کہ اسلام کو ایمان کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍؕ (پ۱۹، الفرقان: ۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو **اللہ** بھلائیوں سے بدل دے گا۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ ”اِلَّا مَنْ تَابَ مگر جو توبہ کرے“ میں شرک سے توبہ کرنا مراد ہے، جیسا کہ **اللہ** پاک کا فرمان ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْؕ (پ۱۰، التوبۃ: ۵)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

یہ فرمان اس ارشاد باری تعالیٰ کے بعد ہے:

وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ (پ۱۰، التوبۃ: ۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انھیں پکڑو اور قید کرو۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قُرب تک پہنچائیں مگر وہ جو

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، ماذکر فی الایمان والاسلام، ۷/ ۲۰۹، حدیث: ۳

وَعَمِلَ صَالِحًا (پ۲۲،سبا:۳۷) ایمان لائے اور نیکی کی۔

اور اِرشاد فرمایا:

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ كَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾ (پ۱۱،یونس:۶۳) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔

جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۶۹﴾ (پ۲۵،الزخرف:۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے۔

نیک اَعمال کے لیے ایمان شرط ہے

معلوم ہوا کہ ایمان کے لیے اعمال اور تقویٰ شرط ہیں جیسے نیک اعمال کے لیے ایمان شرط ہے۔ چنانچہ اگر کوئی بندہ سارے نیک اعمال کرے تو اسے ایمان کے بغیر نفع حاصل نہ ہو گا، ایسے ہی اگر کوئی سب چیزوں پر ایمان لے آئے تو اسے نفع اعمال سے ہی ہو گا۔

حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کیں ان میں ایک نصیحت یہ ہے کہ "بیٹا! جیسے کھیتی پانی اور مٹی کے بغیر درست نہیں ہو سکتی یونہی ایمان نیک عمل اور علم کے بغیر درست نہیں ہوتا۔

حدیثِ جبرئیل اور اس کی وضاحت

بہر حال جہاں تک ایمان اور اسلام کے جُدا جُدا ہونے کی بات ہے تو اس کی دلیل حدیث جبریل ہے، اس میں یہ ہے کہ جب حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے، حساب و کتاب اور اچھی بُری تقدیر پر ایمان لاؤ۔" پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پانچ خصلتیں بیان کیں۔[1]

---

[1] ......ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی وصف جبرئیل للنبی الایمان والاسلام، ۴/۲۷۵، حدیث: ۲۶۱۹

تعظیم قدر الصلاۃ، باب ذکر اخبار المفسرۃ بان الایمان...الخ، ۱/۳۸۹، حدیث: ۳۸۱

یہ خصلتیں دراصل قلبی اعمال اور اس کے عقیدوں کی وضاحتیں ہیں۔ اس سے ہماری بیان کردہ باتیں ثابت ہوتی ہیں کہ قلبی اعمال کی وضاحتیں اعضاء کے اعمال کی وضاحتوں پر مشتمل عقیدے ہیں جو ظاہری افعال کو لازم کرتے ہیں، ہم ان افعال کو "علانیہ" کہتے ہیں۔

البتہ یہ حدیث پاک اسلام اور ایمان کے الگ الگ معنی بتا کر ان میں تفریق کو ظاہر کرتی ہے لیکن اس میں ان دونوں کے حکم میں مختلف ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کا ایک مسلمان مومن بندے میں جمع ہونا ممکن ہے، لہٰذا مذکورہ دلی اعتقادات بندے کے دل کا وصف ہیں اور مذکورہ علانیہ اعمال بندے کے جسم کا ظاہری وصف ہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک ہی معنی میں دونوں ناموں کو استعمال کیا ہے اور یہ حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے مروی عبد القیس کے وفد والی حدیث پاک میں مروی ہے جسے ہم پہلے حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے بھی مفصل طور پر یہ حدیث پاک مروی ہے کہ "ایمان زبان سے اقرار، دل سے یقین اور اعضاء سے عمل کا نام ہے۔"[1] اس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اعضائے ظاہری کے اعمال کو ایمان کے اعتقادات میں داخل فرمایا۔

اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس بات پر اجماعِ امت ہے کہ اگر بندہ حدیثِ جبریل میں موجود ایمان کے اوصاف کے تعلق سے تمام قلبی اعتقادات پر ایمان لائے لیکن ظاہری اعضاء کے متعلق اسلام کے مذکورہ اوصاف پر عمل پیرا نہ ہو تو اسے مومن نہیں کہا جائے گا اور اگر وہ اسلام کے اوصاف پر عمل کرنے کے باوجود ایمان والے اوصاف کا اعتقاد نہ رکھے تو وہ مسلم نہیں ہو گا۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی۔"[2] اس میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اسلام ایمان سے جُدا ہے یا مسلمان مومن سے الگ ہے یا ایمان اسلام کی ضد ہے۔

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب السنة، باب في الايمان، ١/ ٥١، حديث: ٦٥

[2] ......ترمذی، كتاب الفتن، باب ماجاء في لزوم الجماعة، ٤/ ٦٨، حديث: ٢١٧٣

”اَوْ مُسْلِمٌ“ سے مراد

اور خبر کی تاویل سے متعلق دوسری صورت یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا ”اَوْ مُسْلِمٌ (مومن یا مسلم؟)“ اس سے آپ کی مراد ”اَوْ مُسْتَسْلِمٌ (یاظاہراً تسلیم کرنے والا)“ ہے۔ چنانچہ جب قلبی اعتقادات اور ظاہری اعمال باہم جمع ہو جائیں تو وہ مسلم مومن ہوگا اور جو ہماری مذکورہ باتوں کا قائل نہیں تو وہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی تکفیر کرنے والا اور مرتدین سے قتال کے معاملے میں انہیں جاہل قرار دینے والا ہے اور اس بات کا دعوے دار ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے ایمان والوں کا قتل کیا اس لئے کہ وہ لوگ ایمان کے اعتقادات کو مانتے تھے اور انہوں نے توحید اور اکثر اعمال کا انکار نہیں کیا تھا، انہوں نے تو محض زکوۃ کا انکار کیا تھا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے ان کے قتل کو حلال جانا اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بھی اس معاملے پر آپ کی موافقت کی حتّٰی کہ ان میں سے جنہوں نے رجوع کیا ان سے توبہ کروائی۔

اور بہر حال ایک دوسری حدیث پاک جس کا ظاہر یہ ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مومن اور مسلم میں فرق بیان کیا ہے اس طرح کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو مال دیا اور دوسرے کو نہیں دیا۔ اس پر حضرت سیِّدُنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ نے فُلاں کو چھوڑ دیا، اسے نہیں دیا حالانکہ وہ مومن ہے۔ اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَوْ مُسْلِم؟ یعنی (وہ مومن تھا) یا مسلم؟ حضرت سیِّدُنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے اپنے الفاظ دوبارہ دہرائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اپنی بات کا اعادہ کرتے ہوئے فرمایا: اَوْ مُسْلِم؟ یعنی (وہ مومن تھا) یا مسلم؟[1]

اس روایت میں ایمان اور اسلام کا فضیلت اور مقامات کے معاملے میں ایک دوسرے سے الگ ہونے پر دلیل ہے یعنی وہ شخص اہل ایمان سے نہ تعلق رکھتا ہے اور نہ ہی ان پر فضیلت رکھتا ہے۔ اس سے حضرت سیِّدُنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو اس شخص کا وہ حال معلوم ہو گیا جو انہیں معلوم نہیں تھا جیسا کہ حضرت سیِّدُنا حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو اپنے ایمان کی حقیقت کے بارے میں معلوم ہوا، جب وہ گمنامی میں رہنے لگے تو لوگوں نے انہیں توجہ دینا چھوڑ

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب تالف قلب من یخاف علی ایمانہ... الخ، ص ۸۱، حدیث: ۳۷۹
مسند بزار، مسند سعد بن ابی وقاص، ۳/۲۹۷، حدیث: ۱۰۸۷

دی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: تم نے کس حال میں صبح کی؟ تو انہوں نے خود کو مشاہدۂ حق میں مشغول پانے کے بارے میں بتایا۔ اس پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم نے معرفت حاصل کر لی ہے اب اس پر مضبوطی سے جمے رہو۔[1]

اِسلام میں محبت پیدا کرنے کے لئے عطا کرنا

یہ ہماری اس بات پر دلیل ہے کہ ایمان کا مقام اسلام کے مقام سے افضل ہے اور اس بات پر بھی دلیل ہے کہ ایمان والے ایمان کے معاملے میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اگرچہ ظاہری اعمال یعنی اسلام میں برابر ہوں اور اس بات پر دلیل ہے کہ ایمان کی کوئی حد نہیں اگرچہ اس کا صحیح ہونا اسلام کی حدود سے وابستہ ہے۔ اسی لئے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجبوراً ایمان قبول کرنے والے پر خوش دلی سے ایمان لانے والے کو ترجیح دی ہے۔ اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کافر سرداروں کو اسلام سے الفت دینے کے لئے اور مشرکین کو قبولِ اسلام پر آمادہ کرنے کے لئے انہیں عطا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو مال عطا فرمایا باوجود اس کے کہ آپ اس کے بارے میں کچھ کلام فرما چکے تھے، آپ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: "یہ نادان شخص سردار ہے۔"[2]

یوں ہی جن کا کنبہ بڑا اور زیرِ سرپرست لوگ بہت زیادہ ہوا کرتے تھے انہیں بھی عطا فرمایا کرتے تھے تاکہ وہ ایمان والوں کے مددگار بن جائیں یا اسے عطا فرماتے جسے دینے میں مسلمانوں کا مالی فائدہ، منفعت اور عزت ہو۔ البتہ نچلے لوگوں اور معمولی درجے کی تالیف کے لئے عطا فرمانے کو ترجیح نہ دیتے بلکہ کم درجے کی تالیف والوں پر اَہلِ ایمان کو ترجیح دیتے اور انہیں مقدم رکھتے، جیسا کہ ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجاہدین میں مالِ غنیمت تقسیم فرمایا تو تمام مجاہدین کو عطا کیا سوائے ایک شخص کے جس کی پیشانی پر سجدے کا نشان اور سر منڈا ہوا تھا اسے عطا نہیں فرمایا۔ وہ کہنے لگا: یہ ایسی تقسیم ہے جس سے **اللہ** پاک کی

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، باب رقم: ۶، ۷/۲۲۶، حدیث: ۴۷

نوادر الاصول، الاصل الثالث والخمسون، ۱/۲۱۶، ۲۱۷، حدیث: ۳۱۳

[2] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، ماذکر فی الحیاء وماجاء فیہ: ۶/۹۲، حدیث: ۹

خوشنودی طلب نہیں کی گئی، اللہ پاک کی قسم! آپ نے انصاف نہیں فرمایا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اگر میں انصاف نہ کروں تو پھر کون انصاف کرے گا۔"(1) یہی وہ پہلا شخص تھا جس سے خارجی فتنے کا ظہور ہوا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے عطا نہیں فرمایا اور آپ کو اسے عطا نہ فرمانے پر کسی قسم کا ملال بھی نہ ہوا کیونکہ وہ شخص خاص مسلمانوں میں سے نہیں تھا اور نہ ہی ایسا شخص تھا جس کی تکلیف سے بچنا مقصود ہو اور نہ ہی اسلام کی خدمت کے لئے اس کی کوئی ضرورت تھی کہ آپ اس کی دلجوئی کے لئے اسے کچھ عطا فرماتے۔ اور یہ تو فرعون کے اس قول کی طرح ہے کہ جب اللہ پاک نے اسے سمندر میں غرق کر دیا تو مجبور ہو کر توحید کا اقرار کرتے ہوئے کہنے لگا:

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ(۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔

(پ ۱۱، یونس: ۹۰)

مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس مقام پر مُسْلِمِیْن سے مراد ہے مُسْتَسْلِمِیْن (یعنی ظاہری طور پر اسلام قبول کرنے والا)۔ تو اگر اعتراض کیا جائے کہ ایک روایت ایسی بھی ہے جو کہ اس تاویل کی مخالفت پر دلالت کرتی ہے کہ (اَوْ مُسْلِم والی روایت میں) وہ شخص فقط مُسْتَسْلِم نہیں تھا بلکہ صاحبِ فضیلت بھی تھا اور وہ روایت یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ "بے شک میں ایک جماعت کو عطا فرماتا ہوں اور دوسری جماعت سے عطا کو روک لیتا ہوں ان کے اس ایمان پر بھروسا کرتے ہوئے جو اللہ پاک نے ان کے دلوں میں راسخ فرمایا ہے، فُلاں شخص اُنہی میں سے ہے۔"(2) اس روایت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مستانفہ جملہ ہے، اس کے کہنے والے کو اس کا فائدہ دے گا کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جوامِعُ الْکَلِم کی خوبیوں کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اعطاء المؤلفۃ قلوبھم علی الاسلام وتصبر من قوی ایمانہ، ص ۴۱۰، حدیث: ۲۴۴۷
مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ۱/۴۴۱، حدیث: ۱۰۱۸

[2] ......بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبھم... الخ، ۲/۳۵۸، حدیث: ۳۱۴۵
مسند طیالسی، عمرو بن تغلب، ص ۱۶۱، حدیث: ۱۱۷۰

عطا فرمانے کی مختلف وُجوہات

کوئی آپ سے کسی چیز کے بارے میں سُوال کرتا تو آپ جواب اِرشاد فرماتے اور جسے عطا فرماتے تو وضاحت وہدایت کی غرض سے مزید بھی کچھ بیان فرمادیتے۔ گویا کہ آپ نے اپنی عطا اور لینے والے لوگوں کی قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ کسی کو ضرورت کی وجہ سے، کسی کو فضیلت کی وجہ سے اور کسی کو دلجوئی کے لئے عطا فرماتے۔ ایسا نہیں کہ جس کو عطا نہیں کیا وہ اس آدمی سے افضل ہے جسے کچھ دیا ہو، اگر بات ایسی ہی ہوتی جیسا کہ کہنے والے کا گمان ہے تو پھر ضرور اسلام ایمان سے افضل ہوتا اور ضرور بالضرور مسلمان، مؤمنوں سے افضل ہوتے۔ لیکن ایسا قول کسی بھی عالم دین کا نہیں ہے۔ البتہ ایمان خاص ہے جس میں مختلف مقامات اور تفاوُت ہیں۔ چنانچہ یہ اِسلام پر مشتمل ہے اور اِسلام اس میں داخل ہے اور مومنین خاص مسلمان ہیں اور مُقربین، صِدّیقِیْن اور شُہَدا ان ہی میں سے ہیں۔

اِسلام عام محدود ہے جس سے عام مؤمنین متصف ہیں، گناہ کبیرہ کرنے والے اور مجرمین بھی اس میں داخل ہیں نیز کفر سے نکل جانے والا کوئی بھی اسلام سے خارج نہیں جس پر ایمان کے نام کا اطلاق ہو گیا، جیسا کہ **اللہ** پاک نے فرمایا:

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۹۴) ترجمۂ کنز الایمان: تو اس کے بعد جو **اللہ** پر جھوٹ باندھے۔

اللہ پاک نے ایسے شخص کے بارے میں فسق کی خبر دی اور فرمایا:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ یُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پ۲۸، الصف: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو **اللہ** پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور ظالم لوگوں کو **اللہ** راہ نہیں دیتا۔

ایمان کے اعلیٰ ہونے پر اجماع مذکورہ مدعی اسلام شخص کے افضل ہونے کی کاٹ کرتا ہے اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ہم ایمان کے خاص ہونے کی نص رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کر چکے ہیں۔

افضل اسلام

چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا: سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نے فرمایا: ”اسلام۔“[1] اور پوچھا گیا: سب سے افضل اسلام کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: ”ایمان۔“[2] چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایمان کو اسلام کا ایک مقام قرار دیا ہے اور اس حدیث شریف میں بھی ایمان کو اسلام سے خاص کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک شخص کے بارے میں نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ”اَوْ مُسْلِمٌ (مومن ہے یا مسلم)؟“ کے معنٰی میں ایمان اور اسلام کے مابین کوئی تضاد نہیں ہے۔

اور رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان: ”اَوْ مُسْلِمٌ (مومن ہے یا مسلم)؟“[3] قائل کی تاویل کے باطل ہونے پر دلیل ہے۔ کیونکہ کلام عرب کے عرف میں ہمزہ استفہام کے ساتھ یہ لفظ (یعنی واو ساکن) صرف ادنیٰ حالت اور ناقص وصف بیان کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے خوب سمجھ لو۔

اور اللہ پاک کا فرمان ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا (پ۲۶، الحجرات: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے۔

اس کا تعلق بھی اسی قسم سے ہے۔ اس کا معنٰی ہے: ”ہم نے موت کے ڈر سے تابعداری کی“ اور یہ کمزور اور معمولی درجے کے لوگ تھے۔ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مؤمنوں کو ترجیح دینا اور مقدم کرنا انہیں ناگوار گزرتا تھا، اور یہ عطیہ کی تمنا کرتے ہوئے کہتے تھے: ہمیں کیوں نہیں دیتے جیسے مؤمنوں کو دیتے ہیں، حالانکہ ہم بھی ان کی طرح مومن ہیں؟ چنانچہ اللہ پاک نے ان کے متعلق خبر دی اور ان کے دعوؤں کو جھوٹا قرار دیا۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝۵۸ (پ۱۰، التوبۃ: ۵۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں کوئی وہ ہے کہ صدقے بانٹنے میں تم پر طعن کرتا ہے تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب کون الایمان باللہ افضل الاعمال، ص۵۸، حدیث: ۲۴۸ ایمان باللہ بدلہ الاسلام

[2] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب الایمان والاسلام، ۱۰/۱۵۶، حدیث: ۲۰۲۷۶

[3] ......مسلم، کتاب الایمان، باب تالف قلب من یخاف علی ایمانہ... الخ، ص۸۱، حدیث: ۳۷۹

اس آیت میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **مُؤَلَّفَۃُ القُلُوب** کی اس قسم کو عطا نہیں فرمایا کرتے تھے اور اعراب والی آیت میں اسلام اور ایمان کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد آنے والی آیت میں یہ دلیل ہے:

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ (پ۲۶، الحجرات: ۱۷)

ترجمہ: اے محبوب وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے تم فرماؤ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ **اللہ** تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی۔

اس آیت میں ان کے اسلام کو ایمان کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اس میں کلام کے ایک حصے کا دوسرے پر عطف کر کے پہلی بات کو دوسری بات کی طرف پھیرا گیا ہے اور اس کے ذریعے اپنے رسول پر ان کے احسان جتانے کو غلط قرار دے کر اپنا احسان ان پر جتلایا ہے نیز دوسرے اسم کو پہلے والے پر معطوف کر کے دونوں ناموں میں سے ایک کا دوسرے سے الگ ہونا بیان کیا ہے۔ چنانچہ **اللہ** پاک نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے نہیں دہرایا ورنہ **اللہ** پاک عربی زبان کی وسعت کی وجہ سے اور ہمیں زیادہ وضاحت کا فائدہ پہنچانے نیز اسلام اور ایمان کا ایک ہی معنیٰ میں استعمال کو بیان کرنے کے لئے "اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِسْلَام" فرما دیتا۔ جیسا کہ **اللہ** پاک نے ارشاد فرمایا:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ (پ۲۲، فاطر: ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا **اللہ** کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے کہ (آسمان اور زمین سے) تمہیں روزی دے۔

اللہ پاک نے "یَخْلُقُكُمْ" نہیں فرمایا تاکہ واضح ہو جائے کہ جو رزّاق ہے وہی خالق بھی ہے اور یہ کہ ایک دوسری صفت کا فائدہ دے جسے **اللہ** پاک نے اپنے لئے بیان فرمایا ہے، چنانچہ یہ **اللہ** پاک کے اس فرمان کی طرح ہے:

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۟ۚ فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۟ۚ

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لیے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

(پ۲۷، الذّٰریٰت: ۳۵، ۳۶)

اور اسی طرح اس کی قراءت حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے مصحف میں یوں ہے: سُبۡحٰنَکَ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ پس اگر یہ دونوں ایک ہی معنیٰ میں نہ ہوتے تو خلاف معنیٰ پڑھنا جائز نہ ہوتا۔

"ایمان اسلام میں بند ہے" کا معنیٰ

رہا وہ جو حضرت سیِّدُنا امام محمد باقر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت کیا گیا کہ "ایمان اسلام میں بند ہے" تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اسلام ایمان کا باطن ہے۔ نیز یہ بھی مروی ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک بڑا دائرہ بنا کر فرمایا: "یہ اسلام ہے پھر اس کے درمیان میں ایک چھوٹا دائرہ بنا کر فرمایا: یہ ایمان ہے جو کہ اسلام میں ہے پھر جب یہ کیا تو ایمان سے نکل گیا اور اسلام میں ہو گیا۔" اس سے مراد یہ ہے کہ وہ حقیقی و کامل ایمان سے نکل گیا اور ان مومنین میں شمار نہیں کیا جائے گا جن کی خوف اور تقویٰ جیسی صفات کے ساتھ تعریف کی گئی ہے کیونکہ وہ اسم اور معنیٰ سے نکل گیا یہاں تک کہ وہ اللہ، اس کے رسولوں اور کتابوں پر ایمان لانے والا بھی نہ رہا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ چھوٹا دائرہ اس بڑے دائرے سے نکلا ہوا نہیں ہے جسے آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے چھوٹے دائرے کے گرد کھینچا اور چھوٹے دائرے کو اس کے درمیان میں رکھ کر اس سے مثال دی البتہ بڑا دائرہ چھوٹے دائرے کا مخلص دوست ہے اور چھوٹا دائرہ بڑے دائرے میں خاص ہے۔ اگر حضرت سیِّدُنا امام محمد باقر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی مراد یہ ہوتی کہ وہ ایمان سے یکسر خارج ہے تو دو الگ الگ دائرہ بناتے، ایک کو دوسرے کے درمیان میں نہ بناتے۔

ایمان کی حقیقت

یوں ہی حدیث پاک میں ہے: "زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا۔"[1] اس کا معنیٰ کامل ایمان یا حقیقی مومن ہے، کیونکہ ایمان کی حقیقت اور اس کا کامل ہونا خوف اور پرہیز گاری سے وابستہ ہے۔ اس لیے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کافر نہیں ہیں اور جب بندہ زنا اور شراب خوری کے سبب فاسق ہو جائے تو ایمان کی حقیقت سے خارج

---

[1] ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب النهى بغير اذن صاحبه، ۲/۱۳۷، حدیث: ۲۴۷۵

ہو جاتا ہے اور وہ (حقیقت) خوف اور پرہیز گاری ہے لیکن اس کے اسم اور معنیٰ سے خارج نہیں ہوتا اور وہ تصدیق اور شریعتِ مطہرہ کو قبول کرنا ہے۔

اس میں ایک لطیف بات ہے کہ گویا اس سے حیا کا ایمان اٹھ جاتا ہے کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "حیا ایمان سے ہے۔"[1]

حیادار شخص حرام پر اپنا ستر نہیں کھولتا، احکامِ شرع کو تسلیم کرتا، توحید اور اسلام کے ایمان کو باقی رکھتا ہے۔

اس باب میں حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا یہ قول مروی ہے کہ "ایمان اسلام کی حقیقت ہے۔"

منافق کون ہے؟

حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے پوچھا گیا: منافق کون ہے؟ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے ارشاد فرمایا: منافق وہ ہے جو اسلام کی بات کرے اور اس پر عمل نہ کرے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے ایمان کی علامت کو اسلام کا نام دیا اور قول کو عمل کے ساتھ ملایا۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: "لوگ حدود و فرائض، نکاح، میراث، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے، نمازِ جنازہ کے معاملے میں ہمارے نزدیک مومن مسلمان ہیں، زندوں کا احتساب نہیں کیا جاتا اور مردوں کی پکڑ نہیں کی جاتی۔ ہم لوگوں کے چھپے ہوئے رازوں کو اللہ پاک کے سپرد کرتے ہیں، ہم شدت والی بات سنتے ہیں تو اس سے ڈر جاتے ہیں اور نرمی کی بات سنتے ہیں تو مسلمانوں کے لئے بھی نرمی کی امید رکھتے ہیں، ہم اپنے بزرگوں کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے کو کچھ نہیں سمجھتے۔"

ہم نے جو کہا کہ اسلام اور ایمان دونوں ساتھی ہیں جو جدا نہیں ہوتے۔ یہی محدثین میں سے فقہا اور بزرگ ائمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْن کا مذہب ہے۔

مُحَدِّثِین کی نظر میں ایمان اور اسلام میں فرق کی تفصیل اور اس کا مطلب

بعض محدثین نے ایمان اور اسلام کے درمیان فرق بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا امام زُہری رَحْمَۃُ

[1]......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان...الخ، ص ۴۵، حدیث: ۱۵۴

اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اسلام کلمہ اور ایمان عمل ہے۔ حضرت عبد الرحمن بن مہدی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایمان اور اسلام کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ حضرت حماد بن زید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اسلام عام ہے اور ایمان خاص ہے۔

ان بزرگوں کے اقوال ہماری بالجملہ باتوں کے مطابق ہیں اور ہماری باتوں کے لئے دلیل اور تائید ہیں۔ ان حضرات نے ایمان اور اسلام کے درمیان اختلافی اور متضاد فرق بیان نہیں کیا اور نہ ہی یہ مراد لیا کہ ان میں سے ایک پایا جائے گا اور دوسرے کا نہ ہونا دُرست ہو گا، ورنہ یہ حضرات مرجیہ کے مذہب کی موافقت کر جاتے جبکہ یہ محدثین مرجیہ کے باطل نظریات سے کوسوں دور تھے، کیونکہ یہ قرآن و سنت سے جُڑے رہنے والے اور رائے زنی سے دور رہنے والے تھے۔

مُحَدِّثِینِ کرام نے ایمان اور اسلام کے مابین تفاوت اور تخصیص کا فرق کیا ہے یعنی ایمان اخص اور اعلیٰ ہے، کیونکہ ایمان میں کمی زیادتی ہو سکتی ہے[1] اور اس کے فضائل اور مقامات موجود ہیں، اس میں استثناء (یعنی اِنْ شَآءَ اللہ کہنا) لازم ہے۔ اسلام عام ہے اس سے صرف کافر ہی خارج ہیں، اس سے ہٹ کر کوئی چیز نہیں۔ جبکہ علمائے کرام کے ایک گروہ کے مطابق اسلام میں استثناء لازم نہیں کیونکہ یہ محدود اور معلوم ہے۔ لہٰذا جن علمائے کرام نے ایمان اور اسلام میں فرق بیان کیا ان کا مقصود یہ تھا کہ یہ بعض بزرگوں کا طریقہ اور متقدمین کا اسلوب ہے اور یہ سب بھی ہماری ذکر کردہ تفصیل اور ہمارے بیان کردہ معنیٰ کے مطابق ہے۔ ہم نے اسے بہت واضح تفصیل اور کھل کر ترتیب کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

ایمان اسلام ہی کا حصہ ہے

یہ اس حدیث پاک کی طرح ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا: کون سا ایمان افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: اسلام۔[2] اور عرض کی گئی: کون سا اسلام بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا: ایمان۔[3] چنانچہ نبی کریم

---

[1] ......(احناف کے نزدیک) یہ کمی زیادتی مقدار کے اعتبار سے نہیں ہوتی بلکہ یوں ہوتی ہے جیسے کوئی مضبوط ایمان اور کوئی کمزور ایمان والا ہوتا ہے۔ (صراط الجنان، ۲/ ۴۶۵ ماخوذا)

[2] ......مسلم، کتاب الایمان، باب کون الایمان باللہ افضل الاعمال، ص ۵۸، حدیث: ۲۴۸ ایمان باللہ بدلہ الاسلام

[3] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع باب الایمان والاسلام، ۱۰/ ۱۵۲، حدیث: ۲۰۲۷۶

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے دونوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں فرمایا لیکن ایمان کو خاص فرما کر ایمان کو اسلام کی حقیقت بنایا اور ایمان کو خالص قرار دیا کیونکہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے خبر دی کہ ایمان اسلام کا ہی حصہ ہے۔ یہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کی وجہ سے ہے کہ "کسی شخص کے اسلام کی خوبی ہے کہ وہ بے فائدہ کام کو چھوڑ دے۔"[1] یعنی اللہ پاک کے آخری نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ایمان کو اسلام کے ساتھ ثابت کیا اور اسی وصف کا اسلام بہترین ہے۔ یہ پروردگار پر یقین رکھنے والے اور دنیا سے بے رغبت کی صفت ہے اور یہی قول امام محمد باقر رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْه کی مثال کے مشابہ ہے کہ آپ نے ایک گول دائرہ بنایا پھر اس بڑے دائرے میں ایک خاص چھوٹا دائرہ بنایا۔

جن باتوں کی ہم نے وضاحت کی اور جن بزرگوں کی باتوں کو ہم نے ذکر کیا وہ مرجیہ، کرامیہ اور اباضیہ کے قول کو باطل قرار کر دیتی ہیں اور ان کا یہ دعوی باطل ہو جاتا ہے کہ ایمان عمل کے بغیر صرف قول کا نام ہے یا نری معرفت کا نام ہے یا فقط نیت کا نام ہے۔

معتزلہ اور خوارج کے نظریات کا رد

یہ فرقہ معتزلہ کا بھی رد ہے جو دو درجوں میں سے ایک درجے کے قائل ہیں، چنانچہ معتزلہ کہتے ہیں: مومن، فاسق اور کافر۔ کیونکہ وہ فاسق کو مومن قرار نہیں دیتے۔ اور یہ خشبیہ، خزمیہ، قطعیہ اور حروریہ جو کہ خوارج کی اقسام ہیں، ان کا بھی رد ہے۔ یہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ جو کبیرہ گناہ کرے گا ایمان سے خارج ہو جائے گا اور کبیرہ گناہ کرنے والے کافر ہیں، ان کا قتل حلال ہے۔ اور کہتے ہیں: باغی سرغنہ کافر ہیں، رعایا پر ان کو قتل کرنا لازم ہے۔ ان میں سے کچھ اس بات کے قائل ہیں کہ جس نے حاکم کے خلاف بغاوت کی اس نے کفر کیا حالانکہ اللہ پاک کا فرمان اس کے برخلاف ہے:

وَ اِنْ طَآىٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَاۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے

[1]......ابن ماجه، كتاب الفتن، باب كف اللسان في الفتنة، ۴/ ۳۴۴، حديث: ۳۹۷۶

تَفِیۡٓءَ اِلٰۤی اَمۡرِ اللّٰہِ ۚ (پ۲۶، الحجرات: ۹) حکم کی طرف پلٹ آئے۔

چنانچہ (زیادتی کرنے والے) باغیوں کو مومن بول کر انہیں قتل کرنے کا حکم دیا اور انہیں (معتزلہ کی طرح) تیسرا درجہ قرار نہیں دیا۔ ہمارا سامنا ان دو بدعتی فرقوں سے ہے جو نظریات میں ایک دوسرے کے ہی مخالف ہیں یعنی مرجیہ اور معتزلہ۔ مرجیہ کہتے ہیں کہ موحدین چاہے تمام کبیرہ گناہ اور فسق کے مرتکب کیوں نہ ہو جائیں، آگ میں داخل نہیں ہوں گے کیونکہ ان کا ایمان کم نہیں ہوتا۔ جبکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ فاسق مومن ہی نہیں ہوتا۔ اگر صغیرہ گناہوں میں سے ایک بھی صغیرہ گناہ کیا اور بغیر توبہ کئے مر گیا تو ضرور جہنم میں داخل ہو گا اور کفار کی طرح کبھی بھی جہنم سے باہر نہیں نکلے گا۔

فاسق بھی مومن ہے

جبکہ درست بات یہ ہے کہ فاسق مومن ہے کیونکہ فاسق کا فسق اسے ایمان کے نام اور حکم سے خارج نہیں کرتا البتہ اس کا شمار صدیقین اور شہدا جیسے حقیقی مومنوں میں نہیں ہو گا اور کبیرہ گناہ کرنے والوں نے خود پر وعید اور دوزخ میں جانے کو لازم کر لیا ہے۔ ممکن ہے کہ **اللہ** پاک انہیں اپنے فضل و کرم سے معاف فرمادے اور ان سے درگزر فرمائے۔ جیسا کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: تم پر لازم ہے کہ درمیانی راہ اختیار کرو کہ حد سے بڑھنے والے اس پر لوٹ کر آئیں اور بچھڑ جانے والے بھی وہاں پہنچیں۔

علمائے اہل سنت کا وصف

علمائے اہل سنت کا وصف اور ان کی تعریف بیان کرتے ہوئے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اس علم کی حفاظت کرنے والے بعد میں آنے والی ہر جماعت کے پرہیز گار لوگ ہوں گے جو غلو کرنے والوں کی تبدیلیوں، جھوٹوں کی جھوٹی باتوں اور جاہلوں کی ہیر پھیر کو اس سے دور کرتے رہیں گے۔"[1]

غلو کرنے والوں سے مراد سنتوں اور اقوالِ صحابہ سے تجاوز کرنے والے ہیں، جھوٹوں سے مراد قرآن و سنت کے مخالف رائے اور قیاس سے دعوے ثابت کرنے والے ہیں، جاہلوں سے مراد شر انگیزیوں میں مبتلا

---

[1] ......مسند الشامیین للطبرانی، ۱/ ۳۴۴، حدیث: ۵۹۹

الکامل لابن عدی، ذکر القوم الذین یمیزون الرجال وضعفھم وصفتھم، ۱/ ۲۴۷، ۲۴۸

گمراہ صوفی ہیں اور پرہیز گاروں سے مراد بعد میں آنے والے وہ تمام نیک لوگ ہیں جو پہلے کے بزرگوں کے اچھے طریقے کی پیروی کرنے والے ہوں، دین میں بدعتیں جاری نہ کریں، مومنوں کے سوا کسی کو راز دار نہ بنائیں۔ دراصل یہی پاک لوگ ہم تک حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیث کو پہنچانے والے اور محدثین وفقہائے مسلمین سے آثار کو لینے والے ہیں، ہماری اس بات کی تصدیق اور وضاحت **اللہ** پاک کا یہ فرمان کرتا ہے:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ (پ۶، المآئدۃ: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔

آخری نازل ہونے والی آیت

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ فرائض کے نازل ہونے اور شریعت کی تکمیل کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی جبکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حج کی فرضیت نازل ہونے کے بعد یہ آخری حج فرمایا کیونکہ سورۂ مائدہ تمام قاریوں کے نزدیک بالاتفاق مدنیہ ہے۔ فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ قرآن کی نازل ہونے والی سب سے آخری آیت ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صرف تین ماہ اور تین دن حیات ظاہری سے متصف رہے، اس بات پر تاریخ دان متفق ہیں۔ اس لیے کہ یہ آیتِ مبارکہ 9 ذوالحجہ عرفہ کے دن نازل ہوئی اور جانِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے 12 ربیع الاول کو اس دنیا سے پردہ فرمایا۔[1] تو **اللہ** پاک نے تمام احکام اور حلال و حرام کے احکام نازل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ (پ۶، المآئدۃ: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔

اِکمال کا معنیٰ ہے ایسی چیز کو مکمل کرنا ہے جس کا ایک حصہ دوسرے سے تعلق رکھتا ہو، لہٰذا جو بعید ہو یا ایک حصے کا دوسرے سے تعلق نہ ہو اسے اکمل نہیں کہا جائے گا، بلکہ اکمل اسے کہا جائے گا جس کا ایک حصہ

---

[1] ......طبقات ابن سعد، ذکر بیعۃ ابی بکر، ۳/ ۱۳۸، رقم: ۴۰۶: ابوبکر الصدیق

دوسرے حصے سے پہلے ہو، پھر جب سارا پایا جائے تو کہا جائے گا کامل ہوا اور پورا ہوا یہی اس کلمہ کی حقیقت ہے۔ پھر جب ایمان کا معاملہ مکہ میں ہو چکا تھا تو اللہ پاک نے ایک ایک کر کے فرائض اتارے اور دین کا اکمال ہوا۔ معلوم ہوا کہ تکمیل کے دن تک اس کا ایک حصہ دوسرے سے متعلق رہا۔ چنانچہ اعمال دراصل ایمان سے متعلق ہوئے اور یہ دونوں دین مکمل ہیں۔

فرقہ مرجیہ کا رد

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ فرقہ مرجیہ کا جو شخص ابلیس کے مومن ہونے کا قائل نہیں ہے، وہ اپنے مذہب سے نکل جاتا ہے کیونکہ ابلیس نے ایمان کا اقرار بھی کیا ہے اور قول بھی۔ مجھے قسم ہے! شیطان اللہ پاک کو ایک ماننے والا اور جاننے والا ہے لیکن اس نے توحید پر عمل نہیں کیا اور جس کو جانا اور مانا اسی کی اطاعت نہ کر کے کافر ہو گیا۔

رہا ان کا اللہ پاک کے اس قول سے تعلق:

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (پ ۷، المآئدۃ: ۸۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ نے ان کے اُس کہنے کے بدلے انہیں باغ دیئے جن کے نیچے نہریں رواں۔

تو اس آیتِ مبارکہ میں اللہ پاک نے جنتی باغوں کو قول (یعنی زبان سے توحید کے اقرار) کے لئے شرط قرار دیا یا اور انہیں معلق کیا۔ دراصل یہ دلیل اللہ پاک کی جانب سے قول کی تاکید کے لئے ہے۔ یہ نظریہ ایمان اور یقین کا ہے، اہل ایمان قول کی پناہ نہیں لیتے، نہ ہی اپنے لئے منافقین کی طرح ڈھال بناتے ہیں۔ جبکہ منافقین بھی اسی طرح کی بات بول چکے ہیں لیکن اللہ پاک نے ان کے باطن کی مخالفت کی حقیقتِ حال واضح فرما دی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

هُمْ لِلْكُفْرِ یَوْمَىٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِۚ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْؕ (پ ۴، ال عمرٰن: ۱۶۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں اپنے منہ سے کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں۔

اللہ پاک نے ان کی بات کو مؤمنوں کی بات قرار دیا ہے اور ان کا قول ان کے اعمال کے مقابلے میں

ایمان ہے کیونکہ وہ منافقین عمل کے بجائے صرف قول کی ہی رائے رکھتے ہیں۔

ایک باطل دلیل کا رد

اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ حق بات کہنا ایمان کا حصہ ہے اور حق بات کہنے والا ثواب کا مستحق بھی ہو گا کیونکہ یہ نیکی کا کام ہے جو بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے مرتبے میں ہے۔ اس کے اندر یہ دلیل نکالنا کہ صرف قول ہی کافی ہے، یہی مکمل ایمان ہے اور ایمان فقط قول کا نام ہے، عمل کا محتاج نہیں تو یہ قول ہماری ذکر کردہ ان آیات کی وجہ سے باطل ہے جن میں **اللہ** پاک نے اعمال کو شرط قرار دیا ہے اور کفار کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْؕ (پ۱۰، التوبۃ:۵)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

مزید اس آیت سے مرجیہ کا دعویٰ بھی باطل ہو جاتا ہے کیونکہ **اللہ** پاک نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: "فَلَمْ یُثِبْهُمُ اللّٰهُ اِلَّا بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ یعنی **اللہ** پاک نے ان کے قول کے اجر میں باغ عطا کیے۔" بلکہ ارشاد فرمایا:

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (پ۷، المآئدۃ:۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو **اللہ** نے ان کے اس کہنے کے بدلے انہیں باغ دیئے جن کے نیچے نہریں رواں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ **اللہ** پاک نے انہیں حق بات کہنے کے اجر پر آگاہ فرمایا جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا (پ۲۲، سبا:۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے دونا دون (کئی گنا) صلہ ان کے عمل کا بدلہ۔

پھر اس فرمانِ باری تعالیٰ کے ساتھ اسے مزید پختہ و مقید کر دیا:

وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ﳔ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ (پ۳۰، البینۃ:۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ **اللہ** کی بندگی کریں نِرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔

مگر ان کی حالت **اللہ** پاک کے اس قول کے مصداق ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔ ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اِشْتِباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈھنے کو۔

(پ ۳، ال عمرٰن: ۷)

اور اسی طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ پاک نے (آیت میں) مراد لیا ہے، ان سے بچو۔"[1] اسی وجہ سے اللہ پاک نے تمام مقامات میں ایمان کو اعمال سے ملا دیا۔ مرجیہ تو یہ تمام وضاحت اور تفصیلی احکام سمجھ ہی نہ سکے، جب ایک مقام پر اجمالی فرمان آیا تو اسی سے لٹک کر رہ گئے اور اسی کو اپنا موقف بنالیا، ہم نے اس فرمان کا سبب سے تعلق ذکر کیا ہے۔

شفاعت سے محروم دو گروہ

حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔"[2] یہ حدیث پاک ان الفاظ کے ساتھ بھی ہے: "انہیں میری شفاعت نہ پہنچے گی یعنی قدریہ اور مرجیہ کو۔"[3]

اور ایک غریب حدیث پاک[4] میں ہے کہ دو گروہ ایسے ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہوں گے، ان میں سے ایک وہ ہے جس نے کہا کہ ایمان فقط کلام کا نام ہے۔[5] اس روایت کو حضرت سیّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے روایت کیا اور فرمایا: میں جہنم میں جانے والے دو باطل مذہبوں کو جانتا ہوں، ایک قوم شر انگیز اور بے علم ہے جبکہ دوسری قوم آخری زمانے میں نمودار ہوگی اور کہے گی: ہم سے پہلے لوگ گمراہ تھے۔[6]

---

[1]......مسلم، کتاب العلم، باب النھی عن اتباع متشابہ القرآن...الخ، ص ۱۰۹۹، حدیث: ۶۷۷۵

[2]......ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی الایمان، ۱/۶۳، حدیث: ۶۲

[3]......معجم اوسط، ۴/۲۳۱، حدیث: ۵۸۱۷

[4]......غریب حدیث: وہ ہے جس کی صرف ایک سند ہو یعنی جس کا راوی صرف ایک ہو خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ہو یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں۔ (نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص ۵۰)

[5]......معجم اوسط، ۳/۱۶۶، حدیث: ۴۲۰۴، نحوہ۔ السنۃ لابی بکر بن الخلال، ۴/۱۴۰، حدیث: ۱۳۶۹

[6]......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، باب رقم: ۶، ۷/۲۲۵، حدیث: ۲۴

ہم اللہ پاک سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان آیات کے سمجھنے سے محروم نہ فرمائے۔ ہمیں تکبر سے بچائے، ہماری سیدھی راہ کی جانب راہ نمائی کرے اور اسی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ پاک ہمیں سرکشی کا راستہ دیکھنے اور اسے اختیار کرنے سے محفوظ فرمائے۔ جیسے اللہ پاک نے آزمائش میں مبتلا لوگوں کے بارے میں فرمایا:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ (پ ۹، الاعراف: ۱۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں۔

ایمان میں استثناء[1]

ایمان میں استثناء ایک پُرانا طریقہ ہے، خوف اور کمی کے مفہوم پر اور اپنی ذات کے لئے پاکیزگی جتانے کو ناپسند جاننے کے طور پر مُسَلَّم ائمہ کرام کا یہ طرزِ عمل ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ انہیں ایمان میں شک تھا اور نہ تصدیق میں شک کی بنیاد پر وہ استثناء (یعنی اِنْ شَآءَ الله کہا) کرتے تھے کیونکہ ایمان کے مختلف مقامات اور مومنوں کے مختلف درجات ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ پاک نے اس ایک قوم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ (پ ۹، الانفال: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یہی سچے مسلمان ہیں۔

---

[1] ......ایمان میں استثنا (یعنی اِنْ شَآءَ الله میں مومن ہوں کہنا) ٹھیک ہے یا نہیں اس بارے میں علما کا اختلاف ہے، بعض علما اسے ٹھیک کہتے ہیں اور امام اعظم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ "مقاصد" میں اکثر علما کا یہی ممانعت والا موقف بیان کیا گیا ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس بات کو درست قرار دیا ہے کہ در حقیقت دونوں موقف والوں کا معنیٰ کے اعتبار سے آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ ایمان سے صرف معنائے ایمان کا حاصل ہونا مراد لیا جائے تو وہ موجودہ وقت میں میسر ہی ہے اور اگر وہ ایمان مراد لیا جائے جس پر آخرت کی نجات و ثواب مرتب ہوں گے تو وہ تو مشیتِ الٰہی کے تحت ہی ہے اور موجودہ وقت میں اس کے حاصل ہونے کا یقینی علم نہیں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جس نے یقین کے ساتھ ایمان حاصل ہونے کی بات کی اُس نے پہلا معنیٰ مراد لیا اور جس نے یہ معاملہ مشیتِ الٰہی پر ڈالا اُس نے دوسرا معنیٰ مراد لیا۔

(حاشیۃ شرح العقائد النسفیۃ، ص ۲۹۲)

اس آیت میں ان کا وصف کمال بیان ہوا اور نیک اعمال کے ذریعے ان کی تعریف ہوئی اور اس خطاب کے انداز سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بعض غیر حقیقی مومن ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ۝۵ یُجَادِلُوْنَكَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ (پ ۹، الانفال: ۵، ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا سچی بات میں تم سے جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی۔

اور **اللہ** پاک نے دوسرے لوگوں کی خصلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ (پ ۲۸، الصف: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔

اور سچوں کے بارے میں **اللہ** پاک کا فرمان ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے تو وہی ہیں جو **اللہ** اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے **اللہ** کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔

(پ ۲۶، الحجرات: ۱۵)

یوں ہی ایک مقام پر ان صفات والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ (پ ۲، البقرۃ: ۱۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے **اللہ** اور قیامت اور فرشتوں (پر)۔

یہاں سے لے کر اس آیت تک ان کے 20 اوصاف بیان فرمائے:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۱۷۷ (پ ۲، البقرۃ: ۱۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

چنانچہ یہ اوصاف **اللہ** پاک کی محبت پر اپنے عزیز مال کو ترجیح دینا، وعدے کی پاسداری کرنا، بیماری، تکلیف اور سختیوں پر صبر کرنا ہیں۔ ان اوصاف کی موجودگی کے بعد ہی ان کے حامل افراد کے لئے سچائی اور پرہیزگاری

کی گواہی دی گئی۔یقین والوں میں سے محبوبین کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ (پ۱۱، التوبۃ:۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں۔

اور عام مؤمنین کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا یَسْــٴَـلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ یَّسْــٴَـلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ (پ۲۶، محمد:۳۶، ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو تو وہ تم کو تمہارے ثواب عطا فرمائے گا اور کچھ تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا اگر اُنھیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بخل کرو گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے میل ظاہر کردے گا۔

ایک تو وہ شخص ہے جس کا وصف یہ بیان ہوا کہ وہ مجاہد اور سچا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے کہ جس کا وصف یہ بیان ہوا کہ وہ پیچھے رہنے والا اور خدا کی ناراضی کا سامنا کرنے والا ہے، ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔اسی طرح جس کو حقیقی مومن کہا جائے اور جس کو سچی بات میں جھگڑنے والا کہا جائے دونوں میں بڑا فرق ہے۔یونہی جس کا جان ومال قبول ہوا اور بخل اور دل کے میل کی وجہ سے جس کا مال قبول نہ کیا جائے اور نہ اس سے مال طلب کیا جائے، ان دونوں میں بھی بڑا فرق ہے۔حالانکہ ایمان کا نام ان سب لوگوں کو شامل ہے اور اس کا معنٰی ان سب کو یکجا کئے ہوئے ہے البتہ ایمان کے مختلف درجات ہیں، بعض درجات بعض سے بلند ہیں جبکہ بعض مرتبوں میں بہت فرق ہے جیسا کہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ۲۸، المجادلۃ:۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

یونہی اللہ پاک کا فرمان ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً

ترجمۂ کنزالایمان: تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں

مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَ قٰتَلُوۡا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى ؕ (پ ۲۷، الحدید: ۱۰)

جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنّت کا وعدہ فرما چکا۔

یعنی ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے جس میں ان کے الگ الگ درجات ہیں جیسے ایمان کے نام میں ان کو جمع کیا یونہی دارِ جنت میں ان کو جمع فرمایا البتہ مرتبوں کے مطابق انہیں جنت میں بلند درجات عطا فرمائے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

هُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۳﴾ (پ ۴، ال عمرٰن: ۱۶۳)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔

ایمان کا لباس تقویٰ ہے

حدیث پاک میں ہے کہ ”ایمان بے لباس ہے، اس کا لباس تقویٰ ہے، جبکہ اس کی زینت حیا اور اس کا پھل علم ہے۔“[1] اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو متقی نہیں اس کا ایمان بے لباس ہے، جس میں حیا نہیں اس کا ایمان بے زینت ہے اور جو بے علم ہے اس کے ایمان کا کوئی پھل نہیں۔ اگر کوئی شخص فاسق، ظالم اور جاہل ہو تو وہ مومنوں کے بجائے منافقین سے زیادہ مشابہ ہو گا، اس کا ایمان نفاق کے قریب تر ہو گا اور اس کے یقین کا شک کی طرف میلان زیادہ ہو گا جبکہ وہ شخص ایمان کے نام سے خارج نہیں ہو گا مگر اس کا ایمان ہر طرح کے لباس اور بھلائی سے خالی ہو گا، جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

اَوۡ كَسَبَتۡ فِیۡۤ اِیۡمَانِهَا خَیۡرًا ؕ (پ ۸، الانعام: ۱۵۸)

ترجمۂ کنز الایمان: یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔

نفاق کے مقامات

نفاق کے مختلف مقامات ہیں۔ ایک قول کے مطابق نفاق کے 70 دروازے ہیں اور اسی طرح شرک کے بھی مقامات ہیں۔ پھر ان دونوں مقامات کے مختلف درجات ہیں۔ نبی پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: ”چار چیزیں جس میں ہوں وہ نمازی اور روزہ دار ہونے کے باوجود خالص منافق ہے اگرچہ وہ خود کو

---

[1] ......مسند الفردوس، ۱ / ۱۱۲، حدیث: ۳۸۰

مومن ہی سمجھتا رہے:(1)...بات کرے تو جھوٹ بولے (2)...وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (3)...اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور (4)...جب جھگڑا کرے تو گالی پر اُتر آئے۔

ایک حدیث میں الفاظ کچھ یوں ہیں: "جب معاہدہ کرے تو اسے توڑ ڈالے۔"[1] یہ پانچویں چیز ہے۔ جس شخص میں ان میں سے ایک چیز بھی پائی جائے تو اس میں نفاق کا ایک حصہ موجود ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔

دل چار طرح کے ہیں

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری اور حضرت ابو کبشہ انماری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کی روایت میں ہے: دل چار طرح کے ہیں: (1)...انتہائی صاف دل جس میں چراغ روشن ہے۔ یہ مومن کا دل ہے۔ (2)...وہ دل جس میں ایمان بھی ہے اور منافقت بھی۔ اس میں ایمان کی مثال سبزی کی طرح ہے جو میٹھے پانی سے نشوونما پاتی ہے اور منافقت کی مثال اس ناسور کی سی ہے جسے پیپ اور گندا خون مزید بڑھاتے ہیں۔ تو ان دو میں سے جو زیادہ بڑھا اسی کا حکم لگے گا۔"[2] ایک روایت میں ہے: "جو مادہ غالب آیا وہ اسے لے جائے گا[3]۔"[4]

حدیث پاک میں ہے: ایمان کی 70 سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی گواہی دینا ہے اور سب سے ادنیٰ تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دینا ہے۔[5]

ایمانی اخلاق کی تقسیم، شرک کی باریکیاں اور نفاق کی شاخوں کے پائے جانے میں ایسی بات ہے جو کمالِ

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق، ص ۵۳، حدیث: ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲

[2] ......مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۴/ ۳۶، حدیث: ۱۱۱۲۹ بتغیر قلیل

[3] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الفتن، باب من کرہ الخروج ... الخ، ۸/ ۶۳۷، حدیث: ۲۸۷ بتغیر قلیل

[4] ......یہاں امام ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے دل کی چار اقسام میں سے صرف دو قسمیں ذکر کی ہیں بقیہ دو قسمیں یہ ہیں: (1)...وہ دل جو پردے میں لپٹا ہوا ہے یہ کافر کا دل ہے۔ (2)...وہ دل جو اوندھا پڑا ہے یہ منافق کا دل ہے۔

(مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۴/ ۳۶، حدیث: ۱۱۱۲۹)

[5] ......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان ... الخ، ص ۴۵، حدیث: ۱۵۳

ابن حبان، کتاب الایمان، باب فرض الایمان، ۱/ ۲۰۷، حدیث: ۱۹۱

ایمان میں استثناء (یعنی اِنْ شَآءَ اللہ کہنے) کو لازم کرتی ہے۔ اس لئے یہ ممکن ہے ایمان اور نفاق ایک ہی دل میں موجود ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ نفاق کے حصے تو پائے جائیں اور ایمان کا ایک حصہ نہ پایا جائے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میری امت کے اکثر قاری (علما) منافق ہیں۔"[1]

دوسری حدیث پاک میں ہے: "میری امت میں شرک چکنے پتھر پر چلنے والی چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے۔"[2]

حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: زمانہ رسالت میں کوئی شخص ایک بات کہنے سے اپنی موت تک منافق مشہور ہو جاتا تھا لیکن اب تم میں سے وہی بات 11 مرتبہ سنتا ہوں۔

سفید اور سیاہ نکتہ

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ایمان دل میں ایک سفید نکتے کی مانند ظاہر ہوتا ہے، جتنا بڑھتا اور ایمان زیادہ ہوتا ہے، اسی قدر اس سفید نکتے کی سفیدی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سفید ہو جاتا ہے۔ جبکہ نفاق دل میں ایک سیاہ نکتے کی مانند ہے جس قدر بندہ **اللہ** پاک کی حرام کردہ اشیاء کی خلاف ورزی کرتا ہے اتنا سیاہ نکتہ بھی بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔[3] اس کے بعد اس پر چھاپ لگا دی جاتی ہے اور یہی مہر ہے (یعنی دل پر مہر لگ جاتی ہے جس کے بعد نصیحت کی بات اثر نہیں کرتی) پھر مولا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ ۳۰، المطففین: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

یہ تمام چیزیں دراصل ایمان میں شرک کی پوشیدگیوں کے ڈر سے، نفاق کے گہرے معاملات کے پائے جانے نیز حقیقت اور کمال کے دعوے کے خوف کے باعث ایمان میں استثنا کو لازم کرنے والی ہیں، چنانچہ جو

---

1 ......الزھد لابن المبارک، باب ذم الریاء والعجب وغیر ذلک، ص ۱۵۲، حدیث: ۴۵۱

2 ......نوادر الاصول، الاصل السادس والسبعون والمائتان، ۲/ ۱۱۹۷، حدیث: ۱۴۹۶

3 ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، باب ماقالوا فی صفة الایمان، ۷/ ۲۱۱، حدیث: ۳

یہ کہے: "میں حقیقی مومن ہوں۔" تو اس نے اپنی بڑائی بیان کی اور اپنے ربِّ پاک کی نافرمانی کی کیونکہ **اللہ** پاک نے خودستائی کرنے سے منع فرمایا ہے اور خودستائی کرنے والا **اللہ** پاک کے اس قول میں اپنے آپ کو جھوٹ پر پیش کر رہا ہے:

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠ (۳۲) (پ۲۷، النجم: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ (پ۵، النسآء: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ **اللہ** جسے چاہے ستھرا کرے۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَؕ (پ۵، النسآء: ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: دیکھو کیسا **اللہ** پر جھوٹ باندھ رہے ہیں۔

اللہ پاک کے فرمان میں دو میں سے ایک صورت واقع ہونے کے بارے میں حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ قول ہے:

وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْــٴًـاؕ (پ۷، الانعام: ۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے ان کا ڈر نہیں جنھیں تم شریک بتاتے ہو ہاں جو میرا ہی رب کوئی بات چاہے۔

یونہی حضرت سیِّدُنا شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَاؕ (پ۹، الاعراف: ۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ **اللہ** چاہے جو ہمارا رب ہے۔

خفیہ تدبیر کا خوف

دین میں آنے کا مطلب کفر والے دین میں آنا ہے۔ پھر دونوں انبیاء عَلَیْہِمَا السَّلَام نے وجہ یہ بیان فرمائی کہ **اللہ** پاک کا علم وسیع ہے اور اس کی مشیت پہلے ہی سے موجود ہے، وہ اس بات سے بے خوف نہ ہوئے کہ

ربِّ کریم کی حکمت سے ان کا جو معاملہ ظاہر ہے کہیں اللہ پاک کے وسیع علم اور خفیہ مشیت میں ان کا معاملہ اس کے بر خلاف نہ ہو اور اللہ پاک کے علم میں جو فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہے کہیں وہ فیصلہ ان پر نافذ نہ ہو جائے، وہ اس لیے بے خوف نہ ہوئے کیوں کہ ان کا علم ربِّ کریم کے علم تک نہیں پہنچ سکتا اور مشیتِ الٰہی کے مقابلے میں ان کی مشیت کچھ نہیں۔ یہی خوف مکر (یعنی خفیہ تدبیر کا خوف) ہے۔

حقیقت مکر کے دو معانی

حقیقت مکر کے دو معانی ہیں: **پہلا:** کسی چیز کو ظاہر کرنا اور اس کی ضد کو پوشیدہ رکھنا۔ **دوسرا:** جو چیز چھپی ہوئی ہو اسے ظاہر کر دینا اور پر سکون ہونے اور عزت کے بعد چھپے ہوئے راز سے پردہ اٹھا دینا۔

انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اپنی تمام تر فضیلتوں اور درجات کے باوجود اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے کفر کے معاملے میں (مشیت باری تعالیٰ کا) استثنا کرتے ہیں اور ایک ناواقف اور کمزور ایمان والا شخص ایمان میں استثنا نہیں کرتا اور ظاہری حالت سے دھوکا وفریب میں مبتلا ہو جاتا ہے بلکہ اسلام میں اور تمام نیک کاموں میں استثنا ہونا چاہیے کیونکہ عمل کی قبولیت کی کوئی دلیل نہیں اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ظاہری معاملہ دوسرا ہو اور تقدیر میں کچھ اور۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ استثنا کو کسی حال میں نہیں چھوڑنا چاہیے (یعنی ہر حال میں اللہ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنا چاہیے اور یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ ہی چاہے گا تو کام بنے گا)۔

بعض علمانے اللہ پاک کے اس قول:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ (پ۲۶، ق: ۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ۔

میں حق کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: یعنی موت کا فیصلہ جو ہو چکا۔

بُرے خاتمے اور سَلْبِ ایمان کا اندیشہ

بعض بزرگانِ دین نے ارشاد فرمایا: میزانِ عمل پر وہ اعمال تولے جائیں گے جن پر خاتمہ ہوا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں: جس کو ایمان چھن جانے کا خوف نہ ہو، مرتے وقت اُس کا ایمان چھن جانے کا اندیشہ ہے۔[1] کہا گیا ہے کہ بعض گناہ ایسے ہیں جن کی سزا بُرے خاتمے کی صورت میں مؤخر

---

[1] ......الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۵۴۱، حدیث: ۱۵۴۷

کر دی جاتی ہے اور یہی سب سے بڑا خوف ہے جس سے عمل کرنے والے ڈرتے ہیں۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن کے کام اُن کاموں سے جدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ بعض گناہ ایسے ہیں جن کی سزا مرتے وقت توحید (یعنی ایمان) کا چھن جانا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللہ مِنْ ذٰلِكَ (یعنی ہم اس بات سے **اللہ** پاک کی پناہ مانگتے ہیں) کہا گیا ہے: یہ عبرتناک سزا **اللہ** پاک پر جھوٹ باندھتے ہوئے ولایت اور کرامتوں کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے لئے ہے۔

حضرت سیِّدُنا سہل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اولیائے کرام کی علامات میں سے ہے کہ وہ ہر چیز میں اِنْ شَآءَ اللہ کہا کرتے ہیں۔ اور آپ فرماتے ہیں: جس نے کہا کہ "میں ایسا کروں گا۔" اور اِنْ شَآءَ اللہ نہیں کہا تو **اللہ** پاک اس قول کے بارے میں قیامت کے دن اس سے پوچھے گا پھر اگر **اللہ** پاک چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔

اللہ پاک نے اپنے رسولِ مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بغیر استثنا (یعنی بغیر اِنْ شَآءَ اللہ کہے) کچھ کہنے سے روکا اور آپ کو بھولنے کی صورت میں استثنا کا حکم دیا۔

چنانچہ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (پ۱۵، الکھف: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کردوں گا مگر یہ کہ **اللہ** چاہے۔

پھر فرمایا:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ (پ۱۵، الکھف: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے۔

یعنی یاد آجانے پر اِنْ شَآءَ اللہ کہو۔ اس سے **اللہ** پاک نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بہترین ادب سکھایا اور جس کا واقع ہونا یقینی ہوتا، اس میں بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِنْ شَآءَ اللہ فرماتے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبرستان میں تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا: "اے گروہ مؤمنین کے گھروں

والو! تم پر سلامتی ہو اور ہم اِنْ شَآءَ اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔"[1]

اللہ پاک نے اپنے بندوں کو اِنْ شَآءَ اللہ کہنا اور ہر کام میں **اللہ** پاک کی مشیت کی طرف اسے سپرد کرنا سکھایا اور وہ سب سے سچی بات کرنے والا اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ (پ ٢٦، الفتح: ٢٧)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے اگر **اللہ** چاہے امن و امان سے۔

ایمان کا گھٹنا بڑھنا

استثنا اصل ہے، اسے پہچاننے والا اپنا ہر کام **اللہ** پاک کی مشیت کے سپرد کرتا ہے اور استثنا کا انکار نہیں کرتا۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔[2]

ایمان کا بڑھنا قرآن پاک سے ثابت ہے۔[3] جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ یَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (پ ١٦، مریم: ٧٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے ہدایت پائی **اللہ** انہیں اور ہدایت بڑھائے گا۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، ص ١٢٣، حدیث: ٥٨٤

[2] ......ایمان کے سلسلے میں کثیر اختلافات ہیں۔ ان میں بنیادی اختلاف دو ہیں: اعمال و اقوال ایمان کے جز ہیں یا نہیں؟ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں؟ امام مالک، امام شافعی، امام احمد و جمہور محدثین (رَحِمَہُمُ اللہ) اعمال و اقوال کو ایمان کا جز مانتے ہیں اور امام اعظم اور جمہور متکلمین و محققین محدثین (رَحِمَہُمُ اللہ) اعمال و اقوال کو ایمان کا جز نہیں مانتے۔ اسی کی فرع ایمان کے گھٹنے بڑھنے کا بھی مسئلہ ہے۔ فریق اول کے نزدیک اعمال و اقوال کی زیادتی سے ایمان بڑھتا ہے اور کمی سے گھٹتا ہے اور فریق ثانی کے نزدیک ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ صحیح اور راجح یہی ہے کہ اعمال و اقوال ایمان کے جز نہیں اور ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ (نزہۃ القاری، 1/291)

[3] ......یہ ثبوت قابل تاویل ہے چنانچہ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں ایمان قابل زیادتی و نقصان نہیں، اس لئے کہ کمی بیشی اس میں ہوتی ہے جو مقدار یعنی لمبائی، چوڑائی، موٹائی یا گنتی رکھتا ہو اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق، کیف یعنی ایک حالت اِذعانیہ۔ بعض آیات میں ایمان کا زیادہ ہونا جو فرمایا ہے اس سے مراد مُؤْمَنٌ بِهٖ وَ مُصَدَّقٌ بِهٖ ہے، یعنی جس پر ایمان لایا گیا اور جس کی تصدیق کی گئی کہ زمانۂ نزول قرآن میں اس کی کوئی حد معین نہ تھی، بلکہ احکام نازل ہوتے رہتے اور جو حکم نازل ہوتا اس پر ایمان لازم ہوتا، نہ کہ خود نفس ایمان بڑھ گھٹ جاتا ہو، البتہ ایمان قابل شدت و ضعف ہے کہ یہ کیف کے عوارض سے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 1،1/180)

اور ارشاد باری ہے:

فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۷۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کا ایمان اور زائد ہوا۔

اسی طرح کی دوسری مثالیں بھی ہیں اور جو چیز بڑھتی ہے وہ کم بھی ہوتی ہے اور اس کا مفہوم قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔

چنانچہ **اللہ** پاک فرماتا ہے:

وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ (پ۱۵، بنی اسرآءیل: ۸۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ (پ۶، المآئدة: ۶۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر میں ترقی ہوگی۔

اور فرماتا ہے:

وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ (پ۷، الانعام: ۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے کانوں میں ٹینٹ (ٹھونسی ہوئی روئی)۔

اور فرماتا ہے:

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (پ۱۱، التوبة: ۱۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کے دلوں میں آزار (بیماری) ہے انہیں اور پلیدی پر پلیدی بڑھائی۔

چنانچہ ظالموں کے خسارے میں یوں اضافہ ہوا کہ ان (کے پلڑے) کا وزن اور نفع کم ہوا۔ جن کے کفر میں اضافہ ہوا تو اس کے سبب ان کے ایمان میں کمی ہوئی۔ جن پر اندھا پن رہا ان کی بصیرت کم ہوئی۔ جن کی ناپاکی میں اضافہ ہوا ان کی پاکیزگی میں کمی آئی۔ یونہی بُرائی میں اضافہ ہوگا تو بھلائی کم ہوگی جیسے بھلائی کی زیادتی سے بُرائی کم ہوتی ہے۔

نیکیاں در حقیقت منازل ہیں

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ نیکیوں سے ایمان زیادہ ہوتا ہے اور برائیوں سے کم ہوتا ہے تو ایمان میں استثنا (یعنی اِنْ شَآءَ الله کہنا) لازم ہے کیونکہ نیکیاں در حقیقت منازل ہیں جن میں مومنین اپنی اطاعت گزاری اور نفس کشی کے ذریعے بلندی حاصل کرتے ہیں۔

الله پاک نے اجمالی خطاب میں ارشاد فرمایا:

وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ (پ ۴، ال عمرٰن: ۱۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۸﴾ (پ ۳، ال عمرٰن: ۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایمان والوں کا والی **الله** ہے۔

اور وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ (پ ۲۶، الاحقاف: ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔

یونہی ارشاد فرمایا:

وَ هُوَ وَلِیُّهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ (پ ۸، الانعام: ۱۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ان کا مولیٰ ہے یہ ان کے کاموں کا پھل ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى

ترجمۂ کنزالایمان: برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں **الله** نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور **الله** نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور **الله** نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر

الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ (پ۵، النسآء: ۹۵) بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

ہم نے حضرت سَیِّدُنا واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے یہ حدیث پاک روایت کی ہے: ”ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔“[1] یہی بات صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت اور بے شمار تابعین سے مروی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: ایمان میں استثنا سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: کیا ایمان قولی اور فعلی نہیں ہوتا؟ عرض کی گئی: ہاں۔ تو فرمایا: قول کی تصدیق کرنا اور عمل کے ساتھ استثنا کرنا (یعنی اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنا)۔

نفاق کے قریب ترین لوگ

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: لوگوں میں نفاق کے قریب تر وہ شخص ہے جو خود کو نفاق سے بَری سمجھے۔ ایک بار فرمایا: جو خود کو نفاق سے زیادہ بے خوف سمجھے۔ حضرت غُفْرہ کے غلام حضرت عمر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں نفاق کے قریب تر وہ شخص ہے جب اس کی تعریف میں ایسی بات کی جائے جو اس میں نہ ہو تو اس سے اس کا دل خوش ہو اور لوگوں میں نفاق سے سب سے دور وہ شخص ہے جسے اپنی ذات میں موجود حقیقی خوبی کے بارے میں یہ خوف ہو کہ وہ اسے نجات نہیں دلائے گی۔

حضرت سَیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: تعریف ہونے پر دلی سکون حاصل ہونا گناہوں سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

عالم اور جاہل کی غفلت

حضرت سَیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: عالم کی غفلت کسی چیز سے مطمئن ہونے میں ہے اور جاہل کی غفلت کسی شے پر فخر کرنے میں ہے۔ بُزرگانِ دین کے نزدیک مطمئن ہونا دراصل ایک دعوی ہے اور دعوی کرنا گناہ میں داخل ہے۔

حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ ارشاد فرماتے ہیں: موجودہ زمانے میں منافقین کی تعداد حضور نبی کریم

---

[1] ......الکامل لابن عدی، ۸/ ۱۳، رقم: ۱۸۰۷، معروف بن عبد اللہ الخیاط الدمشقی

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اس دور کے منافقین اپنے نفاق کو چھپایا کرتے تھے اور آج ظاہر کرتے ہیں۔[1]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے سامنے بیان کیا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں: اس دور میں منافقت ختم ہوگئی ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: بھائی! اگر منافق ہلاک ہو جائیں تو (راستوں میں چلنے والوں کی کمی کے باعث) تمہیں راستوں سے وحشت ہونے لگے۔ انہی سے یا کسی اور سے مروی ہے کہ ”اگر منافقین کی دُمیں ہوں تو (ان کی کثرت کے باعث) ہمارا زمین پر پاؤں رکھنا مشکل ہو جائے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے ایک آدمی کو حجاج بن یوسف کو بُرا بھلا کہتے سنا تو فرمایا: کیا تم اس کی موجودگی میں بھی یہ بات کر سکتے ہو؟ اس شخص نے کہا: نہیں۔ تو یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے فرمایا: **اللہ** پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک زمانے میں ہم اسے منافقت میں شمار کرتے تھے۔

دو رُخے شخص کی مذمت

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا میں دو زبانوں والا (یعنی دو رُخا) ہو گا، آخرت میں **اللہ** پاک اسے دو زبانوں والا بنا دے گا۔[2]

ایک حدیث پاک میں ہے: لوگوں میں سے بدترین دو رُخا شخص ہے جو ایک کے پاس ایک چہرے سے اور دوسرے کے پاس دوسرے چہرے سے جاتا ہے۔[3]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے ان لوگوں کے متعلق پوچھا گیا جو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی ذات پر منافقت کا کوئی خطرہ نہیں تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: **اللہ** پاک کی قسم! اگر مجھے اپنا نفاق سے بری ہونا معلوم ہو جائے تو یہ میرے نزدیک زمین بھر سونا ملنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

---

[1] ......بخاری، کتاب الفتن، باب اذا قال عند قوم شیئا ثم خرج فقال بخلافه، ۴/۴۴۲، حدیث: ۷۱۱۳

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب ذم ذی اللسانین، ۷/۱۸۰، حدیث: ۲۸۲

[3] ......بخاری، کتاب الاحکام، باب ما یکره من ثناء السلطان واذا خرج قال غیر ذلک، ۴/۴۶۶، حدیث: ۷۱۷۹

منافقت کی پہچان

آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه مزید فرماتے ہیں: منافقت کی پہچان یہ ہے کہ بندہ دل وزبان، ظاہر وباطن اور اندرونی وبیرونی معاملات میں مختلف ہو۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللهُ عَنْه سے کہا: مجھے نفاق سے بہت ڈر لگتا ہے۔ آپ رَضِیَ اللهُ عَنْه نے فرمایا: اگر تم منافق ہوتے تو اس سے بے خوف ہوتے کیونکہ منافق منافقت سے بے خوف ہوتا ہے۔[1]

نفاق کی اقسام

نفاق کی دو قسمیں ہیں: (1)...وہ نفاق جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے وہ **اللہ** پاک کے دین میں شک کرنا اور **اللہ** کے بھیجے ہوئے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی شریعت کو رد کر دینا ہے۔ (2)...وہ نفاق جو دین اور اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر ایمان میں کمی کرتا ہے، حقیقی ایمان چلا جاتا ہے، ایمان کے انوار بجھ جاتے ہیں، مزید ایمان سے بندہ محروم ہو جاتا ہے، اعمال برباد ہو جاتے ہیں، غضبِ الٰہی اور **اللہ** پاک سے دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ نفاق در اصل ریاکاری، خوشامد، لوگوں کے لئے تصنع کرنے، حق کا دکھاوا کرنے، زبان کی مٹھاس وچاہت ظاہر کرنے، دلوں کے مختلف ہونے، قول اور فعل میں تضاد ہونے، جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں چھوڑ کر ممنوعہ چیزوں کا ارتکاب کرنے، ظاہر اور باطن کا تضاد ہونے اور ظاہری چیزوں کا باطنی چیزوں پر اضافہ ہونے کا نام ہے۔ نفاق کے اسی مفہوم سے بزرگانِ دین خائف رہتے تھے، اور نفاق کی اسی قسم سے لرزاں وترساں رہتے تھے۔

حقیقی ریاکار

حضرت سیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: حقیقی ریاکار وہ ہے جو اپنے ظاہری حال کو اچھا بنائے یہاں تک کہ عوام اور علما بھی اس کی ظاہری حالت کا انکار نہ کریں مگر اس کا باطن خراب ہو۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه اور آپ کے ساتھی بدعتیوں کو منافقین کہا کرتے تھے جبکہ

---

[1] ......عيون الاخبار، كتاب الزهد، كلام من كلام الزهاد، ۲/ ۴۰۳

حضرت سیِّدُنا ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور آپ کے ساتھی منافقین کو خوارج کے نام سے پکارتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن ابی ملیکہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: "میں نے 130، ایک روایت کے مطابق 150 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ملاقات کی، یہ تمام حضرات نفاق سے خوف زدہ رہتے تھے۔ ایک بار فرمایا: ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو یہ کہتا ہو کہ میرا ایمان حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل عَلَیْہِمَا السَّلَام کے ایمان کی طرح ہے۔

ارجاء بدعت ہے

حضرت سیِّدُنا علی اور حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرمایا کرتے تھے کہ "ارجاء بدعت[1] ہے۔" حضرت سیِّدُنا ایوب سختیانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: میں ارجاء سے عمر میں بڑا ہوں، (یعنی میں بدعتیوں کے ان ایجاد کردہ مذاہب سے پہلے پیدا ہوا ہوں) اور سب سے پہلے مدینہ کے ایک شخص نے ارجاء کا نظریہ پیش کیا۔ حضرت قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: **اللہ** پاک اس دین پر لعنت فرمائے، میں ارجاء سے عمر میں بڑا ہوں، ارجاء کا مذہب حجاج بن یوسف کے دورِ حکومت میں ابنِ اشعث کی شکست کے بعد ظاہر ہوا۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جس نے کہا کہ میں **اللہ** پاک کے نزدیک مومن ہوں تو وہ جھوٹوں میں سے ہے اور جو کہے کہ میں یقیناً مومن ہوں وہ بدعتی ہے۔[2] پوچھا گیا: پھر کیا کہا جائے؟ تو یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ (پ ۱، البقرۃ: ۱۳۶)

ترجمۂ کنز الایمان: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے **اللہ** پر اور اس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو اُتارا گیا ابراہیم (پر)۔

---

[1] ارجاء بدعت یعنی بدمذہبی ہے جو لوگ ارجاء کا عقیدہ رکھتے ہیں انہیں مرجیہ کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے جب ایمان ہو تو گناہ کوئی نقصان نہیں دیتے جیسے کفر میں نیکی کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ (التعریفات للجرجانی، باب المیم، ص ۱۴۶)

[2] مرجیہ خود کو **اللہ** پاک کے نزدیک مومن کہتے تھے، ان کے رد میں حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے یہ فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں اور جہاں تک یہ کہنا کہ "میں یقیناً مومن ہوں۔" تو اس کہنے کے بارے میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابو معین نسفی حنفی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے "بحر الکلام" میں فرمایا: اہلسنت وجماعت کہتے ہیں کہ جب بندہ ایمان لے آیا تو اسے شک کئے بغیر "اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا یعنی میں یقیناً مومن ہوں۔" کہنا چاہیے۔ (بحر الکلام، ص ۱۵۳)

اے حسن تو جھوٹا ہے

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کیا آپ مومن ہیں؟ فرمایا: اِنْ شَآءَ اللہ۔[1] پوچھا گیا: اے ابو سعید! آپ بھی ایمان میں استثنا کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں کہوں ہاں اور اللہ پاک ارشاد فرمادے: ”اے حسن تو جھوٹا ہے۔“ تو مجھ پر کلمہ الٰہی (یعنی عذاب خداوندی) لازم ہو جائے۔ آپ فرمایا کرتے: مجھے اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ ربِّ کریم میرے کچھ ناپسندیدہ اعمال دیکھے اور مجھ سے ناراض ہو کر فرمادے: جا! میں تیرا کوئی عمل قبول نہیں کرتا اور میں بے فائدہ عمل کرتا رہوں۔

”کیا تم مومن ہو؟“ کہنا کیسا؟

اہلِ علم کی ایک جماعت کے نزدیک ”کیا تم مومن ہو؟“ پوچھنا بدعت ہے اور کچھ علمائے کرام کا موقف یہ ہے کہ جب تم سے پوچھا جائے ”کیا تم مومن ہو؟ تو کہو میں اللہ پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ارشاد فرماتے ہیں: جب تم سے پوچھا جائے کہ ”کیا تم مومن ہو؟“ تو کہو کہ ”میں ایمان میں شک نہیں کرتا اور تمہارا اس بارے میں پوچھنا بدعت ہے۔“

حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری، حضرت سیِّدُنا حسن بن عُبَیْدُ اللہ سے اور وہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم نَخعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمْ روایت کرتے ہیں کہ جب تم سے پوچھا جائے کہ کیا تم مومن ہو؟ تو جواباً کہو: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔

حضرت سیِّدُنا علقمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کیا آپ مومن ہیں؟ تو فرمایا: اِنْ شَآءَ اللہ مجھے یہی امید ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ (اپنا مومن ہونا یوں بیان) فرماتے ہیں: ہم اللہ پاک، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ پاک کی بارگاہ میں ہم کیا ہیں؟

---

[1]...... **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 692 صفحات پر مشتمل کتاب **”کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، صفحہ 578“** پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطار قادری** رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ لکھتے ہیں کہ فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہ فرماتے ہیں: جس نے اپنے ایمان میں شک کیا اور کہا: ”میں مومن ہوں اِنْ شَآءَ اللہ“ اگر اپنے ایمان میں شک کی وجہ سے اس طرح کہا تو **کفر** ہے اور اگر اس وجہ سے کہا کہ معلوم نہیں میرا خاتمہ ایمان پر ہو گا یا **کفر** پر تو **کفر** نہیں۔ (فتاوی ھندیۃ، کتاب السیر، باب الباب التاسع فی احکام المرتدین، ۲/ ۲۵۷)

بعض علمائے کرام نے فرمایا: میں ایمان کے ساتھ مومن ہوں مجھے اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں لیکن میں نہیں جانتا کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں یا نہیں جن کے بارے میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ (پ ۹، الانفال: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: یہی سچے مسلمان ہیں۔

ایمان والی موت کو شہادت پر ترجیح

ایک عارِف فرماتے ہیں: اگر مجھے گھر کے دروازے پر مرتبۂ شہادت مل رہا ہو جبکہ کمرے کے دروازے پر اِسلام پر موت مل رہی ہو تو میں اِسلام پر موت کو اِختیار کروں گا۔ پوچھا گیا: وہ کیوں؟ اِرشاد فرمایا: اس لیے کہ میں نہیں جانتا کمرے اور گھر کے دروازوں کے درمیان میرا دِل کس بات کامُشاہدہ کر کے توحید سے بدل جائے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے کسی حاکم سے کوئی (خلافِ شرع) بات سنی، تو اس کارد کرنے کا ارادہ کیا (لیکن خاموش رہا) کہ کہیں میرے قتل کا حکم صادر نہ کر دیا جائے۔ ایسا میں نے موت کے ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کیا کہ موت کے وقت کہیں میرے دل میں مخلوق کے سامنے فخر پیدا نہ ہو جائے کہ میں نے حاکمِ وقت کو بھلائی کا بول کر اور اسے ٹوک کر کیسا عُمدہ کام کیا ہے لہٰذا میں اسے ٹوکنے سے رُک گیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اگر میں کسی کو 50 سال تک مسلمان جانوں، پھر میرے اور اس کے درمیان ایک ستون حائل ہو جائے اور اسی دوران وہ مر جائے تو میں حتمی طور پر یہ نہیں کہوں گا کہ اسے دینِ اسلام پر موت آئی ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ دل تیزی سے بدلتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا منصور بن زاذان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کسی صحابی رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے پوچھا جاتا کہ آپ مومن ہیں؟ تو جواباً ارشاد فرماتے: اگر اللہ پاک نے چاہا تو مومن ہوں۔

سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا تنبیہ فرمانا

حضرت سیِّدُنا ابو وائل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے عرض کی: میں چند سُواروں سے ملا جو کہہ رہے تھے کہ ہم مومن ہیں تو حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ

نے ارشاد فرمایا: ارے! انہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم اہل جنت میں سے ہیں؟

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ایک ساتھی نے کسی شخص سے پوچھا: کیا تم مومن ہو؟ وہ کہنے لگا: جی ہاں۔ پھر اس ساتھی نے حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے پوچھتے کہ تم جنتی ہو؟ تو اس شخص نے عرض کی: میں پُر اُمید ہوں۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ارشاد فرمایا: کیا تم پہلی مرتبہ امید نہیں کر سکتے تھے جس طرح تم نے دوسری مرتبہ میں امید کی۔

ایک تابعی کے بیٹے نے اپنی انگوٹھی پر یہ عبارت نقش کرائی: فُلاں شخص **اللہ** پاک کی ذات میں تھوڑا سا بھی شرک نہیں کرتا تو ان کے والد نے ارشاد فرمایا: یہ تو شرک کا دعویٰ کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

ایک بزرگ ارشاد فرماتے ہیں: جو یہ سمجھتا ہو کہ میں نفاق سے سب زیادہ دور ہوں تو وہ نفاق کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے، اس دوران صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ایک شخص کا تذکرہ کیا اور اس کی بہت زیادہ تعریف کی۔ اسی دوران وہ شخص جوتے ہاتھ میں اٹھائے پہنچ گیا، وضو کا اثر اس کے چہرے پر ظاہر تھا، پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور پیشانی پر سجدوں کا نشان تھا۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہی وہ شخص ہے جس کی ہم تعریف کر رہے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مجھے اس کے چہرے پر شیطانی کالک نظر آرہی ہے۔ اس شخص نے آکر سلام کیا اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے فرمایا: "تجھے **اللہ** پاک کی قسم! بتا کیا جب تو لوگوں کے پاس آیا تو تیرے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی تجھ سے بہتر نہیں ہے؟ اس نے عرض کی: خدا کی قسم! ایسا ہی ہوا۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے کہا کہ "میں مومن ہوں۔" تو وہ کافر ہے، جس نے کہا کہ "میں عالم ہوں۔" تو وہ جاہل ہے اور جس نے کہا کہ "میں جنتی ہوں۔" تو

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/ ۲۸۹، حدیث: ۳۶۵۶ بتغیر قلیل

وہ جہنمی ہے۔[1]

رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو یہ دُعا سکھائی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ یعنی اے **اللہ**! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ جان بوجھ کر تیرے ساتھ کسی کو شریک بناؤں اور تجھ سے بخشش مانگتا ہوں (اس شرک سے) جسے میں نہیں جانتا۔[2]

چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی

حدیث پاک میں ہے: میری امت میں شرک چکنے پتھر پر چلنے والی چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے۔[3] حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگی: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا عَلِمْتُ وَلِمَا لَمْ اَعْلَمْ یعنی: اے **اللہ** پاک! میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اس چیز کی جسے میں جانتا ہوں اور اس کی بھی جسے میں نہیں جانتا۔[4] عرض کی گئی: "کیا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی خوف محسوس کرتے ہیں؟" ارشاد فرمایا: "میں کیسے بے خوف ہو جاؤں، جبکہ دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے[5] جیسے چاہے بدل دے۔[6]

اللہ کریم قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اُنھیں **اللہ** کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔ (پ ۲۴، الزمر: ۴۷)

اس کی تفسیر میں کہا گیا کہ وہ اپنے کئے ہوئے اعمال کو نیکیاں سمجھ بیٹھے پھر جب حساب کتاب اور میزان

---

[1] ......تہذیب الآثار للطبری، السفر الثانی، مسند ابن عباس، ۳/ ۶۸۱، حدیث: ۱۰۲۶، زعم بدلہ قال

[2] ......مسند ابی یعلی، مسند ابی بکر الصدیق، ۱/ ۴۲، حدیث: ۵۵

[3] ......نوادر الاصول، الاصل السادس والسبعون والمائتان، ۲/ ۱۱۹۷، حدیث: ۱۴۹۶

[4] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب قواعد العقائد، الفصل الرابع، ۲/ ۲۳۱

[5] ......یہ عبارت متشابہات میں سے ہے کیونکہ رب تعالیٰ انگلیوں ہاتھوں وغیرہ اعضاء سے پاک ہے، مقصد یہ ہے کہ تمام کے دل **اللہ** کے قبضہ میں ہیں کہ نہایت آسانی سے پھیر دیتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے تمہارا کام میری انگلیوں میں ہے یا میں سوالات کا جواب چٹکیوں سے دے سکتا ہوں۔ (مراٰۃ المناجیح، 1/ 99)

[6] ......ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء ان القلوب بین اصبعی الرحمن، ۴/ ۵۵، حدیث: ۲۱۴۷

کا وقت آیا تو وہ برائیاں نکلیں۔ کہا گیا ہے: یہ آیت عبادت گزاروں کے لئے رونے (اور غمگین ہونے) کا مقام ہے۔ اسی مفہوم میں **اللہ** پاک کا یہ فرمان ہے:

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ (پ۸، الانعام: ۱۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں۔

ایک قول یہ ہے کہ "صِدْقًا" سے مراد ایمان پر موت ہے اور "عَدْلًا" سے مراد شرک کی حالت میں مرنا ہے جیسا کہ **اللہ** پاک کا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۹۷﴾ (پ۱۱، یونس: ۹۶، ۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جن پر تیرے رب کی بات ٹھیک پڑ چکی ہے ایمان نہ لائیں گے اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آئیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

یونہی **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن کے کام اُن کاموں سے جدا ہیں جنھیں وہ کر رہے ہیں۔

اور مولیٰ کریم ارشاد فرماتا ہے:

اُولٰٓىٕكَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ (پ۸، الاعراف: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: انھیں ان کے نصیب کا لکھا پہونچے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم ان کا حصہ انہیں پورا پھیر دیں گے جس میں کمی نہ ہو گی۔

اور فرماتا ہے:

وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ (پ۱۷، الحج: ۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** ہی کے لئے سب کاموں کا انجام۔

اور فرماتا ہے:

لَا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ (پ۲۰، النمل: ۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: خود غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر **اللہ**۔

چنانچہ ایمان میں استثنا کرنا بھی ایمان میں سے ہے اور ہر چیز میں استثنا کرنا اولیائے کرام کی علامت ہے۔ شرک اور نفاق سے ڈرتے رہنا ایمان کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے تاکہ بندہ کسی چیز کی طرف پر سکون نہ ہو کر رہ جائے اور نہ ہی خود کو پاک وصاف بتانے لگے۔

حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر کوئی انسان ایسے باغ میں جائے جس میں ہر قسم کے درخت ہوں اور ان درختوں پر ہر قسم کے پرندے ہوں جو اسے دیکھ کر یک زبان ہو کر کہیں: ”اے **اللہ** کے ولی! تجھ پر سلام ہو۔“ اور اس کا دل یہ بات سن کر مطمئن ہو جائے تو گویا وہ ان پرندوں کا اَسیر (قیدی) ہے۔

❀❀ ❀❀ ❀❀

قبر کی مٹی مہک اُٹھی

حضرت سیِّدُنا ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (سن ولادت 194ھ، سن وفات 256ھ) رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو جب قبر میں رکھا گیا تو فوراً قبر شریف سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی، قبر کا ذرہ ذرہ مشک بن گیا، لوگ زیارت کے لئے آتے اور خاکِ قبر کو بطورِ تبرک لے جاتے تھے، یہاں تک کہ قبر میں غار پڑ گیا۔ (بایں خوف کہ لوگ اسی طرح مٹی لے جاتے رہے تو تھوڑے عرصے میں قبر ناپید ہو جائے گی) اس کے چاروں طرف لکڑی کا جنگلہ لگا دیا گیا لیکن زائرین جنگلے سے باہر کی خاک لے جانے لگے تو اس میں بھی خوشبو پاتے تھے۔ مدت ہائے دراز تک یہ خوشبو مہکتی رہی۔ (سیر اعلام النبلاء، الطبقۃ الرابعۃ عشر، ۲۱۳۶-ابوعبد اللہ البخاری، ۱۰/ ۳۱۹)

فصل 36

اہل سنت کے فضائل اور بڑے بزرگوں کے طور طریقوں کا بیان

سنت دراصل راستے کو کہا جاتا ہے اور یہ ایک پختہ راستے کا نام ہے۔ اسے (عربی میں) طریق، طریقہ، سَنَن، سُنَّت، حَجَج اور مَحَجَّہ بھی کہا جاتا ہے۔ سنت کی خصلت میں سے اور سنت کی پیروی کرنے والوں کے طریقے میں سے یہ ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز میں کمی رکھتے ہیں، **اللہ** پاک کی طرف سے ملنے والی تھوڑی سی چیز پر قناعت کرتے ہیں اور **اللہ** پاک کے لئے تمام چیزوں میں عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

افضل عبادت

حدیث پاک میں ہے: افضل عبادت عاجزی کرنا ہے۔[1] ہم یہ روایت ذکر کر چکے ہیں کہ رسول خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: چار چیزوں کا کسی میں پایا جانا تعجب انگیز ہے: (1)...خاموشی، جو عبادت کی بنیاد ہے (2)...عاجزی (3)...ذکر الٰہی اور (4)...مال واسباب کی کمی۔[2]

یاد رہے! عاجزی کا ظہور پانچ چیزوں میں ہوتا ہے: (1)...قول (2)...فعل (3)...حلیہ (4)...مال واسباب اور (5)...مکان۔ ایک مومن کے اندر ان میں سے بعض چیزوں میں عاجزی موجود ہوتی ہے اور جس مومن میں ان پانچ چیزوں میں عاجزی پائی جائے تو وہ عاجزی کرنے والا شمار کیا جاتا ہے۔ تکبر عاجزی کی ضد ہے، اور یہ بھی ان پانچ چیزوں کی ضد کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، مومن ان میں سے بعض میں مبتلا کیا جاتا ہے اور بعض سے اسے خلاصی ملتی ہے، جس شخص میں (عاجزی کی ضد والی تکبر کی) تمام صفات پائی جائیں وہ متکبر ہے۔ تکبر کی حقیقت دل میں جبکہ اس کا ظہور قول اور فعل سے ہوتا ہے۔

سر تسلیم خم کرے

اہل سنت کے طریقے میں سے ہے کہ شبہات اور علمی اور عملی اشکالات سے یوں پرہیز کیا جائے کہ ان

---

[1] ......الزھد للمعافی، باب فی فضل التواضع...الخ، ص ۲۴۹، حدیث: ۱۱۳

[2] ......الزھد لابن ابی عاصم، ص ۲۷، حدیث: ۸۴، بتغیر

معاملات پر نہ گفتگو کرے اور نہ ہی عمل پیرا ہو۔ ان کی نفی اور اثبات کا بھی اعتقاد نہ رکھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ باطل کا اعتقاد رکھنے والا اور حق کا انکار کرنے والا بن جائے، بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ **اللہ** پاک کی جو مراد ہے میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور کہے: **اللہ** پاک کے نزدیک جو حقائق ہیں میں ان پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ مؤمنین کے لئے **اللہ** پاک کی طرف سے مشتبہ اُمور میں بندگی کا حکم ہے تاکہ مومنین خاموشی اختیار کریں اور سرِ تسلیم خم کریں اور علم میں راسخ لوگوں کا بھی یہی وصف ہے۔ اور **اللہ** پاک نے سرِ تسلیم خم نہ کرنے والوں کے ایمان کی نفی پر اپنی ذاتِ عالی کی قسم ارشاد فرمائی اور تسلیم کرنے والوں کو اپنے اس قول میں ایمان میں اضافہ کا سبب بتایا:

وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا ﴿۲۲﴾ (پ ۲۱، الاحزاب: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور **اللہ** کی رضا پر راضی ہونا۔

اُمور تین طرح کے ہیں

ایک روایت میں ہے کہ اُمور تین طرح کے ہیں: (1)... جس کا ہدایت ہونا واضح ہو اس کی اِتباع کرو (2)... جس کی گمراہی واضح ہو اس سے بچو اور (3)... جس امر کا سمجھنا مشکل ہو اس کو کسی عالِم دین کے سپرد کر دو۔[1]

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: بے شک قرآن مشعلِ راہ کی طرح ہے۔ جب تم اس سے آگاہی حاصل کر لو تو اس پر عمل کرو اور جب تم نہ جان سکو تو اس کے جاننے والے کے سپرد کر دو۔[2]

آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ یہ بھی فرماتے ہیں: "آج تم جس زمانے میں ہو اس میں تم میں سے اچھا وہ ہے جو نیکی میں جلدی کرنے والا ہے اور عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تم لوگوں میں سے بہترین وہ ہو گا جو محتاط ہو گا۔"

یعنی قُرونِ اولیٰ میں حق واضح تھا اور ہمارے زمانے میں شبہات رچ بس جانے کے باعث حق پوشیدہ

---

[1] ...معجم کبیر، ۱۰/ ۳۱۸، حدیث: ۱۰۷۷۴- الزهد لاحمد، اخبار عمر بن عبد العزیز، ص ۳۰۱، حدیث: ۱۷۰۷

[2] ...مصنف ابن ابی شیبة، کتاب فضائل القرآن، فی القرآن اذا اشتبه، ۷/ ۱۶۸، حدیث: ۴،۲

معجم اوسط، ۲/ ۲۶۲، حدیث: ۸۷۱۵

ہو گیا تو اب لوگوں میں بہترین وہی ہے جو پرہیز گاری پر استقامت کا حامل ہے جیسے پچھلے زمانے میں نیکی میں جلدی کرنے والا بہترین شمار کیا جاتا تھا۔ اسلام مکمل طور پر ماننے کا نام ہے جیسے ایمان تصدیق کرنے کا نام ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض تابعین مثلاً حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه یونہی حضرت سیِّدُنا امام محمد باقر رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے بھی مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے یوں قراءت کی: وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِيْنَ لَكَ (پ ۱، البقرۃ: ۱۲۸) یعنی اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والے۔ اور یہ آیت تلاوت کی:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ (پ ۲۵، الزخرف: ۶۹) ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے۔

اب اگر ان دونوں آیات کا مفہوم ایک نہ ہوتا تو جائز نہ ہوتا کہ وہ تلاوت شدہ میں معنیٰ کے خلاف کریں۔

اہل کتاب کی تصدیق یا تکذیب کرنا

اس طرح اس مشتبہ معاملہ کا حکم ہے جس کی ایک جہت حق سے مشابہت رکھتی ہو اور دوسری باطل سے اس کے بارے میں حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اہلِ کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ ہی تکذیب، بلکہ یوں کہو: ہم **اللہ** پر اور جو ہم پر اور تم پر نازل کیا گیا اس پر ایمان لاتے ہیں۔[1]

اللہ پاک نے ہی تورات کو نازل فرمایا ہے تو یہ حق ہے پھر **اللہ** پاک نے خبر دار فرمایا کہ اہل کتاب نے اس میں تحریف کر دی ہے، اب ممکن ہے کہ وہ اہل کتاب جس کی خبر مؤمنوں کو دے رہے ہوں وہ **اللہ** پاک کی نازل کردہ ہو لہٰذا اس کو جھٹلانا جائز نہیں اور نہ اس کی نفی کا عقیدہ رکھنا درست ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس حکم کی **اللہ** پاک نے خبر ارشاد فرمائی ہو ان بدبختوں نے اس میں تحریف کر دی ہو لہٰذا اسے مکمل طور پر قبول کرنا اور اس کے ثابت ہونے کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اس مشتبہ معاملے پر توقف کرنے اور **اللہ** پاک کے نازل کردہ تمام احکامات پر ایمان لانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اگر اہل کتاب کے بتائے گئے احکامات درست ہوئے تو ایمان لانے میں وہ بھی داخل ہوں گے اور اگر درست نہ ہوئے تو کسی نقصان کا باعث نہیں ہو گا۔

---

[1] ......بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تسالوا اہل الکتاب عن شیء، ۴/ ۵۲۵، حدیث: ۷۳۶۲

مسلمان وہی ہے جو بغیر دلیل کے عقل میں نہ آنے والی دینی بات کو تقدیرِ الٰہی، سنتِ رسول اور منقولہ علم کی موجودگی کے باعث بغیر چون وچرا تسلیم کرلے جیسے مومن وہ ہوتا ہے جو آنکھوں سے دیکھے بغیر ہی پوشیدہ چیز پر ایمان لے آئے کیونکہ جس طرح جسم کی بینائی آنکھ کے ذریعے ہوتی ہے، یونہی عقل دل کی آنکھ ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پاگل سے عقل مند ہونے تک قلم اٹھالیا گیا ہے۔[1]

جیسا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ (پ۱۸، النور: ۶۱) ترجمۂ کنزالایمان: نہ اندھے پر تنگی۔

بے فائدہ چیز کو چھوڑ دو

پھر (سنت کی خصلت میں سے یہ ہے کہ) بقدر کفایت لے کر بے فائدہ چیز کو چھوڑ دے اور اپنے قول و فعل کو اللہ پاک کے سپرد کردے کیونکہ بے فائدہ چیز میں پڑنا ممنوعہ احکام کا تکلف کرنا ہے۔ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: ”میری امت کے پرہیزگار افراد تکلُّف سے بری ہیں۔“[2] جو فائدہ مند چیز ہو اس میں مشغول رہے اور سمجھدار و عقل مند لوگ نہ کرنے کے کام چھوڑ کر کرنے والے کام کرتے ہیں، یہ حکمت کی وہی اصل ہے جس کے بارے میں حضرت لقمان حکیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے بتایا۔

چنانچہ حضرت سیِّدُنا لقمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: آپ کو حکمت کیوں عطا فرمائی گئی؟ فرمایا کہ دو چیزوں کی وجہ سے: (1)... جس چیز کا ذمہ لے لیا گیا ہے میں اس کے لیے تکلف میں نہیں پڑتا اور (2)... جو ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے میں اُسے ضائع نہیں کرتا۔

جس چیز کا ذمہ لے لیا گیا ہے اس سے آگاہ نہ ہونا نقصان نہیں دے گا اور کرنے سے فائدہ نہ ہو گا نیز جو ذمہ داری سونپی گئی ہے اسے پورا کرنے میں کوئی کمال نہیں ہے چاہے اس کا شُہرہ ہو جائے، اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں نہ کوئی اضافی خوبی ہے نہ کسی اور کا فائدہ ہے۔

---

[1]......ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق المعتوہ والصغیر والنائم، ۲/ ۵۱۲، حدیث: ۲۰۴۱

[2]......بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من کثرۃ السؤال وتکلف ما لا یعنیہ، ۴/ ۵۰۳، حدیث: ۷۲۹۳ بتغیر قلیل

عقل، علم اور ایمان کا حاصل

پھر ایذا رسانی سے رکنا (سُنَّت کی خصلت) ہے جو تقویٰ سے ہے۔ حضرت سیِّدُنا سہل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا فرمان ہے: ”ایذا دینے سے باز آجانا عقل کا حاصل ہے، تکلیف برداشت کرنا علم کا حاصل ہے اور مخلوق کو اچھی بات کی نصیحت کرنا اور ان پر شفقت کرنا ایمان کا حاصل ہے۔“

پھر ان لذتوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا (سنت کی خصلت) ہے نفس جن کا عادی ہو چکا ہے کیونکہ نفسانی خواہشات اُخروی اعمال اور ان کی کوشش کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ نفسانی خواہش کی عادت نہ رکھی جائے تو یہ عادت نفس کی جانب جھگڑا کرتے ہوئے لوٹ جاتی ہے کیونکہ عادت ایک غلبہ والا لشکر ہے اس کی موجودگی میں توبہ مشکل ہو جاتی ہے۔ اس کے غلبہ کے سبب بندہ استقامت سے منہ موڑ لیتا ہے اور یہ نفسانی خواہش کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے البتہ انسان کو دیئے گئے احکام اور مستحبات کی عادت اپنانا اچھا ہے۔

ساری رات کے قیام سے بہتر

حضرت سیِّدُنا سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ارشاد فرماتے ہیں: اگر تم سے ہو سکے کہ وقت پر کھانا کھانا تمہاری عادت نہ ہو اور نفس تم سے وقت پر کھانے کے لئے جھگڑے تو ایسا ہی کرو (یعنی وقت پر کھانے کی عادت نہ ڈالو)۔ اور ارشاد فرماتے ہیں: مجھے رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دینا ساری رات قیام کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ یعنی نفس کو اس کی عادت سے ہٹا دوں اور کھانے میں کمی کر دوں۔ مزید فرمایا: خواہشاتِ نفسانی میں سے ایک خواہش ترک کر دینا دل کے لئے پورے سال کے روزوں اور رات کے قیام سے **افضل** ہے۔

یہ سب اس لئے ہے کہ نفس عادت سے مانوس نہ ہو جائے ورنہ جب انسیت کی بنا پر نفس عادت سے جھگڑے گا تو وصف کے غلبہ کی وجہ سے اسے روکنا ناممکن ہو جائے گا۔ پھر جن باتوں کا حکم دیا گیا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان پر اچھے طریقے سے صبر کرنا افضل کاموں میں سے ہے اور اس کے بہت فضائل و کمالات ہیں۔

سب سے بڑا عبادت گزار بنانے والا عمل

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ **اللہ** پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

ارشاد فرمایا: "حرام کاموں سے بچتے رہو لوگوں میں سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔"[1]

ایک روایت میں ہے: "لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیز گار بن جاؤ گے۔"[2]

حکایت: گناہ سے بچنے کا اجر

گناہ پر صبر کر کے ثواب کا عظیم خزانہ حاصل کرنے سے متعلقہ ایک بہترین اسرائیلی حکایت ہمارے علم میں آئی ہے کہ ایک شخص نے کسی شہر میں ایک عورت سے نکاح کیا، اس کے اور اس کی دلہن کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔ اس شخص نے اپنے غلام کو اس شہر کی طرف بھیجا تاکہ اس کی بیوی کو اس کے پاس لے آئے۔ غلام عورت کو لے کر چلا جب رات ہوئی تو شیطان غلام کے پاس آکر کہنے لگا: تیرے اور عورت کے شوہر کے مابین ایک مہینے کی مسافت ہے، اگر تم اس کے شوہر تک پہنچنے تک اس ایک مہینے کی راتوں میں اس عورت سے فائدہ اٹھاؤ، عورت بھی اس کو برا نہیں سمجھے گی اور تیرے آقا کے سامنے تیری تعریف بھی کرے گی اور تیرا مقام و مرتبہ آقا کی نظر میں مزید بلند ہو جائے گا۔ غلام شیطان کی بات سن کر اٹھا، نماز پڑھی اور اپنے ربّ سے یوں عرض کی: اے میرے پروردگار! بے شک تیرا دشمن مجھے تیری نافرمانی پر اُکسانے آیا ہے اور مجھ میں ایک مہینہ اس سے مقابلے کی طاقت نہیں، میں شیطان مردود کے مقابلے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اس ملعون کے مقابل پناہ عطا فرما اور اس مصیبت میں میری مدد فرما۔ غلام کا نفس ساری رات اسے عورت سے بدکاری پر اکساتا رہا اور غلام اس سے لڑتا رہا یہاں تک کہ سحری کا وقت ہو گیا۔ اس نے عورت کی سواری پر کجاوہ باندھ کر اسے سوار کیا اور لے کر منزل کی جانب گامزن ہو گیا۔ **اللہ** پاک نے اس پر رحم فرمایا اور ایک ماہ کی مسافت اس کے لئے لپیٹ دی گئی اور فجر کی کرن بھی نہ چمکی تھی کہ وہ اپنے آقا کے شہر پہنچ گیا۔[3]

غفلت اور دل کی سختی کا باعث

پھر (سنت کی خصلت میں سے) مستقبل کے لئے توشہ تیار کرنا ہے جو کہ آخرت کے لئے کوشش کرنے

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، ۴/۱۴۲، حدیث: ۲۳۱۲

[2] ......الزھد لابی داود، من خبر ابن مسعود، ص ۱۳۹، حدیث: ۱۳۹ عن ابن مسعود موقوفاً

[3] ......یہاں سے کچھ عبارت کا ترجمہ متروک ہے جسے اہل علم احباب کے لئے کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔

والے کی نشانی ہے اور اس پر لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنی ذات میں ہی متوجہ اور مصروفِ عمل رہنا لازم ہے۔ فضول خواہشات کے معاملے میں بے رغبتی اختیار کرنا اور شُبہات سے خوب اجتناب کرنا بھی اس پر لازم ہے۔ دنیا کے معاملات اور لوگوں کا تذکرہ کم کر دینا اس کے لئے بہتر ہے کیونکہ امورِ دنیا اور لوگوں کی باتیں کرنا غفلت اور دل کی سختی کا باعث ہے۔ **اللہ** پاک کو کثرت سے یاد کرے اور **اللہ** پاک کی نعمتوں اور عنایتوں کا چرچا کرے اور **اللہ** پاک کی بہترین تعریف و توصیف بیان کرے۔

ایک عالمِ دین فرماتے ہیں: جو ہمارے پاس بیٹھے وہ تین چیزوں سے بچے پھر جو چاہے کرے: (1) لوگوں کے ذکر سے اجتناب کرے کیونکہ یہ بیماری ہے (2) دنیا کے ذکر سے بچے کیونکہ یہ دل کی سختی ہے اور (3) زیادہ کھانا کھانے سے پرہیز کرے کیونکہ یہ حرص ہے۔

ایک اور عالمِ دین فرماتے ہیں: ہمارے ساتھ بیٹھنے والا **اللہ** پاک کے علاوہ کسی کا ذکر نہ کرے اور اگر غیر کا ذکر کرنا ہی پڑے تو آخرت کے مقامات اور نیک بندوں کا ذکر کرے۔

پہلی سنت اور نجات پانے والا گروہ

حضرت سیِّدُنا سہل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا طرزِ عمل سنت ہے۔ پہلی سنت دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے کیونکہ یہ تمام حضرات دنیا سے دوری اختیار کرنے والے تھے۔ اسی طرح نجات پانے والے گروہ کے بارے میں حدیث پاک میں یوں فرمایا گیا: "جو میرے اور میرے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُم کے طریقے پر چلنے والا ہو۔"[1]

چنانچہ یہ حضرات ان ہی اوصاف پر تھے جو ہم نے ذکر کئے اور جو ان پر عمل پیرا ہو وہی سنت پر گامزن ہے۔ یہ سنت کی خصلتیں ہیں جو ایمان کی بڑھوتری اور حُسنِ یقین کا باعث ہیں۔

ایمان کے بے لباس ہونے اور شریعت کے اجمال کا بیان

اللہ پاک جس کی توصیف بلند و بالا اور جس کی خبریں بالکل سچی ہیں ارشاد فرماتا ہے:

---

[1]......ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ، ۴/ ۲۹۱، حدیث: ۲۶۵۰

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا ترجمۂ کنز الایمان: پھر ہم نے اس کام کے عمدہ راستہ پر تمہیں کیا تو اسی راہ چلو۔ (پ ٢٥، الجاثیہ: ١٨)

شریعت دراصل راستے کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس سے مراد واضح، سیدھا اور کشادہ راستہ ہے۔ تمام واضح اور جامع راستوں کا یہی وصف ہے گویا کہ یہ راستہ ان تمام راستوں کا احاطہ کئے ہوئے اور انہیں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ راستے کے (عربی میں) بہت سارے نام ہیں جن میں صراط، سبیل، منہاج، مَحَجّہ اور مَنْسَك قابلِ ذکر ہیں۔ شرع کے لفظ سے چار نام مشتق ہوئے: (1) شارِع (2) مَشْرَعَہ (3) شِرْعہ (4) شریعت۔ اور یہ آخری نام اپنی کشادگی اور جامعیت کی وجہ سے تمام راستوں پر حاوی ہے۔

شریعت کی بارہ خوبیاں

شریعت بارہ خوبیوں پر مشتمل ہے اور یہ خوبیاں ایمان کے اوصاف کو بھی احاطہ میں لئے ہوئے ہیں: (1) توحید اور رسالت کی گواہی دینا اور یہ فطرت ہے۔ (2) پانچوں نمازیں ادا کرنا، یہی ملت ہے۔ (3) زکوٰۃ دینا، یہ پاکیزگی ہے۔ (4) روزہ، یہ ڈھال ہے۔ (5) حج، یہ کمال ہے۔ (6) جہاد، یہ **اللہ** پاک کی مدد و نصرت ہے۔ (7) نیکی کا حکم دینا، یہ حجت ہے۔ (8) بُرائی سے منع کرنا، یہ حفاظت ہے۔ (9) مسلمانوں کی جماعت سے جُڑے رہنا، یہ الفت ہے۔ (10) استقامت، یہ حفاظت کا باعث ہے۔ (11) حلال کھانا، تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔ (12) **اللہ** پاک کی خاطر محبت کرنا اور بغض رکھنا، یہ دستاویز ہے۔

ان میں سے بعض خوبیاں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہیں[1] جبکہ کچھ خوبیاں حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عباس اور حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے منقول ہیں۔

حقیقی مسلمان بننے کی شرائط کا بیان

بدعت کا عقیدہ نہ رکھے، کسی کبیرہ گناہ پر اصرار نہ کرے، حرام کھانے کا مرتکب نہ ہو، بزرگانِ دین کو بُرا نہ کہے، مسلمانوں کی عزتوں اور مالوں سے اپنی زبان اور ہاتھوں کو روکے، تمام مسلمانوں سے مشفقانہ انداز

[1] ......معجم کبیر، ١١/ ٢٧٢، حدیث: ١١٩٥٨۔ معجم کبیر، ١١/ ١٧١، حدیث: ١١٥٣٧
مسند طیالسی، ما اسند عبداللہ بن مسعود، ص ٥٠، حدیث: ٣٧٨

میں خیر خواہی رکھنے والا ہو، ان کی خوشی میں خوش رہے اور ان کے غم میں غمگین ہو، بالخصوص ائمہ مسلمین کے ساتھ خیر خواہی کرنے والا ہو، تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرنے والا ہو اور اپنے تمام اعمال کو **اللہ** پاک کی رضا کی خاطر اخلاص کے ساتھ بجالانے والا ہو۔

کامل مسلمان

حدیث پاک میں ہے: "اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! بندہ اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہوں اور کامل مومن نہیں ہوتا جب تک اس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ ہو۔"(1)

ایک روایت میں ہے: تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: (1) **اللہ** پاک کے لئے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا، (2) حکمرانوں کی بھلائی چاہنا اور (3) مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جڑے رہنا کہ اُن کی دعا سب کو گھیرے رہتی ہے۔(2)

ہمارے دور میں ان خوبیوں کی جامع شخصیات کا شمار **اللہ** پاک کے اولیاء میں ہوتا ہے، یہ ولایت کی پہلی سیڑھی اور **اللہ** پاک کی جانب سے حفاظت، عصمت اور رحمت کی پہلی نظر ہے۔

حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیّدُنا سالم بن عَبْدُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو خط لکھا: مجھے رعایا کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی سیرت سے آگاہ کریں، میں ان کی سیرت پر چلنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیّدُنا سالم بن عَبْدُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا: اما بعد! نہ تو آپ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے زمانے میں ہیں اور نہ ہی آپ کے پاس امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہ جیسے افراد ہیں۔ اگر اس دور میں آپ اور آپ کے ساتھی امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی سیرت پر عمل پیرا ہوئے تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ان سے (اس عمل میں) بہتر ہیں۔

---

1 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/ ۳۳، حدیث: ۳۶۷۲

2 ......ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ۴/ ۲۹۹، حدیث: ۲۶۶۷

انسان کے اسلام کی خوبی اور مَحَبَّتِ الٰہی کی علامات

کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بھلائی اور بھلائی والوں سے محبت رکھے اور بُرائی اور شریر لوگوں سے کوسوں دور رہے، طاقت ہونے کی صورت میں مستحب اور مامور بہ احکام میں جلدی کرے، عاجز آجانے کی صورت میں فوت شدہ اعمال پر غمگین ہو، بے فائدہ باتوں اور کاموں سے جان چُھڑانے والا ہو، تکلف سے بَری ہو یعنی جن کاموں کے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا یا جن کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو ان کاموں سے پرہیز کرے، جب فتنوں سے امن اور دین کی سلامتی ہو تو پانچوں نمازوں میں جماعت کی پابندی کرنے والا ہو، غیبت اور لوگوں کے ذکر سے دامن بچائے رکھے، جو اپنے لئے پسند کرے وہی سب کے لئے پسند کرے اور جو اپنے لئے ناپسند کرے وہ سب کے لئے ناپسند کرے، بھلائی کے کاموں میں پُھرتی دکھانے والا ہو، نیکی اور قربت الٰہی کے کاموں میں سبقت کرنے والا ہو، زیادہ خاموش رہنے والا ہو، مومنوں کے لئے نرم خو اور عاجزی کے پَر بچھانے والا ہو جبکہ متکبرین پر سخت ہو، باطل میں نہ جھگڑے، دین کے معاملے میں چشم پوشی نہ کرے، حق کی کسی بات سے بغض نہ رکھے، چاہے وہ اپنی ذات کے بارے میں ہو یا کسی دور کے شخص سے ہو، باطل سے ذرا سی بھی محبت نہ رکھے خواہ اس کی طرف سے یا اس کے کسی قریبی کی طرف سے ہو، چاہنے والوں کی تعریف کو بھی ناپسند کرے اور خود سے بغض رکھنے والے کی نصیحت کو بھی قبول کرے، تعریف اور مذمت اس کے دل میں برابر ہوں، نقصان دہ معاملات میں بھی سچائی کا خوگر ہو، نفع کے حصول میں جلدی کرنے کے لئے بناوٹی رویہ نہ اپنائے، اس کا باطن اس کے ظاہر کے مقابلے میں زیادہ اچھا ہو، مخلوق کی اذیتوں پر صبر و تحمل سے کام لینے والا ہو، لوگوں کے مصائب پر صبر کرنے والا ہو، ہر حالت میں لوگوں سے الگ تھلگ رہنے والا ہو، شبہات میں پڑنے اور دل کے بدلنے کے ڈر سے لوگوں کی مجلسوں اور ہجوم سے کنارہ کشی اختیار کرنے والا ہو۔

ہمارے دور میں ان خوبیوں کا جامع شخص آخرت کے طلب گاروں میں سے ہے اور یہ خصلتیں ثابت شدہ ولایت اور گہری نظر پر مشتمل ہیں۔ منقول ہے: بے شک ہر صدی کے ابدال اپنے زمانے کے اعتبار سے ہوتے ہیں، اور ہر زمانے میں نیکیوں کے معاملے میں لوگوں سے سبقت لے جانے والے اور مقربین بارگاہِ الٰہی موجود ہوتے ہیں۔ **اللہ** کریم ارشاد فرماتا ہے:

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾ (پ۳۰، الانشقاق: ۱۹) ترجمۂ کنز الایمان: ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے۔

قرن سے مراد

اس آیت کی تفسیر میں ایک مفسر فرماتے ہیں: تم ضرور مختلف قرنوں (زمانوں) میں لوگوں کے طبقہ میں منزل بہ منزل چڑھو گے اور ایسے حال پر ہو گے کہ اس حال پر وہ نہیں ہوں گے۔ اکثر علمائے کرام کا قرن کے بارے میں یہ موقف ہے کہ قرن ایک صدی کو کہا جاتا ہے اور بعض علما کے مطابق قرن 40 سال کے عرصے کو کہتے ہیں جبکہ درمیانہ، منصفانہ اور احادیثِ مبارکہ اور روایات کی روشنی کے مطابق میں یہ قول ملتا ہے کہ قرن 70 سال کا زمانہ ہے اور یہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا مولا علی كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْم کا بھی قول ہے، کیونکہ 200 سال کے اختتام پر بعثت سے تین قرن ختم ہوئے اور آج ہم (زمانہ مصنف تک) چھٹے قرن میں ہیں جس کی ابتدا 340 ہجری اور اختتام 410 ہجری ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ساتویں صدی کے بعد سورج مغرب سے طلوع ہو گا اور ساتویں صدی کی ابتدا 480 ہجری سے ہو گی اور اگر قرن کو 100 سال کا قرار دیا جائے تو سورج 700 ہجری کے بعد مغرب سے طلوع ہو گا۔[1]

مومن کو روح قبض کرتے وقت بشارت

حدیث پاک میں ہے: ملک الموت جب کسی مومن کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو کراماً کاتبین ان سے

---

[1]......سورج کا مغرب سے طلوع ہونا قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔ اِس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اُس وقت کا اسلام معتبر نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ:1، 1/ 126) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: امام جلال الدین سیوطی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ اُمت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی (رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه) نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا "اَلْكَشْفُ عَنْ تَجَاوُزِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْاَلْف" اس میں ثابت کیا کہ یہ اُمت 1000 ہجری سے ضرور آگے بڑھے گی۔ امام جلال الدین (رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه) کی وفات شریف 911 ہجری میں ہے، اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ 1300 ہجری میں خاتمہ ہو گا۔ بِحَمْدِ اللهِ تعالیٰ اِسے بھی چھبیس برس گذر گئے اور ہنوز (یعنی ابھی تک) قیامت تو قیامت، اَشراطِ کبریٰ (یعنی بڑی نشانیوں) میں سے کچھ نہ آیا۔ امام مہدی کے بارے میں اَحادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید 1837ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور 1900ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص 161)

کہتے ہیں: ہمیں مہلت دے تاکہ ہم اس کی خوب تعریف کریں۔ فرشتے مومن سے کہتے ہیں: **اللہ** پاک تمہیں ہماری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے کیونکہ ہمارے علم کے مطابق تم اطاعتِ الٰہی میں پیش قدمی کرنے والے، **اللہ** پاک کی نافرمانی سے کنارہ کشی کرنے والے، بھلائی اور بھلائی والوں سے محبت رکھنے والے اور اپنی استطاعت کے مطابق نیک اعمال کرنے والے ہو۔ تو نے ہمیں بہت سی عزت والی مجلسوں میں بٹھایا۔ ہم تمہیں اپنے اور تمہارے مابین سچے وعدے کی بشارت دیتے ہیں اور کل جب تمہیں (قیامت کے دن) **اللہ** پاک کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا تو ہم وہاں تیرے حق میں گواہی دینے کی خوشخبری سناتے ہیں۔[1]

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق

(حق سے مراد بندے کا اپنے مسلمان ہونے کا پاس رکھنا ہے جو مسلمانوں پر لازم ہے)

یہ 10 حقوق ہیں جن کا مجموعہ چھ احادیث میں ہے: امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی حدیث پاک میں ہے: چھ چیزیں ایسی ہیں جو ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان پر لازم ہیں۔[2] حضرت سیّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں، اگر ان میں سے ایک کو بھی چھوڑ دیا تو اس نے اپنے اوپر ایک لازم حق کو چھوڑ دیا۔[3] حضرت سیّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات سے منع فرمایا۔[4] حضرت سیّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان پر چار چیزیں لازم ہیں۔[5] حضرت سیّدُنا سعد اور حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے بھی اسی طرح کا مفہوم مروی ہے۔ حضرت سیّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں

---

[1] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب ملک الموت واعوانہ، ۵/۲۶۶، رقم: ۲۳۹، مختصر

[2] ......ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی تشمیت العاطس، ۴/۳۳۸، حدیث: ۲۷۴۵

عیون الاخبار، کتاب الاخوان، باب المحبة، مایجب للصدیق علی صدیقہ، ۳/۱۹

[3] ......الادب المفرد، باب تشمیت العاطس، ص ۲۴۷، حدیث: ۹۲۲

[4] ......مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال اناء الذھب . . . الخ، ص ۸۸۰، حدیث: ۵۳۸۸

[5] ......ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادة المریض، ۲/۱۸۸، حدیث: ۱۴۳۳

ہے کہ "مسلمانوں کے تم پر چار حقوق ہیں۔"[1] البتہ اس میں انہوں نے مذکورہ حقوق کے علاوہ کا ذکر کیا۔ان حدیثوں میں جو کچھ مروی ہے ان میں الفاظ کا فرق ہے لیکن سب کا مفہوم ایک ہے۔ایک روایت میں ایک بات ہے تو دوسری میں دوسری بات کا ذکر ہے۔ہم نے مختلف احادیث کے الفاظ کو جمع کر کے دس حقوق کا ذکر کیا ہے البتہ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی غریب حدیث پاک میں زائد الفاظ مروی ہیں جو مذکورہ حقوق کو مؤکد کرتے ہیں اور ہم اسے بعد میں ذکر کریں گے۔

مسلمان کے 10 حقوق

بہر حال جن دس حقوق پر بکثرت احادیث مشتمل ہیں وہ یہ ہیں:(1) مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو اسے سلام کرے (2) دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرے (3) چھینکے تو اس کی چھینک کا جواب دے (4) بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے (5) انتقال کر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو (6) اس کے متعلق کوئی قسم کھا بیٹھے تو اس کی قسم پوری کرے (7) نصیحت چاہے تو اسے نصیحت کرے (8) اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے (9) اس کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند ہو اور (10) جو خود کو ناپسند ہو وہ اس کے لیے بھی ناپسند کرے۔

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے تم پر چار حقوق ہیں: (1) نیکی کرنے والے کی مدد کرو (2) گناہ کرنے والوں کے لئے بخشش طلب کرو (3) رخصت ہونے والے کے لئے دعا کرو اور (4) توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھو۔[2]

یہ چاروں حقوق ان 10 حقوق میں داخل ہیں اور اس مفہوم میں جمع ہیں کہ ایک مسلمان کو اپنے بھائی کے ساتھ خیر خواہی کرنی چاہیے اور اس کے لیے وہی پسند کرنا چاہیے جو خود کو پسند ہو۔

رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ کی تفسیر

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا ایک مسلمان کے حق میں دوسرے مسلمان کے لیے اس (مذکورہ)

---

[1] تنبیہ الغافلین، باب الرحمۃ والشفقۃ، ص ٢٠٦، حدیث: ٥٤٢

[2] تنبیہ الغافلین، باب الرحمۃ والشفقۃ، ص ٢٠٦، حدیث: ٥٤٢

مفہوم کی خاص طور پر تاکید کیا کرتے تھے، اسے حلال و حرام کی طرح ضروری قرار دیتے اور اس کی تفسیر **اللہ** پاک کے اس فرمان کے ساتھ کیا کرتے تھے:

رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (پ۲۶،الفتح:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: آپس میں نرم دل۔

چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اس فرمانِ الٰہی کی تفسیر میں فرماتے ہیں: مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہوں، ان میں نیک لوگ گناہ گاروں کے لئے دعا کریں اور گناہ گار نیک لوگوں کے لئے۔ جب کوئی گناہ گار بندہ کسی نیک شخص کو دیکھے تو یوں کہے: اے **اللہ**! تو نے جو اسے بھلائی عطا کی ہے اس میں اس کے لئے برکت دے اور اسے اس پر ثابت قدم رکھ اور اس کے ذریعے ہمیں نفع پہنچا۔ جب کوئی نیک بندہ کسی گناہ گار شخص کو دیکھے تو یوں کہے: اے **اللہ**! اسے ہدایت اور توبہ کی توفیق عطا فرما اور اس کے گناہ بخش دے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: یہ آیت تمہارے حلال و حرام سے تعلق رکھتی ہے۔

کامل مومن

یہ مذکورہ اوصاف جامع اور مختصر ہیں، ان کا تعلق مسلمانوں کی حرمت کا پاس رکھنے اور ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر لازم حق کے ساتھ ہے۔ ان اوصاف کو چھوڑنے کا کسی کے لئے کوئی عذر نہیں البتہ شریعت جس کو معذور قرار دے اور علمِ دین اسے منع کرے۔ بیان کردہ اوصاف میں سے بعض کی بعض سے زیادہ تاکید بیان کی گئی ہے لہٰذا کامل مؤمن وہ ہے جو ان تمام اوصاف اور حقوق کی طرف سبقت کرے اور ان پر جما رہے۔ ان اوصاف کے بارے میں بکثرت روایات ہیں۔

بعض اوصاف کا ترک

بعض بزرگوں نے مذکورہ اوصاف میں سے ان تین کو ترک فرمایا: (1) دعوت قبول کرنا (2) مریضوں کی عیادت کرنا اور (3) جنازوں میں شرکت کرنا۔ مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگوں سے بالکل دور اپنے گھروں میں گوشہ نشین رہتے تھے اور گھروں سے باہر صرف جمعہ کے لئے جاتے اور ان میں سے کچھ (شرعی عذر کے باعث) جماعت میں بھی شرکت نہ کرتے، کچھ وہ تھے جنہوں نے شہروں اور لوگوں کو چھوڑ کر جنگلوں کو اور

کچھ نے پہاڑوں کو اپنا ٹھکانا و مسکن بنالیا تھا۔

حضرت سیِّدُنا سہل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں لوگوں کے حقوق سے سخت تر کوئی چیز نہیں جانتا اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: جس شخص نے مخلوقِ خدا کو تکلیف پہنچانے سے خود کو باز رکھا وہ گویا پانی کے اوپر چلا (یعنی نہایت مشکل کام کر گزرا)۔

عقلمندوں کا مقصود

حضرت سیِّدُنا ابو یزید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ وغیرہ فرماتے ہیں: عقلمندوں کا مقصود و مطلوب غضب الٰہی سے امن و سلامتی میں ہے، جو غضب سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ لوگوں کو اپنی ذات سے امن و سلامتی پہنچائے اور جو لوگوں کو امن و سلامتی دینا چاہتا ہے وہ لوگوں سے دوری اختیار کرے۔ اس بات کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

اَلنَّاسُ بَحْرٌ عَمِیْقٌ وَّالْبُعْدُ مِنْھُمْ سَلَامَہ

وَقَدْ نَصَحْتُكَ فَانْظُرْ لَا تُدْرِکُنْكَ نَدَامَہ

ترجمہ: لوگ گہرے سمندر کی مانند ہیں جن سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے، اور یہ میری طرف سے تجھے نصیحت ہے اس میں خوب غور کرلے تجھے کبھی شرمندگی نہیں اٹھانی پڑے گی۔

لوگوں سے دور رہنے میں عافیت ہے

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: **اللہ** پاک سے ڈرو اور لوگوں سے بچ کر رہو۔ یونہی حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے بارے میں وسوسوں کا شکار ہو جائیں گے تو میں ان کے ساتھ میل جول ہی نہ رکھتا۔ اور ایک مرتبہ فرمایا: اگر لوگوں کے وسوسوں میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں کسی ایسی جگہ چلا جاتا جہاں کوئی شناسا نہ ہوتا، کیونکہ لوگ ایک دوسرے کی وجہ سے ہی خراب ہوتے ہیں۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جب جان پہچان والے زیادہ ہوں تو قرضداروں میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور جب دوستی پرانی ہو جائے تو حقوق بھی مزید پختہ ہو جاتے ہیں۔

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: جو خود کو پہچان لے وہ سکون میں آجاتا ہے اور جو لوگوں سے جان پہچان بڑھائے وہ آزمائش میں پڑ جاتا ہے۔ اس کے برعکس حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جسے لوگوں کی پہچان ہو جائے وہ سکون میں آجاتا ہے۔

لوگوں سے حُسنِ سُلوک صدقہ ہے

رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے ساتھ حسن سلوک صدقہ ہے۔[1] اس فرمانِ رسالت کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دینی معاملات میں ان کی دلجوئی کی جائے اور دنیوی معاملات میں ان سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ اور فرمانِ الٰہی ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ (پ١٨، المؤمنون: ٩٦) ترجمۂ کنزالایمان: سب سے اچھی بھلائی سے بُرائی کو دفع کرو۔

اس فرمان الٰہی کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ سب سے اچھی بھلائی سے مراد حسن سلوک ہے۔

نرمی کی فضیلت

رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جسے نرمی سے حصہ عطا کیا گیا یقیناً اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی سے حصہ عطا کیا گیا اور جو نرمی کے حصہ سے محروم رکھا گیا وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی کے حصہ سے محروم رکھا گیا۔[2]

بدن کی سُنَّتَیں

بدن کے متعلق 12 سنتیں ہیں یہ سنتیں تین مختلف احادیث سے لی گئی ہیں۔ ان میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی وحی میں تاخیر والی حدیث بھی شامل ہے۔[3] ان 12 میں سے پانچ کا تعلق سر سے ہے اور وہ یہ ہیں: (1) کلی

---

1 ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب مداراة الناس، باب مداراة الناس والصبر علی اذاهم، ٧/ ٥١٩، حدیث: ٣

2 ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الادب، ماذکر فی الرفق والتؤدة، ٦/ ٨٦، حدیث: ٣
مسند ابی یعلی، مسند عائشة، ٤/ ١١٨، حدیث: ٤٥١٣، منع: بدله: حرم

3 ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الطهارات، ماذکر فی السواک، ١/ ١٩٧، حدیث: ٢٤
تنبیه الغافلین للسمرقندی، باب الطهارة النظافة، ص ٦٢١، حدیث: ٩٠٤

کرنا(2)ناک میں پانی چڑھانا(3)مسواک کرنا(4)مونچھیں کاٹنااور(5)سر کے بالوں کے درمیان مانگ نکالنا۔

سات سنتوں کا تعلق بقیہ جسم سے ہے اور وہ یہ ہیں:(6)ختنہ کرنا(7)ناف کے نیچے والے بال مونڈنا (8)پانی سے استنجا کرنا(9)بغل کے بال اکھیڑنا(10)ناخن کاٹنا(11)انگلی کی سلوٹیں دھونااور(12)انگلیوں کے جوڑوں کی صفائی کرنا۔

"براجم" پوروں کی پشت پر موجود سلوٹوں کو کہتے ہیں، اہل عرب میں چونکہ اکثر و بیشتر کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کا رواج ہی نہیں تھا جس کی بنا پر وہ انگلیوں کے پورے بھی نہیں دھویا کرتے تھے، لہٰذا پوروں کے ناخنوں کے ساتھ متصل کھانچوں میں میل جم جایا کرتا تھا۔[1]

سب سے پہلی بدعتیں

منقول ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے پہلے چار بدعتیں ظاہر ہوئیں:(1)...چھلنی (2)...اشنان(3)...ٹیبل اور(4)...پیٹ بھر کر کھانا۔

دراصل اہل عرب کو ناخن کاٹنے کے لیے قینچی وغیرہ ہر وقت میسر نہیں ہوا کرتی تھی، لہٰذا رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ناخن اور موئے زیر ناف کاٹنے اور بغلیں صاف کرنے کے لیے (زیادہ سے زیادہ) چالیس دن کا وقت مقرر فرمادیا تھا[2] مگر ساتھ ہی ساتھ ناخنوں کے نیچے کی صفائی کرتے رہنے کا حکم بھی ارشاد فرمادیا تھا[3] کیونکہ ناخن کاٹنے تک ان جگہوں پر جنہیں پورے بھی کہتے ہیں میل جمع ہوتا رہتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ رسالت میں طویل وقفے کے بعد وحی لے کر آئے تو(وجہِ تاخیر بیان کرتے ہوئے) کہا: ہم فرشتے آپ کی بارگاہ میں کیسے حاضر ہوسکتے ہیں، جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے امتی نہ انگلیوں کی سلوٹیں دھوتے ہیں نہ پوروں کی صفائی کرتے ہیں، اور نہ ہی مسواک کرکے دانتوں کا

---

[1]......یہاں سے کچھ عبارت کا ترجمہ متروک ہے جسے اہل علم احباب کے لئے کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔

[2]......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ص ۱۲۵، حدیث: ۵۹۹

ابوداود، کتاب الترجل، باب فی اخذ الشارب، ۴/ ۱۱۴، حدیث: ۴۲۰۰

[3]......معجم کبیر، ۲۲/ ۱۴۷، حدیث: ۳۹۹، نحوہ

پیلا پن دور کرتے ہیں، آپ اپنی امت کو ان چیزوں کے اہتمام کا حکم ارشاد فرمائیں۔[1]

اُف کی وضاحت

ناخنوں کے نیچے جمے میل کے لیے عربی میں لفظ "اُف" استعمال کیا جاتا ہے اور (کراہت و ناپسندیدگی کے اظہار کے لیے) جو "اُف و تُف" کہا جاتا ہے وہاں یہی لفظ مراد ہوتا ہے۔ اُف ناخن کے میل کو اور تُف کان کے میل کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جس طرح اہل عرب بہت زیادہ بھوکے کے لیے "جائع" کے ساتھ "نائع" اور بہت زیادہ پیاسے کے لیے "عطشان" کے ساتھ ہی "نطشان" کا لفظ مترادف کے طور پر کہتے ہیں اسی طرح تکلیف دہ گندگی سے پہنچنے والی اذیت کی حالت میں مبالغہ بیان کرنے کے لیے "اُف" کے ساتھ "تُف" کا لفظ مترادف کے طور پر ہے۔ منقول ہے کہ اللہ پاک کے اس فرمان:

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ (پ۱۵، بنی اسرآءیل: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے ہوں (اف تک) نہ کہنا۔

میں بھی یہی لفظ "اُف" مراد ہے یعنی والدین کو ناخن تلے میل سے بھی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ایک قول یہ ہے کہ ناخن کے میل سے جیسی یا جتنی معمولی تکلیف پہنچتی ہے والدین کو ویسی یا اس جتنی تکلیف بھی نہ دو۔

داڑھی سے متعلق معصیتوں اور بدعتوں کا بیان

ایک روایت میں ہے کہ اللہ پاک کے کچھ فرشتے یوں قسم کھاتے ہیں: "اس ذات کی قسم جس نے اولادِ آدم کو داڑھی سے زینت بخشی۔" منقول ہے کہ مرد کی صورت داڑھی سے مکمل ہوتی ہے، اور ظاہری شکل و صورت میں مردوں اور عورتوں میں داڑھی سے ہی فرق ہوتا ہے۔

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اوصاف میں سے ہے آپ کی داڑھی گھنی تھی۔[2] یونہی حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی داڑھی بھی گھنی تھی، البتہ حضرت سیّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی داڑھی لمبی اور

---

[1] ......مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/ ۵۲۳، حدیث: ۲۱۸۱
مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الطهارات، باذکر فی السواک، ۱/ ۱۹۷، حدیث: ۲۲
تنبیه الغافلین للسمرقندی، باب الطهارة النظافة، ص ۱۶۲، حدیث: ۴۰۲

[2] ......نسائی، کتاب الزینة، اتخاذ الجمة، ص ۸۳۲، حدیث: ۵۲۴۲

ہلکی تھی، اور حضرت سیّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی داڑھی چوڑی اور سارا سینہ بھرے ہوئے تھی۔

باریش جنتی

یہ بھی منقول ہے کہ تمام جنتی مرد بے ریش (بغیر داڑھی والے) ہوں گے، البتہ حضرت سیّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی حضرت سیّدُنا ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ خصوصیت و فضیلت ہے کہ جنت میں صرف ان کی داڑھی ہوگی جو ان کے سینے تک ہوگی۔

حضرت سیّدُنا اَحنف بن قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی قوم بنی تمیم کے ایک شخص کا بیان ہے کہ ہماری شدید خواہش تھی کہ اگر بیس ہزار کے بدلے بھی کہیں داڑھی ملتی ہو تو اسے (اپنے سردار) حضرت سیّدُنا احنف رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے لیے خرید لیتے۔ چنانچہ اُس شخص نے آپ کے لنگڑے ہونے اور کانے پن کے بجائے آپ کی داڑھی نہ ہونے کو ناپسند جانا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بڑے عقل مند اور بُردبار تھے۔

ایک غریب تفسیر میں منقول ہے کہ **اللہ** پاک کے اس فرمان:

یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ (پ ۲۲، فاطر: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: بڑھاتا ہے آفرینش (پیدائش) میں جو چاہے۔

سے مراد داڑھی ہے۔ اس کی اور بھی کئی تفسیریں ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سیّدُنا قاضی شریح رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ کاش! مجھے 10 ہزار کے بدلے ہی داڑھی مل جائے (کیونکہ آپ کی داڑھی نہ تھی)۔

داڑھی کے فوائد

ایک ادیب کہتے ہیں: داڑھی کے بہت سے مفید پہلو ہیں۔ داڑھی والے آدمی کی تعظیم کی جاتی ہے، اسے علم و وقار کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، محفلوں میں رُتبہ دیا جاتا ہے، اس کی طرف لوگوں کی توجہ ہوتی ہے، اسے جماعت میں مقدم کیا جاتا ہے اور عقل مند سمجھا جاتا ہے۔ داڑھی میں عزت کا تحفظ ہے یعنی اگر لوگ گالی دینا بھی چاہیں تو داڑھی کی وجہ سے آدمی کا لحاظ کر جاتے ہیں، لہٰذا اس کی عزت بچ جاتی ہے۔

حضرت سیّدُنا امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جس کی داڑھی بڑی ہوتی ہے اس کی شہرت و ناموری

میں اضافہ ہوتا ہے۔ چنانچہ داڑھی میں جہاں فائدے ہیں وہاں اس میں مخفی اور باریک قسم کی نفسانی آفات بھی ہیں۔

داڑھی کے بارے میں 12 بدعتیں

داڑھی کے متعلق 12 چیزیں بدعت ہیں، ان میں بعض بعض سے زیادہ بُری ہیں اور یہ سب مکروہ (ناپسندیدہ) ہیں۔ نفس کی آفات کے باب میں ہم ان سب کو جداگانہ طور پر اختصار کے ساتھ بیان کر چکے ہیں، اب اس کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔

(1)... کالا خضاب لگانا

نفسانی خواہشات کی بنا پر اور بڑھاپا چھپانے کی غرض سے داڑھی پر کالا خضاب لگانا۔

(2)... سرخ اور زرد رنگ کا خضاب لگانا

اہلِ سنت کے دین دار لوگوں اور علما سے مشابہت کی اچھی نیت کے بغیر داڑھی کو سرخ یا زرد (پیلے) رنگ سے رنگنا۔

(3)... داڑھی کو گندھک وغیرہ سے سفید کرنا

جلد از جلد کبر سنی (بڑی عمر) ظاہر کرنے اور نو عمری چھپانے کے لیے گندھک یا کسی اور چیز کے ذریعے داڑھی سفید کر لینا تاکہ برتری اور عزت حاصل ہو، حکام کے ہاں اسے حاضر رکھا جائے، اس کی (بیان کردہ) حدیث کو قبول کیا جائے اور وہ اپنی کبر سنی کی بنا پر اس کو دیکھنے کا دعویٰ کر سکے جسے اس نے دیکھا ہی نہ ہو، بعض محدثین اور گواہوں نے ایسا کیا بھی ہے۔

(4،5)... داڑھی کے بال یا سفید بالوں کو اُکھیڑنا

داڑھی کے بال اکھیڑنا یا اَدھیڑ عمری پر پردہ ڈالنے کے لیے صرف سفید بال اکھیڑنا۔ ایک بدعت یہ بھی ہے کہ زینت و بناوٹ کی غرض سے داڑھی کو کتر کر تہہ بہ تہہ کر لیا جائے۔

(6،7)...داڑھی میں کمی یا زیادتی کرنا

زیادتی سے مراد یہ ہے کہ دونوں طرف کی کنپٹیوں پر جو سر کے بال ہوتے ہیں انہیں اس قدر بڑھا دیا جائے کہ وہ بال جبڑے کی ہڈی جو کہ داڑھی کی سرحد ہے اس سے آگے بڑھ جائیں (اور داڑھی کے بالوں میں شمار کیے جائیں)۔ داڑھی میں کمی سے مراد یہ ہے کہ جبڑوں کی ہڈیوں سے نصف رخساروں تک کے بال صاف کر دیئے جائیں اور ایسا کرنا مُثلہ ہے۔

(8،9،10)...داڑھی کے معاملے میں دکھاوا کرنا

لوگوں کی خاطر داڑھی سنوارنے کے لیے اس میں کنگھی کی جائے یا پھر دنیا سے اپنی بے رغبتی ظاہر کرنے کے لیے داڑھی کو بکھری ہوئی اُلجھی ہوئی غبار آلود حالت میں چھوڑ دیا جائے، یا محض اپنی دیکھ بھال کرنے میں سستی برتنے کی وجہ سے (داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے کہ یہ بھی بدعت ہے) کیونکہ اس سے بھی زاہد و صوفی مشہور ہو جائے گا۔

(11)...داڑھی کو خود پسندی کی نگاہ سے دیکھنا

جوانی پر تکبر، گھمنڈ اور فخر کرتے ہوئے اپنی کالی داڑھی کو خود پسندی کی نگاہ سے دیکھنا۔

(12)...داڑھی کی سفیدی پر تکبر کرنا

بڑی عمر پر تکبر کرتے اور جوانوں سے خود کو برتر سمجھتے ہوئے اپنی سفید داڑھی کو دیکھنا۔ خود کو برتر سمجھنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کی طرف نظر نہیں کرے گا یوں وہ علم حاصل کرنے اور قرآن سیکھنے سے بھی محروم ہو جائے گا جس سے جاہل رہنے کی کسی کے لئے گنجائش نہیں۔ نیز یہ چیز اسے نوجوانوں کو خود سے چھوٹا اور کمتر دکھا کر یا بڑھاپے سے شرم و عار دلا کر ان مسائل کی معلومات حاصل کرنے سے بھی باز رکھے گی، جن سے وہ لاعلم ہے، ایسا شخص علم سے کورا ہونے کے باوجود اس خام خیالی میں رہتا ہے کہ زیادتِ عمر نے جہاں اس کی داڑھی کے بال سفید کر دیئے وہیں اسے فضیلت و مرتبہ یا علمی مقام بھی عطا کر دیا ہے۔ اسے اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ عقل تو دلوں میں فطری طور پر رکھی گئی ہے اور علم تو غیب جاننے والے پروردگار کی

خاص دین ہے اور جس کی فطرت وطبیعت میں ہی حماقت وجہالت ہو، وہ جیسے جیسے بڑا ہوتا رہتا ہے اس کی بے وقوفی بھی بڑھتی جاتی ہے اور جوں جوں عمر رسیدہ ہوتا جاتا ہے اس کی جہالت میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

(مصنف کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:) مذکورہ تمام خصلتیں ہم بہت سے لوگوں میں دیکھ چکے ہیں یہ سب بدعتیں ہیں، بدن کی سنتوں کی طرح ان کی تعداد بھی 12 ہی ہے۔

داڑھی بڑھانے اور مونچھیں چھوٹی رکھنے کا حکم

جن مکروہات کا ذکر ہوا مجموعی طور پر ان کے بارے میں روایات آئی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حُفُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللِّحٰی یعنی مونچھیں چھوٹی کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔(1)

اس حدیث پاک میں لفظ "حُفُّوا" ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے مونچھ کو (اوپر والے) ہونٹ کے احاطے میں یعنی اس کے ارد گرد رکھو، کیونکہ کسی چیز کے ارد گرد کو عربی میں "حفاف" کہتے ہیں جس کا مطلب ہے حلقہ یا احاطہ۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (پ ۲۴، الزمر: ۷۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کئے۔

بعض علما کے نزدیک مونچھیں ایسی حلق کر دینا جس سے کھال واضح ہو جائے بدعت ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور مدینہ منورہ کے بعض دیگر علما سے منقول ہے کہ مونچھیں مونڈ دینا مُثلہ ہے۔

حلق (یعنی مونڈ دینے) کا مطلب یہ ہے کہ مونچھیں اس قدر صاف کر دی جائیں کہ ہونٹ کے اوپر کے کنارے ظاہر ہو جائیں۔

دوسری حدیث میں "اُحْفُوا الشَّوَارِب" کے الفاظ ہیں یعنی مونچھیں کترو۔(2) اِحفاء کا مطلب ہے جڑ سے اُکھیڑنا اور کترنے میں مبالغہ کرنا۔ مذکورہ حدیث میں بیان کردہ لفظ "حُفُّوا" کے مقابلے میں اس حدیث میں

---

1 ......مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ۲/ ۲۳۲، حدیث: ۴۶۵۴

2 ......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ص ۱۲۵، حدیث: ۶۰۰

بیان کردہ لفظ ''اَحْفُوا''میں زیادہ مبالغہ ہے۔ فرمانِ خداوندی:

اِنْ یَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا (پ۲۶، محمد: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر انھیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بخل کروگے۔

میں ''فَیُحْفِكُمْ'' اسی معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔ بکثرت صحابۂ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضۡوَان مونچھوں کو اچھی طرح پست کیا کرتے تھے۔

صحابۂ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضۡوَان کی یاد تازہ ہوگئی

ایک تابعی بزرگ نے کسی شخص کو دیکھا کہ اس نے مونچھیں خوب پست کی ہوئی تھیں تو ارشاد فرمایا: تم نے مجھے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضۡوَان کی یاد دلادی۔ اس شخص نے ان بزرگ سے عرض کیا: کیا صحابۂ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضۡوَان اپنی مونچھیں اس طرح پست کیا کرتے تھے؟ ارشاد فرمایا: ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ گویا مونڈ دی ہوں۔

اِحفاء (یعنی کتر کے خوب پست کردینا) حلق یعنی مونڈنا نہیں ہے البتہ مونڈنے کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

(مصنف کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحۡمَةُ اللّٰہِ عَلَیۡه فرماتے ہیں:) اس حدیث کو ہم نے تین دیگر الفاظ کے ساتھ بھی روایت کیا ہے: ایک روایت کے الفاظ ہیں: خُذُوْا مِنَ الشَّوَارِب یعنی مونچھیں کترو۔[1] رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اپنی مونچھیں کتر لیا کرتے تھے۔[2] دوسری روایت کے الفاظ ''قُصُّوا الشَّوَارِب''[3] اور تیسری روایت کے الفاظ ''جُزُّوا الشَّوَارِب''[4] ہیں۔ ان تینوں روایات کا ایک ہی معنٰی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مونچھوں کے بالوں کو چھانٹ دیا جائے اور تھوڑے چھوڑ دیئے جائیں نہ کہ سرے سے ہی کتر دیئے جائیں۔

حضرت سیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡه فرماتے ہیں: رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے مجھے دیکھا کہ

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ، ۳/۳۳۶، حدیث: ۹۰۳۶

[2] ......شرح السنۃ للبغوی، کتاب اللباس، باب التوقیت فی تقلیم الاظافر وقص الشارب، ۶/۲۲۴، حدیث: ۳۰۹۰

[3] ......مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ، ۳/۵، حدیث: ۷۱۳۵

[4] ......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ص۱۲۵، حدیث: ۲۰۳

میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں تو ارشاد فرمایا: یہاں میرے پاس آؤ۔ پھر میری مونچھوں پر مسواک رکھ کر انہیں کتر دیا۔[1]

لہٰذا مونچھیں کاٹنے کے معاملے میں حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فعل نص کی حیثیت رکھتا ہے۔

مونچھیں پتلی کرنا

ایک غریب حدیث میں ہے: طُرُّوا الشَّوَارِبَ طَرًّا یعنی مونچھوں کو بہت پتلی کر لیا کرو۔[2]

(طُرّ کا مصدر طُرّان ہے) طُرّان کا مطلب ہے کہ مونچھیں اوپر سے اور نیچے سے کاٹ کر باریک کر لی جائیں اور طُرّ کا مطلب ہے کہ کسی زیادہ چیز میں سے اس کا ایک لمبا باریک حصہ نکال لیا جائے جو اس (چیز کے بقیہ حصے) کے برابر ہو یا اس سے چھوٹا ہو۔

بعض بزرگانِ دین مونچھوں کے دونوں کناروں پر لٹکے ہوئے بال چھوڑ کر بیچ کے بال اچھی طرح چھوٹے کر لیا کرتے تھے۔ یہ عمل حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ وغیرہ کے بارے میں مروی ہے۔

(مصنف کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:) میں نے حضرت ابو الحسن بن سالم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو دیکھا کہ وہ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

(یہ تو تھی مونچھوں کے بارے میں تفصیل) بہر حال بیان کردہ حدیث پاک میں جو فرمایا گیا: وَاعْفُوا اللِّحٰی یعنی داڑھیوں کو معافی دو،[3] مطلب اسے بڑھاؤ۔

فرمانِ خداوندی ہے:

حَتّٰی عَفَوْا (پ ۹، الاعراف: ۹۵) ترجمۂ کنز الایمان: یہاں تک کہ وہ بہت ہو گئے۔

یعنی وہ بہت بڑھ گئے۔

---

[1] ابو داود، کتاب الطھارۃ، باب فی ترک الوضوء مما مست النار، ۱/ ۹۶، حدیث: ۱۸۸
الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ماجاء فی ادام رسول اللہ، ص ۱۰۶، حدیث: ۱۵۷

[2] اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الطھارۃ، القسم الثالث، ۲/ ۴۵۱

[3] مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ص ۱۲۵، حدیث: ۶۰۰

یہود کی مخالفت کرو

حدیث پاک میں ہے: یہود مونچھیں بڑھاتے اور داڑھیاں کاٹتے ہیں، لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو۔[1]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ اور مدینے کے قاضی حضرت سیِّدُنا ابنِ ابی لیلیٰ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے داڑھی کے بال اکھیڑنے والے کی گواہی قبول نہ کی۔

بچی کے بال اُکھیڑنا

اور بچی (یعنی نچلے ہونٹوں کی درمیانی جگہ) کے دونوں اطراف کے بالوں کو اکھیڑنا بدعت ہے۔

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے پاس ایک شخص نے گواہی دی جو اپنی بچی کے اطراف کے بال اکھیڑتا تھا، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اس کی گواہی قبول نہ فرمائی۔

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سفید بالوں کو اُکھیڑنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''ھُوَنُوْرُ الْمُؤْمِنِ یعنی یہ مومن کا نور ہے۔''[2]

نیز حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کالے خضاب سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ جہنمیوں کا خضاب ہے۔[3]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: کالا خضاب کافروں کا خضاب ہے۔[4]

حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو ارشاد فرمایا کہ اپنے والد کے بڑھاپے (بالوں کی سفیدی) کو تبدیل کر دو، اور کالے (خضاب) سے بچو۔[5]

---

1 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/۳۰۰، حدیث: ۲۲۳۴۶

2 ......ابن ماجہ، کتاب الادب، باب نتف الشیب، ۴/۲۱۳، حدیث: ۳۷۲۱

3 ......طبقات ابن سعد، ذکر ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم واصحابہ فی تغییر الشیب وکراھۃ الخضاب بالسواد، ۱/۳۴۰

ابو داود، کتاب الترجل، باب ماجاء فی خضاب السواد، ۴/۱۱۷، حدیث: ۴۲۱۲، نحوہ

4 ......المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، الصفرۃ خضاب المؤمن... الخ، ۴/۶۷۵، حدیث: ۶۲۹۶

5 ......مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب استحباب خضاب الشیب... الخ، ص۸۹۶، حدیث: ۵۵۰۹

حکایت: دھوکے باز کو سزا

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے زمانے میں ایک شخص نے نکاح کیا، وہ کالا خضاب لگاتا تھا، جب خضاب اُترا تو بڑھاپا ظاہر ہو گیا، عورت کے گھر والوں نے معاملہ عدالَتِ فاروقی میں پیش کیا تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اس کا نکاح فسخ کر دیا اور اسے خوب مارا اور فرمایا: ”تو نے ان لوگوں کو جوانی کے ساتھ دھوکا دیا اور بڑھاپے کو چھپایا۔

زرد یا سرخ رنگ کا خضاب

رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: زرد (پیلا) خضاب مسلمانوں کا خضاب ہے اور سرخ مؤمنین کا خضاب ہے۔[1]

صحابۂ کرام اور تابعین عظام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سرخ رنگنے کے لیے مہندی اور زرد رنگنے کے لیے خلوق اور کتم[2] لگایا کرتے تھے۔

منقول ہے کہ کالا خضاب سب سے پہلے فرعون ملعون نے لگایا۔

داڑھی کے متعلق دو قسم کی ریاکاری

حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: داڑھی کے معاملے میں دو قسم کی ریاکاریاں ہوتی ہیں: (1) لوگوں کی وجہ سے اس میں کنگھی کرنا اور (2) زُہد و تقویٰ ظاہر کرنے کی نیت سے اسے بکھری ہوئی رکھنا۔

اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص میرے پاس آئے اور میں اس کی وجہ سے اپنی داڑھی ٹھیک کرنے لگوں تو میرا گمان ہے کہ میں ریاکاری کا مرتکب ہوا۔

حضرت سیِّدُنا کعب احبار اور حضرت سیِّدُنا ابو جلد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا سے مروی ہے کہ آخر زمانہ میں کچھ

---

[1] ......المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، الصفرۃ خضاب المؤمن... الخ، ۴/۱۷۵، حدیث: ۶۲۹۲

[2] ......خلوق: ایک خوشبو جو عنبر، مشک اور کافور کی آمیزش (ملاوٹ) سے بنتی ہے۔ کتم: ایک قسم کی گھاس جس کو مہندی میں ملا کر وسمہ اور اس کی جڑ پکا کر سیاہ روشنائی بناتے ہیں۔

لوگ ہوں گے جو اپنی داڑھیوں کو کاٹ کر کبوتر کی دم کی طرح کریں گے اور جوتوں سے درانتیوں جیسی آوازیں نکالیں گے ان کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔

اور ایک جماعت سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ قیامت کی نشانی ہے۔

جنت کی خوشبو سے محروم لوگ

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو جنگلی کبوتروں کے نیلگوں پوٹوں جیسا کالا خضاب لگائیں گے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ دجال کے ساتھیوں پر چادریں ہوں گی اور ان کی مونچھیں سینگوں کی طرح لمبی ہوں گی اور ان کے جوتے بڑی ہوئی نوک والے ہوں گے۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نائی سے فرمایا کرتے تھے: جبڑے کی ہڈیوں تک بال کاٹنا کیونکہ یہ دونوں ہڈیاں داڑھی کی حدود ہیں۔

داڑھی کو اس وجہ سے (عربی میں) لِحْیَۃٌ کہتے ہیں کیونکہ اس کی حد لِحٰی یعنی جبڑے کی ہڈی ہے، لہٰذا داڑھی میں اس حد سے کمی بیشی کرنا بدعت ہے، جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

داڑھی کے بارے میں بعض بزرگوں کا عمل اور اس کے مستحبات کا بیان

بعض علما مناسکِ حج وغیرہ کے موقع پر داڑھی کے بال کاٹتے تھے۔ اگر کوئی شخص اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے کر مٹھی کے نیچے کے زائد بال کاٹ دے تو کوئی گناہ نہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اور تابعین کی ایک جماعت سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام شعبی اور حضرت سیِّدُنا امام ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللہِ

---

1 ......ابو داود، کتاب الترجل، باب ماجاء فی خضاب السواد، ۴/ ۱۱۷، حدیث: ۴۲۱۲

2 ......غریب الحدیث لابن قتیبۃ، حدیث ابی ھریرۃ، ۲/ ۲۹۲

عَلَیْہِمَا نے اسے اچھا جانا جبکہ حضرت سَیِّدُنا حسن بصری اور حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا نے اسے مکروہ قرار دیا اور فرمایا: اسے بڑھا ہوا چھوڑنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے: مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ خِفَّةُ لِحْيَتِهٖ یعنی ہلکی داڑھی انسان کی خوش بختی ہے۔ [1] بعض راویوں نے اسے دوسرے معنیٰ میں روایت کیا ہے، انہوں نے خِفَّةُ لِحْيَتِهٖ کے بجائے خِفَّةُ لَحْيَيْهِ کہا ہے یعنی تلاوتِ قرآن میں غلطی کم کرنا انسان کی سعادت مندی ہے۔ اگر یہ راوی کی غلطی نہیں ہے تو یہ حدیث غریب ہے اور میری رائے یہ ہے کہ یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔

داڑھی میں کنگھی کرنا

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی مبارک داڑھی میں کنگھی کیا کرتے تھے۔ [2] صالحین بھی دین و سنت پر عمل کرتے ہوئے صفائی ستھرائی کے حصول، جوؤں وغیرہ کی گندگی دور کرنے اور ٹوٹے ہوئے بال گرانے کی غرض سے داڑھی میں کنگھی کیا کرتے تھے۔

بعض دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے داڑھی کو بکھری ہوئی رہنے دینے اور اپنی ذات کی اصلاح میں مگن رہنے کی وجہ سے داڑھی میں کنگھی نہ کیا کرتے، ان کی نظر میں سچائی بہتر تھی اور واقعی ہر چیز میں سچائی بہتر ہے۔ کسی نے حضرت سَیِّدُنا داود طائی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی بکھری ہوئی داڑھی دیکھی تو کہا: اے ابو سلیمان! اپنی داڑھی کو کنگھی ہی کر لیتے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں فارغ ہوں (جو داڑھی میں کنگھی کرتا پھروں)۔

کبھی کبھی بالوں میں تیل لگانا

البتہ ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وقتاً فوقتاً اپنے بالوں میں تیل بھی لگاتے [3] اور بالوں میں کنگھی بھی کیا کرتے تھے [4] نیز اس کا حکم بھی فرماتے اور ارشاد فرماتے: کبھی کبھی تیل لگایا کرو۔ [5]

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۲/ ۱٦۳، حدیث: ۱۲۹۲۰

[2] ......الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ، ص ۳۹، حدیث: ۳۲

[3] ......مسلم، کتاب الفضائل، باب شیبۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۹۸۲، حدیث: ٦۰۸۳

[4] ......الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ، ص ۳۹، ٤۰، ٤۱، حدیث: ۳۲، ۳۵

[5] ......ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی النھی عن الترجل الا غبا، ۳/ ۲۹۳، حدیث: ۱۷٦۲ بتغیر قلیل

ایک روایت میں ہے: جس کے بال ہوں وہ ان کی دیکھ بھال کرے۔[1]

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اس کے پاس تیل نہیں جس کے ذریعے بالوں کو درست کرتا؟ پھر ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس حالت میں آتا ہے گویا وہ شیطان (کی طرح بال بکھیرے ہوئے) ہے۔[2]

ایک غریب روایت میں ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روزانہ دو مرتبہ اپنی مبارک داڑھی میں کنگھی کیا کرتے تھے۔[3]

اس سے زیادہ غریب دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دروازے مبارک پر کچھ لوگ جمع تھے۔ میں نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ سر اور داڑھی کے بال سنوارنے کے لیے مٹکے میں (اپنا عکس) ملاحظہ فرما رہے تھے۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔[4]

حدیث مشہور میں ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روزانہ اپنی داڑھی مبارک کو کنگھی کیا کرتے تھے[5] اور کنگھی اور سر کھجانے کی لکڑی کو سفر و حضر کسی بھی حالت میں خود سے جدا نہ فرماتے تھے۔[6]

یہ اہلِ عرب کا دُستُور تھا جو ان میں رائج تھا اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اس پر کاربند رہے۔ لہٰذا یہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاقِ حمیدہ کا حصہ بھی تھا اور اس دور میں نوجوان بھی اپنی جوانی و کم عمری پر اترانے اور فخر کرنے کے بجائے بڑھاپے کو قابلِ ترجیح و فضیلت سمجھتے ہوئے بوڑھوں کی مشابہت اختیار کرتے تھے۔

---

1 ......ابو داود، کتاب الترجل، باب فی اصلاح الشعر، ۴/۱۰۳، حدیث: ۴۱۶۳

2 ......ابو داود، کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب وفی الخلقان، ۴/۷۲، حدیث: ۴۰۶۲ مختصر

3 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ، ص ۳۹، حدیث: ۳۲ نحوہ

4 ......الکامل لابن عدی، ۲/۲، رقم: ۱۸۰: ایوب بن مدرک الحنفی، بتغیر

5 ......لم اجد

6 ......معجم اوسط، ۴/۲۹، حدیث: ۵۲۴۳

بہترین نوجوان اور بدترین بوڑھے

حدیث پاک میں ہے: تمہارے بہترین نوجوان وہ ہیں جو بوڑھوں کی مشابہت اختیار کریں اور بدترین بوڑھے وہ ہیں جو نوجوانوں سے مشابہت اختیار کریں۔[1]

اور حدیث پاک میں ہے: بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا **اللہ** پاک کی تعظیم میں سے ہے۔[2]

مشائخ کرام عمر رسیدہ ہو جانے پر بڑائی اور برتری جتانے کے بجائے عاجزی و انکساری کرتے ہوئے علم اور دینداری کی بنیاد پر نوجوانوں کو افضل سمجھتے اور انہیں مقدم رکھتے تھے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کو نو عمر ہونے کے باوجود بڑی عمر والے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مقدم رکھا کرتے اور ان صحابہ کی موجودگی میں ان سے مسائل دریافت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا وغیرہ سے روایت ہے کہ **اللہ** پاک اپنے بندوں کو جوانی ہی میں علم عطا فرماتا ہے اور ساری بھلائی جوانی ہی میں ہے۔ پھر یہ تین آیاتِ مبارکہ تلاوت فرمائیں:

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ ؕ۝۶۰ (پ۱۷، الانبیآء: ۶۰)
ترجمۂ کنزالایمان: ان میں کے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔

اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ (پ۱۵، الکھف: ۱۳)
ترجمۂ کنزالایمان: وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے۔

وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ۙ۝۱۲ (پ۱۶، مریم: ۱۲)
ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ جب رسول خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر کرتے تو ارشاد فرماتے: جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ہوا تو سر انور اور داڑھی مبارک کے 20 بال بھی سفید نہ تھے۔[3] پوچھا

---

[1] ......الآثار لابی یوسف، باب الغزو والجیش، ص ۲۱۴، حدیث: ۹۵۰
مسند ابی یعلی، حدیث واثلۃ بن الاسقع، ۶/ ۲۸۶، حدیث: ۷۴۴۵

[2] ......ابوداود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ۴/ ۳۴۴، حدیث: ۴۸۴۳

[3] ......مسلم، کتاب الفضائل، باب فی صفة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومبعثه وسنه، ص ۹۸۳، حدیث: ۲۰۸۹

گیا: اے ابو حمزہ! ایسا کیوں تھا، حالانکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عمر مبارک تو کافی تھی؟ فرمایا: **اللّٰہ** پاک نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بڑھاپے کے عیب سے بھی پاک رکھا تھا۔ عرض کی گئی: کیا بڑھاپا عیب ہے؟ فرمایا: تم سب اسے ناپسند ہی تو کرتے ہو۔[1]

کم عمر قاضی

منقول ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن اکثم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو عہدہ قضا سونپا گیا تو اس وقت آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی عمر 21 سال تھی۔ ایک دن کسی شخص نے بھری مجلس میں آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو کم عمری پر شرمندہ کرنے کے ارادے سے کہا: قاضی صاحب آپ کو تائید الٰہی حاصل رہے، آپ کی عمر کتنی ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میری عمر بھی اتنی ہی ہے جتنی حضرت سیِّدُنا عتاب بن اُسید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی اس وقت تھی جب انہیں رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مکہ معظمہ کی حکمرانی سپرد فرمائی تھی، یوں آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اسے لاجواب کر دیا۔[2]

کسی ادیب کا قول ہے: داڑھی (حد شرع سے) جتنی لمبی ہوتی رہتی ہے عقل اتنی ہی سکڑتی رہتی ہے۔

بے وقوفی کی علامت

حضرت سیِّدُنا ابو عمرو بن علاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جس کا قد لمبا، سر چھوٹا اور لمبی چوڑی داڑھی ہو تو اس کے بارے میں بے وقوف ہونے کا فیصلہ کرو اگرچہ وہ (اپنے وقت کا دانش مند) اُمَیَّہ بن عبدِ شمس ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: کسی شخص کی بے وقوفی اس کے لمبے قد، بڑی داڑھی، اس کی کنیت اور اس کی انگوٹھی کے نقش سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: مجھے طویل داڑھی والے عقل مند شخص پر تعجب ہے، وہ اسے کیوں نہیں کاٹتا تاکہ وہ دو داڑھیوں کے درمیان ہو جائے (یعنی نہ بہت چھوٹی ہو اور نہ بہت لمبی) کیونکہ ہر چیز

---

1 ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۴/ ۵۰۵، حدیث: ۱۳۲۶۳ مختصرا

2 ......یہاں سے کچھ عبارت کا ترجمہ متروک ہے جسے اہل علم احباب کے لئے کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔

میں میانہ روی اچھی ہے۔ یہ بات سلف سے بھی منقول ہے۔

بزرگی اور جواں مردی علم سے ہے

کسی شاعر کا کہنا ہے:

لَا تَعْجَبَنَّ بِلِحْيَةٍ كَبُرَتْ مَنَابِتُهَا طَوِيْلَه

يَهْوِيْ بِهَا عَصْفُ الرِّيَاحِ كَأَنَّهَا ذَنَبُ الْحَسِيْلَه

قَدْ يُدْرِكُ الشَّرَفَ الْفَتٰى يَوْمًا وَلِحْيَتُهُ قَلِيْلَه

ترجمہ: ہر گز ایسی داڑھی پر خوش مت ہونا جس کے بال بڑھ کر (سنت کی مقدار سے زیادہ) لمبے ہو جائیں۔ تیز ہوا کے جھونکے اسے بچھڑے کی دم کی مانند اڑاتے ہوں کیونکہ بُزرگی تو ایک نہ ایک دن اس نوجوان کو بھی حاصل ہو جاتی ہے جس کی داڑھی ابھی چھوٹی ہو۔

لَعَمْرُكَ مَا الْفِتْيَانُ اَنْ تَنْبُتَ اللِّحٰى

وَلٰكِنَّمَا الْفِتْيَانُ كُلُّ فَتًى نَدٰى

ترجمہ: تیری عمر کی قسم! جواں مردی داڑھی اُگنے سے نہیں ہے البتہ ہر سخی و کریم نوجوان جواں مرد ہے۔

بوڑھے کا نوجوان سے علم حاصل کرنا

(پہلے کے) عمر رسیدہ مشائخ نوجوانوں سے علم حاصل کرنے میں شرم و عار محسوس نہیں کرتے تھے اور نہ ہی انہیں کم سنی کی وجہ سے خود سے کمتر سمجھتے تھے کیونکہ علم و فضل عطا کرنا **اللہ** کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ **اللہ** پاک جو عطا فرمائے اسے بچے یا بڑے سے روک لینے والا کوئی نہیں اور **اللہ** پاک بڑے یا بچے سے جو چیز روک لے، وہ چیز دینے والا کوئی نہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو ایوب سختیانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے ایک 80 سالہ بوڑھا ملا جو ایک لڑکے کے پیچھے چل رہا تھا جس سے وہ بوڑھا علم حاصل کرتا تھا۔ اس بوڑھے سے کسی نے کہا: آپ اس نوجوان سے علم حاصل کرتے ہیں؟ وہ بوڑھا کہنے لگا: ہاں! میں جب تک اس سے علم سیکھ رہا ہوں اس کا غلام ہوں۔

حضرت سیِّدُنا امام زین العابدین علی بن حسین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو علم میں بڑھ گیا وہ علمی معاملات میں تمہارا امام ہے، اگرچہ عمر میں تم سے چھوٹا ہو۔

حضرت سیِّدُنا ابو عمرو بن علاء رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کیا بہت بوڑھے شخص کو یہ زیب دیتا ہے کہ کسی چھوٹی عمر والے سے علم حاصل کرے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: اگر اسے زندہ رہنا زیب دیتا ہے تو چھوٹی عمر والے سے علم حاصل کرنا بھی زیب دیتا ہے کیونکہ زندہ رہنے تک اسے علم کی ضرورت پڑتی رہے گی۔

حصول علم کی جستجو

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے خچر کے پیچھے پیچھے چلتے دیکھا تو ان سے پوچھا: اے اَبُوعَبْدُاللہ! آپ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اونچی سند کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنے کے بجائے اس نوجوان کے پیچھے چل رہے ہیں اور ان سے سن رہے ہیں؟ فرمایا: اگر تم انہیں پہچانتے تو ان کی دوسری طرف تم چل رہے ہوتے، اگر مجھے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی اونچی سند سے اُن کا علم نہ ملا تو نچلی سند سے حاصل ہو جائے گا اور اگر میں اس نوجوان کی عقل سے استفادہ نہ کر پاؤں تو ایسا علم نہ اونچی سند سے حاصل کر سکوں گا نہ نچلی سند سے۔

علم و تقویٰ کے ہوتے ہوئے عاجزی

(مصنف کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:) میں نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن جلاء رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو یہ فرماتے سنا: اگر میں کسی بچے کو بھی کوئی ایسا کام کرتے دیکھوں جو مجھے اچھا لگے تو میں اس بچے کی بھی پیروی کرتا ہوں اور وہ اس کام میں میرا پیشوا بن جاتا ہے۔

(مصنف فرماتے ہیں:) علم و تقویٰ کے ہوتے ہوئے عاجزی و انکساری کرنے میں کوئی ان سے بڑا شخص میں نے نہیں دیکھا۔

ایک حدیث اور اس کی توجیہات

بہر حال یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس حدیث پاک کا کیا مطلب ہے جس میں فرمایا گیا کہ

لوگوں میں اس وقت تک بھلائی باقی رہے گی جب تک علم انہیں اپنے بڑوں سے ملتا رہے گا اور جب علم انہیں اپنے چھوٹوں سے ملے گا تو وہ ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔[1]

حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے جب اس حدیث پاک کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں چھوٹوں سے مراد اہل بدعت (یعنی بدعقیدہ لوگ) ہیں کیونکہ اہل سنت میں جو بھی صاحبِ علم حضرات ہیں ان میں کوئی بھی چھوٹا نہیں۔ پھر فرمایا: بہت سے کم عمر علما سے ہم نے علم کا بڑا خزانہ حاصل کیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مذکورہ حدیث پاک میں اکابر سے مراد صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہیں۔ یہ قول دوسری حدیث پاک کے مطابق ہے اور وہ حدیث پاک یہ ہے: میری امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک ان میں میرا کوئی بھی صحابی موجود ہو گا اور میرے امتیوں پر ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ روئے زمین کے گوشے گوشے میں بھی تلاش کے باوجود میری زیارت کرنے والا (صحابی) نہ ملے گا۔[2]

یہ بیان کردہ قول یعنی بڑوں سے صرف صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان مراد لینا کیسے درست مانا جا سکتا ہے، جبکہ وہ حدیث پاک جو ہم نے پہلے ذکر کی ہے اس سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ ایک روایت میں ہے: لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے جب تک انہیں رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اور اپنے بزرگوں سے علم ملتا رہے گا اور جب انہیں اپنے چھوٹوں سے علم ملے گا تو بڑے چھوٹوں کی نافرمانی پر اتر آئیں گے اور ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔[3]

یہ چھوٹوں سے علم حاصل نہ کرنے کے خدشے کو بیان کیا گیا ہے جس کی وجوہات شرم وحیا، تکبر اور ننگ وعار کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ حدیث کی توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ حدیث حقیقی معنیٰ میں نہیں ہے صرف (دورِ صحابہ تک خیر باقی رہنے کی) خبر دینا مقصود ہے بعد کے دور کی مذمت وبرائی بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ چنانچہ،

---

[1]......الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی قبض العلم، ص ۲۸۱، حدیث: ۸۱۵

[2]......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الفضائل، ماذکر فی الکف عن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ۷/ ۵۴۹، حدیث: ۱۴

تاریخ بغداد، ۲/ ۱۸۴، رقم: ۶۰۲: محمد بن الحسن بن بور البلخی

فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل، ص ۳۱۴، حدیث: ۴۴۲ نحوہ

[3]......الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی قبض العلم، ص ۲۸۱، حدیث: ۸۱۵

امت محمدیہ کا ایک شرف

ایک روایت میں اس امت کی خوبی یہ بیان کی گئی ہے کہ ”اس امت کے ابتدائی دور میں چھوٹے اپنے بزرگ علما سے علم حاصل کریں گے اور جب آخری دور ہو گا تو اس امت کے بزرگ لوگ چھوٹی عمر کے علما سے علم حاصل کریں گے۔“[1] جب ایسا وقت آئے گا تو یہ چھوٹوں کی فضیلت کا اور تمام سابقہ امتوں پر اس امت کے شرف کا باعث ہو گا۔ اس لئے کہ سابقہ امتوں کے لوگ صرف پادریوں، راہبوں اور بہت عابد و زاہد قسم کے بوڑھوں سے ہی علم حاصل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث پاک میں بتایا گیا کہ اس امت کو اپنے ابتدائی دور کے مقابلے میں آخری دور میں گزشتہ تمام امتوں پر اس اعتبار سے بھی فضیلت حاصل ہو جائے گی کہ بڑے چھوٹوں سے علم حاصل کریں گے کیونکہ انہیں **اللہ** پاک نے علمی فضل و مرتبہ عطا فرمایا ہو گا۔

اور یہ بات اُس روایت کے عین مطابق ہے کہ (حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا): میری امت اس بارش کی طرح ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے پہلے حصے میں بھلائی ہے یا آخری حصے میں ہے۔[2]

اس روایت کی شاہد دوسری روایت ہے کہ وہ امت کیسے ہلاکت میں پڑ سکتی ہے جس کی ابتدا میں ہوں اور آخر میں مسیح ابنِ مریم ہوں گے۔[3]

ایک حدیث پاک میں ہے: جس شخص کو **اللہ** پاک نے علم کی دولت سے نوازا ہے اسے حقیر مت سمجھو کیونکہ **اللہ** پاک نے اسے علم سے نوازا ہے تو یقیناً وہ اس کے نزدیک حقیر نہیں ہے۔[4]

حضرت سیّدُنا امام شعبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے جس سے میں نے کوئی حدیث بھی لکھی یا علم کی کوئی بات سیکھی میں اس کا غلام ہوں۔ ایک مرتبہ فرمایا: جس استاد سے میں نے سات احادیث لکھ لیں اس نے یقیناً مجھے اپنا غلام بنا لیا۔

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۱/ ۲۰۴، حدیث: ۱۱۶۶۴

[2] ......ترمذی، کتاب الامثال، ۴/ ۳۹۷، حدیث: ۲۸۷۸

[3] ......تفسیر الطبری، سورۃ ال عمرن، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/ ۲۸۸، حدیث: ۷۱۴۳

[4] ......الکامل لابن عدی، ۵/ ۱۷۷، رقم: ۹۵۵: طلحۃ بن زید الرقی یکنی ابامسکین

الکامل لابن عدی، ۳/ ۲۶۶، رقم: ۵۰۲: حمزۃ بن ابی حمزۃ النصیبی

جہاد میں کالا خضاب لگانا

بہر حال جہاں تک کالا خضاب استعمال کرنے کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں منقول ہے کہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے بعض علما کالا خضاب لگایا کرتے تھے۔ مگر یہ کالے خضاب کا استعمال نفس کی خواہش یا بڑھاپا چھپانے کی غرض سے نہ ہوتا تھا بلکہ یہ تو دشمنِ خدا کے لیے تیاریوں میں سے محض ایک تیاری کے طور پر ہوتا تھا جیسا کہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (پ ۱۰، الانفال: ۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے۔

اور جوانی کا اظہار کرنا بھی قوت سے تعلق رکھتا ہے۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور آپ کے صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کا رَمَل فرمانا (یعنی طواف میں کندھے ہلاتے ہوئے اکڑ کر تیز قدموں سے چلنا) اور اضطباع (بازو احرام کی چادر سے باہر نکالنا) بھی کفار کو دکھانے کے لیے تھا تاکہ انہیں پتا چلے کہ مسلمان مضبوط اور طاقتور ہیں۔[1]

بد ترین درجے والا

جو شخص بھی اچھی نیت سے اور اللہ کی رضا چاہتے ہوئے کوئی عمل کرے اور اس عمل کے بارے میں دینی معلومات رکھتا ہو تو وہ عمل اس کے لیے باعثِ فضیلت ہے۔ اور اگر وہ اس کا گھٹیا کام ہو تو اس معاملے میں اس کے طریقے کی اتباع نہیں کی جائے گی کیونکہ رسول اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ "اللہ کے نزدیک لوگوں میں بدترین درجہ اس شخص کا ہے جو مومن کے بُرے کام کی پیروی کرے اور اس کے اچھے کام کو چھوڑ دے۔"[2]

اس میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ مومن سے بُرائی بھی ہوتی ہے اور لوگوں میں بدتر وہ شخص ہے جو نفس کی خواہش کے لیے کوئی جواز پیدا کر کے بُرائی کو اختیار کرے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الرمل... الخ، ص ۵۰۷، حدیث: ۳۰۵۹

[2] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزهد، کلام موسی النبی علیه السلام، ۸/۱۲۲، حدیث: ۹ بتغیر قلیل

التوبیخ والتنبیه لابی الشیخ، باب ذکر قول النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابغض الرجال الی اللہ... الخ، ص ۷۵، حدیث: ۱۴۳

سنتوں اور مکروہات کا بیان

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ (پ ۲۷، الطور: ۴۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ آپ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد فجر کی دو رکعتیں ہیں۔ اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے:

وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ (پ ۲۶، قٓ: ۴۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

اس کی تفسیر میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے فرمایا: اس سے مغرب کی دو رکعتیں مراد ہیں۔

اور یہ تفسیر (اِدْبَار) الف کو زیر کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں ہے، البتہ (اَدْبَار) الف کو زبر کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں تمام فرضوں کے بعد پڑھی جانے والی رکعتیں مراد ہوں گی۔ تسبیح نفل نماز کا نام ہے کیونکہ اس میں تسبیح ہوتی ہے، اسی وجہ سے نفل نماز کو (عربی میں) سُبْحَۃٌ کہتے ہیں۔

17 رکعتیں

فرض نمازوں سے پہلے اور بعد ایسی سنتیں اور مستحبات ہیں جن کو نہیں چھوڑنا چاہیے ان میں بعض، بعض سے زیادہ مؤکد ہیں۔ یہ 17 رکعتیں ہیں جن کا مجموعہ پانچ احادیث میں ہے۔ ایک حدیث پاک ہے کہ کسی نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دن بھر کی نمازوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: 16 رکعتیں ہیں۔[1] حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: میں نے رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے 10 رکعتیں یاد رکھی ہیں۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی حدیث پاک میں ظہر سے پہلے کی سنتوں کے بارے میں

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فیما یستحب من التطوع بالنھار، ۲/۴۲، حدیث: ۱۱۶۱

[2] ......بخاری، کتاب التہجد، باب الرکعتان قبل الظھر، ۱/۳۹۸، حدیث: ۱۱۸۰

مروی ہے۔[1] حضرت سیّدُنا انس بن مالک اور حضرت سیّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کی احادیث میں عشا کے بعد کی سنتوں اور وتر کے بارے میں مروی ہے۔[2]

حضرت سیّدَتُنا اُمِّ حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی روایت میں سنتوں کی تعداد فضیلت کے ساتھ مروی ہے اور وہ یہ ہے کہ "جس شخص نے فرضوں کے علاوہ دن بھر میں بارہ رکعتیں ادا کیں **اللہ** پاک اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔"[3]

ایک حدیث غریب اہلِ بیتِ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِم سے مروی ہے جو کسی حد تک مذکورہ احادیث کے مطابق ہے اور وہ یہ کہ "بے شک **اللہ** پاک نے دن رات میں تم پر 17 رکعتیں فرض فرمائیں اور تمہارے لیے میری سنتیں بھی اسی کی مثل (17 رکعتیں) ہیں۔"[4]

17 رکعات کی تفصیل

ان میں سب سے پہلے فجر کی دو رکعتیں جو کہ سنت مؤکدہ ہیں، ظہر سے پہلے کی چار رکعات سنت ہیں جو بہت ہی پسندیدہ قرار دی گئیں ہیں، ظہر کے بعد کی دو رکعتیں سنت ہیں اور عصر سے پہلے کی چار رکعات ہیں، یہ بھی بہت پسندیدہ ہیں۔ چنانچہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: **اللہ** پاک اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرے۔ لہٰذا دعائے نبوی میں شامل ہونے کی امید پر عصر سے پہلے والی سنتوں کو مقدم رکھنا چاہیے۔ مغرب کے بعد کی دو رکعتیں بھی سنتِ مؤکدہ ہیں اور تین رکعت وتر بھی سنتِ موکدہ ہیں۔[5]

---

1 .... ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب فی الاربع الرکعات قبل الظہر، ۲/۴۰، حدیث: ۱۱۵۷

2 .... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا... الخ، ص ۲۸۷، حدیث: ۱۶۹۹

3 .... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب فضل السنن الراتبۃ قبل الفرائض وبعدھن، ص ۲۸۷، حدیث: ۱۶۹۶

مسند امام احمد، مسند النساء، حدیث ام حبیبۃ بنت ابی سفیان، ۱۰/۲۳۳، حدیث: ۲۶۸۳۶

4 .... ابو داود، کتاب التطوع، باب الصلاۃ قبل العصر، ج ۲، ص ۳۵، الحدیث: ۱۲۷۱

5 .... وتر کی نماز شوافع کے نزدیک سنت ہے جبکہ احناف کے نزدیک واجب ہے اگر سہواً یا قصداً نہ پڑھی تو قضا واجب ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 4، 653/1) کہ حدیث پاک میں ہے: رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

(ابو داود، کتاب الوتر، باب فیمن لم یوتر، ۲/۸۹، حدیث: ۱۴۱۹)

اِشراق کی نماز

بہر حال امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی جو روایت ہے اس میں آپ نے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نماز کے بارے میں جو بات بیان فرمائی ہے وہ کسی اور نے ذکر نہیں کی، وہ روایت یہ ہے: رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دو وقتوں میں چاشت کی (کل) چھ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔ (ایک وقت تو وہ ہوتا) جب سورج روشن ہو کر بلند ہو تا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہوتے اور دو رکعت ادا فرماتے اور یہی اشراق کی نماز ہے، یہ دن کا دوسرا عمل ہوتا تھا۔ اور دوسرا وقت وہ ہوتا جب دھوپ پھیل جاتی اور سورج مشرقی سمت سے آسمان کے چوتھائی حصہ میں ہوتا تو چار رکعتیں ادا فرماتے اور یہ چاشت کی نماز ہے، یہ دن کا تیسرا عمل ہوتا تھا، چاشت کی طرح جب سورج عصر کی نماز کے وقت آسمان کا تین چوتھائی حصہ طے کر چکا ہوتا تو بھی چار رکعت (سنت) ادا فرماتے تھے۔[1]

ان دونوں وقتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اس نماز کی پابندی کرنا بہت اہم اور قابلِ فضیلت عمل ہے۔

چاشت کی نماز اور رکعتیں

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی بہن حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ ہانی رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں[2] اور انہیں طوالت اور عُمدگی سے ادا فرمایا۔[3]

حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ ہانی رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے علاوہ کسی اور سے یہ تعداد منقول نہیں۔

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بیان فرماتی ہیں: حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چاشت کی (کم از کم) چار رکعتیں ادا فرمایا کرتے اور جس قدر **اللہ** پاک چاہتا اضافہ فرماتے۔[4]

---

1 ......معجم اوسط، ۳/۲۲۶، حدیث: ۴۴۱۰

2 ......مسلم، کتاب الحیض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوہ، ص ۱۵۰، حدیث: ۷۶۵

3 ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، ۳/۲۰۹، ۲۱۰

4 ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ الضحی... الخ، ص ۲۸۳، حدیث: ۱۶۶۵

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اضافے کی کوئی حد بیان نہ فرمائی جبکہ ایک حدیثِ مفرد میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چاشت کی چھ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔[1]

ظہر کی چار سنتیں

صرف حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہ ہی وہ صحابی ہیں جو رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ عمل بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آفتاب ڈھلنے کے بعد نمازِ ظہر سے پہلے چار رکعت ادا فرمانے میں کبھی ناغہ نہ کرتے تھے، ان رکعتوں میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سورۂ بقرہ کی مقدار تلاوت فرمایا کرتے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دُعا قبول کی جاتی ہے اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا نیک عمل بلند کیا جائے۔[2]

فرائض کے علاوہ 12 رکعتیں

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ حبیبہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے تفصیل کے ساتھ مروی ہے کہ جو شخص دن بھر میں فرائض کے علاوہ 12 رکعتیں ادا کرے گا **اللہ** پاک اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔[3]

ان کی تفصیل یہ ہے: دو رکعتیں فجر سے پہلے، چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد، دو رکعتیں عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ میں نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہر روز کی 10 رکعتیں یاد رکھی ہیں، پھر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اپنی رکعتوں کا ذکر کیا (جو مذکورہ روایت میں ذکر کی

---

[1] ......معجم اوسط، ۳/ ۲۲۶، حدیث: ۴۴۱۰

[2] ......ترمذی، کتاب الوتر، باب ماجاء فی الصلاۃ عند الزوال، ۲/ ۲۰، حدیث: ۴۷۷
مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی ایوب الانصاری، ۹/ ۱۴۱، حدیث: ۲۳۶۱۰

[3] ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل السنن الراتبۃ قبل الفرائض وبعدھن، ص ۲۸۶، حدیث: ۱۶۹۴
نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، باب ثواب من صلی فی الیوم واللیلۃ ثنتی عشر ۃ رکعۃ، ص ۳۰۸، حدیث: ۱۸۰۰

گئی ہیں) سوائے فجر کی دو رکعتوں کے (جن کے بارے میں) آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: اس وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا لیکن میری بہن (اُمُّ المؤمنین) حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے مجھے بتایا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے گھر میں دو رکعتیں ادا فرما کر ہی باہر تشریف لے جاتے تھے۔[1]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے اپنی اس روایت میں ظہر سے پہلے کی (چار رکعتوں کے بجائے) دو رکعتوں کا ذکر کیا ہے اور دو رکعتیں عشاء کے بعد کی ذکر کی ہیں۔[2]

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا ارشاد فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عشا کے بعد چار رکعتیں ادا فرما کر آرام کیا کرتے تھے۔[3]

وتر میں پڑھنے والی سورتیں

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ارشاد فرماتے ہیں: رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عشاء کے بعد تین رکعات وتر پڑھتے۔ پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى" ، دوسری میں "قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" اور تیسری میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کی تلاوت فرماتے۔[4]

ایک روایت میں ہے کہ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر ادا فرماتے[5] اور کچھ حصہ چار زانو پڑھتے تھے۔[6]

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بستر مبارک کی طرف جانے کا ارادہ

---

[1] ......ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء انه یصلیهما فی البیت، ۱/ ۴۳۹، حدیث: ۴۳۳
بخاری، کتاب التهجد، باب الرکعتان قبل الظهر، ۱/ ۳۹۸، حدیث: ۱۱۸۰
مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، ۲/ ۲۳۴، حدیث: ۴۶۶۰

[2] ......بخاری، کتاب التهجد، باب الرکعتان قبل الظهر، ۱/ ۳۹۸، حدیث: ۱۱۸۰

[3] ......ابوداود، کتاب التطوع، باب فی صلاۃ اللیل، ۲/ ۶۰، حدیث: ۱۳۴۶

[4] ......الکامل لابن عدی، ۷/ ۳۰۵، رقم: محمد بن بلال البصری الکندی التمار

[5] ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات... الخ، ص ۲۹۱، حدیث: ۱۷۴۴
ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاۃ والسنة فیها، باب ما جاء فی الرکعتین بعد الوتر جالسا، ۲/ ۵۶، حدیث: ۱۱۹۵

[6] ......نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، باب کیف صلاۃ القاعد، ص ۲۸۹، حدیث: ۱۶۵۸ بتغیر

فرماتے تو اس کی طرف گھٹنوں کے بل جاتے اور سونے سے پہلے بستر پر دو رکعتیں ادا فرماتے، جن میں سورۂ زلزال اور سورۂ تکاثر کی تلاوت فرماتے تھے۔

ایک روایت میں "سورۂ تکاثر" کی جگہ "سورۂ کافرون" کا ذکر ہے۔[1]

34 رکعتیں

اگر بندہ 17 رکعتوں کو ڈگنا کر لے اور 34 رکعتوں کی پابندی کرے (یعنی فرائض کی 17 رکعتوں کے ساتھ سترہ رکعات سنت بھی پڑھے)، نماز میں ان کو اپنا معمول بنا لے تو یہ بہت افضل عمل ہے۔ یہی اہل بیت کا طریقہ ہے اور ان کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جو اہل بیت نے خود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کی ہے کہ **اللہ** پاک نے میری امت پر دن رات میں 17 رکعتیں فرض فرمائیں اور میری سنتیں بھی ان کے لیے اسی کی مثل (17 رکعتیں) ہیں۔

اگرچہ حفاظ حدیث اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں مگر اس کے علاوہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان بھی ہے: نماز بہترین عمل مقرر کیا گیا ہے تو جو چاہے زیادہ پڑھے اور جو چاہے کم پڑھے۔[2]

اور یہ فرمان بھی ہے: ہر اذان و اقامت کے درمیان نماز ہے جو چاہے پڑھے۔[3]

فرضوں سے پہلے اور بعد کی جن سنتوں اور مستحب نمازوں کا ابھی ذکر کیا گیا، اگر کوئی شخص ان کی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کو ادا کرے تو وہ قُربِ الٰہی حاصل کر لے گا۔ دو رکعتیں فجر سے پہلے، چار رکعت چاشت کی، چار رکعت ظہر سے پہلے اور چار اس کے بعد، چار رکعت عصر سے پہلے، چھ رکعت مغرب کے بعد، چار رکعتیں عشاء سے پہلے اور چھ رکعتیں عشا کے بعد پھر ایک اور رکعت کے ذریعے انہیں وتر (طاق) کر لے۔[4]

---

[1] ......حاشیۃ اعانۃ الطالبین، فصل فی صلاۃ النفل، ج ۱/ ۳۳۱

[2] ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاری، ۸/ ۱۳۲، حدیث: ۲۱۶۰۸

[3] ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب بیان کل اذانین صلاۃ، ص ۳۲۵، حدیث: ۱۹۴۰

ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الصلاۃ قبل المغرب، ۱/ ۲۲۹، حدیث: ۱۸۵

[4] ......احناف کے نزدیک وتر واجب ہے اور اس کی دلیل رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان ہے: "وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔" (مسند البزار، ۵/ ۶۷، حدیث: ۱۶۳۷) دوسرے یہ کہ احناف کے نزدیک وتر تین رکعات ہیں اور اس کی دلیل رسول پاک صَلَّی اللّٰہ

اگر ان رکعتوں کو اسی طرح ادا کیا جائے تو یہ مذکورہ فضائل کے مناسب اور منقولہ روایات کے مشابہ عمل ہو گا، اور احادیث ماثورہ اور اہلِ بیت رِضْوَانُ اللہِ عَلَیْہِم کے عمل کو سند بنانا چاہیے۔

دن اور رات کی زیادہ سے زیادہ مروی رکعتیں

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دن کی نمازوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد 16 رکعتیں مروی ہیں، جبکہ مغرب وعشا کے دوران چھ رکعتیں منقول ہیں،[1] نیز نمازِ چاشت کی زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں اور رات کی نماز کے متعلق ایک حدیث مقطوع[2] کو چھوڑ کر زیادہ سے زیادہ 13 رکعتیں مروی ہیں۔[3] حدیث مقطوع کو حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا امام طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت کیا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں 17 رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے[4]، جبکہ حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے اور اُمہات المؤمنین حصرت سیدہ عائشہ، حضرت سیدہ میمونہ، حضرت سیدہ اُم حبیبہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُم سے مروی تمام احادیث مسندہ میں 11 رکعتیں[5] اور 13 رکعتیں منقول ہیں۔[6]

جس نماز سے پہلے یا جس کے بعد کوئی نماز جائز نہیں ان کے علاوہ ہر نماز سے پہلے اور بعد چار چار رکعت پڑھنا مستحب ہے، ان چار چار کے بعد جتنی **اللہ** پاک توفیق دے مزید اضافہ کرے، نیز یہ بھی مستحب ہے کہ چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا کر لیا کرے، مگر جب تک نشاط باقی رہے لمبی رکعتیں پڑھے اور جب نشاط نہ رہے تو رکعتیں مختصر کر دے، مگر انہیں پابندی سے پڑھے کہ کسی عمل کا پابند رہنا بھی ایک علیحدہ عمل ہے جو بہت افضل عمل ہے اور بارگاہِ الٰہی میں نہایت پسندیدہ بھی ہے، لہٰذا اگر آٹھ رکعت کی پابندی نہ ہو پائے تو صرف

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان ہے کہ "رات کے وتر دن کے وتر یعنی نماز مغرب کی طرح تین ہیں۔" (معجم کبیر، ۹/۲۸۲، حدیث: ۹۴۱۹)

[1] ......ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ماجاء في الست رکعات بعد المغرب، ۲/۴۵، حدیث: ۱۱۶۷ نحوه

[2] ......حدیث مقطوع: وہ قول یا فعل جو کسی تابعی کی طرف منسوب ہو۔ (نصاب اصول حدیث، ص78)

[3] ......مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب صلاة اللیل وعدد رکعات... الخ، ص ۲۹۰، حدیث: ۱۷۲۲

[4] ......الزهد لابن المبارک، باب فضل ذکر الله، ص ۴۵۱، حدیث: ۱۲۷۳

[5] ......مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبي... الخ، ص ۲۹۰، حدیث: ۱۷۱۷

[6] ......مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبي... الخ، ص ۲۹۰، حدیث: ۱۷۲۰

چار ہی پڑھ لی جائیں مگر پابندی کے ساتھ۔

نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنا

(مصنف کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:) میرے نزدیک غروبِ آفتاب کے بعد نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جلیل القدر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا معمول تھا کہ وہ حضرات مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔[1] چنانچہ حضرت سیِّدُنا اُبی بن کعب، حضرت سیِّدُنا عُبادہ بن صامت، حضرت سیِّدُنا ابوذر اور حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ عَنْہُم اور دیگر اکابر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت سیِّدُنا عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ عَنْہ یا ان کے علاوہ کوئی اور صحابی فرماتے ہیں: جب مؤذن نمازِ مغرب کی اذان دے لیتا تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان دو رکعتیں پڑھنے کے لیے جلدی جلدی ستونوں کا رخ کرتے۔[2] ایک صحابی رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں، ہم مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔[3]

یہ عمل رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عام کے تحت داخل ہے کہ دو اذانوں (یعنی اذان واقامت) کے درمیان نماز ہے جو چاہے پڑھے۔[4]

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بھی یہ دو رکعتیں ادا کیا کرتے تھے، پھر لوگ ان دو رکعتوں کے معاملے میں ان پر اعتراض کرنے لگے (تو چھوڑ دیں)۔ ایک مرتبہ خود ہی فرمایا: میں نے دیکھا کہ لوگ نہیں پڑھتے تو میں نے بھی پڑھنا چھوڑ دیں، پھر فرمایا: "اگر کوئی شخص یہ دو رکعتیں اپنے گھر میں یا جہاں لوگ نہ دیکھیں وہاں پڑھ لے تو بہتر ہے۔" اور مستحب بھی یہی ہے۔

❀❀ ❀❀ ❀❀

---

[1] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب الرکعتین قبل المغرب، ۲/ ۲۹۰، حدیث: ۳۹۹۹

[2] ......سنن کبری للنسائی، کتاب الاذان، باب الصلاۃ بین الاذان والاقامۃ، ۱/ ۵۱۱، حدیث: ۱۶۴۲

[3] ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتین قبل صلاۃ المغرب، ص ۳۲۴، حدیث: ۱۹۳۸

[4] ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب بیان کل اذانین صلاۃ، ص ۳۲۵، حدیث: ۱۹۴۰

فصل 37 کبیرہ گناہوں کی شرح و تفصیل اور کفار سے حساب کا مسئلہ

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (پ۵، النسآء: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے۔

آیت مبارکہ میں، صغیرہ گناہوں کی مُعافی کے لیے ہلاکت خیز کبیرہ گناہوں سے بچنا شرط قرار دیا گیا ہے۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: کبیرہ گناہوں سے بچنے والے کے لیے پانچ نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک ان تمام گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں جو ان کے درمیان ہوں۔[1]

دوسری روایت میں یوں ہے: کبیرہ کے علاوہ تمام گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں۔[2]

لہٰذا گناہوں کی معافی سے کبیرہ گناہوں کو مُستثنیٰ (خارج) قرار دیا گیا ہے۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد میں اختلاف

کبیرہ گناہوں کی تعداد کے بارے میں اہلِ علم صحابہ اور تابعین عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اختلاف ہے۔ چار، سات، نو، گیارہ اور اس سے بھی زیادہ کی تعداد منقول ہے۔

☆-- حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ارشاد فرمایا: گناہِ کبیرہ چار ہیں۔[3]

☆-- حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: کبیرہ گناہ سات ہیں۔

☆-- حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عَمْرو رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے فرمایا: ان کی تعداد نو ہے۔

☆-- حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کے پاس حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کا یہ قول پہنچا کہ کبیرہ گناہ

---

[1] ......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الصلوات الخمس...الخ، ص ۱۱۸، حدیث: ۵۵۰

مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/ ۲۸۲، حدیث: ۸۷۲۳

[2] ......تنبیہ الغافلین، باب الصلوات الخمس، ص ۱۴۷، حدیث: ۳۵۹

[3] ......تفسیر الطبری، سورۃ النساء، تحت الآیۃ: ۳۱، ۴/ ۴۳، حدیث: ۹۲۰۰

سات ہیں تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ان کی تعداد سات کے بجائے 70 بیان کرنا میرے نزدیک مناسب ہے اور فرمایا: ہر وہ کام جس سے **اللہ** پاک نے منع فرمایا ہے وہ کبیرہ گناہ ہے۔

☆...حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا وغیرہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جس کام پر بھی **اللہ** پاک نے جہنم کی وعید ارشاد فرمائی وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

☆...ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہر وہ گناہ جس پر دنیا میں حد واجب ہو وہ کبیرہ گناہ ہے۔

اسلاف کے نزدیک گناہِ صغیرہ کی حیثیت

اسلاف کے نزدیک گناہِ صغیرہ کی حیثیت صرف گناہ کے قریب جانے جیسی تھی جن پر نہ تو حد مقرر کی گئی ہے اور نہ ہی ان کا ارتکاب کرنے والے پر جہنم کا خوف دلایا گیا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ وغیرہ سے یہی بات مروی ہے۔

☆...حضرت سیِّدُنا عبد الرزاق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: کبیرہ گناہ گیارہ ہیں۔

کبیرہ گناہوں کی اجمالی تعداد کے متعلق تمام اقوال میں سب سے زیادہ تعداد والا یہی قول ہے۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد مخفی ہونا

ایک قول یہ بھی ہے کہ کبیرہ گناہوں کی حقیقی تعداد معلوم نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کا معاملہ مخفی اور مبہم ہے، جیسے شبِ قدر، جمعہ کے دن کی (قبولیت والی) گھڑی اور صلوٰۃِ وسطیٰ کو مبہم و مخفی رکھا گیا ہے تاکہ لوگ خوف و امید کی کیفیت پر رہوں، نہ کسی نیکی کو کرنے سے باز رہیں اور نہ ہی کوئی نیکی کرکے مطمئن ہو جائیں۔

☆...(کبیرہ گناہوں کے معاملے میں) حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا استدلال اور اجتہادی قول نہایت ہی عمدہ ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: سورۂ نساء شروع سے تیسویں آیتِ مبارکہ تک پڑھ لو جس کے آگے یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:[1]

---

[1] ....مسند بزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۴/۳۳۷، حدیث: ۱۵۳۲

تفسیر الطبری، سورۃ النساء، تحت الآیۃ: ۳۱، ۴/۴۰، حدیث: ۹۱۷۴، ۹۱۷۸

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبٰٓىِٕرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ (پ۵، النسآء: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے۔

تو سورۂ نساء میں ابتدا سے اس آیت تک جن کاموں سے اللہ پاک نے منع فرمایا ہے وہ کبیرہ گناہ ہیں۔

یہ اِستدلال حضرت سیّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کے اس استنباط اور اجتہادی قول کے مشابہ ہے جو رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو شب قدر قرار دینے کے بارے میں ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا طریقہ استنباط یہ تھا کہ آپ نے سورۂ قدر کے کلمات گننا شروع کیے، جب "ھِیَ" تک پہنچے تو 27 کلمات ہوئے۔

ان دونوں اقوال کی حقیقت اللہ پاک بہتر جانتا ہے۔

مصنف کے نزدیک کبیرہ گناہوں کی تعداد

(مصنف کتاب حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:) اس مجموعی تفصیل کی روشنی میں میرے نزدیک کبیرہ گناہوں کی تعداد 17 ہے جو مختلف احادیث کا ماحاصل ہے اور میں نے ان احادیث میں بیان کیے گئے اعداد کو جمع کیا تو مجموعی تعداد یہی تھی۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

چار کبیرہ گناہوں کا تعلق دل سے ہے: (1) اللہ پاک کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ (2) اللہ پاک کی نافرمانی پر ڈٹے رہنا۔ (3) رحمتِ الٰہی سے مایوس ہو جانا اور (4) اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا۔

چار کبیرہ گناہوں کا تعلق زبان سے ہے: (1) جھوٹی گواہی دینا۔ (2) ایسے پاکدامن پر زنا کی تہمت لگانا جو کہ آزاد بالغ اور مسلمان ہو۔ (3) جھوٹی قسم کھانا، جس کے ذریعے کسی حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کیا جائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جھوٹی قسم سے مراد وہ قسم ہے جس کے ذریعے ناجائز طور پر کسی مسلمان کا مال لے لیا جائے خواہ وہ پیلو کی مسواک ہی کیوں نہ ہو۔

جھوٹی قسم کو یمین غموس کہنے کی وجہ

جھوٹی قسم کو یمین غموس (غوطہ والی قسم) کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ جو شخص یہ قسم کھاتا ہے یہ اسے غضب الٰہی میں ڈبو دیتی ہے، اس قسم کو یمین غموس کہنے کی ایک وجہ یہ بھی منقول ہے کہ یہ قسم اپنے مرتکب کو

دوزخ کی آگ میں غوطہ دے گی۔

جادو کسے کہتے ہیں؟

(4) جادو: جادو وہ کلام یا کام کہلاتا ہے جو اجسام یا انسان میں تبدیلی پیدا کر دے اور اس کے مقاصد کو تخلیقی حقائق سے پھیر دے۔ اور جادو گر وہ ہوتے ہیں جو (ڈوری میں لگی) گرہوں میں منتر پھونکتے ہیں، **اللہ** پاک نے ان سے پناہ طلب کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

تین کبیرہ گناہوں کا تعلق پیٹ سے ہے: (1) خمر (انگور کی شراب) اور دیگر نشہ آور شرابیں پینا (2) یتیم کا مال ناحق کھانا۔ (3) معلوم ہونے کے باوجود سود کھانا۔

دو کبیرہ گناہوں کا تعلق شرمگاہ سے ہے: (1) زنا اور (2) لواطت (بدفعلی کرنا)۔

دو کبیرہ گناہوں کا تعلق ہاتھوں سے ہے: (1) قتل اور (2) چوری کرنا۔

ایک گناہ کبیرہ کا تعلق پاؤں سے ہے اور وہ یہ کہ (جہاد میں) جنگ کے دن لشکر سے بھاگ جانا یوں کہ ایک دو کے مقابلے سے اور 10 افراد 20 کے مقابلے سے بھاگ جائیں۔ اگر امیر لشکر کے حکم پر جنگی حربہ آزمانے یا لشکر سے جا ملنے یا گھوم کر حملہ آور ہونے کی وجہ سے نہ ہو (بلکہ راہِ فرار اختیار کرنے کے لیے ہو) تو گناہ ہے۔

والدین کی نافرمانی اور اس کی مختصر تفصیل

ایک گناہِ کبیرہ کا تعلق پورے جسم سے ہے اور وہ والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔

نافرمانی کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اگر والدین کسی حق کے معاملے میں اس (اولاد) پر قسم کھالیں تو ان کی قسم پوری نہ کرے، کسی ضرورت کا مطالبہ کریں تو ان کی ضرورت پوری نہ کرے، ان کی امانت میں خیانت کرے، ان کے بھوکے ہونے کے باوجود اولاد اپنا پیٹ بھرے مگر والدین کو نہ کھلائے، وہ برا بھلا کہہ دیں تو انہیں مارے (یہ سب نافرمانی والے کام ہیں)۔

حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ یمانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے بیان کیا کہ تورات شریف میں ہے: والدین کے ساتھ افضل نیکی یہ ہے کہ تم اپنے مال کے ذریعے والدین کا مال بچاؤ، اپنے مال سے انہیں کھلا کر ان کا مال بڑھاؤ اور

نافرمانی کی بنیاد یہ ہے کہ تم ان کے مال کے ذریعے اپنے مال کی بچت کرو اور ان کا مال کھا کر اپنا مال بڑھاؤ۔

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ ایک نماز سے دوسری نماز اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان تمام گناہوں کا کفارہ ہیں، سوائے تین گناہوں کے: (1) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (2) سنت کو چھوڑنا اور (3) معاہدے کو توڑ دینا۔[1]

معاہدے کو توڑنا اس طرح ہے کہ کوئی شخص بیعت کرے اور پھر جس کی بیعت کی تھی اس کے خلاف تلوار لے کر لڑنے کے لیے نکل کھڑا ہو۔

گالی دینا کبیرہ گناہ ہے

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کا اپنے مسلمان بھائی کی عزت پر ناحق ہاتھ ڈالنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور ایک گالی کے بدلے دو گالی دینا بھی بڑا گناہ ہے۔[2]

بہرحال حضرت سیِّدُنا عبادہ بن صامت اور حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وغیرہ فرمایا کرتے تھے، تم لوگ ایسے کام بھی کر گزرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے زیادہ باریک (معمولی) ہیں حالانکہ ہم عہدِ رسالت میں انہیں کبیرہ گناہ شمار کرتے تھے۔[3] اور ایک روایت میں ہے کہ ہم ان کاموں کو مہلکات (ہلاکت والی چیزوں) میں شمار کرتے تھے۔[4]

علما کی ایک جماعت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جان بوجھ کر کیا جانے والا ہر گناہ کبیرہ ہے۔

چار چیزوں کا معاملہ مخفی

کسی بزرگ سے منقول ہے: چار چیزوں کا معاملہ مخفی ہے کہ ان کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی: (1) صلوۃِ

---

[1] ......مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۵، حدیث: ۷۱۳۲

مسند الحارث، کتاب الامارۃ، باب فیمن خرج من الطاعۃ وقاتل اسامہ، ۲/ ۲۳۴، حدیث: ۶۰۵

[2] ......ابوداود، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، ۴/ ۳۵۳، حدیث: ۴۸۷۷

[3] ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۴/ ۵۶۸، حدیث: ۱۴۰۴۱

[4] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من محقرات الذنوب، ۴/ ۲۴۴، حدیث: ۶۴۹۲

وُسطیٰ (2) شب قدر (3) جمعہ کی قبولیت والی وہ گھڑی جس میں قبولیتِ دعا کی اُمید کی جاتی ہے اور (4) کبیرہ گناہ۔ مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ گناہوں سے پرہیز کرنے میں وعید سے خوفزدہ رہیں اور نیکیوں کی طلب و جستجو میں وعدہ سے پر اُمید رہیں تاکہ نہ کسی نیک کام کو کرنے سے باز رہیں اور نہ ہی کوئی نیک کام کر کے مطمئن ہو جائیں، سب کاموں کا انجام **اللہ** ہی کی طرف ہے۔

(مصنف فرماتے ہیں:) ہم نے جو چیزیں بیان کی ہیں یہ سب اقوال میں مناسب اور درست ترین ہیں۔ ان ہلاکت خیز کبیرہ گناہوں سے جو شخص بچے گا اس کی (صغیرہ) خطائیں معاف ہو جائیں گی اور اسلام کے بنیادی پانچ فرائض کے علاوہ جو نوافل ہیں اس کے حق میں بر قرار رہیں گے کیونکہ ارکان اسلام اور کبیرہ گناہ دونوں باہم مخالفت کرنے والے ساتھی ہیں جو اپنے اپنے مفہوم میں بڑے اجر یا سزا کا باعث اور معنوی طور پر بالمقابل ہیں۔

کبائر سے بچنے پر چھوٹے گناہوں کا معاف ہونا

چنانچہ کبائر بہت عظیم گناہ ہیں ان سے بچنا چھوٹے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اسی طرح پانچ ارکان جو اسلام کی بنیاد ہیں ان کو پورا کرنا بھی اس کے بعد ہونے والی چھوٹی خطاؤں کو مٹا دیتا ہے، بندے کی نفلی نیکیاں بھی اپنی جگہ باقی رہتی ہیں اور چھوٹی برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں، لہٰذا بندے کو ایسی عظیم فضیلت حاصل ہوتی ہے کہ اس کے جنتی ہونے اور نیکوں کاروں کے مرتبے پر فائز ہونے کی امید کی جاسکتی ہے اور یقیناً ایسا شخص نیکیوں میں سبقت لے جانے والا ہے۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (پ۵، النسآء: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے۔

اور کبائر کے بعد فرمایا:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍؕ

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو **اللہ** بھلائیوں سے بدل دے گا۔

(پ ۱۹، الفرقان: ۷۰)

اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازیں درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں جب تک کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔[1]

چار ارکان کا نماز سے تعلق

لہٰذا (نماز کے علاوہ بقیہ) چار ارکان جو اسلام کی بنیاد ہیں وہ نماز کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں، نماز کی ادائیگی کے بغیر وہ (چاروں) بھی صحیح نہیں، گویا نمازوں سمیت چار ارکان مل کر ایک ایسی شے واحد کی طرح ہیں جو توحید و رسالت کی گواہی کے ساتھ اس طرح جڑی ہوئی ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دینا پانچوں کو چھوڑ دینے کے مترادف ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک اسلام کی اساس اور ایمان کی بنیاد ہے۔ کبائر سے بچنے کا توحید و رسالت کی گواہی کے ساتھ تعلق ہے اور اسی توحید و رسالت کی گواہی سے چار ارکان کی ادائیگی درست ہوتی ہے۔ چنانچہ جب کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے تو تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں، سوائے پانچ ارکان (توحید و رسالت کی گواہی، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور فرض حج) کے یہ پانچ ارکان چونکہ ان (کبائر) کے مقابلے میں بہت عظیم ہیں لہٰذا کبیرہ گناہ انہیں برباد نہیں کرتے۔

اور جب پانچ ارکان کی ادائیگی کی جائے تو یہ درمیان میں ہونے والی تمام برائیاں مٹا دیتے ہیں سوائے کبیرہ گناہوں کے کیونکہ وہ بہت بڑے گناہ ہوتے ہیں لہٰذا یہ ارکان انہیں نہیں مٹاتے تو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے رہنے کی صورت میں قیامت کے دن بندے کے پاس پانچ ارکان کے علاوہ کوئی نیک عمل نہیں بچے گا کیونکہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب اس کی تمام نفلی نیکیوں کو کھا چکا ہو گا، ایسے شخص کے لئے جہنم اور حد سے بڑھنے والوں کی جگہوں میں جانے کا اندیشہ ہے اور یقیناً ایسا شخص اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔ اور **اللہ** پاک نے ایمان والوں کو ایسے ہی شخص سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ (پ۲۶، محمد: ۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو **اللہ** کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الصلوات الخمس... الخ، ص۱۱۸، حدیث: ۵۵۲

مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۲۸۲، حدیث: ۸۷۲۳

اسی بارے میں یہ ارشادِ خداوندی بھی ہے:

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓــٴَـتُهٗ (پ ۱، البقرۃ: ۸۱) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے۔

ایک قول یہ ہے کہ گناہ کبیرہ وہ ہے جو بندے کی تمام نیکیوں کو گھیر کر انہیں مٹا دیتے ہیں۔ اس صورت میں اپنے گھیراؤ کا سرا ہمارے اختیار میں ہے، کہ ہم اسے مکمل ہونے دیں یا روک لیں۔

اور دوسری توجیہ کے مطابق فرمانِ الٰہی:

وَ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓــٴَـتُهٗ (پ ۱، البقرۃ: ۸۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی خطا اسے گھیر لے۔

کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو بغیر توبہ کئے فوت ہو جائے تو گناہوں پر اصرار اس کا احاطہ کرے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کفر کی حالت میں مر گیا ہو تو اس سے قبل جو اس کے اچھے اعمال ہوں گے وہ اس کو نفع نہیں دیں گے۔

فرائض کی کمی نوافل سے پوری ہونا

اگر اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں کوئی کوتاہی پائی گئی اور وہ شخص کبیرہ گناہ سے بچتا رہا تو اس کی تمام بُرائیوں کو مٹا دیا جائے گا اور فرائض کی کمی کو نوافل کے ذریعے پورا کر دیا جائے گا کیونکہ یہ چیزیں صحت توحید کے بعد اور دین اسلام سے نکالنے والی بدعات کبیرہ سے بچنے کی صورت میں ثابت شدہ ہیں۔ اگر وہ شخص اس میں سے ہوا جس کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں تو اس کا حساب وکتاب طویل ہو گا، وہ مصائب اور خطرات کو دیکھے گا تاکہ اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے یا اس کو اعراف پر رہنے والے افراد میں سے کر دیا جائے گا یہاں تک کہ **اللہ** پاک اس پر اپنی رحمت سے فضل فرمائے اور اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک رکاوٹ اور بلند مقام ہے۔ پھر اگر **اللہ** پاک اس سے درگزر فرمائے اور معاف کر دے تو تمام گناہ ختم ہو جائیں گے اور اسے داہنی جانب والوں میں سے کر کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ شخص درمیانے درجے والا ہے جو اپنی جان پر ظلم کرنے والا بھی ہے اور اپنے ربّ کی طرف سبقت کرنے والا بھی ہے۔

کبیرہ سے اجتناب پر جنت میں داخلہ

اگر اس کے فرائض میں کمی ہو گی اور اس کے پاس نوافل نہ ہوں گے اور ان کے علاوہ کوئی نیکی بھی نہ ہو گی لیکن وہ گناہِ کبیرہ سے بچتا ہو گا تو ان فرائض میں موجود کمی کو ان گناہ کبیرہ کے اجتناب سے تولا جائے گا، اگر اس کا اجتناب تھوڑا سا بھی زیادہ ہو گا یا کوئی ایک نیکی زیادہ ہو گی تو **اللہ** کریم ان میں اضافہ کر دے گا، اور اس کو جنتیوں میں شامل کر کے اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا لیکن اس کے مقامات مقرب لوگوں کی طرح نہیں ہوں گے، اور نہ ہی پہلے لوگوں کی طرح اس کے درجات ہوں گے اور وہ ان لوگوں میں سے ہو گا جن کے بارے میں **اللہ** کریم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا۝ (پ۵، النسآء: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دونی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

یعنی جنت عطا فرماتا ہے۔

اگر اس نے ارکان اسلام کو ضائع کر کے پلڑا ہلکا کر لیا تو یقیناً اسے طویل حساب کے لئے کھڑا ہونا پڑے گا اور شفاعت کرنے والے کی شفاعت کا محتاج ہو گا۔

ذرہ بھر ایمان والوں کی معافی

اگر اس کے پانچ ارکان میں کمی ہو اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب بھی کرنے والا ہو تو وہ ہلاک ہو جائے گا کیونکہ یہ ان مؤمنین میں سے ہے جن کا پلڑا ہلکا ہو گا اور وہ شخص حد سے بڑھ جانے والوں کی وجہ سے دوزخیوں میں شمار ہو گا، اور وہ اپنے اسلام میں ناقص ہونے، بُرائیوں کی کثرت اور گناہ کبیرہ کے سبب جہنم میں داخل ہو گا، اس لئے کہ اس کی نیکیوں نے اس کی برائیوں کو ختم نہ کیا اور کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے باعث اس کے نوافل بھی ختم ہو چکے ہوں گے کیونکہ ایسے شخص کا ایمان ایک مثقال دینار کے وزن سے بھی کم ہے، لیکن وہ **اللہ** کی وحدانیت کی وجہ سے جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا، اور جس کے دل میں دینار کے وزن کے برابر ایمان ہو گا وہ اس شخص سے پہلے جہنم سے نکلے گا جس کے دل میں جَو کے وزن کے برابر ایمان ہو گا اور جس کے دل میں جو

کے وزن کے برابر ایمان ہوگا وہ اس شخص سے پہلے جہنم سے نکلے گا جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا، یہ جہنم سے نکلنے والوں کا آخری گروہ ہوگا، البتہ ان میں سے بعض پر **اللہ** پاک کی طرف سے ایسا کرم ہوگا جو ان کے وہم و گمان میں نہ ہوگا اور ان کے لئے ایسی عنایات ہوں گی جو ان کے علم میں نہ ہوں گی چنانچہ ان کے بقیہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور انہیں ان لوگوں میں نہیں رکھا جائے گا جن پر عذاب لازم ہے کیونکہ ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے اور یہ وہ جنتی ہیں جن کے قصور معاف ہو گئے۔

حدیث مبارک میں ہے کہ قیامت کے دن اس امت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس سے جہنم کا ایک حصہ بھر جائے گا۔[1]

نیکیوں کے پہاڑ لانے والا جہنم میں

دوسری حدیث مبارکہ ہے: قیامت کے دن ایک آدمی کو **اللہ** پاک کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا جس کی نیکیاں پہاڑوں کے برابر ہوں گی کہ اگر وہ اس کے لیے محفوظ رہتیں تو وہ جنتی ہوتا پھر مظلوم لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور پتا چلے گا کہ اس نے کسی کو گالی دے کر اس کی عزت خراب کی تھی، کسی کا مال کھایا تھا اور کسی کو مارا تھا تو اس کی نیکیوں سے بدلہ لیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی کوئی نیکی بھی باقی نہیں بچے گی پھر فرشتے کہیں گے: اے ہمارے ربّ! اس کی نیکیاں تو ختم ہو چکیں جبکہ مطالبہ کرنے والے بہت سے لوگ باقی ہیں۔ ان کو کہا جائے گا: مطالبہ کرنے والوں کے گناہ اس کے حصے میں ڈال دو اور اس کو جہنم میں پھینک دو۔[2]

جہنم سے آخر میں نکلنے والا شخص

حدیث شریف میں ہے: موحدین میں سے سب سے آخر میں جو جہنم میں بچے گا وہ اس میں سات ہزار

---

[1]........موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الاھوال، ذکر الحساب والعرض والقصاص، ۶/ ۲۴۰، حدیث: ۲۴۰

الفتن لنعیم بن حماد، باب آخر من ملک بنی امیۃ، ۱/ ۱۳۲، حدیث: ۳۲۲

[2]........مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، ص ۱۰۶۹، حدیث: ۶۵۷۹، نحوہ

الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۴۹۷، حدیث: ۱۴۱۶

موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الاھوال، ذکر القصاص والمظالم، ۶/ ۲۴۷، حدیث: ۲۵۹

سال تک رہے گا۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ عَنْہ اور ان کے علاوہ ایک اور صحابی نے زور دیتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! جہنم میں جانے والا شخص سات ہزار سال گزارنے کے بعد ہی جہنم سے نکلے گا۔[2]

اور یہ جہنم سے سب سے آخر میں نکلنے والا شخص ہو گا، کیونکہ جہنم سے نکلنے والے مختلف گروہوں کی صورت میں نکلیں گے کچھ ایک دن، کچھ ایک ہفتہ رہنے کے بعد، کچھ ایک مہینہ بعد اور کچھ ایک سال سے چھ ہزار سال تک کے عرصے میں نکلیں گے۔ لہٰذا جن کا ایمان زیادہ ہو گا وہ جہنم میں تھوڑا عرصہ رہیں گے اور جو کم ٹھہریں گے وہ پہلے نکلیں گے۔

جہنم سے جو پہلا گروہ نکلے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے دل میں مثقال بھر (یعنی 4.374 گرام کے دانے برابر) ایمان ہو گا، یہ گروہ ان کے مقابلے میں کم مقدار جہنم میں ٹھہرے گا اور پہلے باہر آئے گا جن کے دل میں جَو کی مقدار ایمان ہوا یا جن کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو گا۔ ذرہ بھر ایمان والے لوگ قلیل ترین ایمان، ناقص ترین توحید، عظیم جرم والے، **اللہ** پاک کے بڑے باغی اور سرکش اور جہنم میں زیادہ عرصہ ٹھہرنے والے ہوں گے۔

ایک مشہور حدیث میں ہے: جو شخص جہنم سے ایک ہزار سال کے بعد نکلے گا، وہ یہ کہتا ہو گا: یَا حَنَّان یَا مَنَّان (اے مہربان، اے احسان کرنے والے)۔[3]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے یہ حدیث بیان کی تو فرمانے لگے: اے کاش جہنم سے ایک ہزار سال بعد نکلنے والا وہ شخص میں ہوتا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا یہ فرمانا شدت خوف کے سبب تھا اور آپ پر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس بات سے ڈرے کہ کہیں جہنم سے نکل نہ سکوں لہٰذا یوں تمنا کی۔

آخری جنتی پر انعام

حدیث پاک میں ہے کہ "سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والے شخص کو جنت میں پوری دنیا کی مثل 10

---

[1] ......شرح الشفاء للملا علی القاری، فصل فی تفضیله صلی اللہ علیه وسلم بالشفاعة۔۔۔ الخ، ۱/ ۶۷۹

[2] ......لم اجد

[3] ......نوادر الاصول، الاصل الثالث والمائة، ۱/ ۴۳۰، حدیث: ۲۲۱

گنا حصہ ملے گا۔"[1] اس حدیث پاک کو حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کیا ہے۔ یہ وہی شخص ہو گا جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور ممکن ہے کہ وہ سات ہزار سال کے بعد جہنم سے نکلے۔

انسان کو جہنم میں اس ترتیب سے داخل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کو پانی سے پیدا کیا گیا پھر اس کے ساتھ خواہشات ملحق ہو گئیں تو ان کو آگ کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے تاکہ ان کے نکلنے کے بعد پانی صاف ہو جائے اور دوسری حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا گیا جو کہ ٹیڑھی لکڑی کی طرح ہے جسے آگ کے ذریعے سیدھا کیا جاتا ہے پھر اس سے آگ کو ہٹا دیا جاتا ہے اور انسان کے ساتھ یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ پاک صاف ہو جائے اور جنت میں جانے کے قابل ہو جائے۔

کفار اور شیاطین کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کی حکمت

کفار اور شیاطین کے جہنم میں ہمیشہ رہنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کی روحیں آگ سے پیدا کی گئی ہیں چنانچہ وہ اپنی اصل (یعنی آگ) کی طرف لوٹیں گی اور وہ بھی کالی سیاہ اور اشتعال انگیز ہے اور کفار و شیاطین بھی اسی کے لئے پیدا کیے گئے ہیں، اس کے سوا کسی اور چیز کے قابل نہیں ہیں جیسے ایندھن کی لکڑی، کانٹے اور جلنے والی چیزیں آگ کے ہی قابل ہیں۔ **اللہ** پاک بڑی برکت والا ہے اور اس کی حکمت چیزوں میں اعتدال رکھتی ہے اور اس کا حکم تمام چیزوں میں جاری و ساری ہے اور انصاف کی نظر سے دکھائی دیتا ہے، چنانچہ تمام چیزیں تقدیر کے مطابق کہیں کم، کہیں زیادہ تقسیم ہوتی ہیں۔

خلاصۂ کلام

ہمارے مذکورہ کلام کا خلاصہ یہ ہے: (1) جس کی نیکیاں اس کے گناہوں کو مٹا دیں تو اس کی نفلی عبادات برقرار رہتی ہیں اور (2) جس کی نیکیاں اس کے گناہوں کو نہ مٹائیں تو اس کی نفلی عبادات باقی نہیں رہتیں نیز (3) جس کی بُرائیاں اس کی نفلی عبادات کو ضائع کر دیتی ہیں تو اس کی بُرائیاں نیکیوں کے بدلے میں ہوتی ہیں

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب آخر اھل النار خروجا، ص ۱۰۰، حدیث: ۳۶۱

اور (4) جس کی بُرائیاں نفلی عبادات کو ضائع نہیں کرتیں تو اس کی نفلی عبادات زیادہ ہوتی اور باقی رہتی ہیں۔

جو کبیرہ گناہ لوگوں کو سب سے زیادہ ہلاکت میں ڈالے گا وہ ظلم ہے اور اکثر لوگ جہنم میں دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے جائیں گے جب ان کے حصے میں دوسروں کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے اور بہت سے لوگ دوسروں کے نیک اعمال کی بدولت جنت میں جائیں گے جب دوسروں کی نیکیاں ان کے حصے میں ڈال دی جائیں گی جیسا کہ یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

کبھی نیکیاں کسی آفت کی وجہ سے ضائع بھی ہو جاتی ہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابُوعَبۡدُ اللہ ابنِ جَلَّاء رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے کسی بھائی نے ان کی غیبت کی پھر ان سے معافی مانگی تو آپ رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ نے فرمایا: میں معاف نہیں کرتا کیونکہ میرے نامہ اعمال میں اس سے بڑھ کر کوئی اور نیکی نہیں تو میں کیسے اس کو ضائع کر دوں۔

حضرت سیِّدُنا ابُوعَبۡدُ اللہ ابنِ جَلَّاء رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ اور ان کے علاوہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ (میرے حق سے متعلق) میرے بھائیوں کے گناہ میری نیکیوں سے افضل ہیں اور میں اپنے نامہ اعمال کو ان سے مزین کرنا چاہتا ہوں۔

حدیث مبارک میں ہے: ایک گناہ ایسا ہے جو بخش دیا جائے گا اور دوسرا گناہ چھوڑا نہیں جائے گا۔ وہ گناہ جو بخش دیا جائے گا وہ اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اور وہ گناہ جو چھوڑا نہیں جائے گا (یعنی جس پر پکڑ ضرور ہوگی) اس سے مراد بندوں پر ظلم کرنا ہے۔[1]

توبہ کب تک قبول ہے؟

توبہ ان سب کی معافی کا ذریعہ ہے اور رحمت الٰہی ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ توبہ کا دروازہ سب کے لئے مغرب سے سورج کے طلوع ہونے تک کھلا ہوا ہے۔ ہر بندے کی توبہ اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک روح حلق تک نہ پہنچے اور وہ موت کے فرشتوں کو آنکھوں سے نہ دیکھ لے اور جب روح حلق تک پہنچ جائے اور موت کے فرشتوں کو آنکھوں سے دیکھ لے تو اس کے لیے توبہ کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ گناہ پر

---

[1] ....معجم کبیر، ۲/ ۲۵۲، حدیث: ۱۱۳۳

اصرار کرتے ہوئے مرا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَقِيۡلَ مَنۡ ٜ رَاقٍ ﴿ۙ۲۷﴾ (پ ۲۹، القیامۃ: ۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگ کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی روح کو رحمت کے فرشتے لے جائیں گے یا عذاب کے فرشتے۔

وَّظَنَّ اَنَّهُ الۡفِرَاقُ ﴿ۙ۲۸﴾ (پ ۲۹، القیامۃ: ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔

یعنی آخرت کو دیکھ کر اسے یقین ہو جائے گا کہ وہ دنیا چھوڑ چکا ہے اور فرشتوں کو دیکھنے سے اسے یہ یقین ہو جائے گا کہ لوگوں کو اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑے جا رہا ہے پھر اگر بغیر توبہ کئے مر گیا تو وہ ان میں سے ہے جن کے بارے میں **اللہ** پاک فرماتا ہے:

وَحِيۡلَ بَيۡنَهُمۡ وَبَيۡنَ مَا يَشۡتَهُوۡنَ (پ ۲۲، سبا: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور روک کر دی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں۔

یعنی توبہ سے روک کر دی گئی ہے۔ اور فرمانِ الٰہی ہے:

كَمَا فُعِلَ بِاَشۡيَاعِهِمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ (پ ۲۲، سبا: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: جیسے ان کے پہلے گروہوں سے کیا گیا تھا۔

اور جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَلَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ (پ ۴، النسآء: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔

موت کے وقت فرشتوں کو دیکھنا

موت اس وقت آتی ہے جب موت کا فرشتہ سامنے ہوتا ہے اور روح تمام جسم سے نکل کر دل اور دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے یہ وہ وقت ہے جس کے بارے میں **اللہ** کریم نے ارشاد فرمایا:

يَوۡمَ يَرَوۡنَ الۡمَلٰٓـئِكَةَ لَا بُشۡرٰى يَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ (پ ۱۹، الفرقان: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے وہ دن مجرموں کی کوئی خوشی کا نہ ہوگا۔

اور یہ وہی ہے جس کا خوف اللہ پاک نے اپنے اس فرمان سے دلایا ہے:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ (پ۸، الانعام:۱۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے۔

یعنی موت کے وقت۔ اور یہ فرشتوں کا معائنہ کرنے والوں کے لئے ہے۔ اور فرمانِ الٰہی ہے:

اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ (پ۸، الانعام:۱۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: یا تمہارے ربّ کا عذاب آئے۔

یعنی قیامت کے دن۔ اور یہ اہل برزخ کے لیے ہے۔ اور فرمانِ الٰہی ہے:

اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ (پ۸، الانعام:۱۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: یا تمہارے ربّ کی ایک نشانی آئے۔

اور اس سے مراد ناامیدی ہے جو اسے آخری وقت میں دنیا سے ہو جاتی ہے جیسے مغرب سے سورج کے طلوع ہونے پر ناامیدی ہو جائے گی اور یہ توبہ کا آخری وقت ہے، اس وقت تو ہر کافر بھی ایمان لے آئے گا جبکہ اللہ پاک فرماتا ہے:

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ (پ۸، الانعام:۱۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی۔

یہ سب کچھ نشانی دیکھنے سے پہلے تک ہے۔ اور فرمانِ الٰہی ہے:

اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ (پ۸، الانعام:۱۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔

کہا گیا ہے کہ بھلائی سے مراد توبہ ہے۔ یہ وہی وقت ہے جس کے بارے میں اللہ پاک فرماتا ہے:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (پ۲۴، المؤمن:۸۴) ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا۔

یعنی ان کی نگاہوں سے پردے ہٹ گئے۔ اور فرمانِ الٰہی ہے:

قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝۸۴ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جو اس کے شریک کرتے تھے اُن سے منکر ہوئے تو ان کے ایمان نے اُنھیں کام نہ دیا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ کا دستور

عِبَادِهٖ ۚ (پ ۲۴، المؤمن: ۸۴، ۸۵) جو اس کے بندوں میں گزر چکا۔

یعنی **اللہ** پاک کا دستور اور طریقہ جو مخلوق میں چل چکا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کہ **اللہ** پاک فرماتا ہے:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ (پ ۲۲، الاحزاب: ۶۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور تم **اللہ** کا دستور ہرگز بدلتا نہ پاؤ گے۔

آخرت میں تمام بندوں کو **اللہ** پاک کی طرف جانے کا حکم ہوگا، رب اگر چاہے تو ان کے نامہ اعمال کے مطابق عذاب دے اور بہت سی چیزوں کو معاف کر دے اور اگر چاہے تو سب (مسلمانوں) کو بخش دے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لوگوں کی خاطر عمل نہ کرے

ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس سلسلے میں فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کے معاملے میں لوگ مختلف ہیں۔ لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو فرائض کو عمدہ طریقے سے ادا کرتے ہیں، گناہوں پر بہت نادم ہوتے ہیں اور اس سے بچتے ہیں، یہ بہت عمدہ حالت میں ہیں۔ بعض وہ ہوتے ہیں جو فرائض کو اچھے طریقے سے ادا نہیں کرتے، گناہوں پر غمگین اور نادم نہیں ہوتے، یہ بہت بُرے حال میں ہیں۔ ایک ہی طریقے میں سب شمار نہیں ہوتے، **اللہ** پاک جس کو چاہے اس کے بڑے گناہ کو بھی معاف کر دے اور جس کو چاہے اس کے چھوٹے گناہ پر بھی اس کو عذاب دے کہ **اللہ** پاک نے اپنے عِلْمِ اَزَلی میں جو کچھ ان کے لیے لکھ دیا ہے اپنی مشیت اور حکم کے مطابق ان کو جاری کرتا ہے۔

کبھی دو آدمی ایک گناہ میں شریک ہوتے ہیں اور حُکْمِ مشیت میں مختلف ہوتے ہیں۔ **اللہ** پاک جس کی چاہتا ہے توبہ قبول فرماتا ہے اور عمل اسی کا قبول کرتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے۔ عمل کرنا اور عمل کا قبول ہونا دو الگ الگ چیزیں ہیں، بندے کا کام عمل کرنا ہے اور قبول فرمانا مولا کی مرضی ہے کہ وہ جس کا چاہے عمل قبول کرے اور جس کا چاہے اس کا عمل رد کرے۔

تقدیر الگ چیز ہے اور گناہ الگ چیز ہے، **اللہ** پاک کے ہاں ازل میں جس کی اچھائی لکھی ہوئی ہے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس کے لیے عذاب لکھا ہوا ہے اس کے نیک اعمال بھی ضائع کر دیئے جاتے ہیں۔ **اللہ** پاک کی بارگاہ میں جو کچھ فیصلہ ہو چکا ہے اور ازل میں جو لکھا جا چکا ہے مخلوق کے فیصلے

اس کے مطابق ہوتے ہیں[1]۔

گناہوں پر ڈٹے رہنے کا معنٰی

حدیث مبارک میں ہے: گناہوں پر ڈٹے رہنے اور (جہنم کی) آگ کی طرف بڑھتے چلے جانے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔[2] ڈٹے رہنے کا معنٰی یہ ہے کہ دلی طور پر یہ اعتقاد اور عزم ہو کہ جب بھی موقع ملا گناہ کروں گا یا نادم ہونے اور اس سے توبہ کرنے کا ارادہ نہ کرے اور سب سے بڑی ڈھٹائی یہ ہے کہ گناہوں کا بوجھ اٹھانے میں جلدی دکھائے۔

حدیث شریف میں ہے: **اللہ** پاک کے ذِکْر کے شیدائی سبقت لے گئے اور ذکر الٰہی نے ان کے بوجھ اتار دیئے تو وہ قیامت کے دن ہلکے بوجھ سے آئیں گے۔[3]

یہ لوگ مقربین بارگاہِ الٰہی میں سے ہیں جن کے بارے میں بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے، چنانچہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ان پر گناہوں کے بوجھ تھے جو **اللہ** پاک کے ذکر نے اتار دیئے۔ اور **اللہ**

---

[1]......یہ قضاو قدر (تقدیر) کا مسئلہ ہے اور اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ "ہر بھلائی، بُرائی اُس (**اللہ** پاک) نے اپنے علمِ اَزَلی کے موافق مقدر فرمادی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذِمّہ بُرائی لکھی اس لئے کہ زید بُرائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لئے بھلائی لکھتا تو اس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ (بہار شریعت، حصہ۱، 11/1)۔ قضاو قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے، ان میں زیادہ غور و فکر کرنا ہلاکت ہے، صدیق و فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ما و شما (ہم اور آپ) کس گنتی میں...! اتنا سمجھ لو کہ **اللہ** تعالیٰ نے آدمی کو مثلِ پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس و حرکت نہیں پیدا کیا، بلکہ اس کو ایک نوعِ اختیار (ایک طرح کا اختیار) دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے، بُرے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیے ہیں، کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اُسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اُس پر مؤاخذہ ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا، دونوں گمراہی ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ۱، 18/1)

[2]......تفسیر الطبری، سورۃ ال عمرٰن، تحت الآیۃ: ۱۳۵، ۳/ ۴۲۱، حدیث: ۷۸۵۶، نحوہ

[3]......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی العفو والعافیۃ، ۵/ ۳۴۲، حدیث: ۳۶۰۷

نوادر الاصول، الاصل التاسع والستون والمائتان، ۲/ ۱۱۵۷، حدیث: ۱۴۵۷

الکامل لابن عدی، ۲/ ۲۸، رقم: ۱۱۸۹: عمر بن راشد

پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے وہی مقرب بارگاہ ہیں۔ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۱۰، ۱۱)

ہمیں یہ باتیں تفسیر قرآن اور علوم شرعیہ کے دلائل سے معلوم ہوئیں جبکہ **اللہ** پاک کا عفو اور اس کا ارادہ ان سب سے الگ ہے اور **اللہ** پاک کا علم قدیم ہے اور **اللہ** پاک ہی کے لیے سب کاموں کا انجام ہے۔

کفار سے حساب کا مسئلہ

کفار سے حساب لینے کے معاملے میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ان سے حساب لیا جائے گا اور بعض اس کا انکار کرتے ہیں۔ دراصل اس معاملے میں روایات مختلف ہیں جو لوگ ان کے حساب کے قائل ہیں وہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں ان کے حساب کا ذکر ہے اور جن لوگوں نے ان کا انکار کیا ہے وہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں ان کے حساب کی نفی ہے۔

کسی مسئلہ میں اختلاف کے وقت **اللہ** پاک کی کتاب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ اس میں تسلی اور غنا ہے۔ ہم علمائے کرام کے اجمالی اقوال کی تفصیل بیان کریں گے اور اس معاملے میں تاویل کرنے والوں نے جو سختی برتی ہے۔ اس میں انصاف کے ساتھ گفتگو کریں گے۔ ہم اس پر گفتگو شروع کرتے ہیں، **اللہ** کریم ہی بہتر جانتا ہے چنانچہ **اللہ** پاک نے اپنی کتاب میں دو آیتیں ذکر فرمائیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں سے پوچھ گچھ ہوگی کہ انہوں نے توحید میں شرک کیوں ملایا اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی دعوت کو قبول کرنے کے بجائے انہیں کیوں جھٹلایا۔ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ (پ ۲۰، القصص: ۶۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن انھیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے:

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ (پ ۲۰، القصص: ۶۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن اُنھیں ندا کرے گا تو فرمائے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔

ان آیات کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ کفار سے صرف اللہ پاک کی وحدانیت اور انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کو جھٹلانے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

دوسری دو آیات میں اللہ پاک فرماتا ہے:

وَلَا یُسۡـَٔلُ عَنۡ ذُنُوۡبِہِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۷۸﴾ (پ ۲۰، القصص: ۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجرموں سے اُن کے گناہوں کی پوچھ نہیں۔

اور فرماتا ہے:

لَا یُسۡـَٔلُ عَنۡ ذَنۡۢبِہٖۤ اِنۡسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ (پ ۲۷، الرحمن: ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔

ایک اور مقام پر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

یُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِیۡمٰہُمۡ فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِیۡ وَالۡاَقۡدَامِ ﴿۴۱﴾ (پ ۲۷، الرحمن: ۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

کافروں سے اعمال کا سوال نہ ہوگا

ان دونوں آیات سے ثابت ہوا ہے کہ کافروں سے گناہوں اور اعمال کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔ اس وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ کفار سے اعمال کے بارے میں حساب نہیں لیا جائے گا، البتہ فقط اس کافر کے عمل کا حساب ہوگا جس کا اللہ پاک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوگا اور اس کافر کے عمل کا حساب ہوگا جس کی وزنی بھلائیاں ثابت ہوں۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَقِفُوۡہُمۡ اِنَّہُمۡ مَّسۡـُٔوۡلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔

اس فرمانِ الٰہی کے بارے میں حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ فرماتے ہیں: ان سے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ یہی بات حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی مروی ہے اب مطلب یہی ہوا جس طرح ہم بتا چکے کہ ان سے اللہ پاک کی وحدانیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

جنتیوں اور دوزخیوں کے چھ گروہ

قیامت کے دن جنتی اور دوزخی لوگوں کو چھ گروہوں میں اٹھایا جائے گا: جنتیوں کا پہلا گروہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گا اور یہ لوگ سابقین اور مقربینِ بارگاہِ الٰہی ہوں گے۔ دوسرا گروہ معمولی حساب کے بعد جنت میں داخل ہو گا اور یہ لوگ خاص مؤمنین اور نیک لوگ ہوں گے۔ تیسرا گروہ لمبے اور تفصیلی حساب کے بعد جنت میں داخل ہو گا اور یہ دائیں جانب والے اور عام مؤمنین ہوں گے۔

یوں ہی دوزخیوں کے بھی تین گروہ ہوں گے: پہلا گروہ بغیر حساب کے دوزخ میں جائے گا، اور یہ لوگ یاجوج ماجوج ہوں گے جو حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹے یافث کی اولاد میں سے ہیں اور جہنم کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ دوسرا گروہ طویل اور سخت حساب کے بعد دوزخ میں جائے گا، یہ کبیرہ گناہ کرنے والے اور منافق لوگ ہوں گے۔ تیسرا گروہ پوچھ گچھ اور توقف کے بعد دوزخ میں جائے گا ان سے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ یہ پہلے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی امتیں ہوں گی جن کے بارے میں **اللہ** پاک نے ارشاد فرمایا:

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ (پ۸، الاعراف:۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے۔

حساب میں سختی، عذاب کا حق دار

ایک حدیث مشہور میں ہے: "جس کا سخت حساب ہو گا، اسے عذاب ہو گا۔" کسی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا **اللہ** پاک نے یہ ارشاد نہیں فرمایا:

فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۙ﴿۸﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۔

تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اس سے مراد پیشی ہے اور جس کا سخت حساب ہو گا، اسے عذاب ہو گا۔"[1]

---

[1] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، ۴/ ۲۵۶، حدیث: ۶۵۳۶
مسلم، کتاب صفة الجنة، باب اثبات الحساب، ص ۱۱۷۷، حدیث: ۷۲۲۵

ہمارے امام حضرت سیِّدُنا سہل بن عَبْدُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: کافروں سے توحید کے بارے میں سوال ہو گا اور سنت کے بارے میں نہیں ہو گا، بدمذہب سے سنت کے بارے میں سوال ہو گا اور مسلمانوں سے اعمال کے بارے میں سوال ہو گا۔

کافروں سے حساب لینے کا مطلب

جہاں تک اللہ پاک کے اس فرمان کی بات ہے:

اِنَّ اِلَیْنَاۤ اِیَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾ (پ۳۰، الغاشیة: ۲۵، ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے پھر بے شک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔

تو ان آیات میں دو احتمال ہیں: پہلا یہ کلام پہلے والے سے جُدا ہے اور اس سے مراد مسلمان ہیں کیونکہ کافروں کا پہلے ذکر کر کے عذاب کے ساتھ ان کا بیان ختم کر دیا کہ ارشاد فرمایا:

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ (پ۳۰، الغاشیة: ۲۳، ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے تو اسے اللہ بڑا عذاب دے گا۔

یہ ان کے بارے میں آخری بات ہے پھر دوسروں کے بارے میں خبر دینے کے لیے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اِلَیْنَاۤ اِیَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾ (پ۳۰، الغاشیة: ۲۵، ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے پھر بے شک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ "ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾" سے مراد ان کی جزا ہے اور کفار کے لیے جو کہیں حساب کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد ان کے بُرے اعمال کا بدلہ ہے اور اسی طرح اللہ پاک کا یہ فرمان ہے:

وَ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ (پ۱۸، النور: ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کو اپنے قریب پایا تو اُس نے اس کا حساب پورا بھر دیا۔

اس تاویل میں امام فراء رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ وغیرہ اہل لغت نے ہم سے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے بعد والے الفاظ کا اعتبار کیا اور اسے حساب کی دلیل بنایا۔ ان کا یہ کہنا ہے: "فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ" سے جزا بھی مراد ہے جیسا ہم نے کہا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد حساب ہو۔ اور اسی طرح ہم نے پہلے جو آیت ذکر کی ہے:

وَ لَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۝ (پ۲۰، القصص: ۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں۔

اس کی تاویل میں امام زجاج رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے سوال اس طرح نہیں ہو گا کہ ان سے علم حاصل کیا جارہا ہے یا اس علم کے لئے ان سے رجوع کیا جارہا ہے جبکہ **اللہ** پاک ان پر سبقت کر چکا ہے یعنی **اللہ** پاک ان کے بارے میں اپنے ازلی علم کے مطابق فیصلہ فرما چکا ہے۔

مفسر مقاتل بن سلیمان نے بھی اپنے تفسیری انداز میں اختلافِ معنٰی کے ذریعہ اس تاویل کی موافقت کی مگر ان کو لغت میں مہارت حاصل نہیں۔ مقاتل کہتے ہیں: اس کا معنٰی یہ ہے کہ ان مجرموں سے پہلے والوں کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ ھُمْ ضمیر قارون اور ان کے ساتھیوں اور پچھلے زمانے کے مجرموں کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ ان کا تذکرہ باری تعالٰی کے فرمان میں اس خطاب کے بعد آیا ہے:

اَوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًاؕ (پ۲۰، القصص: ۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ **اللہ** نے اس سے پہلے وہ سنگتیں (قومیں) ہلاک فرمادیں جن کی قوتیں اس سے سخت تھیں اور جمع اس سے زیادہ۔

اس کے بعد فرمایا: وَ لَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۝ (پ۲۰، القصص: ۷۸) یعنی ان مجرموں کے گناہوں کے متعلق اس امت کے مشرکوں سے نہیں پوچھا جائے گا۔

مقاتل اور ایک دوسرے عالم کا قول ہے: (عرب کے) کافروں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا: پہلے زمانہ کے جن کافروں کے قصے ہمیں بتائے جارہے ہیں ان سے **اللہ** پاک کا کیا مقصد ہے؟ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی گویا یہ فرعون کے اس قول کی طرح ہوا:

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى۝ (پ۱۶، طٰه: ۵۱) ترجمۂ کنزالایمان: بولا اگلی سنگتوں کا کیا حال ہے۔

توحضرت موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے (فرعون کو جواب دیتے ہوئے) فرمایا:

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ (پ۱۶، طٰه: ۵۲) ترجمۂ کنزالایمان: کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ہے۔

اللہ پاک نے حساب کو جزا کے معنٰی میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: عَطَآءً حِسَابًاۙ۝ (پ۳۰، النبا: ۳۶)

یہاں آیت میں لفظ "حسابًا" سے مراد جزا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کفایت ہے یعنی انہیں یہ کافی ہے جیسا کہ **اللہ** پاک فرماتا ہے:

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ (پ۲۸، المجادلۃ: ۸) ترجمۂ کنزالایمان: انھیں جہنم بس (کافی) ہے۔

یعنی انہیں دوزخ کافی ہے (یہاں حسب کافی کے معنیٰ میں ہے)۔

تین دوست

حضرت سیِّدُنا عاصم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عُبَید بن عُمَیر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک شخص کے تین خاص دوست تھے، ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر تھا۔ ایک مرتبہ اس پر مصیبت آپڑی تو وہ سب سے خاص دوست کے پاس گیا اور کہا: اے فلاں! مجھ پر فلاں مصیبت آپڑی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میری مدد کریں۔ اس دوست نے جواب دیا: میں کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ دوسرے کے پاس گیا اور بتایا کہ مجھ پر فلاں مصیبت آپڑی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میری مدد کریں۔ اس نے کہا: جہاں آپ جانا چاہتے ہیں وہاں تک میں آپ کے ساتھ چلوں گا جب وہاں پہنچو گے تو میں تمہیں چھوڑ کر واپس پلٹ آؤں گا۔ وہ تیسرے کے پاس گیا اور کہا: اے فلاں! مجھے فلاں فلاں مصیبت کا سامنا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ میری مدد کریں۔ اس نے کہا: آپ جہاں جائیں گے میں ساتھ جاؤں گا اور جہاں داخل ہوں گے میں بھی آپ کے ساتھ رہوں گا۔ حضرت سیِّدُنا عُبَید بن عُمَیر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: پہلا دوست اس کا مال ہے جو اس کے پیچھے گھر والوں کے پاس رہ گیا اس میں سے کچھ بھی اُس کے ساتھ نہیں گیا۔ دوسرا دوست اس کے گھر والے اور رشتہ دار ہیں جو قبر تک اس کے ساتھ گئے پھر اسے چھوڑ کر لوٹ آئے اور تیسرا دوست اس کا عمل ہے جو اس کے ساتھ ہوگا اور جہاں وہ جائے گا اور جس جگہ داخل ہوگا وہ اس کے ساتھ رہے گا۔ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۳/ ۳۰۸، رقم: ۴۰۲۶)

فصل 38

اخلاص اور نیت کا بیان

(یہ فصل اخلاص، نیتوں کی تفصیل، ہر کام میں اچھی اچھی نیتیں کرنے اور کام کے وقت اچھی نیتوں میں بُرے خیالات آنے سے بچنے کے بارے میں ہے)

کبیر و عظیم ربّ فرماتا ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (پ۳۰، البینۃ:۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ **اللہ** کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے۔

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: ان میں سے ایک **اللہ** پاک کے لئے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا۔[1]

اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔[2]

اہلِ بیت اطہار سے ایک حدیث پاک روایت ہے کہ **اللہ** پاک کسی قول کو عمل کے بغیر قبول نہیں کرتا اور کسی قول اور عمل کو نیت کے بغیر قبول نہیں کرتا۔[3]

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: افضل عمل **اللہ** پاک کے فرائض کو ادا کرنا، اس کی حرام کردہ چیزوں سے بچنا اور **اللہ** پاک کے ہاں نیت کا سچا ہونا ہے۔

ہر کام میں اچھی نیت کرنا بہتر ہے

بندے کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں (اچھی) نیت کرے یہاں تک کہ کھانے، پینے، پہننے، سونے اور نکاح کرنے میں بھی کیونکہ یہ وہ اعمال ہیں جن کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اگر یہ کام **اللہ** پاک کے لیے ہوں گے تو یہ اس کے میزان میں نیکیاں ہوں گے اور اگر خواہشات کی خاطر اور غَیْرُ اللہ کے لیے ہوں

[1] ......ابن ماجه، کتاب السنة، باب من بلغ علما، ۱/ ۱۵۱، حدیث: ۲۳۰

[2] ......بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/ ۵، حدیث: ۱

[3] ......المجروحین لابن حبان، باب الالف، ۱/ ۱۶۵، رقم: ۸۳: احمد بن الحسن بن ابان المضری

گے تو یہ اس کے میزان میں گناہ ہوں گے جبکہ ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

اگر نیت کرنے میں غافل ہو گیا یا بھول گیا تو اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہ ہو گا اور نہ ہی اس سے حساب ہو گا اور نہ ہی آخرت میں اپنے عمل میں کوئی نیکی اس کو ملے گی، نہ اس کو اجر ملے گا اور نہ ہی سزا۔ وہ دنیا میں جانوروں کی طرح ہو گا جو شعور اور تکلیف کے بغیر چلتے پھرتے رہتے ہیں، بس جانوروں کی طرح اسے آگاہی اور القا ہو گا اور مجھے اندیشہ ہے یہ شخص ان لوگوں میں داخل ہو جائے جن کے بارے میں اللہ پاک فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ (پ ۱۵، الکھف: ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

کہا گیا "فُرُطًا" سے مراد بغیر شعور کے لاپرواہی سے آگے آگے چلنا ہے۔ بعض نے کہا: اس سے مراد غفلت اور بھول ہے۔ بعض کہتے ہیں: اس سے مراد حد سے بڑھنا اور ضائع کرنا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہلاکت کی طرف بڑھنا ہے۔

ایک عمل میں بہت سی اچھی نیتیں

اچھی نیت نیک عمل سے پہلے ہے۔ یہ اللہ پاک کی طرف سے پہلی عطا اور اجر کا مقام ہے۔ بندے کو اللہ پاک جتنی اچھی نیتوں کی توفیق عطا کرے گا اتنا ہی بندے کے لئے اعمال کا ثواب ہو گا۔ بسا اوقات ایک ہی عمل میں بندے کی وسعت اور عمل کرنے والے کے علم کے مطابق بہت سی نیتیں ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ بندے کو ہر اچھی نیت پر نیکی ملتی ہے پھر ہر نیکی دس گنا تک بڑھتی ہے کیونکہ بہت سے اعمال ایک عمل میں جمع ہو جاتے ہیں۔

نیت کے دو معنیٰ

نیت دو معانی پر مشتمل ہے: پہلا بھرپور توجہ کے ساتھ عمل کے لئے دل کے ارادے کا صحیح ہونا دوسرا اللہ پاک سے مخلص ہو کر اس کا اجر چاہنا۔ ہر عمل جو اس نیت سے کیا جائے وہ اللہ پاک کے فضل اور رحمت سے قبول ہوتا ہے کیونکہ ایسا شخص شرک، جہالت اور نفسانی خواہش سے بچتا ہے پھر اس کا عمل خزانۂ الٰہی میں بلند ہوتا ہے اور اس کا اجر جمع رہتا ہے۔

اخلاص کی حقیقت

اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی دو چیزوں سے سلامت رہے اور وہ دو چیزیں ریاکاری اور نفسانی خواہش ہیں۔ تاکہ وہ ایسا خالص ہو جائے جس طرح اللہ پاک نے دودھ کے خالص ہونے کا ذکر کیا ہے جس کے سبب ہم پر نعمت کامل ہوئی۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے:

مِنۢ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا ترجمۂ کنزالایمان: گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ۔

(پ ۱۴، النحل: ۶۶)

اگر دودھ میں گوبر یا خون میں سے ایک چیز بھی پائی تو وہ دودھ خالص نہیں ہوگا اور ہم پر نعمت کامل نہ ہوگی اور ہماری طبیعت ایسے دودھ کو قبول نہ کرے گی۔ اسی طرح اللہ پاک کے ساتھ بھی ہمارا یہی معاملہ ہے کہ جب عمل میں ریاکاری کی جھلک یا کوئی نفسانی خواہش پائی جائے گی تو وہ عمل خالص نہ رہے گا اور عمل میں سچائی اور شائستگی نہ ہوگی اور ایسے معاملے کو اللہ پاک ہم سے قبول نہ فرمائے گا لہٰذا اس بات کو خوب سمجھو۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی طرف خط بھیجا: جس کی نیت خالص ہوتی ہے اللہ پاک اسے ان اُمور میں کفایت کرتا ہے جو اس کے اور لوگوں کے مابین ہوتے ہیں اور جس نے لوگوں کی خاطر زینت اختیار کی حالانکہ اللہ پاک اس بات کو خوب جانتا ہے تو اللہ پاک اسے ذلیل و رُسوا کرے گا۔ اب تمہارا کیا خیال ہے؟

نیت کے مطابق مددِ الٰہی

حضرت سیِّدُنا سالِم بن عبدُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا عُمَر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو خط لکھا: جان لو! بندے کے لئے مددِ الٰہی اس کی نیت کے مطابق ہوتی ہے، تو جس کی نیت کامل ہو اس کے لئے مددِ الٰہی بھی کامل ہوتی ہے اور جس کی نیت ناقص ہو تو اسی قدر مدد میں بھی کمی ہوتی ہے۔

اس بات کی توثیق اللہ پاک کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

اِنۡ یُّرِیۡدَاۤ اِصۡلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیۡنَہُمَا ؕ ترجمۂ کنزالایمان: یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل (موافقت پیدا) کردے گا۔

(پ ۵، النسآء: ۳۵)

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے بھلائی کو دیکھا کہ اچھی نیت اسے جمع کئے ہوئے ہے اور تیرے لئے بھلائی کافی ہے اگرچہ ظاہر نہ ہو۔ کئی چھوٹے عمل ایسے ہوتے ہیں جنہیں نیت بڑا کر دیتی ہے اور کئی بڑے کام ایسے ہوتے ہیں جنہیں نیت چھوٹا بنا دیتی ہے۔

اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی کافی ہے

اللہ پاک کے ایک ولی نے اپنے بھائی کو یہ خط لکھا کہ اپنے اعمال میں نیت کو خالص کرلو تھوڑا عمل بھی تمہیں کافی ہو جائے گا۔

حضرت سَیِّدُنا داود طائی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: نیکوکار شخص تقویٰ کا ذہن رکھتا ہے، اگر اس کے تمام اعضاء بھی دنیا میں مشغول ہو جائیں تو ایک دن اس کی نیت اسے نیتِ صالحہ کی طرف لے جائے گی۔

اسی طرح **اللہ** پاک اور ایامِ الٰہی سے غافل شخص جس کی ساری فکر دنیا اور نفسانی خواہش ہو اس کے سارے اعضاء اگر اعمال صالحہ میں ڈوبے ہوئے ہوں پھر وہ نفسانی خواہش کی موافقت اور دنیا طلبی کی طرف لوٹ جاتا ہے کیونکہ اس کے باطن کی فکر فانی دنیا کی خاطر نفس کے لئے ہے۔

حضرت سَیِّدُنا محمد بن حسین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: آدمی کے لئے مناسب یہی ہے کہ اس کی نیت عمل سے پہلے ہو۔

تمام اعمال سے زیادہ سخت

حضرت سَیِّدُنا ایوب سختیانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ وغیرہ فرماتے ہیں: عمل کرنے والوں پر نیت کا خالص کرنا تمام اعمال سے زیادہ سخت ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بزرگانِ دین عمل کے لئے نیت اس طرح سیکھتے تھے جس طرح علم کو سیکھتے تھے۔

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: عمل سے پہلے اس کے لئے نیت تلاش کرو اور جب تک تم خیر کی نیت کرو گے تب تک خیر کے ساتھ رہو گے۔

حضرت سَیِّدُنا زید بن اسلم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: دو چیزیں تمہارے دین کا کمال ہیں: (1) تم صبح اس

طرح کرو کہ رضائے الٰہی کی خاطر تمہارا گناہ کا ارادہ نہ ہو اور (2) شام اس طرح کرو کہ اللہ پاک کے لیے گناہ کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

بعض بزرگوں نے اسی معنٰی میں فرمایا ہے: بے شک اللہ پاک کی نعمتیں تمہارے شمار سے زیادہ ہیں اور تمہارے گناہ تمہارے علم سے پوشیدہ ہیں لیکن تم صبح بھی توبہ کرو اور شام کو بھی توبہ کرو، ان کے درمیان اللہ پاک تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اخلاص کا طلب گار

منقول ہے کہ ایک راہِ طریقت کا طالب عُلَما کے پاس آیا کرتا اور کہتا: کون ہے جو ایسے عمل کی طرف میری رہنمائی کرے جس کی وجہ سے میں ہمیشہ اللہ پاک کے لئے عمل کیا کروں کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ دن اور رات کی کوئی گھڑی مجھ پر ایسی گزرے کہ میں جس میں اللہ پاک کے لئے عمل نہ کرتا ہوں۔ اس سے کہا گیا: تم نے اپنا مقصد پالیا جہاں تک ہو سکے نیکی کیا کرو اور جب نیک عمل سے تھک جاؤ یا اسے چھوڑ دو تو اسے کرنے کی نیت کرلو کیونکہ نیک عمل کی نیت کرنے والا بھی نیک عمل کرنے والے کی طرح ہے۔

حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام فرماتے ہیں: خوش بخت ہے وہ آنکھ جو گناہ کے خیال میں نہ سوئے اور جاگ کر گناہ کی طرف نہ اٹھے۔

نیکی کے ارادے پر نیکی

فرمانِ مصطفٰے ہے: جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور نیکی نہ کرے تو اس کے لیے نیکی کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور جو شخص برائی کا ارادہ کرے اور برائی نہ کرے تو اس کے لئے بھی نیکی کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔[1]

"نیت عمل سے بہتر" والی حدیث پاک کی وضاحت

حدیث مشہور میں ہے: مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔[2]

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب اذاھم العبد بحسنۃ کتبت... الخ، ص ۴۷، حدیث: ۳۳۸

[2] ......معجم کبیر، ۶/۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲

مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر کیوں ہے؟ اس کی دس وجوہات ہیں: ایک قول یہ ہے کہ نیت پوشیدہ عمل ہے اور جو اعمال پوشیدہ ہوتے ہیں ان کا ثواب دُگنا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے: نیت ایک غائبانہ عمل ہے اور اس پر **اللہ** پاک کے علاوہ کوئی اور مطلع نہیں ہوتا جبکہ ظاہر مشترک ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ وجہ بھی ہے کہ **اللہ** پاک بندے کو نیت خالص عطا فرماتا ہے اس وقت اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی اور نہ ہی اس میں آفات کا دخل ہوتا ہے۔ یہ عطا ایسے تشکیل پاتی ہے کہ دیگر اعمال اس کے لئے ذخیرہ ہوتے ہیں۔ یوں ہی یہ وجہ بھی ہے کہ نیت عمل کے لئے شرط ہے جس کے بغیر کوئی عمل صحیح نہیں ہوتا مگر یہ اکیلے بھی صحیح ہوتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبد الرحیم بن یحییٰ اسود رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مومن کا عمل میں اخلاص، اس کے عمل سے بہتر ہے۔ مزید فرماتے ہیں: عمل کے بغیر اخلاص، اس عمل سے بہتر ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔ ان کے نزدیک نیت سے مراد اخلاص ہی ہے اور باقیوں کے نزدیک ظاہر و باطن میں برابری کے ساتھ حال کی سچائی ہے۔

نیت کی حقیقت واخلاص

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اخلاص اور صدق کے فرق میں ایک لطیف بات کی ہے مگر اس کی تفصیل نہیں بتائی جبکہ وہ تفصیل طلب ہے۔ چنانچہ ایک استاد نے ہمیں بیان کیا کہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: کسی شخص کے خلاف ایک جماعت نے گواہی دی، وہ لوگ مخلص تھے لیکن اس شخص کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے، اگر وہ صادق (سچے) ہوتے تو وہ شخص ضرور سزا پاتا۔ مطلب ان لوگوں کا صدق یہ ہے کہ وہ جس کے خلاف گواہی دے رہے ہیں وہ اس کا عمل یا اس جیسا عمل نہیں کرتے۔ یہ صدقِ حال ہے اور مُحَقِّقِیْن کے نزدیک یہی نیت کی حقیقت اور اخلاص ہے۔

مومن کی نیت دائمی اور متصل ہوتی ہے

"مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے" اس کا ایک معنیٰ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بے شک مومن کی نیت ہمیشگی اور جُڑی رہنے والی ہے جبکہ اعمال کا سلسلہ ٹوٹ جانے والا ہے۔ مؤمنین نیت کی وجہ سے ہمیشہ

جنت میں رہیں گے اور مشرکین اپنی نیت کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤمنین کی نیت ہمیشہ توحید پر قائم رہنے کی تھی اور مشرکین کی نیت ہمیشہ شرک پر ڈٹے رہنے کی تھی۔ ان تمام معانی کی بنیاد وہ توجیہ ہے جس کے مطابق حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ "نیت عمل سے بہتر ہے"۔

اس حدیث مشہور میں ایک دوسری توجیہ بھی ہے جس میں تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے کلام ہے یعنی مومن کی نیت اس کے عمل میں سے ایک بہترین شے ہے، گویا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: یہ مومن کے اعمال خیر کا ایک حصہ ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ پاک کا یہ فرمان ہے:

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ (پ ۱، البقرۃ: ۱۰۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر لے آئیں گے۔

یعنی ان آیات میں سے ایک بہتر آیت لے آئیں اور اسی طرح اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنۡہَا ؕ (پ ۹، الاعراف: ۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے۔

یعنی وہ تم سے اس طرح سوال کرتے ہیں کہ تم نے ان کے بارے میں تحقیق کر رکھی ہے۔ اس آیت میں "عَنۡہَا" کو آخر میں ذکر کیا اور اس کا معنٰی مقدم ہے۔ اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ نیت دل کے اعمال میں سے ہے اور یہ بندے کے اعمال میں سے خیر کثیر ہے۔

یہ تمام اقوال درست ہیں اور نیت میں پائے جاتے ہیں، لہٰذا نیت عمل پر فضیلت رکھتی ہے کیونکہ یہ تمام معانی نیت کی صفات میں سے ہیں۔

نیکوں اور فاسقوں کے دلوں کا جوش

ایک تابعی بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: نیکوں کے دل بھلائی سے جوش مارتے ہیں اور فاسقوں کے دل فجور سے جوش مارتے ہیں اور اللہ پاک ان کی نیتوں پر مطلع ہوتا ہے پھر اسی کے مطابق انہیں ثابت قدمی عطا فرماتا ہے اب دیکھو تمہارا ارادہ اور نیت کیا ہے؟

بعض کتب میں اللہ پاک کا یہ فرمان آتا ہے: میں ہر سمجھدار کا کلام قبول نہیں کرتا مگر میں اس کے

ارادے اور خواہش کی طرف دیکھتا ہوں تو جس کی فکر اور خواہش میرے لئے ہو تو میں اس کی خاموشی کو ذکر اور اس کی نظر کو عبرت (حاصل کرنے والی) بنادیتا ہوں۔

یہ بات حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی اس حدیث پاک کے عموم میں داخل ہے: **اللہ** پاک تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔[1]

نیت پر پکڑ

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کیا نیت پر بندے کی پکڑ ہو گی؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ہاں جبکہ اس کا ارادہ پختہ ہو۔

ایک حدیث پاک میں ہے: بے شک بندہ نیک اَعمال کرتا ہے اور فرشتے اس کو مُہر لگے ہوئے رجسٹروں میں لے کر اوپر چڑھتے اور بارگاہِ الٰہی میں پیش کرتے ہیں تو **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے: ان رجسٹروں کو چھوڑ دو کیونکہ ان میں جو اعمال ہیں وہ میری رضا کے لئے نہیں کئے گئے۔ پھر فرِشتوں کو حکم ارشاد فرماتا ہے: اس بندے کے لئے یہ یہ لکھو۔ تو فرِشتے عرض کرتے ہیں: اے ربّ! اس نے تو ان میں سے کوئی بھی عمل نہیں کیا۔ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے: اس نے ان اعمال کو بجالانے کی نیت کی تھی۔[2]

جیسی نیت ویسا صلہ

حضرت سیِّدُنا ابو کبشہ اَنماری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے: لوگ چار طرح کے ہیں: ایک وہ شخص جسے **اللہ** پاک نے علم اور مال عطا فرمایا، وہ اپنے مال میں اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے تو دوسرا شخص کہتا ہے: اگر **اللہ** پاک مجھے بھی اس جیسا عطا فرماتا تو میں بھی ایسے ہی کرتا جیسے یہ کرتا ہے۔ یہ دونوں اجر میں برابر ہیں۔ تیسرا شخص وہ ہے جسے **اللہ** پاک نے مال تو دیا ہے لیکن علم عطا نہیں کیا، وہ اپنی جہالت کی وجہ سے مال کو فضول کاموں میں اڑاتا ہے تو چوتھا شخص کہتا ہے: اگر **اللہ** پاک مجھے بھی اس جیسا عطا کرتا تو میں بھی

---

[1] ......مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم ظلم المسلم...الخ، ص ۱۰۶۴، حدیث: ۶۵۴۳

[2] ......سنن الدارقطنی، کتاب الطھارۃ، باب النیۃ، ۱/۶۷، حدیث: ۱۲۹

المجالسۃ وجواھر العلم، الجزء السادس والعشرون، ۳/۲۷۹، حدیث: ۳۶۲۸

ایسا ہی کرتا جیسے یہ کرتا ہے تو یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔[1]

دیکھئے! کیسے **اللہ** پاک نے ایک کو اچھی نیت کے سبب نیک عمل کرنے والے کے نیک عمل میں شریک کر دیا اور دوسرے کو بُری نیت کی وجہ سے بُرے عمل کرنے والے شخص کے بُرے عمل میں شریک کر دیا۔

نیت کی وجہ سے اجر میں شرکت

اسی طرح حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو ارشاد فرمایا: بے شک مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ ہم جس وادی سے گزرے یا جس زمین پر قدم رکھا جس سے کفار کو غصہ آئے یا جو مال ہم نے خرچ کیا یا ہمیں تھکاوٹ یا بھوک پیاس پہنچی تو وہ ان سب کاموں میں ہمارے ساتھ شریک رہے ہیں حالانکہ وہ مدینہ میں ہیں۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ کیسے؟ حالانکہ وہ ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ تو ارشاد فرمایا: انہیں عُذر نے روک لیا تو وہ اچھی نیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ شریک ہیں۔[2]

اعمال کی دُرستی کا تعلق نیت سے ہے

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اعمال کی درستی اور خرابی کا تعلق نیتوں کے درست اور خراب ہونے سے ہے۔

حضرت سیِّدُنا مُطَرِّف رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: عمل کی درستی کا تعلق دل کی درستی سے ہے اور دل کی درستی کا تعلق نیت کی درستی سے ہے، جو پاک صاف رہا، اس کے لئے پاکیزگی ہے اور جو بگڑ گیا اس کے لئے بگاڑ ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے جو دین کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی جس نے **اللہ** پاک اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت **اللہ** پاک اور اس

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب النية، ۴/ ۴۸۲، حديث: ۴۲۲۸

ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء مثل الدنيا مثل اربعة نفر، ۴/ ۱۴۵، حديث: ۲۳۳۲

[2] ......بخاری، کتاب المغازی، باب رقم ۸۳، ۳/ ۱۵۰، حديث: ۴۴۲۳

ابو داود، کتاب الجهاد، باب في الرخصة في القعود من العذر، ۳/ ۱۷، حديث: ۲۵۰۸

کے رسول کے لیے ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے حصول یا عورت سے شادی کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس کی جانب اس نے ہجرت کی۔[1]

آخرت میں حسرت اور دنیا میں نقصان

اس حدیث میں یہ بتایا کہ عمل نیت کے بغیر قابل قبول نہیں، پھر ہر بندے کے لئے نیت بتائی، پھر دنیا اور عورتوں (سے نکاح) کے طالبوں کو ان کی نیتوں کی طرف منسوب کیا، ان پر ان کی نیتوں کے مطابق حکم لگایا اور اسی کو **اللہ** پاک کی طرف سے ان کا نصیب بتایا خواہ انہیں اس کام کی توفیق دی یا نہ دی۔ ان کی نیتوں کے فساد کی وجہ سے ان کی ہجرت باطل ہوئی۔ دنیا کی طلب اور خواہش نے انہیں اس ثواب سے محروم کر دیا جو مخلصین کو ان کی اچھی نیت اور آخرت کی طلب کے باعث ملا۔ یہ چیز دنیا کی چاہت رکھنے والوں کے لئے آخرت میں حسرت اور دنیا میں نقصان اور بدنامی کا باعث ہے۔

حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: جس شخص نے کوئی چیز حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی مقصد کے لیے ہوگی۔ ایک شخص نے ہمارے خاندان کی ایک عورت سے شادی کرنے کے لیے ہجرت کی تو اس کا نام مہاجر اُمِّ قیس مشہور ہو گیا۔[2]

چوتھائی علم

حضرت سَیِّدُنا امام ابو داود رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ حدیث (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) چوتھائی علم ہے کیونکہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحیح احادیث کو جمع کیا تو ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچی پھر میں نے ان چار ہزار احادیث کو چار احادیث پر پیش کیا تو ہر حدیث چوتھائی علم ہوئی اور یہ حدیث ان میں سب سے پہلی حدیث ہے۔

یہ آپ نے اس لئے فرمایا کہ یہ حدیث فرضُ الفروض ہے کیونکہ کوئی فرض اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔

---

[1] ......بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱/ ۵، حدیث: ۱

بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ... الخ، ۱/ ۳۴، حدیث: ۵۴

[2] ......معجم کبیر، ۹/ ۱۰۳، حدیث: ۸۵۴۰

قَتِیۡلُ الۡحِمار

اسی طرح ایک روایت میں ہے: راہِ خدا میں مارے جانے والے ایک شخص کو "قَتِیۡلُ الۡحِمار" کہہ کر پکارا جاتا تھا کیونکہ اس نے ایک شخص سے اس کا سامان اور گدھا لینے کے لئے قتال کیا تھا اسی نیت پر وہ مارا گیا تو وہ اپنی نیت کی طرف منسوب ہوا۔

حضرت سَیِّدُنا عُبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص صرف ایک رسی حاصل کرنے کے لئے لڑا تو اس کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔[1]

حضرت سَیِّدُنا اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہ فرماتے ہیں: میں نے جنگ میں ایک شخص سے مدد چاہی جو میرے ساتھ مل کر جہاد کر رہا تھا تو اس نے کہا: جب تک تم میرے لئے کچھ اُجرت مُقَرَّر نہیں کرو گے تو میں تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ چنانچہ میں نے اس کے لئے کچھ اُجرت مقرر کر دی پھر اس کے متعلق بارگاہِ رسالت میں عرض کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے دنیا و آخرت میں وہی کچھ ہے جو تم نے اس کے لئے مُقَرَّر کر دیا۔[2]

اچھی نیت کا صلہ

اسرائیلی روایت میں ہے کہ ایک شخص قحط کے زمانے میں ریت کے ایک ٹیلے کے پاس سے گزرا تو اس نے اپنے دل میں کہا: اگر یہ ریت غلہ ہوتا تو میں اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ **اللہ** پاک نے اس وقت کے نبی عَلَیۡہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ اس بندے سے کہہ دیں کہ **اللہ** پاک نے تمہارا صدقہ قبول کیا اور تمہاری اچھی نیت کا بدلہ دیا کہ اتنی ریت برابر غلہ صدقہ کرنے کا تمہیں ثواب عطا کیا۔[3]

---

[1] ......نسائی، کتاب الجهاد، باب من غزا فی سبیل الله ولم ینو من غزاته الا عقالا، ص ۵۱۰، حدیث: ۳۱۳۵، ۳۱۳۶

[2] ......ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو باجر الخدمة، ۳/ ۲۳، حدیث: ۲۵۲۷

مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث یعلی بن امیة، ۶/ ۲۸۲، حدیث: ۱۷۹۷۶

[3] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزهد، باب ما قالوا فی البکاء، ۸/ ۳۱۷، حدیث: ۱۵۹، مختصر تنبیه الغافلین، باب العمل بالنیة، ص ۲۶۰، تحت الحدیث: ۷۱۶

نیکی کے ارادہ پر نیکی

بہت سی احادیث مبارکہ میں ہے: جو کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن کر نہ سکے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔[1]

حضرت سیّدُنا عبدُ اللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے مروی حدیث پاک میں ہے: جس کی نیت دنیا ہو **اللہ** پاک اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور وہ اس وقت دنیا سے جدا ہوتا ہے جب اسے دنیا کی زیادہ رغبت ہوتی ہے اور جس کی نیت آخرت ہو **اللہ** پاک اس کا دل غَنا سے بھر دیتا ہے اور اس کا سامان اس کے لئے جمع کر دیتا ہے اور وہ دنیا سے جُدا ہوتے وقت انتہائی بے رغبت ہوتا ہے۔[2]

نیتوں پر حشر

حضرت سیّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک لشکر کا ذکر فرمایا جسے (مکہ و مدینہ کے درمیان) **مقامِ بَیدا** میں دھنسا دیا جائے گا۔ میں نے عرض کی: یا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ان میں مجبور کئے گئے اور اُجرت پر آئے ہوئے لوگ بھی ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔[3]

حضرت سیّدُنا عُمَر فارُوقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: (جنگ میں) لڑنے والے اپنی نیتوں پر ہی لڑتے ہیں۔[4]

حضرت سیّدُنا فضالہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے: جو شخص جس مرتبہ پر مرا اسی پر اٹھایا

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب اذا ھم العبد بحسنۃ کتبت... الخ، ص۷۴، حدیث: ۳۳۶

[2] ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الھم بالدنیا، ۴/۴۲۵، حدیث: ۴۱۰۵

الزھد لابی داود، اخبار عبداللہ بن عمرو، ص۲۵۸، حدیث: ۳۰۲۔ معجم اوسط، ۵/۲۶۳، حدیث: ۷۴۷۱

[3] ......مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب الخسف بالجیش الذی یؤم البیت، ص۱۱۹۲، حدیث: ۱۱۷۹

ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب جیش البیداء، ۴/۳۹۳، حدیث: ۴۰۶۵

[4] ......الکامل لابن عدی، ۶/۲۲۷، رقم: ۱۲۹۲: عمرو بن شمر الجعفی

جائے گا۔[1]

دوسری حدیث پاک میں ہے: جب دو صفوں کی آپس میں مُڈ بھیڑ ہوتی ہے تو فرشتے نازل ہوتے ہیں اور مخلوق کو درجہ بدرجہ لکھتے ہیں کہ فلاں دنیا کے لئے لڑتا ہے، فلاں عَصَبِیت (رشتہ داری) کی بنا پر لڑتا ہے اور فلاں کے بارے میں لوگ کہتے ہیں: وہ راہِ خدا میں مارا گیا۔ مگر جو شخص دین کی سربلندی کے لئے لڑتا ہے وہی راہِ خدا میں لڑنے والا ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر بندہ اسی حالت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا۔[3]

قاتل اور مقتول دونوں جہنمی

حضرت سیِّدُنا ابو بکرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! قاتل کے جہنم میں جانے کی وجہ تو ہم سمجھ گئے لیکن مقتول کس سبب سے جہنم میں جائے گا؟ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرمایا: اس لئے کہ اس نے اپنے مدِّ مقابل کو مارنے کا ارادہ کیا تھا۔[4]

نیت سے مراد

نیت سے مراد بعض کے نزدیک اخلاص ہے، بعض کے نزدیک صدق ہے اور سب کے نزدیک نیت اصل میں معاملے کا درست ہونا اور ارادے کا صحیح ہونا ہے۔ ایک جماعت کے نزدیک نیت دل کے اعمال میں

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند فضالۃ بن عبید الانصاری، ۹/۲۲۶، حدیث: ۲۴۰۰۰

[2] ......بخاری، کتاب العلم، باب من سال وھو قائم عالما جالسا، ۱/۶۵، حدیث: ۱۲۳
الزھد لابن المبارک، باب العمل والذکر الخفی، ص۴۶، حدیث: ۱۴۲

[3] ......مسلم، کتاب الجنۃ، باب الامر بحسن الظن باللہ عند الموت، ص۱۱۷۸، حدیث: ۷۲۳۲ :۲۱

[4] ......بخاری، کتاب الایمان، باب وان طائفتان من المؤمنین ۔۔۔ الخ، ۱/۲۳، حدیث

سے ہے، یہ اعمال کا پیش خیمہ ہے اور ہر عمل کی شروعات اس سے ہوتی ہے۔ **اللہ** پاک فرماتا ہے:

اُذۡکُرُوا اللّٰہَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا ﴿۴۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** کو بہت یاد کرو۔

(پ۲۲، الاحزاب: ۴۱)

اس کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد خلوص ہے چنانچہ خالص کو "کَثِیۡرًا" فرمایا اور یہ وہ ہے جس میں نیت **اللہ** پاک کے لئے خالص ہو اور منافقین کا ذکر اللہ کرنے کا وصف قلت کے ساتھ یوں بیان فرمایا:

یُرَآءُوۡنَ النَّاسَ وَ لَا یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۱۴۲﴾ (پ۵، النسآء: ۱۴۲) ترجمۂ کنز الایمان: لوگوں کا دکھاوا کرتے ہیں اور **اللہ** کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

تھوڑا یعنی بغیر اخلاص کے **اللہ** پاک کو یاد کرتے ہیں کیونکہ منافقین **اللہ** پاک کی یاد سے لوگوں اور دنیا کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ سب قلیل ہے تو جو ان کے لیے عمل ہو گا وہ بھی قلیل ہو گا جبکہ **اللہ** پاک کثرت والا اور بہت ہی پاکیزہ ہے تو جو اس کے لیے عمل ہو گا وہ بھی کثیر ہو گا۔ "قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" کو سورۂ اخلاص اس لئے کہا گیا کیونکہ اس میں خاص **اللہ** پاک کی صفات کا ذکر ہے اور جنت، جہنم، وعدہ، وعید امر اور نہی کا ذکر نہیں ہے۔ یوں ہی اس کو سورۂ توحید بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں **اللہ** پاک کے علاوہ کسی اور کا ذکر نہیں۔

نیت کے فاسد ہونے کا نقصان

نیت کے فاسد ہونے پر دل کے اوپر دشمن شیطان کے تسلط کی ابتدا ہوتی ہے اور جب آدمی کی نیت بدلتی ہے تو شیطان کی طمع بھی بڑھتی ہے پھر وہ آدمی پر پوری طرح مسلط ہو جاتا ہے۔ بندے کی استقامت کے خاتمے کی ابتدا نیت کی کمزوری سے ہوتی ہے اور جب نیت کمزور ہوتی ہے تو نفس طاقتور ہو جاتا ہے پھر نفسانی خواہش قرار پکڑ لیتی ہے اور جب نیت قوی ہوتی ہے تو عزم صحیح اور نفس کی صفات کمزور ہو جاتی ہیں۔ بندہ ایک گناہ کو چھوڑ کر اس سے چھوٹے گناہ کی طرف چلا جائے اور پہلے گناہ کو وہ اللہ پاک کے لئے چھوڑ دے تو یہ اس کے لئے زیادہ نفع مند، اس کا انجام قابل تعریف، دل کے لئے زیادہ مناسب اور توبہ کے زیادہ قریب ہے اور یہ اس کے لئے نفسانی خواہشات اور بُری نیتوں سے ملی نیکیوں سے توبہ کرنے کے زیادہ قریب ہے کیونکہ ایسی صورت میں بُری نیت اور بُرائی میں ویسی ہی بُرائی ملانے کے باعث وہ گناہوں میں گھرا

رہتا ہے اور بُرائی کو بُرائی سے دور کرتا ہے اور یہ اس فرمان الٰہی کے بر خلاف ہے:

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًاؕ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا۔

اور اس فرمان کے خلاف ہے:

وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ (پ ۱۳، الرعد: ۲۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور برائی کے بدلے بھلائی کرکے ٹالتے ہیں۔

اور حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کے بھی خلاف ہے: بُرائی ہو جانے کے بعد نیکی کر لو وہ بُرائی کو مٹا دے گی۔[1]

مہر نہ دینے کی نیت سے نکاح کرنے کی وعید

حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی حدیث میں ہے: جس نے کسی عورت سے مہر کی مخصوص مقدار پر نکاح کیا لیکن اس کی نیت ادا کرنے کی نہ ہو تو وہ زانی ہے اور جو شخص کچھ قرض لے لیکن اس کا ارادہ واپس دینے کا نہ ہو تو وہ چور ہے۔[2]

حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے شہدا کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے اکثر شہدا بستر پر مرنے والے لوگ ہوں گے اور جنگ میں مرنے والے بہت سے لوگوں کی نیتوں کو اللہ پاک ہی جانتا ہے (کہ ان کی کیا نیت تھی؟)۔[3]

نیت کی رسائی عمل سے زیادہ ہے

حضرت سَیِّدُنا ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مومن کی نیت کی رسائی اس کے عمل سے زیادہ ہے کیونکہ بندۂ مومن نیت کرتا ہے کہ دن کو روزہ رکھے گا اور رات کو قیام کرے گا نیز اپنے مال سے خیرات کرے گا لیکن نفس اس کی اتباع نہیں کرتا لہٰذا مومن کی نیت کی رسائی اس کے عمل سے زیادہ ہے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی معاشرۃ الناس، ۳/ ۳۹۷، حدیث: ۱۹۹۴

[2] ......ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب من ادان دینا لم ینو قضاءہ، ۳/ ۱۴۳، حدیث: ۲۴۱۰، مختصر، نحوہ المجروحین لابن حبان، باب المیم، ۲/ ۲۷۰، رقم: ۹۳۷: محمد بن ابان بن صالح بن عمیر الجعفی

[3] ......مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/ ۵۳، حدیث: ۳۷۷۲

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دل کی مثال بادشاہ کے ساتھ اور اعضاء کی مثال اس کے لشکر کے ساتھ دے کر فرمایا: جب دل صحیح ہو تو تمام جسم صحیح ہوتا ہے اور جب دل خراب ہو تو تمام جسم خراب ہوتا ہے۔[1]

اس سے مراد یہ ہے جب بندے کی نیت درست ہوتی ہے تو اسے استقامت حاصل رہتی ہے اور جب نیت کدورت (میل) اور نفس کی خواہش سے پاک وصاف ہو گئی تو اس کے اعمال ریاکاری سے صاف ہو گئے اور شہوات و نفسانی خواہشات سے بھی پاک ہو گئے اور جب بندے کی نیت دنیا کی محبت سے خراب ہوتی ہے تو اس کے اعضاء اپنی تعریف کی چاہت اور ریاکاری کے باعث خراب ہوتے ہیں۔

حکایت: عابد اور شیطان

ایک اسرائیلی روایت میں ہے کہ ایک عابد تھا جس نے طویل عرصہ تک **اللہ** پاک کی عبادت کی، اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے: فلاں قوم **اللہ** پاک کو چھوڑ کر ایک درخت کی پوجا کرتی ہے۔ یہ سن کر وہ غصے میں آ گیا اور اپنا کلہاڑا کاندھے پر رکھ کر درخت کاٹنے کے ارادے سے چل پڑا۔ راستے میں اسے بوڑھے شخص کے روپ میں شیطان ملا جو اس سے پوچھنے لگا: **اللہ** رحم کرے کہاں کا ارادہ ہے؟ عابد نے کہا: فُلاں درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ شیطان کہنے لگا: تیرا اس سے کیا تعلق؟ تو اپنی عبادت چھوڑ کر دوسرے معاملات میں کیوں پڑتا ہے؟ عابد نے کہا: یہ بھی میری عبادت ہے۔ شیطان نے کہا: میں تجھے ہرگز یہ درخت نہیں کاٹنے دوں گا۔ چنانچہ دونوں لڑ پڑے، عابد نے اسے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ شیطان نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ عابد نے اسے چھوڑ دیا۔ شیطان اس سے کہنے لگا: اے شخص! **اللہ** پاک نے تجھ سے یہ چیز ساقط کی ہے تجھ پر فرض نہیں کی، کیا تو نبی ہے؟ عابد نے کہا: نہیں۔ شیطان نے کہا: تجھ پر ان کی پوجا کا گناہ نہیں تو اپنی عبادت میں مشغول رہ اور اس کام کو چھوڑ دے کیونکہ روئے زمین پر **اللہ** پاک کے بے شمار انبیا ہیں، اگر **اللہ** پاک چاہتا تو انہیں ان کی طرف بھیج دیتا اور انہیں درخت کاٹنے کا حکم دیتا۔ عابد نے کہا: میں اسے ضرور کاٹوں گا۔ دونوں پھر لڑ پڑے، عابد اس پر غالب

---

[1] ......مسلم، کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال و ترک الشبہات، ص ۶۶۳، حدیث: ۴۰۹۴

آگیا اور اسے پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا، جب ابلیس عاجز آگیا تو اس نے کہا: میرے پاس تیرے لئے ایک تجویز ہے جو تیرے لئے زیادہ بہتر اور جو تو چاہ رہا ہے اس سے زیادہ نفع بخش ہے۔ عابد نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ کہا: مجھے چھوڑ دو پھر بتاؤں گا۔ عابد نے اسے چھوڑ دیا تو شیطان بولا: تم فقیر و حاجت مند ہو، تمہارے پاس کچھ نہیں، تم لوگوں پر بوجھ ہو، لوگ تمہاری کفالت کرتے ہیں، تم چاہتے ہو گے کہ تم اپنے بھائیوں سے اچھا سلوک کرو، پڑوسیوں کی غم خواری کرو، خود خوشحال ہو جاؤ اور لوگوں سے بھی بے نیاز ہو جاؤ۔ عابد نے کہا: ہاں! یہ بات تو ہے۔ شیطان نے کہا: تم درخت کاٹنے کا ارادہ چھوڑو اور واپس چلے جاؤ، میں ہر رات تمہارے سرہانے دو دینار رکھ دیا کروں گا، جب صبح اٹھو تو انہیں اٹھالینا، خود پر، اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا اور اپنے بھائیوں پر صدقہ کرنا، یہ تمہارے اور مسلمانوں کے لئے درخت کاٹنے سے زیادہ مفید ہے کیونکہ درخت کاٹنے سے نہ تمہارے مسلمان بھائیوں کو کوئی فائدہ ہو گا اور نہ ان لوگوں کو کوئی نقصان ہو گا کیونکہ اس کی جگہ دوسرا درخت لگا دیا جائے گا۔ عابد نے شیطان کی بات میں غور و فکر کیا اور کہنے لگا: اس نے سچ کہا، میں کوئی نبی نہیں ہوں کہ مجھ پر اسے کاٹنا لازم ہو اور نہ ہی **اللہ** پاک نے مجھے اسے کاٹنے کا حکم دیا ہے کہ میں اس پر عمل نہ کرنے سے گناہ گار ہو جاؤں گا اور جو کچھ اس بوڑھے شخص نے کہا اس میں عام لوگوں کے لئے زیادہ نفع ہے۔

چنانچہ شیطان نے عابد سے وعدہ کیا اور اپنی بات پر قسم کھائی تو عابد اپنے عبادت خانے کی طرف لوٹ آیا، صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کے سرہانے دو دینار رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے انہیں اٹھالیا، دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا لیکن تیسرے دن اسے کچھ نہ ملا تو وہ غصے میں آگیا اور کلہاڑا کاندھے پر رکھ کر درخت کاٹنے کے لئے اس کی طرف چل دیا اور کہا: اگر دنیا کا معاملہ چلا گیا تو آخرت کا معاملہ نہیں چھوڑوں گا۔ راستے میں پھر شیطان شیخ کی صورت میں اس سے ملا اور پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ عابد نے کہا: اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا: **اللہ** پاک کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو، تم اس کام کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی تم اس تک جا سکتے ہو۔ چنانچہ عابد نے اسے پکڑ کر پہلے کی طرح گرانا چاہا تو شیطان نے کہا: اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر شیطان نے اسے پکڑ کر پچھاڑ دیا، اب وہ شیطان کے سامنے چڑیا کی طرح تھا، شیطان اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور کہنے لگا: اپنے اس ارادے سے باز آجاؤ ورنہ تمہیں جان سے مار دوں گا۔ عابد نے جب اپنے آپ کو بے بس

پایا تو اس سے کہا: اے شخص! مجھے چھوڑ دے اور یہ بتا کہ تو مجھ پر کیسے غالب آگیا؟ حالانکہ پہلی مرتبہ میں تجھ پر غالب آگیا تھا۔ شیطان نے کہا: پہلی مرتبہ تجھے اللہ پاک کے لئے غصہ آیا تھا اور تیری نیت آخرت کی تھی تو اللہ پاک نے مجھے تیرے ہاتھوں مغلوب کر دیا جبکہ اس مرتبہ تجھے اپنی ذات اور دنیا کے لئے غصہ آیا تو میں نے تجھے پچھاڑ دیا۔

حکایت: شیطان کی بے بسی

اسی طرح کا ایک طویل واقعہ بھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک ملکہ تھی اس نے ایک عابد کے ساتھ بدکاری کرنا چاہی تو عابد نے کہا: میری لیے بیت الخلا میں پانی رکھوا دیجئے تاکہ میں پاک وصاف ہو جاؤں۔ پھر اس شخص نے محل کے ایک اونچے مقام پر چڑھ کر چھلانگ لگادی، تو اللہ پاک نے ہوا کے فرشتے کو ارشاد فرمایا: میرے بندے کو پکڑو۔ فرشتے نے اس بندے کو آرام کے ساتھ قدموں کے بل زمین پر رکھ دیا۔ شیطان سے پوچھا گیا: تو نے اس بندے کو گمراہ کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا: جو شخص اپنی نفسانی خواہشات کی مخالفت کرے اور اللہ پاک کی بارگاہ میں اپنی جان کو پیش کر دے تو اس پر میرا قابو نہیں ہو سکتا۔

قیامت میں ہر چیز کا سوال ہو گا

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک بندے سے قیامت کے دن ہر چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا حتّٰی کہ آنکھوں میں سرمہ لگانے، انگلی سے زمین کریدنے اور اپنے بھائی کا کپڑا چھونے کے بارے میں بھی۔[1]

ایک مقطوع روایت میں ہے: جو شخص رضائے الٰہی کے لئے خوشبو لگائے، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عُمدہ ہو گی اور جو غَیْرُ اللہ کے لئے خوشبو لگائے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی خوشبو مُردار سے بھی زیادہ بدبودار ہو گی۔[2]

---

[1] ....تفسیر ابن ابی حاتم، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۳، ۷/۲۲۷۴، حدیث: ۱۲۴۵۰، دون "عن لمسہ ثوب اخیہ"

[2] ....مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب المراۃ تصلی ولیس فی رقبتھا قلادۃ وتطیب الرجال، ۴/۲۲۷، حدیث: ۷۹۶۳

خوشبو لگانا نیکی یا گناہ

خوشبو لگانا کوئی ایسا نیکی کا کام نہیں جس کے کرنے کا حکم لازمی ہے اور گناہ بھی نہیں کہ ممنوع ہو بلکہ اس کا تعلق استعمال کرنے والے کی نیت سے ہے۔ اگر خوشبو لگانے والے کی نیت رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کی اتباع اور نعمتِ الٰہی کا اظہار ہے تو وہ **اللہ** پاک کا مطیع و فرمانبردار ہے اور اسے اپنی نیت پر ثواب ملے گا اور اگر اس کے علاوہ کسی اور (ناجائز) مقصد کی خاطر خوشبو لگائی تو اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے کی وجہ سے وہ گناہ گار ہوگا۔

حکایت: مٹی کی حیثیت

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے ایک خط لکھا اور اسے اپنے پڑوسی کی دیوار سے خشک کرنا چاہا لیکن اس سے باز رہا، پھر دل میں کہا نیہ مٹی ہے اور مٹی کی کیا حیثیت ہے؟ چنانچہ اسے مٹی سے خشک کر لیا تو غیب سے آواز آئی: جو شخص دیوار سے مٹی لینے کو معمولی سمجھتا ہے وہ کل قیامت کے دن اس کی سزا دیکھ لے گا۔

ایک عالم دین فرماتے ہیں: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری اپنے ہر کام میں حتّٰی کہ کھانے، پینے اور سونے میں بھی کوئی نیت ہو۔

غیر خدا کے لئے عمل نہ کیا

منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی۔ وہ شخص آپ کے ہمراہ اندھیرے میں نکلا تھا، صبح ہوئی تو اس نے دیکھا کہ آپ کا تہبند اُلٹا ہے۔ اس کے عرض کرنے پر آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کپڑا سیدھا کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا پھر کھینچ لیا اور کپڑا درست نہ کیا۔ اس شخص نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے اسے **اللہ** پاک کے لئے پہنا تھا اس لئے غیر کے لئے اسے درست نہیں کرنا چاہتا۔

کنگھی کرنے اور آئینہ دیکھنے میں بھی نیت

ایک بزرگ گھر کی چھت پر تھے، وہ اپنے بالوں میں کنگھی کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو

آواز لگائی تو بیوی نے پوچھا: آئینہ بھی لے آؤں؟ بزرگ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: ہاں! (وہ بھی لے آؤ)۔ خاموشی کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: کنگھی کی تو میری نیت تھی لیکن آئینہ دیکھنے کی نہ تھی اس لئے میں نے توقف کیا یہاں تک کہ اس کی نیت بھی اللہ پاک نے دل میں پیدا فرما دی تو میں نے کہا کہ اسے بھی لے آؤ۔

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ایک ساتھی بیان کرتے ہیں: حضرت سیِّدُنا بِشر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس حضرت سیِّدُنا فتح موصلی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ تشریف لائے تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو گئے حالانکہ میں نے آپ کو کسی کے لئے کھڑے ہوتے نہ دیکھا، میں بھی کھڑا ہوا مگر آپ نے مجھے بٹھا دیا۔ جب حضرت سیِّدُنا فتح موصلی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ چلے گئے تو میں نے حضرت سیِّدُنا بِشر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: آپ ان کے لیے کھڑے ہو گئے مگر جب میں کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے بٹھا دیا۔ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں ان کے لیے اللہ پاک کی خاطر کھڑا ہوا اور تم میری خاطر کھڑے ہوئے اس لیے میں نے تمہیں بٹھا دیا۔

اخلاص ترکِ عمل کا نام نہیں

منقول ہے کہ ایک فقیر نوجوان حضرت سیِّدُنا ابو سعید خَرّاز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ ان کی خدمت میں لگا رہتا، فقرا کی خدمت کرتا اور حضرت سیِّدُنا ابو سعید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور ان کے ساتھیوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں آگے آگے رہتا۔ ایک دن حضرت سیِّدُنا ابو سعید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اخلاص کے بارے میں گفتگو کی۔ فقیر کے دل میں حضرت سیِّدُنا ابو سعید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی بات گھر کر گئی اور اس نے یہ گمان کیا کہ خدمت نہ کرنے اور حرکت نہ کرنے میں اخلاص ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت سیِّدُنا ابو سعید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور ان کے ساتھیوں کے کام کاج کرنا بند کر دیئے۔ اس کے ایسا کرنے سے حضرت سیِّدُنا ابو سعید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو تکلیف پہنچی اور انہوں نے اس نوجوان سے کہا: بیٹا! تم اپنے بھائیوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں جلدی کرتے تھے پھر تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ اس نے جواب دیا: استاد صاحب! آپ نے اخلاص کے بارے میں بتایا تھا تو مجھے ڈر لگا کہ میرے کاموں میں ریاکاری شامل ہے لہٰذا میں نے یہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ حضرت سیِّدُنا ابو سعید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: ناسمجھ نہ بنو، اخلاص کام سے نہیں روکتا اور سمجھدار آدمی کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ اخلاص کی وجہ سے کوئی عمل چھوڑ دے ورنہ عمل اور اخلاص دونوں چھوٹ جائیں گے۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا

کہ جو کام تم کرتے ہو انہیں چھوڑ دو بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ اپنے کام میں اخلاص پیدا کرو۔ تمہارے اخلاص کی طلب نے تمہیں نیکی کے کام سے دور کر دیا اور اس کی وجہ سے ہمیں تکلیف پہنچی لہٰذا تم جو کرتے تھے اسے کرتے رہو اور اس میں اخلاص پیدا کرو۔

ہر کام میں نیت خالص رکھے

بندے کو چاہیے وہ اپنے تمام تصرفات حرکت، سکون اور کسی کام کو کرنے اور چھوڑنے میں نیت خالص رکھے کیونکہ حرکت اور سکون ہی افعال کی اصل ہیں اور ان کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اس لئے نیت اور اخلاص کی ان دونوں میں ضرورت ہے تو بندے کو چاہیے کہ تمام کام اللہ پاک کے لئے کرے اور جس مرتبہ پر ہو اس میں ایک نیت رکھے۔ خواہ اپنے کام میں اللہ پاک کی محبت کی نیت کرے یا اس کی بزرگی کی نیت کرے یا اس کے خوف کی نیت ہو یا اس سے امید کرتے ہوئے یا اس کا حکم بجالانے کی نیت سے عمل کرے۔ یوں ہی فرض کی ادائیگی کی نیت ہو یا مستحب کام کرنے کی نیت ہو یا نیکی کے کام میں جلدی کرنے کی نیت ہو۔ اگر کسی مباح اور جائز کام میں مشغول ہو تو دل کی اصلاح، سکون اور اپنے حال کے استقامت کی نیت کرے اور یہ سب دین، آخرت کی تیاری، اللہ پاک کے شکر کی ادائیگی، حلال کام کی بجا آوری، اپنے اوپر انعاماتِ الٰہی کا اعتراف کرنے اور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کی پیروی کرنے کے لئے کرے۔ اپنی طبیعت، عادت اور رواج پر چلتے ہوئے کوئی کام نہ کرے۔ دنیا والوں کی طرح نفس پرستی اور غفلت میں نہ پڑا رہے اور نہ ہی ان جیسا طرزِ زندگی اختیار کرے۔ ایسے لوگوں کا حال غافلوں جیسا، مقام جاہلوں کی طرح اور حال کھیل کود میں مشغول لوگوں کی طرح ہے۔ ان کا انجام اچھا نہیں اور نہ ہی ان کا خاتمہ قابلِ رشک ہے۔

آفت کے خوف سے عمل نہ چھوڑے

نیک عمل کو آفت کے خوف سے چھوڑنا ٹھیک نہیں ہے نیز اگر وہ نیک عمل شروع کر چکا ہے تو بھی کسی آفت کے لاحق ہونے کی وجہ سے نیک عمل کو ہرگز نہ چھوڑے کیونکہ یہی تو اس کا دشمن شیطان چاہتا ہے۔ اسی طرح بندہ ریاکاری کا اندیشہ رکھتے ہوئے ریاکاری کے دس میں سے نو حصوں میں پڑ جاتا ہے جیسا کہ ہم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے حوالے سے واقعہ بیان کر چکے۔ بلکہ بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی

درست ارادے والی پہلی نیت پر رہے پھر اگر اپنے عمل کو آخر تک پورا کرلے تو یہی اس کی مراد اور نعمت کاملہ ہے۔ پھر اگر کوئی آفت آجائے تو اس کی دوا کرے اور اس کو دور کرنے کا کام کرے نیز اپنی اچھی نیت اور نیک عمل پر ثابت قدم رہے۔ نیک عمل کو لوگوں سے شرم یا اس بات سے ناپسندیدگی کی وجہ سے نہ چھوڑے کہ لوگ اسے افضل سمجھیں گے کیونکہ لوگوں کے لئے عمل کرنا شرک ہے ،لوگوں کی خاطر عمل چھوڑ دینا ریاکاری ہے، آفت کی وجہ سے عمل چھوڑ دینا جہالت ہے اور آفت آنے کے بعد عمل چھوڑ کر بیٹھ جانا کمزوری اور سستی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ مخلوق کو اپنے دل سے نکال دے اور ان کے خیال سے خود کو پریشان نہ کرے۔ یہ بات اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب وہ اپنے دل سے اپنے نفس کو نکال باہر کرے اور اس کی محبت کو یکسر مٹادے کیونکہ یہ مخلوق کے ٹھہرنے کا مکان ہے اور گھس بیٹھنے والا مکان کی تباہی سے قبل کیسے نکلے گا؟

عمل کا برباد ہونا

جو شخص اللہ پاک کے لئے عمل شروع کرے اور ختم بھی کرے تو بیچ میں جو خرابی ہو اس کے لئے کوئی نقصان دہ نہیں جبکہ وہ اس کی تردید کرتا رہے اور اس سے مطمئن نہ ہو۔ کبھی کوئی عمل کرنے کے بعد کوئی نقصان دہ بات ہوجاتی ہے مثلاً اس نے ایک کام چھپ کر کیا پھر کچھ عرصے کے بعد اسے ظاہر کردیا اب وہ عمل علانیہ ہوگیا اور پوشیدہ دفتر سے علانیہ دفتر میں منتقل ہوگیا۔ اگر اس نے نیک عمل کے بعد دکھاوا کیا، اپنے عمل پر فخر و غرور اور تکبر کیا تو اس کا عمل برباد ہوجائے گا کیونکہ اس نے خود اپنے عمل کو فاسد کیا اور اللہ پاک مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔ جو شخص اللہ پاک کے لئے عمل شروع کرے اور درمیان میں خرابی پیدا ہونے پر عمل سے نکل جائے تو اس کا عمل باطل ہوجائے گا۔ جس کے عمل شروع کرتے ہی کوئی آفت اور خرابی آجائے اور وہ درستی کے ساتھ اس عمل کو مکمل کرکے نکلے تو اس کا عمل سلامت رہا اور آخری حصہ کے ذریعے پہلے حصے کی تلافی کردی گئی۔

سب سے افضل عمل

سب سے افضل عمل وہ ہے جس کا شروع اور آخر اللہ پاک کے لئے ہو اور بیچ میں کوئی آفت اور خرابی نہ آئے۔ اب اس شروع میں اللہ پاک ہے اور آخر میں بھی اللہ پاک ہی اس کے ساتھ ہے پھر اس عمل کو

بعد میں ظاہر کرے مگر دکھاوا نہ کرے تو یہ سب سے افضل عمل ہے۔

افضل نیت

افضل نیت یہ ہے کہ تم اپنا عمل ایک اللہ پاک کے لئے کرو، ربِّ کریم کے حق کے باعث اس کی تعظیم چاہو اور اپنے اوپر بندگی کا وصف لازم کرو۔ اگر مشاہدۂ حق کا مقام حاصل نہ ہو تو کم سے کم مقامِ رَجا سے آخرت کی مرغوب چیزوں اور آخرت کی طرف شوق کا مشاہدہ تو حاصل کرو کہ یہ نعمت بہتر اور باقی رہنے والی ہے یا مقامِ خوف سے اس کے ڈر اور اس کے دردناک عذاب کا مشاہدہ کرو۔

اعلیٰ ترین نیت

بندے کو چاہیے کہ جو بھی کام کرے پہلے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے تاکہ ان لوگوں میں داخل ہو جائے جو اسے جانتے ہیں کیونکہ ہر چیز میں اللہ پاک کی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ چنانچہ جو بات اسے معلوم ہو جائے اس پر اللہ پاک کا شکر بجالائے اور عمل کرے، جو معلوم نہ ہو تو اپنے سے زیادہ علم والے سے پوچھے اور جس کے بارے میں اشکال ہو اس سے رک جائے یہاں تک کہ اس کی صورت واضح ہو جائے کہ اس پر عمل کرنا ہے یا اس کو چھوڑنا ہے۔ جو بھی کام کرے یا کسی کام کو چھوڑ دے یا کسی کام کو کرنے سے توقف کرے ان سب میں رضائے الٰہی اور اللہ پاک کے تقرب کے حصول کی نیت کرے کہ یہی اعلیٰ ترین نیت اور اخلاص کا اعلیٰ مقام ہے۔

محبین کا مقام

اگر کوئی بندہ نیک اعمال اس نیت سے کرے کہ آخرت میں اللہ پاک کے ہاں جو اجر و ثواب ہے جس میں اس کے لئے نفسانی مزے، جنت کی نعمتیں اور لذتیں ہیں تو وہ اسے پائے گا۔ حسین و جمیل حوریں ملیں گی جن کا وصف اور اچھائی اللہ پاک نے بیان فرمائی، تو یہ بات اس کے اخلاص کے لئے معیوب نہیں اور نہ ہی ایسا کرنے سے نیت کی درستی میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے، اس لئے کہ اللہ پاک نے ان انعامات کی تعریف کی، ترغیب دی اور ان کی توصیف بیان فرمائی ہے، البتہ یہ بات محبین کے ہاں خامی تصور کی جاتی ہے ان کے

نزدیک یہ ایسا عیب ہے جیسے کوئی شخص اپنا دنیاوی حصہ جلدی پانے کے لئے عمل کرتا ہے۔ اور خاص عبادت گزار موحدین کے خلوص میں یہ (فقط ظاہری معنٰی کے اعتبار سے) شرک ہے۔ یہ موحدین خواہشاتِ نفسانی کی قید سے آزاد ہیں اور صرف وحدانیت کی غلامی میں ہیں کیونکہ انہیں خالص ربانی مشاہدہ حاصل ہے۔ ربّ تعالٰی کی خاطر بندگی کا اخلاص، عمل کے اخلاص سے زیادہ سخت ہے۔ البتہ جسے اس کا مقام ملا تو وہ ضرورت کے طور پر بھی عمل کرتے ہوئے حقیقی اخلاص دکھا سکتا ہے۔ انہیں ایک عمل یا مجاہدہ صاف نہیں کرتا بلکہ وہ تو پہلے سے ہی مخلصین میں سے ہیں اور یہ محبین کا مقام ہے۔

ارادت والوں کی بڑی مشقت

ارادت والوں کو سب سے زیادہ مشقت، عمل کو صاف اور پُر خلوص بنانے میں اٹھانی پڑتی ہے اس لئے کہ ان پر شرک خفی اور شہوت کا خطرہ باقی ہوتا ہے جیسے دنیا داروں کو مال جمع کرنے میں مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے طلبگار دراصل خواہش کے غلام بن چکے ہیں جبکہ آزاد لوگ تو مخلوق کی خدمت گاری سے دور ہیں۔ یہ دنیا طلبی اخلاص کو ختم کرتی ہے، نیت میں خرابی اور نقص پیدا کرتی ہے۔

کسی کی کوئی چیز ضائع ہو جائے یا اس کے حق میں کوئی ظلم کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اس چیز کو **اللہ** پاک کے ہاں ذخیرہ کی نیت کرلے اور **اللہ** پاک سے اچھا گمان رکھتے ہوئے اور صدقِ یقین سے اسے **اللہ** پاک کی راہ میں کردے۔ چنانچہ اسے نیت کے مطابق اجر ملے گا۔

حکایت: اعمال اور نامہ اعمال

منقول ہے کہ ایک شخص کو اس کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا: تم نے اپنے اعمال کو کیسا پایا۔ اس شخص نے جواب دیا: میں نے جو عمل بھی **اللہ** پاک کے لئے کیا تھا اسے نامہ اعمال میں پایا یہاں تک کہ انار کا ایک دانہ جو میں نے راستے سے ہٹا دیا تھا اور ہماری ایک بلی مر گئی تھی اسے بھی میں نے نیکیوں کے پلڑے میں دیکھا، میری ٹوپی میں ریشم کا ایک دھاگا تھا جسے میں نے برائیوں کے پلڑے میں دیکھا اور میرا ایک گدھا مر گیا تھا جس کی قیمت 100 دینار تھی میں نے اس کا ثواب نہ پایا تو میں نے عرض کی: بلی کا مرنا تو

نیکیوں کے پلڑے میں ہے لیکن گدھے کا مرنا اس میں نہیں؟ تو مجھ سے کہا گیا کہ اسے وہاں بھیج دیا گیا ہے جہاں تم نے اسے بھیجا تھا کیونکہ جب تمہیں اس کے مرنے کی خبر ملی تھی تو تم نے اس پر **اللہ** پاک کی لعنت کی تھی اس وجہ سے گدھے میں تمہارا ثواب باطل ہو گیا اگر تم اس طرح کہتے "فِیْ سَبِیْلِ اللہ" تو ضرور اس کا ثواب بھی نیکیوں کے پلڑے میں پاتے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے یہ بھی کہا: ایک دن میں نے لوگوں کے سامنے صدقہ دیا تو لوگوں کا میری طرف دیکھنا مجھے اچھا لگا، پس میں نے اس کا نہ ثواب پایا، نہ گناہ۔

حضرت سیّدُنا سُفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جب یہ واقعہ سنا تو فرمانے لگے: اس کا حال کتنا اچھا ہوا! کہ نہ ثواب ملا اور نہ گناہ ہوا، اس کے ساتھ تو اچھا سلوک کیا گیا۔

صبر کرنے والا مظلوم فائدے میں ہے

جسے تکلیف دی گئی یا جس کی غیبت کی گئی اسے چاہیے کہ صبر کرکے اسے **اللہ** پاک کے ہاں ذخیرہ بنائے شاید ایسا کرنا اس کے لئے بڑا عمل بن جائے اور نجات کا باعث ہو جائے۔ ایک روایت میں ہے: بے شک بندے کا حساب لیا جائے گا تو اس کے اعمال، آفت داخل ہونے کی وجہ سے باطل ہو جائیں گے حتّٰی کہ وہ جہنم کا مستحق ہو جائے گا پھر اس کے نیک اعمال کا رجسٹر کھولا جائے گا جس کی وجہ سے وہ جنت کا حق دار ہو جائے گا تو وہ شخص تعجب کرتے ہوئے کہے گا: اے **اللہ**! یہ اعمال تو میں نے کبھی نہیں کئے۔ تو کہا جائے گا: یہ ان لوگوں کے اعمال ہیں جنہوں نے تیری غیبت کی، تجھے تکلیف پہنچائی اور تجھ پر ظُلم کیا۔

کسی عمل کو حقیر نہ جانو

اس لئے کسی بھی عمل کو حقیر نہ جانو چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا عمل ہو، چنانچہ عمل کا نیت سے خالی ہونا یا عمل کو چھوٹا سمجھنا کبھی ایسی ہلاکت و بربادی کا باعث بن جاتا ہے جسے وہ نہیں جانتا۔ چنانچہ حضرت سیّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک شخص دوسرے سے لپٹ جائے گا اور کہے گا کہ میرا اور تیرا فیصلہ **اللہ** پاک کے سامنے ہو گا۔ وہ حیرانی سے کہے گا: خدا کی قسم! میں تجھے بالکل نہیں جانتا۔ لپٹنے والا

کہے گا: ہاں! کیوں نہیں، تونے میری دیوار سے ایک اینٹ اٹھائی تھی۔ اسی طرح ایک شخص دوسرے سے لپٹے گا اور کہے گا: تونے میرے کپڑے سے ایک دھاگہ بلا اجازت لے لیا تھا۔

بغیر نیت کوئی عمل نہ کرنا

کوفہ کے عالم (اور امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے استاد) حضرت سیِّدُنا حمّاد بن ابو سلیمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا جب انتقال ہوا تو حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جنازے میں تشریف نہ لائے۔ کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا: اگر میری نیّت ہوتی تو ضرور جاتا۔

حضرت سیِّدُنا حسن بَصرِی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا انتقال ہوا تو حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ان کے جنازے میں شریک نہ ہوئے۔ پوچھنے پر فرمایا: میرے دل میں نیت حاضر نہ تھی۔

یوں ہی علمائے کرام سے کسی نیک کام کے کرنے کے متعلق کہا جاتا تو فرماتے: اگر **اللہ** پاک نے اس کی نیّت عطا فرمائی تو ضرور کریں گے۔

اچھی نیت عمل سے زیادہ اہم ہے

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن کثیر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: کسی کام کو کرنے میں اچھی نیت کرنا اس کام کو کرنے سے بر تر ہے۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بزرگانِ دین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ہر چیز میں ان کی کوئی نہ کوئی نیت شامل ہو۔

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: تمہاری گفتگو بھی نیت کے ساتھ ہو۔

بعض کا قول ہے: نیت کی خرابی اور نیت بدلنے کا خوف عمل کے ترک سے زیادہ سخت ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو شخص کسی کو اپنے کھانے کی دعوت دے لیکن دل میں اسے کھلانے کی نیت نہیں رکھتا، اگر وہ اس کی دعوت قبول کر کے کھالے تو دعوت دینے والے پر دو گناہ ہوں گے اور اگر نہ کھائے تو اس پر ایک گناہ ہے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بغیر نیت اس کے کھانے پر دو گناہ بتائے ایک تو یہ کہ وہ خود کو (منافقت کی وجہ سے) **اللہ** پاک کی ناراضی پر پیش کر رہا ہے اور دوسرا اپنے مسلمان بھائی کو اس کام پر آمادہ کر رہا ہے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے کہ اگر وہ حقیقت جان جائے تو اس کی دعوت قبول نہ کرے۔

اخلاص کی خاطر دنیاداروں سے دوری

جس شخص کو **اللہ** پاک اخلاصِ نیت کی سمجھ عطا فرمائے اور اس کے اخلاص کی پہچان کو بڑھائے تو وہ اپنے معاملے میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے لوگوں سے دور بھاگے گا کیونکہ وہ نَظرِ یقین سے دیکھتا اور اس وقت اس کے لئے وہی چیز نفع مند ہوتی ہے جس میں اس کے اور **اللہ** پاک کے درمیان کوئی شریک نہ ہو۔ اسی وجہ سے ابدال کی ایک جماعت خلوصِ اعمال کی خاطر دنیاداروں سے علیحدہ ہو کر پہاڑوں کے غاروں میں جا چُھپی۔ یہ لوگ اگرچہ کئی فضیلت والے اعمال مثلاً باجماعت نماز وغیرہ سے محروم ہوگئے مگر ان کے نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ 70 نیکیوں سے زیادہ ایک بُرائی سے بچنا بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات ایک گناہ میں پڑ جانے کے ڈر سے اضافی نوافل سے الگ ہوگئے۔ جاہل آدمی فضائل کی تلاش کرتا رہتا ہے اور چھوٹے گناہوں کی پروا نہیں کرتا حالانکہ ان کی وجہ سے **اللہ** پاک سے دوری ملتی ہے اور یہ مقربین کا طریقہ نہیں۔

مقاصد کی تبدیلی سے نیت میں تبدیلی

کبھی مقاصد کے تبدیل ہونے کی وجہ سے نیت میں تبدیلی آجاتی ہے۔ چنانچہ اچھی نیت کی وجہ سے دوری میں بھی قرب مل جاتا ہے اور بُری نیت کی وجہ سے اچھا کام بھی بُرا ہو جاتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت ابو سلیمان داود بن مُحَبَّر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جب ”کتابُ العَقْل“ تصنیف کی تو حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس تشریف لائے اور کتاب طلب فرمائی، اس میں سے ایک صفحہ دیکھ کر کتاب واپس کردی، تو انہوں نے کہا: کیا ہوا؟ فرمایا: اس میں ضعیف اسناد ہیں۔ حضرت داود بن مُحَبَّر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کہا: میں نے یہ اسناد کے اعتبار سے تصنیف نہیں کی کہ آپ اسے امتحان کی نظر سے دیکھیں میں نے تو اسے عمل کی نظر سے دیکھا اور نفع اٹھایا۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: کتاب واپس لاؤ تاکہ میں بھی اسے اس نظر سے دیکھوں جس نظر سے تم نے دیکھا ہے۔ چنانچہ حضرت داود رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ

نے کتاب حضرت امام احمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو دی جو کافی دیر ان کے پاس رہی یہاں تک حضرت داوٗد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے واپس طلب فرمائی تو امام احمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے انہیں واپس دیتے ہوئے فرمایا: **اللہ** پاک تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے! بے شک میں نے اس کتاب سے فائدہ اٹھایا۔

دل میں دو نور کا جوش مارنا

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: نیت عمل سے زیادہ کامل ہے۔ مزید فرماتے ہیں: آدمی جب کسی اچھے کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں دو نور جوش مارتے ہیں، اگر پہلا نور **اللہ** پاک کے لیے ہو تو پھر دوسرا اسے کوئی نقصان نہیں دیتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے ارادے میں اچھائی اور اخلاص ہو تو پھر بعد میں جو اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا ہے وہ اس کو کوئی نقصان نہیں دے گا کیونکہ وسوسہ کمزور چیز ہے جو عزم کی قوت کو ختم نہیں کر سکتا اور نہ ہی امرِ مستحکم کو ختم کر سکتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: نیک لوگوں پر اپنی نیت کو خراب ہونے سے بچانا طویل مجاہدہ سے زیادہ مشکل ہے۔

70 حج سے بڑھ کر

حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ اللہ بن جلاء دمشقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا ابو عُبَید تُستَری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے پاس کھڑا تھا، وہ عرفہ (یعنی 9 ذی الحجہ) کے دن عصر کے بعد اپنی زمین میں ہل چلا رہے تھے، اسی دوران ان کا کوئی بھائی جو ابدال میں سے تھا ان کے پاس آیا اور ان کے کان میں کچھ سرگوشی کی تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: نہیں۔ وہ ابدال بادلوں کی طرح زمین کو چھوتا ہوا چلا گیا یہاں تک کہ میری نظروں سے غائب ہو گیا، میں نے عرض کی: اس نے آپ سے کیا کہا تھا؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ میرے ساتھ حج کرو گے؟ میں نے کہا: نہیں۔ بزرگ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: آپ نے انکار کیوں کیا؟ تو حضرت سیِّدُنا ابو عبید رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میری حج کی نیت نہیں بلکہ شام تک زمین کا کام پورا کرنے کی نیت تھی تو مجھے خوف ہوا کہ اگر اس کی خاطر حج کرنے اس کے ساتھ جاؤں تو کہیں غَضَبِ الٰہی کا شکار نہ ہو جاؤں کیونکہ اس طرح میں **اللہ** پاک کے لئے کئے جانے والے عمل میں دوسری چیز داخل کر دیتا اور ایسی چیز

سے بچنا میرے نزدیک 70 حج سے بڑھ کر ہے۔

معافی کے بجائے بدلہ

جس بندے کی کسی مباح (جائز) کام میں کوئی اچھی نیت ہو لیکن فضیلت والے کام میں کوئی نیت نہ ہو تو اس کے لئے اس وقت مباح کام ہی افضل ہے کیونکہ اب وہ مباح کام فضیلت والا ہو گیا اور فضیلت والا کام نیت نہ ہونے کی وجہ سے کم درجے والا ہو گیا۔ اس باریک فرق کو علمائے باطن ہی سمجھتے ہیں جو اس گہرائی میں غوطہ زن ہیں۔ مثلاً ایک شخص پر ظلم ہوا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بدلہ لے لیکن اگر معاف کر دے تو یہ افضل ہے البتہ اگر بدلہ لینے میں کوئی اچھی نیت ہو اور معاف کرنے میں کچھ نیت نہ ہو تو بدلہ لینا افضل ہے۔

یوں ہی کھانے پینے اور سونے میں بندے کی یہ نیت ہو کہ اس سے **اللہ** پاک کی اطاعت و فرمانبرداری اور بندگی میں قوت ملے گی اور جان کو ایک وقت تک راحت حاصل رہے گی، اسی طرح ہمبستری کرنے میں یہ نیت ہو کہ اس سے پاک دامنی اور اپنی نظر کی حفاظت حاصل ہو گی نیز وہ فتنہ میں پڑنے سے بچے گا۔ اس کے برعکس روزے اور قیام میں کوئی نیت نہ ہو تو اس صورت میں اچھی نیت کے ساتھ کھانا، پینا، سونا اور ہمبستری کرنا ہی افضل ہو گا۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے تھے: میں خود کو کھیل کے ذریعے آرام دیتا ہوں تاکہ اس سے مجھے عبادت پر مدد ملے۔

مختلف کاموں میں نیت کا حکم

ہر وہ جائز کام جس میں بندے کی کوئی اچھی نیت ہو تو اس پر ثواب ملے گا اور ہر وہ فضیلت والا کام جس میں بندے کی کوئی نیت ہی نہ ہو تو اس میں اس کا اچھا حال سلامتی ہے کیونکہ نہ اس پر گناہ ہو گا اور نہ ہی ثواب۔ اور جب اس میں دنیا کی نیت داخل ہو جائے تو گناہ بھی مل سکتا ہے۔ ہر جائز یا فضیلت والا کام جس میں بندے کی کوئی نیت ہی نہ ہو تو پھر وہ غفلت ہے جو ثواب سے خالی ہے البتہ اس سے اس وقت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ہر وہ فضیلت والا کام جس میں بندے کی اچھی نیت ہو تو یہ کامل فضیلت ہے۔ ہر مکروہ یا شبہ والا کام جس میں بندہ اس میں (اچھی) نیت کرلے تو اس کا عمل باطل اور نیت خواہشِ نفس قرار پائے گی کیونکہ اس

کام میں اس نے اپنی کم علمی اور خواہش کی وجہ سے نیت کی۔ اگر اس کام میں **اللہ** پاک کی رضا کی نیت پائی جاتی تو پھر گناہ نہ ملتا اور ثواب بھی نہ ملتا۔ اور اگر اس پر خواہشِ نفس پوشیدہ رہی یا جہالت کی وجہ سے باریک قسم کی دنیاوی محبت پائی گئی تو وہ گناہ گار ہو گا کیونکہ اس نے اخلاص کی پہچان حاصل کرنے کے لئے علم حاصل نہ کیا اور جہالت میں پڑا رہا جو کہ عیب ہے تو اب اس کے لئے ایسی جہالت میں کوئی عذر نہیں۔

جہالت عذر نہیں

ایک روایت میں ہے: **اللہ** پاک جہل (نہ جاننے) پر عذر قبول نہ فرمائے گا۔ جاہل کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی جہالت پر خاموشی اختیار کرے اور عالِم کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے علم پر چپ بیٹھا رہے۔

اور **اللہ** پاک قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۟ۙ (پ ۱۴، النحل: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

جہالت سے بھی سخت چیز

حضرت سیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: **اللہ** پاک کی نافرمانی والا کوئی کام جہالت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: اے ابو محمد: کیا آپ ایسی کوئی چیز جانتے ہیں جو جہالت سے بھی زیادہ سخت ہو؟ فرمایا: ہاں۔ پوچھا گیا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: جہالت پر جہالت اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے یعنی بندہ جاہل ہو اور اسے معلوم بھی نہ ہو کہ وہ جاہل ہے یا جاہل شخص اپنے آپ کو عالم خیال کرتا رہے اور جہالت پر خاموش اور راضی ہو کر بیٹھ جائے اور علم حاصل نہ کرے۔ یوں وہ سب سے بڑے فرض کو چھوڑ دیتا ہے جو کہ علم حاصل کرنا ہے اور یہ بات بھی بعید نہیں کہ وہ اپنی لاعلمی کے باوجود فتویٰ دے یا شبہات والا کلام کرے اور سمجھے کہ یہ علم ہے۔ یہ بات اس کے لئے جہالت کی بنا پر خاموش رہنے سے زیادہ سخت ہے۔

درست علم کی پہچان بھی ضروری ہے

اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ علم کے ذریعے ہی **اللہ** پاک کی اطاعت ممکن ہوتی ہے اور علم کے ذریعے ہی

پتا چلتا ہے کہ علم کیا چیز ہے؟ اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کون سا علم حاصل کرنا ضروری ہے تا کہ علم حاصل کرنے پر اس کو بصیرت حاصل ہو کیونکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ متکلمین (عقیدے کے متعلق بحث کرنے والوں) کی ابحاث میں پڑ جائے، غلط صوفیوں کے اقوال اور عِلْم دین کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کرنے والے قصہ گو لوگوں کی باتوں میں پڑ جائے کہ وہ لوگ اس کے ساتھ بناوٹی باتوں سے دھوکے میں مبتلا کر دیں گے اور معانی کے مشتبہ ہونے، علم کی باریکی اور پیچیدگیوں کی وجہ سے اور علمائے سلف کے مسنون طریقہ کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے وہ سمجھے یہ علم ہے اور حقیقت میں وہ علم نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قصہ گو اور (فلسفی خیالات کے) متکلمین علما کہلائے جانے لگے۔ پتا چلا کہ یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ علم کیا ہے؟ اور عالم کا علم کوئی اور علم ہوتا ہے اور علمائے دین کے پاس جو علم ہوتا ہے وہ بناوٹ کی بات نہیں ہوتی، تو علم کو جاننے کی بھی وہی فضیلت ہے جو علم حاصل کرنے کی ہے، جیسا کہ جہالت پر جہالت بہت بڑی جہالت ہے۔

جہالت سے دل کا سخت ہونا زیادہ خطرناک ہے

حضرت سیِّدُنا سہل تستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: دل کا جہالت کی وجہ سے سخت ہو جانا گناہوں کی وجہ سے دل سخت ہو جانے سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ جہالت ایک ایسا اندھیرا ہے جس میں بصارت کوئی فائدہ نہیں دیتی اور علم ایک روشنی ہے اگر قصد کرنے والا نہ بھی چلے تو بھی اس سے فائدہ اٹھائے گا۔

اللہ پاک کے اس فرمان:

وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ (پ ۲۴، الزمر: ۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

کی تفسیر میں کہا گیا ہے: آیت میں جن کا ذکر ہے انہوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے اعمال کو اچھا سمجھا مگر وہ بُرے نکلے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دوسروں کے گناہ ان پر ڈال دیئے گئے جس کی وجہ سے انہیں عذاب دیا گیا اور دنیا میں انہیں اس بات کا گمان نہ تھا۔

مظلوم کے گناہ ظالم کے سر

اسی طرح ایک روایت میں ہے: قیامت کے دن بندہ اپنے نیک اعمال دیکھے گا تو سمجھے گا کہ ان اعمال کی

وجہ سے جنت کی منازل پالے گا پھر اس کے نامہ اعمال میں ایسے گناہ ڈال دیے جائیں گے جو اس نے نہیں کئے ہوں گے تو وہ گناہ اس کی تمام نیکیوں پر غالب آجائیں گے اور اس پر جہنم لازم ہو جائے گی۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب! یہ گناہ جو میری ہلاکت کا باعث ہیں، میں نے نہیں کئے۔ اس سے کہا جائے گا: یہ ان لوگوں کے گناہ ہیں جن کی تو نے غیبت کی، جن کو تو نے تکلیف دی اور جن پر تو نے ظلم کیا، یہ تیرے حصے میں ڈال دیے گئے اور انہیں اس سے بری کر دیا گیا۔

دوسری حدیث مبارک ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بندہ قیامت کے دن پہاڑوں کے برابر نیک اعمال لائے گا کہ اگر وہ سب صرف اس کے لئے ہوتے تو داخلِ جنت ہوتا لیکن وہ اس حال میں آئے گا کہ کسی پر ظلم کیا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کو مارا ہوگا، تو ان سب کو اس کی نیکیوں میں سے بدلہ دیا جائے گا حتّٰی کہ اس کے پاس کوئی نیکی بھی باقی نہیں رہے گی تو فرشتے کہیں گے: اس کی نیکیاں ختم ہو چکی ہیں لیکن مطالبہ کرنے والے بہت سے ابھی باقی ہیں۔ اللہ پاک ارشاد فرمائے گا: ان کے گناہ اس پر ڈال دو پھر اسے جہنم کا پروانہ لکھ دو۔

تخریج لکھ کر دیجئے

عمل کو ثابت رکھنے کے لئے کیا کرے؟

بندہ اگر کوئی عمل کرنے کا ارادہ کرے اور یہ چاہے کہ وہ عمل اس کے لئے ثابت رہے تو پہلے اس عمل کے لئے اچھی نیت کرے پھر ٹھہرے اور سوچے کہ کیا اس عمل میں ایک آفت آسکتی ہے یا بہت سی آفتیں آسکتی ہیں؟ چنانچہ مشاہدۂ یقین کے ذریعہ آنے والی آفات سے نکل آئے پھر صرف خالص اللہ پاک کے لئے وہ عمل کرے، اپنے قصد پانے، مطلب اور ثواب میں اللہ پاک کے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ پھر اس عمل پر ثابت قدم رہے اور اس کے بعد بھی اگر کوئی آفت آئے تو اس کو دور کرے یہاں تک کہ مشاہدۂ یقین پر قائم رہے کہ یہی اخلاص ہے۔ اس لیے کہ مخلص بندہ اپنے اخلاص میں دو چیزوں کا محتاج ہے اور ان میں سے ایک دوسری سے اولیٰ نہیں: (1) اللہ پاک کے لئے نیت کا ٹھیک ہونا اور (2) اللہ پاک سے آخرت کا انعام چاہنا۔ پھر عمل سے فارغ ہونے تک آفات کو نکالے رکھے اور احتیاط رکھے کہ کوئی آفت نہ آنے پائے۔ ایسا کرنے سے اس کا اخلاص مکمل ہوگا، نفسانی خواہش کے میل سے اس کی صفائی ہوگی اور مخفی شہوت سے

بھی خَلاصی ملے گی۔ اب اسے ریاکاری، خواہش نفس اور آفت سے پاک وصاف خالص اخلاص نصیب ہو گا۔

مخفی شہوت سے مراد

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف ریاکاری اور مخفی شہوت کا ہے۔

کہا گیا ہے کہ مخفی شہوت سے مراد دنیا کی محبت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مخفی شہوت سے مراد ایسا عمل ہے جس میں بندہ یہ چاہے کہ اسے صلہ ملے اور اس کی تعریف کی جائے۔

ایک عمل میں بہت سی اچھی نیتیں

آدمی جب کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے دل کو تھوڑی دیر کے لئے روکے پھر سوچ وبچار کرے کہ اس کام میں کتنی اچھی نیتیں ہو سکتی ہیں۔ اس لیے کہ کبھی آدمی ایک کام میں 10 یا 5 نیتیں بھی کر سکتا ہے۔ یعنی جس قدر اس ایک عمل میں نیک کاموں اور قربِ الٰہی کے پسندیدہ کاموں کی نیتیں ہو سکتی ہوں تو اس کے لئے ہر نیت ایک عمل ہو گا اور ہر عمل پر دس اجر ملیں گے۔ اس لیے کہ یہ دس یا پانچ اعمال ہیں اور ہر نیت کا ایک عمل ہے اور ہر عمل کا اجر ہے۔ یہ اعمال کے فضائل اور نیکیوں کو دُگنا کرنے کے طریقے ہیں اور ان کو وہ علما ہی جانتے ہیں جو ان کے احکام سے واقف ہیں اور یہ اچھے احوال والے ابدالوں کا طریقہ ہے۔ اسی وجہ سے ان کے اعمال پاکیزہ ہوتے ہیں، مقامات بلند ہوتے ہیں، اجر بڑھتے ہیں اور ان کی نیکیاں عمدہ ہوتی ہیں۔ یہ سب محض کثرتِ اعمال سے نہیں ہوتا بلکہ اچھے عمل اور ایک عمل میں بہت سی نیتوں کے سبب ہوتا ہے۔

ایک روایت ہے: بندہ کوئی کام کرے اور اس میں **اللہ** پاک کی رضا کی نیت نہ کرے تو جب تک اس کام میں رہتا ہے **اللہ** پاک کی ناراضی میں رہتا ہے۔

ایک ادیب کا قول ہے: جس نے اچھی نیت کے ساتھ تیرا شکر ادا نہ کیا وہ تیرے ساتھ اچھا معاملہ بھی نہیں کرے گا۔ اسی مفہوم کو لوگوں نے اس شعر میں بیان کیا ہے:

لَاشُكْرَ رَبُّكَ مَعْرُوْفًا هَمَمْتَ بِهٖ اِنَّ اهْتِمَامَكَ بِالْمَعْرُوْفِ مَعْرُوْفُ

وَلَا اَلُوْمُكَ اِذْ لَمْ يُمْضِهِ قَدْرٌ فَالشَّيْءُ بِالْقَدرِ الْمَحْتُوْمِ مَصْرُوْفٌ

ترجمہ: جس نیکی کا تو نے ارادہ کیا ہے میں اس پر ضرور تیرا شکریہ ادا کروں گا کیونکہ تیرا نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اور اگر تقدیر میں وہ نیکی کا کام نہ ہوا تو میں تجھے ملامت نہیں کروں گا اس لیے کہ مہر لگی تقدیر کے سبب معاملہ بدل جاتا ہے۔

ہمیشہ کا اجر یا ہمیشہ کا خسارہ

اگر نیکی اور اچھے کام کی کچھ اور نیت نہ ہو تو یہ ضرور ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اپنے دل اور ارادے کے اعتبار سے ہمیشہ **اللہ** پاک کے احکام پر عمل پیرا اور عبادت گُزار شمار ہو گا۔ خواہ تقدیرِ الٰہی میں اس کے ظاہری اعضاء سے وہ اچھا اور نیک کام نہ ہوا ہو پھر بھی اسے ہمیشہ اجر ملے گا۔ بُرائی کی نیت اور گھٹیا ارادے میں کچھ سزا نہ ہو تو یہ سزا ضرور ہے کہ ایسا آدمی اگر تقدیر میں لکھا نہ ہونے سے ظاہری اعضاء سے کوئی بُرائی نہ کرے۔ پھر بھی وہ ہمیشہ خسارے اور نقصان میں ہے اور اس پر اس کا گناہ ہے۔ ہم اس بات سے **اللہ** پاک کی پناہ مانگتے ہیں۔

کھانے اور سونے میں بھی نیت

ایک عالم صاحب کا قول ہے: میں ہر کام شروع کرنے سے پہلے اچھی نیت کرتا ہوں یہاں تک کہ کھانا کھانے، سونے اور بیت الخلاء میں جانے کی بھی نیت کرتا ہوں۔

ان کاموں سے نیت یہ ہو کہ **اللہ** پاک کی اطاعت پر قوت ملے گی اور عبادت پر مدد حاصل ہو گی کیونکہ نفس سواری ہے اگر تم اس سے تعلق توڑو گے تو وہ بھی تم سے تعلق توڑے گا اور پاکیزگی کی نیت دین کی وجہ سے کرے۔ بزرگانِ دین اپنے معاملے کی خوب چھان پھٹک، اچھی طرح دیکھ بھال اور نیت کی کمزوری کے سبب بہت سے نیک عمل ترک کرنے میں سچے تھے اور اصل احکام پر عمل کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بے شک لوگ اصول ضائع کر دینے کی وجہ سے وصال سے محروم رہتے ہیں۔

نیت تمام اصول کی اصل ہے کیونکہ یہ تمام فرائض میں بڑا فرض ہے۔ ایک عالم فرماتے ہیں: **اللہ** پاک سے دور شخص وہ ہے جو صرف ظاہری اعضاء سے عمل کر رہا ہو اور درست ارادے کے ذریعہ دل سے اس کی

موافقت نہ کرتا ہو۔

نکاح میں کیا نیت کرے؟

اسی طرح نکاح دین کے بڑے کاموں میں سے ہے۔اس میں بندہ یہ نیت کرے کہ وہ عورت سے اس کے حسن وجمال اور مال کی وجہ سے نکاح نہیں کر رہا بلکہ اس کے دین اور اس کی عقل کی وجہ سے نکاح کر رہا ہے۔ساتھ ہی اپنے لئے اور اپنی بیوی کے لئے بھی سنت اور پاک دامنی کی نیت کرلے اور عورت (حسن وجمال میں) کمتر بھی ہو پھر بھی اسی پر اکتفا کرتے ہوئے غیر عورت کی طرف نہ دیکھنے کی بھی نیت کرے۔ایک روایت میں ہے: جس نے **اللہ** پاک کی رضا کے لیے نکاح کیا یا کروایا وہ **اللہ** پاک کی ولایت کا مستحق ہے۔

افضل عمل وہ ہے جسے بندہ **اللہ** پاک کے لیے شروع کرے اور **اللہ** پاک کے لیے ہی اسے چھوڑے اور اس عمل کو پورا کرنے کے بعد کوئی خرابی پیدا نہ کرے۔اس سے بھی زیادہ افضل عمل وہ ہے جسے **اللہ** پاک کی یاد میں گم رہتے ہوئے شروع کرے، **اللہ** پاک کی یاد میں گم رہتے ہوئے اسے جاری رکھے اور **اللہ** پاک کی یاد میں گم رہتے ہوئے اس عمل کو ختم کرے، یہی اہلِ یقین اور عارِفین میں سے مُوَحِّدِین کا مقام ہے۔

سب سے صحیح اور خالص عمل

سب سے صحیح اور خالص عمل وہ ہے جس کی ابتدا ہی **اللہ** پاک کے لیے ہو، درمیان بھی اس کے لئے ہو اور عمل کا آخر بھی **اللہ** پاک کے لئے ہو۔ عمل کرنے کے بعد اس عمل کو لوگوں پر ظاہر نہ کرے اور نہ ہی اس پر فخر کرے اور سب سے بڑی ذات سے بھی اس کا بدلہ نہ مانگے بلکہ اس عمل کو بھول جائے اور اس سے غافل ہو کر اپنے مولا کی یاد میں مشغول ہو جائے۔

مسجد میں بیٹھنے کی 10 نیتیں

مسجد میں بیٹھنا دین کے افضل کاموں اور متقین کے فضیلت والے اعمال میں سے ہے۔ مسجد میں بیٹھنے والے کو چاہیے کہ وہ اس میں یہ 10 نیتیں کرے:(1)...اپنے رب کے گھر میں اسی کی زیارت کی نیت جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: جو مسجد میں بیٹھا اس نے یقیناً **اللہ** پاک کی زیارت کی اور جس کی زیارت کی جائے اس پر

حق ہے کہ وہ زیارت کرنے والا کا اکرام کرے۔(2)...ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کی نیت جیسا کہ اس فرمانِ الٰہی "وَ رَابِطُوۡا" (پ۴، اٰل عمرٰن: ۲۰۰) کا یہ معنٰی بھی بیان کیا گیا ہے۔(3)...اپنے کانوں اور آنکھوں کو روک کر رُہبانِیّت اختیار کرنے کی نیت کرے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے: میری امت کی رہبانیت مسجدوں میں بیٹھنا ہے۔(4)...اعتکاف کی نیت کرے۔ اس کی حقیقت دل میں کسی اِرادے کا ٹھہرنا ہے اور باطنی اعتکاف یہ ہے کہ **اللہ** پاک کی عبادت میں پڑے رہنا۔(5)...**اللہ** پاک کا ذکر کرنے، اس کا ذکر سننے اور وعظ و نصیحت کی نیت کرے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: جو شخص صبح کے وقت **اللہ** پاک کا ذکر کرنے یا لوگوں کو ذکر کی طرف مائل کرنے کے لئے مسجد گیا وہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (7،6)...اسی طرح مسجد میں بیٹھنے سے علم سیکھنے یا سکھانے کی نیت کرے ایسا شخص بھی جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔(8)...اپنے مسلمان بھائی کو فائدہ پہنچانے کی نیت کرے۔(9)...نزولِ رحمت کی نیت کرے۔ (10)...خوف اور حیا کی وجہ سے گناہ چھوڑنے کی نیت کرے۔

مسجد جانے والا محروم نہیں رہتا

حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جو شخص مسجد میں آنے جانے کا عادی ہو تو **اللہ** پاک اسے سات خصلتوں میں سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے: (1)...ایسا بھائی ملتا ہے جس سے معرفتِ الٰہی سے متعلق اِستفادہ کیا جائے (2)...یا اس پر رحمت کا نزول ہوتا ہے (3)...یا عمدہ و اعلیٰ علم حاصل ہوتا ہے (4)...یا اسے ایسی بات سیکھنے کو ملتی ہے جو راہِ راست کی طرف راہ نمائی کرتی ہے (5)...یا اسے ہلاکت سے بچاتی ہے (6)...یا وہ خوفِ خدا (7)...یا حیا کی وجہ سے گناہ چھوڑ دیتا ہے۔

نیت میں اخلاص جب پیدا ہو گا کہ بندہ اپنے دل، قصد اور فکر سے اِخلاص سے روکنے والی چیزوں کو نکال دے اگرچہ دل میں بہت ہی زیادہ وسوسے آئیں، کیونکہ نیت قصد کے باعث منفرد ہے اور ایک **اللہ** پاک کے لئے نیت کو متوجہ کر دینے سے ہی عمل میں اِخلاص آتا ہے جو کہ نیت کا مقصود ہے۔

حکایت: میں تو جہاد کے لئے ہی نکلا ہوں

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں براستہ سمندر جہاد کے لئے نکلا تو ہم میں سے کسی نے توشہ دان بیچنا چاہا، میں

نے کہا: میں اسے خرید لیتا ہوں تاکہ جہاد میں اس سے فائدہ اٹھاؤں اور جب فلاں شہر پہنچ جاؤں گا تو اسے بیچ دوں گا اور کچھ نفع کما لوں گا۔ چنانچہ وہ توشہ دان میں نے خرید لیا، اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ آسمان سے دو آدمی اترے ہیں، ان میں سے ایک دوسرے سے کہتا ہے: مجاہدین کے نام لکھو۔ چنانچہ وہ اسے لکھوانے لگا کہ فلاں شخص سیر و تفریح کی نیت سے نکلا، فلاں دکھاوے کے لئے آیا، فلاں تجارت کی غرض سے اور فلاں **اللہ** پاک کے راستے میں ہے۔ پھر اس نے میری طرف دیکھ کر کہا: لکھو فلاں شخص تجارت کے ارادے سے نکلا۔ میں نے کہا: میرے بارے میں **اللہ** پاک سے ڈرو میں تجارت کے لئے نہیں نکلا، نہ میرے پاس سامانِ تجارت ہے جس کی میں تجارت کروں گا، میں تو جہاد کے لئے ہی نکلا ہوں۔ تو اس نے کہا: اے شیخ! تم نے کل ایک توشہ دان خریدا تھا اور تم اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو۔ یہ سن کر میں نے روتے ہوئے کہا: مجھے تاجر نہ لکھو۔ تو اس نے اپنے رفیق کی طرف دیکھ کر کہا: کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: لکھو کہ فلاں شخص نکلا تو جہاد کے لئے تھا لیکن راستے میں اس نے ایک توشہ دان خرید لیا تھا کہ اس سے نفع حاصل ہو، پھر اس کے بارے میں جو **اللہ** پاک چاہے گا حکم فرمائے گا۔

فصل: بعض مشتبہ چیزوں کی وضاحت

بعض چیزیں بگاڑ پیدا کرنے والی ہوتی ہیں مگر باعثِ فضیلت اُمور جیسی لگتی ہیں لیکن کئی بڑوں سے ان کی حقیقت پوشیدہ رہتی ہے، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان چیزوں کی فضیلت کی شہرت ہوتی ہے، ان میں مشغولیت سے قلبی عزائم کو خوشی ہوتی ہے اور ان پر بتکلف صبر کرنا ہوتا ہے۔ البتہ عُلَمائے ربانیین پر ان کی چیزوں کی اصلیت واضح ہوتی ہے۔

حکایت: قصہ دو دوستوں کا

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد دو شخص آپس میں **اللہ** پاک کے لیے دوست بن گئے۔ ان میں سے ایک سب سے الگ ہو کر عبادت کرنے لگا اس کا نام سرجس تھا اور دوسرا مسجد اور جماعت میں حاضری دیتا اور لوگوں سے ملتا جلتا۔ یہ دوسرا زیادہ علم والا تھا اور یہ جب اپنے دوست سرجس سے ملتا تو کہتا: اے میرے بھائی جس میں تو پڑا ہے یہ بدعت ہے، اس میں جس طرح کا لحاظ کرنا

پڑتا ہے وہ تجھ سے نہ ہو سکے گا اور اس میں **اللہ** پاک کی رضا بھی نہیں۔اگر تم میرے ساتھ جماعت میں حاضری دو اور لوگوں سے میل جول رکھو تو یہ بات رضائے الٰہی کا باعث ہوگی اور تم سنت کو پاؤ گے۔وہ گوشہ نشین اپنے دوست سے اعراض کرتا اور اس کی رائے کو کوئی اہمیت نہ دیتا بلکہ اس سے کہتا: تم دنیا کی طرف مائل ہو گئے ہو اور مخلوق سے مانوس ہو چکے ہو۔آخر تھک ہار کر ایک روز زیادہ علم والے نے کہا: آج شام میرے ہاں افطار کرو تاکہ بات واضح ہو جائے۔گوشہ نشین دوست آنے پر راضی ہو گیا۔جب وہ آیا تو علم والے دوست نے اس کے سامنے دو بھنے ہوئے چوزے رکھے اور کہا: یہ دو چوزے ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے، ہم میں سے جو حق پر ہو گا اس کا معاملہ ظاہر ہو جائے گا۔اس نے کہا: یہ ہمارے درمیان کیسے فیصلہ کریں گے؟ علم والے دوست نے کہا: ہم میں سے ہر ایک **اللہ** پاک سے دعا کرے گا اور جس کا طریقہ اور کردار **اللہ** پاک اور اس کے رسول کے ہاں اچھا ہو گا اس کی دعا سے چوزے اٹھ جائیں گے یہاں تک کہ زندہ ہو کر اڑنے لگیں گے۔گوشہ نشین نے کہا: ٹھیک ہے۔علم والے دوست نے کہا: تم پہلے دعا کرو۔چنانچہ وہ دعا کرنے لگا: اے **اللہ**! میں جس معاملے میں پڑا ہوں اور تیری رضا چاہتا ہوں اگر یہ معاملہ میرے اس بھائی کے معاملے سے حق کے زیادہ قریب ہے جس کی طرف وہ بلاتا ہے تو ان چوزوں کو زندہ کر کے میری طرف بھیج دے۔اس کی دعا قبول نہ ہوئی پھر علم والا دوست دعا کرنے لگا: اے **اللہ**! جس معاملے کو میں پکڑے ہوئے ہوں اور سر جس اور اس کے ساتھیوں کی مخالفت کر رہا ہوں۔اگر یہ معاملہ حق کے قریب تر اور تیری رضا کے زیادہ لائق ہے اس معاملے سے جس کی طرف میرا بھائی مجھے لوگوں سے جدائی اختیار کرنے اور جماعت سے الگ ہونے کی طرف بلا رہا ہے تو ان چوزوں کو زندہ کر کے میری طرف بھیج دے۔اس کی دعا قبول ہوگئی اور وہ چوزے **اللہ** پاک کے حکم سے اڑنے لگے۔گوشہ نشین دوست نے جان لیا کہ وہ جس معاملے میں پڑا ہے اس میں **اللہ** پاک کی رضا نہیں۔چنانچہ وہ جماعت اور مسجد کی حاضری کی طرف لوٹ آیا۔

بسا اوقات بلند فضائل میں شبہ اور التباس ہو جاتا ہے اور بندہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے اپنے حال اور مقام کو چھوڑ دیتا ہے تاکہ بارگاہِ الٰہی میں اس کا قرب بڑھے لیکن معاملہ الٹ ہو جاتا اور وہ ہلاکت میں جا پڑتا ہے۔برصیص نامی عابد کو اسم اعظم سیکھنے کے سلسلے میں دشمن شیطان نے یہی دھوکا دیا اور اس کا قصہ مشہور

ہے۔ تو علماء کے نزدیک عالم وہ ہے جو دو اچھائیوں میں سے بہتر اچھائی کو جانے اور اس کے ختم ہو جانے سے پہلے اس کی طرف سبقت کرے اور جو دو اچھائیوں کے شر کو بھی جانے اور زیادہ شر والی سے دور ہو جائے تاکہ دوسری بھلائی سے غافل نہ رہے۔ یونہی دو بُرائیوں میں سے کم نقصان دہ کو بھی جانتا ہو تاکہ اسے معلوم ہو کہ مجبوری کی حالت میں کون سی اختیار کرنی ہے اور وہ بُرائیوں میں سے سب سے بُری کو بھی جانتا ہو تاکہ اس سے بہت دور بھاگے اور اس کے سامنے دوہری دیوار رکھے، یہ باتیں علم کی باریکیوں میں سے ہیں۔

فصل: بعض چیزوں کا ایک دوسرے میں خلط ملط ہونا

کبھی نیت خواہش نفس کے ساتھ مل کر پوشیدہ ہو جاتی ہے اور کبھی ارادہ وسوسے کے ساتھ مل کر مشتبہ ہو جاتا ہے۔

نیت اور تمنا کی وضاحت

نیت وہ ہے جس کے ذریعے رضائے الٰہی کا اِرادہ کیا جائے اور **اللہ** پاک سے ہی اس کا عوض مانگا جائے۔ تمنا وہ ہے جس کا تعلق مخلوق سے ہو اور اس سے فانی دنیا کا فوری مزہ مطلوب ہو۔ بسا اوقات ارادہ محبت لگنے لگتا ہے اور حاجت خواہش کے ساتھ مل جاتی ہے۔

اِرادہ، محبت، حاجت اور خواہش کی وضاحت

اِرادہ یہ ہے کہ بندہ کوئی کام کرے، کبھی اس کا ہونے کو پسند کرے اور کبھی اس کا مخالف ہونا چاہے۔ محبت وہ ہے جو عقل کو زیر کرے عشق غالب ہو جائے اور دل کی گہرائیوں میں اتر جائے، کسی دوسرے کا وجود برداشت نہ ہو اور نہ ہی محبوب کا ساتھ چھوٹنا گوارا ہو۔ حاجت وہ ہے جس کی طرف مجبوری ہو جائے اور اس کے بغیر چارہ نہ ہو نیز اس کے علاوہ اور کسی چیز سے کام نہ چلتا ہو۔ جبکہ لذت کی زیادتی، ضرورت سے زیادہ کی طلب اور عادت سے بڑھ کر لینے کا نام خواہش ہے۔

کبھی دل میں ذکر کرنے اور قرب کے معانی میں غور و فکر کرنے کے مابین اختلاط ہو جاتا ہے حالانکہ ذکر وہ ہے جو بھولی ہوئی شے کو ظاہر کرے، گمشدگی کو دور کرے اور اُس چیز کی یاد دلا دے جبکہ فکر واقعہ کی منظر

کشی کے ذریعے خبر کے آشکار ہونے کا نام ہے۔

کبھی امید کا محبت کے ساتھ اور خواہش کا نیت کے ساتھ اختلاط ہو جاتا ہے حالانکہ امید وہ ہے جس میں طمع کسی بھی سبب کی وجہ سے ہو۔ جبکہ محبت وہ ہے جس کا ذائقہ چکھے اور اسے پیدا کرنے والے کسی سبب کے بغیر اسے پائے۔

کبھی دلی عاجزی کا اختلاط دل کی کمزوری اور مردہ دلی کے ساتھ ہو جاتا ہے کیونکہ خالق کے مشاہدہ کے باعث وہ نفس کی عاجزی کے ذریعہ مخلوق میں طمع رکھتا ہے۔

کبھی گھٹیا فکر اور نفس کی کمینگی کی وجہ سے طمع کی تواضع اور اعتراف حق یا خضوع برائے علم میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔

کبھی خواہش کے غلبے اور عقل پر اس کے حاوی ہونے کی وجہ سے نفس کی عاجزی اور دل کی اُس عاجزی میں اشتباہ ہو جاتا ہے جو حق گو عالم کی اطاعت و فرمانبرداری میں جلدی کرنے کے سبب ہوتی ہے۔

کبھی ہمیشہ دل پر نظر رکھنے کے سبب دل کی حالت تبدیل ہونے کے باعث عزتِ قلب کا اِختلاط عقل کی اس عزت کے ساتھ ہوتا ہے جو اسے اس عقل کے نزدیک عظمت والے علم سے حاصل ہوئی۔

کبھی نفس پر غالب وصف کے سبب حاصل شدہ عزتِ نفس کا التباس اس عزتِ ایمان کے ساتھ ہوتا ہے جو عزت اسے غیب پر یقین کے سبب ملی۔

اہلِ معرفت کے لئے ان میں فرق ظاہر ہے اور بڑے بڑے شگاف غافلوں کو کمزور کر رہے ہیں۔

عبادت اور عادت میں اِشتباہ

کبھی عبادت اور عادت کے مابین اِلتباس اور اِشتباہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً بندہ علم، عمل اور صدقے یا ماہانہ اور سالانہ اخراجات کے معاملے میں اچھی نیت کرتا ہے پھر اس کی نیت پوشیدہ ہو جاتی ہے اور یہ اُمور اس کی عادت بن جاتے ہیں اور بندے کی جو حالت لوگوں میں مشہور ہوتی ہے وہ حالت اس عادت کو پختہ کرتی ہے، کیونکہ وہ لوگوں میں اپنی پہچان کا خاتمہ نہیں چاہتا پھر وہ اس حالت کو برقرار رکھنے کے لئے بتکلف ان اعمال کی بجا آوری کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی نیت چلی جاتی اور عادت باقی رہ جاتی ہے، اب وہ آخرت کی نیت اور اس کے

لئے ان اعمال کو بجالانے والا نہیں رہتا بلکہ دنیا کی نیت اور خواہشات کی وجہ سے ان اعمال پر کاربند ہوتا ہے جو اس کی عادت بن ہوتی ہے۔

کبھی جاہ و منصب کی خواہش میں دنیاوی راہیں حصولِ علم اور اعمال کے معاملے میں آخرت کی راہوں کے ساتھ مخلوط ہو جاتی ہیں۔ اب اگر بُزرگانِ دین کے جن اعمال کو اپنایا گیا ہو، ان سے نفس کو سدھارنے کا ارادہ ہو اور دنیا سے دوری کا درس ملتا ہو تو یہ آخرت کی راہیں ہیں اور جو راہیں اس کے برخلاف ہوں وہ راہیں دنیا کی ہیں کیونکہ دنیا آخرت کی ضد ہے۔

پہلے عالم بنو پھر لوگوں سے کنارہ کشی کرو

بزرگانِ دین فرماتے ہیں: علما علم حاصل کر لیتے ہیں تو اس پر عمل کرتے ہیں، جب عمل کرتے ہیں تو مشغول ہو جاتے ہیں اور جب مشغول ہو جاتے ہیں تو (لوگوں سے) دور بھاگ جاتے ہیں۔ اور بزرگانِ دین نے فرمایا: پہلے عالم بنو پھر لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرو۔

کبھی اعمال کے ظاہر کرنے اور چھپے احوال کے کھولنے کے لئے تاکہ اس کے ذریعہ ادب سکھائے اور اتباع کرے یا قدرتِ الٰہی اور اس کی نشانیوں کا اظہار ہو تاکہ سننے والے کو مزید معرفت حاصل ہو جائے ان باتوں میں اور زیب و زینت، فخر یا تعریف اور شہرت کی چاہت کے لئے کئے گئے عمل میں اشتباہ اور التباس ہو جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنے نفس کے بارے میں خبر دیتا ہے۔ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اگر وہ پیشوا ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے تو ٹھیک ہے۔ اور ایک مرتبہ آپ نے یا آپ کے علاوہ کسی اور بزرگ نے فرمایا: اس کا معاملہ نیت کے اعتبار سے مختلف ہو گا، اگر اس کا ارادہ نفس کی تادیب کا ہو تو یہ اچھا ہے۔ چنانچہ یہ نیت میں نفسانیت کے شامل ہونے اور ربِّ کریم پر یقین کی شہادت دیتے ہوئے صفتِ قیوم میں نفس کے فنا ہو جانے کے مابین اشتباہ پیدا کرتا ہے۔

فصل: ترک عمل میں اچھی نیت کرنا

ترک کرنے والے اعمال بہت سے ہیں۔ فرض یا تقویٰ کے لئے ممنوع یا مکروہ عمل کو ترک کرنے والے کو اچھی نیت کی حاجت ہوتی ہے کہ وہ **اللہ** پاک سے امن و عافیت کی طلب میں یا اجر و ثواب کے شوق میں

ممنوعہ کام کو ترک کرنے والا ہو۔ ممنوعہ کام کو ترک کرنا لوگوں کی وجہ سے نہ ہو اور نہ ہی اس کے ذریعے لوگوں میں اپنی حالت کو بہتر بنانا یا بندگانِ الٰہی میں اپنی جاہ وعزت برقرار رکھنا مقصود ہو کیونکہ گناہ کو ترک کرنا افضل عمل ہے لہٰذا یہ بہترین نیت کا محتاج ہے۔ اس لئے کہ اس سے **اللہ** پاک کی طرف سے بہت بڑا اجر ملتا ہے کہ نفس کی آزمائش ہوتی ہے اور کسی بھی عمل (کے اچھے بُرے ہونے) کا وصف بھی اسی پر موقوف ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: جسے یہ پسند ہو کہ **اللہ** پاک کے سوا کسی دوسرے کو بھی اس کی پرہیز گاری کا پتا چلے تو اس کے لئے **اللہ** پاک کی طرف سے کوئی اجر نہیں۔

حکایت: فضیلت والے کام کو فرض کی خاطر ترک کرنا

حضرت سیِّدُنا زکریا عَلَیْہِ السَّلَام اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھاتے تھے۔ ایک بار اُجرت پر گارے سے کسی کی دیوار بنا رہے تھے، انہوں نے آپ کی خدمت میں دو روٹیاں پیش کیں، جسے آپ کھا رہے تھے، اسی دوران کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے انہیں کھانے کی دعوت نہ دی حتّٰی کہ کھا کر فارغ ہو گئے۔ وہ لوگ آپ کے زہد و سخاوت کو جانتے تھے اس لئے انہوں نے اس بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں اُجرت پر کسی کا کام کر رہا ہوں، انہوں نے میری طرف یہ دو روٹیاں بڑھائیں تاکہ مجھے ان کے کام پر قوت حاصل ہو، لہٰذا اگر تم بھی میرے ساتھ مل کر کھا لیتے تو نہ تمہیں کفایت کرتا نہ مجھے اور مجھے ان کے کام میں کمزوری ہو جاتی۔

تو یہ ان کا واقعہ ہے جنہوں نے فضیلت والے کام کو فرض کی خاطر ترک کیا اور عمل کو ترک کرنے میں ان کی ویسی ہی نیت تھی جیسی عمل کو کرنے میں ہوتی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا سُفیان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس حاضر ہوا آپ کھانا کھا رہے تھے، آپ نے مجھ سے کوئی کلام نہ کیا حتّٰی کہ (کھانے سے فارغ ہو کر) اپنی انگلیاں چاٹ لیں۔ پھر فرمایا: اگر میں نے یہ کھانا بطورِ قرض نہ لیا ہوتا تو میں ضرور پسند کرتا کہ تم اس میں سے کھاؤ۔

اچھی نیت کے سبب مغفرت

نیز مروی ہے کہ ایک عجمی کسی جماعت کے ساتھ جا رہا تھا وہ ہنسی مذاق کر رہے تھے، اس عجمی نے سمجھا

کہ یہ لوگ اللہ پاک کو پکار رہے ہیں تو وہ بھی اچھی نیت کے ساتھ وہی کہنے لگا جو جماعت والے کہہ رہے تھے۔ چنانچہ اللہ پاک نے اس کی اچھی نیت کی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی۔

مسلمان کی علامت

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: مسلمان کی علامت یہ ہے کہ اس کی زبان بے قابو نہیں ہوتی، اس کی نظر سبقت نہیں کرتی اور نیت کمزور نہیں ہوتی یعنی وہ کمزوری نہیں دکھاتا اور نیکی کے کاموں میں جلدی کرتا ہے اگرچہ اس کے اعمال کم اور اعضاء کمزور ہوں مگر وہ پوری قوت کے ساتھ اپنے نیک اعمال کو بڑھاتا رہتا ہے۔

اور فرمایا: مومن کی نیت مضبوط ہوتی رہتی اور طاقت کم ہوتی چلی جاتی ہے جبکہ منافق کی نیت کمزور اور قوت زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر حق کی حقیقت ہے اور بندہ اخلاص کی حقیقت تک تبھی پہنچ سکتا ہے جب وہ اللہ پاک کے لیے کیے گئے عمل پر تعریف کیا جانا پسند نہ کرے۔

اللہ کے لئے خیر خواہی کرنے والا کون؟

ایک مرتبہ حواریوں نے حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: اللہ پاک کے لئے اخلاص اختیار کرنے کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: جو اللہ پاک کے لئے عمل کرے اور یہ پسند نہ کرے کہ اس عمل پر کوئی شخص اس کی تعریف کرے۔ حواریوں نے پوچھا: تو اللہ پاک کے لئے خیر خواہی کرنے والا کون ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ جو لوگوں کے حق سے پہلے اللہ پاک کے حق سے ابتدا کرے اور جب اسے دو معاملے درپیش ہوں جن میں ایک دنیا کا اور دوسرا دین کا تو وہ دنیا کے معاملے سے پہلے اللہ پاک کے معاملے سے ابتدا کرے۔

لوگوں سے تعریف کی چاہت اصل اور بندہ اس کی فرع ہے اور جب بندہ یہ چاہے کہ اس کے مقام و مرتبے کا پتا چلے، شہرت کا خواہشمند ہو اور لوگوں کی نگاہوں میں محترم بننے کی چاہت ہو تو اس نیت کے ساتھ اس کا جنگلوں میں پوشیدہ رہنا کوئی فائدہ مند نہیں اور نہ ہی اس کا یہ عمل مقبول ہے۔

40سال کی عبادت نامقبول

منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ایک غار میں 40سال عبادت کی۔ فرشتے اس کا عمل آسمان پر لے گئے تو قبول نہ ہوا۔ فرشتوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! تیری عزت کی قسم! ہم تیری بارگاہ میں حق ہی لے کر آئے۔ **اللہ** پاک نے ارشاد فرمایا: اے میرے فرشتو! تم نے سچ کہا لیکن (اس کے اعمال کے مردود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) یہ بندہ اپنے مقام و مرتبہ کی شہرت چاہتا تھا۔

اسی لئے ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو تکبُّر، ریاکاری اور شہرت کی چاہت سے نجات پا گیا وہ سلامت رہا۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے اپنی نیت کے علاج سے زیادہ دُشوار علاج کسی شے کا نہیں کیا، کیونکہ یہ مجھ سے چھوٹ جاتی ہے یعنی بے قابو ہو جاتی یا کمزور ہوتی ہے تو ایسے میں نیت کی دیکھ بھال کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا منصور رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: عمل پر ہمیشگی کرتے رہنا یہاں تک کہ عمل خالص ہو جائے یہ عمل سے زیادہ سخت ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں اپنے ظاہری عمل کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔

مقبول عمل تھوڑا نہیں

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: عمل سے زیادہ عمل کی قبولیت کا اہتمام کرنے والے بنو کیونکہ تقویٰ کے ساتھ کیا جانے والا عمل تھوڑا نہیں ہوتا اور جو مقبول ہو جائے وہ عمل تھوڑا کیسے ہو سکتا ہے؟

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جو تنہائی میں وحشت محسوس کرے اور لوگوں سے مانوس رہے وہ ریا سے بچ نہیں پاتا۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ العزیز بن ابو رَوّاد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے ایسے لوگوں کو پایا ہے جو نیک عمل میں خوب کوشش کرتے، جب اسے پورا کر لیتے ہیں تو انہیں یہ فکر لاحق ہوتی کہ ان کا عمل قبول بھی ہو گیا یا نہیں؟

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: عمل کے قبول نہ ہونے کا خوف عمل سے زیادہ سخت ہے۔

عمل تین چیزوں کے بغیر صحیح نہیں

حضرت سیِّدُنا محمد بن عجلان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا کہ عمل تین چیزوں کے بغیر صحیح نہیں ہوتا: (1)...اللہ پاک کے لئے تقویٰ اختیار کرنا (2)...اچھی نیت اور (3)...اس عمل کو درست طریقے سے کرنا۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ ترجمۂ کنزالایمان: کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔ (پ ۲۹، الملک: ۲)

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: زیادہ اچھے سے مراد خوب اخلاص والا اور زیادہ درستی والا کام ہے۔ کسی نے اس تفسیر کی وجہ پوچھی تو فرمایا: عمل اخلاص والا ہو لیکن درست نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا۔

عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والی خصلتیں

حضرت سیِّدُنا تیاحی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا کہ عمل کی چار خصلتیں ہیں ان ہی کی وجہ سے عمل پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے: (1)...اللہ پاک کی معرفت (2)... حق کی معرفت (3)... عمل میں اِخلاص اور (4)...اس کا سنت کے مطابق ہونا۔ ان چار خصلتوں سے پہلے کوئی بھی عمل نفع مند نہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو عُبَیدہ بن عُقْبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جو اپنے عمل کو کامل کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ اپنی نیت کو اچھا کرے کیونکہ اللہ پاک بندے کو اجر اس وقت عطا فرماتا ہے جب اس کی نیت اچھی ہو حتّٰی کہ ایک لقمہ پر بھی (اچھی نیت کے سبب اجر عطا فرماتا ہے)۔

نیت کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کی، جب آپ سے احسان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تم اللہ پاک کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔"[1] تو یہ اہلِ معرفت کی شہادت اور یقین رکھنے والوں کی معرفت ہے اور یہ عام مخلصین سے بڑھ کر مخلص لوگ ہیں۔

---

[1]......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان...الخ، ص ۳۳، حدیث: ۹۳

نیت کا عمل کو چھوٹا یا بڑا بنانا

حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: کتنے ہی چھوٹے عمل ہیں جن کو نیت بڑا بنا دیتی ہے اور کتنے ہی بڑے عمل ہیں جنہیں نیت چھوٹا کر دیتی ہے۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: دلوں میں رضائے الٰہی کا ارادہ، روزہ و نماز وغیرہ اعمال کی حرکات سے بڑھ کر ہو۔

حضرت سیِّدُنا داوٗد انطاکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جب معاملہ دل کے سپرد ہو جائے تو اعضاء راحت پاتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: جس کا ظاہر اس کے باطن سے بھاری ہو اس کا پلڑا ہلکا ہو گا اور جس کا باطن اس کے ظاہر سے زیادہ بھاری ہو تو قیامت کے دن اس کا پلڑا بھاری ہو گا۔

ساری بھلائی کی جامع

حضرت سیِّدُنا داوٗد انطاکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں اچھی نیت کو ساری بھلائی کی جامع سمجھتا ہوں، اگرچہ عمل کی مشقت نہ ہو پھر بھی اس کا خیر ہونا تیرے لئے کافی ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس فرمانِ باری تعالیٰ:

وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ (پ۲۰، العنکبوت: ۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اُسے عطا فرمایا۔

کی تفسیر کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی اچھی نیت کی وجہ سے آخرت کا اجر پایا۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عَبْدُ الرحمٰن بن مریح رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جو بھلائی کے کسی کام کو اختیار کرے اور وہ اس نیک کام سے فقط **اللہ** پاک کی رضا چاہتا ہو، پھر اس کے پاس کوئی ایسا آئے جس کو اپنا عمل دکھانا اسے پسند ہو تو **اللہ** پاک اسے اصل (یعنی رضائے الٰہی کی نیت) کا ثواب عطا فرمائے گا اور شاخ (یعنی ریاکاری) کو معاف فرمادے گا اور جو دکھاوے کی نیت سے کسی بھلائی کے کام میں مشغول ہو پھر اس میں غور و

فکر کرے تو اس پر حقیقت کھل جائے۔ چنانچہ اس نے اس نیک عمل کا اختتام رضائے الٰہی کی نیت کے ساتھ کیا تو **اللہ** پاک اسے فرع (یعنی اخلاص کا ثواب) عطا فرمائے گا اور اس کی اصل (یعنی ریاکاری) کو معاف فرمادے گا۔ گویا دوسری نیت بطور توبہ اسے کفایت کرے گی اور توبہ سابقہ گناہوں کو مٹادیتی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم

خامیوں کا فضائل سے التباس

کبھی خامیاں اس قدر باریک اور پیچیدہ ہوتی ہیں اور ان کا علم ایسا مخفی ہوتا ہے کہ فضائل کے ساتھ ان کا التباس ہو جاتا ہے جیسے کوئی بندہ نفل نماز ادا کر رہا ہو اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ یہ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اس نوعیت کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص کو نماز کی ادائیگی کے دوران رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آواز دی تو اس نے جواب نہیں دیا اور یہ سمجھا کہ اس کا **اللہ** پاک کے حضور کھڑا رہنا غیب میں افضل ہے، چنانچہ وہ سلام پھیر کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا: کیا تو نے **اللہ** پاک کا یہ فرمان نہیں سنا؟

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (پ ۹، الانفال: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔[1]

معلوم ہوا کہ اس کے لئے افضل یہ تھا کہ وہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بلاوے کا جواب دیتا کیونکہ اس کی نماز نفل تھی اور رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جواب دینا اس پر فرض تھا۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جس کے نزدیک فضائل طلب کرنا فرائض کی ادائیگی سے زیادہ اہم ہو وہ دھوکے میں مبتلا ہے اور جو اپنے نفس کو چھوڑ کر دیگر چیزوں میں پڑا ہے وہ بھی دھوکے میں مبتلا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سفیان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: لوگ بارگاہِ الٰہی تک رسائی سے اسی لئے محروم رہے کہ انہوں نے اُصول کو ضائع کر دیا۔

پہلے فرائض کی درستی کرے

پتا چلا کہ بندے کے لئے افضل اپنے نفس کی پہچان ہے پھر نفس کو اپنی حد پر ٹھہرانا پھر وہ جس حال میں ہے

---

[1] بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحجر، باب ولقد اتیناک سبعامن المثانی، ۳/۲۵۶، حدیث: ۴۷۰۳

مسند الطیالسی، ابو سعید بن المعلی، ص ۱۷۸، حدیث: ۱۲۶۶

اس کو پختہ کرنا پھر جو علم اس پر ظاہر ہو اس کے مطابق عمل پر کمربستہ رہنا، لہٰذا وہ اپنے علم کے مطابق اور پوری کوشش کے ساتھ ممنوعاتِ شرعیہ سے بچنے کے بعد اعمال میں فرائض کو ترجیح دیتا اور نفلی کاموں میں تب تک مشغول نہیں ہوتا جب تک فرائض کو ٹھیک طور پر ادا نہ کرلے کیونکہ نفل دراصل نفع ہے جو سرمایہ کے بعد ہوتا ہے اور ہر اضافی چیز کے لئے عمل کو کاٹنے والی آفت ہوتی ہے تو جو اس سے بچ جائے وہ اپنے نفع کو پالیتا ہے۔ ہر نفیس معاملے کی مشقت بہت زیادہ ہوتی ہے جو اسے برداشت کرلے اس نے نفیس چیز پالی اور جس پر سلامتی ہی مشکل بن گئی وہ نفع تک کیسے پہنچ سکے گا؟ جو شخص مشقت اٹھانے میں صبر نہ دکھائے وہ بلند مقامات نہیں پاسکتا۔

علم کے اظہار کا علم کی آرائش کے ساتھ التباس

کبھی تکلف کا اخلاص کے ساتھ اور علم کے اظہار کا علم کی آرائش وزیبائش کے ساتھ التباس ہو جاتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: علم سے اپنے نفس کو سنوارو اور اسے اپنی سجاوٹ نہ بناؤ۔ یعنی رضائے الٰہی کے لئے تم اپنے نفس کی تربیت کرو تو تم اس کے ولیوں میں زینت بن جاؤ گے اور لوگوں کے سامنے اپنے علم کی آرائش نہ کرو تاکہ وہ تمہاری تعریف کریں۔

کبھی ایک چیز کے اختیار کا دوسری چیز کے اختیار کے ساتھ التباس ہو جاتا ہے۔ ایک اختیار وہ ہے جو کسی ضرورت کی وجہ سے ہوتا ہے اور بندہ اس سے **اللہ** پاک کی طرف جانے کی راہ تلاش کرتا ہے۔ دوسرا اختیار وہ ہے جو خواہش میں بڑھ کر ہو اور مخلوق کی طرف جانے کا ذریعہ ہو۔ مثلاً ستر چھپانے کے لئے لباس پہننے اور دنیاوی انعامات اور مال کی کثرت ظاہر کرنے کے لئے فخریہ لباس پہننا ان دونوں میں التباس ہو جاتا ہے۔

کبھی آدمی کسی نفلی کام میں لگ کر فرض کو چھوڑ دیتا ہے جبکہ فضیلت یہ ہے کہ سلامتی حاصل کرنے کے لئے فرض کو پختہ کرے۔

مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اگر وہ روزے سے نہ ہو تو اسے قبول کرے اور اگر روزہ دار ہو تو بول دے کہ "میں روزے سے ہوں۔"[1]

---

[1] ......مسلم، کتاب الصیام، باب الصائم یدعی لطعام او یقاتل فلیقل: انی صائم، ص ۴۴۷، حدیث: ۲۷۰۲

مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ، ص ۵۷۲، حدیث: ۳۵۲۰

اعمال عمل کرنے والے پر موقوف ہیں

اس روایت میں بندے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے عمل کو ظاہر کرے باوجود یہ کہ وہ جانتا ہے پوشیدہ عمل افضل ہے۔ عمل کا ظاہر کرنا اس لئے افضل ہوا کہ عمل کو پوشیدہ رکھنے میں خطرہ تھا کہ اس کے مسلمان بھائی کے دل میں کوئی وسوسہ یا خیال آجائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمل کرنے والے اعمال پر فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ اعمال عمل کرنے والے پر موقوف ہیں لہٰذا ثواب عمل کرنے والے کے مطابق دیا جاتا ہے نہ کہ عمل کے مطابق۔ یہی وجہ ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے عمل کرنے والے کا ثواب دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے اگرچہ دونوں کا عمل ایک ہی ہو۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ مومن عمل سے افضل ہے۔ گویا اس سے بندے کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے عمل کے اظہار کے ذریعے اپنے بھائی کے دل سے ناپسندیدگی اور ناراضی کے اثر کو دور کرو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے بھائی کی ناراضی مول لے کر اپنے عمل کو چھپاؤ۔ کیونکہ جب تمہارا بھائی تمہارے لئے کھانا پکا کر تمہیں کھانے پر بلائے پھر تم نہ اس کی دعوت قبول کرو اور نہ ہی ایسا واضح عذر بیان کرو جو اس کے لئے قابل قبول بھی ہو اور اسے اس کی معرفت بھی ہو تو یہ بات اسے گراں گزرے گی جبکہ وہ اپنی دعوت میں سچا ہو۔

اسم اعظم کا سوال

حضرت سیِّدُنا ابنِ شُبْرُمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبَرہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے **اللہ** پاک سے اسم اعظم کا سوال اس شرط کے ساتھ کیا کہ وہ اس سے کوئی بھی دنیاوی چیز نہ مانگیں گے۔ **اللہ** پاک نے انہیں اسم اعظم عطا فرما دیا تو انہوں نے روزانہ تین مرتبہ ختم قرآن کرنے پر قدرت حاصل ہونے کا سوال کیا۔ آپ سے کسی نے کہا: آپ نے عبادت میں خود کو تھکا دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: دنیا کی عُمْر کتنی ہے؟ کہا گیا: سات ہزار سال۔ آپ نے فرمایا: کیا کوئی بندہ اس بات پر راضی نہ ہو گا کہ سات ہزار سال کام کرے اور 50ہزار سال کی مقدار والے دن سے نجات پا جائے؟

حضرت سیِّدُنا سری سَقَطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: تمہارا اخلاص کے ساتھ دو رکعتیں ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ تم 70 حدیثیں لکھو یا فرمایا: 700 حدیثیں لکھو۔

فصل 39

غذا میں ترتیب اور کمی بیشی

بعض بُزرگانِ دِین اپنی غذا میں اس قدر کمی کرتے تھے کہ بہت ہی تھوڑی غذا پر اِکتفا کرتے تھے جس سے جان قائم رہے۔ جو شخص اس راہ پر چلنے کا اِرادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے ہر کھانے میں سات میں سے چار حصے روٹیاں کم کر دے اس طرح وہ ایک ماہ میں اپنی کوشش اور آہستگی سے ایک روٹی کم کر دے گا۔ اس طرح کی کمی کرنا اسے نقصان نہیں دے گا یہاں تک کہ وہ کھانے کے سلسلے میں اپنے نفس کو تہائی حصہ تک لے آئے اور اس کا تہائی حصہ ہی کھانا ایک معتاد کھانا ہے اور یہی مریدین (سالکین) کا طریقہ ہے۔

بعض عُلَما کھانے سے منہ تو نہیں مَوڑتے تھے لیکن خوراک کے وقفہ میں زیادتی کر دیتے تھے۔ اس طرح کہ وہ اپنے کھانے کو ایک وقت سے دوسرے وقت تک مؤخر کرتے رہتے یہاں تک کہ نفس کو کھانے کے معاملے میں اس حد تک لے جاتے کہ اب اس میں بھوک برداشت کرنے کی قوت نہ رہتی اور ڈر ہوتا کہ اب اگر کھانا نہ کھایا تو بدن فرائض کی ادائیگی نہ کر پائے گا یا عقل چلی جانے کا خطرہ لاحق ہو جاتا۔ جو اس راہ پر چلنے کا ارادہ رکھے وہ اپنی بھوک کے حصے کو رات کے ساتویں حصے کے نصف تک مؤخر کرے اس طرح وہ آدھے ماہ میں ایک رات بھوکا رہے گا۔ یہ طریقہ اس شخص کے لئے بھی ہے جو یہ اِرادہ کرے کہ وہ سات، 10 اور 15 سے 40 روز تک بھوکا رہے، اس طرح وہ اپنی بھوک کے ایام میں زیادتی کرتا چلا جائے گا اور کھانے کے معاملے میں نقصان بھی نہیں ہو گا، اس طرح آہستہ آہستہ کھانے میں کمی سے اس کی عقل میں کمی نہیں ہو گی اور نہ ہی فرض کو ادا کرنے سے کمزوری محسوس ہو گی۔ یہ سب اس صورت میں ہے جب اس کا ارادہ درست، نیت اچھی اور عزم سچا ہو۔ اس طرح اس کی مدد کی جائے گی اور اس میں اس کی حفاظت بھی ہے۔ اس طرح اس کو ہر بار کھانے کے موقع پر کھانے میں بتکلف کمی کرنے کی حاجت نہ ہو گی بلکہ ضرورت میں کمی کے باعث کھانا خود بخود کم ہوتا جائے گا۔ اس لیے کہ اس طرح بھوکا رہنے سے اس کی آنتیں سکڑتی جائیں گی، اب جب وہ اپنی بھوک کو زیادہ کرتا جائے گا اس کے کھانے میں کمی ہوتی جائے گی یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کی بھوک بالکل ہی ختم ہو جائے گی اور کم کھانے پر ہی انتہا ہو گی۔ روایات میں جو بھوک کے فضائل آئے ہیں یہ اسی صورت میں ملیں گے جب وہ خود کو بھوکا رکھے گا۔

بھوک کی حد

بعض حضرات کا کہنا ہے: بھوک کی حد یہ ہے کہ ایک وقت کے کھانے سے لے کر اگلے دن اسی وقت تک بھوکا رہے یعنی 24 گھنٹے اور دوسری حد یہ ہے کہ وہ 72 گھنٹے بھوکا رہے، یہ وقت کے اعتبار سے بھوک (فاقہ) کی مقدار ہے۔ رہا خوراک کے اعتبار سے بھوک کی حد تو ایک بزرگ فرماتے ہیں: بھوک کی حد یہ ہے کہ تیرا نفس سالن طلب نہ کرے اور جب تیرا نفس تجھ سے روٹی کے ساتھ سالن بھی طلب کرے تو وہ بھوکا نہیں ہے۔ یہ بھوک کی پہلی حد ہے اور اس سلسلے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ تو روٹی مانگے اور (بھوک کی وجہ سے جب تجھے کچھ بھی کھانے کو مل جائے) تو روٹی اور اس کھانے میں کوئی فرق نہ کرے۔ جب تیرا نفس روٹی ہی کی خواہش کرے تو اب وہ بھوکا نہ رہا اس لیے کہ اسے روٹی کی خواہش ہے اور جب نفس روٹی وغیرہ کھانے میں فرق کرنا چھوڑ دے تو یہ بھوک کی حد ہے اور یہی حقیقت میں فاقہ اور کھانے کی صحیح حاجت ہے جس کو **اللہ** پاک نے بقدر ضرورت جسموں کے لیے غذا بنایا ہے۔ تین سے پانچ اور سات وقت تک فاقہ کئے رہنا یہ کھانے کی آخری حد ہے اور آدمی اس وقت اگر کھانا چاہے تو وہ دراصل بقدرِ ضرورت خوراک ہے جس سے بھوک مٹ جائے اور فرض کی ادائیگی میں مدد مل سکے اور یہ صِدّیقین کا حال ہے۔

(حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:) میں نے اس گروہِ صِدّیقین میں سے ایک بزرگ کو فرماتے سنا: فاقہ اور بھوک کی حد یہ ہے کہ جب تو تھوکے تو تیرے تھوک پر مکھی نہ بیٹھے، اب تیرا معدہ کھانے سے خالی ہے۔ ان کی مراد یہ ہے کہ اب اس کا یہ لعاب کھانے کی چکنائی اور تیل میں تر ہونے سے خالی ہو گیا اور پانی کی طرح صاف ہو گیا ہے اب اس پر مکھی نہیں بیٹھے گی کیونکہ مکھی کا احساس و ادراک تیز ہوتا ہے۔

کھانے میں کراہت اور فسق

عادت کے طور پر کھانا، خواہشات میں منہمک ہونا اور پیٹ بھر کر کھانا یہ بعض علما کے نزدیک مکروہ ہے۔ ایسے لوگ ان علما کے نزدیک جانوروں کی طرح ہیں۔ اتنا پیٹ بھر کر کھانا کہ بدہضمی ہو جائے عُلَما کے نزدیک یہ فسق ہے۔ ایک عارف نے مجھ سے ایسا ہی فرمایا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے کہا گیا: رات کو آپ کے بیٹے نے اس قدر کھانا کھایا کہ اسے بد ہضمی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ مر جاتا تو میں اس کا جنازہ نہ پڑھتا۔

عُلَما کے نزدیک روزہ رکھنا اس بھوک میں شمار نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ روزہ جب عادت بن جائے تو نفس کو سکون ملتا ہے اور طبیعت کی آگ بجھ جاتی ہے اور جب بھی وہ روزہ افطار کرے گا تو افطاری کے کھانے سے نفس کی قوتِ طبعی لوٹ آئے گی اور وہ روزہ رکھے گا اور افطار کرے گا۔ البتہ جب وہ روزہ رکھ کر خواہشات کے ساتھ افطار کرے یا پیٹ بھر کر افطار کرے تو ایسا روزہ طبعی قوت، نفسانی خواہشات کے ظہور اور شہوات کی آمد میں اضافے کا باعث ہو گا۔ ایسا کرنے سے طاعات میں کاہلی پیدا ہو گی، تساہل اور برائیوں کی آمد ہو گی۔ کبھی ایک وقت میں طبیعت میں قوت آتی اور نفس غلبہ پالیتا ہے البتہ دن کے وقت تو وہ اپنی عادت پر ہی باقی رہے گا۔ ایسے کا حال دنیا داروں جیسا اور خواہشات میں مشغول رہنے والوں کی طرح ہے، اگرچہ اس کا ظاہری حال اس کے نزدیک آخرت کے اسباب کا ہے اور یہ اس کی کم علمی کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ دنیا کو دیکھتا ہے۔

کھانے میں کمی کرنا اور افطار میں گزارے کی مقدار تک کھانا دل کے لئے زیادہ مناسب اور علمی دوا کا سبب ہے اور ایسا روزہ آخرت تک زیادہ پہنچانے والا ہے۔ اس لیے کہ ہم نے جو روزہ پہلے بیان کیا تھا وہ اپنی خواہشات میں آزاد دنیا داروں کا روزہ ہے، زہد اختیار کرنے والے اہلِ آخرت کا روزہ نہیں ہے۔ چنانچہ کھانے میں کمی، بھوکا رہنا، خواہشات کو چھوڑ دینا اور شبہ والی چیزوں سے دور رہنا نفس کو عاجز و انکساری والا بناتا ہے، طبیعت کے جوش کو ختم کرتا ہے، عادی وصف میں کمزوری پیدا کرتا ہے، آخرت کا اِرادہ قوی کرتا ہے، اس کی وجہ سے سالک آخرت کے عمل کی کوشش میں لگ جاتا اور دل سے دنیا کی مٹھاس کو نکال دیتا ہے۔ آخر کار بندہ فاقہ، بھوک اور خواہشات کے ترک سے گویا زاہد بن جاتا ہے۔

روزِ قیامت ربِّ کریم کے زیادہ قریب

حضرت سیِّدُنا اسامہ بن زید اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے ایک طویل روایت میں ہے جس کا اختصار یہ ہے: بے شک بروزِ قیامت اللہ پاک کے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں طویل عرصہ تک بھوکے، پیاسے اور غمگین رہے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (عام لوگوں کی نظروں سے) پوشیدہ اور متقی ہیں کہ اگر

موجود ہوں تو پہچانے نہ جائیں، غائب ہوں تو انہیں تلاش نہ کیا جائے، زمین کے ٹکڑے انہیں پہچانتے ہیں اور آسمان کے فرشتے ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ لوگ دنیا سے خوش ہوتے ہیں جبکہ یہ لوگ **اللہ** پاک کی اطاعت وفرمانبرداری سے خوش ہوتے ہیں۔ لوگ نرم وملائم بستر بچھاتے ہیں جبکہ یہ لوگ پیشانیاں اور گھٹنے بچھاتے (یعنی راتیں سجدوں میں گزارتے) ہیں۔ لوگ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنّتوں اوران کے اخلاق سے روگردانی کرتے ہیں لیکن یہ ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو زمین روتی ہے اور جس شہر میں ان میں سے کوئی نہ ہو اس شہر پر **اللہ** پاک غضب فرماتا ہے۔ یہ لوگ دنیا پر اس طرح نہیں ٹوٹ پڑتے جس طرح سڑے ہوئے مردار پر کُتّے ٹوٹ پڑتے ہیں بلکہ یہ لوگ تو کم کھاتے اور پرانا لباس پہنتے ہیں۔ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے غبار آلود ہوتے ہیں۔ لوگ انہیں دیکھ کر بیمار گمان کرتے ہیں حالانکہ یہ بیمار نہیں ہوتے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ اِنہیں دماغی عارِضہ لاحق ہوا ہے جس کی وجہ سے ان کی عقلیں چلی گئی ہیں حالانکہ ان کی عقلیں گئی نہیں ہوتیں لیکن انہوں نے **اللہ** پاک کے معاملے میں غور وفکر کیا تو اس کے سبب ان کے اندر سے دنیا (کی محبت) چلی گئی۔ دنیاوالوں کے نزدیک یہ لوگ بے عقل شخص کی طرح چلتے ہیں حالانکہ ان کی عقلیں اس وقت بھی سلامت ہوں گی جب لوگوں کی عقلیں چلی جائیں گی۔ ان کے لئے آخرت میں بلند مرتبہ ہو گا۔ اے اسامہ! جب تم انہیں کسی شہر میں دیکھو تو جان لینا کہ یہ اس شہر والوں کے لئے امان ہیں۔ جس قوم میں یہ ہوں **اللہ** پاک ان پر عذاب نہیں فرماتا، زمین ان سے خوش اور ربّ کریم ان سے راضی ہے، تم انہیں اپنا بھائی بنالینا، قریب ہے کہ تم ان کے وسیلے سے نجات پا جاؤ۔ اگر تمہارے لئے ممکن ہو کہ موت کے وقت تمہارا پیٹ بھوکا اور جِگر پیاسا ہو تو ایسا ہی کرنا کیونکہ اس کے سبب تم بلند مقام ومرتبہ پالو گے، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا ساتھ تمہیں نصیب ہو گا، فرشتے تمہاری روح کے آنے سے خوش ہوں گے اور **اللہ** پاک تم پر رحمت فرمائے گا۔[1]

15 دن سے 20 دن تک اور 20 دن سے مہینہ تک جن حضرات کی فاقہ کشی کرنے کی شہرت ہے اور جن کے بارے میں بہت سے واقعات بھی منقول ہیں تو ایسے عُلَما کی جماعت بہت ساری ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

---

[1] ......مسند الحارث، کتاب الصیام، باب فضل الصوم، ۱/ ۴۳۰، حدیث: ۳۴۷ بتقدم وتاخر

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمرو عوفی، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن ابراہیم دحیم، حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی، حضرت سیِّدُنا حجاج بن فرافصہ، حضرت سیِّدُنا حفص بن عابد مصیصی، حضرت سیِّدُنا مسلم بن سعد، حضرت سیِّدُنا زہیر بنائی، حضرت سیِّدُنا سلیمان خواص، حضرت سیِّدُنا سہل بن عبدُ اللہ اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِم۔

کئی کئی روز کا فاقہ

حضرت سیِّدُنا ابو بکر صِدّیق رَضِیَ اللهُ عَنْه چھ دن تک کچھ تناول نہ فرماتے۔ حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن زبیر رَضِیَ اللهُ عَنْهُما سات دن تک نہ کھاتے۔ حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللهُ عَنْهُما کے شاگردِ رشید ابُو الجوزاء رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سات دن تک بھوکے رہتے اور بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم اور حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمَا تین تین دن تک فاقہ کشی کرتے۔

(حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں:) ہم نے نو اور پانچ دن بھوکا رہنے والے بھی دیکھے ہیں اور تین دن تک بھوکا رہنے والوں کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔

ایک عالِم فرماتے ہیں: جو 40 دن تک بھوکا رہے، اس کے لیے ملکوت (آسمانی بادشاہت کی) قدرت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور فرماتے ہیں: بندہ خالص و حقیقی زاہد اس وقت ہوتا ہے جب ملکوت کی غیبی قدرت دیکھ لیتا ہے۔

بعض علما فرماتے ہیں: اسی ملکوتی غیبی قدرت کے مشاہدے سے انسان کو یقین کامل ملتا، اس پر استقامت ملتی، پختہ حال حاصل ہوتا اور ملکوت میں علم نافذ ملتا ہے۔ اس سے انسان کو دائمی مشاہدہ حاصل ہوتا ہے جس سے وہ قائم رہتا یا مضطر ہوتا ہے اور اس وقت اسے **اللہ** پاک کی صفت خاص "قیوم" ہونے کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔

اس طریقے سے ارادت والے بندے کے لئے ایک سال اور چار ماہ میں 40 دن فاقہ کشی درست ہو گی جیسا کہ ہم نے وقتاً فوقتاً اوقات میں تاخیر کی ترتیب بتائی اور ان اوقات میں نفس کی ریاضت کے لیے ترتیب قائم کی یہاں تک کہ راتیں دنوں میں اور دن راتوں میں داخل ہو جائیں اور 40 ایام ایک دن اور ایک رات کی طرح ہو جائیں۔ یہ بعض مقربین اور صدیقین میں سے ابدال کا طریقہ ہے جس پر صرف انہیں قدرت حاصل ہے جن کو اس کی استطاعت حاصل ہوئی اور جن کو ایسا مکاشفہ حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے اپنے نفس سے غافل ہیں، اس نے ان کی طبیعت اور عادت کو ختم کر دیا ہے، بھوک کو بھلا دیا ہے، انہیں حقیقت اور مرجوع کا

مکاشفہ حاصل ہے۔ ہم نے کئی بزرگوں کو جانا جو ایسا کرتے تھے ان کے لیے ملکوت سے نشانیاں ظاہر ہوئیں اور ان کے لیے جبروت کی قدرت کے معانی ظاہر ہوئے اور ان کے لیے جیسا اللہ پاک نے چاہا تجلی فرمائی۔

60 دن تک کچھ نہ کھایا

اس گروہ کے ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایک راہب کے پاس یہ خواہش لئے ٹھہرے کہ جس دھوکے میں یہ گرفتار ہے اس سے چھٹکارا پائے اور اسلام لے آئے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی حالت کے متعلق اس سے بات چیت کی (یعنی نیکی کی دعوت دی) اور اس معاملے میں اس سے کافی بحث و مُباحَثہ کیا حتّٰی کہ راہب نے کہا: حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کا معجزہ تھا کہ 40 دن تک کچھ نہ کھاتے تھے اور یہ کمال صرف نبی کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ ان صوفی بزرگ نے فرمایا: اگر میں 50 دن تک کچھ نہ کھاؤں تو کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے اور اس بات کو مان لو گے کہ اسلام ہی حق ہے اور تم باطل کے پیروکار ہو؟ راہب نے کہا: ہاں۔ چنانچہ وہ صوفی بزرگ اس کے یہاں ٹھہر گئے اور اس جگہ پر رہتے جہاں وہ آپ کو دیکھتا رہتا حتّٰی کہ 50 دن تک کچھ نہ کھایا۔ پھر کہنے لگے: میں تمہاری خاطر اس میں مزید اضافہ کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے (مزید 10 دن بڑھا کر) 60 دن تک فاقہ کر لیا تو راہب کے دل میں بزرگ کی عظمت اور دین اسلام کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور وہ کہنے لگا: میرا تو یہ گمان تھا کہ (قصداً بھوکا رہنے کے معاملے میں) کوئی حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ امت تو علم اور فضل میں انبیائے کرام کی طرح ہے۔ چنانچہ یہ بات اس کے اسلام لانے کا سبب بن گئی۔

جو 40 دن تک کچھ نہ کھاتے ان میں حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی اور حضرت سیِّدُنا حجاج بن فرافصہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا بھی ہیں۔ البتہ 20 اور 30 دن تک فاقہ کرنے والوں کی تعداد کافی ہے۔ ان میں حضرت سیِّدُنا سہل بن عبد اللہ تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور اہلِ بصرہ کی ایک جماعت شامل ہے۔ اور جو ایک ماہ میں دو، تین یا چار بار کھانا کھاتے ان میں اہلِ شام اور جزیروں کی تعداد بہت ہے۔

پانچ سعادتیں

اگر ارادت والا چاہے تو اپنے روزے میں کھانے کے دو حصے کر لے اور رات کے پہلے حصے میں افطار کے وقت ایک روٹی کھا لے تاکہ اس سے بھوک کو سکون ملے۔ ایک روٹی سحری کے وقت کھا لے تاکہ روزے کو

پورا کرنے میں مدد ملے تو یہ اچھا ہے اور اگر وہ افطاری کے وقت کھانا نہ کھائے حتّٰی کہ سحری کا وقت ہو جائے، پھر سحری میں ایک روٹی کھائے تو اسے پانچ سعادتیں حاصل ہوں گی: (1) روزے کے سبب دن میں بھوکا رہنے کی سعادت نصیب ہو گی (2) رات کی بھوک سے شب بیداری اور عبادت میں آسانی ہو گی (3) معدہ خالی ہونے کی وجہ سے دل خالی ہو گا (4) فکر و سوچ صاف ستھری اور دل جمعی نصیب ہو گی (5) نفس راحت و سکون محسوس کرے گا اور وقت سے پہلے کھانے کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ یہ سب راستوں میں سے متوسط ترین اور پسندیدہ راستہ ہے اور سیاحت کرنے والے بزرگوں کا بھی یہی طریقہ ہے۔

پاؤں مبارک میں ورم آجاتا

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تمہاری طرح کبھی قیام نہیں فرمایا بلکہ آپ اتنا طویل قیام کرتے کہ آپ کے دونوں مبارک پاؤں میں ورم ہو جاتا اور تمہاری طرح صومِ وِصال[1] نہیں رکھتے تھے بلکہ افطار کو سحری تک مؤخر کرتے تھے۔[1]

---

[1]......یاد رہے کہ بغیر افطار کئے اگلا روزہ رکھ لینا اور یوں مسلسل روزے رکھنا صومِ وصال کہلاتا ہے اور یہ ممنوع ہیں۔ اس کی اجازت صرف حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تھی اور یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خصوصیات میں سے ہے۔ (صراط الجنان، 1/300) البتہ اولیا و صالحین کے بارے میں جو مروی ہے کہ وہ صومِ وِصال یا صیامِ ابد (سال بھر تک بلاناغہ ممنوع روزوں کے علاوہ لگاتار روزے رکھنا) جسے صیامِ دہر بھی کہتے ہیں رکھا کرتے تھے تو اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ (وفات: 1421ھ) فرماتے ہیں: "یہ جو ارشاد فرمایا: جسنے صوم ابد رکھا، اسنے روزہ نہیں رکھا۔ اس سے مراد یہ ہے جب وہ لگاتار روزے رکھے گا تو اس کی طبیعت روزے کی عادی ہو جائے گی۔ دن میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہو گی۔ روزے میں جو مشقت ہوتی ہے۔ وہ نہ ہو گی۔ تو ایسا ہے گویا اسنے روزہ ہی نہ رکھا۔ یہ خبر ہے اور اگر اس خبر کو نہی کے معنٰی میں مانیں تو یہ ارشاد ان لوگوں کے لئے ہے کہ جنہیں مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ اتنے کمزور ہو جائیں گے کہ جو حقوق ان پر واجب ہیں ان کو ادا نہیں کر پائیں گے خواہ وہ حقوق دینی ہوں یا دنیوی۔ مثلاً نماز، جہاد، بچوں کی پرورش کے لئے کمائی اور اگر مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ حقوقِ واجبہ تو کماحقہ ادا کر لیں گے۔ مگر حقوق غیر واجبہ ادا کرنے کی قوت نہیں رہے گی۔ ان کے لئے روزہ مکروہ یا خلاف اولیٰ ہے اور جنہیں اس کا ظن غالب ہو کہ صوم دہر رکھنے کے باوجود تمام حقوقِ واجبہ، مسنونہ، مستحبہ، کماحقہ ادا کر لیں گے ان کے لئے کراہت بھی نہیں۔ بعض صحابۂ کرام جیسے ابو طلحہ انصاری اور حمزہ بن عمرو اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا صوم دہر رکھتے تھے اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ اسی طرح بہت سے تابعین اور اولیائے کرام (رَحِمَہُمُ اللّٰہ) سے بھی صوم دہر رکھنا منقول ہے۔ (نزہۃ القاری، 3/386) فقیہ

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روزے کو سحری تک لے جاتے تھے۔[2]

اگر ارادت والا ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دے تو یہ روزوں کا سب سے معتدل طریقہ ہے۔ جس دن روزہ نہ ہو ظہر کے بعد کھائے اور روزے کی رات میں فجر سے کچھ دیر پہلے کھائے اور اگر ایسا نہ کرے تو جس دن روزہ نہ ہو اس دن پچھلے دن کے مقابلے میں نصف کھانا کھائے گویا کہ روزہ دار ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو جسم میں (نقاہت کے سبب) اضطراب ہو گا اور حال میں کمزوری آئے گی۔

اعظم حضرت علامہ مفتی شریف الحق اَمجدی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ایک مقام پر فرماتے ہیں: "صومِ وصال کا مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھ کر نہ افطار کرے نہ سحری کھائے نہ اور کسی وقت کچھ کھائے پیے حتّٰی کہ پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ لے اور پھر دوسرے دن روزہ رکھے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا پندرہ دن تک کھانا، پینا چھوڑ دیتے تھے۔ امام طبری نے فرمایا کہ بعض صحابہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کئی کئی دن تک کھانا، پینا چھوڑ دیتے تھے مگر اس سے اُن کے معتاد (روز مرہ کے) کاموں میں کوئی خلل نہیں پڑتا تھا یہ اس بنا پر تھا کہ انہیں کھانے، پینے کی حاجت نہ تھی، اِس سے مستغنی تھے، اپنا کھانا حاجت مند اور فاقہ کش افراد کو دے دیتے تھے۔ حضرت ابراہیم تیمی (رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ) کبھی کبھی ایک ایک مہینہ اور کبھی کبھی دو دو مہینے بے کھائے پیے رہ جاتے تھے کراہت دفع کرنے کے لیے ایک گھونٹ نبیذ پی لیتے تھے۔ ریاضت و مجاہدہ کے لئے مشائخ سالکین کو صومِ وصال رکھنے کا حکم دیتے ہیں مگر کراہت دفع کرنے کے لیے ایک گھونٹ پانی یا اور کوئی چیز بہت قلیل مقدار میں کھانے کی اجازت دیتے ہیں۔ مثلاً کشمش کے چند دانے، سوکھی روٹی کے ٹکڑے وغیرہ وغیرہ۔ مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ایک بار چالیس پینتالیس دن تک، چوبیس گھنٹے میں ایک گھونٹ پانی کے سوا اور کچھ نہیں کھایا پیا، اِس کے باوجود تصنیف، تالیف، فتویٰ نویسی، مسجد میں حاضر ہو کر نمازِ باجماعت، اِرشاد و تلقین، وارِدین وصادِرین سے ملاقاتیں وغیرہ معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا اور نہ ضعف و نقاہت کے آثار ظاہر ہوئے۔ (نزہۃ القاری، 3/310) حدیث پاک میں جو صومِ وصال سے منع کیا گیا ہے اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے علامہ نابلسی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں: حدیث شریف میں بیان کردہ ممانعت تمام لوگوں کے لئے دعوتِ عام اور شرعی احکام بیان کرنے کے موقع پر فرمائی گئی ہے۔ نیز اگر ممانعت نہ فرمائی جاتی تو صوفِ وصال (بغیر افطار مسلسل روزے) کو سنت جاریہ کے طور پر اختیار کر لیا جاتا اور قدرت رکھنے والا اور عاجز (یعنی قدرت نہ رکھنے والا) ہر ایک اسے اپنانے کی کوشش کرتا جس سے عاجز کو تکلیف اٹھانا پڑتی۔ البتہ! جو شخص صرف ذکرِ الٰہی کو اپنی غذا بنا لے اور کھانے پینے سے بے پرواہو جائے تو فقط اسی کے حق میں صومِ وصال کی اجازت ہے اور اسی بنیاد پر ما قبل بیان کردہ سلف صالحین کے احوال اس ممانعت سے نکل جائیں گے۔ (اصلاح اعمال، 1/781)

[1]......نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النھار، الاختلاف علی عائشۃ فی احیاء اللیل، ص ۲۸۶، حدیث: ۱۶۴۲ مختصرا

[2]......مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۱/۱۹۲، حدیث: ۷۰۰ عن علی بن ابی طالب

کھانے کے بعد پیٹ بھرنے کی علامت

جس کی کوئی مدت مقرر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کہ پیٹ بھر کر کھائے اور پھر بھوک لگنے تک نہ کھائے۔ بھوک لگنے کی علامت یہ ہے کہ اس کا جی دیگر کھانوں کے بجائے روٹی کو نہ چاہے (بلکہ کھانے کو کچھ بھی مل جائے کھالے) اگر اس کے جی میں روٹی کی چاہت ہے تو ابھی بھی اس میں سیری باقی ہے۔ کھانے کے بعد پیٹ بھرنے کی علامت یہ ہے کہ وہ خالی روٹی شوق اور خواہش سے کھائے اور جب اس کا جی سالن کی چاہت کرنے لگے تو پیٹ بھرنے کی ابتدا ہو چکی اور اگر سالن کا انتخاب اور پسند کرنے لگے تو وہ پیٹ بھرا ہوا ہے۔

کھانے میں معلوم اور مقررہ چیز کو ترک کرنا بغداد کے صوفیا کا طریقہ ہے اور معلوم و مقررہ چیز پر اکتفا کرنا بصرہ کے صوفیوں کا طریقہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا سہل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے انتقال کے بعد حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے پاس بصرہ کے صوفیا آئے تو آپ نے ان سے پوچھا: تم روزے کیسے رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم دن کو روزہ رکھتے ہیں اور شام میں اپنے غاروں پر واپس آجاتے ہیں۔ فرمایا: آہ! کاش تم اس کے بغیر روزہ رکھتے تو یہ تمہارے حال کے لیے زیادہ اچھا تھا یعنی تم مال پر اکتفا نہ کرتے۔ انہوں نے کہا: ہمیں اس کی طاقت نہیں۔

میری عمر کی قسم! بغداد کے صوفیا کا کھانے کے سلسلے میں معلوم طریقے کو ترک کرنا اعلیٰ ترین ہے اور قوت والے متوکلین کا بھی یہی طریقہ ہے۔ معلوم اور مقرر پر اکتفا کرنا جو اہلِ بصرہ کا طریقہ ہے یہ نفس کی آفتوں سے سلامتی اور اِدھر اُدھر دیکھنے سے بچنے کا طریقہ ہے اور یہی سالکین و عاملین کا طریقہ ہے۔

کھانے میں مریدین کی ریاضت کا ذکر، بھوک کی فضیلت اور کھانے میں کمی کرنے میں اسلاف کا طریقہ

حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے بعض لوگوں پر انکار کرتے ہوئے فرمایا: تم نے سنّت کو تبدیل کر دیا ہے، تمہارے لئے جَو کا آٹا چھانا جاتا ہے حالانکہ زمانۂ رسالت میں چھلنی نہیں تھی، تم چپاتی پکاتے ہو اور دو سالن جمع کرتے ہو، تمہارے سامنے مختلف انواع واقسام کے کھانے پیش کئے جاتے ہیں، صبح ایک کپڑے میں ہوتے ہو تو شام کو دوسرے میں حالانکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانۂ اقدس میں تم ایسے نہیں تھے۔

ساٹھ دن کی خوراک ایک صاع

مزید فرمایا: (زمانہ رسالت سے) ہر ہفتے کی میری خوراک ایک صاع جو ہے۔ بزرگی والے **اللہ** پاک کی قسم! میں اس مقدار سے نہیں بڑھوں گا یہاں تک کہ اس سے ملاقات کروں اس لیے کہ میں نے رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: میرے نزدیک تم میں سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میری مجلس کے قریب ترین وہ ہو گا جو اس حال میں مرے جس پر میں نے اسے چھوڑا ہو گا۔(1)

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت کی خوراک ہفتے میں ایک صاع تھی اور اگر ساتھ میں کھجور بھی کھاتے تو ڈیڑھ صاع ہو جاتی اور اہلِ صفہ میں سے ہر دو افراد کا یومیہ کھانا ایک مُد کھجور تھی۔ ایک رِطْل اور اس کا تہائی حصہ ایک مُد ہوتا ہے۔

خوراک میں مومن اور منافق کی مثال

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: مومن خوراک کے معاملے میں چھوٹی بکری کی طرح ہوتا ہے اس کے لئے ایک مٹھی پرانی کھجوریں، ستّو اور ایک گھونٹ پانی کافی ہوتا ہے جبکہ منافق گوشت کھانے کے عادی و شوقین خونخوار درندے کی طرح ہوتا ہے۔ وہ بڑے بڑے لقمے نگلتا اور ہڑپ کرتا چلا جاتا ہے، نہ تو خود بھوکا رہ کر اپنے پڑوسی کو کھلاتا ہے اور نہ ہی اپنا بچا ہوا اضافی کھانا کسی مومن کو دیتا ہے، لہٰذا تم اضافی کھانے کو صدقہ کر کے آخرت کے لئے ذخیرہ کر لو۔

حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب فقیر کو پانی مل جائے تو تجھ سے اس کا فرض ساقط ہو گیا۔

ایک مشہور عام حدیث میں ہے: "مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور منافق سات آنتوں میں کھاتا ہے۔"(2) یہ فرمان بطورِ مثال منافق کے کھانے کی کثرت اور زیادتی بیان کرنے کے لئے ہے یعنی منافق مسلمان

---

1 ......مسند بزار، مسند ابی ذر الغفاری، ۹/ ۳۳۴، حدیث: ۳۸۸۹

طبقات ابن سعد، الطبقة الثانية من المهاجرين والانصار، ۴/ ۱۷۳، رقم: ۴۳۲: ابوذر واسمه جندب بن جنادة

2 ......بخاری، کتاب الاطعمة، باب المؤمن یاکل فی معی واحد۔۔۔الخ، ۳/ ۵۲۷، حدیث: ۵۳۹۴

کے کھانے سے کئی گُنا زیادہ کھاتا ہے اور مومن منافق کی خوراک کے ساتویں حصے کے برابر کھاتا ہے۔ اہلِ عرب کسی چیز کی زیادتی اور دُگنے ہونے کا ذکر سات کے عدد سے کرتے ہیں۔ ہمارے عالم حضرت سیِّدُنا ابو محمد سہل تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس حدیث پاک کی وضاحت میں فرمایا: منافق سات آنتوں میں کھاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حرص، لالچ، رغبت، غفلت اور عادت کے طور پر کھاتا ہے یعنی منافق کا کھانا ان چیزوں کے سبب ہوتا ہے اور مومن کا کھانا فاقہ اور زُہد کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر دنیا خالص و تازہ خون ہوتی پھر بھی مومن کی غذا حلال ہی ہوتی کیونکہ مومن ضرورت کے وقت فقط اتنی مقدار میں کھاتا ہے جو اس کے زندہ رہنے کے لئے کافی ہو۔ بعض لوگ اس کلام کی نسبت رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف کرتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں کہ یہ ہمارے امام حضرت سیِّدُنا سہل بن عَبْدُ الله تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا کلام ہے۔

غذا، قوام اور ضرورت

حضرت سیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے بدن کی بقا کے لئے ضروری چیز کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: **اللہ** پاک کی ذات۔ (مصنف فرماتے ہیں:) میں نے مومن کے قوام یعنی جس سے وہ زندہ رہ سکے اس کے بارے میں حضرت سیِّدُنا سہل تستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا تو فرمایا: ذکرِ الٰہی۔ میں نے عرض کیا: میں مومن کی خوراک کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا: علم۔ میں نے عرض کی: میں تو جسم کی غذا کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: تجھے جسم سے کیا کام، تو جسم کو چھوڑ دے جو قدیم سے جسم کا والی ہے اب بھی وہی ہے۔ پھر فرمایا: جسم اس کی کارسازی ہے جب یہ عیب دار ہو جاتا ہے تو اپنے کارساز کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے حلال کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: حلال وہ ہے جس کا آغاز **اللہ** پاک کی نافرمانی نہ ہو اور جس کا آخر ربِّ کریم کو بھولنا نہ ہو، کھاتے وقت **اللہ** پاک کو یاد کرے اور کھا کر اس کا شکر ادا کرے۔ پھر فرمایا: مومن کے لیے خوراک ہے، صالحین کے لیے قوام ہے اور ضرورت صدیقین کے لیے ہے۔

جو معلوم کھانے والا ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ایک دن اور رات میں دو روٹیوں سے زیادہ نہ کھائے۔ ان کے درمیان بھی بقدرِ ضرورت اور غذا کے اشتیاق کے سبب کبھی بڑا اور کبھی چھوٹا وقفہ دے اور عادت و خواہش کے طور پر نہ کھائے۔ روٹی سے مراد 36 نوالے ہیں۔ یعنی ہر گھنٹے میں تین نوالے زندگی برقرار

رکھنے کے لئے ہوئے۔ جب اس طریقے پر روٹی کھانا چاہے تو ہر تین نوالوں کے بعد ایک گھونٹ پانی پی لے، یوں یہ بارہ گھونٹ 36 نوالوں کے ساتھ ہوں گے۔ اس ترتیب سے ہر دن رات میں یہ غذا بدنی صحت اور اصلاح کا باعث ہوگی۔

کم کھانا زیادہ کھانے سے بہتر

خوراک کے معاملے میں کمی کے حوالے سے جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں اصل یہ روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک موٹے پیٹ والے شخص کو دیکھا تو اپنی مبارک انگلی سے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اگر اس قدر کسی دوسرے کے پیٹ میں جاتا تو یہ تیرے لئے بہتر تھا۔[1]

یعنی اگر تم اسے اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجتے اور اپنے بھائیوں پر ایثار کرتے تو یہ تیرے علاوہ کسی اور کے بھی پیٹ میں ہوتا اور یہ تیرے لیے بہتر ہوتا اور یہ بھی مطلب ہے کہ کم کھانا زیادہ کھانے سے بہتر ہے۔

ڈکار لینے پر تنبیہ

حضرت سیِّدُنا ابو جحیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس گوشت اور ثرید کھا کر ڈکار لی اور کہا: میں نے گوشت اور ثرید کھایا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: اپنی ڈکار روکو! کیونکہ بروزِ قیامت زیادہ عرصہ تک وہ لوگ بھوکے رہیں گے جو دنیا میں زیادہ مدت تک پیٹ بھر کر کھاتے رہے ہوں گے۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو جحیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کہتے ہیں: خدا کی قسم! اس دن سے لے کر آج تک میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اور میں امید کرتا ہوں کہ **اللہ** پاک باقی زندگی میں بھی مجھے اس عمل سے بچا کر رکھے گا۔

آسمانوں کی سلطنت میں پرواز

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ **اللہ** پاک کے آخری رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1] ....مسند امام احمد، مسند المکیین، حدیث جعدۃ، ۵/ ۳۷۹، حدیث: ۱۵۸۶۸

[2] ....ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب رقم: ۳۷، ۴/ ۲۱۷، حدیث: ۲۴۸۶

موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الجوع، ۴/ ۸۱، حدیث: ۱۹

ارشاد فرمایا: اُونی لباس پہنو، عبادت کے لئے کمربستہ رہو اور آدھے پیٹ تک کھاؤ آسمانوں کی سلطنت میں پرواز کرنے لگو گے۔[1]

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے (اپنے حواریوں سے) ارشاد فرمایا: اپنے پیٹوں کو بھوکا پیاسا رکھو اور جسموں کو (عمدہ) لباس سے عاری رہنے دو شاید کہ تمہارے دل اللہ پاک کو دیکھ لیں۔

یہی روایت حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی مروی ہے جسے حضرت سیِّدُنا امام طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے روایت کیا ہے۔[2]

گروہِ صوفیا کے بڑے حضرت سیِّدُنا ابویزید بسطامی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کہا گیا: آپ نے یہ معرفت کس چیز سے حاصل کی؟ فرمایا: بھوکے پیٹ اور لباس کی کمی سے۔

تورات میں لکھا ہے: اللہ پاک موٹے عالم کو ناپسند فرماتا ہے۔

بعض کتابوں میں ہے: اللہ پاک گوشت کھاتے رہنے والے گھرانے کو ناپسند فرماتا ہے۔

ایک سند سے یہ دونوں باتیں حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی مروی ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی روایت میں ہے کہ اللہ پاک موٹے عالم کو ناپسند فرماتا ہے۔[3]

ایک مرسل[4] روایت میں ہے: شیطان آدمی میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، لہٰذا بھوک اور پیاس کے ذریعے اس کے راستوں کو تنگ کرو[5]۔[6]

---

[1]......مسند الفردوس، ۱/۱۰۲، حدیث: ۳۳۸

[2]......اتحاف السادة المتقين، كتاب كسر الشهوتين، باب فضيلة الجوع وذم الشبع، ۹/۱۱

[3]......بستان العارفين للسمرقندي، الباب الرابع والاربعون في اكل اللحم، ص ۹۴، عن ابی امامة الباهلی

[4]......**حدیث مرسل کی تعریف:** جس حدیث کی سند کے اخیر سے راوی کو ساقط کر دیا جائے، مثلاً: تابعی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرے اور صحابی کو چھوڑ دے۔ (تیسیر مصطلح الحدیث، ص ۹۴)

[5]......امام عراقی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: روایت میں یہ زیادتی "لہٰذا بھوک اور پیاس کے ذریعے اس کے راستوں کو تنگ کرو" روایت کا حصہ نہیں بلکہ کسی صوفی بزرگ کا کلام ہے (جسے غلطی سے روایت کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے)۔

(کشف الخفاء، ص ۱۹۸، رقم: ۶۷۱)

[6]......بخاری، کتاب الاعتکاف، باب هل يدرا المعتكف عن نفسه، ۱/۶۷۰، حدیث: ۲۰۳۹، بدون: فضيقوا مجاريه بالجوع والعطش

دن میں دو مرتبہ کھانا اسراف ہے

جب کوئی بندہ دو فاقوں کے درمیان ایک سیری رکھے تو اس کا فاقہ سیری سے زیادہ ہو گا اور حضرت سیِّدُنا ابو جحیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی حدیث میں بیان کردہ وعید میں نہیں آئے گا۔ جو بندہ ہر سیری کے بعد بھوکا رہے اور فاقہ کرے اس کی بھوک اور سیری اعتدال پر ہے اور جو دن میں دو بار کھائے تو وہ اپنے پیٹ بھرنے کا تابع ہوا اور حضرت سیِّدُنا ابو جحیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی روایت میں جو وعید ہے اس میں آئے گا۔ اس صورت میں اس کی سیری، اس کے فاقہ سے زیادہ ہو گی اور یہ سنت طریقہ بھی نہیں بلکہ آسودہ حال لوگوں کا طریقہ ہے اور بزرگانِ دین اسے اسراف (فضول خرچی) شمار کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب صبح کا کھانا کھاتے تو رات کا کھانا نہ کھاتے اور اگر رات کا کھانا کھاتے تو صبح کا کھانا نہ کھاتے۔[1]

اسلاف دن میں ایک ہی مرتبہ کھانا کھاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیِّدہ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے ارشاد فرمایا: اسراف سے بچو! دن میں دو مرتبہ کھانا اسراف ہے۔[2]

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا (پ ۱۹، الفرقان: ۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں۔

دن میں دو مرتبہ کھانا اسراف میں سے ہے اور ہر دو دن میں ایک مرتبہ کھانا اپنے اوپر تنگی کرنا ہے اور ہر دن میں ایک مرتبہ کھانا اسراف اور تنگی کرنے کے مابین اعتدال ہے۔

ایک وقت میں چار روٹیاں کھانا اِسراف ہے یا نہیں

(مصنف کتاب امام ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ) میں اس بارے میں یہ کہتا ہوں: دن میں چار روٹیاں کھانا اسراف، دو روٹیاں کھانا کنجوسی اور تین روٹیاں اعتدال کی راہ اور اچھا ہے۔ ایک وقت میں چار روٹیاں کھانا

---

[1] ......مسند الشامیین، مسند الوضین بن عطاء، ۱/ ۳۴۷، حدیث: ۶۵۰

[2] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم والمشارب، ۵/ ۲۶، حدیث: ۵۶۴۰

مجھے اس میں خوشی نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ خطرہ موجود ہے کہ اس طرح کھانے کی مقدار بڑھ جائے گی اور پھر یہ اس کی عادت بن جائے گی اور اگر یہ چار روٹیاں شدید بھوک کی وجہ سے کھائیں یا سفر کی وجہ سے یا محتاج ہونے کی وجہ سے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ پیٹ بھرے ہونے کی حالت میں کھانا برص پیدا کرتا ہے۔[1]

ایک بزرگ فرماتے ہیں: یہ بات اسراف میں سے ہے کہ جو جی میں آئے بندہ کھائے۔ ہر وہ چیز کھانا جس کی خواہش ہو یہ اسراف ہے۔

وجبہ اور غبوق

صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کا کھانا اور پینا دو طرح کا ہوتا تھا: (1)...وجبہ (2)... غبوق۔ **وجبہ** کھانا یہ ہے کہ کھانا ایک وقت سے دوسرے وقت تک فاقہ کر کے کھایا جائے۔ **اللہ** پاک کا فرمان ہے:

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ۔

(پ ۱۷، الحج: ۳۶)

یعنی جب (نحر کے بعد) ان ڈیل دار جانوروں کے پہلو زمین پر لگ جائیں اس وقت کھاؤ۔ **غبوق** کھانا یہ ہے کہ سوتے وقت یا عشاء کے بعد یا ظہر کے وقت یا پھر کبھی سحری کے وقت دودھ کا ایک گھونٹ پی لے یا ایک مٹھی کھجور کھالے۔

دو مشروب صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کے یہ ہیں: (1)...عَلَل (1)... نہل۔ **نہل** سے مراد وجبہ کی طرح دودھ کا پہلا گھونٹ ہے اور **علل** سے مراد دوسری بار پینا ہے جو مٹھی بھر کھجوروں یا کشمش کی طرح غبوق کے قائم مقام ہے اور یہ بمنزلۂ دو کھانوں کے ہے، اب سیر ابی مکمل ہوئی۔ پہلی میں نفس پیاس کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہے اس لیے اسے عَلَل کا نام دیا گیا ہے۔

بھوک میں اَسلاف کا طریقہ

اسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اختیاری طور پر بدن کو ہلکا رکھنے یا فقرا سے ہمدردی اور ان کے حال سے

---

[1]......امام عراقی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: اس حدیث پاک کی اصل مجھے نہیں ملی۔ (اتحاف السادة المتقین، ۹/ ۱۲)

برابری کی وجہ سے پیٹ بھر کر کھانا چھوڑ دیتے تھے تاکہ فقرا کے حال سے نہ بڑھیں۔ اس لیے اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے پہلی بدعت جو ظاہر ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانا ہے۔ لوگوں کے پیٹ جب بھر جاتے ہیں تو ان کے نُفُوس ان کو سرکش و بے لگام بنا کر دنیا کی طرف دوڑاتے ہیں۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بھوک اختیاری تھی

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھانا نہ ملنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے اختیار سے فاقہ فرمایا کرتے تھے۔[1] یعنی وقت کے اندر کھانے پر قدرت ہوتے ہوئے اختیاری طور پر فاقہ فرماتے۔

بعض علما فرماتے ہیں: **اللہ** پاک کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ پیٹ بھر کر کھانا ہے خواہ حلال ہی کیوں نہ ہو۔ اسی مفہوم کی حدیث رسولِ خُدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی مروی ہے۔[2]

ایک اسرائیلی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ شیطان لعین حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن زکریا عَلَیْہِمَا السَّلَام کے سامنے ظاہر ہوا، آپ نے شیطان کے پاس قسم قسم کی بہت سی لٹکی ہوئی چیزیں دیکھیں تو پوچھا: اے شیطان! یہ کیا ہیں؟ بولا: یہ خواہشات کے پھندے ہیں جن سے میں آدمیوں کا شکار کرتا ہوں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: کیا مجھے پھانسنے کے لئے بھی ان میں سے کوئی پھندا ہے؟ بولا: ایک رات آپ نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا تو میں نے اس رات آپ پر نماز اور ذکرِ الٰہی کو بھاری کر دیا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: کیا اور بھی کچھ ہے؟ بولا: نہیں۔ حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: **اللہ** پاک کی قسم! آئندہ میں کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاؤں گا۔ شیطان لعین نے کہا: **اللہ** پاک کی قسم! میں بھی کبھی کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا۔

بھوک میں تابعین کا طریقہ

تابعین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ فاقہ کی پہلی حد یعنی 24 گھنٹوں تک کھانے سے رُکے رہتے۔ ان کا کھانا عادت کے طور پر نہ ہوتا، نہ وہ کھانوں کا انتخاب کیا کرتے (کہ فلاں چیز کھائیں) اور مخصوص روٹی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ جو

---

[1] ......شعب الایمان، باب فی حب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ۲/ ۱۷۳، حدیث: ۱۴۶۹، نحوہ

[2] ......الذریعة الی مکارم الشریعة، الفصل الثالث، ص ۲۲۰

کچھ کھانے کو مل جاتا اس سے اپنی بھوک مٹاتے اور اس قدر کھاتے جس سے زندہ رہا جا سکے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تجھے آخرت کی ضروریات میں سے کوئی ضرورت پیش آئے تو کھانے سے پہلے اسے پورا کر لے کیونکہ تم میں سے جس کا پیٹ بھرا ہوتا ہے اس کی عقل میں کمی آجاتی ہے یا عقل کے جس درجہ میں تھا اس میں تغیر آجاتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: مجھے رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دینا، رات بھر قیام کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ دراصل ان کا یہ فرمانا عبادت کی کثرت پر فاقہ اور کم کھانے کو ترجیح دینا ہے۔

ایک روٹی میں کاریگری

حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ وغیرہ سے روایت ہے کہ ایک عابد نے اپنے دوست کو کھانے کی دعوت دی اور روٹیاں اس کے قریب کر دیں۔ وہ سب سے اچھی روٹی لینے کے لئے روٹیوں کو الٹ پلٹ کرنے لگا۔ عابد نے کہا: رک جاؤ! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ کیا تم جانتے نہیں کہ جس روٹی کو تم نے چھوڑ دیا ہے اور وہ تمہیں پسند نہ آئی اُس میں کئی طرح کی حکمتیں ہیں اور اس میں اتنے اتنے کاریگر شریک ہیں حتّٰی کہ پہلے پانی اٹھانے والے بادلوں نے پانی برسایا، پانی نے زمین کو سیراب کیا، زمین نے غلہ اُگایا پھر ہواؤں، زمین، چوپایوں اور آدمیوں نے اس سلسلے میں محنت کی یہاں تک کہ یہ تم تک پہنچی پھر بھی تم اس سے ناخوش ہو اور روٹی کو الٹ پلٹ کر رہے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ روٹی تمہارے سامنے اس وقت تک نہیں رکھی جاتی جب تک اس میں 360 کاریگر اثر انداز نہ ہوں۔ ان میں سب سے پہلے حضرت سیِّدُنا میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں جو کہ رحمت کے خزانے سے پانی کو ناپتے ہیں پھر وہ فرشتے جو بادلوں کو چلاتے ہیں پھر سورج، چاند، اَفلاک اور اس کے بعد ہوا کے فرشتے پھر زمینی چوپائے اور سب سے آخر میں روٹی پکانے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَاؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

(پ ۱۳، ابراہیم: ۳۴)

بُرا برتن

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”آدمی پیٹ سے بُرا کوئی برتن نہیں بھرتا۔“[1] اس فرمان میں دلیل ہے کہ پیٹ بھرنے میں کمی کرنا بہتر ہے۔ اور ارشاد فرمایا: ”اگر کھانا ہی ہو تو پیٹ کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں۔“[2] چند لقمے فرمانے میں دو معنٰی ہیں: (1)... کھانے میں کمی کرنا اور (2)... چھوٹے لقمے کھانا۔ پھر ارشاد فرمایا: ”اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی کھانے کیلئے تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے ہو۔“[3] دوسری روایت میں ہے: ”ایک تہائی ذکر کے لئے ہو۔“[4] اس سے پتا چلتا ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا ذکر سے روکتا ہے اور جو چیز ذکر سے روکے وہ بُری ہے۔ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى (پ۱۶، طٰہٰ: ۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا۔

اور فرماتا ہے:

وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى (پ۳۰، الاعلی: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا کہ ایک تہائی کھانے کے لئے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے پیٹ بھر کر کھانے کی عادت تھی تو اب تہائی کھانا جسم کو قائم رکھنے کے لیے عادت ثانیہ بن جائے گی جیسے پہلے پیٹ بھر کر کھانا اس کی عادت تھی۔

ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہے

تہائی کھانا آٹھ اوقیہ ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے: ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہے اور دو کا کھانا چار

---

1 ......ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الاقتصاد فی الاکل وکراھۃ الشبع، ۴/۴۸، حدیث: ۳۳۴۹

2 ......ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الاقتصاد فی الاکل وکراھۃ الشبع، ۴/۴۸، حدیث: ۳۳۴۹

3 ......ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الاقتصاد فی الاکل وکراھۃ الشبع، ۴/۴۸، حدیث: ۳۳۴۹

4 ......لم نجدہ

کو کافی ہے۔[1] اس روایت میں پانچ توجیہات ہیں: (1)... ہمارے بصری علما میں سے ایک عالِم فرماتے ہیں: ایک آدمی کا پیٹ بھر کھانا دو آدمیوں کی خوراک ہے اور دو آدمیوں کا پیٹ بھر کھانا چار آدمیوں کی خوراک ہے۔ (2)... بعض نے کہا: ایک مسلمان کا کھانا دو کامل ایمان والوں کو کافی ہے اور دو مسلمانوں کا کھانا چار خاص مؤمنین کے لئے کافی ہے۔ (3)... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک منافق کا کھانا دو مسلمانوں کے لئے کافی ہو۔ اسی مفہوم پر یہ روایت ہے: "مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور منافق سات آنتوں میں۔"[2]
(4)... روایت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ طلبِ معاش میں مصروف ایک محنت کش کا کھانا ان دو کو کافی ہے جو بیٹھے رہتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے۔ (5)... یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ایک بغیر روزے والے کا کھانا دو خاص روزہ داروں کے لیے کافی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود اور حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے ایک مرتد کو توبہ کا مطالبہ کرنے اور اس کا فیصلہ ہونے سے پہلے قتل کر دیا تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ان دونوں سے فرمایا: تم نے اسے ایک گھر میں بند کیوں نہ کیا جہاں تم تین دن تک روزانہ اسے ایک روٹی دیتے شاید وہ توبہ کر لیتا اور اسلام کی طرف لوٹ آتا۔ اے اللہ! میں نے اس قتل کا حکم نہیں دیا، نہ مجھے اس کا علم ہوا اور نہ ہی مجھے جب اس کا پتا چلا تو میں اس سے راضی ہوا۔

اس روایت میں یہ دلیل ہے کہ ایک روٹی انسان کو ایک دن کے لیے کافی ہے۔ تین حجازی روٹیاں ہمارے نزدیک ایک رطل کے برابر ہیں کیونکہ مکی رطل زمانہ فاروقی سے لے کر آج تک چھ اقراص شمار کیا جاتا ہے۔ یوں ایک روٹی میں آٹھ اوقیہ ہوں گے اور اس سے ہماری یہ بات واضح ہوئی کہ حدیث پاک میں جو تہائی کھانے کا فرمایا گیا وہ آٹھ اوقیہ ہے۔ اس کے بعد لُقَیمات (چند لقمے) کا لفظ ہے جو جمع ہے اور اس سے مراد 10 سے کم ہے۔ جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے متعلق منقول ہے کہ وہ سات یا نو لقمے کھایا کرتے تھے۔

---

[1]......مسلم، کتاب الاشربة، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل... الخ، ص۸۷۶، حدیث: ۵۳۷۰

[2]......بخاری، کتاب الاطعمة، باب المؤمن یاکل فی معی واحد... الخ، ۳/۵۲۷، حدیث: ۵۳۹۴

پیٹ کی بیماری کی بہترین دوا

بادشاہوں کے واقعات میں منقول ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے چار طبیبوں کو جمع کیا ان میں ایک ہندوستانی، دوسرا رومی، تیسرا عراقی اور چوتھا سوادی (دیہات کا رہنے والا) تھا، ان سے کہا: ہر ایک ایسی دوا بیان کرے جسے استعمال کرنے کے سبب کوئی مرض نہ ہو۔ ہندوستانی حکیم نے کہا: میری نظر میں وہ سیاہ ہڑ ہے۔ عراقی حکیم نے کہا: وہ سفید ہالوں (ایک قسم کی بوٹی) ہے۔ رومی حکیم نے کہا: میرے نزدیک وہ دوا گرم پانی ہے۔ اور سوادی جو کہ ان میں سب سے زیادہ عِلْمِ طِب میں مہارت رکھتا تھا، اس نے کہا: ہڑ معدہ میں قبض کر دیتی ہے اور یہ ایک بیماری ہے، ہالوں معدہ میں چکناہٹ پیدا کرتی ہے اور یہ بھی ایک بیماری ہے اور گرم پانی معدہ کو ڈھیلا کر دیتا ہے اور یہ بھی بیماری ہے۔ ہارون رشید نے کہا: پھر تمہارے نزدیک وہ کون سی دوا ہے؟ سوادی نے کہا: وہ دوا میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ کھانا اس وقت تک نہ کھائیں جب تک آپ کو خواہش نہ ہو اور خواہش ابھی باقی ہو تو کھانے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں۔ یہ سن کر سب نے کہا: تم نے سچ کہا۔

کھانے کے سلسلے میں دانا طبیبوں کے اَقوال

ہمیں ایک عالم نے بتایا کہ میں نے اہلِ کتاب کے طبیبوں میں سے ایک دانشور کو حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان سنایا: ''تہائی کھانے کے لئے، تہائی پانی کے لئے اور تہائی سانس کے لئے رکھو۔''[1] اس بات سے اسے بڑا تعجب ہوا اور اس نے اس کی تعریف کی اور کہا: میں نے قلیل کھانے کے سلسلے میں اس سے زیادہ حکمت بھرا کلام نہیں سنا اور یہ کسی دانشور کا ہی کلام ہو سکتا ہے۔ پھر کہا: دانشور طبیبوں نے کم کھانے کے سلسلے میں ایسا کلام کرنے کی بہت کوشش کی مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ دانا طبیبوں نے اس سلسلے میں اکثر جو کہا وہ یہ ہے: جب تک خواہش نہ ہو کھانے پر نہ بیٹھو اور ابھی کھانے کی خواہش باقی ہو ہاتھ اٹھالو۔ ان دانا طبیبوں میں سے ایک کا کہنا ہے: بھوک لگنے کے بعد ہی کھاؤ اور سیری حاصل ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھالو۔ دوسرے کا کہنا ہے: سخت بھوک کے بعد ہی کھاؤ اور خوب پیٹ بھر کر نہ کھاؤ۔ ان دانا طبیبوں کی مراد وہ مفہوم

---

[1]......ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب الاقتصاد في الأكل وكراهة الشبع، ۴/۴۸، حديث: ۳۳۴۹

ہے جسے ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ذکر فرمایا۔

ہمارے ایک عالم حضرت سیِّدُنا ابوالحسن بن سالم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو گندم کی روکھی روٹی ادب کے ساتھ کھائے اسے موت کے علاوہ کوئی بیماری نہ ہو گی۔ ان سے پوچھا گیا: ادب سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ادب یہ ہے کہ تم بھوک لگنے کے بعد کھاؤ اور پیٹ بھرنے سے پہلے ہاتھ اٹھالو۔

گندم اور طبائع اربعہ

اصل یہ ہے کہ جسموں میں بیماریاں زمین کے مختلف نباتات کے ذریعے آتی ہیں کیونکہ معدہ چار مزاجوں سے مرکب ہے: (1)... حرارت (گرمی) (2)... برودت (سردی) (3)... رطوبت (تری) (4)... یبوست (خشکی) اسی طرح زمینی نباتات میں بھی چار مزاج ہیں۔ نباتات کی حرارت اور برودت کی وجہ سے معدہ میں حرارت اور برودت آتی ہے اور نباتات کی رطوبت و یبوست کے باعث معدہ میں رطوبت اور یبوست آتی ہے۔ بعض مزاج بعض کے مقابلے میں زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ایک وصف میں قوت و اضافہ ہو جاتا ہے تو بیماریاں بھی اسی کے مطابق آتی ہیں کیونکہ ہر زمین سے اُگنے والی شے جو کھائی جاتی ہے جسم کے مفہوم میں اثر انداز ہوتی ہے اور گندم ایسی چیز ہے جو زمین کے تمام نباتات کے برخلاف چاروں مزاجوں میں معتدل ہے جیسا کہ تمام مشروبات میں پانی ایک معتدل مشروب ہے۔ تمام غلوں میں جس طرح گندم معتدل ہے اسی طرح تیتر کا گوشت بھی ہلکا ہونے اور کم تری والا ہونے میں دیگر گوشت کے مقابلے میں معتدل ہے۔

ایک طبیب کہتے ہیں: گندم کی روکھی روٹی جیسے چاہو کھاؤ یہ نقصان دہ نہیں۔ دوسرے طبیب کا کہنا ہے: سوکھی روٹی کھانا نقصان دہ سالن کے ساتھ روٹی کھانے سے بہتر ہے۔

مجھے ایک عالم نے کسی طبیب کے حوالے سے بتایا: آدمی نے انار سے زیادہ نفع مند چیز اپنے معدہ میں داخل نہیں کی نہ نمکین چیز سے زیادہ نقصان دہ چیز اپنے معدہ میں ڈالی اور انار کی کثرت سے بہتر یہ ہے کہ نمکین چیز میں کمی کر دے۔

چار مزاجوں میں سارے معدہ میں تمام پھلوں سے زیادہ مشابہت سنگترہ سے ہے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مومن کو سنگترے سے تشبیہ دی اور فرمایا: قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال سنگترے کی

طرح ہے کہ اس کا ذائقہ اچھا اور خوشبو عمدہ ہے۔[1]

لطیف اور حکمت بھری بات

حکیم اور لطیف ذات کی طرف سے یہ ایک لطیف اور حکمت بھری بات ہے کہ جب وہ کسی انسان کی تندرستی اور صحت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے معدہ کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ معدہ میں جانے والے نباتات میں سے ہر طبعی وصف کو اس کی ضد سے حاصل کرے۔ چنانچہ کھائی گئی چیز میں حرارت برودت کو حاصل کرتی ہے، رطوبت یبوست کو اخذ کرتی ہے، اس طرح طبیعت میں اعتدال آجاتا ہے اور یہ بات بیماریوں سے بچنے کا سبب بن جاتی ہے۔ جب وہ کسی بندے کو بیمار کرنا چاہتا ہے تو طبیعت کو کھانے میں اس جیسی اور اسی جنس کی صفت حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ کھائی گئی چیز میں حرارت اپنی جنس سے حرارت کو اور رطوبت اپنی جنس سے رطوبت کو حاصل کرتی ہے، اسی طرح سودا مزاج اپنی جنس سے سودا کو حاصل کرتا ہے۔ یوں زمینی نباتات میں سے کھائی گئی چیز میں طبیعتیں اپنی جیسی طبیعتوں کی طرف مائل ہو کر ایک جیسی ہو جاتی ہیں۔ ایسا کرنے سے مزاج بگڑ جاتے ہیں پھر یہی فاسد مزاج رگوں کے ذریعے تمام جسم میں جا کر مختلف اعضاء میں پھیل جاتا ہے پھر ہر عضو میں اس کے خلاف مزاج آجاتا ہے۔ اس کی وجہ سے طبیعت کے خلاف بدن میں گرانی اور بھاری پن آجاتا اور بدن بیمار ہو کر طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے یہی بات بیماریوں اور مختلف امراض کا باعث بنتی ہے۔ ہم اس سے **اللہ** پاک کی پناہ مانگتے ہیں۔

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس عزّت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔

(پ ۲۴، حم السجدۃ: ۱۲)

بدن کی چار اجزا سے تخلیق

منقول ہے کہ انسان کی اصل بنیاد اس پر ہے جس صورت پر حضرت سیّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو تخلیق کیا گیا ہے۔ حضرت سیّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت ہے کہ تورات میں ہے: جب **اللہ** پاک نے حضرت

[1]......بخاری، کتاب الاطعمة، باب ذکر الطعام، ۳/ ۵۳۵، حدیث: ۵۴۲۷

سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو تخلیق فرمایا اور صورت دی تو ارشاد فرمایا: میں نے آدم کو بنایا اور اس کے بدن کو چار اجزا سے تخلیق کیا پھر یہ چاروں چیزیں ان کی اولاد میں منتقل کیں تو یہ چیزیں ان کے جسموں میں بڑھتی ہیں۔ میں نے اس کا بدن رطوبت و یبوست اور گرمی و سردی سے مرکب کیا کیونکہ میں نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور اس کی رطوبت پانی سے، اس کی حرارت سانس سے اور اس کی برودت روح سے کی پھر میں نے اس پہلی تخلیق کے بعد روح میں چار اَنواع رکھ دیں جو میرے اِذن سے بدن کی اصل ہیں، بدن صرف ان ہی کے ذریعہ قائم رہتا ہے اور ان میں سے ایک بھی دوسرے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ سودا، صفرا، خون اور بلغم یہ چار اَنواع ہیں پھر ان میں سے بعض کو بعض میں رکھ دیا۔ یبوست کو سودا میں، رطوبت کو صفرا میں، حرارت کو خون میں اور برودت کو بلغم میں رکھ دیا۔ تو جس بدن میں یہ چاروں طبیعتیں اعتدال سے ہوں جن سے جسم کا قیام ہے تو اس میں ہر ایک کی نسبت چوتھائی کی ہوتی ہے اور اس میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔ اس کی صحت کامل اور بنیاد درست ہوتی ہے اور اگر ایک مزاج میں اضافہ ہو جائے تو وہ دوسروں پر غالب آکر بقدر غلبہ مرض پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے حتّٰی کہ وہ ان کی اطاعت و مقاربت سے کمزور و عاجز آجاتی ہے۔ پھر طویل حدیث ذکر فرمائی۔[1]

حرارت کا غلبہ اور اس کا علاج

کبھی بعض سالکین پر مزاج اور جوانی کی گرمی کے سبب حرارت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ پھر طبعی وصف ظاہر ہوتا ہے تو کنوارے میں منی کی مقدار بڑھ جاتی ہے، جیسا کہ حرارت میں قوت پیدا ہو کر خون میں قوت آجاتی ہے کیونکہ منی کی اصل خون ہے، جو ریڑھ کی ہڈی میں چڑھتا ہے اور یہی اس کا مسکن ہوتا ہے۔ حرارت اسے پکا کر سفید رنگ کی چیز میں بدل دیتی ہے جب ریڑھ کی ہڈی کے اطراف اس سے بھر جاتے ہیں تو وہ اس کے راستوں سے باہر نکلنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے صحت قوی ہو جاتی ہے اور اس وقت انسان کو نکاح کی طرف ہیجان اور رغبت ہو جاتی ہے۔ ایسے آدمی کے لئے ٹھیک نہیں کہ وہ گرم غذائیں کھائے بلکہ اسے ٹھنڈی اور شہوت کو ختم کرنے والی غذائیں کھا کر حرارت کے غلبہ کو ختم کرنا چاہیے اور ہر گرم خشک اور سرد تر چیز کھانے سے بچنا

---

[1] ......العقد الفرید، کتاب الزبرجدۃ الثانیۃ، طباع الانسان وسائر الحیوان، فی التوراۃ، ۷/۲۵۶
عیون الاخبار، کتاب الطبائع والأخلاق المذمومۃ، باب الحمق، طبائع الانسان، ۲/ ۷۳

چاہیے کیونکہ اس سے طبیعت میں ہیجان پیدا ہوتا اور عضو خاص قوی ہوتا ہے۔ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (طاقت) نہ ہو۔ (پ ۳، البقرۃ: ۲۸۶)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے مروی ہے کہ اس سے مراد شہوت کی شدت ہے۔

تہائی عقل چلی جاتی ہے

حضرت سیِّدُنا فیاض بن نَجِیح رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: جب مرد کے عضو خاص میں انتشار ہو تو اس کی تہائی عقل چلی جاتی ہے۔

اللہ پاک کے اس فرمان:

وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ ترجمۂ کنز الایمان: اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔ (پ ۳۰، الفلق: ۳)

کی تفسیر میں حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سے منقول ہے کہ آپ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے مراد عضو خاص کا انتشار ہے۔ بعض راویوں نے اس طرح کا قول حضور نبی پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی طرف نسبت کرتے ہوئے یوں ذکر کیا: عضو خاص کی شرارت سے جب وہ داخل ہو جائے۔[1]

حضور نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم یہ دُعا کیا کرتے تھے: اے **اللہ**! میں اپنے کان، آنکھ، زبان، دل اور مادۂ منویہ کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔[2]

حضور نبی رحمت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی ازواجِ مطہرات رَضِيَ اللهُ عَنْهُنَّ سے مروی ہے کہ وہ رسولِ پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی حیاتِ ظاہری کے بعد سرکہ اور ٹھنڈی غذائیں کھاتی تھیں اور اس کے ذریعے خواہش

---

[1] ......تفسیر السمعانی، سورۃ الفلق، تحت الآیۃ: ۳، ۶/۳۰۶ عن ابن عباس

[2] ......ابوداود، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، ۲/۱۳۱، حدیث: ۱۵۵۱

الدعاء للطبرانی، باب ما استعاذ منہ النبی وما امر ان یستعاذ منہ، ص ۴۱۱، حدیث: ۱۳۸۹

کو ختم کرتیں۔[1]

غیبی اِمداد

ایک صوفی بزرگ فرماتے ہیں: راہِ سُلُوک کی ابتدا میں مجھ پر شہوت کا اس قدر غَلَبہ ہوا جو میری برداشت سے باہر تھا، میں نے اللہ پاک کی بارگاہ میں کثرت سے گریہ زاری کی۔ تو خواب میں ایک شخص کو دیکھا، اس نے مجھ سے کہا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے اسے اپنی تکلیف بیان کی تو اس نے کہا: میرے پاس آؤ۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھا تو میں نے اپنے تمام جسم اور دل میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ جب صبح ہوئی تو وہ غَلَبہ ختم ہو چکا تھا۔ ایک سال تک مجھے اس سے نجات ملی رہی پھر ایک سال بعد دوبارہ وہی کیفیت ہو گئی۔ میں نے اللہ پاک کی بارگاہ میں کثرت سے فریاد کی تو خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا: جس کیفیت میں تم مبتلا ہو کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ یہ کیفیت تم سے چلی جائے اور میں تمہاری گردن اڑا دوں؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: اپنی گردن جھکاؤ۔ میں نے جھکا لی۔ اس نے ایک نورانی تلوار نکالی اور اس سے میری گردن اڑا دی۔ جب صبح ہوئی تو میری وہ کیفیت ختم ہو چکی تھی۔ ایک سال تک مجھے اس سے خَلاصی ملی رہی، ایک سال بعد دوبارہ وہی کیفیت شدت سے آگئی تو میں نے اپنے پہلو اور سینے کے درمیان ایک شخص کو دیکھا جو مجھے مخاطب کر کے کہہ رہا تھا: تم پر افسوس ہے! کب تک اللہ پاک سے اُس چیز کے دور کرنے کا سوال کرتے رہو گے جسے دور کرنا اسے پسند نہیں۔ وہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے شادی کر لی تو مجھ سے یہ کیفیت ختم ہو گئی اور مجھے اولاد کی نعمت بھی مل گئی۔

آدمی جب اپنی بھوک کو بھول کر ربِّ کریم کی یاد میں رہے تو وہ ملائکہ کی طرح ہے اور جب وہ پیٹ بھر کر خواہشات کی طلب میں پڑا ہو تو وہ درندوں کی طرح ہے۔

بھوک میں عزت

کہا گیا ہے: بھوک بادشاہ اور سیری غلامی ہے، بھوکا رہنے والا عزت والا اور پیٹ بھرا ذلیل ہے۔

---

[1] ......نوادر الاصول، الاصل الحادی والثمانون، ۱ / ۳۵۴، حدیث: ۵۱۳، نحوہ

یہ بھی کہا گیا ہے: بھوک اختیار کرنے میں عزت ہی عزت ہے اور پیٹ بھرنے میں ذلت ہی ذلت ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: بھوک آخرت کی چابی اور زُہد کا دروازہ جبکہ پیٹ بھرنا دنیا کی چابی اور رغبت کا دروازہ ہے۔

عبادت کا دروازہ

اللہ پاک کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔[1]

مشہور حدیث میں ہے: ”روزہ رکھو صحت یاب ہو جاؤ گے۔“[2] بیماریوں سے جسموں کی صحت کے مقابلہ میں نفس کی بیماریوں سے دل کی صحت زیادہ اعلیٰ اور اچھی ہے۔

اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: جنت کا دروازہ ہمیشہ کھٹکھٹاتے رہو تمہارے لئے کھول دیا جائے گا۔ میں نے عرض کی: ہم جنت کا دروازہ کس طرح کھٹکھٹائیں؟ ارشاد فرمایا: بھوک اور پیاس کے ذریعے۔[3]

بھوک کی فضیلت

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خزاز رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے بھوک والوں کے مقامات کی ان کی نیت اور ارادوں کے اعتبار سے مقاصد کے سلسلے میں تقسیم بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: میں نے معتبر علما کو یہ کہتے سنا کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الواحد بن زید رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ قسم کھا کر فرماتے تھے: **اللہ** پاک نے جسے بھی دوست بنایا بھوکا رہنے کے سبب بنایا، اولیائے کرام پانی پر چلتے ہیں تو بھوکا رہنے کے سبب اور ان کے لئے زمین لپیٹی جاتی ہے تو بھوکا رہنے کے سبب۔ حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خزّاز رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اچھے، عمدہ اور بہترین اخلاق کو گنواتے اور قسم اٹھا کر فرماتے: یہ سب بغیر بھوک کے حاصل نہیں ہو سکتے۔

---

[1] ......الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۵۰۰، حدیث: ۱۴۲۳

[2] ......معجم اوسط، ۶/۱۴۶، حدیث: ۸۳۱۲

[3] ......کشف الخفاء، حرف الدال المھملۃ، حدیث: ۱۳۲۶، ج ۱/ ۳۶۷

بزرگانِ دین کے فاقہ کرنے کی وجوہات

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خزاز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بھوک کا معنٰی اور مفہوم مخلوق پر معلق ہے۔ بزرگانِ دین مختلف وجوہات کی وجہ سے بھوکا رہتے اور فاقہ کشی اختیار کیا کرتے۔ بعض نے حلال اور پاکیزہ چیز نہ پانے کی وجہ سے پرہیز گاری کے سبب فاقہ کیا۔ بعض نے حلال وپاکیزہ چیز پائی مگر طویل حساب، اس کے لئے کھڑے رہنے، آخرت کے سوالات کے خوف اور زُہد کی وجہ سے بھوک کو اختیار کیا۔ بعض نے عبادت میں ایسی لذت پائی اور چین وراحت محسوس کی کہ کھانے پینے کے معاملہ کو عبادت میں حائل اور رکاوٹ جان کر چھوڑ دیا اور عبادت وگوشہ نشینی کی وجہ سے فاقہ کیا۔ بعض کو **اللہ** پاک کا قرب حاصل ہوا ان کے دل کو **اللہ** پاک سے حیا آئی لہٰذا وہ جان گئے کہ **اللہ** پاک انہیں دیکھ رہا ہے۔ ان کا مقام حیا کا ہے۔ انہیں یہ خیال ہوا کہ **اللہ** پاک انہیں دیکھ رہا ہے اور یہ اس کے سامنے منہ چلا رہے اور کھا پی رہے پھر بار بار قضائے حاجت کے لئے جا رہے ہیں۔ ایسا کرنا انہیں بُرا لگا تو اس وجہ سے یہ فاقہ کرنے لگے۔ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ بھی اس مقام حیا پر ہیں۔ بعض کو ان کی دنیاوی حاجتیں ہی بھول گئیں تو وہ اپنے جسمانی درستی سے بے پرواہو گئے یہاں تک کہ غیب میں ان کا ذکر ہوا یا انہیں یاد دلا دیا گیا۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خزاز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ دانشوروں کی ایک جماعت کا کہنا ہے: **اللہ** پاک کسی ایسے سے کلام نہیں کرتا جس کے پیٹ میں دنیا کی کوئی چیز ہو۔ اسی وجہ سے حضرت سَیِّدُنا موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کو (کوہِ طور پر) دنیا سے خالی ہو کر اور کسی چیز کی طرف نفسانی میلان نہ رکھ کر ملاقات کا حکم ہوا اور یہ ارشاد ہوا کہ وہ ایسی روح کے ساتھ آئیں جو روحانی ہو اور جسے **اللہ** حَیّ سے زندگانی ملی ہو۔ اس وقت انسان اس قابل ہوتا ہے کہ کسی ترجمان کے بغیر اس سے خطاب کرے۔

ہر سال تین درہم کا خرچہ

حضرت سَیِّدُنا ابنِ مسروق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حضرت سَیِّدُنا سہل بن عَبْدُ اللہ تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ملا جیسے ہی میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے خوشخبری دی اور مجھے بوسہ دیا۔ انہیں مجھ سے ارادت تھی اور

وہ مجھ سے انکساری سے پیش آتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: مجھے اپنے ابتدائی معاملے اور اپنی خوراک کے بارے میں بتائیں؟ فرمایا: میں ہر سال تین درہم خرچ کیا کرتا تھا۔ ایک درہم کا گھی، ایک درہم کا کھجور کا شیرہ اور ایک درہم سے چاول کا آٹا لیتا اور انہیں ملا کر 360 گول ٹکڑے بنالیتا۔ ہر روز افطار کے وقت ایک ٹکڑا کھالیتا تھا۔ میں نے کہا: اب کیا طریقہ ہے؟ فرمایا: اب نہ کوئی مقدار مقرر ہے نہ وقت (یعنی فاقہ کی کوئی حد مقرر نہیں)۔

حکایت: ایک ہندی طبیب کا ناکام لوٹنا

بادشاہوں کے واقعات میں ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ نے خلیفہ ابو جعفر منصور کو تحائف بھیجے۔ ان تحائف کے ساتھ ایک فلسفی طبیب کو بھی اس کے پاس بھیجا۔ خلیفہ منصور نے اسے اپنے ہاں ٹھہرایا اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ وہ طبیب خلیفہ منصور کے پاس آیا اور کہا: امیر المؤمنین! میں آپ کے لیے تین چیزیں لایا ہوں جنہیں بادشاہ حاصل کرنے کی بڑی رغبت رکھتے ہیں اور وہ ہم بادشاہوں کے علاوہ کسی کو نہیں بتاتے۔ خلیفہ نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ طبیب نے کہا: میں آپ کو ایسا کالا خضاب لگاؤں گا جس کا رنگ نہیں اترے گا؟ خلیفہ نے پوچھا: دوسری چیز کیا ہے؟ طبیب نے کہا: میں آپ کا ایسا علاج کروں گا کہ آپ کھل کر کھائیں گے اور جو کچھ بھی کھائیں گے آپ کو بدہضمی نہیں ہوگی اور نہ ہی کھانا آپ کو نقصان دے گا۔ خلیفہ نے پوچھا: تیسری چیز کیا ہے؟ طبیب نے کہا: میں آپ کی پیٹھ اتنی مضبوط کردوں گا کہ آپ جتنا چاہیں گے جماع کریں گے، نہ آپ کو تھکاوٹ ہوگی، نہ نظر کمزور ہوگی اور نہ آپ کی قوت میں کمی آئے گی۔ یہ سن کر خلیفہ منصور نے سر جھکالیا پھر اپنا سر اٹھایا اور کہا: میں تو تمہیں بہت عقل والا سمجھ رہا تھا۔ جہاں تک بالوں کا سیاہ ہونا ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ یہ دھوکا اور جھوٹ ہے اور بڑھاپا ہیبت اور وقار کی علامت ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ جو نور **اللہ** پاک نے میرے چہرے کو دیا ہے میں اسے سیاہی سے تاریک کردوں۔ تم نے کھانے کا جو ذکر کیا ہے تو **اللہ** پاک کی قسم! میں کھانے کا حریص نہیں ہوں اور نہ مجھے زیادہ کھانے کی حاجت ہے۔ زیادہ کھانا جسم کو بھاری کرتا اور آفات سے غافل کرتا ہے۔ کم سے کم اتنا نقصان تو ہوتا ہے کہ بار بار بیت الخلا جانا پڑتا ہے اور زیادہ کھانے کی وجہ سے مجھے ناپسندیدہ بات دیکھنی اور سننی پڑے گی۔ رہی عورتوں کی بات تو نکاح جنون کا ایک حصہ ہے اور میرے جیسے خلیفہ کے لئے کتنی بُری بات ہے کہ وہ کسی لونڈی کے سامنے

جماع کے لئے (دیر تک) گھٹنوں کے بل بیٹھا رہے۔ جہاں سے آئے ہو وہاں ناکام اور نامراد ہو کر لوٹ جاؤ مجھے ان چیزوں کی حاجت نہیں جو تم لے کر آئے ہو۔

پیٹ بندے کی دنیا

فاقہ کرنے والے بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے مجھے بتایا: میں حضرت سیِّدُنا قاسم جوعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس آیا اور ان سے زُہد کے بارے میں پوچھا کہ زُہد کیا ہے؟ انہوں نے مجھ سے پوچھا: تم نے اس بارے میں کیا سنا ہے؟ میں نے کہا: صوفیا کہتے ہیں کہ زُہد امید کی کمی کا نام ہے۔ پوچھا: اور بھی کچھ سنا ہے؟ میں نے کہا: صوفیا کہتے ہیں کہ جمع نہ کرنا زُہد ہے۔ فرمایا: اچھا ہے۔ میں نے انہیں اور بھی کئی اقوال سنائے مگر وہ خاموش رہے۔ پھر میں نے ان سے کہا: آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: جان لو! پیٹ بندے کی دنیا ہے، جس قدر اسے اپنے پیٹ پر قابو ہو گا اسی قدر اسے زُہد حاصل ہو گا اور جس قدر اس کا پیٹ اس پر غالب ہو گا اسی قدر وہ دنیا کے شکنجے میں ہو گا۔

اسی مفہوم میں اس امت کے حکیم و دانا حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا یہ فرمان ہے کہ ہر چیز میں ایک درمیان اور دو جانبین ہوتی ہیں۔ تم ایک جانب کو پکڑو گے تو دوسری جانب مائل ہو جائے گی اور اگر تم درمیان کو پکڑو گے تو جانبین میں اعتدال آجائے گا۔ اسی طرح پیٹ کو ظاہری اعضاء میں درمیان کی حیثیت حاصل ہے اگر یہ پر سکون ہو تو جانبین یعنی آنکھ، کان، زبان، شرم گاہ اور پاؤں میں اعتدال آجاتا ہے۔

بھوک سے قلب کی استقامت

اسی طرح ہمارے شیخ حضرت سیِّدُنا ابنِ سالم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تم پیٹ کو شکم سیری سے اس کا حصہ دو گے تو ہر عضو لہو و لعب سے اپنا حصہ مانگنے لگے گا پھر نفس بے قابو ہو کر تمہیں ہلاکت میں ڈال دے گا اور اگر تم پیٹ سے شکم سیری کا حصہ روک دو گے تو تمام اعضائے بدن تجھ سے اپنا حصہ نہیں لیں گے اور اس سے قلب استقامت پر آجائے گا۔

تین مہنگی دواؤں کا نعمَ البدَل

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو آپ نے طبیب عبد الرحمٰن سے پوچھا: کھانے

میں کون سی چیز میرے موافق رہے گی؟ طبیب نے کہا: آپ مجھ سے پوچھ تو رہے ہیں لیکن جب میں بیان کروں گا تو آپ قبول نہیں کریں گے۔ حضرت سیّدنا بشر حافی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: آپ بیان کیجئے تاکہ میں سن لوں۔ طبیب نے کہا: سِکَنْجَبِین (ایک قسم کا مشروب) نوش فرمایئے، بِہی (ناشپاتی جیسا پھل) چوسیں اور اس کے بعد مرغی کا اُبلا ہوا گوشت کھائیں۔ آپ نے فرمایا: کوئی ایسی چیز جانتے ہو جو سِکَنْجَبِین سے کم قیمت اور اس کے قائم مقام ہو؟ کہا: نہیں۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: میں جانتا ہوں۔ طبیب نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: سرکہ کے ساتھ کاسنی (ایک پودا)۔ پھر فرمایا: ایسی چیز جانتے ہو جو بِہی سے کم قیمت اور اس کے قائم مقام ہو؟ طبیب نے کہا: نہیں۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: میں جانتا ہوں۔ طبیب نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: خُرنُوب شامی (یعنی کیرب کا درخت)۔ آپ نے پھر پوچھا: کیا کوئی ایسی چیز جانتے ہو جو مرغی کے اُبلے ہوئے گوشت سے کم پیسوں کی ہو لیکن فائدہ میں اس کے قائم مقام ہو؟ طبیب نے کہا: نہیں۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: میں جانتا ہوں۔ گائے کے دیسی گھی کے ساتھ چنے کا پانی اس کا بدل ہے۔ طبیب نے کہا: آپ تو مجھ سے زیادہ طِبّ جانتے ہیں پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟

کھانے کے بعد سونا دل کی سختی کا باعث

بندے کے لیے بہتر ہے جب وہ بھوکا ہو اور جماع کا دل بھی چاہے تو وہ کچھ نہ کھائے تاکہ وہ نفس کی دو خواہشات کو جمع نہ کرے ورنہ نفس دونوں کا مطالبہ کرنے لگے گا۔ کبھی پاکدامنی کے لئے جماع کی خواہش ہوتی ہے اور نفس کھانے کا مطالبہ کرتا ہے اور کبھی کھانے کی طلب اس لئے ہوتی تاکہ خوشی کے ساتھ جماع ہو سکے اور دو لذتوں کو جمع کرنا نفس کو قوت دینا اور اسے عادی بنانا ہے۔ یوں ہی بندے کے لئے بہتر ہے کہ وہ کھانا کھا کر سو نہ جائے۔ اس طرح کرنے سے وہ دو غفلتوں کو جمع کرلے گا، پھر وہ سستی کا عادی ہو جائے گا اور اس کا دل بھی سخت ہو جائے گا، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ کھانا کھا کر نماز پڑھے یا بیٹھ کر ذکر الٰہی کرے کہ یہی بات شکر سے قریب تر ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اپنے کھانے کو ذکر اور نماز کے ذریعے ہضم کرو اور کھانا کھا کر سو نہ جاؤ کہ اس طرح تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ [1]

---

[1] ......معجم اوسط، ۳/ ۴۰۴، حدیث: ۴۹۵۲

پیٹ بھر کر کھاؤ تو پھر خوب عبادت کرو

چاہئے کہ ہر کھانے کے بعد کم از کم چار رکعت نماز پڑھے یا 100 مرتبہ تسبیح کرے یا قرآن پاک سے ایک حصہ پڑھے۔ حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جب رات کو پیٹ بھر کر کھاتے تو شب بیداری کرتے اور جب دن میں پیٹ بھر کر کھاتے تو اس کے بعد نماز پڑھتے اور ذکر کرتے، نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ سیاہ فام کو پیٹ بھر کر کھلاؤ اور کام لے کر اسے تھکا دو اور کبھی فرماتے: گدھے کو پیٹ بھر کر کھلاؤ اور کام لیتے ہوئے اسے تھکا دو۔ جب آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بھوکے ہوتے تو عبادت میں وقفہ کرتے۔

نفس کشی کرنے والے کو چاہیے کہ مہینے میں دو بار گوشت اور چکنائی یعنی روغن وغیرہ کھائے اگر چار بار بھی کھالے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ سلف صالحین ایسا ہی کرتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا مولا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے: جو شخص 40 دن تک گوشت کھانا چھوڑ دے اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور جو 40 دن تک مسلسل گوشت کھاتا رہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔[1] ہمیشہ گوشت کھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔[2] مروی ہے کہ ہمیشہ گوشت کھانا شراب کے چسکے کی طرح ایک چسکا ہے۔[3]

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سہل تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اہلِ عَبَّادان میں سے خوراک میں کمی کرنے والوں سے فرماتے تھے: اپنی عقلوں کی حفاظت گوشت اور چکنائی کے ذریعے کرو کیونکہ ناقص عقل والا اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔

کھانے کے بجائے پھل کھالو

سب سے اچھا سالک (ارادت والا) وہ ہے جو روٹی کی جگہ پھل اور دیگر حلال اشیاء کھا کر بھوک مٹائے اور جب کھانے کی ضرورت پڑے تو یہی اس کی خوراک ہو۔ لذت کے لیے پھل نہ کھائے تاکہ نفس کی عادت اور خواہش جمع نہ ہو پائیں۔ جب وہ پھل کو خوراک کا حصہ بنائے گا تو جلد ہی اکتاہٹ کا شکار ہو گا کیونکہ جب وہ

---

1 ......بستان العارفین للسمرقندی، الباب الرابع والاربعون فی اکل اللحم، ص ۴۸

موسوعۃ ابن ابی الدنیا، اصلاح المال، باب الرفق فی المعیشۃ وحسن التدبیر، ۷/ ۴۴۷، رقم: ۱۹۱

2 ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الاطعمۃ، باب من کرہ مداومۃ اللحم، ۵/ ۵۶۷، حدیث: ۱

3 ......موطا امام مالک، کتاب صفۃ النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، باب ماجاء فی اکل اللحم، ۲/ ۴۲۶، حدیث: ۱۷۸۹

ایک مرتبہ یا دو مرتبہ روٹی کے بغیر پھل ہی سے سیر ہو گا تو جلدی چھوڑ دے گا اور خواہش ختم ہو جائے گی۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سہل تُستری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے ہمارے شیخ حضرت سیِّدُنا ابنِ سالم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے ہاتھ میں روٹی اور کھجور دیکھی تو فرمایا: پہلے کھجور کھا لیجئے اگر یہ کافی ہو جائے تو ٹھیک ورنہ اس کے بعد بقدرِ حاجت روٹی کھا لیجئے گا۔ اور فرمایا: کھجور برکت والی اور روٹی نحوست ہے۔ نحوست اس لیے کہ یہ جنت سے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے نکلنے کا سبب بنی تھی اور کھجور برکت والی اس لیے کہ **اللہ** پاک نے کلمہ توحید کی مثال کھجور کے درخت سے دی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ (پ ۱۳، ابراہیم: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا **اللہ** نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔

کھجور کے درخت سے مومن کی مثال

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "جس طرح پاکیزہ درخت یعنی کھجور کی طرح شیریں اور میٹھا پھلوں میں کوئی پھل نہیں اسی طرح کلمہ توحید سے زیادہ میٹھی چیز کوئی نہیں۔" اس لیے رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مٹھاس، نرمی، قوت اور جڑ سے مضبوطی میں مومن کو کھجور کے درخت سے مشابہ قرار دیا اور فرمایا: اس کے پتے نہیں جھڑتے اسی طرح مومن کی مثال ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر تو روٹی کے علاوہ کوئی اور چیز کھا کر کام چلا سکے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے یہ بات حضرت سیِّدُنا ابو بکر جَلّاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو بتائی تو وہ حیران ہوئے اور فرمایا: یہ دانشوروں کا کلام ہے اور یہی ارادت والے کے حال کے مناسب ہے۔

عادی چیز کو چھوڑ دے

اگر ارادت والے کو خوف ہے کہ وہ کھانے کی کسی چیز یا عمدہ چیز کا عادی ہے اور اپنے دل کو اس کی طرف

---

[1] ......ترمذی، کتاب الامثال، باب ماجاء فی مثل المؤمن... الخ، ۴/۳۹۲، حدیث: ۲۸۷۶

مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب مثل المؤمن مثل النخلۃ، ص۱۱۵۷، حدیث: ۲۸۱۱

میلان سے نہیں بچا سکتا اور نفس بھی اس سے جھگڑ رہا ہو، ابھی مرید ابتدائی حالت میں اور سیدھا سادہ ہو، نفس کے مخفی مکر و فریب سے آگاہ نہ ہو اور نہ ہی آفاتِ نفس کو سمجھ سکتا ہو تو اب اگر عادت والی چیز کو چھوڑ دے تو افضل ہے اور عادت کو چھوڑے تو **اللہ** پاک سے یوں ڈر کر چھوڑے کہ اگر استعمال کیا تو خواہش اور حرص پیدا ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے دوسری ایسی اشیاء میں پڑ کر بُرائی کے راستے میں جا پڑے گا اور دین ہاتھ سے جائے گا۔ یا عادت پکی ہونے کا خوف رکھے اور یہ خطرہ محسوس کرے کہ عادت پکی ہونے کے بعد توبہ مشکل ہو جائے گی، کیونکہ خواہشات کی عادت کی وجہ سے وہ مشتبہات میں جا پڑے گا۔ عادت بھی **اللہ** پاک کے لشکروں میں سے ایک ایسی چیز ہے جو عقل پر غالب آجاتی ہے اور ابتلا بھی **اللہ** پاک کی جانب سے علم کو مغلوب کرنے والا ایک معاملہ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے استقامت میں دُشواری ہوتی ہے اور اگر عادت نہ ہوتی تو سب لوگ توبہ کرنے والے ہوتے اور اگر ابتلا نہ ہوتا تو توبہ کرنے والے لوگ نیک ہی رہتے۔ اس لئے اگر عمدہ اشیاء کھانے سے خواہشات پیدا ہوتی ہوں، عادت بن جانے کا ڈر ہو اور نفس کا آفات میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو انہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ ایسا کر کے ہی آدمی اپنے قلب کی اصلاح کر سکتا اور نفس کو پُر سکون رکھ سکتا ہے تاکہ نفس کا غلام بننے سے پہلے پہلے نفس کو اپنا غلام بنالے، عادت کی ہلاکت خیزی دیکھنے سے پہلے ہی اسے جڑ سے کاٹ دے اور خواہش بننے سے پہلے ہی اسے مغلوب کر دے۔ جیسا کہ ایک عقل مند اور دانا کا کہنا ہے: میں اپنی ضرورت کو ترکِ ضرورت کے ذریعے پورا کرتا ہوں اور یہ بات میرے نفس کے لئے زیادہ راحت کا باعث ہے۔ ایسے ہی کسی اور کا کہنا ہے: جب میں خواہش کو پورا کرنے کے لیے کسی سے قرض کے مطالبے کا ارادہ کرتا ہوں تو اپنے نفس سے قرض مانگتا ہوں۔ اس طرح میں اپنی عادت چھوڑ دیتا ہوں اور میرا نفس میرا بہترین قرض خواہ ہے۔ یوں خواہش کو ترک کرنا اور نفس کو روکنا اس کی غذا اور عادت بن جائے گا جیسا کہ پہلے عادت کو پورا کرنا اور مطلوبہ شے کھانا اس کی عادت تھی۔ اس طریقہ میں اس کے دل کی اصلاح اور اس کے حال کو دوام ملے گا۔

مہنگی چیز سستی کرنے کا نسخہ

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے اصحاب سے کسی کھانے کی چیز کے بارے میں پوچھتے اور انہیں بتایا جاتا کہ وہ مہنگی ہے تو آپ فرماتے: اسے چھوڑ کر سستی کر دو۔ اسی مفہوم کو ایک ادیب نے اس شعر

میں بیان کیا ہے:

وَاِذَا غَلَا شَیْءٌ عَلَیَّ تَرَکْتُہٗ فَیَکُوْنُ اَرْخَصَ مَا یَکُوْنُ اِذَا غَلَا

ترجمہ: جب کوئی چیز مہنگی ہوتی ہے تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں تو وہ مہنگائی کے زمانہ میں سستی ترین ہو جاتی ہے۔

ایسا کرنے سے اِرادت والا خواہشات کو **اللہ** پاک کی وجہ سے چھوڑنے والا بن جائے گا اور **اللہ** پاک کے لئے عمل کرنے والوں میں ہو جائے گا۔ یہ ہمارے بزرگوں سے ایک گروہ کا طریقہ تھا پھر وہ چلے گئے، ان کا طریقہ مٹ گیا اور ان کے بعد آنے والے خواہشات کی پیروی میں لگ گئے اور ان مقامات کو قائم نہ رکھ سکے۔ پھر نہ کوئی ان کے طریقوں پر چلا اور نہ بعد میں آنے والوں نے خواہشات کے ترک کے بارے میں کلام کیا، اسی لیے یہ طریقہ مٹ گیا اور اس کے نشانات ختم ہوگئے۔ اب جو اس پر عمل کر کے اس طریقے پر چلے گا وہ اسے دوبارہ ظاہر کرنے والا ہے اور جس نے اسے دوبارہ ظاہر کیا اس نے اس طریقے پر چلنے والوں کو زندہ کیا۔

چاول کی روٹی اور مچھلی

مجھے ایک عالم نے بصرہ کے کسی بزرگ کے بارے میں بتایا وہ فرماتے ہیں: میرے نفس نے مجھ سے چاول کی روٹی اور مچھلی کا مطالبہ کیا تو میں نے اس کے مطالبے کو پورا نہ کیا۔ پھر اس کا مطالبہ بڑھ گیا اور میں بھی 20 سال تک نفس سے مجاہدہ کرتا رہا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟ یعنی **اللہ** پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: **اللہ** پاک نے جس قدر نعمتیں اور عزت مجھے عطا کی میں اسے بیان نہیں کر سکتا اور مجھے سب سے پہلے جو چیز دی گئی وہ چاول کی روٹی اور مچھلی تھی اور ارشاد ہوا: آج جتنا دل چاہے اپنی خواہش کو مزے لے لے کر پورا کر۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾ (پ ۲۹، الحاقۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

گویا بزرگانِ دین نے اپنی خواہشات کو چھوڑ کر آگے کے لئے انہیں جمع کر دیا اور گزرتے دنوں کے ساتھ بھوک اور پیاس کو مقدم رکھا تو کھانے پینے کے ذریعے ان کا استقبال ہوا۔ کہا گیا ہے کہ ہر عمل کی آخرت میں اس سے ملتی جلتی یا اسی طرح کی چیز سے جزا دی جائے گی۔

حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرا نفس مجھ سے 30 سال سے اس بات کی خواہش کر رہا ہے کہ میں ایک گاجر کھجور کے شیرے میں ڈبو کر کھاؤں لیکن میں نے ابھی تک اس کی بات نہیں مانی۔

سال بھر کے روزوں اور نوافل سے زیادہ نفع مند

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: نفسانی خواہشات میں سے کسی خواہش کو چھوڑ دینا ایک سال روزہ رکھنے اور ایک سال نوافل پڑھنے سے زیادہ دل کے لئے نفع مند ہے۔ اور فرماتے ہیں: میرے لیے رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دینا رات بھر نوافل پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا ایسا کرنا در حقیقت خوراک میں کمی کو ترجیح دینا، کھانے سے معدہ کو ہلکا رکھنا اور سیر ہو کر کھانے کی عادت سے بچنے کے لئے ہے۔

(مصنف کتاب فرماتے ہیں:) میں نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر جَلَّاء رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو فرماتے سنا کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کا نفس اس سے کہتا ہے: "میں تمہارے لئے 10 دن بھوکا رہ لوں گا لیکن اس کے بعد تم مجھے میری خواہش کے مطابق کھلاؤ گے۔ وہ نفس سے کہتا ہے: میں یہ نہیں چاہتا کہ تو 10 دن بھوکا رہے بلکہ میری تمنا یہ ہے کہ تو اپنی خواہش ہی چھوڑ دے۔

30 سال تک روٹی نہ کھائی

مجھے ایک بزرگ نے بتایا کہ انہوں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھا تو آپ نے ان کی کلائی کی کھال پکڑ کر ارشاد فرمایا: تم نے اس جسم کو مکمل طور پر بھوکا رکھا؟ یہ نہیں فرمایا کہ اپنی فاقہ کشی چھوڑ دو، اگر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ فرماتے کہ فاقہ چھوڑ دے تو وہ چھوڑ دیتے۔ ان بزرگ نے من پسند غذا اور روٹی کھانے کو 30 سال تک چھوڑے رکھا۔

سَیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے اور **اللہ** پاک کے درمیان کھانے کی ٹوکری ہوتی (یعنی بھرا پیٹ ہوتا) ہے، پھر وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اسے مناجات کی مٹھاس یا دل نشین خطاب سنائی دے (ایسا نہیں ہو سکتا)۔

پیٹ کی مثال سارنگی کی طرح ہے

پیٹ کی مثال سارنگی کی طرح ہے، سارنگی خالی پیٹ والی ایسی لکڑی ہے جس میں تار لگے ہوتے ہیں اور اس کی آواز کے اچھا ہونے کی وجہ اس کا ہلکا اور پتلا ہونا ہے، نیز اس لئے بھی اس کی آواز اچھی ہوتی ہے کہ وہ اندر سے خالی ہوتی ہے بھری ہوئی نہیں ہوتی اور اگر وہ موٹی وزنی اور اندر سے بھری ہوئی ہوتی تو اس کی آواز نہ ہوتی۔ اسی طرح پیٹ بھی جب خالی ہوتا ہے تو دل میں رقت، تلاوت میں لذت و مٹھاس، شب بیداری میں پابندی حاصل ہوتی اور نیند میں کمی آتی ہے۔

کھجور کھانا چھوڑ دی

حضرت سیِّدُنا عتبہ غُلام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد الواحد بن زید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کہا: فُلاں شخص اپنے دل کا ایسا مرتبہ بیان کرتا ہے جسے میں نہیں جانتا۔ حضرت سیِّدُنا عبد الواحد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: وہ کھجور نہیں کھاتا اور تم کھجور کھاتے ہو۔ حضرت سیِّدُنا عتبہ غلام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے پوچھا: اگر میں کھجور کھانا چھوڑ دوں تو میں اس مرتبہ کو جان لوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور ان کے علاوہ مراتب بھی جان لوگے۔ یہ سُن کر حضرت سیِّدُنا عتبہ غلام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ رونے لگے تو ان کے ایک ساتھی نے کہا: **اللہ** پاک آپ کی آنکھوں کو (خوفِ خدا میں) رُلائے، کیا آپ کھجور کی وجہ سے رو رہے ہیں؟ حضرت سیِّدُنا عبد الواحد بن زید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کہا: انہیں چھوڑ دو ان کے نفس نے ان کے کھجور چھوڑنے کے پختہ عزم کو جان لیا ہے، جب یہ کسی چیز کو چھوڑتے ہیں تو اس کی طرف دوبارہ نہیں آتے۔

ہمارے ایک بزرگ نے سالوں سے گرم روٹی کھانا اس لئے چھوڑ دی تھی کیونکہ وہ اس کو کھانا پسند کرتے اور اس کی خواہش رکھتے تھے۔ انہیں اس پر ملامت کی گئی تو فرمایا: اگر میرا نفس 20 سال بعد روٹی کھانے کی خواہش کرے تب بھی میں اسے نہ کھلاؤں۔ بعض اوقات آپ نفسانی خواہش کی شدت کے باعث رو پڑتے کیونکہ ان کا نفس ان کے سچے عزم اور حُسنِ وفا کو جان چکا تھا اور ساری زندگی خواہش کے پورا ہونے سے مایوس ہو چکا تھا، اسی وجہ سے ان پر گریہ طاری ہو جاتا۔

خواہشات کی کوئی حد نہیں

جان لو خواہشات کی کوئی حد نہیں جبکہ غذا کی حد ہے۔ خواہشات کی مثال جہالت کی طرح ہے جس کی حد نہیں ہوتی اور غذا کی مثال علم کی طرح ہے جس کی حد ہوتی ہے۔ کئی بار گھٹیا درجہ کی خواہش بندے کو اونچے رُتبہ سے روک دیتی ہے۔ پھر اگر خواہشات کو ختم نہ کر سکو اور انہیں جڑ سے نہ کاٹ سکو تو تمہیں جو چیز زیادہ پسند اور محبوب ہے اس سے بے رُخی اختیار کرو اور اس بات کا انتظار نہ کرو کہ آخر میں توبہ کر لوں گا کیونکہ نفسانی خواہشات کی کوئی انتہا نہیں۔ فرشتے دکھائی دینے تک خواہشات سے چھٹکارا نہیں ملتا۔ ان کے نظر آتے ہی نفسانی صفات ختم اور خواہشات غائب ہو جائیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خواہشات اوصافِ نفس میں سے ہیں۔ اگر تم عادی خواہشات کو ختم نہ کر سکو تو اس جیسی خواہشات میں اضافہ نہ کرو بلکہ عادت میں کمی کرنے کی کوشش کرو۔ یہی طریقہ ایمانی اخلاق کے قریب تر ہے۔

ایک بزرگ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: خواہشات کو نہ کھاؤ اور اگر ان کو کھاؤ تو انہیں طلب نہ کرو اور اگر طلب کر بیٹھو تو ان سے محبت نہ کرو۔

بزرگانِ دین فرمایا کرتے تھے: جو روٹی پر کچھ زائد کرے تو یہ خواہش ہے اگرچہ نمک ہی ہو۔

بعض نے کہا ہے: روٹی بھی بڑی خواہشات میں سے ہے، جان لو کہ جو روٹی پر کچھ زائد کرے تو وہ پھل کھانے جیسی آسودہ حالی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہمارے لیے عراق سے پھل آتے تو ہم روٹی سے زیادہ انہیں پسند کرتے (یعنی روٹی کی جگہ پھل کھاتے)۔

ادنیٰ، اعلیٰ اور متوسط سالن

اگر نفس کی غذا یعنی روٹی کے ساتھ ساتھ پھل کھانا ضروری ہو تو ایسا کھائے جیسا کفارے کے بیان میں **اللہ** پاک نے فقرا کو کھانا کھلانے کا حکم دیا اور یہ متوسط سالن ہے جس کا حکم دیا گیا اور روٹی اور دودھ کی طرح فقرا کے لئے اس کو پسند کیا کیونکہ اعلیٰ سالن گوشت اور حلوہ ہے اور ادنیٰ ترین سالن نمک اور سرکہ ہے تو

اللہ پاک نے اعلیٰ کا حکم نہیں دیا کہ یہ اغنیا (مال داروں) پر مشکل ہوتا اور نہ ہی ادنیٰ کا حکم دیا کیونکہ یہ فقرا پر شاق ہوتا لہٰذا **اللہ** پاک نے متوسط کا حکم دیا جو اعلیٰ اور ادنیٰ کے درمیان ہے۔ **اللہ** پاک کا ارشاد ہے:

مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ (پ ۷، المائدہ: ۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے۔

اگر بندہ خواہشات کے مطابق کھانے اور خواہشات کو پسند کرنے میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اس عادت کو چھپائے نہ بلکہ ظاہر کرے، کیونکہ یہ حال کی سچائی اور اسلاف کا طریقہ ہے۔ اگر مجاہدہ اعمال میں سے ختم ہو جائے تو اسے حال کی سچائی سے ختم نہ ہونے دے۔ اگر بندہ سچا نہ بھی ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے جھوٹ میں سچا ہو کیونکہ جھوٹ میں سچ یہ دو سچائیوں میں سے ایک سچائی ہے جبکہ جھوٹ اور خامی کو چھپانا اور حقیقت کے خلاف اخلاص اور کامل ہونے کو ظاہر کرنا یہ دو جھوٹ ہیں کیونکہ وہ ناقص ہے اور خود کو کامل حال والوں جیسا ظاہر کر رہا ہے اور وہ (روحانی طور پر) بیمار ہے لیکن معصوم لوگوں والی علامت ظاہر کر رہا ہے۔ ایسا آدمی دونوں طریقوں سے جھوٹا ہے اور دو طریقوں سے غضب کا مستحق ہے۔ اسی وجہ سے **اللہ** پاک نے منافقین پر غضب فرمایا اور ان پر دو ناراضیاں ڈال دیں اور دو توبہ کے بغیر ان سے راضی نہ ہوا اور ان پر دو شرطیں لگا دیں۔

منافقین کے نچلے درجے میں ہونے کی وجہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (پ ۵، النساء: ۱۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔

یعنی کافروں سے بھی نچلے درجے میں کیونکہ کافر نے کھل کر کفر کیا اور اس کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہے جبکہ منافق نے کفر کیا اور ایمان میں شرک بھی کیا اور اس کا ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ نیز منافق نے اپنے دل کی طرف **اللہ** پاک کے نظر کرنے کو حقیر سمجھا اور مخلوق کے دیکھنے کو بڑا خیال کیا۔ **اللہ** پاک نے اس کی ذلت میں اضافہ کر دیا اور شرط کی تاکید کے ساتھ اس کی توبہ میں شدت کی۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنورے (اپنی

بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ اصلاح کی) اور **اللہ** کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص **اللہ** کے لئے کر لیا۔ (پ۵، النساء: ۱۴۶)

یہ ایک ریا کی قسم ہے جس کے ذریعہ **اللہ** پاک کو جاننے والے اور **اللہ** پاک کے بارے میں سمجھ رکھنے والے سے امتحان نہیں لیا جاتا اور **اللہ** ہی کے لیے حمد ہے۔ اگر بندہ پسندیدہ اشیا کھانے اور کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے جیسا کہ عارفین سے بھی گناہ ہو جاتے ہیں مگر عارفین دکھاوے میں مبتلا نہیں ہوتے۔ اس سلسلے میں اسلاف کے دو طریقے ہیں: ایک طریقہ مجاہدہ نفس کرنا اور خواہشات کو چھوڑنے کا ہے۔ اسلاف میں سے کچھ اس کو چھپاتے تھے کیونکہ یہ زیادہ سلامتی کا باعث ہے اور بعض ظاہر کر دیتے تھے کیونکہ وہ قوی مومن تھے اور ایسا کرنے سے ان کی نیت یہ ہوتی کہ لوگ ان کی پیروی اور اتباع کریں۔ دوسرا طریقہ اس پر علما اور عاملین کا ایک گروہ ہے، یہ لوگ عمدہ چیزیں کھاتے اور عمدہ غذا پاتے تو اس میں وسعت کرتے۔ یہ حضرات اپنے احوال ظاہر کرتے اور اپنے نفسوں کا حال کھولتے تھے۔

اگر تم سے اعلیٰ طریقہ چھوٹ جائے تو درمیانے طریقے کو اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اگر بندہ چھپ کر پسندیدہ چیزیں کھاتا ہو اور مخلوق کے سامنے اس بات کو چھپاتا ہو یا بظاہر اسے چھوڑے اور بے رغبت ہونے کا اظہار کرے تو یہ یقین والوں اور صادقین کی راہ نہیں۔ ایسا شخص سیدھی راہ سے بھٹک کر ہلاکت کی راہ میں جا پڑتا ہے لہٰذا سیدھی راہ کو چھوڑنے سے بچو ورنہ سخت پریشانی اور مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔

بنی اسرائیل کے ایک عابد پر عتاب

منقول ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک عابد سیر و سیاحت کرتے ہوئے ایک قوم کی زمین پر پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ کھیت کے درمیان لوگوں کے چلنے سے راستہ بن گیا ہے۔ اس نے دل میں کہا: یہ کسی کی زمین ہے، میں اس پر کیسے چل سکتا ہوں؟ پھر کہا: اگر عام راستے سے گیا تو مجھ پر راستہ طویل ہو جائے گا پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا: یہ گزر گاہ بن گئی ہے اور لوگ اس پر چلتے ہیں اگر میں بھی اس راستے پر چل کر دوسری جانب چلا جاؤں تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ وہ اس راستے پر چل پڑا، جب زمین سے باہر نکلا تو اس پر عتاب کیا گیا اور وہ اپنا جرم بھول گیا۔ وہ یاد کرنے لگا کہ اس سے کیا جرم ہوا ہے تو اس سے کہا گیا: تُو میری طرف غیر کے راستے پر

چل کر آیا اور دوسرے کی کھیتی میں بغیر اجازت داخل ہوا ہے۔ عابد نے کہا: اے میرے رب! میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں، میں نے دیکھا کہ ایک راستہ بنا ہوا ہے۔ اللہ پاک نے وحی فرمائی: کیا ظالم جس کو راہ بنالیں اسے تم میری طرف راہ بنالو گے؟

جو شخص دھوکے سے ظالموں کے راستہ پر چلا تو اس میں وہ معذور نہیں ہے اور اس نے خود کو پریشانی اور دھوکے میں ڈالا تو وہ خود بھی ہلاک ہوا اور اپنی پیروی کرنے والے کو بھی ہلاکت میں مبتلا کیا۔ یہ بناوٹی جاہل کا راستہ ہے جس سے وہ دنیا کی طرف جاتا، خواہشات چھوڑ کر لوگوں میں مقام چاہتا اور خلوت میں توحید کے اندر ظلم اور لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدگی میں کمزور یقین والا ہے۔

سلف میں صادقین کا طریقہ

سلف صالحین میں سے صادقین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی پسند کی چیز خریدتے اور اسے اپنے گھر میں لٹکا دیتے اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتے کہ وہ اس چیز کی طرف راغب ہیں۔ مگر اللہ پاک کے ہاں وہ زاہد تھے انہیں کھاتے نہ تھے۔ وہ اس طرح کرنے سے جاہلوں کے دلوں سے اپنا مقام گراتے، دیکھنے والوں سے اپنا حال چھپاتے اور غافلوں کی توجہ اپنی جانب سے ہٹاتے تھے۔ ان سب کے ذریعے وہ مقامات کو طے کرتے اور معاملات کو خریدتے تھے۔ یہ اس کا مرتبہ ہے جو چیزوں میں زُہد اختیار کرے اور اپنے زُہد کو چھپائے۔

زُہد کو چھپانے کی انتہا

زُہد کو چھپانے کی انتہا یہ ہے کہ اس کی ضد کا اور اس سے بے رغبتی کا اظہار ہو، مرغوب چیز لے کر اسے استعمال نہ کرے اور نہ اس سے نفع اٹھائے۔ یہ بات نفس پر مجاہدہ سے بھی زیادہ سخت گزرتی ہے کیونکہ اس میں دو گرانیاں پائی جاتی ہیں: (1) لذت سے روک دینے کی گرانی اور (2) لوگوں کی نظروں میں مرتبہ گرنے کی گرانی۔ نفس اپنے مزے سے محروم ہوا اور ترک سے اسبابِ منزلت بھی ختم ہوئے۔ اس ترک سے نفس نے دوبار صبر کا جام پیا۔ ایک مرتبہ اس کو خریدنے سے اور ایک مرتبہ اسے چھوڑنے سے۔ خواہشات کے ترک میں صادقین کا یہی حال ہے اور اصحاب عزم قوی لوگوں کا یہی طریقہ ہے۔ یہ تحائف لینے کے معاملہ میں زاہدین کے فعل کے مشابہ ہے کہ بعض زاہدین لوگوں کے سامنے تحفہ قبول کر لیتے اور پوشیدہ طور پر اسے

اپنی ملک سے نکال دیتے تھے۔ اس طرح تحفہ لینے میں رغبت ظاہر کرنے سے مقام و مرتبہ کا گرنا ہے اور پوشیدہ طور پر اس تحفے کو ملک سے نکالنے میں حقیقی زُہد ہے۔ تحفہ واپس کرنے کے ساتھ نہ وہ اپنے نفس کو مرتبہ کی وجہ سے فائدہ دیتے ہیں اور نہ ہی کھانے کے لئے لینے میں وہ اس سے اپنا حصہ لیتے ہیں۔ یہ طریقہ نفس پر بہت مشکل اور گراں ہوتا ہے اور یہ زُہد اختیار کرنے والے علما کا طریقہ ہے۔ تو جو بھی اس طریقے پر چلتا ہے یہ طریقہ اسے صدیقین کے مقام تک لے جاتا ہے۔ یہ مذکورہ دونوں طریقے آج ختم ہو چکے ہیں اور ہمارے وقت میں ان دونوں کے نشانات بھی مٹ چکے ہیں۔ اب اس پر وہی چلتا ہے جو اس کو جانتا ہے اور وہ اِکا دُکا ہی ہیں۔ تصنُّع اور تزیُّن کی راہ پر چلنے والے علما اس سے کوسوں دور ہیں۔

خواہش چھپانے پر نفس کو سزا

حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی پسندیدہ چیز پیش کی جاتی ہے تو میں اپنے نفس کی طرف دیکھتا ہوں۔ اگر نفس اس کی خواہش کا اظہار کرتا ہے تو میں نفس کو اس میں سے کھلا دیتا ہوں اور یہ اسے نہ کھلانے سے افضل ہے اور اگر نفس اس کی خواہش کو چھپاتا اور اس سے دوری ظاہر کرتا ہے تو میں نفس کو سزا دینے کے لئے اسے ترک کر دیتا ہوں اور نفس کو اس میں سے کچھ نہیں کھلاتا۔

اس کی توضیح اور تشریح یہ ہے کہ نفس کسی خواہش کا اظہار کرے تو تمہیں اس بات کی پروا نہ ہو کہ تمہیں خواہش کے مطابق کھانے والا جانا جائے بلکہ تم یہ بات پسند کرو کہ دین دار لوگوں کو معلوم ہو جائے یہ ایسی غذائیں کھاتا ہے۔

چھپی شہوت

نفس کا خواہشات کو چھپانا یہ ہے کہ تم خواہش کے مطابق کھانے کو پسند کرو اور تم اس بات کو چاہو کہ لوگوں کو تمہاری اس خواہش کا علم نہ ہو نیز تم اس بات کو ناپسند کرو کہ تمہیں خواہش کے مطابق اور عمدہ کھانے والا جانا جائے۔ اب کھانے والی پسندیدہ چیز کو چھوڑنے پر سزا ہے کیونکہ جب آدمی نے خواہش کی وجہ سے پسندیدہ کھانا چھوڑا پھر اس نے یہ پسند کیا کہ اس کو اس طور پر جانا جائے کہ یہ پسندیدہ کھانا چھوڑ دیتا ہے، یہ تو خواہشات کی بھی خواہش ہے اور ایسی صورت میں وہ ناپسندیدہ سے بھی بڑی مصیبت میں پڑا ہے۔ اس نے

ترکِ خواہش کے ذریعے فائدہ اٹھانے سے بھی زیادہ خود کو دکھانے اور اپنی تعریف و مدح چاہی اور یہی چھپی شہوت اور خواہش ہے جس کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے کہ "مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف ریاکاری اور چھپی شہوت کا ہے۔"[1] ریاکاری کا تعلق معاملات سے ہے اور چھپی شہوت یہ ہے کہ تمہیں یہ خواہش ہو کہ خواہشات کے چھوڑنے پر تمہاری شہرت اور تعریف ہو۔

کسی عالم سے ایک زاہد کے متعلق پوچھا گیا تو وہ خاموش رہے۔ عرض کی گئی: کیا آپ ان میں کوئی حرج جانتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں ان میں کوئی حرج نہیں جانتا البتہ ان میں ایک ناپسندیدہ چیز ہے کہ وہ تنہائی میں ایسی چیزیں کھاتے ہیں جو لوگوں کے سامنے نہیں کھاتے۔

ان عالم صاحب نے اس بات کو عیب قرار دیا، مجھے قسم ہے! یہ بیماری کا مقام ہے کیونکہ صادقین جو اچھی چیزیں لوگوں کے سامنے کھاتے ہیں وہ تنہائی میں نہیں کھاتے تو زاہد کا یہ طرزِ عمل صادقین کے حال کی ضد ہوا۔

نرم اور لطیف کھانا پہلے کھائے

اگر انسان کے سامنے دو کھانے موجود ہوں جن میں سے ایک نرم اور لطیف ہو تو پہلے وہ کھائے شاید وہی کافی اور پورا ہو جائے اور دوسرا آسانی سے چھوٹ جائے کیونکہ دنیادار لوگ بھاری کھانوں کو نرم کھانوں سے پہلے کھاتے ہیں تاکہ خوب کھا سکیں اور خواہشات میں اضافہ ہو، یوں ہر لطیف چیز دوسرا ظرف اور مکان بن جاتا ہے۔ بعض نے معدے کی مثال ایسے تھیلے سے دی ہے جو اخروٹوں سے اتنا بھرا ہو کہ اس میں مزید کسی اخروٹ کی گنجائش نہ ہو۔ اب اس میں تل ڈال دیئے جائیں تو وہ شگافوں اور دراڑوں کو بھر دیں گے۔ تل اخروٹوں کے ساتھ لطیف ہونے کے سبب تھیلے کو پورے طور پر بھر دیں گے، معدہ بھی ایسا ہی ہے کہ جب اس میں بھاری اور سخت کھانے کے بعد نرم و ملائم کھانا ڈالا جائے تو خواہش اسے قبول کر کے معدہ میں جگہ بنائے گی اور پیٹ بھرنے کے بعد بھی اسے کھانا ممکن ہو گا۔ عرب اسے معیوب خیال کرتے اور ایسا نہیں کرتے تھے۔ عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ثرید سے پہلے گوشت سے کھانے کی ابتدا کرتے تھے۔ عرب کے

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الریاء والسمعة، ۴/ ۴۷۰، حدیث: ۴۲۰۵

مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث شداد بن اوس، ۶/ ۷۷، حدیث: ۱۷۱۲۰

ایک شخص نے کسی نبطی سے عراق والوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا: تم ان لوگوں میں سے ہو جو بھنے ہوئے گوشت سے پہلے ثرید کھاتے ہیں۔

یہ اس وقت ہے جب دونوں کھانے حکم میں ایک جیسے ہوں یا مرید کے لیے دونوں میں سے ایک کو چھوڑنا افضل نہ ہو۔ اگر مرید خواہشات کو چھوڑ چکا ہے پھر کوئی پسند کی چیز پیش کی جائے اور اس کی نیت پکی اور عزم پختہ ہو تو تھوڑا سا کھانے میں حرج نہیں۔

ایک صادق کا عمل

ایک صادق نے تنہائی میں پسند کا کھانا ترک کیا ہوا تھا۔ اسے لوگوں کے سامنے کھانے کی پسندیدہ چیز پیش کی گئی تو اس میں سے تھوڑا سا کھایا تاکہ دیکھنے والوں سے اپنے مقام و مرتبہ کو چھپا سکے اور اس کی تعریف کرنے والوں کے دل اس سے پھر جائیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تمہیں کوئی ایسی پسندیدہ چیز دی جائے جسے تم چھوڑ چکے ہو تو اس میں سے کچھ کھا لو اور نفس کو اس کی انتہا تک جانے نہ دو۔ ایسا کرنے سے تم اپنے نفس سے خواہش کو دور کر دو گے اور نفس کو اس کی انتہا تک نہ لے جانے کی وجہ سے اسے تکلیف میں ڈالنے والے ہو گے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو یہ بہت اچھا ہے۔

ایسا اس لئے کہ حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو یہ اندیشہ ہوا ابھی کچھ پہلے ہم نے ذکر کیا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ترک خواہش ظاہر کرتا ہو پھر یہ خواہش سے رکنا اپنی فضیلت کے اعتقاد کا ذریعہ ہو جائے اور یہ تمام خواہشات کی انتہا ہے یا وہ اپنی خواہش کے مطابق کھائے تو خواہش تک پہنچنے کی وجہ سے وہ اس خواہش میں پڑنے والا ہو گا جسے اس نے اخلاص کے سبب چھوڑا تھا۔ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں: بچے کو بہلانا چوپائے کا پیٹ بھرنے کی طرح ہے۔ اگر اس کا یقین مضبوط ہو اور مخلوق بھی اس کے سامنے نہ ہو تو اپنی خواہش کو ترک کر دے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو کیونکہ ایسی صورت میں وہ کسی کے دیکھنے پر مریضِ ریا نہیں ہوتا کہ کچھ کھا کر اس کا علاج کرے۔

اگر تقویٰ سے نکل جانے کے ڈر یا مجاہدہ کے عزم کی وجہ سے پسندیدہ چیز ترک کرنے کا پختہ ارادہ کیا پھر

اسے ترک کر دیا تو یہ بات اللہ پاک کی جانب سے اس پر امتحان ہے کہ وہ اپنے پختہ ارادے اور عزم کو کتنا پورا کرتا ہے۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اب نہ کھائے اور اگر کوئی کھٹکا پیدا ہو تو اسے دور کرنے کی کوشش کرے یہاں تک کہ اس کے بارے میں یہ بھی نہ جانا جائے کہ اس نے مجاہدہ کی وجہ سے وہ چیز چھوڑ رکھی ہے۔ اس طریقے سے اس نے دو اچھے کام کئے: (1) ترک خواہش کے عزم کو پورا کیا (2) اپنے قصد میں سمجھداری کے ساتھ لطیف حیلہ کے ذریعہ توریہ کیا۔ یہ سالکین کا طریقہ اور نیک لوگوں کی صفات ہیں اور یہ اس سے ادنیٰ طریقہ ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا۔ اگر اللہ پاک کا قرب ظاہر ہوا اور اس کی نظر رحمت اس پر غالب ہوئی تو اللہ پاک کے قرب اور مشاہدہ کی وجہ سے اس کو حیلے اور تدبیریں کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ اعلیٰ طریقہ ہے جسے ہم نے الگ سے ذکر کیا اور یہ یقین والوں کا راستہ ہے۔

حلال کھانے پر گناہوں کی بخشش

اگر بھاری اور ثقیل کھانا ہی حلال اور شبہ سے پاک وصاف ہو تو یہی کھانا علم کے لحاظ سے زیادہ پاکیزہ اور افضل تر ہے۔ اب اس میں سے ہی کھائے۔ کہا گیا ہے: آدمی حلال کھانے کا پہلا لقمہ ہی کھاتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگر بندہ مکروہ اور لذیذ کھانے کو شبہ کی وجہ سے چھوڑ دے تو اس وجہ سے امید ہے کہ اللہ پاک قدر فرماتے ہوئے سابقہ گناہ معاف فرمادے کیونکہ وہ بخشنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔ کہا گیا ہے: اللہ پاک غفور ہے تو بہت سے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور شکور ہے تو تھوڑے سے عمل کو بھی قبول فرماتا ہے۔

کیسے اللہ پاک نے ان مؤمنوں کی شان بیان فرمائی جو ہدایت والے، ایمان والے، رحم کرنے والے اور کھانے کو اچھے طریقے سے تلاش کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا

(پ ۱۵، الکھف: ۱۳، ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو ہدایت بڑھائی اور ہم نے ان کے دلوں کی ڈھارس بندھائی جب کھڑے ہو کر بولے۔

یعنی توحید کی گواہی دی اور ان کا قیام بھی کھانے کے معاملہ میں بہترین احتیاط والا تھا اور انہوں نے

اپنے میں سے ایک کو کہا:

فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ (پ۱۵، الکھف: ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو پھر وہ غور کرے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ ستھرا ہے کہ تمہارے لئے اس میں سے کھانے کو لائے۔

یعنی حلال اور افضل ترین کھانا لائے۔ تو ان اصحاب کہف نے اپنے ایک قاصد کو حلال کھانا تلاش کرنے کا حکم دیا تاکہ **اللہ** پاک کے اس حکم کو پورا کریں جس کے کھانے کا ربِّ کریم نے ان کو حکم دیا کیونکہ **اللہ** پاک نے نیک اعمال پر حلال کھانے کو مقدم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ

(پ۱۸، المؤمنون: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

تاکہ تقویٰ اور پرہیز گاری حاصل ہو اور تم بھی اسی طرح کرو، یوں ایمان والوں کے راستے کی پیروی اور ان کا ساتھ نصیب ہو گا اور جرم کرنے والے ظالموں کی راہ پر نہ چلو ورنہ تمہارا حشر ان کے ساتھ ہو گا۔ یہ ارادت والوں کی ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں کا طریقہ ہے۔

کھانے کے متعلق عارفین کا عمل

بہر حال عارفین اپنے کھانے کی کوئی تقسیم نہیں کرتے، جب کھانا کھاتے ہیں تو کم کھاتے ہیں اور **اللہ** پاک کا شکر ادا کرتے ہیں۔ جب اپنے لئے کوئی ٹھکانا دیکھتے تو اسے دوسروں پر ایثار کرتے ہیں اور اگر ان کو بھوک لگے تو نیک اعمال کرتے اور صبر کرتے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روزے رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے آپ روزہ نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزے چھوڑتے یہاں تک کہ ہم کہتے آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔[1] آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لاتے اور پوچھتے: کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہوتا تو تناول فرمالیتے، اگر نہ میں ہوتا تو فرماتے: میرا

[1] ....بخاری، کتاب الصوم، باب مایذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافطارہ، ۱/ ۶۴۸، حدیث: ۱۹۷۱

روزہ ہے۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: "میرا روزہ ہے۔" ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا نے عرض کی: ہمیں حَیْس (یعنی خاص قسم کا حلوہ) تحفہ بھیجا گیا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میرا ارادہ روزے کا تھا لیکن تم اسے قریب لے آؤ۔[2]

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور **اللہ** پاک کے درمیان روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کی ایک علامت تھی۔ کھانے کی کوئی چیز موجود ہونا روزہ نہ رکھنے کی علامت تھی اور یہی مراد ہوتی اور کھانے کی کوئی چیز نہ ہونا روزہ رکھنے کی علامت تھی اور یہ بھی مراد ہوتی۔

چھ اعضاء کی حفاظت کے ساتھ روزہ

عارفین کے دلوں کا پھرنا اسی طرح ہوتا ہے (یعنی ہر حال میں رب سے راضی رہتے ہیں) اور اسی فانوس سے مشاہدہ کرنے والوں کی نگاہوں کو روشنی ملتی ہے۔ یہ حضرات کسی ایک حال پر بھروسا نہیں کرتے اور نہ ہی ایک مقام پر ٹھہرے رہتے ہیں۔ یہ تین باتیں ان تین اوصاف سے ہی درست ہو سکتی ہیں: (1) خواہش اور عادت کا شوق نہ ہونا (2) بندہ اپنے کھانے میں ایسے ہی نیت کرے جس طرح روزہ رکھنے میں نیت کرتا ہے یوں اس کا روزہ چھوڑنا **اللہ** پاک کے لیے ہو گا تو اس کا کھانا اور روزہ رکھنا دونوں برابر ہو جائیں گے کیونکہ دونوں میں عامل ایک ہی چیز ہے۔ (3) بندہ اپنے چھ اعضاء کی اچھے طریقے سے حفاظت کرے تو وہ اس چیز کے ساتھ روزہ دار ہو گا جو اس پر فرض ہے اور یہ بات اس کے لئے باعثِ فضیلت بھی ہے۔ یعنی آنکھ، کان، زبان، دل، ہاتھ اور پاؤں کی حفاظت کر کے روزہ رکھے۔ روزہ چھوڑے تو پیٹ اور شرمگاہ کی وجہ سے چھوڑے یوں اس نے اکثر و ابلغ کی حفاظت کی اور یہ **اللہ** پاک کے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور ایسا شخص اس روزہ دار سے افضل ہے جو پیٹ اور شرم گاہ کی حفاظت کر کے روزہ رکھتا ہے دیگر اعضاء کی حفاظت نہیں کرتا۔ اگر روزے کی حالت میں صبح کرے پھر مذکورہ تین اوصاف میں پڑ کر روزہ افطار کرے تو اس پر چھپی شہوت

---

[1] ......مسلم، کتاب الصیام، باب جواز صوم النافلۃ بنیۃ من النہار قبل الزوال ...الخ، ص ۴۴۸، حدیث: ۲۷۱۴

[2] ......مسلم، کتاب الصیام، باب جواز صوم النافلۃ بنیۃ من النہار قبل الزوال ...الخ، ص ۴۴۸، حدیث: ۲۷۱۴

داخل ہو گی جس کی وضاحت رسولِ خُدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کی ہے۔ روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف ریاکاری اور چھپی شہوت کا ہے۔ پوچھا گیا: چھپی شہوت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں صبح کرے پھر اس کے سامنے اس کی پسند کا کھانا آئے تو وہ اس کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے۔[1]

افضل یہ ہے کہ جو اللہ پاک کے لیے روزے کی نیت کرے تو اسے پورا بھی کرے۔ اگر غَیْرُاللہ کے لیے روزہ چھوڑے تو دلوں کی سزاؤں میں سے کوئی سزا روزہ توڑنے کی وجہ سے دی جائے یا آخرت کے طریقوں میں اعضاء کو سزا دی جائے۔ یہ سزا فضیلت والے اعمال کو چھوڑنے پر ہو گی۔ ایک روایت میں ہے: عالِم کا سونا عبادت اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔[2]

مال دار اور فقیر کی عبادت کی مثال

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی گئی: فُلاں مال دار ہمیشہ روزے رکھتا ہے۔ فرمایا: بے چارہ اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کے کام میں مشغول ہو گیا ہے حالانکہ اس کا کام بھوکوں کو کھانا کھلانا، بے لباسوں کو کپڑے پہنانا اور محتاجوں کی مدد کرنا ہے، اس کے لئے یہ کام ہمیشہ روزہ رکھنے سے افضل ہیں۔ پھر فرمایا: مال دار کی عبادت کی مثال ایسی ہے جیسے کچرے کے ڈھیر پر موجود سبزہ اور فقیر کی عبادت کا معاملہ ایسا ہے جیسے خوبصورت عورت کے گلے میں موتیوں کا ہار۔

حکایت: مسلمان بھائی کی خوشی کے لئے کھانا

ایک دن حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق فزاری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس آئے۔ حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق فزاری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے سامنے پیالے میں کھجور کا حلوہ پیش کیا۔ حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کہا: اگر میں روزے سے نہ ہوتا تو آپ

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث شداد بن اوس، ۶/ ۷۷، حدیث: ۱۷۱۲۰

نوادر الاصول، الاصل السادس والسبعون والمائتان، ۲/ ۱۲۰۳، حدیث: ۱۵۰۱

[2] ......مسند الفردوس، باب النون، ۴/ ۲۴۷، حدیث: ۶۷۳۱

کے ساتھ کھاتا۔ حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق فزاری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میرے پاس آپ کے دینی بھائی حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ آئے تھے اور اسی جگہ پر بیٹھے تھے جہاں آپ بیٹھے ہیں، میں نے ان کو بھی اسی پیالے میں حلوہ پیش کیا تو انہوں نے کھالیا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو کہا: میں روزے سے تھا مگر مجھے یہ بات پسند آئی کہ آپ کے ساتھ کھاؤں تاکہ آپ کو اس سے خوشی حاصل ہو۔ حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق فزاری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ سن کر حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کھانا شروع کر دیا اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے طریقے کو اپنایا۔

حضرت سیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ان کے ابتدائی حال کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے کئی طرح کی ریاضتیں اور مشقتیں بیان کیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ایک عرصہ تک بیری کے پتے کھا کر گزارہ کرتے رہے، اسی طرح تین سال تک باریک تنکے اور بھوسا کھاتے رہے پھر فرمایا: میں نے تین سال میں تین درہم خرچ کئے۔ پوچھا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا: ہر سال دو دانق کی کھجوریں اور چار دانق کی تیل کی تلچھٹ خرید لیتا پھر کھجوروں کو کوٹ کر 360 گول ٹکڑے بنالیتا۔ ہر روز رات میں افطار کرتے ہوئے ایک ٹکڑا کھالیتا۔ کسی نے کہا: اب کیا طریقہ ہے؟ فرمایا: اب نہ کوئی مقدار مقرر ہے نہ وقت (یعنی طویل فاقہ کشی ہے)۔

اچھے اور عمدہ کھانے کھانا

حضرت سیِّدُنا معروف کَرخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی خدمت میں اچھے اور عمدہ کھانے تحفۃً بھیجے جاتے تو آپ انہیں تناول فرمالیتے۔ عرض کی گئی: آپ کے دینی بھائی حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ تو اس قسم کے کھانے نہیں کھاتے۔ فرمایا: میرے بھائی بشر کو تقویٰ نے روک رکھا ہے اور مجھے معرفت نے وسعت اور کشادگی دے رکھی ہے۔ پھر فرمایا: میں تو اپنے مولا کے گھر میں مہمان ہوں جب وہ مجھے کھلاتا ہے تو کھالیتا ہوں اور جب بھوکا رکھتا ہے تو صبر کرتا ہوں۔ مجھے اعتراض اور فیصلہ کرنے سے کیا سروکار؟

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ میں حضرت کے پاس گیا تو وہ کچھ کھا رہے تھے۔ مجھ سے فرمانے لگے: کھاؤ۔ میں نے کہا: میں روزے سے ہوں۔ انہوں نے ایک ٹکڑا مجھے دیا اور کہا: کھاؤ۔ میں نے کھالیا تو حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: تم روزے کی آزمائش سے بچ گئے اور

مجھے خوش کیا۔

ایک دن حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے روزے کی حالت میں صبح کی، حضرت سیِّدُنا فتح موصلی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ آپ سے ملنے آئے۔ حضرت سیِّدُنا حسین مغازلی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے مجھے مٹھی بھر درہم دیئے اور کہا: تم جو سب سے عمدہ کھانا، عمدہ حلوہ اور سب سے اچھی خوشبو پاؤ تو ہمارے لیے خرید لاؤ۔ انہوں نے اس طرح کی بات پہلے کبھی نہیں کی تھی، میں یہ سامان لے آیا اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے حضرت سیِّدُنا فتح موصلی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ساتھ کھانا کھایا جبکہ میں نے انہیں پہلے کبھی کسی کے ساتھ کھاتے نہیں دیکھا تھا۔

اسی جماعت کے ایک بزرگ کہتے ہیں: جب تیرا رب تجھے کچھ مال عطا کرے تو اس نے تجھے آزادی دی کہ اپنی پسند کی چیز خرید کر کھالے اور اگر وہ تجھے کھانے کی کوئی معین چیز عطا کرے تو اسے کھالے اور اس کے علاوہ دوسری کو اختیار نہ کر۔

مَردوں کی طرح کھانا اور صبر

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنے ایک دینی بھائی کی طرف کچھ درہم بھیجے اور فرمایا: ہمارے لئے ان درہموں سے مکھن، شہد اور میدے کی روٹی لے لو۔ دوست نے کہا: ابواسحاق! اتنا سب کچھ؟ فرمایا: ارے میاں! جب ہمیں ملتا ہے تو مَردوں کی طرح کھاتے ہیں اور جب نہیں ملتا تو صبر بھی مَردوں کی طرح کرتے ہیں۔

اسراف سے بے خوفی

ایک دن حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بہت سا کھانا پکوایا اور چند لوگوں کو دعوت دی جن میں حضرت سیِّدُنا اِمام اَوزاعی اور حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِما بھی تھے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کہا: اے ابواِسحٰق! کیا آپ کو اس کے اسراف کا خوف نہیں؟ آپ نے فرمایا: کھانے میں اسراف نہیں ہوتا، اِسراف تو لباس اور مال و متاع میں ہوتا ہے۔

اسلاف کی سیرت کے بارے میں ایسا ہی مروی ہے کہ وہ اپنے کھانوں میں فراخی کرتے (یعنی گھر والوں کو خوب کھلاتے) اور اپنے لباس اور کپڑوں میں کمی کرتے تھے۔

مروی ہے: ایک شخص نے کھانا تیار کیا اور اپنے بھائی کو اس کھانے کی دعوت دی۔ اس نے کہا: میں روزے سے ہوں۔ یہ بات رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا: تیرے بھائی نے تیرے لیے کھانا تیار کیا اور تو نے کھایا نہیں، کیا تم روزہ توڑ کر اس کی جگہ دوسرے دن روزہ نہیں رکھ سکتے تھے؟[1]

حکایت: بھنا ہوا اونٹ

ہمیں ایک عالِم صاحب نے بتایا کہ وہ صنعاء کے قاضی تھے۔ ایک مرتبہ حاکمِ صنعاء کے پاس گئے تو کھانے کا وقت ہو گیا۔ قاضی صاحب کو کھانے کی دعوت دی گئی تو انہوں کہا: میں روزے سے ہوں۔ حاکم کھاتے ہوئے قاضی سے باتیں کرنے لگا۔ اچانک قاضی نے دیکھا کہ لوگ ایک بھنا ہوا اونٹ لائے ہیں۔ قاضی صاحب دستر خوان کے قریب ہوئے اور ہاتھ بڑھا کر کھانا شروع کر دیا۔ حاکم نے قاضی سے کہا: تم نے تو کہا تھا میں روزے سے ہوں؟ قاضی صاحب نے کہا: اے امیر! میرے لئے ایک روزے کی قضا کرنا اس اونٹ کی قضا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

خواہشات کسے نقصان نہیں پہنچاتیں؟

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: خواہشات اس بندے کو نقصان نہیں پہنچاتیں جو تکلف نہ کرے بلکہ اسے نقصان پہنچاتی ہیں جو خواہشات کا حریص ہو۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے ساتھیوں کو دعوت دیتے اور انہیں عمدہ کھانے پیش کرتے۔ وہ آپ سے کہتے: آپ ہمیں ان سے منع کرتے ہیں اور کھلاتے بھی ہیں؟ آپ فرماتے: میں جانتا ہوں کہ تم ایسے کھانے پسند کرتے ہو لہٰذا میرے پاس بہترین چیز کھاؤ گے اور اگر میرے پاس کوئی زاہد آئے تو میں اسے نمک سے زیادہ کچھ نہیں کھلاؤں گا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانا رضائے الٰہی کا باعث ہوتی ہیں۔

کسی خلیفہ کا قول ہے کہ برف کا ٹھنڈا پانی پینا **اللہ** پاک کے شکر کو خالص کر دیتا (یعنی لازم کر دیتا) ہے۔

---

[1] ......مسند الطیالسی، الافراد عن ابی سعید، ص ۲۹۳، حدیث: ۲۲۰۳۔ معجم اوسط، ۲/ ۲۶۶، حدیث: ۳۲۴۰

فطانت کا لطف اور مخفی لطف

اللہ پاک نے اپنے ایک صِدِّیق کو اِلْہام فرمایا: میری خاطر فَطانَت کا لطف اور مَخْفِی لُطْف اِخْتِیار کر، کیونکہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ اس نے عَرْض کی: اے میرے رب! فَطانَت کے لُطْف سے کیا مُراد ہے؟ اِرشاد ہوا: اگر تجھ پر کوئی مکھی بھی گرے تو جان لینا کہ یہ میں نے گرائی ہے، لہٰذا مجھ سے ہی سوال کرنا کہ میں اسے تجھ سے دُور کروں۔ اس نے عَرْض کی: اور مَخْفِی لُطْف سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد ہوا: اگر گھن لگا ہوا لوبیا تیرے پاس آئے تو جان لینا کہ میں نے تجھے اس کے ذریعے یاد کیا ہے تو اس پر میرا شکر ادا کرنا۔

مخلوق سے شکایت نہ کر

اللہ پاک نے اپنے کسی نبی کو وحی فرمائی: تحفہ کی قلت کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ تحفہ دینے والا کتنا بڑا ہے اور گناہ کے چھوٹا ہونے کو نہ دیکھ بلکہ اس ذات کی بڑائی کو دیکھ جس کی بارگاہ میں اس گناہ کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔ جب تجھے فقر اور تکلیف پہنچے تو میری مخلوق سے شکایت نہ کر جیسا کہ تیری بُرائیاں میرے پاس آتی ہیں تو میں اپنے فرشتوں سے تیری شکایت نہیں کرتا۔

❀❀ ❀❀ ❀❀

چار نصیحت آموز باتیں

حضرت سیِّدُنا منذر بن مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ”ابتدائے اسلام میں ہمیں چار باتوں کی نصیحت کی جاتی تھی: (1)... فراغت کو غنیمت جانتے ہوئے مشغولیت کے دنوں کے لئے عمل کرنا (2)... تندرستی کو غنیمت جانتے ہوئے بیماری کے دنوں کے لئے عمل بجالانا (3)... جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے بڑھاپے کی حالت کے لئے عمل کرنا (4)... زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے موت (کے بعد والی زندگی) کے لئے تیاری کرنا۔“

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۳/ ۱۱۵، رقم: ۳۳۸۱)

فصل 40

کھانے کا بیان

(اس فصل میں کھانے کے آداب، سنن، مکروہات اور مستحبات کا ذکر ہے)

کھانا کھلانے کے فضائل

اللہ پاک بے نیاز ہے، کھانے سے پاک ہے وہ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ (پ ۷، الانعام: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ کیا **اللہ** کے سوا کسی اور کو والی بناؤں وہ **اللہ** جس نے آسمان و زمین پیدا کیے اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے۔

اللہ پاک نے کھلانے کے ذریعے اپنی تعریف فرمائی اور مخلوق پر اپنی ولایت اور بادشاہت رکھنے سے اپنی حمد فرمائی۔

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **مومن کی مثال شہد کی مکھی کی طرح ہے جو پاکیزہ کھاتی ہے، عمدہ چیز نکالتی ہے، اگر کسی (بوسیدہ) لکڑی پر بیٹھے تو اسے نہ توڑے۔**[1]

حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **افضل ہدیہ جو آدمی اپنے بھائی کو دیتا ہے وہ چاندی ہے یا اسے روٹی کھلانا ہے۔**[2]

چاندی سے اشیاء کی قیمت مقرر ہوتی ہے اور بندہ کسی خواہش کا انتخاب بھی کر سکتا ہے۔ خوراک میں اصل روٹی ہے اور **اللہ** پاک نے اسے اناج میں سے الگ سے وضاحت سے بیان کیا ہے جیسا کہ **اللہ** پاک کا ارشاد ہے:

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ (پ ۲۶، ق: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اس سے باغ اگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے۔

باغ وہ ہیں جن میں پھل ہوتے ہیں اور اناج خوراک و غذا کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

---

1 ......مسند امام احمد، ۲/ ۹ ۶۳، حدیث: ۶۸۸۹۔ شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، ۵/ ۵۸، حدیث: ۵۷۶۶

2 ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الزکاۃ، الفصل الرابع، ۴/ ۲۹۷

سب سے پسندیدہ عمل

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** پاک کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل مسلمان کو خوش کرنا ہے یوں کہ اس کا غم دور کیا جائے یا اس کا قرض ادا کیا جائے یا بھوک میں اسے کھلایا جائے۔[1]

رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی خواہش پوری کی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔[2]

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا: ایمان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: کھانا کھلانا اور سلام عام کرنا۔[3] اور **اللہ** پاک کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کفارات اور درجات کے بارے میں ارشاد فرمایا: کھانا کھلانا اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھنا۔[4] حج مبرور کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: کھانا کھلانا اور اچھی بات کہنا۔[5]

بندے کی بزرگی کی علامت

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرمایا کرتے تھے: سفر میں عمدہ زادِ راہ اور اپنے بھائیوں پر خرچ کرنا بندے کی بزرگی کی علامات میں سے ہے۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ (پ۲، البقرۃ: ۱۷۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور **اللہ** کا احسان مانو۔

اس آیت میں **اللہ** پاک نے کھانے کے حکم کو شکر پر مقدم فرمایا۔ اسی طرح **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

---

[1]......الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی الشح، حدیث: ۶۸۴، ص ۲۳۹
الترغیب والترھیب، الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین، ۳/۲۶۵، حدیث: ۱۹
[2]......مسند بزار، مسند ابی درداء، ۱۰/۴۷، حدیث: ۴۱۱۰
[3]......مکاشفۃ القلوب، الباب السابع بعد المائۃ، ص ۳۱۲
[4]......المستدرک، کتاب الاطعمۃ، باب فضیلۃ اطعام الطعام، ۵/۱۷۸، حدیث ۷۲۵۵
[5]......معجم اوسط، ۵/۷۴، حدیث: ۶۲۱۸۔ مسند طیالسی، محمد بن المنکدر عن جابر، ص ۲۳۸، حدیث: ۱۷۱۸

لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ- وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ (پ۵، النساء: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو۔

یہاں جان کو قتل کرنے سے پہلے حرام کھانے کی ممانعت ذکر فرمائی کیونکہ حلال کھانا فضیلت کا باعث ہے اور اسے باطل طریقے سے کھانے پر برتری حاصل ہے۔

کھانا دین سے ہے

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: کھانا دین سے ہے اور **اللہ** پاک نے کھانے کو اعمال پر مقدم فرمایا۔ چنانچہ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ (پ۱۸، المؤمنون: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

اللہ پاک کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: آدمی کو اس لقمہ پر بھی اجر دیا جائے گا جس کو وہ اپنے منہ یا اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔[1]

اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ مسلمان کا خود اور اپنے اہل و عیال کو کھانا کھلانا اس کے لیے صدقہ ہے۔[2]

غلام آزاد کرنے سے بڑھ کر

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: مجھے اپنے بھائیوں کو ایک صاع کھانے پر جمع کرنا اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک غلام آزاد کروں۔

ایک مشہور روایت میں ہے: جب کھانا دستر خوان پر رکھ دیا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو نماز سے

---

[1]......مصنف عبد الرزاق، باب المرض وما یصیب الرجل، ۱۰/ ۲۰۱، حدیث: ۲۰۳۷۸
مسند امام احمد، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، ۱/ ۳۸۵، حدیث: ۱۵۷۵
[2]......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث المقدام بن معدیکرب، ۶/ ۹۲، حدیث: ۱۷۱۷۹

پہلے کھانا کھاؤ۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کبھی اقامت اور امام کی قرات کی آواز سنتے تو اپنے کھانے سے نہ اٹھتے۔ یہ سب کچھ کھانے کی عزت اور کھلانے کی فضیلت کے سبب ہے۔

کھانا موجود ہوتے ہوئے نماز پڑھنا

حضرت سیِّدُنا ہشام بن عُروہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کھانا رکھا گیا تو حضرت سیِّدُنا قاسم بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نماز پڑھنے لگے۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے یہ دیکھا تو فرمایا: حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کھانا حاضر ہوتے ہوئے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ کھانا کھا کر اور (دستر خوان) اٹھالیا جائے۔[2]

اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ جب کھانا دستر خوان پر رکھ دیا جائے تو ملائکہ کھڑے رہ کر انتظار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ کھانا اٹھالیا جائے۔ فرشتے اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ کھانا سامنے رکھا ہو اور کھایا نہ جائے۔

ایک لقمہ پر جنت میں داخلہ

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** پاک اپنے بندے کو ایک لقمہ اور ایک گھونٹ پر شکر ادا کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل فرمادیتا ہے۔[3] اسی بات کو حضرت سیِّدُنا سعید بن ابوبردہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت کیا اور اس میں ہے: **اللہ** پاک بندے سے ایک لقمہ کھانے یا ایک گھونٹ پینے کی وجہ سے راضی ہو جاتا ہے کہ بندہ اس پر **اللہ** پاک کا شکر ادا کرتا ہے۔[4]

---

[1] ......بخاری، کتاب الاذان، باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاۃ، ۱/ ۲۴۰، حدیث: ۶۷۱

[2] ......ابوداود، کتاب الطہارۃ، باب ایصلی الرجل وھو حاقن، ۱/ ۶۵، حدیث: ۸۹، دون "حتی یؤکل ویرفع"

[3] ......الاحادیث المختارۃ، مسند انس بن مالک، ۲/ ۹۵، حدیث: ۲۰۷۸

[4] ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب استحباب حمد اللہ بعد الاکل والشرب، ص ۱۱۲۲، حدیث: ۲۹۳۲

اسی مفہوم کو حضرت سیِّدُنا کعب احبار رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے بیان فرمایا۔ آپ سے کسی نے پوچھا: وہ کون سا آسان کام ہے جس کے ذریعہ بندہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے؟ فرمایا: حلال کھانا کھائے یا اپنی بیوی سے ہمبستری کرے اور اس پر **اللہ** پاک کا شکر ادا کرے تو اس کے ذریعہ جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے کھانے کے بارے میں مروی حدیث پاک میں ہے: تم میں سے کسی کا کھانا اس کے سامنے سے اٹھایا نہیں جاتا حتّٰی کہ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ کسی نے عرض کی: یارسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسا کس سبب سے؟ ارشاد فرمایا: جب کھانا رکھا جاتا ہے تو وہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر کھانا شروع کرتا ہے اور جب اٹھایا جاتا ہے تو **اللہ** پاک کا شکر ادا کرتا ہے۔[1]

کھانے کا شکر

حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: کھانے کا شکر یہ ہے کہ تو جب کھانا کھائے **اللہ** پاک کا نام لے اور جب کھا چکے تو **اللہ** پاک کی حمد کرے۔

مروی ہے: جو کھانا کھائے یا پانی پئے پھر **اللہ** پاک کا شکر ادا کرے تو اس کے لیے دن کو روزہ رکھنے اور رات کو عبادت کرنے والے جیسا اجر ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ کھا کر شکر ادا کرنے والا روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کی طرح ہے۔[2]

وہ کھانا جس پر حساب نہیں

حضرت سیِّدُنا تمیم بن سلمہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جس نے کھانا کھایا اور کھانا شروع کرتے وقت **اللہ** پاک کا نام لیا اور جب کھانے سے فارغ ہوا تو **اللہ** پاک کا شکر ادا کیا تو کھانے کی نعمتوں کے بارے میں اس سے نہیں پوچھا جائے گا۔

ایسا **اللہ** پاک کے نام کی عظمت اور حمد کے اس بڑے وصف کی وجہ سے ہے جس کے ذریعے اس نے

---

[1] ......الاحادیث المختارۃ، مسند انس بن مالک، ۶/ ۲۸۶، حدیث: ۲۳۰۰

[2] ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب: ۴۳، ۴/ ۲۱۹، حدیث: ۲۴۹۴

تعریف اور مدح کی۔ بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی فضیلت میں سے ہے کہ یہ دونوں وہ کلمے ہیں جن کے ذریعے اللہ پاک نے اپنی کتاب کی ابتدا فرمائی۔

کھانے کے بعد کی دعا

اسی طرح حدیث پاک میں اس شخص کی فضیلت آئی ہے جو اپنی طاقت اور قوت سے براءت ظاہر کرے اور اپنے رب کی توحید کا اقرار کرے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا معاذ بن انس جہنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ اللہ پاک کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے کھانا کھانے کے بعد یہ دُعا پڑھی: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ یعنی تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے مجھے کھلایا اور مجھے میری طاقت و قوت کے بغیر رزق دیا۔ اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔[1]

گناہوں کی بخشش توحید کے یقین کی وجہ سے ہے تاکہ وہ خود کو ربِّ کریم کے اوصاف میں شریک نہ کرے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانا رضائے الٰہی کا باعث ہوتی ہیں۔

کسی کا قول ہے: برف کا ٹھنڈا پانی پینا اللہ پاک کے شکر کو خالص کر دیتا (یعنی لازم کر دیتا) ہے۔

کامل نعمت

جب کھانے میں دو چیزیں جمع ہو جائیں تو نعمت پوری اور کامل ہو گئی: (1) گوشت اور (2) میٹھا۔ جیسا کہ اللہ پاک طیبات (ستھری چیزوں) کی تفسیر میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ (پ۱، البقرۃ: ۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم پر من اور سلویٰ اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔

تو "مَن" میٹھا ہے اور "سَلْویٰ" گوشت ہے۔ کہا گیا ہے کہ گوشت کو سلویٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی

---

[1] ......ابو داود، کتاب اللباس، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدا، ۴/ ۲۰، حدیث: ۴۰۲۳

موجودگی میں کسی دوسرے سالن کی حاجت نہیں رہتی۔

جب پینے کی چیز میں دو باتیں جمع ہو جائیں تب بھی نعمت کامل ہو جاتی ہے: میٹھا اور ٹھنڈا ہونا۔

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کچھ پیتے تو فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا یعنی تمام تعریفیں **اللہ** پاک کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہماری خطاؤں کے سبب اسے کھاری اور کڑوا نہیں بنایا۔[1]

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے پاس جب مختلف جگہوں سے کوئی پیغام رساں آتا یا شہروں سے کوئی وفد آتا تو آپ ان سے پہلا سوال یہ کرتے: گوشت کیا حساب ہے؟ لوگ کہتے: امیر المؤمنین! گوشت سستا ہے، ایک بکری چار درہم میں مل جاتی ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے: خدا کا شکر ہے، گوشت عربوں کی بنیادی ضرورت ہے جس سے ان کی بقا ہے۔ پھر پوچھتے: غلہ کیا حساب ہے؟ لوگ کہتے: سستا ہے، دو درہم میں ایک قفیز مل جاتا ہے۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے: **اللہ** پاک کا شکر ہے۔

کسی عربی سے کہا گیا: کھانا کتنا عمدہ ہے؟ عربی نے کہا: کون سی چیز کھانے کا عمدہ ہونا بتاتی ہے؟ لوگوں نے کہا: زبان۔ عربی نے کہا: زبان گوشت ہے اور گوشت کے لئے گوشت غذا ہے۔

عربوں کے کھانوں کا سردار

حضرت سیِّدُنا ابو عبد الرحمٰن ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سری بکری، بکرے کا سر پسند فرمایا کرتے تھے اور اسے عربوں کے کھانوں کا سردار کہتے کیونکہ اس میں مختلف ذائقے جمع ہوتے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے: آنکھوں کا الگ ذائقہ اور دماغ کا الگ ذائقہ ہے اور فرماتے: سر بدن کا سردار، دماغ عقل کا ٹھکانا، آنکھ رنگوں کا دروازہ، چربی مغز سے زیادہ پاکیزہ، مکھن سے زیادہ نرم وملائم اور جیلی[2] سے زیادہ روغنی ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس جانور کی سری خریدتے جو زیادہ مہینوں والا ہوتا کیونکہ اس میں مغز زیادہ ہوتا اور خریدتے تو ہفتے کے دن خریدتے۔ آپ

---

[1] ......شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ، ۴/ ۱۱۵، حدیث: ۴۴۷۹

الدعاء للطبرانی، باب القول عند الفراغ من الطعام والشراب، الحدیث: ۸۹۹، ص ۲۸۰

[2] ......معدے یا پیٹ کے اوپر کی چربی دار تھیلی۔ (فیروز اللغات، ص 533)

رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ عرب کے دانشوروں میں سے تھے۔

ثرید کی فضیلت

عرب ثرید پر کسی چیز کو فوقیت نہیں دیتے اس وجہ سے کہ سالن میں اس کو فضیلت ہے اور اسے کھانے میں تمام انگلیاں جمع ہوتی ہیں۔ اسی لئے رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔[1]

اور رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بہترین کھانا وہ ہے جس پر زیادہ ہاتھ جمع ہوں۔[2]

مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت

ایسا مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت کی وجہ سے ہے۔ جب رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت کی امید رکھتے ہیں تو جو ان سے مرتبے میں کم ہیں انہیں تو زیادہ امید رکھنی چاہیے۔

مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کو ڈھانپے ہوئے گھڑے سے وضو کرنا اچھا لگتا ہے یا ان حوضوں سے جن سے لوگ وضو کرتے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا: حوضوں سے وضو کرنا اچھا لگتا ہے تاکہ مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل ہو۔[3]

ایک بزرگ فرماتے ہیں: آدمی اپنے بھائیوں کو کھانے پر بلائے پھر وہ کھائیں، اس کے بعد بچا ہوا اٹھالیا جائے تو جماعت کی برکت کی وجہ سے جو اس بچے ہوئے کو کھائے گا اس پر حساب نہیں۔ جیسا کہ **اللہ** پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: جماعت میں برکت ہے۔[4]

ایک خراسانی عالم جو مذکورہ حدیث کے راوی بھی ہیں پہلے اپنے فقرا مسلمان بھائیوں کو غلہ وغیرہ بھیجتے تاکہ ان سے بچ کر ان کے پاس آئے تو بعد میں اس کے کھانے کا حساب نہ ہو کیونکہ وہ بھلائی والا کھانا ہے۔

---

[1] ......بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲/ ۵۵۱، حدیث: ۳۷۷۰

[2] ......مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبد اللہ، ۲/ ۲۸۸، حدیث: ۲۰۴۱، نحوہ

[3] ......معجم اوسط، ۱/ ۲۳۲، حدیث: ۷۹۴

[4] ......مسند بزار، مسند النعمان بن بشیر، ۸/ ۲۲۶، حدیث: ۳۲۸۲

حضرت سیِّدُنا جعفر بن سلیم بن علی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: ہم میں سے جو بھی سردار ہوا تو وہ کھانے پر سخاوت کرنے کی وجہ سے ہوا۔

شُح اور بخل کے درمیان فرق

اسی وجہ سے کہا گیا ہے: کھانے پر سخاوت کرنا مال پر سخاوت کرنے سے زیادہ اچھا اور عمدہ ہے کیونکہ کھانے کے معاملے میں تنگ ظرفی اور بخل دکھانا مال پر بخل دکھانے سے زیادہ بُرا ہے۔ علمانے شُح (لالچ)، بخل، لؤم (کم ظرفی) اور شؤم (نحوست) کے درمیان فرق بیان کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ شُح کھانے کے معاملے میں ہوتا ہے اور بخل مال کے معاملے میں۔ یونہی لؤم کا تعلق کھانے سے ہے اور شؤم کا تعلق مال کے معاملے میں کنجوسی سے ہے۔

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کھانے سے پہلے اور بعد وضو کرنا فقر کو دور کرتا ہے۔[1] اس وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سہل تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو کھانے کے آداب نہیں جانتا وہ عمل کے آداب بھی نہیں جانتا۔ اور فرمایا: جو کھانے کے معاملے میں بناوٹ دکھاتا ہے وہ عمل کے معاملے میں بھی بناوٹ کرتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جو چیز کھانے کے معاملے میں تکلیف دیتی ہے وہی چیز نماز کے معاملے میں بھی تکلیف دیتی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں ہر چیز میں اچھی نیت کو پسند کرتا ہوں حتّٰی کہ کھانے اور سونے میں بھی۔

کھانے اور بھوکا رہنے میں بھی اچھی نیت

سلف صالحین کا طریقہ تھا کہ ان کی کھانے میں بھی اسی طرح اچھی نیت ہوتی تھی جس طرح بھوکا رہنے میں اچھی نیت ہوتی تھی۔

جو بغیر آخرت کی نیت کے کھاتا ہے تو وہ عادت، خواہش یا فائدے کے لئے کھاتا ہے۔ کبھی ایسا شخص بغیر

---

[1] ......مسند الشھاب، الوضوء قبل الطعام... الخ، ۱/ ۲۰۵، حدیث: ۳۱۰ بتغیر قلیل

آخرت کی نیت کے عادت، خواہش اور کسی فائدے کے لئے بھوکا رہتا ہے۔ اسی طرح کھانے اور فاقہ کرنے میں رغبت اور مخلوق کے لئے سنورنے کا معاملہ بھی ہے اور یہ بات نفسانی آفات کی باریکیوں میں سے ہے۔

کبھی کوئی شخص دنیاوی مشغولیت کے سبب، ذخیرہ اندوزی کی رغبت کے باعث کھانے سے دوری اختیار کرنے اور خوشیوں کے بارے میں غور وفکر اور گفتگو کرنے کے سبب بھوکا رہتا ہے۔ اچھا وہ ہے جو آخرت کی نیت سے اور **اللہ** پاک کی خاطر کھائے جیسے وہ اچھا ہے جو آخرت کی نیت سے اور **اللہ** پاک کی خاطر بھوکا رہتا ہے ورنہ یہ نفسانی خواہشات کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہو گا۔ بُرا وہ ہے جو مخفی خواہش کی وجہ سے غیر خدا کے لئے بھوکا رہے جیسے وہ بُرا ہے جو نفس کے نفع، طبعی خواہش اور جسم کی عادت کی وجہ سے غیر خدا کے لئے کھائے۔ ایسے شخص کی کوشش **اللہ** پاک قبول نہیں فرماتا جیسے اس شخص سے مطالبہ کیا جائے گا جس کا جسم غیر خدا کے لئے بھوکا رہنے کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہو۔

غذا اور کھانے میں 170 خصائل ہیں جو فرض وسنت، ادب وفضیلت، مستحب ومکروہ اور مروت وشجاعت وغیرہ کے درمیان ہیں جن کا تعلق طریقۂ سلف اور صنائع عرب سے ہے۔

حلال کی تین علامتیں

غذا میں سب سے پہلی خصلت یہ ہے کہ کھانا حلال ہو اور حلال کی علامت تین چیزیں ہیں: (1) کھانا جانا پہچانا ہو جس میں ایسی چیز کی آمیزش نہ ہو جس کی مذمت علم نے کی ہو خواہ وہ جرم ہو یا ظلم۔ (2) اس کا ذریعہ ایسا نہ ہو جو شرعی ممنوع کو گھیرے ہوئے ہو یوں کہ نفسانی خواہش یا دین ودنیا میں مداہنت اس کا ذریعہ ہو۔ (3) اس میں حکمِ شریعت کی پاسداری ہو اور کسی مکروہ اور ناپسندیدہ طریقے سے حاصل نہ ہو مثلاً اس میں دھوکا دہی، چکمہ دینا، خیانت کرنا یا بدخواہی نہ ہو۔

کھانے سے کیا نیت ہو؟

کھانے سے نیکی اور تقویٰ پر قوت حاصل کرنے اور اپنے مولا کی عبادت پر مدد حاصل کرنے کی نیت کرے۔ یہ یقین رکھے کہ کھانے کی جو نعمت اسے ملی ہے یہ صرف منعم حقیقی کی طرف سے ملی ہے جس میں اس کا کوئی دوسرا شریک نہیں۔ جس ذات نے اسے اپنا رزق کھلایا ہے جو حقیقی معبود ہے اور جس کا شکر ادا کیا

جاتا ہے اس کی شکر گزاری دل میں رکھے۔ زیادہ پر کمی کو، حرص پر قناعت کو اور لالچ پر ادب کو ترجیح دے۔ بغیر سالن کے کھانے اور تھوڑے کھانے پر صبر کرے۔

کھانے کے کچھ آداب

☆ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مستحب ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا صفائی ستھرائی کے لیے ہے۔ ☆ کھانے سے پہلے بِسْمِ اللہ پڑھے اور کھانے کے بعد شکر ادا کرے۔ ☆ سیدھے ہاتھ سے کھانا کھائے۔ ☆ نمک (یا نمکین) سے کھانے کی ابتدا اور اسی پر اختتام کرے۔ ☆ کھانے کی بُرائی نہ کرے اور نہ ہی عیب لگائے، اگر کھانا پسند آئے تو کھائے ورنہ اس کھانے کو چھوڑ دے۔ ☆ **اللہ** پاک نے جو کچھ اسے دیا ہے اس پر قناعت کرے اور جو رزق موجود ہے اس پر راضی رہے۔ ☆ کھانے پر زیادہ ہاتھ جمع ہوں لہٰذا مل کر کھائے۔ حدیث پاک میں ہے: "مل کر کھایا کرو کہ کھانے میں برکت ہوگی۔"[1] ☆ چھوٹا لقمہ لے اور خوب چبا کر کھائے۔ ☆ کھانے والوں کے چہرے کی طرف نہ دیکھے اور نہ ان کے سامنے سے کھائے۔ ☆ سیدھا گھٹنا کھڑا کر کے اور الٹا پاؤں بچھا کر بیٹھے۔ ☆ ٹیک لگا کر اور لیٹ کر نہ کھائے۔ ☆ کھانا شروع کرنے میں پہل نہ کرے یہاں تک کہ میزبان یا پھر جو ان میں سب سے بڑا ہو وہ شروع کرے البتہ اگر وہ خود پیشوا ہو جس کی پیروی کی جاتی ہو یا لوگوں کو اس کے کھانا شروع نہ کرنے میں اضطراب ہو گا تو اب ابتدا کر کے لوگوں کو فرحت بخشے۔ ☆ کھجوریں اور گٹھلیاں ایک ہی برتن میں نہ رکھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ میں جمع کرے بلکہ الٹے ہاتھ میں لے کر پھینک دے۔ یہی طریقہ ہر اس چیز کا ہے جس کا بیج یا ردّی حصہ بچ جائے۔ ☆ مستحب ہے کہ کھجوریں وغیرہ کھائے تو طاق عدد میں کھائے: مثلاً سات یا 11 یا 21 (یا جتنی مُیَسَّر ہوں لیکن ہوں طاق)۔ ☆ اگر تر کھجور مل جائے تو اس سے افطار کرے، ورنہ خشک کھجور سے کرے اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرے۔ حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: روزہ دار کی نگاہ ایک طرف جھک جاتی ہے تو جب وہ میٹھی چیز سے افطار کرتا ہے تو اس کی نگاہ اپنی جگہ پر آجاتی ہے۔ ☆ لوگوں کے ساتھ کھائے تو دو کھجوریں ملا کر نہ کھائے مگر یہ کہ وہ بھی ایسا کریں یا ان سے اجازت لے لے۔ ☆ بھوک لگنے کے بعد کھائے اور پیٹ بھرنے سے پہلے ہاتھ

---

[1] ......ابو داود، کتاب الاطعمۃ، باب فی الاجتماع علی الطعام، ۳/ ۴۸۶، حدیث: ۳۷۶۴

اُٹھالے یعنی تہائی پیٹ یا نصف پیٹ کی مقدار کھائے اور یہ بدن کے لیے سب سے اچھا ہے۔

ایک دانا طبیب کا کہنا ہے: وہ دوا جس میں کوئی بیماری نہیں یہ ہے کہ تم بھوک لگنے پر کھاؤ اور ابھی کھانے کی خواہش باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ اٹھالو۔

ہر بیماری کی بنیاد

منقول ہے کہ ہر بیماری کی بنیاد بد ہضمی ہے۔

دانشوروں کے واقعات میں ہے: ارسطو کے خادم نے کسی دیہاتی شخص سے ایک ضرورت میں مدد مانگی مگر اس نے مدد نہ کی۔ خادم نے کہا: شاید تجھے ارسطو کی حاجت پڑے۔ دیہاتی نے کہا: مجھے اس کی حاجت نہیں پڑے گی۔ خادم نے اس بات کی خبر ارسطو کو دی تو ارسطو بولا: اگر وہ دیہاتی بھوک لگنے کے بعد کھاتا، پیٹ بھرنے سے پہلے اپنا ہاتھ روک لیتا اور کم کھاتا ہے تو اس نے سچ کہا ہے، اسے ہماری حاجت نہیں پڑے گی۔

اسی بات کو رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمان میں پختہ فرمایا: آدمی نے پیٹ سے بُرا کوئی برتن نہیں بھرا، آدمی کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں۔ اگر ایسا نہ کرے تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھے۔[1]

بھوک کی بیماری کی دوا

کھانے کو بھوک کی بیماری کے لیے دوا بنایا گیا ہے۔ جب تم اس بیماری کو محسوس کرو تو کھانے کے ذریعے اس کا علاج کرو اور جب تم اس بیماری کو محسوس نہ کرو تو اس وقت کھانا تناول کرنا بیماری ہو گا۔ بیماری نہ ہو تو دوا کھانا بھی بیماری ہے کیونکہ زیادہ کھانا بھی بھوک کی طرح بلکہ بھوک سے بڑھ کر تکلیف دہ ہے۔

☆ کھانا اپنے سامنے سے کھائے البتہ پھلوں کے لئے اِدھر اُدھر ہاتھ بڑھا سکتا ہے۔ ☆ تین انگلیوں سے کھانا کھائے مگر ثرید کو تمام انگلیوں سے کھا سکتا ہے۔ ☆ پیالے میں کھانے کی بلند سطح سے نہ کھائے اور نہ ہی کھانے کے درمیان سے کھائے بلکہ کناروں سے کھائے۔ ☆ کھانا کھاتے وقت خاموش نہ رہے کیونکہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے بلکہ نیکی اور بھلائی کی باتیں کرتا رہے۔ ☆ گوشت کو چھری سے نہ کاٹے کیونکہ اس سے

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الاقتصاد فی الاکل و کراھۃ الشبع، ۴/۴۸، حدیث: ۳۳۴۹

منع کیا گیا ہے[1] بلکہ گوشت کو دانتوں سے نوچے۔ ☆روٹی کو بھی چھری سے نہ کاٹے۔ ☆کنارے علیحدہ کر کے روٹی درمیان سے نہ کھائے بلکہ کناروں سمیت کھائے۔ ☆کھانے والے زیادہ ہوں اور روٹی کم تو روٹی کے ٹکڑے کر لئے جائیں تاکہ کھانے میں آسانی رہے۔ ☆اپنے مسلمان بھائی کو بار بار کھانے کا نہ بولے کیونکہ یہ بات اسے شرمندہ کرے گی اور بعض اوقات وہ کھانا ہی چھوڑ دے گا۔ ☆یہ مناسب نہیں کہ اپنے میزبان کو بار بار یہ کہنے کی زحمت دو کہ کھاؤ۔ ایک ادیب کا قول ہے: بہترین کھانے والا وہ ہے جس کے دوست کو اسے کھانے میں مشغول کرنے میں مشقت نہ ہو اور وہ اپنے بھائی سے بار بار کہنے کی مشقت اٹھا لے (یعنی بار بار نہ کہنا پڑے کہ کھاؤ کھاؤ)۔ ☆اپنی پسندیدہ چیز کو اس لئے نہ چھوڑ دے کہ فلاں دیکھ رہا ہے کیونکہ یہ بناوٹ ہے، ہاں! اگر اپنے بھائیوں کے لئے ایثار کرتے ہوئے چھوڑ دے یا اپنے بھائی کو پیش کر دے تو اچھا ہے۔ ☆تنہائی میں بھی اپنی کسی عادت کو نہ چھوڑے ☆اگر ساتھ والوں کا ساتھ دینے کے لئے یا ان کے ہمراہ کھانے کی فضیلت کی نیت سے زیادہ کھا لے تو کوئی حرج نہیں۔ ☆کھانے کے دوران پانی پینا طب والوں کے نزدیک اچھا ہے جب تک پانی سے ابتدا نہ کرے اور نہ ہی پانی زیادہ پئے۔ کہا جاتا ہے کہ پانی معدہ کو صاف کرتا ہے اور ٹیک لگا کر پانی پینا طبی لحاظ سے معدے کے لئے نقصان دہ ہے۔

ٹیک لگا کر یا سوتے ہوئے کھانا سنت نہیں ہے مگر کچھ دانے کھا لے یا تھوڑا سا کھا لے تو حرج نہیں۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ایک ڈھال پر ٹیک لگا کر لیٹے سوکھی روٹی کھا رہے تھے۔ اہل عرب بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

کھانے میں برکت کا نسخہ

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنے کھانے کو ناپ لو، تمہارے لئے اس میں برکت ہو گی[2] اور آٹا اچھی طرح گوندھو، یہ بہت ہی بابرکت ہے۔[3]

---

[1]......ابو داود، کتاب الاطعمۃ، باب فی آکل اللحم، ۳/ ۴۹۰، حدیث: ۳۷۷۸

[2]......بخاری، کتاب البیوع، باب ما یستحب من الکیل، ۲/ ۲۷، حدیث: ۲۱۲۸

[3]......الکامل لابن عدی، ۴/ ۳۲۹، رقم: ۸۰۱/ ۷۷۲: سلامۃ بن روح بن خالد

☆لوگوں کے ساتھ کھاتے ہوئے جو چیز کھانے سے نکال دی جائے تو اسے واپس کھانے کے برتن میں نہ ڈالے کہ دوسرا اسے کھاجائے اور اگر اس کے ہاتھ میں آجائے چاہے تو کھالے یا جھوٹا جان کر چھوڑ دے
☆چربی (یا چکناہٹ والی چیز کو) سرکہ میں ڈبو کر نہ کھائے ورنہ گوشت کھانے سے پہلے سرکہ سے ہی پیٹ بھر جائے گا۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس بارے میں بزرگانِ دین کے اقوال بھی ہیں۔ ہم سب کو ذکر کرنا طوالت اور بحث کے پیچیدہ ہونے کی وجہ سے مناسب خیال نہیں کرتے البتہ ان میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ

حضرت سیِّدُنا شہر بن حوشب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: کہا گیا ہے کہ جب کھانے پر چار چیزیں جمع ہو جائیں تو اس کھانے کی کیفیت اور حالت سے ہر چیز مکمل ہو جاتی ہے: (1) کھانا حلال ہو (2) کھانے پر **اللہ** پاک کا نام لیا گیا ہو (3) اسے کھانے والے زیادہ ہوں (4) کھانے سے فراغت کے بعد اس پر **اللہ** پاک کا شکر ادا کیا گیا ہو۔

کھانے کے متعلق 12 خصلتیں

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے 12 چیزوں کو کھانے کی خصلت بنایا اور فرمایا: ان سب کا سیکھنا مسلمان پر لازم ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے منقول ہے کہ کھانے کے متعلق 12 چیزیں ایسی ہیں جن کا سیکھنا مسلمان پر ضروری ہے: ان میں سے چار چیزیں فرض ہیں، چار سنت اور چار آداب ہیں۔

چار فرض چیزیں یہ ہیں: (1) تسمیہ (بِسْمِ اللہ پڑھنا)۔ (2) کھانے کی پہچان (حلال ہے یا حرام)۔ (3) رضا اور (4) شکر۔

چار سنت یہ ہیں: (1) الٹے پاؤں پر بیٹھنا۔ (2) اپنے سامنے سے کھانا۔ (3) تین انگلیوں سے کھانا اور (4) کھانے سے فارغ ہو کر انگلیوں کو چاٹنا۔

اور چار آداب یہ ہیں: (1) دونوں ہاتھوں کو دھونا۔ (2) لقمے چھوٹے بنانا۔ (3) خوب چبا کر کھانا اور کھاتے وقت اپنے ساتھیوں کے چہرے کی طرف کم دیکھنا۔

(4) اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اسے چاہیے کہ بِسْمِ اللہ پڑھے اور اگر شروع میں بِسْمِ اللہ پڑھنا بھول جائے تو بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھے۔

ایک دن کچھ لوگ حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے ساتھ کھانے پر جمع ہوئے تو ایک زاہد نے ان سے کہا: کھانے کے کیا آداب ہیں؟ فرمایا: کھانے کے آداب میں سے ہے جب کھانا حاضر ہو تو اسے اس کا پورا حق دو اور قراء کی حماقتوں کو چھوڑ دو۔

سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اور کھانے کے آداب

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے کسی عارف سے کھانے کے آداب پوچھے تو عارف نے کہا: کھانے کے آداب میں سے ہے کہ تین انگلیوں سے کھایا جائے، لقمہ چھوٹا ہو اور اسی طرح کچھ اور آداب بیان کئے۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ہمارے نزدیک کھانے کے آداب یہ نہیں۔ پوچھا گیا: تو پھر کھانے کے آداب کیا ہیں؟ فرمایا: کھانے کے آداب سے ہے کہ کھانے میں اچھی طرح خرچ کرو اور جو خرچ کرو وہ ایسا حلال ہو جس میں شبہ تک نہ ہو۔ اس کھانے سے مسلمانوں کی خیر خواہی کی کوشش کی جائے تو جب ہم کھانے کو حلال صاف ستھرا پائیں پھر ہم اس کے پانچ حصہ کرتے اور کھاتے ہیں یہاں تک کہ سیر ہو جاتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو معاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: محبین کا کھانا پرندے کی طرح ایک گھنٹہ میں ایک لقمہ ہوتا ہے اور وہ کھانے میں کمی کرنے کی نیت سے پورا نہیں کھاتے۔

ذہانت کو مغلوب کرنے والی چیز

کسی دانا (عقل مند) کا قول ہے: پیٹ بھر کر کھانا ذہانت کو مغلوب کرتا ہے جبکہ عقل مند کی ذہانت پیٹ پر غالب ہوتی ہے۔

ایک طبیب کا کہنا ہے: بھرے پیٹ کے لیے فاقہ سے بہتر کوئی چیز نہیں جو اسے کم کرے جس طرح فاقہ کے بعد سب سے نفع مند چیز پیٹ بھرنا ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: افسوس! آدمی بھوک کا قیدی ہے اور شکم سیری سے پچھاڑا ہوا ہے۔

اعرابی اور بدہضمی

عبد الملک بن مروان نے ابوزعیزعہ اعرابی سے پوچھا: کیا تمہیں کبھی بدہضمی ہوئی؟ اعرابی نے جواب دیا: نہیں۔ عبد الملک نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اعرابی نے کہا: جب ہم پکاتے ہیں تو خوب پکاتے ہیں اور جب چباتے ہیں تو خوب چبا کر کھاتے ہیں، نہ تو ہم معدہ کو بھر کر اسے تکلیف پہنچاتے ہیں اور نہ ہی اسے بالکل خالی چھوڑتے ہیں۔

کسی نے پیٹ بھر کر کھانے کی عادت کی ناپسندیدگی میں یہ شعر کہا:

وَعَادَةُ الْجُوْعِ فِيْهَا عِصْمَةٌ وَّغِنًى وَقَدْ يَزِيْدُكَ جُوْعًا عَادَةُ الشِّبَعِ

ترجمہ: بھوکا رہنے کی عادت میں گناہ سے بچنا اور بے پرواہی ہے اور پیٹ بھر کر کھانے کی عادت تیری بھوک میں زیادتی کرے گی۔

کہا گیا ہے: جب تو ہمیشہ پیٹ بھر کر کھاتا رہے پھر ایسا کھانا تجھ سے چھوٹ جائے تو ہمیشہ پیٹ بھر کر کھانے کی عادت کی وجہ سے تیری بھوک میں اضافہ ہو گا۔

کھانے کے شوق سے نفرت کے بارے میں کسی شاعر نے یہ شعر کہے:

اِذَا لَمْ اَزِدْ اِلَّا لِاٰكُلِ اُكْلَةً فَلَا رَفَعَتْ كَفِّيْ اِلَى طَعَامِ

فَمَا اُكْلَةٌ اِنْ نِلْتُهَا بِغَنِيْمَةٍ وَلَا جَوْعَةٌ اِنْ جُعْتُهَا بِغَرَامِ

ترجمہ: جب میں مال میں اضافہ کھانے کے ایک لقمہ کے لئے کروں تو کھانے کی طرف میرا ہاتھ نہ بڑھے۔ اگر کھانا مجھے مل جائے تو یہ کوئی غنیمت نہیں ہے اور نہ ہی بھوک نقصان دہ ہے اگر میں بھوکا رہوں۔

برنی کھجور بہتر ہے

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمہاری کھجوروں میں بہتر برنی کھجور ہے جو بیماری کو

ختم کرتی ہے اور اس میں کوئی بیماری بھی نہیں۔[1]

اُمّ المومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے فرمایا: جس نے طاق عدد میں کھجور کھائی اسے کھجور نقصان نہیں دے گی۔[2]

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے افطار کے لئے مغرب کی نماز سے پہلے پانچ یا سات کھجوریں رکھ دیتا تھا۔ اس روایت کے راوی کہتے ہیں: مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے تین کا بھی ذکر کیا یا نہیں۔

عمدہ کھجور

حضرت سیِّدُنا اصمعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے ایک بڑی عُمر کے عالم نے بتایا: سب سے عمدہ کھجور خشک صیحانی (مدینہ کی ایک قسم کی) کھجور ہے۔ نیز آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ آل حزم کے ایک شخص نے مجھے بتایا: کہا گیا ہے کہ جو صرف کھجور کھا کر ہی پیٹ بھرنا چاہے تو وہ عجوہ کھجور کھائے اور جو بوجھل پن پر کھجور کھانا چاہے تو صیحانی کھجور کھائے۔

ایک عربی تر کھجور کو شہد پر فضیلت دیتے تھے اور کہتے تھے: گائے کے گوبر سے پیدا ہونے والے شہد کو تم اس شہد جیسا کہتے ہو جو بلند فضا میں سخت نگہبانوں کے سائے میں زمرد کی لڑیوں میں پرویا ہوا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: عرب کے لوگ کھجور اور مکھن پر کسی چیز کو کھانے میں مقدم نہیں کرتے تھے، وہ میانہ روی میں کھجور اور مکھن کی مثال دیتے تھے جس طرح سالن میں سرکہ اور زیتون کے تیل کی مثال دی جاتی ہے۔

کھجور کو آٹے پر فوقیت دینا

ایک اَعرابی نے آٹا اور کھجور دیکھی تو اس نے کھجور کو خرید لیا۔ اس سے کہا گیا: تم نے کھجور کو ترجیح کیوں دی حالانکہ کھجور اور آٹے کی قیمت ایک ہی ہے۔ اعرابی نے کہا: کھجور میں محبت اور مٹھاس زیادہ ہے۔

---

[1] ......مستدرک، کتاب الطب، باب خیر تمر انکم البرنی...الخ، ۵/۲۸۸، حدیث: ۷۵۲۸

[2] ......عیون الاخبار، کتاب الطعام، ۳/۲۲۴

مالک بن حقبہ وفد کے ساتھ حسان بن فریعہ کے پاس آیا۔ حسان نے اس سے کہا: ہمارے لیے کیا توشہ لائے ہو؟ مالک بن حقبہ نے کہا: حیس (کھجور، دودھ اور گھی ملا حلوہ) لایا ہوں۔ حسان نے کہا: ایک برتن میں تین کھانے۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر حیس تناول فرماتے[1] اور عرب والے اس کو پسند کرتے اور یہ تین مختلف رنگوں کے کھانوں کا مجموعہ ہے۔ اسلاف اسے اکثر کھاتے تھے۔ دودھ، کھجور اور گھی، ان سب کو ملا کر اسے تیار کیا جاتا ہے اور اسلاف اس کو سفر میں زادِ راہ بناتے اور اقامت میں بھی اس سے لطف اندوز ہوتے۔

مسلمانوں کے لیے خوشحالی پسند کرنا

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے حضرت احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا: کون سا کھانا تمہیں زیادہ پسند ہے۔ حضرت سیِّدُنا احنف رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے کہا: مکھن اور کھمبی۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے فرمایا: میں مسلمانوں کے لیے خوشحالی پسند کرتا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی محفل میں کسی شخص نے کھجور اور مکھن کو بُرا کہا تو آپ نے فرمایا: بہت سی ملامت کی گئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا کوئی جرم نہیں ہوتا۔

حضرت سیِّدُنا ابو عَمْرو بن علاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک دن حجاج نے اپنے ساتھ بیٹھے لوگوں سے کہا: ہر ایک اپنے پسندیدہ کھانے کو ایک پرچہ پر لکھ لے اور میری جائے نماز کے نیچے رکھ دے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، پھر جب ان سب پرچوں کو دیکھا گیا تو سب میں مکھن اور کھجور لکھا ہوا پایا۔

بام مچھلی کھانا

حضرت سیِّدُنا اصمعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ کسی عربی سے کہا گیا: بام مچھلی[2] کھانے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ عربی نے کہا: نرسیان کھجور (ایک قسم کی عمدہ کھجور) جو ایک طرف سے سفید چمکدار اور باقی ساری زرد ہو، اس پر مکھن لگا ہو تو یہ مجھے بام مچھلی سے زیادہ پسند ہے۔ پھر اس عربی نے پرہیز گاری کے سبب

---

[1] ......ابوداود، کتاب الاطعمة، باب فی اکل الثرید، ٣/ ٤٩٢، حدیث: ٣٧٨٣ فیه: احب الطعام الثرید من الحیس

[2] ......ایک قسم کی مچھلی جو کہ سانپ سے ملتی جلتی ہوتی ہے، اسے مارماہی بھی کہتے ہیں۔ (مچھلی کے عجائبات، ص11)

کہا: میں اس مچھلی کو بھی حرام نہیں کہتا۔[1]

کسی عربی سے کہا گیا: ہمیں کوئی بہت اچھا سا شعر سناؤ جو تم نے غزل (عورتوں سے بات چیت) کے بارے میں سنا ہو۔ عربی نے کہا: میں غزل کو نہیں جانتا اور تم لوگ چاہتے ہو تو میں تمہیں اپنے نزدیک سب سے اچھا شعر سناتا ہوں۔ لوگوں نے کہا: سنائیں۔ عربی نے یہ شعر کہا:

اَلَا لَيْتَ خُبْزًا قَدْ تَسَرْبَلَ رَائِبًا وَخَيْلًا مِنَ الْبَرْنِيْ فُرْسَانُهَا الزُّبْدُ

ترجمہ: اے کاش! ایسی روٹی ہو جس نے ٹانکا لگا لبادہ اوڑھا ہوا ہو اور اس کے ساتھ برنی کھجور ہو جس پر شہسوار مکھن ہو۔

بہترین مشروب

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بہترین مشروب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: میٹھا اور ٹھنڈا خوشگوار۔[2]

بعض اہلِ لغت نے اس حدیثِ پاک کی تاویل میں یہ کہا: میٹھے اور خوشگوار مشروب سے شہد ہی مراد ہے کیونکہ اہلِ عرب شہد کی تعریف خوشگوار سے کرتے ہیں اور اسی بارے میں (طبقہ اولیٰ کے شاعر) اعشیٰ کا یہ قول حجت ہوتا ہے:

كَمَا شِيْبَ بِرَاحٍ بَارِدٍ مِنْ عَسَلِ النَّحْلِ

ترجمہ: (محبوبہ کے منہ کی بات ہو رہی ہے) گویا اس پر خوشگوار شہد مل دیا گیا ہے۔

سیِّدہ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے مروی حدیث شریف میں ہے کہ آپ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایک عمل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے۔[3]

---

[1] ......یہاں سے کچھ عبارت کا ترجمہ متروک ہے جسے اہل علم احباب کے لئے کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔

[2] ......ترمذی، کتاب الاشربة، باب ماجاء ای الشراب کان احب الی رسول اللہ، ۳/ ۳۵۷، حدیث: ۱۹۰۳ عن عائشة

عیون الاخبار، کتاب الطعام، ۳/ ۲۲۷

[3] ......بخاری، کتاب الاشربة، باب شراب الحلواء والعسل، ۳/ ۵۸۸، حدیث: ۵۶۱۴

دوسری روایت میں ہے: میٹھا اور خوشگوار مشروب پسند فرماتے تھے۔[1] یہ وصف ہر چیز میں عام ہے۔

عمدہ شہد کی نشانی

کہا گیا ہے: عمدہ شہد وہ ہے جو سنہری رنگ کا ہو اور جب اس کا قطرہ زمین پر گرے تو پارہ کی طرح دائرے کی شکل اختیار کر لے، نہ دھنسے اور نہ مٹی میں خلط ملط ہو۔

رومی دانشور کہتے ہیں: عمدہ شہد وہ ہے جسے دھاگے پر لگایا جائے پھر اسے آگ سے سلگایا جائے تو وہ دھاگے سے لٹکا رہ جائے (جلے نہ)۔

رومی دانشور بقراط سے پوچھا گیا: کون سی چیز عمر میں اضافہ کرتی ہے؟ اس نے کہا: اگر ایسا ہوتا تو جو ہمیشہ شہد کھاتا، اپنے جسم کی شہد سے مالش کرتا اور حمام میں جا کر نہاتا اس کی عمر بڑھ جاتی۔ شاید انہوں نے تغمیر (چہرے پر زعفران ملنے) کا ذکر بھی کیا ہے۔

تین چیزیں لوٹائی نہ جائیں

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: (تحفہ دی گئی) تین چیزیں لوٹائی نہ جائیں: دودھ، تیل اور تکیہ۔[2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کچھ لوگوں کے پاس آئے جو کیلے کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو کیلے کھانے کی دعوت دی تو آپ نے ان سے کہا: مجھے ایک کیلا دے دو کہ میں نے رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: جسے کوئی ہدیہ پیش کیا جائے (دوسری روایت میں ہے جسے کوئی میٹھی چیز پیش کی جائے) تو وہ اسے رد نہ کرے بلکہ اسے چاہیے تھوڑا یا زیادہ اس میں سے لے لے۔[3]

ایک روایت میں ہے کہ تین چیزیں نہ لوٹاؤ: میٹھا، خوشبو اور پھول۔[4]

---

1 ......جامع صغیر، باب کان وھی الشمائل الشریفۃ، ص ۴۳۷، حدیث: ۷۰۹۹

2 ......الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی تعطر رسول اللہ، ص ۱۳۱، حدیث: ۲۰۹

3 ......مکارم الاخلاق للطبرانی، باب فضل اطعام الطعام، ص ۳۷۸، حدیث: ۱۸۲ بتغیر

4 ......المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر، القالۃ الثانیۃ فی الصناعۃ المعنویۃ، ۲ / ۴۴ "الحلوی بدلہ الدھن"

حضرت سیّدنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: کھانے سے پہلے وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا) محتاجی کو دور اور کھانے کے بعد وضو کرنا جنون کو دور کرتا ہے۔

یہ روایت میرے پاس اسی طرح ہے اور میرا گمان ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنا غم دور کرتا ہے۔

مرنے تک رزق میں فراخی

حضرت سیّدنا عبدُالرحمٰن بن عراک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جو کھانے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے رزق میں مرنے تک فراخی رہتی ہے۔[1]

کھانے کی تربیت

حضرت سیّدنا فَرقد سبخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے ارادت مندوں کو کھانے کا طریقہ سکھاتے تھے۔ جعفر ضُبَعی کا بیان ہے کہ ہم جوانی میں حضرت سیّدنا فرقد سبخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ ہمیں سکھاتے اور ہماری تربیت کرتے تھے، فرماتے: تمہارے سامنے ایک سخت زمانہ ہے، اپنے ازار اپنے پیٹ کے درمیان میں باندھ لو، لقمے چھوٹے لو اور خوب چباؤ، پانی چوس کر پیو جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنا ازار ڈھیلا نہ کرے کہ اس طرح آنتیں کشادہ ہو جائیں گی، جب کھانے بیٹھے تو سُرین کے بل بیٹھ کر گھٹنا اپنے پیٹ سے ملالے اور جب کھا کر فارغ ہو جائے تو بیٹھا نہ رہے بلکہ اِدھر اُدھر ٹہلے۔

حضرت سیّدنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس بات کو معیوب خیال کرتے اور فرماتے: اے فرقد! لوگوں کو چھوڑ دو وہ جیسے چاہیں کھائیں۔ حضرت سیّدنا فرقد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے: میری چاہت یہ ہے کہ موت تک میری خوراک راکھ ہو۔ حضرت سیّدنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ان سے کہا: **اللہ** پاک تیری اور تیرے ساتھیوں کی خوراک یہی کرے۔

حضرت سیّدنا فرقد سبخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فقر اختیار کرنے والے علما میں سے اور نفس کشی اور خود پر سختی کرنے والے لوگوں میں سے تھے جبکہ حضرت سیّدنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کھانے میں وسعت فرمانے والے تھے۔

---

[1]......عیون الاخبار، کتاب الطعام، آداب الاکل والطعام، ۲۲۶/۳

کھانا کھلانے میں اِسراف نہیں

حضرت سیِّدُنا داوٗد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کہا: ہم کھانے میں زیادہ خرچ کر دیتے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: کھانے میں اسراف نہیں ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی ملاقات کے لئے آئے تو حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بہت سا کھانا ان کے سامنے رکھا۔ حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ان سے فرمایا: اے ابو اسحاق! کیا آپ کو اس بات کا ڈر نہیں کہ یہ اسراف ہو۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: کھانے میں اسراف نہیں ہے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: (گھر کی) عورتوں پر جو خرچ کیا جائے اس میں بھی اسراف نہیں۔

کسی شخص نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے سامنے کچھ کہا اور یہ روایت بیان کی "**اللہ** پاک گوشت کھاتے رہنے والے گھرانے کو ناپسند فرماتا ہے۔"[1] حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اس سے وہ گھرانہ مراد نہیں جہاں گوشت کھایا جاتا ہے بلکہ وہ گھرانہ مراد ہے جہاں لوگوں کا گوشت کھایا جاتا ہے یعنی غیبت کی جاتی ہے۔ اسی بات کو ابن ابی زیاد نے بیان کیا اور اس روایت میں یہ زیادتی بھی ہے: "**اللہ** پاک موٹے عالِم کو ناپسند فرماتا ہے۔"[2] اور ابن ابی زیاد نے حدیث کی شرح میں متن حدیث میں یہ اضافہ بھی کر دیا اور کہا: گھرانے سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں۔

ٹھنڈا پانی فالودہ سے بڑی نعمت ہے

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک شخص کو فالودہ کو بُرا کہتے سنا تو فرمایا: سُبْحٰنَ اللہ! فالودہ گیہوں کا پسا ہوا آٹا، شہد اور خالص گھی کا مجموعہ ہے کوئی مسلمان ان چیزوں کو بُرا نہیں کہتا۔ پھر حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا فرقد سبخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے فرقد! مجھے

---

[1] ......شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب وما یجب، ۵/ ۳۲، حدیث: ۵۶۶۸

[2] ......شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب وما یجب، ۵/ ۳۲، حدیث: ۵۶۶۸

معلوم ہوا ہے کہ تم فالودہ نہیں کھاتے۔ انہوں نے کہا: اے ابو سعید! مجھے ڈر ہے کہ میں اس کا شکر ادا نہ کر پاؤں گا۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ارے نادان! کیا تو ٹھنڈے پانی کا شکر ادا کر سکتا ہے، ٹھنڈا پانی اللہ پاک کی تجھ پر فالودہ سے بڑی نعمت ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کھانے کے معاملے میں اسلاف میں سے اہلِ دانش صحابۂ کرام اور تابعین عظام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے طریقے پر تھے۔

ایک صاع کھجوریں کھانا

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے لیے ایک صاع کھجوریں لائی گئیں تو آپ نے سب کھا کر ختم کر دیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ اپنے دربان سے نرمی کے ساتھ فرماتے: عصیدہ کو خوب پکاؤ یہ زیتون کے تیل کی حرارت ختم کر دے گا۔

حضرت سیِّدُنا فرقد سبخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بصرہ کے علما میں سے بھوک اختیار کرنے والے ابن ابی المؤمل کے طبقہ میں سے تھے، ابن ابی المؤمل کہتا تھا: اللہ پاک مردوں پر رحم کرے کہ ہم انہیں کھانا کھلاتے ہیں اور کھانے کا برتن ان کے سامنے سے اٹھایا جاتا ہے تو اس میں بچا ہوا کھانا ہوتا ہے۔

اور کہتا تھا: سالن روٹی کا دشمن اور ان سب کا دشمن نمک ہے۔ اگر اللہ پاک اس پر پانی کے ذریعے اور سالن کھانے والے کے پانی مانگنے کے ذریعے مدد نہ کرتا تو سب پر بن آتی۔

اور یہ بھی کہتا تھا: آدمی کو کیا ہوا! وہ کہتا ہے مجھے پانی پلاؤ تو اس کے لئے برتن میں اتنا پانی آتا ہے جس سے پینے والا سیر ہو سکے اور اگر وہ کہے: مجھے کچھ کھلاؤ یا فلاں شخص کے لئے کھانا لے کر آؤ تو اس کے لئے اتنی روٹیاں آتی ہیں جو ایک جماعت کے کھانے سے بھی زیادہ ہوتی ہیں حالانکہ کھانا اور پینا باہم عہد و پیمان کئے ہوئے دو بھائی ہیں (یعنی ایک جیسی اہمیت رکھتے ہیں)۔

اور کہتا تھا: اگر پانی سستا اور روٹی مہنگی نہ ہوتی تو لوگ روٹیوں پر حریصوں کی طرح جھپٹتے اور پانی سے کتراتے (یعنی کم پیتے)۔ لوگوں کے نزدیک ایسی چیزوں کی زیادہ قدر و منزلت ہوتی ہے جو مہنگی ہوں یا جس کی رسد اور پیداوار کم ہو۔ موسم گرما کی گاجر اور عباسی سبز لوبیا، خراسان کی ناشپاتی اور بستانی کیلے سے زیادہ عمدہ

ہے اور یہ بینگن، کھمبی سے زیادہ عمدہ ہے لیکن اپنی ہمت (یعنی فراوانی اور سستے ہونے کے سبب کم قیمت ہونے) کی وجہ سے نیز دوسروں کی دیکھا دیکھی اور رسم ورواج کی پابندی کی وجہ سے لوگ چیزوں کی خواہش ان کی قدر وقیمت کے مطابق کرتے ہیں۔ البتہ ابن ابی المؤمل شدید کفایت شعاری اور حد سے زیادہ تنگی کرنے کی وجہ سے بخل کیا کرتا تھا تو اس کے اس طرح کے کلام کو بخل پر محمول کیا گیا ہے۔

بدہضمی کا شکار ہونا

کبھی ابن ابی المؤمل اپنے کچھ ساتھیوں کو کھانے کے وقت سمجھاتا اور انہیں پانی پینے کا حکم دیتا اور کہتا: اگر لوگ کھانے کے ساتھ پانی بھی پیا کریں تو بدہضمی کا شکار نہ ہوں۔ یہ اس لئے کہ پانی پئے بغیر آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کس قدر کھانا کھایا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کا پیٹ بھر گیا ہو لیکن اسے پتا نہ چلے اور جب وہ ضرورت سے زیادہ کھائے گا تو ضرور بدہضمی کا شکار ہو گا۔

ایک ادیب سے ان کی صداقت اور سچائی کی وجہ سے یہ منقول ہے کہ لوگوں کا کہنا ہے دریائے دجلہ کا پانی دریائے فرات کے پانی سے زیادہ خوشگوار ہے اور دریائے مہران کا پانی دریائے بلخ کے پانی سے زیادہ خوشگوار ہے۔ عربوں میں کہا جاتا ہے: یہ پانی ایسا صاف ہے جس سے مال مویشی تندرست رہتے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پانی خوشگوار ہے۔ وہ لوگ یہاں تک کہتے ہیں: وہ پانی جس میں تیل کی مقدار زیادہ ہو اس پانی سے زیادہ خوشگوار ہے جس میں تارکول کی مقدار زیادہ ہو لہٰذا تم کھانے کے ساتھ پانی ضرور پیو۔

بُرے ساتھی سے بھی بُرا

حارثی کہتے ہیں: تنہائی بُرے ساتھی سے بہتر ہے اور بُرا ساتھی کھانے میں شریک بُرے شخص سے بہتر ہے۔ ہر ساتھ کھانے والا ہم نشین تو ہوتا ہے مگر ہر ہم نشین ساتھ کھانے والا نہیں ہوتا۔ اگر اکٹھے ہو کر اور کسی کے ساتھ کھانا ہی پڑے تو ایسے کے ساتھ نہ کھاؤ جو کھانے میں تمہاری جگہ خود کو ترجیح دیتا ہو اور عمدہ واچھے کھانوں میں تمہیں ترجیح دینا ناپسند کرتا ہو۔ پھر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: تم انوکھی چیزوں کی خواہش نہ رکھنا، مہنگے کھانوں پر ساتھیوں کا امتحان نہ لینا، اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے کسی کو رسوا نہ کرنا ہو سکتا ہے وہ چیز اس کے پاس نہ ہو یا وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

اسحاق موصلی نے اسی مفہوم میں یہ اشعار کہے ہیں:

خَيْرُ الصَّدِيْقِ صَدِيْقٌ لَا يُكَلِّفُنَا ذَبْحَ الدَّجَاجِ وَلَا شَيَّ الْفَرَارِيْجِ

يَرْضٰى بِلَوْنَيْنِ مِنْ كِشْكٍ وَّمِنْ عَدَسٍ فَاِنْ تَشَهّٰى فَزَيْتُوْنٌ بِطَسُّوْجِ

ترجمہ: اچھا دوست وہ ہے جو ہمارے لئے مرغی یا چوزے ذبح کرنے کا تکلف نہ کرے بلکہ دو قسم کے کھانوں پر ہی یعنی کِشک[1] اور مسور کی دال پر راضی ہو جائے اور اگر زیادہ چاہے تو تھوڑے زیتون کی خواہش کرے۔

حکایت: لوٹا گروی رکھ دیا

حضرت سیِّدُنا ابو وائل شقیق بن سلمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی زیارت کے لئے گیا، انہوں نے جو کی روٹی اور پسے ہوئے نمک سے ہماری میزبانی کی۔ میرے دوست نے کہا: اگر اس میں پودینہ بھی ہوتا تو زیادہ اچھا تھا۔ چنانچہ، آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ باہر گئے اور اپنا لوٹا گروی رکھ کر پودینہ لے آئے۔ جب ہم کھا چکے تو میرے دوست نے کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَضَّانَا بِمَا قَسَمَ لَنَا یعنی تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں جس نے ہمیں عطا کردہ رزق پر راضی رکھا۔" تو حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: اگر تم عطا کردہ پر راضی رہتے تو میرا لوٹا ایک قیراط کے بدلے گروی نہ ہوتا۔

بیٹے کو کھانے کی تربیت

حضرت سیِّدُنا ابو عبد الرحمٰن ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جب دعوت میں جانے کا ارادہ کرتے تو اپنے بیٹے کو سامنے بٹھاتے اور سکھاتے ہوئے کہتے: بیٹا! بچوں کی طرح کھانے پر کبھی مت ٹوٹنا، دیہاتیوں اور مزدوروں کی طرح بھنبھوڑ کر کھانے سے پرہیز کرنا، ملاحوں اور محنت کشوں کی طرح روندتے ہوئے نہ کھانا، نوحہ کرنے والیوں کی عادت سے بھی بچنا (کہ لوگوں کے سامنے بین کر کے روتی ہیں مگر جب کھانا آتا ہے تو سب غم بھول کر کھانے پر ٹوٹ پڑتی ہیں)، اپنے سامنے سے کھانا کیونکہ تیرا حق وہی ہے جو تیرے پاس اور قریب ہو۔ جان لو! جب کھانے میں

[1] ......**کشک:** دودھ اور آٹے کا خشک کیا ہوا آمیزہ جسے وقتِ ضرورت حلوا بنا کر کھایا جاتا ہے یا جو کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہے۔ (المعجم الوسیط، باب الکاف، ۲/ ۷۸۹)

کوئی عمدہ چیز، بہترین نوالہ اور گوشت کا لذیذ ٹکڑا ہو اتو وہ کسی بزرگ کا حصہ ہو گا یا پھر ناز میں پلنے والے بچے کا اور تم ان دونوں میں سے نہیں ہو۔ تم دعوتوں اور ولیموں میں جاتے رہتے ہو اور اپنے بھائیوں کے گھروں میں تمہارا جانا لگا رہتا ہے، تم گوشت کھاتے رہتے ہو اور تمہارے مسلمان بھائی گوشت کے تم سے زیادہ شوقین ہیں۔ یہ گوشت ایک کھانا ہے لہٰذا تم پر لازم نہیں کہ کچھ چھوڑ دو اور کچھ کھاؤ، میں تمہارے لئے گوشت کی چاہت کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ اللہ پاک گوشت کھاتے رہنے والے گھرانے کو ناپسند فرماتا ہے۔

گوشت کھانے کا عادی نہ بنو

حضرت سیِّدُنا ابو عبد الرحمٰن ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ مزید کہتے ہیں: گوشت کی عادت شراب کی عادت کی طرح ہے (یعنی اس کی عادت جلدی نہیں جاتی)۔

حضرت سیِّدُنا ابو عبد الرحمٰن رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک شخص کو گوشت کھاتے ہوئے دیکھا تو کہا: ایک گوشت دوسرے گوشت کو کھا رہا ہے، ایسے عمل پر تُف ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرمایا کرتے تھے: ان مذبح خانوں پر گزرنے سے بچو کیونکہ گوشت کا چسکا شراب کے چسکے کی طرح ہے۔

بیٹے کو وصیت

حضرت سیِّدُنا ابو عبد الرحمٰن ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہا: اے میرے بیٹے! خود پر دوسروں کو ترجیح دینا اور خواہشات وشہوات پر قابو پانے کی عادت ڈالنا۔ درندوں کی طرح بھنبھوڑ کر اور عجمی گھوڑوں کی طرح سارا منہ کھول کر نہ کھانا۔ نہ بھیڑوں کی طرح چرتے رہنا اور نہ ہی اونٹوں کی طرح (جلدی جلدی) کھانا۔ بلاشبہ اللہ پاک نے تمہیں انسان بنا کر فضیلت دی ہے لہٰذا تم خود کو جانور اور درندہ نہ بنانا۔ پیٹ کے جلد بڑھنے اور پیٹ بھرنے کی شدید خواہش سے خود کو بچانا۔ ایک دانا (عقل مند) کا کہنا ہے: جب تُو پیٹ ہی بھرتا رہے گا تو خود کو ان لوگوں میں شمار کرنا جو دائمی مریض ہوتے ہیں۔ اعشٰی شاعر کہتا ہے:

وَالْبِطْنَةُ مِمَّا تُسَفِّهُ الْاَحْلَامَا

ترجمہ: پیٹ بھرنے کی عادت عقل مند شخص کو بھی بے وقوف بنا دیتی ہے۔

پیٹ بھرنا موت کو دعوت دینا ہے!!!

اسی طرح کہا گیا ہے: پیٹ بھر کر کھانے سے بد ہضمی ہوتی ہے، بد ہضمی سے بیماری آتی اور بیماری موت کو دعوت دیتی ہے۔ جو ایسی موت سے مرا تو وہ ملامت والی موت مرا کیونکہ وہ خود اپنے آپ کو مارنے والا ہے اور خود کو مارنے والا کسی دوسرے کو قتل کرنے والے سے زیادہ قابل ملامت ہوتا ہے۔

ایک فقیر کا قول ہے: خوب پیٹ بھرے شخص سے رکوع اور سجود کا حق ادا نہیں ہو سکتا اور نہ پیٹو انسان خدا خوفی کا حق ادا کر سکتا ہے۔ روزے سے صحت ملتی ہے اور وَجبہ کھانا نیک لوگوں کی زندگی کا حصہ ہے۔ وجبہ کا مطلب جس وقت اس نے کھانا کھایا ہے اگلے دن اسی وقت کھائے یا دن میں ایک بار کھائے۔

ایک عربی شخص کا بیان ہے: میری عمر 70 سال ہو چکی ہے، آج تک نہ میرا کوئی دانت اپنی جگہ سے ہلا، نہ میرا کوئی پٹھا ڈھلا، نہ میری ناک اور آنکھ سے بیماری کی وجہ سے کچھ بہا اور نہ ہی مجھے پیشاب رُک رُک کر آنے کا مسئلہ ہوا ہے اور ان سب چیزوں کی وجہ صرف کم کھانا ہے۔

دوا اور بیماری

(زمانہ جاہلیت کے نامور طبیب) حارث بن کلدہ نے کیا خوب کہا ہے: دوا یہ ہے کہ ایک کھانے پر دوسرا کھانا نہ کھایا جائے جبکہ بیماری یہ ہے کہ ایک کھانے پر دوسرا کھانا کھایا جائے (یعنی ایک کھانا ہضم نہ ہو دوسرا کھانا کھالیا جائے)۔

اسی دوا کی وجہ سے دیہاتی لوگوں کے ذہن پاکیزہ ہوتے اور راہبوں کے جسم ٹھیک رہتے ہیں، باوجود یہ کہ وہ لمبے عرصے تک گرجاؤں میں ہی رہتے ہیں، یہاں تک کہ انہیں پاؤں کا درد، جوڑوں کا درد اور کوئی ورم وغیرہ بھی نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے پاس اشیائے خوردنی کم ہوتی ہیں اور وہ کم کھاتے ہیں۔ اور ایسی چیز میں انسان کو رغبت کیوں نہ ہو کہ جس کے پاس یہ دولت موجود ہوتی ہے اس کا بدن سلامت رہتا، ذہن تیز ہوتا، آنتوں میں خرابی نہیں ہوتی، مال زیادہ ہو جاتا اور فرشتوں جیسی زندگی گزارنے میں مدد ملتی ہے۔

ایک عربی شخص کا کہنا ہے: گوہ اور ہرن کا جسم بہت اچھا ہوتا اور ان کی عمریں بھی لمبی ہوتی ہیں، کیونکہ

یہ ہوا پر اکتفا کرتے اور پانی پینے سے (جتنا ممکن ہو) بچتے ہیں۔

کچھ بہترین آداب

ایک شخص جو بادشاہ کی طرف سے آداب سکھانے کی خدمت پہ مامور تھا اس نے نصیحت کرتے ہوئے کہا: کھانا منہ بند کر کے کھاؤ، کھاتے ہوئے ادھر ادھر نہ دیکھو، بانس کی لکڑی سے خلال نہ کرو، چھری کے ساتھ جلدی جلدی نہ کھاؤ، اپنے سے بڑی عمر اور بڑے مرتبے والے شخص سے اوپر مت بیٹھو، آس کے درخت کی لکڑی کو خلال کے لئے استعمال نہ کرو، اپنے کپڑوں سے ہاتھ صاف مت کرو، کھڑے ہو کر پانی نہ پیو، اپنے ناخنوں سے زمین کو نہ کریدو، کسی دروازے یا دیوار پر مت بیٹھو اور نہ ہی ان چیزوں پر کچھ لکھو ورنہ تمہیں بُرا بھلا کہا جائے گا، دروازے کی چوکھٹ پر مت لیٹو ورنہ لوگ تمہیں جاہل سمجھیں گے، اپنے ہاتھوں سے گارا نہ بناؤ اور نہ گارے سے استنجا کرو، ورنہ بواسیر ہو جائے گی، جہاں تمہارے ناک صاف کرنے کی آواز سنی جا سکتی ہو وہاں ناک صاف نہ کرو اور صاف ستھری جگہوں پر مت تھوکو۔[1]

کہا گیا ہے: کھانا کم کھایا کرو تمہارے خواب اچھے ہوں گے۔

زیادہ کھانے والا شخص بُرا ہے

منقول ہے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان نے ایک مرتبہ کسی شخص کو ناشتے پر بلایا۔ جب وہ شخص آیا تو اس نے کہا: مجھ میں مزید کھانے کی گنجائش نہیں۔ یہ سن کر عبد الملک بن مروان بولا: کتنا بُرا ہے وہ شخص جو اتنا کھائے کہ اس میں مزید کھانے کی گنجائش نہ رہے۔ اس شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں اور بھی کھا سکتا ہوں، لیکن میں یہ بات ناپسند کرتا ہوں کہ میرا ایسا حال ہو جائے جس میں آپ مجھے بُرا جاننے لگیں۔

ایک نیک شخص کا بیان ہے: کسی عربی شیخ سے کہا گیا: آپ کے کھانے کا انداز کتنا اچھا ہے؟ وہ بولے: 60 سال سے میرا یہی انداز ہے۔

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہماری مجلسوں کو کھانوں اور عورتوں کے ذکر سے

---

[1] ....یہاں سے کچھ عبارت کا ترجمہ متروک ہے جسے اہل علم احباب کے لئے کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔

دور رکھو کیونکہ میں اس شخص کو ناپسند کرتا ہوں جو اپنے پیٹ اور شرم گاہ کے اوصاف بتائے۔ مروت میں سے یہ بات بھی ہے کہ آدمی اس کھانے کو چھوڑ دے جس کی اسے خواہش ہو رہی ہو۔

سبزی کی فضیلت

کہتے ہیں کہ جس دستر خوان پہ سبزی ہو اس پر فرشتے آتے ہیں۔

منقول ہے کہ بنی اسرائیل پر آسمان سے جو دستر خوان نازل ہوا تھا اس پر گیندنے (ایک تیز بو والی سبزی) کے علاوہ تمام سبزیاں تھیں۔ ایک مچھلی تھی جس کے سَر کے پاس سرکہ اور دُم کے پاس نمک رکھا تھا جبکہ ان کے ساتھ سات روٹیاں تھیں جن میں سے ہر ایک پر زیتون اور انار دانہ رکھا ہوا تھا۔

یہ بہترین کھانے ہیں اگر میسر ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہوں تو کسی ادیب نے کہا ہے: جب تم اپنے بھائیوں کی دعوت کرو تو ان کے سامنے حصرمی یا بورانی[1] کھانا رکھو اور انہیں خوشگوار پانی پلاؤ۔ یہ کر لیا تو بلاشبہ تم نے مکمل ضیافت (مہمان نوازی) کر دی۔

ایک امیر آدمی نے اپنے دوستوں کو دعوت پہ بلایا اور 200 درہم خرچ کر ڈالے۔ کسی دانشمند نے اسے کہا: اتنا سب کچھ کرنے کی ضرورت نہ تھی، جب عمدہ روٹی، کھٹا سرکہ اور خوشگوار پانی ہو تو دعوت کے لیے یہی کافی ہیں۔

زیادہ کھانوں سے بہتر

ایک عقلمند آدمی کا قول ہے: کھانے کے بعد میٹھا پیش کرنا کئی کھانے پیش کرنے سے بہتر ہے اور دستر خوان پر سب کو کھانا پہنچ جانا زیادہ کھانوں سے بہتر ہے۔

کسی کا قول ہے: کھانے پر خوشگوار ٹھنڈا پانی پینا زیادہ کھانوں سے بہتر ہے۔

کھانے میں تکلف اور بناوٹ نہ ہو

آدمی کو چاہیے کہ اپنے دوست کے گھر میں بھی اسی طریقے سے بلا تکلف اور بناوٹ کے کھائے جس طرح

---

[1] ......یہ دونوں عمدہ قسم کے کھانے ہیں۔

اپنے گھر میں کھاتا ہے، کیونکہ کھانے میں بھی ریاکاری اور بناوٹ اسی طرح داخل ہو جاتی ہے جس طرح نماز اور روزے وغیرہ اعمال میں داخل ہو جاتی ہے۔

کھانے میں نیکی کی کوئی نیت شامل ہو

کھانا بھی ایک عمل ہے اور ہر عمل میں نیت اور اخلاص کی حاجت ہوتی ہے لہٰذا کھانے میں بھی نیکی پر قوت کی کوئی نیت شامل ہو۔ جب لوگوں کے ساتھ مل کر کھائے تو ان کو عزت دینے، ان کا دل خوش کرنے اور جماعت کی برکت لینے کی نیت کرے۔ جیسا کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "جماعت میں برکت ہے۔"[1] دعوت قبول کرنے میں سنت قائم کرنے کی نیت کرے تاکہ دعوت کھانے کا اجر ملے اور وہ **اللہ** پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت پر عمل کرنے والا کہلائے۔ یہ سب چیزیں حُسنِ اخلاق میں شامل ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کے مفہوم میں داخل ہیں کہ "بلاشبہ بندہ حُسنِ اخلاق کی وجہ سے روزے دار اور رات کو عبادت کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔"[2] ایک قول کے مطابق اس سے مراد وہ شخص ہے جس سے اس کے ساتھی یہ مطالبہ کرتے ہوں کہ وہ دن میں ان کے ساتھ کھائے اور رات میں ان کے ساتھ جاگے، جبکہ اس کی عادت دن کو روزہ رکھنے اور رات کو عبادت کرنے کی ہو مگر وہ ان کے مطالبے کی وجہ سے ان کا ساتھ دے تو وہ اپنے اس حُسنِ اخلاق کی وجہ سے دن کو روزہ رکھنے اور رات کو عبادت کرنے والے کا درجہ پالے گا۔

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: یہ بات سنت اور مروت میں سے نہیں کہ بندے کے پاس اس کے ساتھی ملنے آئیں تو وہ نفل نماز میں مصروف ہو جائے یا اس کے ساتھی اسے ملنے کے لیے آئیں اور اس کے سامنے کھانا پیش کریں تو یہ ان کے ساتھ کھانے میں اس لیے شامل نہ ہو کہ اس کا روزہ ہو۔

اکیلے کھانے کی وجہ

ابو نواس ابن ہانی شاعر کہتا ہے کہ میں نے ایک ادیب کو جو اکثر اکیلے کھانا کھاتا تھا، کہا: آپ لوگوں کو

---

1 ......مسند بزار، مسند النعمان بن بشیر، ۸/۲۲۶، حدیث: ۳۲۸۲

2 ......ابو داود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ۴/۳۳۲، حدیث: ۴۷۹۸

چھوڑ کر اکیلے کھانا کیوں کھاتے ہیں؟ ادیب نے جواب دیا: اکیلے کھانا قابل اعتراض نہیں ہے، اعتراض تو اس شخص پہ بنتا ہے جو لوگوں کے ساتھ کھاتا ہے جبکہ اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ لوگ اس کے ساتھ نہ کھائیں تو وہ تکلف کرتا ہے اور میرا اکیلے کھانا ہی اصل ہے۔ میری عمر کی قسم! ساتھ کھانا ایک معاشرت ہے اور اس میں کچھ بے تکلفی ہوتی ہے۔ اگر بندہ کسی ایسے کو نہ پائے جو معاشرت کے قابل ہو اور جس کے ساتھ کھانا قابل تعریف ہو تو ایسی صورت میں اکیلے کھانا دل کو زیادہ درست اور ہمت کو زیادہ جمع رکھتا ہے۔

کھانے میں زیادتی کا ایک نسخہ

ایک دانشمند کا کہنا ہے: کھانے میں زیادتی کا ایک نسخہ یہ ہے کہ سخی اور مہربان آدمی کا کھانا کھایا جائے۔ کہا گیا ہے: سخی لوگوں کے ساتھ کھانا دوا جبکہ بخیلوں کا کھانا بیماری ہے۔

ہاتھ صاف کرنے سے پہلے انگلیاں چاٹ لے

کھانے کے بعد اپنی انگلیوں کو کسی کپڑے سے صاف کرنے سے پہلے چاٹ لینا چاہیے یا کسی کو چٹوا دینا چاہیے [1]، یہی سنت ہے۔ صحابۂ کرام انگلیاں چاٹنے سے پہلے رومال سے صاف کر لینے کو ناپسند جانتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا جارود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے ساتھ کھانا کھایا تو حضرت سیِّدُنا جارود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے کھانا کھا کر باندی (خادمہ) کو آواز دے کر کہا: "دستورد" (ہاتھ صاف کرنے کا کپڑا) لے آؤ۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے یہ سن کر فرمایا: پچھلے حصے سے صاف کر لو یا چھوڑ دو۔ گویا آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ اپنے ہاتھ کسی کپڑے سے صاف کریں۔ [2]

منقول ہے: جس نے پونچھنے سے پہلے اپنی انگلیاں چاٹ لیں یا پیالہ چاٹ کر اس کا پانی پی لیا اس کے لیے

---

[1] ......اپنی بیوی کو یا خاوند کو یا چھوٹے بچوں کو یا خاص خادم کو یا شاگرد کو یا مرید کو چٹادے جو اس سے نفرت نہ کرے، بلکہ تبرک سمجھ کر چاٹ لیں، کتوں، بلّوں کو نہ چٹائیں۔ بعض مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں کو دیکھا گیا کہ کتے پالتے ہیں، اور کتے ان کے ہاتھ پاؤں، گردن بلکہ پیار میں منہ تک چاٹتے ہیں اور یہ خوش ہوتے ہیں، نَعُوْذُ بِاللہ!۔ (مراٰۃ المناجیح، 11/6)

[2] ......یہاں سے کچھ عبارت کا ترجمہ متروک ہے جسے اہل علم احباب کے لئے کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔

ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے۔

حوروں کا مہر

دستر خوان پر گرے ذرات بھی کھا لینے چاہئیں کیونکہ ان سے تنگدستی دور ہوتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ذرات حوروں کا مہر ہیں۔

مہمان نوازی اور مہمان کی عزت کرنے کا بیان

مروی ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ پاک اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔[1]

مہمان نوازی تین دن ہے

ایک روایت میں ہے: مہمان نوازی تین دن ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ صدقہ ہے۔ مہمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اسے مَشَقَّت میں ڈال دے۔[2]

یعنی تین دن کے بعد مہمان نوازی میزبان کے لیے تنگی کا باعث ہوگی حتّٰی کہ وہ مَشَقَّت میں پڑ جائے گا۔

پیارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مہمان کی مہمان نوازی ایک دن اور رات ہے[3] اور رات کی مہمان نوازی واجب ہے۔[4]

دوسری روایت میں ہے: رات کی مہمان نوازی مہمان کا حق ہے۔[5]

حضرت سیِّدُنا مقدام رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: جو مسلمان کسی قوم کا مہمان بنے اور مہمان نے اس حال میں صبح کی کہ اسے کچھ نہیں دیا گیا تو ہر

---

[1] ......بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمته ایاه بنفسه، ۴/ ۱۳۶، حدیث: ۶۱۳۵

[2] ......بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمته ایاه بنفسه، ۴/ ۱۳۶، حدیث: ۶۱۳۵

[3] ......بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمته ایاه بنفسه، ۴/ ۱۳۶، حدیث: ۶۱۳۵

[4] ......ابن ماجه، کتاب الادب، باب حق الضیف، ۴/ ۱۹۲، حدیث: ۳۶۷۷

[5] ......ابو داود، کتاب الاطعمة، باب ما جاء فی الضیافة، ۳/ ۴۸۲، حدیث: ۳۷۵۰

مسلمان پر اس مہمان کی مدد کرنا لازم ہے یہاں تک کہ مہمان اس رات کی مہمان نوازی کے بدلے ان کی کھیتی اور مال میں سے حصہ لے سکتا ہے[1]۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: جب تم کسی شخص کے پاس ٹھہرو اور وہ تمہاری مہمان نوازی نہ کرے تو اس سے لڑو۔

کھانا کھلانے کی فضیلت

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: اونٹ کے کوہان کی طرف اتنی جلدی چھری نہیں پہنچتی جتنی جلدی کھانا کھلانے والے کی طرف بھلائی پہنچتی ہے۔[3]

دوسری روایت میں ہے: اتنی جلدی بہتا ہوا پانی اپنے مقام تک نہیں پہنچتا جتنی جلدی اس گھر میں بھلائی پہنچ جاتی ہے جہاں کسی کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔[4]

ایک روایت میں ہے: مہمان آتا ہے تو اپنا رزق کھاتا ہے اور جاتے ہوئے گھر والوں کے گناہ ساتھ لے جاتا ہے۔[5]

---

[1]......ابو داود، کتاب الاطعمة، باب من الضیافة، ۳/۴۸۲، حدیث: ۳۷۵۱

[2]......یعنی اگر سمجھانے بجھانے پر بھی میزبان اس مہمان کا حق نہ دے تو دوسرے مسلمان اس مہمان کی مدد کریں کہ وہ میزبان کے مال و کھیت میں سے ایک دن کے کھانے کے بقدر وصول کرے۔ اس حدیث کے دو ہی مطلب ہیں: مہمان سے مراد مسلمان مہمان اور میزبان سے مراد ہے وہ کافر جماعت جس سے اس شرط پر صلح کی گئی تھی کہ ہمارے مسلمان مہمان کو کھانا دیا کریں یا وہ مہمان مراد ہے جو بھوک سے مر رہا ہو۔ دوسرے کے پاس کھانا ہو وہ اسے مرتے ہوئے دیکھے اور کھانا نہ دے ایسی مجبوری میں وہ جبرًا اس کے مال سے کھا سکتا ہے ورنہ بغیر ان حالات کے کسی کا مال جبرًا لینا جائز نہیں۔ حضرت خضر و موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام انطاکیہ والوں پر گئے تو انہوں نے میزبانی نہ کی تو ان بزرگوں نے ان سے کچھ جبرًا وصول نہ کیا جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، 58/6)

[3]......ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الضیافة، ۴/۵۱، حدیث: ۳۳۵۷، ۳۳۵۶ بتغیر قلیل

الترغیب والترهیب لقوام السنة، ۳/۴۵، حدیث: ۲۰۴۱

[4]......الترغیب والترهیب لقوام السنة، فصل ذکره بعض العلماء فی الضیافة وآدابها، ۳/۵۲، حدیث: ۲۰۵۷

[5]......الترغیب والترهیب لقوام السنة، فصل ذکره بعض العلماء فی الضیافة وآدابها، ۳/۵۲، حدیث: ۲۰۵۷

حکایت: اللہ پاک کی اطاعت اور شیطان کی نافرمانی

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک انصاری کے گھر اس کا مہمان ٹھہرا ہوا تھا، وہ انصاری دیر سے گھر آیا اور گھر والوں سے پوچھا: تم نے میرے مہمان کو کھانا کھلا دیا۔ جواب ملا: نہیں۔ یہ سن کر انصاری نے کہا: اللہ پاک کی قسم! میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ مہمان نے سنا تو اس نے بھی کہا: اللہ پاک کی قسم! میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ انصاری نے کہا: کیا میرا مہمان بغیر کھانے کے رات گزارے گا؟ کھانا لے آؤ۔ چنانچہ مہمان نے بھی کھانا کھایا اور گھر والوں نے بھی کھانا کھایا۔ جب اگلی صبح وہ انصاری رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور رات کا ماجرا بیان کیا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم نے اللہ پاک کی اطاعت اور شیطان کی نافرمانی کی۔[1]

حکایت: ایک انصاری کی انوکھی مہمان نوازی

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا بیان ہے: ایک شخص شدید بھوکا تھا، کسی انصاری نے اس کی حالت دیکھی تو اسے اس بات کا اندازہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ اس شخص کو سواری پہ بٹھا کر شام کو گھر لے آئے اور اپنی بیوی سے کہا: کیا تم آج کی رات مہمان کی خاطر بھوکی رہ سکتی ہو؟ وہ بولیں: ٹھیک ہے۔ انصاری بولے: جب تم کھانا لاؤ تو چراغ کے قریب ایسے جانا گویا اسے درست کرنے لگی ہو لیکن چراغ بجھا دینا۔ چنانچہ ان کی بیوی نے ایسا ہی کیا، ثرید لے کر آئیں گویا تیتر ہو (یعنی ثرید کی مقدار کم تھی) اور کھانا رکھ کر چراغ کی طرف ایسے گئیں جیسے اسے ٹھیک کرنا ہو لیکن اسے بجھا دیا۔ انصاری برتن میں اپنا ہاتھ ڈالتے رہے لیکن کچھ کھاتے نہ تھے۔ مہمان کھاتا رہا یہاں تک کہ سارا کھانا کھا گیا۔ اس بات کی اطلاع حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہو گئی، جب انصاری نے صبح آپ کی اقتدا میں فجر کی نماز ادا کی تو سلام پھیرنے کے بعد آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انصاری کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تم ہی ہو جس نے رات کو وہ بات کہی!۔ یہ سن کر انصاری گھبرا گئے اور عرض کی: کون سی بات؟ ارشاد فرمایا: فلاں فلاں بات۔ یعنی وہ گفتگو جو انہوں نے اپنی زوجہ سے فرمائی۔ انصاری نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ

---

[1] ....مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والنذور والکفارات، باب فی الرجل یحلف علی الطعام، ۳/ ۵۱۴، حدیث: ۴

اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسا ہی ہوا تھا۔ ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! تم دونوں کا رات کا عمل **اللہ** پاک کو بہت پسند آیا۔[1] دوسری روایت میں ہے: اس رات **اللہ** پاک تم دونوں پر (اپنی شایانِ شان) مسکرایا ہے۔[2]

مروی ہے کہ **اللہ** پاک جب کسی بندے پر (اپنی شایانِ شان) مسکراتا ہے تو اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔[3]

مہمان کو دروازے تک رخصت کرنا

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ بات سنت سے ہے کہ بندہ اپنے مہمان (کو رخصت کرنے کے لیے) گھر کے دروازے تک اس کے ساتھ جائے۔[4]

حضرت سیِّدُنا ابو ولید ریاحی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مہمان پر یہ چیز سب سے زیادہ گراں ہوتی ہے کہ میزبان کا پیٹ بھرا ہوا ہو۔

مانگنے والے پر ایثار

حضرت سیِّدُنا عون بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک بندہ پورے سال روزے رکھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ افطار کے وقت اس کے پاس ایک شخص آیا اور اس سے مانگنے لگا۔ اس وقت اس کے پاس دو روٹیاں تھیں، اس نے ایک روٹی مانگنے والے کو دے دی پھر کہا: جتنا میرے پاس ہے اس سے نہ تیرا پیٹ بھرے گا، نہ میرا، دو بندے بھوکے رہیں اس سے اچھا ہے کہ ایک بندہ پیٹ بھر لے۔ چنانچہ اس نے دوسری روٹی بھی اس مانگنے والے کو دے دی۔ وہ بندہ رات کو جب اپنے بستر پر سویا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہہ رہا ہے: مانگ۔ اس نے کہا: میں مغفرت چاہتا ہوں۔ اس سے کہا گیا: تیری مغفرت کر دی گئی ہے اور کچھ مانگ۔ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کی مدد کی جائے۔

حضرت سیِّدُنا اصمعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اہلِ یمامہ کے بڑے سخی سے مہمان نوازی کے متعلق پوچھا

---

1 ......عیون الاخبار، کتاب الطعام، باب الضیافة واخبار البخلاء علی الطعام، ۳/۲۵۸

2 ......بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة، ۲/۵۵۹، حدیث: ۳۷۹۸

3 ......مسند الفردوس، ۱/۱۲۰، حدیث: ۵۹۰

4 ......ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الضیافة، ۴/۵۲، حدیث: ۳۳۵۸

گیا کہ تم مہمان نوازی کیسے کرتے ہو؟ تو اس نے کہا: جو ہمارے پاس نہیں ہوتا ہم اس کا تکلف نہیں کرتے۔

کسی عابد کا قول ہے: میں ایسے شخص کے پاس کبھی نہ پہنچا جسے علم ہو کہ میں اس کے حصے کے رزق میں سے کچھ نہیں کھا رہا۔

اور ایک عابد کا قول ہے: اس شخص کے پاس ہی کھانا کھاؤ جو یہ سمجھتا ہو کہ تم اپنا رزق کھا رہے ہو یعنی وہ یہ سمجھے کہ تم **اللہ** کا رزق کھا رہے ہو اور **اللہ** پاک کے کھانا کھلانے میں اپنا کوئی کارنامہ نہ سمجھے۔

مہمان کے ساتھ خوش طبعی کرنا

خُزَیمی شاعر کہتا ہے:

أُضَاحِكُ ضَيْفِيْ قَبْلَ اِنْزَالِ رَحْلِهٖ   وَيَخْصَبُ عِنْدِيْ وَالْمَحَلُّ جَدِيْبُ

وَمَا الْخِصْبُ لِلْاَضْيَافِ اَنْ تُكْثِرَ الْقِرٰى   وَلٰكِنَّمَا وَجْهُ الْكَرِيْمِ خَصِيْبُ

ترجمہ: میں اپنے مہمان کے ساتھ اس کے کجاوہ اتارنے سے پہلے ہی خوش طبعی کرتا ہوں، ہر طرف قحط سالی ہو تو بھی مہمان میرے پاس خوب سیر ہوتا ہے۔ مہمانوں کے لئے سیری یہ نہیں کہ تم بہت زیادہ مہمان نوازی کرو بلکہ اعلیٰ ظرف کی خندہ پیشانی اور شادابی ہے۔

ایک بڑے سخی اور فیاض عربی نے یہ اشعار کہے:

لِحَافِيْ لِحَافُ الضَّيْفِ وَالْبَيْتُ بَيْتُهٗ   وَلَمْ يُلْهِنِيْ عَنْهُ الْغَزَالُ الْمُقَنَّعُ

اُحَدِّثُهٗ اِنَّ الْحَدِيْثَ مِنَ الْقِرٰى   وَتَعْلَمُ نَفْسِيْ اَنَّهٗ سَوْفَ يَهْجَعُ

ترجمہ: میرا بستر مہمان کا بستر ہے، میرا گھر مہمان کا گھر ہے قابو میں آئی ہرنی بھی مجھے مہمان کی طرف سے بے توجہ نہیں کرتی۔ میں مہمان سے گفتگو کرتا رہتا ہوں، یہ گفتگو بھی مہمان نوازی میں سے ہے حالانکہ مجھے پتا ہوتا ہے کہ کچھ دیر میں مہمان سو جائے گا۔

خندہ پیشانی سے ملنا مہمان نوازی سے بڑھ کر ہے

اسی طرح کہا گیا ہے کہ مہمان سے خندہ پیشانی اور ہنس کر ملنا مہمان نوازی سے بڑھ کر ہے اور مہمان سے اچھے انداز میں گفتگو کرنا آدھی مہمان نوازی ہے۔ اسی مفہوم میں حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان

ہے: ”بھلائی (اور اپنی حاجتیں) خوبصورت چہرے والوں سے مانگو۔“ یعنی ان سے مانگو جن کے چہرے ہشاش بشاش اور خوشی سے کھلے ہوئے ہوں اور ان سے نہ مانگو جو ترش رو اور تنگ سینے والے ہوں۔ ان ہی تنگ سینے والوں کے بارے میں کہا گیا ہے:

ذَهَبَ النَّاسُ وَاسْتَقَلُّوْا وَسَارُوْا ۔۔۔ وَبَقِيْنَا فِيْ اَرْذَلِ النَّسْنَاسِ

مِنْ اُنَاسٍ يَّرَاهُمُ النَّاسُ نَاسًا ۔۔۔ وَّاِذَا فَتَّشُوْا فَلَيْسُوْا بِنَاسِ

وَاِذَا جِئْتُ اَبْتَغِي الْفَضْلَ مِنْهُمْ ۔۔۔ اِبْتَدَاُوْنِيْ عِنْدَ السُّؤَالِ بِيَاسِ

وَرَثَوْا لِيْ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ ۔۔۔ مُفْلِتٌ عِنْدَ ذَاكَ رَاْسًا بِرَاْسِ

ترجمہ: جو انسان تھے وہ سب کے سب چلے گئے، اب ہم انسان نما گھٹیا لوگوں میں رہ گئے ہیں، ایسے لوگ ہیں جنہیں دیکھنے والے انسان سمجھتے ہیں لیکن جب پرکھتے ہیں تو وہ انسان نہیں نکلتے۔ میں جب احسان کی امید لیے ان کے پاس آتا ہوں تو میرے سوال کرتے ہی مایوس کُن جواب دیتے ہیں اور اس قدر غم جتلاتے ہیں کہ مجھے خواہش ہوتی ہے کاش میں یہاں سے برابر برابر ہی چھوٹ جاؤں۔

یوں ہی آدمی کو اس طرح بھی نہیں ہونا چاہیے جو یہ کہتا ہے:

وَاِنِّيْ لَاَجْفُوا الضَّيْفَ مِنْ غَيْرِ عُسْرَةٍ ۔۔۔ مَخَافَةَ اَنْ يُّغْرٰى بِنَا فَيَعُوْدُ

ترجمہ: میرے پاس تنگی نہ ہو تو بھی میں مہمان کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہوں کہ کہیں وہ ہمارے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے اور پھر کبھی دوبارہ مہمان بن کر نہ آجائے۔

مہمان کے لئے تکلف نہ کرے

حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تیرے پاس مہمان ٹھہرے تو ایسے تکلف میں نہ پڑنا جس کی تجھے گنجائش نہ ہو بلکہ اسے اپنے گھر کے کھانے میں سے کھلانا اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملنا۔ اگر تو اپنی گنجائش سے زیادہ تکلف میں پڑا تو قریب ہے تُو اس سے (دوبارہ) ناپسندیدہ چہرے سے ملے۔

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: لوگوں نے تکلف کی وجہ سے ملنا چھوڑ دیا کہ ان میں سے ایک اپنے بھائی کی دعوت کرتا اور تکلف سے کام لیتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوبارہ اس کے پاس آتے

ہوئے شرم محسوس کرتا ہے۔

مہمان کو کھلانے میں دیر نہ کرے

مہمان کے اکرام میں سے یہ بھی ہے کہ اسے جلدی کھانا دیا جائے اور جو بھی حاضر ہو پیش کر دیا جائے اور کسی غائب کا انتظار نہ کیا جائے اگرچہ وہ کوئی معزز شخص ہی کیوں نہ ہو۔

مہمان کو گوشت کھلانا

مہمان کی عزت افزائی میں سے سب سے بہتر یہ ہے کہ اسے گوشت کھلائے۔ بہترین گوشت وہ ہے جو موٹا اور خوب پکا ہوا ہو کہ ان دونوں چیزوں کا جمع ہونا نعمت کو کامل کرتا ہے۔ گوشت کھانے کے بعد کچھ میٹھا ہو تو یہ ایسا ہے گویا اس نے تمام اچھی چیزوں کو مہمان کے لئے جمع کر دیا۔ ہم نے جو کچھ ذکر کیا اسی بارے میں یہ فرمانِ الٰہی ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ (پ ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے مہمانوں کا جو اکرام کیا اس بارے میں تین قول ہیں: (1) حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے خود ان کی خدمت کی۔ (2) آپ کے گھر والوں نے بھی کی کہ وہ اپنے سروں پر کھانا اٹھا کر ان کی طرف لائے تھے۔ (3) حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے مہمانوں کو انتظار نہ کرایا بلکہ جلدی سے کھانا پیش کیا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ (پ ۱۲، ھود: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر کچھ دیر نہ کی کہ ایک بچھڑا بھنا لے آئے۔

یعنی مہمان نوازی میں کسی قسم کی تاخیر نہ کی۔ "حَنِيْذٍ" سے مراد پکا ہوا ہے۔

اور ارشادِ الٰہی ہے:

فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ (پ ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا۔

سب سے لذیذ گوشت

رَاغَ کا مطلب ہے تیزی سے جانا اور ایک قول کے مطابق اس لفظ سے مراد چھپ کر جانا ہے۔ منقول ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام گائے کی ران لے کر آئے تھے جسے "عجل" کہا گیا کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اسے جلدی اور بغیر توقف کے لائے۔ اللہ پاک نے اس گوشت کا وصف موٹا اور پکا ہوا ہونا بھی بیان کیا۔ گوشت میں سب سے عمدہ وہ ہے جو عربوں کے طریقے کے مطابق گرم پتھروں پر بھونا جائے۔

اللہ پاک نے طیبات (یعنی ستھری چیزوں) کے وصف کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور (ہم نے) تم پر منّ اور سلوٰی اتارا۔

(پ ۱، البقرۃ: ۵۷)

منّ و سلوٰی کیا ہے؟

"مَنّ" سے مراد شہد اور "سَلْوٰی" سے مراد پرندہ ہے اور گوشت کو معنوی لحاظ سے سلوٰی (یعنی تسلی بخش) کا نام دیا گیا کیونکہ اس کی موجودگی میں دیگر سالنوں کی پروا نہیں ہوتی اور کوئی سالن اس کے ہم پلّہ نہیں۔

پھر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ (پ ۱، البقرۃ: ۵۷) ترجمۂ کنزالایمان: کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔

آدمی کو جتنا کھانا مطلوب ہو اس میں کمی نہ کرے ورنہ اس کا بقدرِ حاجت خوراک چھوڑ دینا نہ اچھا ہے اور نہ اجر کا باعث جبکہ اس چھوڑ دینے میں نہ کوئی نیت شامل ہو اور نہ ہی اس کا کوئی لازمی سبب موجود ہو۔

زیادہ پیارا

حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرے مسلمان بھائیوں میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ پیارا (مہمان) وہ ہے جو زیادہ کھانے والا اور بڑے بڑے لقمے بنانے والا ہے اور وہ شخص مجھے بوجھ لگتا ہے جسے بار بار کہنا پڑے کہ کھاؤ کھاؤ۔

البتہ اگر کوئی شخص فقرا (غریبوں) کے ساتھ کھاتے ہوئے ان پر ایثار کرنے کے لئے یا کھانا کم ہے اس

لئے تھوڑا کھاتا ہے تو اچھی بات ہے۔

کھلانے میں اسراف نہیں

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اور آپ کے ساتھیوں کو کھانے کی دعوت دی تو انہوں نے کھانا کم کھایا۔ جب کھانا اٹھالیا گیا تو حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے فرمایا: آپ نے کھانا کم کھایا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: آپ نے کھانے میں کمی کی تو ہم نے بھی کم کھایا۔ پھر حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اور ان کے ساتھیوں کی دعوت کی تو انہوں نے کھانا زیادہ بنایا۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے ان سے فرمایا: ابو اسحاق! کیا آپ کو اسراف کا خوف لاحق نہ ہوا؟ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: کھانا کھلانے میں کوئی اسراف نہیں۔

(صاحب کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ایسا اس وقت ہے جب بھائیوں کو کھانا پیش کیا جائے تو اس میں رضائے الٰہی کی نیت ہو البتہ اگر فخر اور دکھاوے کے لئے کھانا کھلایا جائے تو اس میں اسراف آجائے گا۔

روزانہ دو اونٹ نحر کرنا

حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کھانا کھلانے میں سخی تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ روزانہ دو اونٹ نحر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا جویریہ بن اسماء رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا ایک اونٹ نحر کرتے تھے۔ آپ سے حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے فرمایا: کیا آپ ایک اونٹ روزانہ نحر کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرے بھائی! کیا یہ زیادہ ہے؟ خدا کی قسم! اب میں روزانہ دو اونٹ نحر کیا کروں گا۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا:

فَلَا زَادَنِیْ الْوَاشُوْنَ اِلَّا صَبَابَةً وَلَا كَثْرَةُ النَّاهِیْنَ اِلَّا تَمَادِیَا

ترجمہ: شکایتی لوگ میرے عشق کی آگ اور بھڑکا دیتے ہیں اور ٹوکنے والوں کی کثرت مجھے حد سے بڑھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

اور جیسا کہ دوسرے شاعر نے کہا:

اَغْرَاهُ عَذْلُكُمَا بِمَا يَهْوَاهُ وَكَاَنَّمَا عَذَرَاهُ اِذْ عَذَلَا

ترجمہ: اس کی پسندیدہ چیز پر تم دونوں نے ملامت کی، تمہاری ملامت نے اُسے اور اُکسایا گویا ملامت کر کے اسے بری کر دیا ہو۔

چنانچہ یہ اسراف نہیں ہوگا کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ اپنے احباب کو رضائے الٰہی کے لئے کھانا کھلاتے تھے۔

سخی کی ایک علامت

سخی کی ایک علامت یہ ہے کہ دیتے وقت اسے خود پر قابو نہیں رہتا اور جو اسے عطا کرنے میں ملامت کرے یا اسے منع کرے تو گویا اس نے سخی کو اور بھڑکایا اور اُکسا دیا۔

سیدہ عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی سخاوت

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سخاوت کرتیں تو ان کا ہاتھ رُکتا نہ تھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بہت فیاض تھیں، ایک مجلس میں آپ نے اٹھنے سے پہلے پہلے ایک ہزار درہم خیرات کر دیئے اور ایک مرتبہ 70 ہزار درہم تقسیم فرما دیئے حالانکہ آپ کی قمیص پیوند زدہ تھی اور اس روز آپ نے اپنا روزہ سرکہ و زیتون سے افطار کیا۔ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ان کو ایک موتی ہدیہ کیا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی، آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے اس کی قیمت رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواج مطہرات میں تقسیم فرما دی حتّٰی کہ حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے مالی تصرف پر پابندی لگا دوں۔ یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی حضرت عَبْدُ اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے ناراضی کا سبب بنی۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے ان سے بات نہ کرنے

کی قسم کھالی، پھر حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے ایک جماعت کے ساتھ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام کیا، آپ نے انہیں سلام کا جواب دیا۔ اس کے سبب آپ قسم سے نکل گئیں، چنانچہ آپ نے کفارے میں 40 غلام آزاد کئے (حالانکہ قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنے سے ادا ہو جاتا ہے)۔

سخاوت کا وصف کھلانے میں فرق نہیں کرتی

یہی وجہ ہے کہ کھانا کھلانے کی سخاوت کھلانے کے معاملے میں فرق نہیں کرتی اور نہ ہی لوگوں کے مراتب کو دیکھتی ہے، یہ بات سخی اور فیاض لوگوں کے اخلاق میں سے ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا عُمارہ بن یحییٰ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابنِ مَہدی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: لوگ کھانا کھا رہے ہوں اور کوئی فاسق یا خواہش کا پیروکار شخص آکر انہیں سلام کرے تو کیا وہ اسے کھانے کی دعوت دیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: بالکل، تاکہ تم میں سے ہر ایک بد اخلاقی سے بچے جیسے حرام سے بچتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا بِشر بن منصور رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن مہدی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جیسا کبھی نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: میں ایسے آدمی کو بھی اپنے کھانے پر مدعو کرتا ہوں کہ اگر وہ کھانا میں نے کتے کو ڈالا ہوتا تو میرے نزدیک اس بندے کے کھانے سے زیادہ اچھا ہوتا۔

عمدہ مہمان نوازی

حضرت سیِّدُنا جارود بن ابو سَبْرہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی بلال بن ابو بردہ نے مجھ سے کہا: کیا تم حضرت سیِّدُنا ابن عبد الاعلی بن عامر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ہاں کھانے پر جاتے ہو؟ میں نے کہا: بالکل۔ انہوں نے مجھ سے حضرت سیِّدُنا ابنِ عبد الاعلی بن عامر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے احوال بیان کرنے کو کہا تو میں نے کہا: آپ انتہائی خاموش طبیعت ہیں، ہم ان کی بارگاہ میں جاتے ہیں، جب وہ ہم سے بات کرتے ہیں تو اچھے انداز میں کرتے ہیں، جب ہم کچھ کہتے ہیں تو وہ اچھی طرح سنتے ہیں اور جب کھانے کا وقت ہو جاتا ہے تو باورچی ان کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس سے فرماتے ہیں: تمہارے پاس کھانے کی کون کون سی چیزیں ہیں؟ وہ کہتا ہے: میرے پاس اتنی بطخیں، اتنی مرغیاں اور اتنے قسم کے کھانے ہیں۔ یوں وہ تمام قسم کے کھانے گنواتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا جارود بن سمرہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے مجھ سے پوچھا: وہ ایسا اہتمام

کیوں کرتے ہیں؟ میں نے کہا: تاکہ ہر شخص اپنی پسندیدہ چیز کو چُن لے، جب دستر خوان لگا دیا جاتا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ایک جانب ٹیک لگا کر شتر مرغ کی طرح کشادہ ہو کر بیٹھ جاتے اور مُعاینہ کرتے اور انہیں کھانے پر ابھارتے ہیں حتّٰی کہ جب وہ دیکھتے کہ لوگ کھا کھا کر اکتا چکے ہیں تو آ کر کھانے سے محروم بھوکے شخص کی طرح کھانے لگ جاتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو کھانے کی ترغیب ملے۔

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے یہ شعر کہا:

حَيَّاكَ رَبُّكَ وَاصْطَبَحْتَ عَصِيْدَةً ۔۔۔ وَإِدَامُهَا زُبْدٌ فَزِيْلٌ وَّانْدِفْ

ترجمہ: خدا تمہیں زندگی دے اور تمہیں آٹے گھی کے حلوے کا ناشتہ ملے جس کا سالن مکھن ہو جسے تم ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھاؤ۔

شعر میں لفظ ''ذیل'' کا معنیٰ ہے: ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور اہلِ عرب کے نزدیک لفظ ''عصیدہ'' سے مراد آٹے کا بنا حلوہ ہے جسے عجمی لوگ ''حبولا'' کہتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن صالح رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس پسے ہوئے انار دانوں کا پیالہ تھا جسے آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ہر دو قسم کے کھانوں کے درمیان چاٹنے کے لئے رکھتے تھے تاکہ دونوں کھانوں کا فرق معلوم ہو۔

حلال غذا کھانے کے بعد کی دعا

رزقِ حلال کھانے کے بعد یہ کہنا چاہیے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِہٖ تَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْنَا طَیِّبًا وَّاسْتَعْمِلْنَا صَالِحًا یعنی تمام تعریفیں **اللہ** کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں پایہ تکمیل کو پہنچتی ہیں اور اس کی رحمت سے برکتیں نازل ہوتی ہیں، اے **اللہ**! ہمیں پاکیزہ کھانا کھلا اور نیک کام کی توفیق عطا فرما۔

اور ایسے شخص کو حلال کھانے پر **اللہ** پاک کا شکر کثرت سے کرنا چاہیے۔

مشتبہ چیز کھانے کے بعد یہ پڑھے

البتہ اگر کوئی شبہ والا کھانا کھائے تو یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ قُوَّۃً لَّنَا عَلٰی مَعْصِیَتِكَ وَلَا تُبْلِنَا بِکُفْرِ نِعْمَتِكَ یعنی ہر حال میں تمام تعریفیں **اللہ** پاک کے لئے ہیں، اے **اللہ**! اس کھانے کو

تیری نافرمانی میں ہمیں قوت دینے والا نہ بنا اور نہ ہی ہمیں اپنی نعمت کی ناشکری کی آزمائش میں ڈال۔

اور ایسے شخص کو کثرت سے غم اور استغفار کرنا چاہیے۔

اور اس کا معنیٰ و مفہوم وہی ہے جسے ہم نے ایک روایت میں بیان کیا، وہ روایت یہ ہے: جب تم میں سے کوئی اچھی بات دیکھے تو کہے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ یعنی تمام تعریفیں **اللہ** کے لئے ہیں جو نیکیوں کو مکمل فرماتا ہے۔“ اور جب ناپسندیدہ بات دیکھے تو کہے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ یعنی ہر حال میں تمام تعریفیں **اللہ** پاک کے لئے ہیں۔“[1]

ایک روایت میں ہے: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو یہ نہ کہے ”مزے سے کھاؤ“ کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے وہ کھانا ناجائز ذریعے سے حاصل کیا ہو البتہ اسے یہ کہنا چاہئے: ”**اللہ** پاک آپ کو پاکیزہ کھانا کھلائے۔“

دودھ پینے کے بعد کی دعا

دودھ پئے تو یہ دُعا پڑھنی چاہیے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا وَزِدْنَا مِنْهُ یعنی اے **اللہ**! تو نے ہمیں جو رزق دیا اس میں ہمیں برکت دے اور ہمیں اور زیادہ عطا فرما۔

اگر دودھ کے علاوہ کچھ اور پئے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا وَارْزُقْنَا خَیْرًا مِّنْهُ یعنی اے **اللہ**! تو نے ہمیں جو رزق دیا اس میں ہمیں برکت دے اور ہمیں اس سے بہتر رزق عطا فرما۔ یہ روایت رسول پاک صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے اسی طرح مروی ہے[2]، اس کی وجہ یہ ہے کہ دودھ کا نفع دیگر کے مقابلے میں تمام مسلمانوں کے لئے زیادہ عام ہے۔

پہلے لقمے پر بِسْمِ اللّٰه کہنا چاہیے اور دوسرے پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰن اور تیسرے پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کہنا چاہیے۔ تاکہ یہ ترتیبِ نزول کے مطابق ہو جائے، نیز بِسْمِ اللّٰه کو مصاحف میں پہلے لکھا جاتا ہے، ترتیب

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الادب، باب فضل الحامدين، ۴/ ۲۵۰، حديث: ۳۸۰۳

[2] ......ابو داود، كتاب الاشربة، باب مايقول اذا شرب اللبن، ۳/ ۴۷۵، حديث: ۳۷۳۰، نحوه

ابن ماجه كتاب الاطعمة، باب اللبن، ۴/ ۳۵، حديث: ۳۳۲۲، نحوه

بھی اسی طرح ہے۔

افطار کی ایک دعا

اور اگر روزہ دار ہو تو یوں کہے: ''اَللّٰھُمَّ لِوَجْھِکَ صُمْنَا وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی اے اللہ! ہم نے تیری رضا کے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کیا، تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں۔'' حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[1]

تین الگ الگ سانسوں میں پانی پینا

پانی پینے والے کو چاہئے کہ گلاس سے تین الگ الگ سانسوں میں پانی پئے، اس کے بعد رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا بھی پڑھے، اس کا حکم آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمان میں دیا: ''جب تم پیو تو تین سانسوں میں پیو، ایک ہی سانس میں نہ پیو کیونکہ یہ گلے سے آسانی سے اترنے والا، جلد ہضم ہونے والا اور شفا بخش ہے۔''[2]

کھانے اور پینے میں کن چیزوں سے بچیں؟

اور (حدیث پاک میں موجود لفظ) ''عَب'' ایک سانس میں بغیر وقفہ کئے پینے کو کہتے ہیں جیسے پرندوں میں سے کبوتر پانی پیتا ہے اور جب پینے کا ارادہ ہو تو گلاس میں پھونک نہ مارے یونہی جب کچھ کھانے کا ارادہ ہو تو کھانے میں پھونک نہ مارے کیونکہ یہ ممنوع ہے۔ ٹوٹے ہوئے برتن میں نہ پئے کیونکہ یہ میل کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ دستے (یا ٹوٹی سے منہ لگانے) سے بچے کیونکہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور کھڑے ہو کر پینا مکروہ ہے۔ پہلے گھونٹ میں بِسْمِ اللہ پڑھے، گھونٹ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے ایسے ہی تین مرتبہ بِسْمِ اللہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور اگر ہر گھونٹ پر بِسْمِ اللہ پڑھے تو اچھا ہے۔

---

[1] ......سنن الدار قطنی، کتاب الصیام، ۲/ ۲۲۲، حدیث: ۲۲۵۷ مختصرا عن ابن عباس

[2] ......ابو داود، کتاب الاشربۃ، باب فی الساقی متی یشرب، ۳/ ۴۷۴، حدیث: ۳۷۲۷ بتغیر قلیل

جامع صغیر، حرف المیم، ص ۵۰۰، حدیث: ۸۱۸۰

کھانے کے بعد پڑھے جانے والے اوراد

کھانے سے فارغ ہو کر "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھے کیونکہ اس میں لفظ "الصمد" ہے (جو اس ذات کا وصف ہے) جو کھلاتا ہے خود کھانے سے پاک ہے اور سورۂ وَالضُّحٰی پڑھے کیونکہ اس میں نعمتوں میں اضافے کا ذکر ہے اور سورۂ قریش پڑھے کیونکہ اس میں بھوک میں کھانا دینے کا ذکر ہے، پھر اُن الفاظ کے ساتھ حمد کرے جو نعمتیں دیئے جانے کے معنٰی پر مشتمل ہوں۔ چنانچہ یوں کہے: اَطْعَمْتَ مِنْ جُوْعٍ فَلَكَ الْحَمْدُ وَاٰمَنْتَ مِنْ خَوْفٍ فَلَكَ الشُّكْرُ وَاٰوَيْتَ مِنْ يُتْمٍ فَلَكَ الْحَمْدُ وَهَدَيْتَ مِنْ ضَلَالَةٍ فَلَكَ الشُّكْرُ وَاَغْنَيْتَ مِنْ عَيْلَةٍ فَلَكَ الْحَمْدُ یعنی تو نے بھوک میں کھلایا تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، تو نے خوف سے امن دیا تیرا شکر ہے، تو نے یتیم کو ٹھکانا دیا تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، تو نے گمراہ کو ہدایت دی تیرا شکر ہے، تو نے محتاج کو غنی کیا تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔

اور اگر تحمید کے الفاظ میں اس کا ذکر کرے تو بھی کوئی حرج نہیں کہ وہ یوں کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَ مِنْ جُوْعٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰی مِنَ الضَّلَالَةِ یعنی تمام تعریفیں **اللہ** کے لئے ہیں جس نے بھوک میں کھلایا، تمام تعریفیں **اللہ** کے لئے ہیں جس نے گمراہی سے ہدایت عطا فرمائی۔ پھر اسی انداز میں دیگر الفاظ ادا کرے۔

پھل پہلے کھائے جائیں

کھانے سے پہلے پھل کھانا (طبی لحاظ سے) زیادہ موافق ہے۔ قرآن پاک میں اس ترتیب کو یوں بیان کیا گیا ہے:

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۲۰، ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میوے جو پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں۔

اپنے بھائیوں سے پہلے اپنا ہاتھ کھانے سے نہ اُٹھائے، ایسا اس صورت میں ہے کہ وہ شرمندگی محسوس کرتے ہوں یا انہیں پیٹ بھرنے کی حاجت ہو۔ اگر میزبان کم کھاتا ہو تو اسے انتظار کرنا چاہیے حتّٰی کہ وہ کھانا شروع کر دیں اور پہلے کھانے لگیں پھر ان کے بعد وہ کھانے کو بیٹھ جائے تاکہ اس کا کھانا ان کے کھانے کے برابر ہو جائے۔ اگر مہمان علمائے کرام ہوں تو وہ اس کے اس عمل کو ناپسند نہیں کریں گے اور کثیر صحابۂ کرام

عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ایسا کیا ہے، جن میں حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا بھی ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ اس وقت کھانا کھایا کرتے تھے جب وہ آدھا کھالیتے تھے۔

کھلانے میں تکلف نہ برتے

کھانے کے معاملے میں اپنے بھائیوں کے لئے ایسا تکلف نہ برتے جس کی قیمت اس پر بھاری ہو یا اسے قرض لینا پڑے یا اسے کمانے میں مشقت اٹھانی پڑے یا شبہ والے مال میں پڑ جائے۔

ایک بصری کا کہنا ہے: ہم حضرت سیِّدُنا ابو عاصم شُمَیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے پاس گئے، ان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ انگلیاں چاٹتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اگر میں نے کھانا قرض پر نہ لیا ہوتا تو آپ کو اس میں شامل کرنا پسند کرتا۔

گھر والوں کو تکلیف میں نہ ڈالے

کوئی چیز موجود ہو تو اسے اپنے بھائیوں سے بچا کر نہ رکھے، نہ ہی اس چیز کے لئے مشقت اٹھائے جو موجود نہیں اور نہ اپنے گھر والوں کو تکلیف دے۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو اپنے گھر کھانے پر بلایا تو آپ نے فرمایا کہ تین شرطیں مان لو تو تمہاری دعوت قبول ہے: (1) مجھے وہ چیز پیش نہیں کرو گے جو تمہارے پاس نہیں ہے (2) ہم سے وہ چیز بچا کر نہیں رکھو گے جو تمہارے پاس ہے اور (3) اپنے گھر والوں کو تکلیف میں نہیں ڈالو گے۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان بھائیوں میں وہ بُرا ہے جس کے لئے تکلف کیا جاتا ہے۔

ایک ادیب نے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کی، اُس نے اسے کھانا پیش کیا پھر کہا: یہ ملاقات کے اعزاز کے لئے ہے، میں خاطر خواہ تیاری نہ کر سکا، اس لئے ممکن ہے کہ اس میں کچھ کسر باقی ہو کیونکہ جو میں پیش کرنا چاہتا تھا وہ نہیں کر سکا۔ اس کے بھائی نے جواب دیا: آپ میری مہمان نوازی کی خواہش رکھتے ہیں جبکہ آپ میرے لئے کافی تکلف کا بوجھ اُٹھا چکے ہیں۔

اسلاف کی سیرت میں ملتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کو دعوت دیتا تو ان کے پاس

جو کچھ ہوتا وہ پیش کر دیتا اور ان چیزوں میں سے پسندیدہ چیزیں مہمان کے لئے نکالتا تاکہ مہمان اپنی خواہش کے مطابق جو چاہے کھائے۔

انوکھا سخی

ایک بڑے سخی شخص کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتا تو اس کے پاس جو کچھ ہوتا وہ لوگوں کو بتا دیتا تاکہ انواع و اقسام کے کھانوں میں سے جسے جو پسند ہو وہ اس کے لئے سبقت کرے یا کوئی اس چیز کی آس نہ رکھے جو میزبان کے پاس نہ ہو۔ وہ لوگوں کو کھانا کھاتا چھوڑ دیتا حتّٰی کہ وہ کھانا کھا لیتے، جب وہ کھانے سے رُک جاتے تو وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھانا کھانے لگ جاتا اور لوگوں سے کہتا: بِسْمِ الله، کھانے میں میری مدد کرو، **اللہ** پاک تم پر برکتیں نازل فرمائے۔

اس شخص کے اس انداز کو بزرگانِ دین پسند فرمایا کرتے تھے۔

کسی شخص کے لئے کسی کے ہاں جا کر ان کے کھانا پیش کرنے کا انتظار کرنا سنت نہیں ہے کیونکہ یہ اچانک کسی کے پاس جانا ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُۙ (پ ۲۲، الاحزاب: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اِذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔

بن بلائے جانے کی مذمت

حدیثِ مبارک میں ہے: جو شخص بن بلائے دعوت میں گیا، فاسق بن کر گیا اور اس نے حرام کھایا۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو بن بلائے کسی دعوت میں گیا وہ چور بن کر گھسا اور غارت گری کر کے نکلا اور جس نے دعوت قبول نہیں کی اس نے **اللہ** اور رسول کی نافرمانی کی۔[2]

---

[1] ......مسند طیالسی، الجزء التاسع، ص ۳۰۶، حدیث: ۲۳۳۲

[2] ......ابوداود، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی اجابة الدعوة، ۳/ ۴۷۹، حدیث: ۳۷۴۱ بتقدم و تاخر

حدیث پاک میں دو طرح کے لوگوں کی مذمت بیان کی گئی ہے: ایک وہ جسے دعوت دی گئی لیکن اس نے قبول نہ کی تو اس میں دعوت دینے والے کو حقیر اور کم تر جاننے کا پہلو پایا جا رہا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو بن بلائے کسی کا مہمان بنے اس میں لالچ اور حرص کا پہلو پایا جا رہا ہے۔

کھانا کھانے والوں کے پاس اچانک جانا

اگر لوگ کھانا کھا رہے ہوں اور کوئی شخص اتفاق سے وہاں آجائے، لوگ اسے کھانے کی دعوت دیں اور وہ بندہ جانتا ہے کہ یہ لوگ میرے ساتھ کھانا کھانا پسند کرتے ہیں تو ان کے ساتھ کھانے میں حرج نہیں۔ کیونکہ اسے ان لوگوں کے کھانا کھانے کی خبر نہیں تھی، لہٰذا یہ اچانک کسی کے پاس جانے والی ممانعت میں داخل نہیں ہوگا۔ البتہ اگر ان لوگوں نے اسے کھانے کی دعوت دی اور یہ جانتا ہے کہ یہ لوگ میرے ساتھ کھانا کھانے کو پسند نہیں کرتے اور ان کا کھانے کی دعوت دینا حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ حیا اور شرم کی بنا پر ہے تو اب اس شخص کا ان کے ساتھ کھانا تناول کرنا مکروہ ہے۔

دعوت پر قسم دینا

حضرت سیِّدُنا رَقَبہ بن مَصْقَلہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو کوئی کھانے کی دعوت پیش کرتا تو آپ فرماتے: اگر تم مجھے قسم دوگے تو میں آؤں گا ورنہ نہیں آؤں گا۔ گویا وہ کسی کی قسم کو پورا کرنا واجب جان کر اس کے ذریعے میزبان سے کھانے کا جواز طلب کرتے اور شک کو دور فرماتے تھے۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ ”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے: جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قسم دے تو وہ اس کی قسم پوری کرے۔“[1] اسی حدیث مبارک میں یہ بھی ہے کہ ”جب کوئی مسلمان دعوت دے تو اسے قبول کرے۔“[2] دعوت قبول کرنا تو ویسے بھی ضروری ہے لیکن اگر کوئی قسم کے ساتھ دعوت دے تو اس کا قبول کرنا بدرجہ اولیٰ لازم ہو جاتا ہے۔

---

[1] ......بخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، ۱/ ۴۲۰، حدیث: ۱۲۳۹ بتغیر

[2] ......مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، ص ۹۱۹، حدیث: ۵۶۵۱

کھانے کے متعلق سوال جواب

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ اللہ امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اچانک کھانے پر حاضر ہونے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ایسا کرنے کے بارے میں حضرت سیِّدُنا ابراہیم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کراہت مروی ہے۔ اور فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو اس انتظار میں رہتا ہے کہ لوگ کھانا شروع کریں تو یہ ان کے پاس آئے۔

حضرت سیِّدُنا مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے پھر اس شخص کے بارے میں پوچھا جو بیٹھا کھا رہا ہو اور کسی دوسرے کو کھانے کی دعوت دے، حالانکہ اس کی نیت یہ نہیں کہ وہ بندہ اس کے ساتھ کھائے تو حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ متعجب ہوئے اور فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا اس کے کھانے میں سے کھائے۔

حضرت سیِّدُنا مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: پھر میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا جسے ولیمہ کی دعوت دی جاتی ہے یا کوئی شخص اسے کھانے پر بلاتا ہے، پھر جب وہ اس گھر میں داخل ہوتا ہے تو دستر خوان بچھا دیکھتا ہے، کیا اسے کھانا شروع کر دینا چاہیے؟ نیز کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مختلف قسم کے کھانے خاص اس کے لئے لائے جاتے ہیں جو دوسرے دستر خوان پر نہیں ہوتے تو حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بڑے حیرت زدہ ہوئے اور فرمایا: جب کسی نے کسی کو کھانے کی دعوت دی گویا اس نے اس پر کشادگی کا دروازہ کھولا اور جب کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو میزبان کے "کھائیے" کہنے سے پہلے اسے کھانا شروع کر دینا چاہیے۔

دعوت کا قاصد اجازت ہے

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دعوت میں مدعو شخص کے بارے میں مروی ہے کہ اگر وہ قاصد کے ساتھ آئے تو یہ اس کے لئے اجازت ہے، اندر آنے کے لئے اسے الگ سے اجازت لینا ضروری نہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو دعوت دی جائے پھر وہ قاصد کے ساتھ آئے تو یہ اس کے لئے اجازت ہے۔[1]

---

[1] ....ابو داود، کتاب الادب، باب الرجل یدعی ایکون ذلک اذنہ، ۴/۴۴۷، حدیث: ۵۱۹۰

دوسری روایت میں قاصد کے ساتھ آنے کی قید نہیں۔ چنانچہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: ایک مرد کی طرف دوسرے مرد کا قاصد اس کی اجازت ہے۔[1]

کیا دعوت قبول کرنے والے پر کھانا کھانا لازم ہے؟

علما کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب کسی کو دعوت دی جائے اور وہ قبول بھی کرلے تو آیا اس شخص پر کھانا کھانا لازم ہے یا صرف دعوت قبول کرنا کافی ہے؟ بعض علما فرماتے ہیں: اس شخص پر اپنے مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرنا لازم ہے کھانا ضروری نہیں، کیونکہ دعوت قبول کرنے کا حکم ہے اور اس میں مسلمان کے حق کی ادائیگی بھی ہے البتہ کھانا اس پر ضروری نہیں۔ جبکہ دوسرے علما یہ فرماتے ہیں: دعوت سے مقصد کھانا ہی ہوتا ہے اور دعوت قبول کرنے میں مقصود وہی کھانا ہوتا ہے جس کی وجہ سے دعوت دی اور قبول کی گئی تھی۔ ورنہ دعوت قبول کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ دعوت کے مقصود کی کوئی راہ ہی نہیں، ایسی دعوت تو محض زبانی جمع خرچ ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کو جب دعوت دی جاتی تو آپ سنت کی وجہ سے دعوت قبول فرماتے اور جب روزے کی حالت میں ہوتے تو کچھ بھی تناول نہ فرماتے۔ حضرت سیِّدُنا امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کو جب کھانے کی دعوت دی جاتی اور آپ روزے کی حالت میں ہوتے تو دعوت قبول فرماتے اور پھر اپنے ہاتھوں سے لقمہ تیار کرکے ارشاد فرماتے: کھاؤ، **اللہ** کا نام لے کر کیونکہ میں روزہ دار ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو قبول کرلے، پھر اگر بے روزہ ہو تو کھالے اور اگر روزہ دار ہو تو دعا کردے۔

جو شخص بھوکا ہو اور اپنے مسلمان بھائی کے پاس کھانا کھانے کے ارادے سے جائے جبکہ اس بھوکے مسلمان کو اُس کے ہاں کھانے کا انتظار نہ کرنا پڑے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اسلامی حقوق اور دینی اُخوت کی حرمت کی وجہ سے مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر اس بات کا حق رکھتا ہے کہ وہ اس کی بھوک دور کرے

---

[1] ......ابوداود، کتاب الادب، باب الرجل یدعی ایکون ذلک اذنہ، ۴/۴۴۷، حدیث: ۵۱۸۹

اور اس کی ستر پوشی کرے، لہٰذا اپنے بھائی کے پاس کھانے میں اس کی یہ نیت ہونی چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کے مال سے اس کے بھائی کے لئے نکلوا رہا ہے تاکہ اس معاملے میں **اللہ** پاک اسے اجر عطا فرمائے اور اسے وہ بات بتائے جو یہ نہیں جانتا کیونکہ اگر اس کے بھائی کو معلوم ہو جائے کہ وہ اس کے پاس آ رہا ہے تو اسے کھانا کھلانے میں جلدی کرے گا خواہ وہ کھلانا فرض ہو یا نفل۔ کسی کے لئے کھانا طلب کرنے میں وہ اجر کا مستحق ہے ایسے ہی خود کو اس کے قائم مقام رکھنے کے سبب وہ خود کو کھلانے پر اجر پائے گا اور اپنے بھائی کو ثواب والا کام کروانے پر اس کے ساتھ ثواب میں شریک ہو گا، جیسا کہ مسلمان کو نیکی کی طرف راہ نمائی کرنے پر اجر دیا جاتا ہے۔

سب سے افضل صدقہ

چنانچہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ عمومی فرمان ہے: "نیکی کی طرف راہ نمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔[1]" اور خاص فرمان یہ ہے: "مرد اپنے ذی رحم قریبی رشتہ دار پر جو صدقے کا حکم دے اس سے افضل صدقہ کوئی نہیں کہ یہ اس کے لئے صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔"[2] تو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی غیر پر صدقہ کرنا۔

ایک بار حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کو بھوک لگی تو انہوں نے حضرت سیِّدُنا ابو ہیثم بن تیہان اور حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے گھر کا ارادہ کیا۔ حضرت سیِّدُنا ابو ہیثم اور حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے ان کے لئے بھیڑ کا بچہ ذبح کیا اور اس میں سے کچھ گوشت پکایا اور کچھ بھون دیا۔ ان دونوں نے ان حضرات کے اس طرح اچانک آنے کو ناپسند نہیں کیا۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو روٹیوں کے درمیان گوشت کا ایک ٹکڑا رکھ کر حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے گھر بھیج دیا۔

ایک فراخ دست قوم کی عادت

فراخ دست اور اہل محبت میں سے ایک قوم کی یہ عادت تھی کہ وہ خود ہی اپنے بھائیوں کی طرف چلے

---

[1] ......ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء الدال علی الخیر کفاعلہ، ۴/۳۰۵، حدیث: ۲۶۷۹

[2] ......ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب استحباب ایثار المرء... الخ، ج ۴، ص ۷۸، ۷۷، حدیث: ۲۳۸۵، ۲۳۸۶ بتغیر

جاتے اور اپنے احباب کی طرف خود آنے کو ان کے لئے تحفہ قرار دیتے۔ وہ بن بلائے اپنے دوستوں کی طرف جاتے اور ان کے نہ بلانے پر خود ہی ان کی طرف سے عذر نکالتے اور دلائل دیتے ہیں جیسا کہ ایسا کرنے والے ایک ادیب کے بارے میں کہا گیا ہے:

نَحْنُ قَوْمٌ مَتٰی دُعِیْنَا اَجِبْنَا وَمَتٰی نُنْسَ یَدْعُنَا التَّطْفِیْلُ

وَنَقُلْ عَلَّنَا اِذْ دُعِیْنَا فَغِبْنَا وَاَتَانَا فَلَمْ یَجِدْنَا الرَّسُوْلُ

ترجمہ: ہم وہ لوگ ہیں جنہیں بلایا جائے تو دعوت قبول کرتے ہیں اور اگر بھلا دیا جائے تو ہم طفیلی بن کر آجاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں شاید ہمیں دعوت دی گئی ہو مگر ہم (گھر میں) موجود نہ تھے یا کوئی بلانے والا آیا ہو لیکن ہم سے نہ ملا ہو۔

ایک شخص خود کو دعوت دیتے ہوئے کہتا ہے:

دَعَوْتُ نَفْسِیْ حَیْثُ لَمْ تَدْعُنِیْ فَالْحَمْدُ لِیْ لَا لَکَ فِی الدَّعْوَۃ

وَقُلْتُ ذَا اَحْسَنُ مِنْ مَوْعِدٍ اُخْلِفُہٗ یَدْعُوْ اِلٰی جَفْوَۃ

ترجمہ: جب مجھے دعوت نہ ملی تو میں نے خود کو دعوت دی، لہٰذا اس دعوت میں تعریف میری ہے نہ کہ تیری اور میں نے دل میں کہا کہ یہ اس سے کتنا اچھا ہے کہ میں دعوت کی حامی بھروں اور اسے پورا نہ کروں اور یہ بے وفائی قرار پائے۔

خلاصۂ کلام

اس معاملے میں عقل مندوں کے لئے فیصلہ کن بات یہ ہے کہ کانوں سنی بات آنکھوں دیکھی بات جیسی نہیں ہوتی لہٰذا جسے آنکھوں سے دیکھو کہ اس دل کے امیر آدمی کے ساتھ ایسا بے تکلفی کا معاملہ اچھا، روا اور قابل تعریف ہوتا ہے اور اس آدمی کا ایسا ہی طرز عمل ہے تو جب اس کی ذات کے باہر ایسی بے تکلفی کی گواہی ملتی ہو اور تمہیں اپنی ذات کے اندر بھی اس کے جیسے طرز عمل کی نشانی ملتی ہو تو ایسے دو گواہوں کی موجودگی میں اب جیسے چاہو تصرف کرو تمہارا تصرف نافذ ہوگا۔ اسی کے متعلق ہم کہتے ہیں:

فَقُلْتُ اشْهَدِ وَاشْهَدْ اَنَّ حُکْمًا سَیَظْهَرُ حِیْنَ یَشْهَدَ شَاهِدَانِ

ترجمہ: میں نے کہا گواہی دو گواہی دو کہ جب دو گواہ گواہی دیں گے تو عنقریب فیصلہ سامنے آجائے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی شے اپنے اہل کے ساتھ ہی مناسب ہوتی ہے جیسے کوئی بھی شے اپنے اہل

کے ساتھ ہی اچھی لگتی ہے۔

مہمان نوازی کی چند سنتیں

مہمان نوازی کا ایک سنت طریقہ یہ بھی ہے کہ میزبان مہمان کو رخصت کرنے کے لئے دروازے تک جائے۔ مہمان کا بغیر اجازت میزبان کے گھر سے چلے جانا سنت نہیں اور نہ ہی یہ سنت ہے کہ مہمان کسی کے گھر میں تین دن سے زیادہ ٹھہرا رہے حتّٰی کہ اسے مشقت میں ڈال دے یا اس سے میزبان اُکتا جائے تو اس کی وجہ سے دونوں گناہ گار ہوں گے۔ اس کے (یعنی تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کے) متعلق روایت پہلے گزر چکی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اگر کوئی تم سے ملنے آئے تو کھانے کے لئے اس وقت جو موجود ہو پیش کر دو اور اگر تم خود کسی کو بلاؤ تو کچھ بھی باقی نہ چھوڑو (یعنی جو کچھ اسے کھلا سکتے ہو کھلاؤ)۔

تکلف کی ممانعت

روایت میں ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ہم حضرت سیِّدُنا جابر بن عَبْدُ اللہ انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ہمیں روٹی اور سرکہ پیش کر کے فرمایا: اگر ہمیں تکلف سے منع نہ کیا گیا ہوتا تو میں ضرور تمہارے لئے تکلف کرتا۔

حضرت سیِّدُنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں منقول ہے کہ کچھ لوگ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملنے آئے تو آپ نے ان کے سامنے جو کی روٹی کے ٹکڑے پیش کئے اور اپنی کھیتی کی سبزی تیار کی۔ پھر ارشاد فرمایا: کھاؤ! اگر **اللہ** پاک نے تکلف کرنے والوں پر لعنت نہ فرمائی ہوتی تو میں تمہارے لئے ضرور تکلف کرتا۔

تکلف کرنے والوں پر لعنت کرنے کی وجہ

تکلف کی وجہ سے جن پر لعنت کی گئی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مخلوق کے لئے تَصَنُّع اور بناوٹ کرتے ہیں، مال کی کثرت اور فخر کے لئے خود کو ریاکاری اور شہرت سے مزین کرتے ہیں۔ یہ **اللہ** پاک کا قرب حاصل کرنے کے لئے یہ عمل نہیں کرتے اور نہ اُس نیکی کو حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں جو **اللہ** پاک کے پاس باقی رہنے والی ہے۔

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک اور دیگر صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کے بارے میں مروی ہے کہ وہ خشک روٹی کے ٹکڑے اور کم درجے کی کھجوریں مہمان کے سامنے رکھ کر فرماتے: ہم نہیں جانتے کہ دونوں میں سے کس کا گناہ زیادہ ہے اس کا جو پیش کی گئی چیز کو حقیر جانے یا اس کا جو اپنے پاس موجود چیز پیش کرنے کو حقیر جانے۔

مل کر کھانے کی فضیلت

(تکلف نہ کرنے کے متعلق) اسی طرح کا مفہوم ایک روایت میں بھی ہے۔[1] حضرت سیِّدُنا انس اور ایک اور صحابی رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمَا سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کے پاس جو چیز موجود ہوتی مہمان کے قریب کر دیتے اور فرماتے: مل کر کھانا حُسنِ اَخلاق سے ہے۔ ایک روایت میں ہے: مل کر کھانا اہلِ جنت کے اخلاق میں سے ہے۔

روایت میں ہے: صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان اکٹھے ہو کر قرآن مجید پڑھتے اور ذکر کرتے پھر کچھ نہ کچھ کھا کر الگ ہوتے تھے۔ کبھی صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کسی ایک کے گھر میں جمع ہو جاتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو اپنے میں سے ایک کو امام بناتے جو ان کو نماز پڑھاتا، یہ ہمارے اسلاف کا انداز تھا۔

مخصوص کھانے کی فرمائش کرنا

مہمان کو چاہیے کہ کسی مخصوص کھانے کی فرمائش نہ کرے کہ بسا اوقات اسے پیش کرنا میزبان پر دُشوار ہوتا ہے۔ ویسے بھی نیک لوگوں کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ کسی کو دینی یا دنیوی معاملات میں مشقت میں ڈالیں کہ یہ قناعت سے خارج اور تنگی میں داخل ہے۔ اگر میزبان دو قسم کے کھانوں میں اختیار دے تو مہمان اسے اختیار کرے جو اس کے قریب ہو اور جس میں اس کے لئے آسانی ہو کہ یہی سنت ہے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ جب بھی حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کو اختیار فرمایا۔[2]

اگر میزبان اہلِ محبت اور سخی ہو اور مہمان یہ جانتا ہو کہ اگر میں اس سے کوئی فرمائش کروں گا تو وہ اسے

---

[1] ……شعب الایمان، باب فی اکرام الضیف، ۷/ ۹۴، حدیث: ۹۶۰۱

[2] ……بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی، ۲/ ۴۸۹، حدیث: ۳۵۶۰

پسند کرے گا، ایسی صورت میں فرمائش کرنے میں حرج نہیں۔ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے (اپنے شاگرد) امام زعفرانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ساتھ بغداد میں اسی طرح کا معاملہ کیا تھا۔ چنانچہ

حکایت: مہمان کی فرمائش پر خوشی کا اظہار

حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ محلہ زعفرانی میں حضرت سیِّدُنا امام زعفرانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے مہمان تھے۔ حضرت سیِّدُنا امام شافعی اور حضرت سیِّدُنا امام زعفرانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا ایک ساتھ جمعہ کے دن نماز کے لئے نکلتے اور حضرت سیِّدُنا امام زعفرانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اچھے کھانوں کی فہرست بنا کر اپنی خادمہ کو دے دیا کرتے۔ ایک دن حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے وہ فہرست منگوائی اور دیکھ کر اپنی پسند کا کھانا اس میں بڑھا دیا۔ حضرت سیِّدُنا امام زعفرانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک کھانا زائد تیار دیکھ کر خادمہ سے کہا: میں نے تو اس کا حکم نہیں دیا تھا؟ خادمہ نے بتایا کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فہرست میں اپنے ہاتھ سے ایک کھانا بڑھایا ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام زعفرانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: مجھے فہرست دکھاؤ۔ تو خادمہ نے وہ فہرست جس میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی تحریر تھی ان کی طرف بڑھا دی۔ جب آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی نظر حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی تحریر پر پڑی تو بہت خوش ہوئے اور خوشی و مسرت میں باندی کو آزاد کر دیا۔

مسلمان بھائی کی خواہش پوری کرنے کی فضیلت

اگر میزبان مہمان سے اس کی خواہش ظاہر کرنے کا کہے یا اس کی خواہش پوچھے تو اپنی خواہش بتانے میں حرج نہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ میزبان کی فضیلت کا باعث بنے گا، اس بارے میں ہم نے بہت سی روایات ذکر کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ”جس نے اپنے بھائی کی خواہش پوری کی **اللہ** پاک اس کی مغفرت فرمادے گا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کو خوش کیا اس نے **اللہ** پاک کو راضی کیا[1]۔“[2]

کھانے کے بعد خلال کرنا

کھانا کھانے کے بعد خلال کرنا اچھا طریقہ ہے اسے نہ چھوڑے مگر لوگوں کے سامنے ایسا کرنا خلافِ

---

[1]......الکامل لابن عدی، ۶/ ۱۱۳، رقم: ۱۲۲۹: عمر بن شاکر

[2]......یہاں سے کچھ عبارت کا ترجمہ متروک ہے جسے اہل علم احباب کے لئے کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔

ادب ہے۔ ہاں اگر لوگوں سے ہٹ کر کسی کونے میں جا کر خلال کرتا ہے تو درست ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ فرشتوں کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز یہ لگتی ہے کہ وہ کسی بندے کے دانتوں کے درمیان کھانے کے ذرات دیکھیں۔[1]

دانتوں کے درمیان سے کوئی چیز زبان سے چُھڑائے تو اسے نگل لے اور خلال سے جو نکالے اسے پھینک دے۔ خلال کرنے کے بعد پانی نہ پیئے یہاں تک کہ کلی کر لے کہ اس کے متعلق اہلِ بیت کرام سے ایک روایت منقول ہے۔

برتن میں ہاتھ دھونا

(کھانے کے بعد) برتن میں ہاتھ دھونے میں حرج نہیں بلکہ سارے مل کر برتن میں ہاتھ دھو لیں یہاں تک کہ برتن پانی سے بھر جائے۔ لوگ برتن میں ہاتھ دھو رہے ہوں تو اس میں تھوکنا ادب کے خلاف ہے، ہاں اکیلا ہے تو حرج نہیں۔ جس برتن میں ہاتھ دھوئے جا رہے ہیں وہ ایک کے بعد دوسرے کی طرف بڑھانا تاکہ وہ بھی اس میں ہاتھ دھوئے ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ متکبروں کا طریقہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جو احکامات لکھوائے اور مسلمانوں کو جو نصیحتیں کیں ان میں ایک یہ ہے کہ آپ نے لشکر کے سپہ سالاروں کو لکھا: لوگوں کو حکم دو کہ وہ ایک ہی تھال میں مل کر ہاتھ دھوئیں اور جب تھال بھر جائے تو اسے اٹھالیا جائے اور عجمیوں سے مشابہت اختیار نہ کرو۔

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ دعوت میں گئے تو حضرت سیِّدُنا ثابت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے سامنے تھال پیش کیا گیا تاکہ اس میں ہاتھ دھوئیں، لیکن حضرت سیِّدُنا ثابت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے منع فرمادیا۔ حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: جب تمہارا بھائی تمہیں عزت دے تو اسے قبول کرو، رَد نہ کرو کیونکہ یہ عزت اللہ پاک نے بخشی ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ایک ہی برتن میں مل کر ہاتھ دھوؤ اور عجمیوں کے طریقے پر نہ چلو۔

---

[1] ......معجم کبیر، ۴/۱۷۷، حدیث: ۴۰۶۱

لوگوں کے ہاتھ دھونے کے بعد اگر کوئی تھال میں تھوکے اور اس تھال کو اٹھالیا جائے تو حرج نہیں۔ ہاتھ دھلانے والا خادم کھڑے ہو کر ہاتھ نہ دھلائے بلکہ بیٹھ کر ہاتھ دھلائے کہ اس میں عاجزی ہے۔ لوگ کھانا کھا رہے ہوں اور خادمین کھانے کی جگہ کھڑے ہوں یہ مکروہ ہے، کیونکہ یہ بادشاہوں کا طریقہ ہے۔

حکایت: علم کی عزت

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے (جلیل القدر محدث) حضرت سیِّدُنا ابو معاویہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو دعوت دی جو آنکھوں سے نابینا تھے، خلیفہ نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ جب حضرت سیِّدُنا ابو معاویہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کھانے سے فارغ ہوئے تو خلیفہ نے تھال میں ان کا ہاتھ دُھلایا۔ ہاتھ دھلانے کے بعد جب تھال اٹھالیا گیا تو خلیفہ نے حضرت سیِّدُنا ابو معاویہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے ہاتھوں پر کس نے پانی ڈالا؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ خلیفہ نے کہا: امیر المؤمنین نے۔ حضرت سیِّدُنا ابو معاویہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: آپ نے علم کا اِکرام کیا اور اسے عزت دی تو جس طرح آپ نے علم کا اکرام کیا اسی طرح **اللہ** پاک آپ کو عزت وبزرگی سے نوازے۔

کھانے کے بعد کی دعا

کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا کَافِیْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَّلَا یَکْفِیْ مِنْہُ شَیْءٌ کُنْ کَافِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی لَایَبْقٰی سِوَاکَ شَیْءٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا دَائِمًا طَیِّبًا نَافِعاً مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا اَنْتَ اَھْلُہٗ وَمُسْتَحِقُّہٗ اَللّٰھُمَّ اَطْعَمْنَا طَیِّبًا وَّاسْتَعْمَلْنَا صَالِحًا اِجْعَلْہُ عَوْنًا لَّنَا عَلٰی طَاعَتِکَ وَنَعُوْذُبِکَ اَنْ نَّسْتَعِیْنَ بِہٖ عَلٰی مَعْصِیَتِکَ۔

یعنی تمام تعریفیں **اللہ** کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی، ٹھکانا دیا اور وہ ہمارا سردار ومالک ہے۔ اے وہ ذات جو سب سے زیادہ کفایت کرنے والی ہے اور جس کے علاوہ کفایت کرنے والا کوئی نہیں۔ اے **اللہ**! تو ہمیں ہر چیز سے کافی ہو جا حتّٰی کہ تیرے علاوہ کوئی بھی نہ ہو۔ **اللہ** پاک ہی کے لئے حمد ہے کثیر، دائمی، پاکیزہ، نافع، برکت والی حمد، ویسی حمد جس کا تو اہل و مستحق ہے۔ اے **اللہ**! تو نے ہمیں حلال کھلایا ہے، ہمیں نیک کام کی توفیق دے اور اسے اپنی عبادت پر مدد کا سبب بنا اور تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہم اس کے ذریعے تیری نافرمانی پر مدد چاہیں۔

کس کھانے پر حساب نہیں؟

اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر کھانے کے بہت سے فضائل ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بندہ جو کچھ اپنے اوپر، اپنے ماں باپ پر اور دوسروں پر خرچ کرتا ہے اس کا بروز قیامت حساب لیا جائے گا البتہ جو کچھ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی دعوت پر خرچ کرتا ہے (اس کا حساب نہ ہو گا) اور **اللہ** پاک اس کے بارے میں سوال کرنے سے حیا فرماتا ہے۔

بعض علما فرماتے ہیں: بندے سے اس کھانے کا حساب نہ لیا جائے گا جو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھائے۔ نیز بعض علما سے منقول ہے کہ وہ اسی وجہ سے اپنے بھائیوں کے ساتھ زیادہ کھاتے تھے۔

مروی ہے کہ جب دوست کھانے سے ہاتھ کھینچ لیں تو ان کا بچا ہوا کھانا کھانے والے سے حساب نہیں ہو گا۔[1]

حدیث پاک میں ہے کہ تین کھانے ایسے ہیں جن پر حساب نہیں: (1) سحری کا کھانا (2) افطار کا کھانا اور (3) جو کھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کھایا جائے۔[2]

حساب و کتاب سے مستثنیٰ لمحات

حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تم دستر خوان پر اپنے بھائیوں کے ساتھ بیٹھو تو زیادہ دیر بیٹھو کہ یہ ساعتیں تمہاری عمر میں شمار نہیں ہوتیں (یعنی ان کا حساب نہیں ہو گا)۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: فرشتے تم میں سے ہر ایک کے لئے رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں جب تک اس کا دستر خوان اس کے سامنے ہو یہاں تک کہ اسے اٹھالیا جائے۔[3]

ان روایات کے پیشِ نظر ہونے کے باوجود جس کی اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ بچا ہوا کھانے میں کوئی نیت نہ ہو تو میرے نزدیک کم کھانا پسندیدہ عمل ہے کیونکہ اس میں دنیا سے کنارہ کشی اور بے رغبتی ہے۔

---

1 ....اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آداب الاکل، الباب الثالث، ۵ / ۲۱۲

2 ....مسند الفردوس، ۱ / ۳۱۹، حدیث: ۲۳۲۴ بتغیر قلیل

3 ....معجم اوسط، ۳ / ۳۲۴، حدیث: ۴۷۲۹ دون "حتی یرفع"

یونہی جس کی بچا ہوا کھانا پیش کرنے میں کوئی نیت نہ ہو تو اس کے لئے کسی کو بقدر کفایت سے زیادہ کھانا پیش کرنا مکروہ ہے حالانکہ بچا ہوا کھانا پیش کرنے میں اس روایت کو پیش نظر رکھا جاسکتا ہے کہ "جو بچا ہوا کھانا کھائے گا اس سے حساب نہیں لیا جائے گا"[1] اور کھانے والوں کی تعداد بڑھانے کا ارادہ کیا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعے زیادہ اجر کمایا جاسکتا ہے۔ البتہ اتنی مقدار میں کھانا پیش کرنا مکروہ نہیں جتنی مہمان کی خوراک ہو یا جتنی مقدار کھانے والے کو پسند آئے اور وہ اس کھانے میں سے کچھ نہ چھوڑے نیز میزبان یا اس کے گھر والے اس کھانے کی واپسی کی امید نہ رکھیں، کیونکہ انہوں نے اس کھانے کو **اللہ** کے نام پر نکال دیا ہے، اب اس کھانے کی واپسی کی امید رکھنا ناپسندیدہ ہے۔ مثلاً کسی نے روٹی یا روٹی کا ٹکڑا فقیر کو دینے کے لئے نکالا لیکن فقیر نہ ملا تو اس شخص کو یہ چیز اپنے گھر میں واپس لانا ناپسندیدہ ہے، اب یہ کسی دوسرے فقیر کو دے دے۔ اسی طرح کسی نے فقیر کو دینے کے لئے درہم نکالا، پھر فقیر نہ ملا تو وہ اس درہم کو واپس گھر نہ لائے اور نہ اپنے مال میں ملائے بلکہ کسی دوسرے فقیر کو دے دے۔ اگر کسی کو کھانا کھلانے میں غیرِ خدا کا ارادہ کرتا ہے تو ایسا کرنا بھی مکروہ ہے۔

فخر و زینت والا کھانا نہ کھائے

اگر کوئی لوگوں کے سامنے کھانا پیش کرے اور اس میں سے کچھ کھانا واپس آنے کی خواہش رکھے، یا یہ پسند کرے کہ لوگ پورا کھانا نہ کھائیں تو اس کا یہ کھانا پیش کرنا تَصَنُّع (بناوٹ) اور فخر و زینت کے طور پر ہوگا۔ جس کو کھانا پیش کیا گیا ہے وہ اس بات کو جانتا ہے تو تقویٰ کی بنا پر اس کو یہ کھانا مستحب نہیں، کیونکہ جو کھانا پیش کیا گیا ہے وہ دکھاوا اور زینت کے لئے ہے، متقی اور پرہیزگار ایسا کھانا نہیں کھاتے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ میزبان کتنی مقدار کھلانا پسند کرتا ہے۔

فخر و مباہات والی دعوت قبول کرنے کی ممانعت

حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ہمیں اس کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے جو کھانے پر فخر کرے۔

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آداب الاکل، الباب الثالث، ۵/ ۶۱۲

صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی ایک جماعت نے اس کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے جو فخر اور ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کے لئے ہو۔ اس نیت سے اپنے مسلمان بھائیوں کو کھانا پیش کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس نے اس کھانے کو پیش کیا ہے جس کو کھانا اس کے مسلمان بھائی ناپسند کرتے ہیں اور لوگوں پر اپنی نیت پوشیدہ رکھی جسے وہ نہیں جانتے۔

حدیثوں میں اس طرح کی روایات مذکور ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے سے کبھی بھی بچا ہوا کھانا نہیں اٹھایا گیا، نہ روٹی اور نہ اس کے علاوہ کچھ۔[1] دوسری روایت میں ہے: (راوی کہتے ہیں:) میں نے جب بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کھانے کے برتن کو اٹھایا تو اس میں کبھی بھی بچا ہوا کھانا نہیں پایا۔[2] ایسا اس وجہ سے بھی ہے کہ اسلاف اخلاص پسند تھے اور اتنی ہی مقدار کھانا مہمان کو پیش کرتے تھے جتنا وہ کھا سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ لوگ کم کھایا کرتے تھے اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے، اس وجہ سے بھی ایسا ہوتا تھا۔

اسلاف کا طرزِ عمل

میزبان کو چاہیے کہ مہمان کے سامنے کھانا پیش کرنے سے پہلے اپنے گھر والوں کے لئے کھانا الگ کر لے تاکہ وہ اس کھانے میں سے کچھ واپسی کی خواہش نہ کریں کہ یہ ناپسندیدہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کھانے میں سے کچھ بھی نہ بچے تو یہ کھانے والوں کی طرف سے زیادتی ہوگی، دلوں میں ان کی طرف سے تنگی آئے گی اور یہ بات ان پر کھلانے کے اکرام سے زیادہ دکھ کا باعث ہوگی یا اس سے گھر والوں کو نقصان ہوگا جو کہ بنیادی خرابی کا باعث ہے، البتہ یہ الگ بات ہے کہ میزبان کی طرح اس کے اہلِ خانہ کا حال بھی علم اور یقین والا ہو کہ وہ کھانا کھلانے میں اپنے حصے کو مہمانوں اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے ایثار کرنے والے ہوں۔ ایسا کرنا کریموں کے اخلاق میں سے اور اسلاف کا طرزِ عمل ہے۔

میزبان وہی کھلائے جس کا کھلانا اسے پسند ہو

میزبان کو مہمان کے سامنے ہر چیز پیش نہیں کرنی چاہیے بلکہ وہی پیش کرے جو مہمان کو کھلانا پسند

---

[1]......ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الشواء، ۴/ ۱۳، حدیث: ۳۳۱۰ مختصراً

[2]......لم نجد

کرے یا اتنی ہی مقدار میں پیش کرے جتنا مہمان کو کافی پہلی صورت میں بچے ہوئے کھانے کی فضیلت حاصل کرے گا یا دوسری صورت میں وہ کھانا پیش کر کے واجب پر عمل کرے گا جو بقدر حاجت ہو اور اس میں کچھ باقی نہ بچے۔ حدیث پاک میں بھی جو مذکور ہوا کہ "حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے سے کبھی بھی بچا ہوا کھانا نہیں اٹھایا گیا"(1) تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ حضرات اتنا کھانا ہی پیش کرتے تھے جتنا کھانے کو کافی ہو اور وہ بھوک سے زیادہ نہیں کھاتے تھے اور نہ ہی دلی خواہش کے ہوتے ہوئے کھانا چھوڑتے تھے کیونکہ وہ لوگ میانہ روی اور کفایت شعاری کرنے والے تھے۔

یہ بات جو مذکور ہوئی کہ جتنا کھانا کافی ہو اتنا ہی پیش کرے یہ اس وجہ سے ہے کہ بچا ہوا کھانا واپس نہ آئے اور سنت کے مطابق بھی ہو جائے اور زیادہ کھانا اس نیت سے پیش کرنا تاکہ بچا ہوا کھانا زیادہ واپس آئے تو یہ بھی اچھی نیت ہے جیسا کہ روایت میں آیا ہے: جو بچا ہوا کھانا کھائے اس کا حساب نہیں لیا جائے گا۔(2)

کھلانے میں تاخیر کرنا

جب لوگ کھانے کے لئے جمع ہوں تو میزبان کھانا دیر سے لانے کا حکم نہ دے، ہو سکتا ہے کہ ان میں کوئی ایسا ہو جسے پہلے کھانے کی طلب ہو۔ ہاں اگر تمام ہی لوگ کھانے کی تاخیر پر متفق ہوں تو کھانا دیر سے لانے میں حرج نہیں۔ یونہی میزبان صرف اپنی وجہ سے کھانا جلدی لانے کا حکم نہ دے۔

نماز اور کھانا دونوں جمع ہو جائیں تو کیا کرے؟

جب نماز اور کھانا دونوں کا وقت ہو جائے تو اگر دل کھانے کی طرف مائل ہو اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ کھانا کھا لے گا (اور نماز کا وقت بھی باقی رہے گا) تو پہلے کھانا کھائے۔ اور اگر دل میں اس وقت کھانا کھانے کی خواہش نہیں یا وقت تنگ ہے یا اگر کھانا کھانے بیٹھے تو وقت زیادہ لگ جائے گا تو اس صورت میں پہلے نماز پڑھے اس کے بعد کھانا کھائے۔

---

1 ......ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الشواء، ۴/۳۱، حدیث: ۳۳۱۰

2 ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آداب الاکل، الباب الثالث، ۵/۶۱۲

زمین پر بیٹھ کر کھانا

زمین پر بیٹھ کر کھانا مستحب ہے، کیونکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اسے زمین پر رکھتے[1] اور اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے[2] اور ارشاد فرماتے: میں ٹیک لگا کر کھانے والا نہیں،[3] میں بندہ ہوں، اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اسی طرح پیتا ہوں جس طرح بندہ پیتا ہے۔[4] بسا اوقات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھانے کے لئے دوزانو بیٹھا کرتے[5] اور کبھی الٹا پاؤں بچھا کر اور سیدھا گھٹنا کھڑا کر کے بیٹھتے،[6] جس طرح اہلِ عرب آج تک بیٹھ کر کھاتے ہیں۔

دستر خوان پر کھانا

دستر خوان پر کھانا سنت ہے اور مسافروں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے ساتھ دستر خوان بھی زادِ راہ کے طور پر رکھیں۔ سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ اور بہترین تقویٰ توحید اور بہترین توحید **اللہ** کی وحدانیت کا اقرار کرنا ہے۔

میز پر کھانا

میرے نزدیک اونچے دستر خوان (یعنی میز) پر کھانا مکروہ ہے، کیونکہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کھانا ہاتھوں کے لئے بلندی پر ہو البتہ وہ کھانے کے لئے ہاتھ نیچے لانے کو پسند فرماتے تھے۔ میز وغیرہ بعد کی ایجاد ہے جو کہ فارسیوں کے کھانے کا طریقہ ہے۔

حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خوان[7] پر کھانا کھایا نہ

---

[1] ......الزھد لاحمد، ص ۲۸، حدیث: ۲۲

[2] ......سنن الکبری للبیھقی، کتاب الصداق، باب الاکل متکئا، ۷/ ۴۶۲، حدیث: ۱۴۶۵۱

[3] ......بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل متکئا، ۳/ ۵۲۸، حدیث: ۵۳۹۸

[4] ......شرح السنۃ، کتاب الفضائل، باب تواضعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۷/ ۴۰، حدیث: ۳۵۷۷

[5] ......ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل متکئا، ۴/ ۱۱، حدیث: ۳۲۶۳

[6] ......جامع الاثار فی السیر ومولد المختار، ماروی فی تواضعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۵/ ۱۳۰

[7] ......خوان تپائی کی طرح اونچی چیز ہوتی ہے، جس پر امراء کے یہاں کھانا چُنا جاتا ہے تا کہ کھاتے وقت جھکنا نہ پڑے، اس

کبھی چھوٹی پیالی میں۔ پوچھا گیا: آپ حضرات کس چیز پر کھاتے تھے؟ فرمایا: (زمین پر بچھے) دستر خوان پر[1]۔[2]

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوان کشادہ زمین میں دستر خوان کے نیچے تھال نما گھڑا کھودتے (جس کے اوپر دستر خوان رکھتے) اور یہ گڑھا سرکہ وغیرہ کے لئے طشتری کا کام دیتا۔

سب سے پہلی بدعتیں

منقول ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے پہلے چار بدعتیں ظاہر ہوئیں:
(1)...اونچے دستر خوان (یعنی ٹیبل وغیرہ) (2)... چھلنی (3)...اُشنان (ایک قسم کی بوٹی جو صابن کی مثل صفائی کا کام دیتی ہے) اور (4)...پیٹ بھر کر کھانا۔[3]

دعوت قبول کرنا

دعوت قبول کرنا سنت ہے اور اسے ترک کرنا گناہ ہے اور اس میں سب سے زیادہ تاکید ولیمہ کی ہے۔ دعوت قبول کرنا ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق ہے اور اس میں کوئی قسم دے بیٹھے تو اس کی قسم کو پورا کرنا بھی واجب ہے کیونکہ اس کے بارے میں روایات ہیں جنہیں ہم رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ قبولیتِ دعوت قربِ باری تعالیٰ کی بہترین راہ اور سلف صالحین کی سیرت کا حصہ ہے۔ دعوت دینا اور دعوت قبول کرنا مؤمنوں کی ایک جماعت کے نزدیک (تصوّف کا) ایک مقام ہے۔

پر کھانا کھانا متکبرین کا طریقہ تھا۔ جس طرح بعض لوگ اس زمانہ میں میز پر کھاتے ہیں، چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں کھانا کھانا بھی امراء کا طریقہ ہے کہ ان کے یہاں مختلف قسم کے کھانے ہوتے ہیں، چھوٹے چھوٹے برتنوں میں رکھے جاتے ہیں۔

(بہار شریعت، حصہ 16، 3/369)

[1]...... حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ13** پر اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: دستر خوان کپڑے کا، چمڑے کا اور کھجور کے پتوں کا ہوتا تھا۔ ان تینوں قسم کے دستر خوانوں پر کھانا حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے کھایا ہے، دستر خوان بھی نیچے زمین پر بچھتا تھا، اور خود سرکار (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) بھی زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے، صحابۂ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوان) کے ساتھ کھانا ملاحظہ فرماتے تھے، یہاں (صاحب) مرقاۃ نے فرمایا کہ میز پر کھانا بدعت جائزہ ہے، اور دستر خوان پر کھانا سنت ہے۔

[2]...... بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ۳/ ۵۳۲، حدیث: ۵۴۱۵

[3]...... یہاں سے کچھ عبارت کا ترجمہ متروک ہے جسے اہل علم احباب کے لئے کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔

حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو قبول کر لے پھر اگر وہ بے روزہ ہو تو کھالے اور اگر روزہ دار ہو تو دعا کر دے۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا دعوت قبول کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے، اگر آپ روزے سے نہ ہوتے تو کھا لیتے اور اگر روزہ دار ہوتے تو اہلِ خانہ کے لئے برکت کی دعا فرما کر رخصت ہو جاتے۔

دعوت قبول کرنے والے کا روزہ توڑنا

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے کسی نے اپنے ایک ساتھی کو دعوت دی تو انہوں نے کھانا نہ کھایا اور کہا: میں روزہ دار ہوں۔ دعوت دینے والے نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اس کی خبر دی تو جسے دعوت دی گئی تھی اس سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تجھے تیرے بھائی نے بلایا، تیرے لئے کھانے کی مشقت اٹھائی اور تو نے نہیں کھایا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں روزہ دار تھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تو نے روزہ کیوں نہ توڑا، اس کی جگہ کسی اور دن روزہ رکھ لیتا۔[2]

جسے کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزہ دار ہو تو دعوت قبول کرے اور روزہ توڑ دے البتہ اگر روزہ نہ توڑے تو اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ بیٹھ جائے۔ اگر کھانا خاص اسی کے لئے بنایا گیا ہے تو اس کے لئے افضل ہے کہ اس میں سے کھائے کہ یہ سنت ہے۔ یوں ہی اگر مسلمان بھائی اسے کھانے کا کہیں اور بندہ جانتا ہے کہ اگر میں (نفل) روزہ توڑ کر کھالوں تو اس سے وہ خوش ہوں گے تو اس بندے کا روزہ توڑنا افضل ہے، کیونکہ اس نے اپنے لئے روزہ رکھا اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے روزہ توڑا، یوں اس نے اپنے اوپر اپنے مسلمان بھائیوں کو ترجیح دی۔ یہ بات اس حدیث پاک کے مفہوم میں داخل ہے کہ "آدمی اپنے اچھے اخلاق کے سبب دن میں روزہ رکھنے والے اور رات کو عبادت کرنے والے کے درجہ کو پالیتا ہے۔"[3] کیونکہ اس شخص نے جائز کام میں ان کے ساتھ حُسنِ اخلاق کا معاملہ کرکے اپنی سیرت کو نکھارا ہے۔ اگر وہ اپنے روزے کو ان پر

---

[1] ......ابو داود، کتاب الصوم، باب فی الصائم یدعی الی ولیمۃ، ۲/۴۸۷، حدیث: ۲۴۶۰

[2] ......سنن الدار قطنی، کتاب الصیام، باب: ۳، ۲/۲۲۳، حدیث: ۲۲۲۰، ۲۲۱۸ بتغیر قلیل

[3] ......ابو داود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ۴/۳۳۲، حدیث: ۴۷۹۸

فضیلت کا باعث گردانتا ہے تو اس کا یہ روزہ معصیت اور گناہ ہو گا اور اگر اپنے دل میں کوئی میل یا بڑائی والی بات پائے تو یہ بات اسے مسلمانوں کی جماعت سے خارج کرتی ہے۔ ایسی صورت میں روزہ اس کے خلاف حجت اور اس کے لئے جھڑکی کا باعث ہو گا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جماعت سے ملے رہنے میں برکت ہے۔[1] بزرگوں کا قول ہے: جماعت کا گدلا پن تنہائی کے نکھار سے بہتر ہے۔

صادقین کا طریقہ

وہ شخص جسے دعوت دی گئی اگر وہ صومِ دہر یعنی ہمیشہ روزہ رکھتا ہے تو اس کا روزہ توڑنا پسندیدہ عمل ہے۔ اسے چاہیے کہ روزہ توڑ کر اپنے عمل کو چھپائے اور روزے کے بارے میں جو اس کا طریقہ ہے اسے پوشیدہ رکھے تاکہ وہ اس حوالے سے پہچانا نہ جائے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اخلاص کے قریب اور نقص و زینت سے دور ہو جائے گا اور یہ صادقین کا طریقہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب لوگوں کی موجودگی میں تمہاری پسند کی کوئی ایسی چیز تمہارے پاس آئے جسے تم چھوڑ چکے ہو تو اسے کھانا ترک نہ کرے بلکہ اس میں سے کچھ کھالے، ورنہ یہ دکھاوا شمار ہو گا کہ اس نے اس چیز کو چھوڑ رکھا ہے البتہ اپنے نفس کو وہ چیز زیادہ نہ کھلائے۔ اس صورت میں اس کے دو عمل ہوں گے: (1) اپنی پسند کی چیز کھانے کے ذریعے لوگوں میں زاہد مشہور ہونے کی خواہش کو ترک کرنا۔ (2) پسندیدہ چیز کی خواہش بھرپور انداز میں پوری کرنے سے نفس کو روکنا۔ کیونکہ نفس کو کھانے سے روکنے کے مقابلے میں نفس کو لوگوں میں زاہد مشہور ہونے سے روکنے میں عقل کی زیادہ حفاظت ہے۔ اس لئے کہ نفس کبھی چوری چھپے اخلاص کی نیت اور ریاکاری چھوڑنے کے نام پر خواہش تک پہنچا کر لذت تک لے جاتا ہے تو بندہ تنہائی میں اپنی من پسند چیز کو کھالیتا ہے اور یہ بات مخفی شہوت میں سے ہے۔ پھر جب بندہ حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے قول پر عمل کرتا ہے تو تمام لوگ اس کے نفس کے مقابلے میں بلند رتبہ ہو جاتے ہیں کیونکہ لوگوں کے سامنے اس نے کھانا کھا کر نفس کو ان کی نظروں سے گرا دیا اور ساتھ ہی پسندیدہ چیز سے روک کر نفس کو اس کی خواہش پورے طور پر نہیں دی۔

---

[1] ......شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ، ۴/۱۰۲، حدیث: ۴۴۱۹

یہ ماہرین کا طریقہ ہے اور اس پر صادق ہی صبر کر سکتا ہے۔

حکایت: مسلمان بھائی کی خوشی کے لئے روزہ توڑنا

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق فزاری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ملنے آئے تو ہم آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ پھر میں نے اپنی زوجہ کے پاس جا کر انہیں کھجور کا حلوہ تیار کرنے کو کہا، حلوہ تیار ہوا تو میں نے انہیں پیالے میں پیش کیا اور کہا: اَبُوعَبْدُ اللہ! کھائیے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کہا: اگر میں روزہ دار نہ ہوتا تو آپ کے ساتھ کھانا ضرور پسند کرتا۔ میں نے ان سے کہا: سنیے! میں آپ کو آپ کے دینی بھائی حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے بارے میں بتاتا ہوں کہ وہ ایک دن مجھ سے ملنے آئے اور اسی جگہ پر بیٹھے جہاں آپ بیٹھے ہیں، پھر میں نے اپنی زوجہ کے پاس جا کر انہیں اسی طرح حلوہ تیار کرنے کا حکم دیا، اس نے حلوہ تیار کیا تو میں نے ان کے سامنے پیش کر کے عرض کی: حضور! تناول فرمائیے۔ انہوں نے تناول فرمایا اور جب جانے لگے تو فرمایا: میں روزہ دار تھا لیکن میں نے آپ کی خاطر روزہ توڑ دیا۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے طریقے کو اپناتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کھانا شروع کر دیا۔

جس نے **اللہ** پاک کی خاطر روزہ توڑا تو اس کی فضیلت ایسی ہے جیسے کسی نے **اللہ** پاک کے لئے روزہ رکھا۔ جو بندہ اس بات کو جانتا ہے کہ میرے روزہ توڑنے کے سبب دوسرے مسلمان بھائیوں کو خوشی حاصل ہو گی اور یہ بھی جانتا ہے کہ اگر یہ روزہ توڑ کر ان کے ساتھ نہیں کھایا تو وہ غم زدہ ہوں گے تو اس بندے کا (نفلی) روزہ توڑنا افضل ہے، کیونکہ یہاں ایک مسلمان کا دل میں خوش داخل کر کے اس سے غم کو دور کیا جا رہا ہے اور کسی بھی مسلمان کو غم میں مبتلا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

مسلمان بھائی کا لازمی حق

جس بندے کو اس بات کا علم نہیں کہ اس کے روزے سے دوسرے کو خوشی یا غم ہو تو ایسے شخص کے لئے روزہ پورا کرنا پسندیدہ عمل ہے، تاکہ وہ اس عہد سے نہ نکلے جو عہد اس نے **اللہ** پاک کے ساتھ کیا ہے،

مگر یہ کہ مہمان اس پر کھانے کے بارے میں قسم اٹھالے تو اس وقت سنت یہی ہے کہ وہ اس کی قسم پوری کرے اور اس کی قسم توڑنے کا باعث نہ بنے کیونکہ اس بارے میں حدیث پاک بھی مروی ہے کہ مسلمان بھائی کی قسم پوری کرنا مسلمان کے لازمی حقوق میں سے ہے۔[1]

بیک وقت دو دعوتیں

جب دو شخص دعوت دینے آئیں تو جو ان میں سے پہلے آئے اس کی دعوت قبول کرے اور اگر دونوں ایک ہی وقت میں آجائیں تو ان میں سے زیادہ قریب دروازے والے کی دعوت قبول کرے۔ تحفے میں ترجیح کے حوالے سے مروی حدیث پاک بھی اسی معنیٰ میں ہے۔ چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے دو پڑوسی ہیں، ان میں کسے ہدیہ دوں؟ فرمایا: جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو۔[2] یوں ہی کہا جاتا ہے کہ محلے میں دو مسجدیں ہوں تو جو ان میں زیادہ قریب ہے اس میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

بوجھ کا باعث بننے والے

اگر دونوں دعوت دینے والے فاصلے کے اعتبار سے نزدیک ہونے میں برابر ہوں تو ان میں جو اس کا زیادہ قریبی اور جس سے زیادہ تعلق ہو اس کی دعوت قبول کرے۔ دعوت قبول کرنے میں وہ لوگ افضل ہیں جو عام لوگوں سے پہلے آجائیں اور انہیں کسی کو بھیج کر بلوانے یا دوبارہ کہنے کی حاجت نہ پڑے اور بوجھ (اور تکلیف) کا باعث وہ لوگ ہوتے ہیں جو آخری وقت کا انتظار کرتے ہیں یا ان کی طرف قاصد بھیجنے یا دوبارہ کہنے کی حاجت پڑتی ہے یا پھر وہ دعوت میں آتے ہی نہیں۔

وقت کی رعایت کرے

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو دعوت دینے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے پوچھ لے رات یا

---

[1] ......مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اوانی الذھب والفضۃ... الخ، ص ۸۸۰، حدیث: ۵۳۸۸

[2] ......بخاری، کتاب الھبۃ، باب بمن یبدا بالھدیۃ، ۲/ ۱۷۴، حدیث: ۲۵۹۵

دن میں کس وقت آئے گا۔ جسے دعوت دی گئی ہے اسے بھی چاہیے کہ جس وقت میں آنے کا وعدہ کیا ہے اس وقت کی رعایت کرے اور وعدہ خلافی سے بچے تاکہ جس نے دعوت دی ہے اسے انتظار نہ کرنا پڑے اور نہ ہی کسی کو بھیجنے کی حاجت پڑے، کیونکہ یہ خلافِ ادب ہے۔ بعض سلف کا یہ طریقہ ہوا کرتا تھا کہ جب وہ کسی کو دعوت دینے کا ارادہ کرتے تو اسے پہلے سے ہی بتادیتے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ بندہ گھر میں اپنی عادت کے مطابق کھا لے اور ان کے ہاں دعوت میں کم کھائے، پھر انہیں دکھ پہنچے یا اس خدشے کی وجہ سے پہلے بتادیتے کہ وہ اپنی عادت سے زیادہ نہ کھالے (کہ گھر میں کھاکر دعوت میں جاکر بھی کھائے) تو یہ بات مہمان کے لئے نقصان دہ ہوگی۔

اسلاف دن میں ایک ہی وقت کھانا کھایا کرتے تھے، دن میں دو مرتبہ نہیں کھاتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ کسی بزرگ کو رات کے کھانے کی دعوت دی جاتی تو وہ فرماتے: تم نے مجھے دن کے اول وقت میں کیوں نہ بتادیا۔ بعض بزرگ دعوت دینے والے سے فرماتے: جب تم مجھے دعوت دینے کا ارادہ کرو تو ایک دن پہلے ہی دعوت کے بارے میں بتادیا کرو۔

ہریسہ کی دعوت

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے بارے میں مروی ہے کہ انہیں صبح کی نماز کے وقت ہریسہ (گھی اور شکر سے بنے گندم کے حلوے) کی دعوت دی گئی تو آپ نے فرمایا: تم نے مجھے رات ہی میں کیوں نہ بتادیا کہ میں خوش ہوتا اور خوشی کی حالت میں رات گزارتا۔ یہ طبعی خوشی اس کھانے پر ہے جو زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان ہے: روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ان میں ایک خوشی افطار کے وقت ہے۔[1] جیسا کہ نفس کا اپنی جنس سے سکون پانے کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین (آرام) پائے۔

لیکن یہ مومن کے لئے دل کا سکون نہیں، کیونکہ اس کا سکون دلوں کو پھیرنے پر قادر ذات سے وابستہ

[1] ......بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: یریدون ان یبدلوا الخ، ۴/۵۷۲، حدیث ۷۴۹۲

ہے جس سے اس کا اطمینان ہے، نیز یہ مومن کو حاصل ایمان کی خوشی ہے جس کے سبب وہ ایمان والا ہے کیونکہ مومن کی خوشی تو اپنے خالق کی صفت سے وابستہ ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (پ ۱۱، یونس: ۵۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں۔

تو اے عقل مندو! غور کرو اور اے سمجھ اور بصیرت رکھنے والو! عبرت حاصل کرو۔

دعوت والے کے لئے ایک مستحب عمل

دعوت دینے والے کے لئے یہ مستحب ہے کہ اگر وہ رات میں دعوت کرنے کا ارادہ کرے تو صبح ہی مہمان کو بتادے اور اگر صبح کا ارادہ کرے تو رات میں ہی خبر دے دے۔ سلف صالحین اسی طرح کا معاملہ فرماتے تھے کیونکہ وہ لوگ اگر رات میں کھالیتے تو صبح کچھ نہ کھاتے اور اگر صبح کھالیتے تو رات میں کچھ تناول نہ فرماتے۔

دعوت سے پہلے کچھ کھانا:

جسے دعوت دی جائے وہ دعوت سے پہلے کچھ نہ کھائے، اس میں چند وجوہات ہیں: ایک تو یہ کہ وہ مل کر اپنے بھائیوں کے ساتھ مکمل کھائے۔ دوسرا یہ کہ ان کے سامنے کم کھانے کی بناوٹ نہ کرے۔ تیسرا یہ کہ (پہلے کھانے کی وجہ سے) کھانے سے پیٹ نہ بھر جائے۔ البتہ اگر اس کی خوراک زیادہ ہو اور اسے ڈر ہو کہ وہ دیگر کھانے والوں سے بہت زیادہ کھالے گا یا وہ ایک یا دو دن سے بھوکا ہے تو اسے دعوت سے پہلے کچھ کھالینا چاہیے تاکہ اپنے ساتھ کھانے والوں کے برابر کھائے یا کھانے والے فقیر ہیں تو کھانا انہیں ایثار کرنے اور لوگوں کے کھانے سے پہلے اپنی بھوک کی شدت ختم کرنے کے ارادے سے پہلے کھائے۔ اگر یہ ساری صورتیں نہ ہوں اور دعوت میں جانے سے پہلے کچھ کھالیا تو دعوت میں کھانا بناوٹ اور زینت کے طور پر ہو گا، اس پر اسے اجر نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ گچھ ہو گی۔

بعض حضرات ایسے تھے کہ جب لوگ انہیں دعوت دیتے اور انہوں نے دعوت سے پہلے کچھ کھالیا ہوتا تو وہ کہتے: میں نے بھوک کی شدت ختم کرنے کے لئے کھایا ہے۔ اگر لوگ محتاج ہوتے اور کھانا کم ہوتا تو یہ حضرات خود پر انہیں ترجیح دیتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔

ایک عالِم صاحب سے کسی عبادت گزار کا ذکر کیا گیا مگر انہوں نے اس کی تعریف نہ کی تو ان سے کہا گیا: کیا آپ نے ان میں کوئی حرج والی بات دیکھی ہے؟ عالِم صاحب نے فرمایا: میں نے اسے کھانے میں بناوٹ اختیار کرتے دیکھا ہے اور جو کھانے میں بناوٹ اختیار کرتا ہے، اس پر دیگر معاملات میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

حکایت: ہر گٹھلی کے عوض ایک درہم

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ عمدہ کھجوریں اپنے بھائیوں کو کھانے کے لئے پیش کرتے اور فرماتے: جو زیادہ کھائے گا میں اسے ہر گٹھلی کے بدلے ایک درہم دوں گا، پھر گٹھلیاں گنتے اور جس نے زیادہ کھائی ہوتیں اسے ہر گٹھلی کے بدلے ایک درہم دیتے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری اور حضرت سیِّدُنا فرقد سبخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا دستر خوان پر اکٹھے ہوئے تو حضرت سیِّدُنا فرقد سبخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نیچے پڑی معمولی چیزیں کھانے لگے جبکہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ عمدہ چیزیں تناول کرنے لگے۔ کسی نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا: اے ابو سعید! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ عمدہ کھانوں کا ارادہ فرماتے ہیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جی ہاں۔ کیونکہ تیرے بھائی نے تیرے سامنے کھانا اسی وجہ سے پیش کیا ہے تاکہ تو اسے کھائے، جب تو نے اس میں سے عمدہ چیز کھانے کا ارادہ کیا تو اس کی حاجت کو پہنچ گیا اور اس کے مقصد ثواب کو پالیا کہ یہ اس کے لئے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ اگر تو نے عمدہ کھانے کو اختیار نہیں کیا تو تو نے اپنے بھائی کے مقصد اور اس نے جو پیش کیا اس سلسلے میں اس کی حاجت کو پورا نہ کیا۔ پھر حضرت سیِّدُنا فرقد سبخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے نیچے گرے ہوئے اور معمولی کھانا تناول کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں اپنے دوست اور اپنے بھائیوں کو راضی کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہوں، میں یہ چاہتا ہوں کہ صرف میں ہی اسے اٹھاؤں اور دوسروں کے لئے عمدہ چیزیں چھوڑ دوں اور ہر ایک اپنے طریقے کے مطابق عمل کرتا ہے اور ہر مرد کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اپنے بھائیوں کے لئے آخرت کا ارادہ کیا اور حضرت سیِّدُنا فرقد سبخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اپنے بھائیوں کے لئے دنیا کا ارادہ کیا جبکہ آخرت زیادہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

دو کھانوں پر حساب نہیں

بعض علما بیان کرتے ہیں کہ دو کھانے ایسے ہیں جس پر بندے سے حساب نہیں لیا جائے گا: ایک وہ کھانا جو بندہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر کھائے جب وہ اسے دعوت دیں اور دوسرا وہ جو اپنے دوست کے پاس اس کے اکرام کے لئے کھائے۔

لوگوں کی موجودگی میں کسی کو دعوت دینا

جسے دعوت دی گئی اس کے پاس کوئی شخص یا جماعت موجود ہے جو دعوت دینے والے اور دعوت کی بات کو سن رہے ہیں تو دعوت قبول کرنے والے کو چاہیے کہ اس ایک کی یا جماعت کی علیحدہ سے اجازت لے لے، یہ سنت اور ادب ہے۔ اگر وہ جانتا ہے کہ اس کے پاس موجود شخص یا جماعت دعوت میں جانا نہیں چاہتے تو پھر اجازت نہ لینے میں بھی کوئی مسئلہ نہیں۔ کسی ایک کو یا چند مخصوص اور معین افراد کو دعوت دی گئی تو معین تعداد پر زیادتی نہ کرے۔ پھر اگر کوئی ساتھ میں آجائے جو معین تعداد میں شامل نہ ہو یا جسے دعوت دی گئی ہے اس کا مقصود کسی ایک کو ساتھ لے جانا ہو تو اسے چاہئے کہ میزبان کو اس کی خبر دے دے تاکہ وہ ان کے ساتھ آنے کی اجازت دے دے۔ اسی طرح یہ اس کے لئے بھی سنت ہے جو اس وقت اس کے ساتھ ہوں۔

ایک مرتبہ ایک یہودی نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کھانے کی دعوت دی، حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بھی پاس موجود تھیں تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ بھی میرے ساتھ دعوت میں آئیں گی۔ یہودی نے کہا: نہیں صرف آپ۔[1] حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پھر میں نہیں آؤں گا اور آپ نے دعوت قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔ کیونکہ یہودی حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے بغض رکھتا تھا۔

قبولِ دعوت میں سیرتِ رسول

اللہ پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب کھانے کی دعوت دی جاتی تو آپ فرماتے: میں اور

[1]......ابن حبان، کتاب الاطعمة، باب الضیافة، ذکر الاباحة للمرء اذا دعی الی ضیافة...الخ، ۷/ ۳۵۲، حدیث: ۵۲۷۷

جو میرے ساتھ ہیں وہ بھی دعوت میں شریک ہوں گے۔ یا یہ فرماتے کہ میں کتنے صحابہ کے ساتھ آؤں؟ بسا اوقات دعوت دینے والا خود ہی اس بات کا اظہار کر دیتا کہ حضور! آپ پانچ یا چھ افراد کو ساتھ لے کر آئیں۔ اسی طرح صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا بھی یہی انداز تھا۔ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا: میں پانچ افراد کے ساتھ آؤں گا۔ صحابی نے عرض کی: جی بالکل۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے پانچ اصحاب کے ساتھ ان کے گھر جانے لگے تو ایک اور شخص جسے مدعو نہیں کیا گیا تھا وہ بھی ساتھ ہولیا۔ جب آپ دروازے پر پہنچے تو انصاری صحابی باہر آئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: ہمارے ساتھ ایک شخص اور آگیا ہے، اگر تم اسے داخل ہونے کی اجازت دیتے ہو تو ٹھیک ورنہ میں اسے واپس لوٹنے کا حکم دیتا ہوں۔ صحابی نے عرض کی: میں اسے داخل ہونے کی اجازت دیتا ہوں۔[1] یہ ہے طریقہ اس شخص کو لوٹانے کا جسے بلایا نہیں گیا اور پہلا طریقہ (جو یہودی نے دعوت دی) بیوی کا اپنے شوہر کے ساتھ دعوت میں حاضر ہونے کا ہے۔

اگر کسی کو لوگوں کی موجودگی میں دعوت دی گئی اور اسے اختیار دیا گیا کہ وہ جن کو چاہے ساتھ لے آئے تو اسے چاہیے کہ میزبان کو آنے سے پہلے ہی ان لوگوں کی تعداد بتادے جنہیں وہ ساتھ لے کر آئے گا تاکہ میزبان ان کی تعداد جاننے کے بعد ان کے لیے کھانا تیار کرے۔

ہر شخص ہر کسی کے ساتھ معاشرت پسند نہیں کرتا

کوئی شخص کسی کو دعوت دے، وہ دعوتِ عام نہ ہو نیز میزبان کے پاس کچھ لوگ ہوں یا کوئی خاص شخص ہو تو ان کے بارے میں اس مدعو شخص کو آگاہ کر دے تاکہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق آئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دعوت میں وہ لوگ ہوں جن کے ساتھ جمع ہونے کو وہ ناپسند کرتا ہو یا کسی اور کے ساتھ کھانا اسے ناگوار گزرتا ہو، ایسی صورت میں اگر اس نے کسی ایسے کے ساتھ کھایا تو کراہت اور تکلیف کے ساتھ کھائے گا یوں میزبان ایسے شخص کے ساتھ کھلا کر اس مہمان کو حرج میں ڈالے گا اور اگر مہمان نے کھانا نہ کھایا تو مہمان کے دعوت قبول کرنے کا مقصد غیر کی وجہ سے فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ میزبان اس مہمان کو ترکِ سنت پر

[1] ......ابن حبان، کتاب الاطعمة، باب الضیافة، ذکر مایجب علی المرء اذا دعی الی دعوة... الخ، ۷/ ۳۵۱، حدیث: ۵۲۷۶ بتغیر قلیل

ابھارنے والا یا مشقت میں ڈالنے والا ہو گا اور اگر ایک شخص کا کسی کے ساتھ کھانا اس کے کسی وصف کی وجہ سے اختیار کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ بلاوجہ کسی اور کے ساتھ بھی کھائے کیونکہ باہم مل کر کھانا معاشرت ہے اور اس میں کچھ بے تکلفی ہوتی ہے جبکہ ہر انسان لوگوں کے ساتھ معاشرت اور ہر ایک سے بے تکلفی پسند نہیں کرتا خاص طور پر سردار لوگ۔

حکایت: صوفی بزرگ کی دعوت میں عام شخص

جو مخصوص لوگوں کو دعوت دے پھر کوئی دوسرا شخص بھی آجائے تو اسے ان لوگوں کے ساتھ کھانے میں نہ بٹھائے، بلکہ اسے واپس بھیج دے یا ان لوگوں سے جدا کر دے۔ حضرت سیِّدُنا ابو الخیر تیناتی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه جو نیک بزرگ ہیں، آپ جیسے لوگ کم پائے جاتے ہیں، آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کے بارے میں ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ایک صوفی کو کھانے کی دعوت دی۔ اس دعوت میں ہم کھانا کھا رہے تھے اسی دوران ایک عام شخص آیا اور ہمارے پاس آکر کھانے کے لئے بیٹھا تو ہم نے اس کے لئے جگہ کشادہ کر دی۔ اتنے میں حضرت سیِّدُنا ابو الخیر اقطع رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه آئے اور اسے کھاتے ہوئے دیکھ کر اس کا ہاتھ روک دیا اور اسے کھڑا کر کے فرمایا: ان لوگوں کے ساتھ کسی اور کو کھانا منع ہے۔ البتہ مجھے اپنی خواہش بتاؤ، تمہیں کیا کھانا پسند ہے؟ میں اس کھانے کے بجائے وہ کھانا تمہارے لئے تیار کروں گا اور اس کی پتیلی خود اپنے سر پر اٹھا کر تمہارے پاس لے آؤں گا۔

دعوت کے کھانے میں سے فقیر کو دینا

اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ دعوت میں کھانا کھا رہا ہو اور سامنے کوئی فقیر آجائے تو جس کا کھانا ہے اس کی اجازت کے بغیر فقیر کو کچھ بھی نہ دے یا صاحِبِ دعوت سے کہہ دے تاکہ وہ اپنے کھانے میں سے جتنا چاہے دے۔ اگر بغیر اجازت کھانے میں سے کچھ دیتا ہے تو وہ ثواب نہیں بلکہ اس پر گناہ کا بوجھ ہو گا۔ حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللهُ عَنْه کے بارے میں مروی ہے کہ ایک شخص ان کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، اس نے بغیر اجازت فقیر کو کھانا دے دیا تو حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللهُ عَنْه نے فرمایا: تو نے کتنا بُرا کیا! تجھے اس کی کیا ضرورت تھی کہ اجر میرے لئے ہو اور گناہ تیرے اوپر ہو۔

اسی طرح غیر کے کھانے میں اُس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو نہیں بلانا چاہیے۔

مُرُوَّت کے خلاف

کھاتے وقت اگر کوئی آ جائے تو کھانے کو نہ اٹھائے (اور نہ چھپائے) کہ یہ سنت نہیں اور نہ ہی یہ مروت والوں کا کام ہے بلکہ یہ اخلاص سے خارج ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شاید یہ آنے والا شخص اس کی آزمائش کے لئے آیا ہو۔

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی اور حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا جب صبح یا شام کے کھانے کا ارادہ فرماتے تو اپنے دروازے کھول دیتے۔ پھر جو بھی امیر یا غریب آتا اسے کھانا پیش کرتے۔ اسلاف کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ کھانے کے وقت اپنے دروازے کھول دیا کرتے، پھر جو بھی آتا ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔

ایک مہینا مہمان نوازی

بعض بزرگ ایسے بھی تھے جو اپنے گھر کے صحن میں دستر خوان بچھائے رکھتے اور دروازہ کھول دیتے، اور ہر وہ شخص جو اس راستے سے گزرتا چاہے امیر ہو یا غریب، اسے کھانے کی دعوت دیتے۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو یہ کام کیا کرتے تھے کیونکہ آپ بہت سخی تھے۔ ان کا دستر خوان ہمیشہ زمین پر بچھا رہتا اور اس پر کھانا موجود ہوتا، جو بھی آتا بغیر کسی فرق اور بغیر کسی عدد کے جتنا چاہتا کھاتا۔ اسی طرح مصر میں حضرت سیِّدُنا امام لیث بن سعد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ ہر روز مہمان نوازی فرماتے اور جو مسافر سفر کر کے مصر میں ان کے پاس آتے، جب تک مہینا بھر ان کی مہمان نوازی نہ کر لیتے انہیں حدیث پاک بیان نہ کرتے تھے۔

حکایت: میں لیث نہیں ہوں

حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ ایک مرتبہ مصر سے حضرت سیِّدُنا لیث رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا ایک ساتھی حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس حاضر ہوا۔ اسے توقع تھی کہ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی عادت حضرت سیِّدُنا لیث رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جیسی ہوگی، لیکن حضرت سیِّدُنا لیث رَحْمَۃُ اللہِ

عَلَیْہ جیسا عمل ان میں نہ پایا۔ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے خادم نے اسے روک دیا اور کہا: شیخ ابھی کھانا کھا رہے ہیں جب تک وہ فارغ نہ ہو جائیں آپ انتظار فرمایئے۔ مصری شخص نے خادم سے کہا: یہ تو ان کے پاس جانے کا اچھا وقت ہے۔ خادم نے کہا: آپ صبر کریں، میں انہیں جا کر بتاتا ہوں۔ خادم نے حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس جا کر اس کے بارے میں خبر دی۔ پھر خادم اس شخص کے پاس آیا اور کہنے لگا: حضرت فرما رہے ہیں کہ تم ٹھہرو، میں فارغ ہو کر آتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کھانے سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھ دھوئے، (عمدہ) کپڑے اور ٹوپی پہنی اور اسے آنے کی اجازت دی۔ جب حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس مصری شخص کو دیکھا تو فرمایا: میں لیث نہیں ہوں اور نہ ہی مدینہ مصر ہے۔

بہترین اور بُرے لوگ

ایک تابعی بزرگ فرماتے ہیں: سنو! بے شک تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو گھر کے صحن میں کھاتے ہیں، جن کے برتن کشادہ اور اچھا روغن رکھنے والے ہوتے ہیں۔ بے شک تم میں بُرے لوگ وہ ہیں جو خیموں میں (چھپ کر) کھاتے ہیں، برتن چھوٹے رکھتے اور روغن سے خالی ہوتے ہیں۔

لوگ ایسے قول و فعل والے شخص کو بُرا کہتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں میں ایک چٹکلہ مشہور ہے کہ ایک کنجوس شخص نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! دستر خوان لاؤ اور دروازہ بند کر دو۔ بیٹے نے کہا: ابا جان! احتیاط اس میں ہے کہ پہلے دروازہ بند کروں پھر دستر خوان پر کھانا لگاؤں۔ تو اس کے باپ نے اسے سینے سے لگالیا اور کہا: میں تجھ پر قربان! تو ہی میرا حقیقی اور سچا بیٹا ہے۔

مکروہ دعوت

اگر کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے اور جسے دعوت دی گئی ہے وہ یہ بات جانتا ہے کہ میرا کھانا کھانا اسے ناپسند ہے تو ایسے شخص کے لئے اس کی دعوت قبول کرنا مکروہ ہے۔ جب اس کی دلی طور پر ناپسندیدگی کو جان گیا ہے تو اب اس کے برخلاف قول کی پروا نہ کرے اور اگر اسے حقیقت حال کا علم نہ ہو تو دعوت قبول کر لے، اسے بدگمانی جائز نہیں ہے۔

بڑے نمائشی

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو سفر کے دوران کسی نے کھانے کی دعوت دی تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس شخص سے کہا: شاید تم بڑے نمائشی ہو۔ اس نے کہا: بڑے نمائشی سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کیا اس پر ان کی تعریف کی جائے۔ وہ شخص خاموش ہو گیا اور حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس کی دعوت قبول نہ کی۔

سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا دعوت قبول نہ کرنا

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ایک شخص کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستے میں جب اس شخص کا گھر آیا تو اس نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو گھر میں کھانے کی دعوت دی۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: سچ سچ بتا، تجھے میرا تیرے گھر میں داخل ہونا پسند ہے یا یہاں سے لوٹ جانا؟ وہ شخص خاموش رہا۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ وہاں سے چلے آئے اور گھر میں داخل نہ ہوئے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو شخص کسی کو اپنے کھانے کی دعوت دے لیکن دل میں اسے کھلانے کی نیت نہیں، اگر وہ اس کی دعوت قبول نہ کرے تو دعوت دینے والے پر ایک گناہ ہے اور اگر دعوت قبول کر کے کھالے تو دعوت دینے والے پر دو گناہ ہیں۔ پہلی صورت میں ایک گناہ اس وجہ سے ہے کہ اس نے اپنی زبان سے وہ چیز ظاہر کی جو اس کے دل میں نہیں تھی، تو اس نے اپنی بات میں دکھاوے کا اظہار کیا جو کہ شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور اس میں داخل ہے کہ جو کام اس نے نہیں کیا اس پر اس کی تعریف کی جائے۔ دوسری صورت میں دو گناہ اس وجہ سے ہیں کہ اس نے دل سے نہ چاہتے ہوئے دعوت دی اور اس کے بھائی نے اسے قبول کیا تو اس کے قبول کرنے کی وجہ سے ایک گناہ ہو گا۔ دوسرا گناہ اس وجہ سے ہو گا کہ اس نے اپنے بھائی کو اس چیز پر آمادہ کیا جس کی حقیقت وہ نہیں جانتا اور اس پر اس چیز کو پیش کیا جسے وہ پسند نہیں کرتا۔ یوں اس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی، کیونکہ اگر اس کا بھائی اس بات کو جانتا کہ دعوت دینے والا اس دعوت کے قبول کرنے کو پسند نہیں کرتا تو وہ اس کے ساتھ نہ کھاتا۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے بھائی کو حصولِ شہرت کا ذریعہ بننے والی شے میں ڈالا اور اس کے بھائی نے اس کی مدد

کی، تو یہ دوسرا گناہ ہے جو پہلے کی طرف منسوب ہے۔

بعض پرانے بزرگوں کا طریقہ

بعض بزرگوں کا یہ طریقہ تھا کہ کھانا کھاتے وقت ان کے پاس کوئی آتا تو اسے کھانے کی دعوت پیش نہ فرماتے۔ اگر ان سے اس کی وجہ پوچھی جاتی تو فرماتے: یہ میری ضروری غذا ہے اگر میں اس میں کچھ کمی کروں گا تو مجھے نقصان پہنچے گا۔ خصوصاً اس وقت یہ معاملہ ہوتا کہ جب کسی نے ان کو اجرت پر رکھا ہوتا اور اسی نے کھانا پیش کیا ہوتا تو فرماتے: کم کھانے میں میری قوت کم ہوگی اور اس میں کام کروانے کی بدخواہی ہے۔ ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی مزدوری کے معاملے میں ایسا کیا اور ہم نے بعض اولیا کی سیرت سے یہی جانا ہے۔ بعض اسلاف کا یہ طریقہ تھا کہ کھاتے ہوئے کوئی ان کے پاس آجاتا اور اسے کھلانے کی نیت نہ ہوتی تو اسے کھانے کی دعوت نہ دیتے یا کھانے کا کہنے کی وجہ سے بناوٹ اور دکھاوے کے خوف کا اندیشہ ہوتا تو بھی دعوت نہ دیتے تاکہ لوگوں کو وہ چیز پیش نہ کریں جسے وہ پسند نہ کرتے ہوں کیونکہ لوگ نہیں جانتے (کہ کھلانے والے کی نیت کیا ہے)۔ یہ وہ صورتیں ہیں جو اخلاص کے معاملات اور صادقین کے طریقوں میں سے ہیں۔ یہ زبان سے بولنے اور دل سے دعوت نہ دینے سے زیادہ بہتر طریقہ ہے اور جو بظاہر دینے کی بات کرے اور دل میں اس کی نیت نہ ہو تو یہ ریاکاری اور شہرت کے باب میں سے ہے اور مخلص لوگ اس میں نہیں پڑتے۔

ایک دن حضرت سَیِّدُنا ابو عاصم بصری عابد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ انگلیاں چاٹتے ہوئے دروازے تک اپنے دوستوں کی طرف آئے اور فرمایا: میں کھانا کھا رہا تھا اور اگر میں نے اس کھانے کو قرض کے بدلے نہ لیا ہوتا تو میں ضرور اس بات کو پسند کرتا کہ تم لوگ اس میں سے کچھ کھاؤ۔

کھلانے میں تکلف کیا ہے؟

ایک تابعی بزرگ کھلانے میں تکلف کے حوالے سے فرماتے ہیں: اس سے وہ کھانا مراد ہے جو کسی قرض کے بدلے میں لیا ہو یا اسے کھلانے کے لئے (مال کمانے میں) دھوکا بازی سے کام لیا ہو۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ کھانا کھلانے میں اپنے اہل وعیال کو نقصان پہنچانا تکلف سے ہے۔

ایک تکلف یہ بھی ہے کہ تو اپنے دوست کو وہ کھلائے جو تو اکیلے میں نہ کھاتا ہو۔ یعنی تیرے پاس اتنا اچھا مال یا اس کی قیمت نہ ہو پھر بھی تو اس کے لئے کوشش کرے یا اپنے دوست کو وہ کھلائے جو تو اپنے گھر والوں کو نہ کھلاتا ہو تو یہ تمام صورتیں کھانا کھلانے میں تکلف سے تعلق رکھتی ہیں۔

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: لوگوں نے تکلف کی وجہ سے ملنا چھوڑ دیا کہ ان میں سے ایک اپنے مسلمان بھائی کی دعوت کرتا اور تکلف سے کام لیتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوبارہ اس کے پاس آنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف کے پاس جو چیز موجود ہوتی اسے پہلے پیش کرتے اور جو چیز نہیں ہوتی اسے مؤخر کر دیتے۔ اپنے دوستوں کے لئے ایسا تکلف نہ کرتے جس کے لئے خود مشقت میں پڑیں یا مہمان دوبارہ ان کے پاس آتے ہوئے شرم محسوس کریں۔ یہ بات مہمانوں کے بار بار آنے کا باعث ہوتی اور شرم و ناپسندیدگی دور ہوتی ہے۔ مجھے قسم ہے! پابندی سے مسلسل کیا جانے والا عمل اگرچہ کم ہو اس عمل سے بہتر ہے جو زیادہ اور ختم ہونے والا ہے۔ ایسے اعمال کے بارے میں حدیث بھی عام ہے۔[1] پابندی سے عمل کرنا اعمال میں سب سے عمدہ ہے اور اس میں اونچے مقام والے لوگ ہی رغبت رکھتے ہیں۔

عطا روکنے کی مذمت

جو عطا کرتا ہے پھر دینا بند کر دیتا ہے تو **اللہ** پاک نے اس آیت مبارکہ میں ایسے شخص کی مذمت بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ اَعْطٰى قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰى ﴿۳۴﴾ (پ۲۷، النجم: ۳۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔

اَکْدٰی یہ کُدْیَۃٌ سے ماخوذ ہے اور کُدْیَۃٌ اس چٹان کو کہتے ہیں کہ کنواں کھودنے والا اس تک پہنچ کر پانی سے مایوس ہو جاتا اور کھودنے سے رک جاتا ہے۔ کھانا کھلانا بھی دینے اور عطا کرنے کی ایک صورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تنگدستی اور میانہ روی کے دنوں میں تیرا اپنے بھائیوں یا دوست کو مہینے میں بار بار دعوت دینا، خوشحالی کے دنوں میں سال میں ایک مرتبہ بڑی دعوت کر دینے سے بہتر ہے۔ جو تیرے پاس بار بار آئے اور تو موجود کھانا اس کے سامنے پیش کر دے تو یہ اس کثیر کی رغبت سے بہتر ہے جس کی وجہ سے تو تھوڑے سے بھی انہیں

[1] ......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضیلۃ العمل الدائم من قیام اللیل وغیرہ، ص ۳۰۷، حدیث: ۱۸۲۷

محروم کر دے۔

کسی ادیب نے اپنے ایک محبت رکھنے والے دوست سے کہا: تم نے کچھ تیار کیا لیکن مجھے کیوں نہیں بلایا؟ تو اس نے کہا: کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے آپ کو راضی کرتا۔ ادیب نے کہا: تم میرے لئے اس سے بھی کم میں راضی ہو گئے (یعنی نہ بلایا) اور وہ کچھ بھی نہیں۔

تکلف ملال اور اکتاہٹ کا سبب

کسی ادیب کا کہنا ہے: مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ میرے بھائیوں میں سے میرے پاس کون آتا ہے کیونکہ میں اس کے لئے تکلف میں نہیں پڑتا۔ میرے پاس کھانے کو جو کچھ موجود ہوتا ہے اس کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ جو چیز میرے پاس نہ ہو اور میں اس کے لئے تکلف کروں تو ملال و اکتاہٹ کا شکار ہوں گا اور اس کے بار بار آنے کو ناپسند کروں گا۔

میری عُمُر کی قسم! کثرت اور عمدگی کے لئے تکلف کا ثمرہ و نتیجہ یہ ہے کہ حال میں ملال و رنج ہوتا اور دوبارہ آنے پر ناپسندیدگی ہوتی ہے۔

حکایت: آپس کا تعلق مزید بڑھ گیا

ایک بزرگ کا کہنا ہے: میں اپنے ایک دوست سے محبت اور انسیت رکھتا تھا۔ میں اکثر اس سے ملاقات کرنے جاتا، وہ میرے لئے عمدہ اور قیمتی کھانے کا تکلف کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے کہا: مجھے تم ایک چیز کے بارے میں بتاؤ! تم نے جو کھانا میرے سامنے پیش کیا ہے جب تم اکیلے ہوتے ہو تو کیا اسی طرح کا کھانا کھاتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ بزرگ نے کہا: میں بھی جب گھر میں اکیلا ہوتا ہوں تو اس طرح کا کھانا نہیں کھاتا۔ ہمیں کیا ہو گیا کہ جب ہم ملتے ہیں تو عمدہ قسم کا کھانا کھاتے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو اس طرح کا نہیں کھاتے؟ اب یا تو تم اسے روک دو اور میرے لئے وہی پیش کرو جو تم اکیلے میں کھاتے ہو یا پھر میں آنا بند کر دوں۔ تو اس نے عمدہ کھانے کو روک دیا اور وہی پیش کرنے لگا جو اس کے پاس موجود ہوتا اور ہم وہی کھاتے جو تنہائی میں کھاتے، اس کی وجہ سے ہمارے آپس کا تعلق مزید بڑھ گیا۔

دعوت قبول کرنے والا اگر روزہ دار ہو تو۔۔۔!

اگر تیرا دوست تجھے دعوت دے اور تو روزہ سے ہو اور تجھے معلوم ہو کہ وہ تیرے کھانے سے خوش ہو گا تو اس کی وجہ سے (نفل) روزہ توڑنے میں حرج نہیں، اگر معلوم نہ ہو اور وہ تجھ سے کہہ دے کہ تمہارے کھانے سے مجھے خوشی ہو گی تو اس کی تصدیق کر (یعنی اسے خوش کر) اور اس کے بارے میں اچھا گمان رکھ، اگر تجھے کچھ علم نہ ہو اور اس نے زبان سے بھی کچھ نہ کہا تو بغیر اچھی اور عمدہ نیت کے روزہ توڑنا مکروہ ہے بلکہ اس وقت روزہ رکھنا افضل ہے۔ اگر تو اپنے دوست کے ساتھ کھانا اس کو عزت دینے کے لئے کھائے تو یہ بھی اچھی نیت ہے کہ بعض بزرگ ایسے تھے جو (نفل) روزے کی حالت میں اپنے دوستوں کے ساتھ کھالیتے تھے اور اس کھانے کو بھی روزے کی طرح ثواب سمجھتے تھے[1]۔

افضل نیکی

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اپنے ہم نشین ساتھیوں کی عزت کرنا افضل نیکی ہے۔ جو کسی قوم کو کھانا کھلانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ انہیں اس کھانے پر مطلع نہ کرے اور نہ ہی اس کا وصف ان کے سامنے بیان کرے خواہ انہوں نے وہ کھایا ہو یا نہ کھایا ہو۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: جب تم کوئی ایسی چیز کھاؤ جسے اپنے اہل و عیال کو کھلانے کا ارادہ نہ ہو تو اس کے بارے میں ان سے بات مت کرو اور نہ ہی وہ اس چیز کو تمہارے پاس دیکھیں۔

بغیر اجازت کھانا

جسے اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں معلوم ہو کہ اگر اس کا کھانا کھالے تو وہ خوش ہو گا تو اس کا بغیر اجازت (یعنی اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کا کھانا) کھانے میں حرج نہیں کیونکہ کھانے کے معاملے میں حقیقت

---

[1]......دعوت کے سبب ضَحْوَۂ کُبریٰ سے پہلے (نفل) روزہ توڑ سکتا ہے جبکہ دعوت کرنے والا محض (یعنی صرف) اس کی موجودگی پر راضی نہ ہو اور اس کے نہ کھانے کے سبب ناراض ہو بشرطیکہ یہ بھروسا ہو کہ بعد میں رکھ لے گا، لہٰذا اب روزہ توڑ لے اور اس کی قضا رکھے۔ لیکن اگر دعوت کرنے والا محض (یعنی صرف) اس کی موجودگی پر راضی ہو جائے اور نہ کھانے پر ناراض نہ ہو تو روزہ توڑنے کی اجازت نہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم وفیہ سبعۃ ابواب، الباب الخامس فی الاعذار التی تبیح الافطار، ۱ / ۲۰۸)

حال کا علم ہونا اجازت کے قائم مقام ہے۔ نیز حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: ”مرد کی طرف دوسرے مرد کا قاصد اس کی اجازت ہے۔“[1] یعنی اس کے پاس جانے سے اس کی اجازت معلوم ہو گئی، لہٰذا اب اجازت لینے کی حاجت نہیں۔ نیز حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فعل بھی اس کی دلیل ہے کہ جس گوشت کو حضرت بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا پر صدقہ کیا گیا تھا آپ نے اسے بغیر اجازت تناوُل فرمایا اور حضرت بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اس وقت موجود بھی نہیں تھیں کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جانتے تھے کہ حضرت بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو اس سے خوشی ہو گی۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”صدقہ اپنی جگہ پہنچ گیا، یہ بریرہ کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔“[2] حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عمل میں غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جس کے بارے میں تجھے علم ہو کہ (اس کی غیر موجودگی میں بغیر اجازت) وہ کھانے کو ناپسند کرے گا تو نہ کھا اگرچہ اس نے اجازت دی ہو۔ اس میں غور کر لو۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اور ان کے ساتھی حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے گھر جاتے اور کھانے کی جو چیز موجود ہوتی بغیر اجازت کھا لیتے۔ بسا اوقات حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ گھر میں داخل ہوتے اور انہیں اس طرح کرتا پا کر خوش ہوتے اور کہتے: ہم ایسے ہی ہیں۔

منقول ہے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بازار میں خشک میوہ جات فروخت کرنے والے کے سامان سے کچھ کھانے لگے۔ کبھی ایک ٹوکری سے انجیر اٹھاتے اور کبھی دوسری سے خشک کھجور۔ یہ منظر دیکھ کر ہاشم اوقص نے کہا: اے ابو سعید! آپ اتنے متقی و پرہیزگار ہو کر بھی دوسرے کا مال بلا اجازت کھا رہے ہیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اے نادان! میرے سامنے کھانے کے متعلق آیت تلاوت کرو۔ چنانچہ اس نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

وَلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ تم میں کسی پر کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے

---

[1] ابو داود، کتاب الادب، باب الرجل یدعی ایکون ذلک اذنہ؟، ۴/ ۴۴۷، حدیث: ۵۱۸۹

[2] بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اذا تحولت الصدقۃ، ۱/ ۵۰۴، حدیث: ۱۴۹۵

مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اباحۃ الھدیۃ للنبی... الخ، ص۴۱۸، حدیث: ۲۴۸۶

اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ (پ۱۸، النور: ۶۱)

یہاں یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھپیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے یہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔

پھر پوچھا: اے ابو سعید! "صدیق" سے کون مراد ہے؟ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: جس سے نفس راحت پائے اور دل مطمئن ہو۔ اگر یہ کیفیت ہو تو اس کے مال میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

اسلاف کی یاد تازہ کردی

ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کے گھر آئے، آپ کو گھر میں نہ پایا تو دروازہ کھولا اور دستر خوان بچھا کر کھانا شروع کر دیا، اسی دوران حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه تشریف لے آئے اور یہ منظر دیکھ کر فرمانے لگے: تم نے اسلاف کی یاد تازہ کر دی، وہ ایسا ہی کرتے تھے۔

ایک تابعی بزرگ کے پاس کچھ مہمان آئے لیکن ان کے پاس انہیں کھلانے کے لئے کچھ نہ تھا، لٰہذا وہ اپنے دوست کے گھر گئے، انہیں گھر میں نہ پایا، اندر جا کر دیکھا تو سالن پکا ہوا تھا اور روٹی بھی تیار تھی۔ چنانچہ، سب کچھ لا کر مہمانوں کے سامنے رکھ کر فرمایا: "کھاؤ۔" جب مالک مکان گھر آئے اور سب کچھ غائب پایا تو پوچھنے پر گھر والوں نے بتایا کہ "آپ کا فلاں دوست مہمانوں کے لئے سب کچھ لے گیا۔" فرمایا: اس نے اچھا کیا۔ پھر جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو فرمایا: اگر دوبارہ کبھی ایسا ہو تو پھر لے جایئے گا۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ کو دعوت میں بلانے کے لئے قاصد بھیجا گیا لیکن بزرگ سے قاصد کی ملاقات نہ ہو سکی، جب انہیں علم ہوا تو تشریف لے آئے تب تک لوگ کھانا کھا کر جا چکے تھے۔ وہ میزبان کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میزبان باہر نکلا اور کہا: کیا کام ہے؟ بزرگ نے کہا: آپ نے میری طرف قاصد بھیجا تھا لیکن قاصد سے میری ملاقات نہ ہو سکی، جیسے ہی مجھے علم ہوا تو میں آگیا۔ میزبان نے کہا: لوگ تو جا چکے ہیں۔ پوچھا: کچھ بچا ہوا ہے؟ میزبان نے کہا: نہیں۔ پوچھا: روٹی کا کوئی ٹکڑا؟ میزبان نے کہا: نہیں۔ فرمایا: ہانڈی صاف کر لیتا ہوں۔ میزبان نے عرض کی: اسے تو ہم دھو چکے ہیں۔ پھر میزبان نے کہا: اللہ پاک کی حمد کرتے ہوئے لوٹ جایئے۔ ان

بزرگ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: اس شخص نے ہمیں اچھی نیت سے بلایا اور اچھی نیت سے لوٹا دیا۔

(مصنف کتاب فرماتے ہیں:) یہ نفس عاجزی وانکساری اور بڑائی وعزت کے مراتب کو گرانے میں حضرت ابنِ کَرُنبی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ جیسا ہے جو سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ کے استاد ہیں۔ آپ کو ایک بچے نے اپنے باپ کے کہنے پر ایک رات میں چار مرتبہ دعوت دی اور باپ نے ہر بار (بغیر کچھ کھلائے پلائے) انہیں واپس لوٹا دیا۔

یہ وہ نُفُوسِ قُدۡسِیَہ تھے جو توحید پر مطمئن رہے، مولیٰ کی طرف سے آزمائش کا معائنہ کیا، وہ مولیٰ جو غلام کو آزمائش میں ڈالنے، اسے ذلت دینے اور پست مقام میں ڈالنے والا ہے۔ اس عاجزی وانکساری کا پیکر ہونا افراد میں سے چند کا طریقہ ہے اور اس حال پر کوئی کوئی ہوتا ہے۔

تکبُّر کے سبب دعوت ٹھکرانا

تکبُّر کرنے والے دعوت قبول نہیں کرتے اور بعض اسے اپنی عِزّتِ نفس کا مسئلہ بتاتے ہیں۔ چنانچہ متکبرین میں سے کسی نے کہا: میں دعوت قبول نہیں کرتا۔ اس سے پوچھا گیا: کیوں؟ کہا: سالن کا انتظار ذلت ہے۔

ایک مُتکبِّر نے کہا: جب میں غیر کے پیالے میں اپنا ہاتھ ڈالوں تو گویا میں نے اس کے سامنے اپنی گردن جھکا دی۔

بعض متکبِّرین غریبوں کی دعوت کو خود کو ان سے بڑا سمجھنے کی وجہ سے ٹھکرا دیتے اور امیروں کو اپنی نگاہ میں بڑا سمجھنے کی وجہ سے ان کی دعوت قبول کر لیتے ہیں۔

برا اور بد ترین کھانا

بعض دنیادار اور دنیاداری سے موصوف لوگ جاہ ومنصب اور دنیاوی حیثیت میں جو ان کے ہم طبقہ اور ہم رُتبہ ہوتے ہیں ان ہی کی دعوت قبول کرتے ہیں۔ ایسا کرنا رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کے خلاف ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے افعال میں سے ہے کہ آپ مسکین اور غلام کی دعوت بھی قبول فرماتے۔ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بُرا اور بد ترین کھانا اُس ولیمے کی دعوت کا کھانا ہے جس میں امیروں کو بلایا جاتا اور فقرا (غریبوں) کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔'' اور ارشاد فرمایا: ''جس نے دعوت قبول نہ

کی اس نے اللہ پاک کی نافرمانی کی[1]۔"[2]

نواسۂ رسول رضی اللہ عنہ کی عاجزی

ایک مرتبہ چند مساکین راستہ میں بیٹھے مانگ رہے تھے اور ریت پر پھیلائے روٹی کے ٹکڑے کھا رہے تھے کہ حضرت سیّدُنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما خچر پر سوار قریب سے گزرے، آپ نے انہیں سلام کیا تو وہ جواب دے کر عرض گزار ہوئے: اے نواسۂ رسول! آیئے کھانا کھایئے! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا! بے شک اللہ پاک بڑائی چاہنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ چنانچہ آپ خچر سے اترے اور زمین پر بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانا کھایا پھر انہیں سلام کیا اور اپنی سواری پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سوار ہو کر فرمایا: میں نے تمہاری دعوت قبول کی تم بھی میری دعوت قبول کرو۔ انہوں نے عرض کی: ضرور۔ پھر انہوں نے دن میں کسی وقت آنے کا وعدہ کیا، جب وہ آئے تو آپ نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اونچی جگہ بٹھایا پھر (اپنی زوجہ سے) فرمایا: اے رُباب! جو کچھ تم نے جمع کیا ہے وہ لاؤ۔ تو کنیز نے عمدہ قسم کا کھانا جوان کے پاس تھا پیش کر دیا اور حضرت سیّدُنا امام حسن رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔

ایک اَہلِ عبرت (نصیحت حاصل کرنے والے) کا بیان ہے کہ میں دعوت کو صرف جنت کی نعمتوں کو یاد کرنے کیلئے قبول کرتا ہوں یعنی یہ ایسا کھانا ہے جو بغیر تکلیف اور مشقت کے ملتا ہے۔

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ محبت والفت کی وجہ سے بقدر کفایت کھانے پر مسلمان بھائیوں کا جمع ہونا دنیا میں سے نہیں ہے۔

کھانے والے نے تو اپنا رزق کھایا ہے

بعض صوفیائے کرام فرمایا کرتے تھے: تم ایسے شخص کی ہی دعوت قبول کرو جو یہ سمجھتا ہو کہ کھانے

---

[1]...... یہ جملہ ان علماء کی دلیل ہے جو قبول دعوت کو واجب یا فرض کہتے ہیں، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس سے استحباب کی تاکید مقصود ہے یا وہ شخص مراد ہے جو تکبُّر کی وجہ سے مسلمانوں کی دعوتوں میں شرکت نہ کرے جیسا کہ آج بعض متکبرین کو دیکھا جاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح،5/75)

[2]...... بخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ، ۳/۴۵۵، حدیث: ۵۱۷۷

والے نے تو اپنا رزق کھایا ہے میں نے تو اس کی امانت اس کے سپرد کی ہے جو میرے پاس تھی اور اس دعوت قبول کرنے پر وہ احسان مند بھی ہو۔

یہ ایک معرفت والے داعی کی شہادت ہے اسی طرح دعوت دیئے گئے موحدین کی شہادت یہ ہے کہ وہ داعی اول، مجیب آخر، معطی باطن اور رازق ظاہر (یعنی اللہ پاک) کو حاضر جانیں۔ جیسا کہ بعض صوفیائے کرام نے اپنے ساتھیوں کا اسی طرح امتحان لیا۔ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص نے صوفیا کے کسی پیشوا اور ان کے ساتھیوں کو کھانے کی دعوت دی۔ جب ساتھی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے اور کھانے کا انتظار کرنے لگے کہ ان کے سامنے لایا جائے تو شیخ ان کی طرف آئے اور کہا: اس آدمی کا یہ گمان ہے کہ اس نے تمہیں بلایا ہے اور تم اس کا کھانا کھاؤ گے۔ اس میں حرج ہے یا فرمایا: اس کا کھانا مجھ پر حرام ہے جو کھانے کے قول و فعل میں اس کریم مولا کا مشاہدہ نہ کرے (یعنی جو اللہ پاک کو رازق گمان نہ کرے اس کا کھانا مجھ پر حرام ہے)۔ سب لوگ کھڑے ہوئے اور چلے گئے، انہوں نے کھانے کو حلال نہ سمجھا کیونکہ انہیں اس فعل میں مشاہدۂ حق نہیں ہو رہا تھا مگر ایک نوجوان بیٹھا رہا کیونکہ اس کی نظر اور حضوری ذات الٰہی کے معاملے میں زیادہ پختہ نہیں تھی۔ (مصنف کتاب حضرت سیّدُنا شیخ امام ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:) اس عبارت کے الفاظ میرے ہیں اور کہنے والے کا مفہوم یہی یا اسی طرح کا ہے۔

قبولِ دعوت اور نیت کی درستی

دعوت قبول کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اس میں سات نیتیں کرے کیونکہ ”اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔“ دعوت قبول کرنا بھی ایک عمل ہے تو جس نے دنیا کی نیت کی تو وہ دنیا ہی میں اپنے حصے کو جلد پانے والا ہو گا اور جس نے اس کے ذریعے آخرت کا ارادہ کیا تو وہ اپنی اچھی نیت کی وجہ سے آخرت کو پانے والا ہو گا اور جس نے نیت ہی نہ کی یا اس کی نیت خراب ہو تو وہ ٹھہرا رہے یہاں تک کہ اللہ پاک اسے اچھی نیت عطا فرمائے پھر وہ دعوت قبول کرے یا اگر اس کی اچھی نیت نہ بن پا رہی ہو تو وہ دعوت قبول نہ کرے کیونکہ دعوت قبول کرنا فضیلت والے اعمال میں سے ہے تو اس میں بھی اچھی نیت کی ضرورت ہو گی اس لئے کہ دعوت قبول کرنے میں جب علم بھی پایا جائے گا تو اس میں نیکیاں کثیر ہوں گی

اور نفسانی خواہش نہ پائے جانے کی وجہ سے برائیوں سے سلامتی بھی نصیب ہوگی ورنہ دعوت قبول کرنا نفسانی خواہش سے ہوگا اور ایسا کرنے والا دنیا کے کاموں میں سے ایک کام کرنے اور اپنے نفس و پیٹ کو بھرنے کی کوشش کرنے والا شمار ہوگا۔

چنانچہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس کی ہجرت دنیا کو پانے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔[1] لہٰذا وہ شخص نیت کے فساد کی وجہ سے گناہ گار ہوگا یا نیت نہ ہونے کی وجہ سے اجر کا مستحق نہیں ہوگا۔

دعوت قبول کرنے کی سات نیتیں

پہلی نیت: اللہ پاک اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کرنا جیسا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ پاک کی نافرمانی کی۔"[2]

دور کی اور قلیل دعوت بھی قبول کی جائے

دوسری نیت: سنت کی ادائیگی جیسا کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: "اگر مجھے مقامِ غَمِیْم میں بھی بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں گا۔"[3]

غَمِیْم مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے، حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان المبارک میں سفر کرتے ہوئے جب اس مقام پر پہنچے تو روزہ نہ رکھا اور نماز قصر کی۔

ایک روایت میں ہے کہ "اگر مجھے دستی کی بھی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں گا۔"[4]

اس حدیث پاک میں قلیل چیز کی دعوت قبول کرنے میں بھی واضح دلیل ہے اور پہلی روایت میں دعوت کی جگہ دور ہو تو پھر بھی اس کے قبول کرنے کی ترغیب بیان ہوئی ہے۔

---

[1]......بخاری، کتاب العتق، باب الخطاء والنسیان فی العتاقة، ۲/ ۱۵۳، حدیث: ۲۵۲۹

[2]......بخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوة فقد عصی الله ورسوله، ۳/ ۴۵۵، حدیث: ۵۱۷۷

[3]......بخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوة فقد عصی الله ورسوله، ۳/ ۴۵۵، حدیث: ۵۱۷۸ دون ذکر الغمیم

[4]......بخاری، کتاب الهبة، باب القلیل من الهبة، ۲/ ۱۶۶، حدیث: ۲۵۶۸

زندہ شخص کا حق پورا کرنے کی اہمیت

توراتِ شریف یا بعض آسمانی کتابوں میں مذکور ہے کہ "ایک میل تک چل کر مریض کی عیادت کرو، دو میل تک چل کر جنازے میں شرکت کرو، تین میل تک دعوت میں جاؤ اور چار میل چل کر اپنے اس مسلمان بھائی کی زیارت (اور اس سے ملاقات) کرو جس سے **اللہ** پاک کے لئے بھائی چارہ کیا ہے۔"

دعوت قبول کرنے میں دور تک جانے کا جو حکم ہے اور اسے عیادت اور جنازے میں شریک ہونے پر (زیادہ دور تک جانے میں) جو فضیلت دی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زندہ شخص کے حق کو پورا کرنا اور دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا ہے۔

تیسری نیت: اپنے بھائی کی تعظیم کی نیت کرے کہ حدیث پاک میں ہے: "جس نے اپنے مسلمان بھائی کی تعظیم کی تو بے شک اس نے **اللہ** پاک کا اِکرام کیا۔[1]

بن مانگے ملنے والا عطیہ رد نہ کیا جائے

حضرت سیِّدُنا حسن اور حضرت سیِّدُنا عطاء رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہِمَا سے مروی روایت میں ہے کہ "جس شخص کے پاس بن مانگے کوئی شے آجائے اور وہ اسے رد کردے تو گویا اس نے **اللہ** پاک کا عطیہ رد کیا۔"[2] یونہی دعوت قبول نہ کرنا بھی عطیہ کو رد کرنا ہے۔

حدیث قدسی[3] میں بھی یہ مفہوم ہے۔ چنانچہ **اللہ** پاک قیامت کے دن بندے سے ارشاد فرمائے گا: اے بندے! میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا کیوں نہیں کھلایا؟ بندہ کہے گا: میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ **اللہ** پاک ارشاد فرمائے گا: تیرا مسلمان بھائی بھوکا تھا تو نے اسے کھانا کیوں نہیں کھلایا، اگر تو اسے کھلاتا تو گویا مجھے کھلاتا۔[4]

---

1 ....الترغیب والترھیب لقوام السنۃ، باب فی الترغیب فی اکرام المؤمن وغیرہ من خلق اللہ، ۱/ ۱۲۰، حدیث: ۱۹۵

2 ....موطا مالک، کتاب الصدقۃ، باب ما جاء فی التعفف عن المسئلۃ، ۲/ ۴۷۵، حدیث: ۱۹۳۳ بتغیر

3 ....حدیث قدسی وہ حدیث ہے جس کے راوی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہوں اور نسبت **اللہ** پاک کی طرف ہو۔ (تیسیر مصطلح الحدیث، الباب الاول، الفصل الرابع، ص ۹۳)

4 ....مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب فضل عیادۃ المریض، ص ۱۰۶۹، حدیث: ۶۵۵۶

لہٰذا اللہ پاک کی ظاہری تعظیم سے مسلمان کی حرمت بھی ہے کیونکہ اللہ پاک نے اس کو قائم مقام بنایا ہے۔ باطنی مفہوم سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب کسی نے دعوت قبول کی تو اس بندے نے خود اپنی جان کو کھلانے پر مدد دی۔ گویا اس نے خود کو کھلایا اور جب وہ دعوت قبول نہیں کرتا تو وہ خود کو کھلانے پر تعاون ترک کرتا ہے اور یہ بات تکلیف پہنچانے کے تحت داخل ہے کہ اس نے خود کو نہ کھلایا حالانکہ وہ مسلمان ہے جبکہ اس نے دعوت قبول نہ کی ہو، اسے ذہن نشین کر لو۔

مسلمان بھائی کا دل خوش کرنا

چوتھی نیت: اپنے مسلمان بھائی کا دل خوش کرنا۔ حدیث پاک میں ہے کہ ”جس نے مسلمان کو خوش کیا بے شک اس نے اللہ پاک کو راضی کیا۔“[1]

پانچویں نیت: دعوت قبول کر کے اپنے بھائی کے دل سے غم دور کرنا اور دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ سے جو فکر پیدا ہوئی تھی اسے دور کرنا یعنی دعوت قبول نہ کرنے والے کے بارے میں بدگمانی کرنا اور بن دیکھے بدگمانی کا باعث بننا کہ اس نے کیوں میری دعوت قبول نہ کی؟ اور وہ کیسے دعوت قبول کرتا؟ لہٰذا دعوت قبول کرنے کی صورت میں اس طرح کی بدگمانیوں کا دروازہ نہیں کھلے گا اور دعوت دینے والے سے بدگمانی کا بوجھ ساقط ہو جائے گا اور اس بارے میں جو شکوک و شبہات تھے وہ (دعوت قبول کرنے کے) یقین سے زائل ہو جائیں گے۔

مسلمان بھائی کی زیارت کرنا

چھٹی نیت: اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرنا اور اس کا یہ زیارت کرنا کامل نفلی اجر ہو گا۔ اللہ پاک کی رضا کے لئے اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرنے کے متعلق فضیلت مروی ہے اور اس کے ذریعے بندہ اللہ پاک کی ولایت کا مستحق ہو جاتا ہے اور یہ چیز اللہ پاک کی رضا کی خاطر دو آپس میں محبت کرنے والوں کی علامت بھی ہے۔ اس میں دو چیزیں شرط ہیں: (1) اللہ پاک کی رضا کے لئے مال خرچ کرنا (2) اللہ پاک کی رضا کے لئے آپس میں ملاقات کرنا۔ دعوت میں ان دونوں (مہمان اور میزبان) میں سے ایک کی طرف سے خرچ ہوتا اور

---

[1]........حلیۃ الاولیاء، ھارون بن رئاب الاسدی، ۳/ ۶۲، حدیث: ۳۱۸۸

دوسرے کی طرف سے زیارت ہوتی ہے۔

(مصنف کتاب فرماتے ہیں:) یہ بات عام مشہور ہے کہ دعوت قبول کرنا عاجزی میں سے ہے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا کہ متکبر لوگ دعوت قبول نہیں کرتے۔

یہ سات اعمال اور نیتیں اس کے لئے ہیں جسے انہیں کرنے کی توفیق ملے اور جو ان پر عمل کرے۔

اِصرار نہ کرے

جب تم اپنے بھائی کو ایک یا دو مرتبہ کھانا پیش کر دو پھر اس پر اصرار نہ کرو۔ یونہی جب تم اسے دعوت دو اور وہ ناپسند کرے تو اصرار نہ کرو۔ بزرگ فرماتے ہیں: تم اپنے دوست پر ایسی چیز لازم نہ کرو جو اس پر شاق گزرے اور تین مرتبہ سے زیادہ کہنا اصرار اور منت سماجت ہے۔ یہ سنت اور ادب نہیں ہے مگر وہاں جہاں ضروری ہو اور سب کے لئے اس میں ادب ہو۔

علما فرماتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کوئی بات کی جاتی تو تین بار سے زیادہ نہ دھرائی جاتی۔ نیز منقول ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے کلام کا (کبھی) تین بار اعادہ فرماتے اور قول کا تکرار تین مرتبہ کرتے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرمایا کرتے تھے: کھانا کوئی قابلِ قدر چیز نہیں (یعنی اس کی ایسی شان نہیں) کہ اس پر قسم کھائی جائے۔ ایک مرتبہ فرمایا: کھانا اس سے ہلکا ہے کہ ہمیں اس کی طرف بلایا جائے۔ یہ اس وجہ سے فرمایا کہ مومن کا حق عظیم ہے۔

گھر کی چیزوں کے استعمال کی اجازت

حضرت سیِّدُنا سعید بن ابو عروبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا طریقہ تھا کہ آپ اپنے دوستوں کو کھانا پیش نہیں کرتے تھے بلکہ کھانے کی چیزیں ان کے سامنے کر دیتے۔ چنانچہ کھال اتار کر گوشت لٹکا دیا جاتا اور روٹی بھی ساتھ موجود ہوتی۔ یوں ہی اپنے کپڑوں اور سامان میں بھی ایسا ہی معاملہ کرتے۔ ان کے گھر کی تمام چیزیں ظاہر اور

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۴/ ۴۴۰، حدیث: ۱۳۳۰۷ بتغیر قلیل

لٹکی ہوئی ہوتیں۔ جو بھی دوست ان کے گھر آتا اگر چاہتا تو لٹکے ہوئے گوشت کو کاٹ کر بھون لیتا یا پکا لیتا اور اگر چاہتا تو روٹی کے ساتھ گھر میں جو سالن ہوتا اس کے ساتھ کھا لیتا۔ یونہی جو چاہتا ان کپڑوں میں سے پہن لیتا۔ یہ تمام چیزیں ہر اس شخص کے لئے ان کے گھر میں میسر تھیں جو ان چیزوں کو لینا چاہتا۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ فرمایا کرتے تھے: جب تمہارا بھائی تم سے ملاقات کرنے آئے تو اس سے یہ نہ کہو کہ کھانا کھا لو یا میں آپ کو کھانا پیش کرتا ہوں بلکہ جو چیز تمہارے پاس ہو تم وہ پیش کر دو پھر اگر وہ کھا لے تو ٹھیک ورنہ اٹھا لو۔

دوست کے پاس کھانے کے ارادے سے جانا

جس فقیر کو فاقہ (بھوک) کا گمان ہو تو وہ اپنے بھائی کے پاس کھانے کے ارادے سے جائے تو اس کا ایسا کرنا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے: (1) اس کے پاس کھانا موجود نہ ہو۔ (2) اس کی نیت یہ ہو کہ اس کے مسلمان بھائی کو ثواب ملے اور اس اجر ملنے کا باعث وہ ہو۔ اس لئے کہ اس نے خود کو اپنے بھائی کو ثواب دلانے کے لئے پیش کیا ہے تو یہ شخص نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرنے والے لوگوں میں داخل ہو گا، نیز مسکین اور اپنے جیسے فقرا کے کھانے پر ابھارنے والے شخص کی طرح ہو گا کہ اس کا بھائی اس بات کو نہیں جانتا اگر اسے علم ہوا تو ضرور خوش ہو گا اور علم نہ ہونے کی صورت میں جب اسے بتایا جائے گا تو اس کا دل خوش ہو گا۔ اسلاف کی ایک جماعت نے ایسا عمل کیا ہے۔

اسی مفہوم میں سلف صالحین کے تین بزرگوں کا طرزِ عمل منقول ہے۔ ان میں سے ایک حضرت سیِّدُنا عون بن عَبۡدُ اللہ مسعودی رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ بھی ہیں۔ آپ کے 360 دوست تھے، ہر ایک کے پاس ایک دن ٹھہرتے۔ دوسرے بزرگ کے 30 دوست تھے، وہ ہر ایک کے پاس ایک رات جاتے اور تیسرے بزرگ کے سات دوست تھے، وہ ہر ایک کے پاس ایک دن اور رات ٹھہرتے تھے۔

یہ وہ بزرگ تھے جو اپنے دوستوں کے ساتھ ایسے اخلاق کے ساتھ پیش آتے، اپنی کمائی اور مقررہ آمدنی پر انہیں ترجیح دیتے اور وہ ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ یہ حضرات نہ تو کماتے تھے اور نہ ہی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے۔ ان کی اپنے بھائیوں کے بارے میں نیک نیتی ہوتی تھی۔ وہ لوگ ان سے

پوچھتے رہتے اور ان پر اپنا مال تقسیم کرتے اور اسے سب سے افضل عمل سمجھتے تھے۔ یہ مہمان حضرات دعوت قبول کرکے اور ان کے پاس ٹھہر کر اپنے بھائیوں کا اکرام کرتے تھے۔ ان میں سے بعض وہ تھے جو اپنے دوست کے گھر میں ہی رہتے تھے، ان کے دوست نے گھر میں ان کے لئے علیحدہ سے ان کی ضرورت کے مطابق جگہ بنائی ہوتی تھی۔ وہ اس گھر سے کبھی دور نہ ہوتے اور اس میں ایسے ہی حکم اور تصرف کرتے جیسے اپنے ذاتی گھر میں کیا کرتے تھے۔

ہاتھ دھونے کا طریقہ

ہر کوئی ہاتھ دھونے کے آداب سے واقف نہیں ہوتا جیسا کہ ہر انسان کھانے کی سنتوں سے واقف نہیں ہوتا۔ جو شخص اشنان (ایک خوشبودار بوٹی جو صابن کی جگہ صفائی کا کام دیتی ہے) سے ہاتھ دھونا چاہے تو اسے چاہیے کہ پہلے وہ اپنی تین انگلیوں کو دھوئے پھر خشک اشنان کو اپنی دوسری ہتھیلی میں ڈالے۔ اپنی انگلیوں سے اچھی طرح منہ دھوئے، دانتوں کے اندرونی اور باہری حصوں، تالو اور زبان کو بھی صاف کرے۔ پھر اپنے ہاتھوں کو پانی سے دھولے اس کے بعد بقیہ اشنان اپنی انگلیوں کے ظاہری اور اندرونی حصے پر مل لے۔ پھر اشنان کو دوبارہ اپنے منہ پر نہ لگائے تاکہ تری دوبارہ اس کے ہاتھ سے اس کی طرف نہ لوٹے۔ ہاتھ دھونے کے طریقے میں اتنی ہی بات کفایت کرتی ہے۔

ہاتھ دھلانے میں ایک ادب

جو شخص کھانا کھلانے کے بعد اپنے بھائیوں کے ہاتھ دھلائے تو ادب یہ ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے ہاتھوں پر میٹھا اور شیریں پانی ڈالے۔ اسی طرح صوفیا کا ایک گروہ اور ان جیسے لوگ مہمانوں کی اچھی خاطر مدارت سے پہچانے جاتے اور دعوت میں بلائے گئے لوگوں کی عمدہ دیکھ بھال سے شہرت رکھتے تھے۔

بعض صوفیا کہتے ہیں: مرد جب اپنے دوستوں کو دعوت پر بلاتا ہے تو تمام اچھی چیزیں انہیں پیش کرتا اور میٹھی چیزیں بھی رکھ دیتا ہے لیکن آخر میں (کھانے کے بعد کلی کرتے ہوئے) ان کے مونہوں میں نمکین جاتا ہے تو یہ چیز دیکھ بھال میں نقص اور حسن رعایت میں کمی کی علامت ہے۔

اہل عرب کے طریقوں میں سے متقدمین سلف صالحین کے کلام سے منقول کھانے کی کراہت وفضیلت کے بارے میں وارد بکھری ہوئی احادیث وروایات

رزق میں وسعت اور اولاد میں عافیت کا نسخہ

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دستر خوان سے کھانے کے گرے ہوئے ٹکڑے اٹھا کر کھاتا ہے فراخی کی زندگی گزارتا اور اس کی اولاد میں خیریت رہتی ہے۔[1]

بازار میں کھانا

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: ”بازار میں کھانا بے مروتی ہے۔“[2] یہ حدیث منفرد اور مسند ہے اور اس کا حدیث ہونا درست نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور ان کے علاوہ دیگر تابعین کا قول ہے۔

سیِّدُنا مولا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کی نصیحتیں

حضرت سیِّدُنا نَزَّال بن سبرہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: جس نے اپنی غذا کو نمک کے ساتھ شروع کیا تو **اللہ** پاک اس سے 70 قسم کی آفتیں دور فرمائے گا اور جس نے ہر دن سات عجوہ کھجوریں کھائیں تو اس کے پیٹ کی بیماریاں ختم ہو جائیں گی اور جو روزانہ 21 دانے سرخ کشمش کے کھا لیا کرے تو اپنے جسم میں کوئی ناپسندیدہ چیز نہ دیکھے گا۔ گوشت گوشت کو پیدا کرتا ہے اور ثرید اہل عرب کا کھانا ہے۔ بِسْتَار جات (یعنی گوشت کے شوربے سے بنایا ہوا سالن) پیٹ کو بڑھاتا

[1] ...... کنزالعمال، کتاب المعیشۃ والآداب، الباب الاول، الفصل الاول، جزء:١٥، ٨/١١١، حدیث:٤٠٨١٧ بتغیر قلیل

عیون الاخبار، کتاب الطعام، اداب الاکل والطعام، ٣/٢٤٣

[2] ...... معجم کبیر، ٨/٢٤٩، حدیث:٧٩٧٧ عن ابی امامۃ

اور سرین کو نرم کرتا ہے۔ گائے کا گوشت بیماری، اس کا دودھ شفا اور گھی دوا ہے۔ چربی اپنی ہی مثل بیماری کو نکالتی ہے۔ لوگ تر کھجور سے بڑھ کر کسی اور چیز سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ مچھلی جسم کو پگھلاتی (اور دبلا کرتی) ہے۔ تلاوتِ قرآن اور مسواک سے بلغم دور ہوتی ہے (نیز قرآن پاک میں دیکھ کر تلاوت کرنے سے نظر تیز ہوتی ہے)۔ جو لمبی عمر چاہے وہ ناشتہ جلد (صبح سویرے) کرے۔ عورتوں سے میل جول کم کرے، جوتے پہنے اور چادر ہلکی رکھے یعنی قرض نہ لے۔

ایک طبیب کی نصیحتیں

حکمرانوں کے واقعات میں ہے کہ حَجّاج نے تاذوق طبیب سے کہا: مجھے کوئی ایسی چیز بتاؤ جسے میں اختیار کروں اور اس سے تجاوز نہ کروں۔ طبیب نے کہا: ☆... جوان عورت سے نکاح کرو، ☆... جوان جانور کا گوشت کھاؤ، ☆... کسی چیز کو اس وقت تک نہ کھاؤ جب تک وہ اچھی طرح پک نہ جائے، ☆... بغیر بیماری کے دوا نہ پیو، ☆... پھل خوب پکا ہوا کھاؤ، ☆... کھانا اچھی طرح چبا کر کھاؤ، ☆... کھانا اپنی پسند کا کھاؤ، ☆... کھانے کے بعد پانی نہ پیو، ☆... اگر پانی پی لو تو اس کے بعد کچھ نہ کھاؤ، ☆... پیشاب پاخانہ نہ روکو، ☆... دن میں کھاؤ تو کچھ دیر قیلولہ کر لیا کرو ☆... اور رات کو کھانے کے بعد کچھ چہل قدمی کر لیا کرو اگرچہ 100 قدم ہی ہو۔

ہلکی بیماری میں دوا نہ لے

مذکورہ کلام میں فلسفی طبیب نے جو حکمت بیان کی ہے اس کے بارے میں حدیث پاک بھی منقول ہے۔ چنانچہ حدیث مقطوع[1] میں ہے جسے حضرت ابو الخطاب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن بُکَیر سہمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ "جسے ہلکی پھلکی بیماری ہو تو وہ دوا نہ لے کیونکہ کتنی ہی دوائیں ایسی ہیں جو بیماری پیدا کرتی ہیں۔"[2]

دانشور کہتے ہیں: جس قدر تمہاری غذا بیماری کو برداشت کر سکے اسی قدر دوا کے ذریعے بیماری کو دور کرو۔

---

[1]...... جس حدیث کا سلسلۂ روایت کسی تابعی تک منتہی ہوتا ہے اسے حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ (انوار الحدیث، ص 51)۔ حدیث مقطوع کا تعلق متن سے ہے یعنی وہ متن جو تابعی کی طرف منسوب ہو وہ حدیث مقطوع ہے۔ (نصاب اصول حدیث مع افاداتِ رضویہ، ص 79)

[2]...... عقد الفريد، كتاب الزبرجدة الثانية، نتف من الطب، ۷/ ۳۰۰

ایک دانا (عقل مند) کا کہنا ہے: دوا پینا ایسا ہے جیسے کپڑے کے لئے صابن جو کپڑا صاف کرنے کے ساتھ ساتھ پرانا بھی کر دیتا ہے۔

بقراط فلسفی کہتا ہے: دوا اوپر سے ہوتی ہے اور بیماری نیچے سے تو جس کی بیماری پیٹ میں ناف سے اوپر ہو تو اسے دوائی پلائی جائے اور جس کی بیماری ناف سے نیچے ہو اسے حقنہ دیا جائے اور جس کی بیماری نہ اوپر سے ہو اور نہ نیچے سے تو اسے دوا نہیں پلانی چاہیے۔ اگر اسے دوا پلا دی گئی تو جہاں وہ بیماری نہ پائے گی وہاں اپنا اثر کرے گی یوں صحت میں مرض پیدا کر دے گی۔

رات اور صبح کا کھانا نہ چھوڑو

ایک روایت میں ہے: رگوں کو کاٹنا بیمار کرتا ہے اور رات کا کھانا چھوڑنا بوڑھا کرتا ہے۔

اہل عرب کا قول ہے کہ صبح کا کھانا چھوڑنا سرین کی چربی پگھلاتا ہے۔

کسی دانشور کا کہنا ہے کہ مجھے اطبا نے کھانے کے دوران پانی پینے سے منع کیا ہے۔

عربوں کا مقولہ ہے: "تَعَشَّ وَتَمَشَّ تَغَدَّ وَتَمَدَّ یعنی رات کا کھانا کھا کر کچھ دیر چل لو اور دن کا کھانا کھا کر سو جاؤ۔"

پیشاب، پاخانہ نہ روکو

جہاں تک پاخانہ روکنے کی بات ہے تو ایک فلسفی کہتا ہے: کھانا جب چھ گھنٹے سے پہلے خارج ہو جائے تو یہ معدہ کی خرابی ہے اور جب 24 گھنٹوں کے بعد بھی نہ نکلے تو یہ معدہ کے لئے نقصان دہ ہے اور کہا گیا ہے کہ پیشاب کو روکنا جسم کو خراب کرتا ہے جیسا کہ نہر اپنے ارد گرد دیواروں کو خراب کر دیتی ہے جب اسے روکا جائے تو وہ اپنی سائیڈ والی دیواروں سے بہنے لگ جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جوڑوں کی بیماری ہوا (ریح) کو روکنے کا نتیجہ ہے۔

معاملات کی صحت کا دارومدار چار چیزوں پر ہے

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے بعض حکما کی کتابوں میں پڑھا کہ معاملات

کے صحیح ہونے کا دارومدار چار چیزوں پر ہے:(1) کھانا اس وقت کھایا جائے جب اس کی طلب ہو۔(2) عورت صرف اپنے شوہر کی طرف ہی دیکھے (یعنی غیر محرم کو نہ دیکھے)۔(3) بادشاہت اطاعت کے ذریعے ہی درست ہوتی ہے اور (4) رعایا کے معاملات انصاف سے ہی درست ہو سکتے ہیں۔

ایک رومی دانشور سے پوچھا گیا: کھانا کس وقت میں کھانا زیادہ نفع مند ہے؟ کہا: جب کھانا میسر ہو اور بھوک بھی لگی ہو یا میسر نہ ہو تو جب ملے کھالے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب قدرت زیادہ ہوتی ہے تو خواہش کم ہوتی ہے۔

کسریٰ نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: انسان میں ایسی کون سی عادت ہے جو اس کے لئے زیادہ نقصان دہ ہے؟ ہم نشینوں نے کہا: فقر۔ کسریٰ نے کہا: بخل، فقر سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ فقیر کے پاس مال نہیں ہوتا جبکہ بخیل مال پاتا ہے لیکن وہ اسے کھاتا نہیں ہے۔

تجھے کس چیز نے موٹا کیا؟

ایک موٹے شخص سے کہا گیا: تجھے کس چیز نے موٹا کیا؟ اس نے کہا: گرم چیزیں کھانے، ٹھنڈا مشروب پینے، الٹی جانب ٹیک لگانے اور دوسرے کا مال کھانے نے مجھے موٹا کیا۔

ایک خوبصورت جسم والے شخص سے پوچھا گیا: تیرے جسم کو کس نے خوبصورت بنایا؟ تو اس نے کہا: کم سوچ، فاقہ کی کثرت اور پیٹ بھرنے کے بعد سونا۔

صحت کا راز

ایک حکیم نے کسی موٹے شخص سے کہا: تمہاری صحت کا راز کیا ہے؟ اس نے کہا: میں خالص گندم کی روٹی، بھیڑ کا گوشت کھاتا، بنفشہ کا تیل لگاتا اور سوتی کپڑے پہنتا ہوں۔

اہلِ عرب کہا کرتے تھے: اَلْعَاشِيَةُ تُهِيْجُ الْاٰبِيَةَ یعنی وہ شخص جو کھانے کی خواہش نہیں رکھتا جب وہ اس شخص کو دیکھتا ہے جو کھانا کھا رہا ہوتا ہے تو یہ بات اسے اس کھانے پر اُبھارتی ہے جسے وہ نہ چاہ رہا ہو کیونکہ اس نے دوسرے شخص کو اپنا پیٹ بھرتے دیکھا ہے۔

حضرت سیِّدُنا اصمعی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: کسی دانا نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جب تک بردباری نہ

لے لو گھر سے نہ نکلو یعنی جب تک ناشتہ نہ کر لو گھر سے نہ نکلو۔

بازار جانے سے پہلے کچھ کھالو

اس لئے کہا گیا ہے کہ بازار کی طرف نکلنے اور لوگوں سے ملنے سے پہلے کچھ کھالیا جائے کیونکہ یہ بازاری اشیاء کی خواہش کو کم اور لوگوں سے ملنے کی لالچ کو ختم کرتا ہے۔

ہلال بن خثعم نے یہ شعر کہا:

وَاَنَّ قِرَابَ الْبَطْنِ يَكْفِيْكَ مَلْؤُهُ ۔۔۔ وَيَكْفِيْكَ سَوْءَاتِ الْاُمُوْرِ اجْتِنَابُهَا

ترجمہ: پیٹ کے مشکیزے کا بھرنا تجھے کفایت کرتا ہے تو بُرے معاملات سے بچنا بھی تجھے کفایت کرے گا۔

بازار میں کھانا کیسا

ایک بڑے صوفی بزرگ کو بازار میں چلتے ہوئے کھاتے دیکھا گیا تو کسی نے ان سے کہا: **اللہ** پاک رحم فرمائے! کیا آپ بازار میں کھاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: **اللہ** پاک عافیت دے! کیا مجھے بازار میں بھوک لگے تو گھر جا کر کھاؤں؟ عرض کی گئی: مسجد میں چلے جایئے۔ فرمایا: ”میں اس بات سے حیا کرتا ہوں کہ **اللہ** پاک کے گھر (مسجد) میں صرف کھانے کے لئے جاؤں۔“ ایسا اس لیے کہا کہ انہوں نے کھانے کو دنیاوی معاملات میں سے سمجھا تو اس طریقے سے انہوں نے مسجد میں داخل ہونے کو ناپسند جانا۔

جیسا کہ کہا گیا ہے: بازار بھگوڑوں کے دستر خوان ہیں کہ وہ خدمت سے بھاگتے اور بازار میں آکر ٹھہر جاتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہم حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں چلتے پھرتے کچھ کھالیتے اور کھڑے کھڑے پی لیتے تھے[1]۔

---

[1]...... مشہور مفسر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ76** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: ہم بعض صحابہ زمانہ نبوی میں کبھی چلتے پھرتے کچھ کھالیا کرتے تھے۔ جیسے دانے چابنا یا کھجور کھانا اور کبھی کھڑے کھڑے کچھ پی لیا کرتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ عمل حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بغیر اطلاع کے ہوگا اگر حضور انور ملاحظہ فرماتے تو منع فرما دیتے کیونکہ چلتے پھرتے کھانا اور کھڑے کھڑے پینا ممنوع ہے، یوں گھوڑے پر سوار کھانا پینا بہتر نہیں۔ (مرقات) ہو سکتا ہے

بعض اطبانے کہا ہے: پرہیز بھی ایک بیماری ہے۔

پرہیز بھی بیماری ہے

کہا گیا ہے کہ جس طرح بیمار شخص کا پرہیز کرنا نفع مند ہے اسی طرح صحت مند کا پرہیز کرنا نقصان دہ ہے کہ دوا جب ایسی بیماری نہیں پاتی جسے وہ ٹھیک کر سکے تو وہ صحیح چیز میں اپنا عمل کرتی ہے۔

بعض اہل عرب نے یہ شعر کہا:

وَرُبَّةَ حَزْمٍ كَانَ لِلسُّقْمِ عِلَّةً وَعِلَّةُ بَرْدِ الدَّاءِ خَبْطُ التَّعَلُّلِ

ترجمہ: کتنے ہی پرہیز بیماری کی وجہ بن جاتے ہیں اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ علاج میں مشغول ہونا چھوڑ دیا جائے تو بیماری ٹھیک ہو جاتی ہے۔

نیز کہتے ہیں: جس کو بیماری کا یقین اور عافیت کا شک ہو تو اس کا تندرستی کی حالت میں پرہیز کرنا اچھا ہے۔

طبیب کون؟

یہ بھی کہا گیا ہے: طبیب وہ نہیں جو بادشاہوں کو پرہیز کرائے اور انہیں خواہشات سے روکے بلکہ طبیب وہ ہے جو انہیں ان کے ارادوں پر چھوڑ دے پھر اچھی تدبیر سے ان کا علاج کرے یہاں تک کہ ان کے بدن درست ہو جائیں۔

ایک مدنی نے حجاز میں کسی اعرابی سے پوچھا: مجھے اس چیز کے بارے میں خبر دو جو تم کھاتے ہو اور جو تم چھوڑ دیتے ہو۔ اس نے کہا: ہر وہ چیز جو زمین پر چلتی ہے یا زمین میں داخل ہوتی ہے سوائے اُمِّ حُبَیْن کے (یہ ایک کیڑا جس کا پیٹ بڑا ہوتا ہے)۔ اس مدنی نے کہا: ام حبین کو مبارک ہو کہ اس نے تم سے عافیت پائی۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا صہیب رومی رَضِیَ اللّٰہ

کہ یہ چلتے پھرتے کھانا کھڑے کھڑے پینا کسی مجبوری و معذوری سے ہو جیسے جہاد میں بارہا چلتے پھرتے کھانا پڑتا ہے۔ یا ایسی چیز کھائی ہو جو عموماً چلتے پھرتے کھائی جاتی ہے جیسے دانے یا کھجوریں۔ ورنہ کھڑے کھڑے یا چلتے پھرتے روٹی چاول وغیرہ کھانا ممنوع ہے خصوصاً جب کہ فیشن کے طور پر ہو۔ جیسے آج کل مغرب زدہ مسلمانوں کا حال ہے کہ جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھاتے ہیں محض عیسائیوں کی نقالی کرتے ہوئے۔

عَنْہ کو دیکھا وہ کھجور کھا رہے تھے اور ان کی ایک آنکھ دکھ رہی تھی۔ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: تمہاری آنکھ دکھ رہی ہے اور تم کھجور کھا رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یارسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں دوسری طرف سے کھا رہا ہوں یعنی اس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں جو ٹھیک ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ جواب سن کر مسکرا دیئے۔[1]

کم کھانے، پرہیز کرنے اور پیٹ بھرنے کی مذمت میں وارد اقوال وواقعات

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: کمزور دل، لالچی پیٹ اور خواہش نفس کی شدت دین کے خلاف کتنی بُری معاون ہیں۔

ایک دانا سے پوچھا گیا: کون سا کھانا سب سے اچھا ہے؟ اس نے جواب دیا: بھوک۔ یعنی اس کی وجہ سے کھانا اچھا اور عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ مقولہ ہے: بہترین سالن بھوک ہے کہ (کھانے کی) جو چیز بھوکے کو دی جائے وہ قبول کرلیتا ہے۔

عتبی بن عُبَیْدُ اللہ کا کہنا ہے کہ میں نے اہلِ مدینہ کے ایک مرد سے کہا: اے میرے بھائی! مجھے اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ تمہارے فقہاء ہمارے فقہاء سے زیادہ ذہین ہیں، تمہاری عوام ہماری عوام سے زیادہ ہوشیار ہے اور تمہارے دیوانے ہمارے دیوانوں سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ اس مدنی نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: اس کی وجہ بھوک ہے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جب سارنگی اندر سے خالی ہوتی ہے تو اس کی آواز عمدہ اور صاف ہوتی ہے۔

حکایت: روزے دار کا تحفہ

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے حضرت سیِّدُنا امام حسین بن علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کی دعوت کی تو حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہ اور آپ کے ساتھی تشریف لائے اور کھانا تناول فرمایا لیکن

[1] ......ابن ماجہ، کتاب الطب، باب الحمیۃ، ۴/ ۹۱، حدیث: ۳۴۴۳

حضرت سیّدُنا عبدُاللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے نہ کھایا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں نہیں کھا رہے؟ تو حضرت سیّدُنا عبدُ اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے فرمایا: میرا روزہ ہے البتہ آپ لوگ میرے لئے روزے دار کا تحفہ مقرر فرمادیں۔ حاضرین نے پوچھا: روزہ دار کا تحفہ کیا ہے؟ تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: تیل اور خوشبو۔

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ سرمہ اور تیل بھی ایک توشہ دان ہے۔ دودھ بھی ایک قسم کا گوشت ہے۔ مہمان کو پھل کھلانا یا اس سے گفتگو کرنا بھی ایک طرح کی مہمان نوازی ہے۔ پس جو روزہ دار ہو اور دعوت میں حاضر ہونے کے باوجود کھانا نہ کھائے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ خوشبو لگائے اور سلام کرے کہ یہی اس کا کھانا ہے۔

بڑے لقمے بیماری کا سبب ہیں

منقول ہے کہ حضرت سیّدُنا عبد الرحمٰن بن ابو بکرہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے دستر خوان پر تشریف فرماتھے تو حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضرت سیّدُنا عبد الرحمٰن بن ابو بکرہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو بڑے بڑے لقمے اٹھاتے دیکھا۔ رات کا کھانا آیا تو حضرت سیّدُنا ابو بکرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ اکیلے حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے پاس آئے، آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ان سے پوچھا: تمہارے بڑے بڑے لقمے لینے والے بیٹے کا کیا حال ہے؟ تو حضرت سیّدُنا ابو بکرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے کہا: وہ بیمار ہو گیا ہے۔ تو حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: اس طرح کھانے والا بیماری سے نہیں بچ سکتا۔

حضرت سیّدُنا ابو بکرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے کہا گیا: تمہارے بیٹے نے اتنا کھایا کہ اسے بدہضمی ہو گئی ہے۔ حضرت سیّدُنا ابو بکرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو میں اس کا جنازہ نہیں پڑھوں گا۔

کہا گیا ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا بھی شراب کے نشہ کی طرح ایک نشہ ہے۔

عرب کے نامور طبیب حارث بن کلدہ سے پوچھا گیا: وہ کون سی دوا ہے جس میں بیماری نہیں؟ کہا: وہ دوا پرہیز ہے۔

کھانے سے مقصود

حکیم جالینوس سے پوچھا گیا: تم کھانا کم کھاتے ہو۔ اس نے کہا: میرا کھانا کھانے سے مقصود زندہ رہنا ہے

جبکہ دیگر لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ وہ زندہ رہیں تا کہ کھا سکیں۔

کہا جاتا ہے کہ انسان اپنے پیٹ میں انار سے زیادہ فائدہ مند اور نمک سے زیادہ نقصان دہ چیز نہیں ڈالتا، لہٰذا نمک کی مقدار کو کم کرنا اس بات سے بہتر ہے کہ انار زیادہ کھائے جائیں، کیونکہ زیادہ کھانے کی مذمت ہے اگرچہ وہ نفع مند ہو اور کم کھانے کی تعریف ہے اگرچہ نقصان دہ ہو۔

بواسیر اور جگر میں تکلیف کا ایک سبب

حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! بیت الخلاء میں زیادہ دیر بیٹھنے سے سر میں گرمی پیدا ہوتی، بواسیر ہوتی اور جگر میں تکلیف ہوتی ہے، لہٰذا بیت الخلاء میں تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ جاؤ۔ چنانچہ ان کی اس حکمت کو بیت الخلاء سے باہر نکلنے والی جگہ پر لکھ دیا گیا۔

منقول ہے کہ حجاج بن یوسف نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا: کون سی چیز تھکاوٹ کو زیادہ جلدی دور کرتی ہے؟ کچھ نے کہا: کھجور کھانا۔ بعض نے کہا: حمام۔ کسی نے کہا: ہم بستری اور کچھ نے کہا: جسم وغیرہ پر خوشبو ملنا۔ تیاذوق طبیب نے کہا: قضائے حاجت تھکاوٹ کو زیادہ جلدی دور کرتی ہے۔

بعض اطبا سے یہ بات منقول ہے کہ ایک شخص نے معجون کھالیا جس میں لوہے کی میل تھی۔ وہ اس کے پیٹ میں رہی جس کی وجہ سے وہ تکلیف میں مبتلا ہو گیا۔ طبیب نے کہا: میں نے اس کو ایک مقناطیس کا ٹکڑا کوٹ کر دیا جو اس نے کھالیا۔ چنانچہ وہ لوہے کی میل اس کے ساتھ چپک گئی اور پاخانے کے راستے خارج ہو گئی۔

بدہضمی کا نقصان

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا جعفر بن سلیمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے نقل کرتے ہیں کہ تیاذوق فلسفی نے کہا ہے: گوشت پر گوشت درندوں کو خشکی میں مار دیتا ہے۔ پھر حضرت سیِّدُنا جعفر بن سلیمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے مجھ سے کہا: ہماری ایک لونڈی نے کہا کہ ہمارے پاس ایک ہرن تھی جس نے گوندھا ہوا آٹا کھا لیا تھا یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھول گیا، جب اسے ذبح کیا گیا تو اس کا پیٹ خون سے بھرا ہوا تھا۔ یونس طبیب نے کہا: اسی طرح انسان ہے کہ جب انسان کو بدہضمی ہو جاتی ہے تو اس کا دل بھی خون سے بھر جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بصرہ کے حاکم حضرت سیِّدُنا جعفر بن سلیمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں: ایک شخص بہت زیادہ کھاتا تھا، جب بھی کھاتا تو الٹی کر دیتا تھا، میں نے اس سے کہا: تم ایسا نہ کرو کیونکہ معدہ الٹی کا عادی ہو جاتا ہے جیسے چوپائے چارے کے عادی ہو جاتے ہیں تو وہ کھانا ہضم نہیں کر پاتے۔

گندہ دہنی کا علاج

منقول ہے کہ تیاذوق طبیب سے گندہ دہنی (منہ سے بدبو آنے) کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا: اس کا علاج یہ ہے کہ کشمش کو پودینہ کے ساتھ گوندھ لیا جائے پھر اسے دو یا تین ہفتے کھایا جائے۔

بعض اطبا کا قول ہے: پانی کے ہلکا ہونے کی پہچان یہ ہے کہ وہ جلد اُبل جائے، جلد ٹھنڈا ہو جانے والا ہو، سورج کی سمت پر ہو لیکن اس کے بہنے کا مقام شمال کی طرف ہو اور اس کا گزر سرخ مٹی اور ریت پر ہو۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جو ذکر کیا یہ ان کے آخری اقوال میں سے ہے۔

مختلف کھانوں میں پہلے کون سا کھائے؟

جب مختلف قسم کے کھانے ہوں تو مناسب یہ ہے کہ پہلے سب سے زیادہ نرم اور عمدہ کھانے کھائے جائیں پھر اس سے کم عمدہ سے ابتدا کی جائے مثلاً ثرید سے پہلے بھنے ہوئے گوشت سے ابتدا کی جائے اور سکباج (گوشت اور سرکہ سے تیار کئے گئے سالن) سے پہلے طباہج (بھنے ہوئے گوشت کی ایک قسم) سے ابتدا کی جائے۔ یہ عربوں اور سلف وصالحین کا طریقہ ہے تاکہ ان کی بھوک زیادہ عمدہ اور نرم کھانے کو حاصل کرلے تو وہ اس میں سے بھرپور کھائیں یعنی وافر مقدار میں اپنا حصہ لے سکیں، نیز میزبان کو زیادہ ثواب حاصل ہو اور اس کے بعد جو کھانا ہو وہ کم کھائیں۔ اگر بعد میں سخت کھانا کھانے کی حاجت ہو تو وہ اس سے کم ہی کھائیں اگرچہ کچھ بھوک باقی بھی ہو اور دنیا دار لوگ مختلف سخت کھانوں کو لطیف اور نرم کھانوں پر مقدم کرتے ہیں تاکہ ان کا کھانا زیادہ ہو اور خواہش بڑھ جائے، وہ لطیف کھانے دوسری جگہ کے لئے رکھ لیتے ہیں تاکہ یہ لوگ عمدہ قسم کے کھانے کو کم کھائیں۔ آخرت کے طلب گاروں کے نزدیک یہ طریقہ اچھا نہیں ہے۔

مختلف قسم کے کھانے ایک جگہ پیش کرنا

بعض متقدمین تمام قسم کے کھانے کو ایک ہی جگہ پیش کیا کرتے تھے تا کہ انسان کو موجود کھانوں میں سے جو پسند ہو وہ کھالے، یہ طریقہ اچھا ہے تاکہ کھانا کھانے والے وہ کھائیں جو انہیں معلوم ہو اور جسے وہ پسند کرتے ہوں۔ اگر ان کے پاس ایک ہی قسم کا کھانا ہو تا تو وہ اسے ہی حاضر کر دیتے اور اس کے علاوہ کو حاضر نہ کرتے تا کہ لوگ اس کھانے سے کھالیں اور اس کے علاوہ دوسرے کھانے کی تگ و دو میں نہ رہیں، یہ بھی درست ہے۔

(حضرت سیِّدُنا امام ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:) ابو بکر ذہبی نے مجھ سے بیان کیا کہ ملک شام میں ایک شخص نے میری دعوت کی اور مجھے ایک قسم کا پکا ہوا کھانا پیش کیا۔ میں نے اس سے کہا: عراق میں ہمارے یہاں اس قسم کے کھانے کو آخر میں پیش کیا جاتا ہے تو اس نے کہا: ہمارے یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ ابو بکر ذہبی کہتے ہیں: یہ سن کر مجھے شرم محسوس ہوئی کیونکہ اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہ تھا۔

ایک شیخ کا بیان ہے کہ ہم چند لوگ کسی کے ہاں مہمان تھے، ہمارے سامنے بھنے اور پکائے ہوئے سر اور خشک گوشت کے ٹکڑے رکھے گئے۔ ہم اس انتظار میں رہے کہ اور قسم کا کھانا بھی آئے گا، لہٰذا ہم نے سیر ہو کر نہ کھایا حتّٰی کہ وہ ہاتھ دھلانے کے لئے تھال لے آیا، دوسرا کوئی کھانا نہ لایا۔ ہم میں سے ایک خوش طبع صاحب کہنے لگے: بے شک **اللہ** پاک بدنوں کے بغیر سر پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ رات ہم نے بھوکے رہ کر گزاری پھر رات کے آخری پہر ہم میں سے کسی نے روٹی یا روٹی کے ٹکڑے سحری کے لئے مانگے۔

کھانا اٹھانے میں جلدی نہ کرو

مناسب ہے کہ بچے ہوئے کھانے مہمانوں کے سامنے پڑے رہنے دے، ان کے سامنے سے کھانے اٹھانے میں جلدی نہ کرے حتّٰی کہ وہ اپنا ہاتھ اٹھالیں اور مختلف کھانوں سے اپنی حاجت پوری کرلیں کہ یہی ادب کا طریقہ اور معروف انداز ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کسی کے پاس جو کھانا حاضر تھا غائب اور آنے والے کھانے کے مقابلے میں اسے اس کی زیادہ خواہش ہو یا کسی کو بچے ہوئے کھانے کی حاجت باقی ہو کہ ابھی بھوک ختم نہ ہوئی ہو تو نفس کی خواہش پوری نہ ہونے کی وجہ سے کھانے کی خواہش رکھنے والے کو اس کی پسندیدہ چیز سے روکنا ہوا۔

حکایت: بخیل میزبان

حضرت سَیِّدُنا اَبُوعَبْدُ اللّٰہ وَرَّاق رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا صوفی سُتُّوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ ایک بار کسی دنیادار بخیل شخص کے دستر خوان پر تشریف فرما تھے، اس نے بھنا ہوا اونٹ لوگوں کے آگے رکھا، جب اس نے لوگوں کو اونٹ کے ٹکڑے کرتے دیکھا تو تنگ دل ہو کر اپنے غلام سے کہا: یہ بچوں کے لئے لے جاؤ۔ غلام اسے اٹھا کر گھر کے اندر جانے لگا تو حضرت سَیِّدُنا ستوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اس کے پیچھے ہو لئے۔ میزبان نے ان سے کہا: آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا: میں بچوں کے ساتھ کھاؤں گا۔ یہ سن کر میزبان بڑا شرمندہ ہوا اور غلام کو اونٹ واپس لانے کا کہا حتّٰی کہ لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔

میں کہتا ہوں: اس نے ایسا کر کے **اللہ** کے حکم پر صبر کیا۔

روٹی کی تعظیم

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ **اللہ** پاک نے اسے آسمان کی برکتوں سے اتارا ہے۔[1]

روٹی کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی موجودگی میں سالن کا انتظار نہ کیا جائے بلکہ جو نمک، سرکہ یا سبزی موجود ہو اسی سے کھانا شروع کر دے۔ دستر خوان یا پیالے کو سہارا دینے کے لئے ان کے نیچے کوئی چیز نہ رکھی جائے اور کسی چھوٹی چیز (روٹی وغیرہ) کے لئے تھال نہ لیا جائے، البتہ جس سے کھانا کھایا جاتا ہو وہ چیز اس میں ڈال دی جائے تب لینے میں حرج نہیں۔

جو موجود نہ ہو اس کا انتظار کرنا

سنت اور کھانے کے آداب میں سے ہے کہ جب لوگ موجود ہوں تو کھانے کے لئے کسی غائب کا انتظار نہ کیا جائے بلکہ جو لوگ حاضر ہوں ان کے ساتھ کھانا کھا لیا جائے کیونکہ کھانے کی موجودگی میں حاضرین کی تعظیم غائب شخص کے انتظار کے مقابلے میں زیادہ ضروری ہے ہاں اگر غائب شخص غریب ہو تو انتظار میں حرج نہیں

[1] ......نوادر الاصول، الاصل التاسع والتسعون والمائۃ، ۲ / ۷۴۸، حدیث: ۱۰۱۹

تاکہ اس کی شان بلند رہے اور اس کا دل نہ ٹوٹے البتہ اگر غائب شخص امیر ہے تو فقرا کی موجودگی میں اس کا انتظار نہ کیا جائے کیونکہ اس طرح امیر کا انتظار گناہ ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: "بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس میں امیروں کو دعوت دی جائے اور فقرا کو نہ بلایا جائے۔"[1] تو حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صرف امیروں کو مدعو کرنے کی وجہ سے کھانے کو شر (بدترین) سے تعبیر فرمایا حالانکہ کھانا کوئی امر تعبدی نہیں اور شر تو ان لوگوں کا ہے جنہوں نے فقرا کو چھوڑ کر صرف مالداروں کو دعوت دی چونکہ ان لوگوں نے اپنے رب سے دور ہونے اور دنیا سے قربت کی وجہ سے دنیا داروں سے اپنی طرح کے لوگوں کو دعوت دی اور اللہ والے جو آخرت کے حقدار ہیں ان کو چھوڑ دیا۔

کھانا اسی کے لئے ہے جو حاضر ہے

جماعت کی موجودگی میں کسی ایک شخص کا انتظار نہ کیا جائے اور بعض نے کہا کہ ایک کی موجودگی میں جماعت کا انتظار نہ کیا جائے گویا کہ کھانا اسی کے لئے ہے جو حاضر ہے اور جب کھانا آگیا تو غیر کی وجہ سے کھانے کو موقوف نہ کیا جائے۔ یونہی نماز (جب وقت باقی ہو) یا نماز کے علاوہ کسی اور چیز کی وجہ سے کھانے سے اعراض نہ کیا جائے۔ کھانے کو (دستر خوان پر) رکھ کر چھوڑ دیا جائے اور کھایا نہ جائے تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ملائکہ اس وقت تک ٹھہرے رہتے ہیں جب تک کھانا رکھا رہتا ہے حتّٰی کہ اسے کھالیا جائے یا اٹھالیا جائے جب کھانا کھالیا یا اٹھالیا جاتا ہے تو ملائکہ بیٹھ جاتے ہیں۔

مہمان کے سامنے کوئی چیز اٹھا کر رکھنا

میزبان کا اپنے مہمان بھائی کے سامنے کبھی کوئی چیز اٹھا کر رکھ دینا مختلف وجوہات کی بنا پر ناپسندیدہ بھی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ شاید اسے اپنی جگہ کے مقابلے میں اس جگہ سے کھانے کو لینا زیادہ پسندیدہ ہو ورنہ جس کھانے کو اس نے ناپسندیدہ سمجھا ہے اسے اس کھانے پر مجبور کرنا لازم آئے گا یا یہ کہ وہ ناپسند سمجھتا ہو روٹی کو سالن کے ساتھ ملا کر کھائے اور کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ روٹی بغیر کھائے پڑی رہتی ہے اور یہ بھی

---

[1] ......بخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ، ۳/۴۵۵، حدیث: ۵۱۷۷

ناپسندیدہ ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ جس کی طرف وہ کھانا اٹھایا گیا ہے وہ اسے پسند ہی نہ ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ روٹی علیحدہ رکھنا ہی اس کے لئے زیادہ موافق ہوتا ہے تاکہ کسی دوسرے کے کھانے کے قابل رہے ورنہ روٹی سالن کے ساتھ آلودہ ہوئی تو کوئی دوسرا اسے نہیں کھائے گا اور وہ بندہ ہی اسے کھانے پر مجبور ہوگا۔ اگر کھانا کھانے والا شدید حیا اور شرم والا ہو اور اس کی وجہ سے کھانا کم کھاتا ہو یا وہ چیز دور ہو یا کھانے والی چیز ایک ہی قسم کی ہو تو اسے مہمان کے قریب کرنے میں حرج نہیں البتہ اگر کھانے کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو یہ زیادہ مناسب ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم ذکر چکے۔

دوسرے کو لقمہ کھلانا

اپنے دوستوں کو لقمہ کھلانا اچھا ہے جب تک لقمہ کھانے والا شرم محسوس نہ کرے یا اسے دوسرے کے ہاتھ سے کھانا پسند نہ ہو ورنہ اسے ناپسندیدہ کام پر مجبور کرنا ہوگا۔

یہ انداز اور طریقہ درست نہیں کہ غلام کھانے (والوں کے) پاس کھڑے رہیں اور پلیٹیں، گلاس اٹھا کر دیتے رہیں کیونکہ یہ جابر بادشاہوں کا طریقہ ہے یا تو وہ چلے جائیں یا پھر بیٹھ جائیں۔ پھر جب ان کی حاجت ہو تو ضرورت پڑنے پر انہیں بلا لیا جائے۔ یونہی غلاموں کا شمعیں اور ہاتھ کے پنکھے لے کر کھڑے رہنا بھی مکروہ ہے کہ کوئی شخص حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ کھانا کھاتا تو آپ اپنے غلام کو بیٹھنے یا پھر واپس چلے جانے کا ارشاد فرماتے۔

کھانے کے بعد بیٹھ کر باتوں میں مشغول ہونا

جب لوگ کھانا کھا چکیں تو لوٹ جائیں، وہیں بیٹھ کر باتوں میں مشغول نہ رہیں کیونکہ ہو سکتا ہے یہ بات گھر والوں پر گراں ہو اور انہیں کہنے سے حیا آتی ہو۔

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ آیت بوجھل لوگوں کے بارے میں ہی نازل ہوئی:

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍؕ (پ ۲۲، الاحزاب: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: اللہ پاک نے اپنی کتاب میں بوجھل لوگوں کا ذکر یوں فرمایا:

فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا وَ لَا مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ لِحَدِیۡثٍ ؕ (پ۲۲، الاحزاب: ۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: انسان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ دوسروں پر بوجھ بننے سے ڈرے اور جو اس بات سے بے خوف ہوتا ہے وہ بوجھ بن جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام اعمش رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس اگر کوئی شخص دیر تک بیٹھا رہتا تو آپ یہ شعر کہتے:

فَمَا الْفِیْلُ تَسْحَبُہٗ مَیِّتًا بِاَثْقَلَ مِنْ بَعْضِ جُلَّاسِنَا
وَلَوْ عَلِمَ الثَّقِیْلُ مِنْ نَفْسِہٖ تَثَاقَلَ عَنَّا وَلَمْ یَاْتِنَا

ترجمہ: مرے ہوئے ہاتھی کو گھسیٹنا اتنا مشکل نہیں جتنا ہمارے کسی ہم نشین کو برداشت کرنا۔ اگر بوجھل شخص اپنے بوجھل پن کو جان لے تو وہ ہم سے دور ہو جائے اور ہمارے پاس نہ آئے۔

حضرت سیِّدُنا حماد بن سلمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جنگل بیابان میں روزہ رکھنا بوجھل پن سے ہے۔

حضرت سیِّدُنا قاضی یحییٰ بن اکثم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو ستھرا ہونے کے لئے جنگل کی طرف خالی ہاتھ نکلتے ہیں تو جنگل ان کی عقلوں کو ستھرا کر دیتا ہے۔

ایک ادیب کا قول ہے کہ بے تکلف لوگوں کے ساتھ تکلف برتنا بوجھ ہے اور تکلف والے لوگوں کے ساتھ بے تکلف ہونا حماقت ہے۔ اس طریقے سے انہوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ آدمی اپنے ہم جنس کے لوگوں کے ساتھ وہ رویہ اختیار کرے جو ان کی اخلاقی ترتیب اور حکمت کے نظام کے تحت ہو کیونکہ غیر جنس کے ساتھ اوصاف کے بدلنے سے یہ ترتیب بدل جاتی ہے۔ تکلف والے لوگوں کے ساتھ تکلف کرنا بھی اس لئے بوجھ ہے کہ اس سے ان کے تکلف میں اضافہ ہوتا اور مقررہ مقدار سے زیادتی ہوتی ہے جبکہ اللہ پاک نے ہر شے کو اندازے سے بنایا جیسا کہ اللہ پاک نے ہر شے کا ایک وقت مقرر کیا اور ہر وقت کا ایک حکم بنایا ہے۔ تکلف والے لوگوں کے ساتھ بے تکلف ہونا بے وقوفی اس لئے ہے کہ اس میں ان کی حد سے بڑھنا ہے۔ اس میں محمود اور پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ بے تکلف لوگوں کے ساتھ عموم سے ہٹ کر کچھ تکلف کیا جائے تاکہ

ان کا حال معتدل رہے اور تکلف والے لوگوں کے ساتھ کچھ بے تکلفی برتی جائے تاکہ بے تکلفی سے ان کے تکلف کی زیادتی ختم ہو سکے اور درمیانی بات وہ ہے جو حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمائی کہ لوگوں سے کھنچے کھنچے رہنا عداوت پیدا کرتا اور بے تکلّف ہو جانا بہت سے بُرے ہم نشین بنا دیتا ہے لہٰذا تکلف اور بے تکلفی کے درمیان رہے۔

جہاں تک دوستوں کے کسی حال کو دیکھنا ہو اور اہل احوال میں خاص لوگوں اور علما کے ہر حال کی بات ہو تو یہ وہ مستثنیٰ افراد ہیں جن پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔

کھانے کی تین صورتیں

بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ کھانے کی تین صورتیں ہیں: (1) دنیاداروں کے ساتھ ادب سے کھائے (2) فقرا کے ساتھ ایثار کر کے کھائے اور (3) دوستوں کے ساتھ بے تکلفی سے کھائے۔ بعض نے کہا کہ دوستوں کے ساتھ جیسا چاہے ویسا کھائے۔

ایک صوفی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ساتھیوں میں سے ایک شیخ سے کہا: آپ لوگ جب حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ساتھ صحرا کی طرف نکلتے ہیں تو وہ آپ کے ساتھ مذاق کرتے اور ہنستے ہنساتے ہیں۔ انہوں نے کہا: وہ ہمارے ساتھ بے تکلف ہوتے اور ہمیں مزاح کرنا سکھاتے ہیں۔ ایک دن ہم کھانا کھا رہے تھے میں نے دیکھا کہ ہمارے ایک ساتھی حضرت سیِّدُنا ابو احمد قلانسی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک عمدہ لقمہ لیا اور کھانے کے لئے منہ کی طرف لے جانے لگے تو حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس لقمہ کو ان کے ہاتھ سے لے کر اپنے منہ میں ڈال لیا۔ حضرت سیِّدُنا ابو احمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہنے لگے: حرام حرام۔ تو حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ تم لقمہ کے نشہ میں پڑ گئے ہو پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے وہ لقمہ اگل دیا۔

ادب کو چھوڑ دینا ہی ادب

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: دو بھائیوں کے درمیان ادب کیا ہے؟ تو آپ

نے فرمایا: (ایسی حالت میں) ادب کو چھوڑ دینا ہی ادب ہے۔

بعض نے کہا: اہلِ ادب کے لئے ادب کو ترک کر دینا ہی ادب ہے، اس وجہ سے کہ ادب میں تحمل (یعنی جان بوجھ کر اپنے اوپر لینا) اور بتکلف عمل کرنا ہے۔ یہ مریدین کے ساتھ ریاضت کے باب میں سے ہے، شاگرد اور مشائخ کے درمیان رائج ہے اور وہ ایک دوسرے کے مرتبے کا خیال رکھتے ہیں جبکہ ادیبوں نے اس طریقے کو بدل دیا ہے۔

حضرت سیّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرے مسلمان بھائیوں میں سے مجھ پر سب سے زیادہ بوجھل وہ ہوتا ہے جس کے لئے مجھے تکلف کرنا پڑے اور مجھے سب سے زیادہ پسند وہ ہے جس کے ساتھ میں ویسے ہی رہوں جیسے اکیلا رہتا ہوں۔

کسی اور نے بھی اسی طرح کی بات کی ہے کہ دوستوں کے ساتھ کھانے میں سب سے بہترین کھانا وہ ہے جیسا آدمی اکیلا یا اپنے اہل وعیال کے ساتھ کھاتا ہے۔

بُرا دوست

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا مولا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: دوستوں میں سے بُرا دوست وہ ہے جس کے لئے تکلف کرنا پڑے۔ یہ بھی فرمایا کہ دوستوں میں سے بُرا وہ ہے جس کے لئے تمہیں آؤ بھگت اور خاطر مُدارت کرنی پڑے یا معذرت کا سامنا کرنا پڑے۔

وہ تمہارا دوست نہیں

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: جب تم اپنے دوست سے کہو کہ میرے ساتھ چلو۔ وہ کہے: کہاں چلنا ہے؟ تو وہ تمہارا دوست نہیں۔

اسی مفہوم کا ایک قول حضرت سیّدُنا مسلمہ بن زید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے منقول ہے کہ جب تم اپنے دوست کو اشارہ کرو اور وہ تمہارے ساتھ نہ چلے تو وہ تمہارا دوست نہیں۔

بہترین لذت

حضرت سیّدُنا سفیان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: بہترین لذت دوستوں سے گفتگو کرنا اور بقدرِ کفایت کی طرف

لوٹتا ہے۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے: دوستوں کے ساتھ دعوت میں حاضر ہونا اور کھانے پر مانوس ہونا دنیا سے نہیں ہے بلکہ وہ آخرت کا نرم جھونکا ہے جو دنیا کی طرف نکالا گیا ہے اور اس سے دلوں کو راحت ملتی ہے۔ یعنی عام لوگوں کی مجلس اور ان کی طرف دیکھنے کی تکلیف سے راحت ملتی ہے۔

روایت میں ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے خشوع کو اٹھایا جائے گا پھر الفت کو۔(1)

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: میرے دل سے دنیا کی ہر شے چلی گئی سوائے الفت کے کہ یہ میرے دل سے نہیں جاتی کیونکہ کہا جاتا ہے: الفت کریم شخص میں ہوتی ہے اور انسیت معزز آدمی سے ہی ملتی ہے۔

انسیت ایک نور ہے

یہ اس لئے کہ انسیت ایک نور اور الفت ایک جوہر ہے اور جب انسیت کا نور الفت میں پایا جائے گا تو یہ چمکتا ہوا ستارہ بن جائے گا، پس اسی کے ذریعے تم اس کی ضد میں غور کر لو۔ لہٰذا جب تم کسی مٹی میں تاریکی کو دیکھو تو تم سنگین وحشت پاؤ گے۔ قبر والوں کی ہم نشینی میں تم تنہائی کو ترجیح دیتے ہو اور وحشت تاریکی میں ہوتی ہے۔ جب روشنی نور ہے تو وہی انسیت ہے، اے عقلمندو! اس میں غور و فکر کرو۔

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: تم بخیل کی دعوت قبول نہ کرو اور نہ ہی اسے خوش کرو کیونکہ **اللہ** پاک ناپسند فرماتا ہے کہ تم بخیل کو خوش کرو۔

سخی اور عبادت گزار بخیل

آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے یہ بھی فرمایا کہ اہل و عیال والا سخی شخص مجھے عبادت گزار بخیل سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے فرمایا: فاسق سخی، بخیل عابد سے زیادہ **اللہ** پاک کی رحمت کا امیدوار ہے۔

---

1 ......مسند الشاميين، لقمان عن ابي الدرداء، ۲ / ۴۰۰، حديث: ۱۵۷۹

حضرت سیِّدُنا ابو الحارث رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: احمق کو دیکھنا آنکھ کی تکلیف اور بخیل کو دیکھنا دل کی سختی ہے۔

بعض بزرگ فرمایا کرتے تھے: سخی لوگوں کا کھانا دوا اور بخیلوں کا کھانا بیماری ہے۔

افضل سخاوت

کہا گیا ہے کہ کھانے پر سخاوت کرنا مال پر سخاوت کرنے سے زیادہ افضل ہے کیونکہ یہ خواہش نفس سے زیادہ قریب ہے اور مال سے بھی یہی چاہت ہوتی ہے کہ مال اسی وجہ سے حاصل کیا جاتا ہے نیز یہی مال کی اصل ہے۔ یونہی یہ انسانی جان کی ضرورت بھی ہے کیونکہ یہ جسم کا حصہ بنتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے: افضل سخاوت پسندیدہ چیز کی سخاوت ہے اور **اللہ** پاک کے اس فرمان کی ایک تفسیر بھی یہی ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﱟ (پ ۴، آل عمرٰن: ۹۲) ترجمۂ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچوگے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

کہا گیا ہے: عام لوگوں کو کھلانا یہ زیادہ افضل ہے اس پر **اللہ** پاک نے نص فرمائی اور کھلانے والوں کی قسمیں بیان کیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ (پ ۲۹، الدھر: ۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر۔

آیت میں "ھا" ضمیر کھانے کی طرف لوٹ رہی ہے جو نفس کو محبوب ہوتا ہے۔ تو اس سے بڑا سخی کون جو اپنی پسندیدہ چیز میں اپنے دینی بھائی کو ترجیح دے جس سے اُس نے **اللہ** پاک کے لئے بھائی چارہ قائم کیا ہو۔ اس طرح کر کے اس نے اپنے نفس کو قربان کیا جو سخاوت کی انتہا ہے جیسا کہ کسی شاعر کا کہنا ہے:

يَجُوْدُ بِالنَّفْسِ اِذْ ضَنَّ الْبَخِيْلُ بِهَا وَالْجُوْدُ بِالنَّفْسِ اَقْصٰى غَايَةِ الْجُوْدِ

ترجمہ: وہ اپنے نفس کی سخاوت کرتا ہے جبکہ بخیل کو اپنے نفس کی پڑی ہوتی ہے اور اپنی جان کی سخاوت کرنا جود و سخا کی انتہا ہے۔

سب سے زیادہ سخی

اسی طرح ایک صحابی رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا اور میرا گمان ہے کہ وہ صحابی حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود

رَضِیَ اللہُ عَنْہ ہیں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا ہیں کیونکہ انہوں نے جنت کے ایک حصہ پر اپنی جگہ دوسرے کو ترجیح دی وہ اس طرح کہ انہوں نے (روضۂ انور و حجرۂ مبارکہ میں موجود) اپنی قبر کی جگہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے لئے دے دی اور وہ جگہ جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے۔

یونہی جب انصار صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے چنے ہوئے مہاجرین صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے محبت کا یوں اظہار کیا کہ اپنی پسند کے معاملے میں اپنے نفسوں پر انہیں ترجیح دی تو **اللہ** پاک نے قرآن مجید میں ان کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ (پ ۲۸، الحشر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔

چنانچہ یہ کھانے پر ایثار ہے جو نفس کو محبوب ہے جیسا کہ ہم نے اسے ذکر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان بھائیوں سے **اللہ** پاک کی خاطر محبت رکھنا سب سے بڑی سخاوت، افضل عمل اور عمدہ اخلاق میں سے ہے۔

سخاوت اور بخل کے نو حصے

کہا گیا ہے: سخاوت کے 10 حصے ہیں ان میں سے نو حصے کھانا کھلانے میں ہیں کہ اس سے نفس کا جوہر واضح ہوتا ہے۔ اسی طرح بخل کے بھی 10 حصے ہیں جن میں سے نو حصے کھانے پر بخل کرنے میں ہیں۔

ایک دانشمند کا قول ہے: کھانے پر سخاوت کرنا مال میں بخل کرنے کو چھپا دیتا اور کھانے پر بخل کرنا مال میں سخاوت کرنے کو ڈھانپ دیتا ہے۔

بعض نے بخل اور شُح (لالچ) کے درمیان یہ فرق بیان کیا ہے کہ بخل کا تعلق نفلی کاموں سے اور شح کا واجبات سے ہوتا ہے۔

اہل و عیال کے ساتھ کھانا مرد کے اکیلے کھانے سے افضل ہے اور دینی بھائیوں کے ساتھ کھانا اہل و عیال کے ساتھ کھانے سے افضل ہے۔

کہا گیا ہے کہ اللہ پاک نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو لوگوں کو کھانا کھلانے کی وجہ سے خلیل کا لقب عطا فرمایا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں سے لینا نہیں بلکہ انہیں عطا فرمانا پسند کرتے تھے۔

سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور مہمان نوازی

حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو ابُوالضِّیفان (بہت زیادہ مہمان نواز) کہا جاتا ہے۔ آپ اکیلے کھانا نہ کھاتے اور کسی کو اپنے ساتھ کھلانے کے لئے اس کی تلاش میں ایک میل، دو میل اور کبھی تین میل تک جاتے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے گھر کے چار دروازے تھے۔ ایک جانِبِ مشرق، دوسرا مغرب کی جانب، تیسرا شمال کی طرف اور چوتھا جنوب کی سمت تھا تاکہ زمین کے کسی بھی جانب سے آنے والا کوئی رہ نہ جائے۔ جس نے اس طرح چار دروازے بنائے اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی سنت پر عمل کی نیت سے اس طرح کیا تو ٹھیک ورنہ عبث اور بیکار ہے جیسا کہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو۔ (پ۱۹، الشعرآء:۱۲۸)

دسترخوان میں سے کچھ ساتھ لے جانا

جہاں تک دعوت کے کھانے میں دستر خوان سے کچھ لے جانے کی بات ہے تو اسے غلط کہا گیا ہے البتہ معزز اور شریف لوگوں کے ہاں یہ عزت ہے۔

بعض محدثین جب اپنے دوستوں کے ساتھ کھانا کھاتے تو کھانے میں سے کچھ روٹی پر ڈال کر اپنے ساتھ بھی لے جاتے۔

حضرت سیِّدُنا سیّار بن حاتم زاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جب دستر خوان پر بیٹھتے تو چند لقمے کھاتے اور کہتے کہ میرا حصہ الگ کر دو۔ ایک دن حضرت سیِّدُنا امام اَبُوعَبْدُ اللہ احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ان کا ذکر کرتے ہوئے مسکرا دیئے پھر فرمایا: ہم کبھی ان سے ہنس دیا کرتے تھے اور اس پر اللہ پاک سے استغفار کرتے ہیں۔ ایک دن ہم دعوت میں تھے، کھانے کے بعد حلوہ لایا گیا تو انہوں نے لمبی دھاری دار ٹوپی اتاری اور اسے الٹ کر کہا: میرا حصہ اس میں ڈال دو۔

یہ حضرت سیِّدُنا سیَّار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے شیخ ہیں۔ آپ نے ان سے حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی ”کتاب الزہد“ سنی اور ان کے پاس اس کتاب کی روایات (حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے شاگرد) محدث جعفر ضبعی کے حوالے سے تھیں۔

یہ فعل سخی لوگوں اور انسیت رکھنے والے اہل محبت کے ساتھ ہی درست ہے اور جو اسے اچھا نہ سمجھے یا بلانے والا اسے پسند نہ کرے تو اس کے ساتھ یہ معاملہ نہ کیا جائے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک دعوت میں حاضر ہوئے جہاں کھانے میں بھنی ہوئی بکری بھی تھی۔ آپ نے بھنی ہوئی بکری کا ایک حصہ لیا اور دو روٹیوں کے درمیان رکھ کر حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی طرف بھیج دیا۔[1]

کھانے کی چیز میزبان کی اجازت سے لے جاؤ

پس جو دستر خوان سے کھانے کی کوئی چیز الگ کر کے ساتھ لے جانا چاہے تو وہ کھلانے والے سے اجازت لے لے یا اس سے مانگ لے، پس اس کی اجازت یا اس کے دینے سے وہ چیز لے کر جائے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہو اور اگر دیکھ بھی لے تو حیا کے سبب اسے منع نہ کر پائے۔

سلف صالحین کے کھانوں کے بارے میں وارد روایات، رنگ برنگے اور مختلف اقسام کے کھانوں سے پہلے قدیم عربوں کی کھانے کی خواہشات کے واقعات

عربوں کے واقعات میں ہے کہ ایک عربی دیہاتی کسریٰ (ایران کے بادشاہ) کے پاس آیا۔ کسریٰ کو اس کی سخت مزاجی اور جہالت سے بڑا تعجب ہوا۔ کسری نے اس سے پوچھا: کون سا گوشت سب سے عمدہ ہے؟ دیہاتی نے کہا: اونٹ کا۔ کسری نے پوچھا: کس کی آواز اونچی ہے؟ دیہاتی نے کہا: اونٹ کی۔ کسری نے پوچھا: وہ کون سی چیز ہے جو بھاری بوجھ آرام سے اٹھا لیتی ہے؟ دیہاتی نے کہا: اونٹ۔ کسری نے پوچھا: اونٹ کا گوشت بطخ، مرغی، چوزے اور بکری کے بچے کے گوشت سے زیادہ عمدہ کیسے ہے؟ دیہاتی نے کہا: مرغی

[1] ......لم نجد

اور بکری کے بچے اور ان کے علاوہ جو تم نے ذکر کیا ان سب کے گوشت کو پانی اور نمک کے ساتھ پکایا جائے، اونٹ کے گوشت کو بھی پانی اور نمک کے ساتھ پکایا جائے تاکہ ہم جان لیں کہ ان کے درمیان کس کی فضیلت زیادہ ہے۔ کسری نے پوچھا: اونٹ کی آواز اونچی کیسے ہے؟ حالانکہ کہ ہم سارس (ایک آبی پرندے) کی آواز اتنے میل دور سے سنتے ہیں۔ دیہاتی نے کہا: سارس کو اونٹ کی جگہ اور اونٹ کو سارس کی جگہ رکھ دو پھر ہم دیکھتے ہیں کس کی آواز زیادہ اونچی ہے۔ کسری نے کہا: تم یہ گمان کرتے ہو کہ اونٹ زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے حالانکہ ہاتھی زیادہ وزن اٹھالیتا ہے۔ دیہاتی نے کہا: ہاتھی کو بھی گھٹنوں کے بل بٹھاؤ اور اونٹ کو بھی، پھر ہاتھی پر اونٹ کا بوجھ لاد دو، پس ہاتھی اگر جلدی سے اسے لے کر کھڑا ہو گیا تو وہ زیادہ بوجھ اٹھانے والا ہے۔

نرم و ملائم چار کھانے

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مدینہ منورہ کے رہنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ نرم و ملائم کھانے چار ہیں: (1) عصیدہ (آٹے اور گھی کا حلوہ) (2) ہریسہ (آٹے میں گھی اور شکر ملا حلوہ) (3) سمیذہ (میدے کا حلوہ) (4) حیسہ (گھی اور دودھ ملا حلوہ)۔

صوّارہ اعرابی کا قول ہے کہ تین راتیں بڑی طویل ہوتی ہیں: (1) ہریسہ (بنانے کی رات) (2) جس رات بچھو کاٹ لے (یعنی شدید تکلیف کی رات) (2) مکہ پاک کی طرف سفر کی رات۔

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہم خلیفہ ہارون رشید کے پاس تھے۔ اس نے فالودہ ہمارے قریب کیا اور کہا: اے اصمعی! ہمیں مُزَرِّد کا واقعہ سناؤ۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں سنانے لگا کہ مزرد ایک لالچی لڑکا تھا، اس کی ماں کھانے میں دوسرے بچوں کو اس پر ترجیح دیتی تھی اور یہ بات اسے غصہ دلاتی تھی۔ ایک دن ماں اپنے اہلِ خانہ کے کھانے کا بندوبست کرنے باہر نکلی تو مزرد خیمہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے ایک صاع آٹا، ایک صاع کھجور اور ایک صاع گھی لے کر آپس میں ملا دیا اور یہ اشعار کہنے لگا:

وَلَمَّا غَدَتْ اُمِّیْ تُمِیْرُ بَنَاتِهَا ... اَغَرْتُ عَلَی الْعِکْمِ الَّذِیْ کَانَ یُمْنَعُ

لَبَکْتُ بِصَاعٍ حِنْطَةٍ صَاعَ عَجْوَةٍ ... اِلٰی صَاعِ سَمْنٍ فَوْقَهٗ یَتَرَیَّعُ

وَدَبَلْتُ اَمْثَالَ الْاَثَافِیْ کَاَنَّهَا ... رُءُوْسُ نِقَادٍ قُطِّعَتْ یَوْمَ تُجْمَعُ

وَقُلْتُ لِبَطْنِیْ اَبْشِرِیْ اَلْیَوْمَ اِنَّهٗ حِمٰی اٰمِنٌ فِیْهَا تَحُوْزُ وَتَرْبَعُ

فَاِنْ تَکُ مَصْفُوْرًا فَهٰذَا دَوَاؤُهٗ وَاِنْ تَکُ غَرْثَانًا فَذَا یَوْمُ تَشْبَعُ

ترجمہ: جب میری ماں بیٹیوں کے کھانے کے لئے گئی تو میں نے اس تھیلے پر حملہ کیا جس سے مجھے روکا جاتا تھا۔ میں نے ایک صاع گندم اور ایک صاع عجوہ کھجور کو ایک صاع گھی کے ساتھ ملا دیا جو اس کے اوپر بڑھ گیا۔ میں نے چولہے کے پتھروں کی مانند بڑے بڑے لقمے لئے گویا تقریب کے دن بھیڑ کے بچوں کے سر کاٹے گئے ہوں۔ میں نے اپنے پیٹ سے کہا: آج خوش ہو جا کہ تو آج امن والے حصار میں ہے لہٰذا مزے اور خوشی سے گھوم۔ اگر تجھے بد ہضمی ہے تو یہ تیری دوا ہے اور اگر تو بھوکا ہے تو آج کا دن پیٹ بھرنے کا دن ہے۔

ہارون رشید یہ سن کر اتنا ہنسا کہ ہنستے ہنستے لیٹ گیا اور کہنے لگا: **اللہ** پاک کے نام سے کھاؤ، آج کا دن پیٹ بھرنے کا دن ہے۔[1]

کسی عربی سے پوچھا گیا: کون سی چیز ٹھنڈ میں زیادہ پسند کی جاتی ہے؟ کہا: مرچ مسالے والا ثرید جس میں چناتری کے ساتھ موجود ہو اور گوشت کی دونوں قسمیں اس میں ہوں۔ میں اس پر ایسے ہاتھ صاف کروں جیسے بُرا سرپرست یتیم کے مال پر ہاتھ صاف کرتا ہے۔

بہترین گوشت

حضرت سیِّدُنا ابنِ اعرابی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بہترین گوشت وہ ہے جو ہڈی سے ملا ہوا ہو۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شانے کا گوشت پسند تھا۔[2] یہ شانے کا گوشت نرم اور ہڈی سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ ایک تفصیلی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کندھے کا گوشت پسند تھا[3]، آپ اسے تناول کرتے[4] اور ارشاد فرماتے: یہ گردن سے زیادہ قریب ہے۔[5]

---

1 ....یہاں سے کچھ عبارت کا ترجمہ متروک ہے جسے اہل علم احباب کے لئے کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔

2 ....اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ، ماروی فی أکلہ اللحم، ص۱۱۸، حدیث: ۵۹۳

3 ....اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ، ماروی فی أکلہ اللحم، ص۱۱۸، حدیث: ۵۹۳

4 ....مسلم، کتاب الحیض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، ص۱۵۴، حدیث: ۷۹۰

5 ....لم نجد

کھانے میں ناپسندیدہ اجزا

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مثانے کا، پاخانے کے مقام کا، تھنوں کے قریب کا اور چکی کا گوشت ناپسند فرماتے تھے کیونکہ یہ مقامات گندگی کے قریب ہوتے ہیں۔ عرب کا ایک قبیلہ چکی کا گوشت نہیں کھاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ سرین کا مقام اور اصل ہے۔

بعض عرب مغز کھانے کو ناپسند کرتے تھے اور اسے گھٹیا اور لالچی لوگوں کا کھانا خیال کرتے تھے۔ ایک شخص کی تعریف میں یہ مصرعہ کہا گیا ہے:

وَلَا یَنْتَقِی الْمُخَّ الَّذِیْ فِی الْجَمَاجِمِ

ترجمہ: وہ (کھانے کے لئے) کھوپڑیوں سے مغز نہیں نکالتا۔

ایسی بکری جس کے سر میں گودا نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں کیونکہ وہ انتہائی دبلی ہوتی ہے[1]۔

اچھے طریقے سے سری کھانا

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی سے پوچھا گیا: کیا تم اچھے طریقے سے سری کھا لیتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں اس کی آنکھیں نکال دیتا، چہرہ چھیل دیتا، اس کے جبڑے الگ الگ کر دیتا اور اس کے دماغ کو اس کی طرف پھینک دیتا ہوں جو مجھ سے زیادہ اس کا حاجت مند ہو۔

حضرت سیِّدُنا جعفر بن سلیمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: خوشبو اور ہانڈی یہ دو چیزیں ایسی ہیں جو دیکھ بھال

---

[1]......عیب دار جانوروں کی قربانی کے حوالے سے تفصیل یہ ہے کہ "ایسا پاگل جانور جو چرتا نہ ہو، اتنا کمزور کہ ہڈیوں میں مغز نہ رہا، (اس کی علامت یہ ہے کہ وہ دُبلے پن کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے) اندھا یا ایسا کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو، ایسا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو، (یعنی جو بیماری کی وجہ سے چارہ نہ کھائے) ایسا لنگڑا جو خود اپنے پاؤں سے قربان گاہ تک نہ جا سکے، جس کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو، وحشی (یعنی جنگلی) جانور جیسے نیل گائے، جنگلی بکرا یا خُنْثٰی جانور (یعنی جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں) یا جَلّالہ جو صِرف غلیظ کھاتا ہو۔ یا جس کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو، کان، دُم یا چکی ایک تہائی (1/3) سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں ناک کٹی ہوئی ہو، دانت نہ ہوں (یعنی جھڑ گئے ہوں)، تھن کٹے ہوئے ہوں، یا خشک ہوں ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔ بکری میں ایک تھن کا خشک ہونا اور گائے، بھینس میں دو کا خشک ہونا، "ناجائز" ہونے کے لئے کافی ہے۔

(درمختار، ۹/ ۵۳۵ تا ۵۳۷۔ بہار شریعت، حصہ 15، 3/ 340، 341)

سے بڑھتی نہیں البتہ موقع اور مقام کے لحاظ سے عمدہ ہوتی ہیں۔

ابو صَوّارہ کا کہنا ہے: دیسی گھی میں بنے سفید چاول اور مچھلی کے ساتھ شکر دنیا کے کھانوں میں سے نہیں ہے۔

اللہ پاک کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں، اس گھر والے بھوکے ہیں[1]۔[2]

اور ارشاد فرمایا: بہترین سالن سرکہ ہے۔[3]

کھانے کا سردار

نیز حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: کھانے کا سردار نمک ہے۔[4] ایک روایت میں ہے: دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار گوشت ہے۔[5]

زیتون کے استعمال کی فضیلت

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: زیتون کھاؤ اور اس کا تیل استعمال کرو کہ یہ مبارک درخت سے ہے۔[6] حضرت سَیِّدُنا عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زیتون کے بارے میں اِرشاد فرمایا: تم زیتون کا تیل استعمال کرو کہ یہ وہ درخت ہے جس سے **اللہ** پاک نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو پکارا اور اس کا تیل لگاؤ کہ اس میں بواسیر سے شفا ہے۔[7]

---

[1] ...... یہ اس زمانے اور اس ملک کے لحاظ سے ہے کہ وہاں کھجوریں بکثرت ہوتی ہیں اور جب گھر میں کھجوریں ہیں تو بال بچوں اور گھر والوں کے لیے اطمینان کی صورت ہے کہ بھوک لگے گی تو انھیں کھالیں گے، بھوکے نہیں رہیں گے۔ (بہار شریعت، حصہ16، 3/370)

[2] ...... مسلم، کتاب الاطعمة، باب فی ادخال التمر ونحوه من الاقوات للعیال، ص ۸۷۱، حدیث: ۵۳۳۷

[3] ...... مسلم، کتاب الاطعمة، باب فضیلة الخل والتادم به، ص ۸۷۳، حدیث: ۵۳۵۰

[4] ...... ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الملح، ۴/۳۳، حدیث: ۳۳۱۵

[5] ...... معجم اوسط، ۵/۳۲۳، حدیث: ۷۴۷۷

[6] ...... ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الزیت، ۴/۳۵، حدیث: ۳۳۲۰

[7] ...... معجم کبیر، ۱۷/۲۸۱، حدیث: ۷۴۷ نحوه

حضرت سیّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنہُمَا سے مرفوعاً[1] روایت ہے: روٹی کی عزت کرو کہ بے شک اللہ پاک نے زمین و آسمان جو کچھ ہے اسے روٹی کے لئے مسخر کیا۔[2]

ایسا اس وجہ سے ہے کہ روٹی اس وقت تک تیار نہیں ہوتی جب تک اس میں 360 کام نہ ہوں۔ ان میں سب سے پہلے حضرت سیّدُنا میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں جو کہ اونچے اور چھائے ہوئے سمندر کے خزانے سے پانی کو ناپتے ہیں پھر وہ بادل جو پانی کو اٹھاتے ہیں پھر ہوائیں جو اسے ابھارتی ہیں اور سب سے آخر میں روٹی پکانے والا ہے۔

تو ان تمام مراحل میں اللہ پاک کی کتنی نعمتیں ہیں...! اور ہر نعمت میں کتنی نعمتیں ہیں...! پس مخلوق کو نعمتیں عطا کرنے والا اپنی ذات و صفات میں ہر عیب سے پاک ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کے فضل و رحمت کے ساتھ تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔

اسرائیلی روایت میں ہے کہ ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ پاک کی بارگاہ میں کمزوری کی شکایت کی تو اللہ پاک نے ان پر وحی فرمائی کہ گوشت کو دودھ کے ساتھ پکاؤ کہ ان دونوں میں قوت اور طاقت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں اولاد کی کمی کی شکایت کی تو اللہ پاک نے اُن پر وحی فرمائی کہ انڈا کھاؤ۔

عربوں کے واقعات میں سے ہے کہ ایک شخص نے زمانہ جاہلیت میں دو آدمیوں کو قیدی بنالیا، پھر اُس نے دونوں کو اختیار دیا کہ وہ زندگی گزارنے کے لیے گوشت اور کھجور میں سے کسی ایک کو اپنے لیے منتخب کر لیں تو ایک نے گوشت کو اور دوسرے نے کھجور کو منتخب کیا۔ چنانچہ دونوں قید میں زندگی گزارنے لگے، ایک دن سخت سردی کے موسم میں دونوں کو رات کا کھانا کھلا کر کھلے میدان میں چھوڑ دیا گیا، صبح ہوئی تو گوشت کھانے والا ٹھنڈا پڑا تھا (یعنی مر گیا تھا) اور کھجور کھانے والے کی آنکھیں روشن تھیں۔

(عرب کے نامور شاعر) حضرت سیّدُنا نابغہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ صیحانی کھجور کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] ......**حدیث مرفوع:** وہ حدیث جس کی سند حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچتی ہو مرفوع کہلاتی ہے۔ (نزھۃ النظر، ص ۱۰۴)

[2] ......حلیۃ الاولیاء، ابراھیم بن ابی عبلۃ، ۵/ ۲۷۹، حدیث: ۱۱۸ ۷ عن عبد اللہ بن ام حرام

صِغَارُ النَّوٰی مَکْنُوْزَۃٌ لَیْسَ قِشْرُھَا   اِذْ طَارَ قِشْرُ التَّمْرِ عَنْھَا بِطَائِرِ

ترجمہ: لپٹی ہوئی چھوٹی گٹھلی جس میں جھلی نہیں ہوتی اس کا چھلکا نہیں اڑتا جب کہ دوسری کھجور کا چھلکا اڑ جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ذُوالرُّمّہ شاعر کہتا ہے: جب تم کسی شخص سے پوچھو کہ کون سا دودھ زیادہ عمدہ ہے؟ اگر وہ کہے: کھٹا۔ تو اس سے پوچھو: تم کس کے غلام ہو؟ اور اگر کہے: تازہ دودھ۔ تو اس سے پوچھو: تم کس کے بیٹے ہو؟

دودھ بیچنے کو برا جانا

کوئی قریشی شخص عرب کے کسی گاؤں میں ایک عورت کے پاس سے گزرا تو اس نے عورت سے پوچھا: کیا یہاں دودھ فروخت ہوتا ہے؟ عورت نے کہا: تم خود کمینے ہو یا پھر کمینے لوگوں کے پاس رہے ہو۔ گویا اس عورت نے دودھ بیچنے کو بُرا سمجھا کیونکہ وہ لوگ دودھ مفت دیا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ایک دیہاتی عورت سے پوچھا: کیا تمہارے پاس مہمان نوازی کے لیے کھانا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے پوچھا: کیا ہے؟ عورت نے کہا: خمیری روٹی، تازہ دودھ اور صاف پانی۔

دہی غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے

عرب کہتے ہیں: دہی غصے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ کھٹے دودھ میں جب تازہ دودھ ڈالا جاتا ہے تو وہ دہی بن جاتا ہے۔ کسی نے یہ شعر کہا ہے:

وَاِذَا خَشِیْتَ مِنَ الْفُؤَادِ لَجَاجَۃً   فَاضْرِبْ عَلَیْہِ بِجُرْعَۃٍ مِّنْ رَائِبِ

ترجمہ: جب تجھے کسی سے جھگڑے کا ڈر ہو تو تھوڑا سا دہی کھالے۔

بعض کہتے ہیں: جب دودھ کو آگ پر گرم کیا جائے اور اسے انجیر کی لکڑی سے ہلایا جائے تو وہ اسی وقت دہی بن جاتا ہے۔ کہا گیا ہے: جب کوئی یہ چاہے کہ کھٹا دودھ ڈالنے کے باوجود دہی نہ بنے تو اس میں تھوڑا سا پودینہ ڈال دے تو وہ اپنی حالت پر رہے گا۔

عرب کے ایک دیہاتی سے پوچھا گیا: تم لوگ ثرید سے پہلے گوشت کیوں کھاتے ہو؟ دیہاتی نے کہا: اس لیے کہ گوشت ہضم ہو جاتا ہے جبکہ ثرید ٹھہرا رہتا ہے۔ اس سے مزید پوچھا گیا: تم لوگ شوربے کو کیا کہتے ہو؟ اس نے جواب دیا: سَخِّین۔ پوچھا گیا: جب وہ ٹھنڈا ہو جائے تو پھر اسے کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: ہم اسے ٹھنڈا ہونے ہی نہیں دیتے۔

عُتبی نے اپنے والد سے نقل کیا کہ عَبْدُ الله بن زیاد روزانہ اصفہان کی چار موٹی روٹیاں کھایا کرتا تھا اور ناشتے سے پہلے پنیر کھاتا تھا۔

80 ہانڈیاں کھانے کے بعد پھر کھانا

عتبی کہتا ہے: مجھ سے عیسیٰ بن قاسم نے بیان کیا کہ آلِ عَمرو بن عاص کے وکیل شمر دل کا کہنا ہے: خلیفہ سلیمان بن عبد الملک طائف کے دورے پر آیا، اس کے کھانے پینے کی خواہش کا مجھے پہلے سے پتا تھا، اس نے مجھ سے پوچھا: اے لڑکے! کیا تم نے میرے لیے ناشتہ تیار کر لیا ہے؟ میں نے جواب دیا: ہاں۔ پوچھا: کیا تیار کیا ہے؟ میں نے کہا: 80 سے کچھ زائد ہانڈیاں تیار کی ہیں۔ اس نے کہا: ایک ایک کر کے میرے پاس لے آؤ۔ میں اس کے پاس ہانڈیاں لے کر جانے لگا اور ہانڈیوں کے ساتھ تھال میں چند چپاتیاں بھی لے گیا۔ اس نے ہر ہانڈی زیادہ سے زیادہ تین اور کم سے کم ایک لقمہ کھا کر ختم کر دی، پھر اس نے اپنے ہاتھوں کو پونچھا اور بستر پر لیٹ گیا۔ پھر جب دستر خوان بچھائے گئے اور عام لوگوں کو کھانے کے لیے بلایا گیا تو سلیمان بن عبد الملک نے اُن کے ساتھ بھی کھانا شروع کر دیا۔

سلیمان بن قبیصہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجاج کے لیے 84 لقمے ایسے تیار کیے کہ ہر لقمے میں ایک خمیری روٹی اور مٹھی بھر تازہ مچھلی کا سالن تھا۔

دعوت میں جلدی جانے والے

بعض تاریخ دانوں نے بیان کیا ہے کہ جامع مسجد بصرہ کے امام سعید بن اسعد انصاری بن بلائے طفیلی بن کر لوگوں کی تقریبات میں پہنچ جایا کرتے تھے اور ہر ولیمے میں پہنچنے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ اگر کسی

دعوت میں انہیں بلایا جاتا تو یہ بہت پہلے پہنچ جاتے حتّٰی کہ کبھی کبھار اتنا جلدی پہنچتے کہ دریاں بچھانے والوں کے ساتھ مل کر دریاں بچھاتے اور کام کرنے والوں کو حکم دیتے اور منع کرتے پھر جلدی کھا کر لوٹ آتے۔ جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا: میں ٹھنڈے پانی، صاف دیگوں، نانبائی کے نشاط، مکان کے خالی ہونے، مکھیوں کی غفلت اور رومال کی خشکی کی طرف جلدی کرتا ہوں۔

محمد بن سالم کہتے ہیں: میں فجر کی نماز کے بعد حضرت سیِّدُنا امام شعبی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس آیا تو آپ کے سامنے بید کے برتن میں روٹی، پنیر اور زیتون وغیرہ رکھا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: اے ابو عُمَر! اتنی جلدی ناشتہ؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں تین چیزوں سے پہلے ناشتہ کرلیتا ہوں: (1) پانی گرم ہونے سے پہلے (2) اس سے پہلے کہ مکھیاں زیادہ ہوں اور (3) تجھ جیسے بوجھل شخص کے آنے سے پہلے۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ الرحمٰن بن عباس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کو ایک ولیمے میں دیکھا کہ آپ نے کھانا تناول فرما کر نانبائی (روٹی پکانے والے) کو ایک درہم عطا کیا۔

عبد العزیز بن عمران کہتے ہیں کہ میں (مشہور شاعر) ابنِ ہَرمہ کی بیٹی کے گھر گیا اور اس سے کہا: میری مہمان نوازی کے لیے اونٹ ذبح کرو۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! ہمارے پاس اونٹ نہیں ہے۔ میں نے کہا چلو گائے ہی ذبح کرلو۔ اس نے کہا: بخدا! ہمارے پاس گائے بھی نہیں ہے۔ میں نے کہا: چلو پھر بکری ہی ذبح کر لو۔ اس نے کہا: **اللہ** پاک کی قسم! ہمارے پاس بکری بھی نہیں ہے۔ میں نے کہا: اچھا پھر مرغی ہی ذبح کر لو۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! ہمارے پاس مرغی بھی نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہا: اگر یہ سب نہیں ہے تو پھر تمہارے والد کے یہ کہنے کا کیا مطلب ہے:

لَا اُمَتِّعُ الْعُوْذَ بِالْفِصَالِ وَلَا اَبْتَاعُ اِلَّا قَرِیْبَۃَ الْاَجَلِ؟

ترجمہ: میں بچے والی اونٹنی کے بچے سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور میں اسے خریدتا ہوں جو موت کے قریب ہوتا ہے۔

عبد العزیز بن عمران کہتے ہیں کہ میری یہ بات سُن کر ابن ہرمہ کی بیٹی نے کہا: میرے والد کی اسی بات نے وہ سب کچھ ختم کر دیا ہے جو ہمارے پاس تھا۔ یہ بات ابن ہرمہ تک پہنچی تو اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میری حقیقی بیٹی ہے اور سب گواہ ہو جاؤ میرا گھر میرے لڑکوں کے بجائے میری لڑکی کے لئے ہے۔

شاعر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اونٹنی کی اولاد سے فائدہ نہیں اٹھاتا بلکہ میں انہیں ذبح کر دیتا ہوں اور ایسا جانور خرید تا ہوں جسے جلدی ذبح کرنا پڑے۔

قیدیوں کا امام

مدائنی کہتے ہیں: زیاد بن عبد اللہ حارثی کے لیے دستر خوان پر کھانا کھانے کے بعد بھی ایک بکری کا بھنا ہوا بچہ پڑا رہتا تھا جسے نہ وہ خود اور نہ ہی کوئی اور چھوتا۔ رمضان المبارک میں چند لوگوں نے اُس کے ساتھ رات کا کھانا کھایا، ان کے ساتھ اشعث بھی تھا۔ اشعث نے لوگوں کے سامنے بکری کے بچے کا گوشت کھانا شروع کر دیا اور یہ سب حارثی کی موجودگی میں ہو رہا تھا مگر حارثی نے صبر سے کام لیا اور اس وقت اس نے اشعث کو کچھ نہ کہا۔ جب دستر خوان اُٹھا لیا گیا تو حارثی نے کہا: کیا قیدیوں کو نمازِ تراویح پڑھانے کے لیے کوئی امام ہے؟ جواب دیا گیا: نہیں۔ اس پر حارثی نے کہا: انہیں اشعث نماز تراویح پڑھائے گا۔ اشعث نے یہ سُن کر کہا: اے حاکم! اس کے علاوہ بھی کچھ ہو سکتا ہے؟ حارثی نے کہا: وہ کیا؟ اشعث نے کہا: میں قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ کبھی بھی بکری کے بچے کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ حارثی یہ سُن کر ہنسنے لگا اور اسے جانے دیا۔

حکایت: ہڈیوں پر پڑوسی سے لڑائی

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں کوفہ کے کسی راستے سے گزر رہا تھا، میں نے ایک شخص کو اپنے پڑوسی سے لڑتے دیکھا۔ چنانچہ میں نے دل میں سوچا کہ ان دونوں میں صلح کروا دیتا ہوں مجھے ثواب ملے گا۔ یہ سوچ کر میں اُن کے پاس گیا اور اُن سے کہا: تم دونوں کیوں لڑ رہے ہو؟ ان میں سے ایک نے کہا: خدا کی قسم! میرا ایک دوست مجھے ملنے کے لیے آیا اور اس نے سری کھانے کی خواہش ظاہر کی، میں اس کے لیے سری خرید لایا جو رات ہم نے کھائی، سری کی ہڈیاں میں نے گھر کے دروازے کے باہر رکھ دیں تاکہ میرے پڑوسی دیکھیں اور ان کی نظر میں میری واہ واہ ہو۔ ہوا کچھ یوں کہ اس نے وہ ہڈیاں میرے دروازے سے اُٹھا کر اپنے دروازے کے سامنے رکھ دیں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کے اس نے سری خرید کر کھائی ہے۔

حکایت: اونٹ کی قضا آسان نہیں

ہمیں یہ واقعہ بتایا گیا کہ صنعاء کے قاضی ایک مرتبہ حاکِم صنعاء کے پاس گئے۔ گفتگو ہوتی رہی یہاں تک

کہ کھانے کا وقت ہو گیا تو دستر خوان بچھا کر اس پر ثرید کا ایک پیالہ رکھ دیا گیا۔ حاکم نے قاضی سے کہا: آئیں ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔ قاضی صاحب نے کہا: میں روزے سے ہوں۔ چنانچہ حاکم کھانے لگا اور قاضی حاکم سے باتیں کرنے لگے۔ کھانے کے آخر میں بھنا ہوا اونٹ لایا گیا، یہ دیکھتے ہی قاضی صاحب فوراً دستر خوان کی طرف بڑھے اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اُسے کھانا شروع کر دیا۔ حاکم نے قاضی سے کہا: آپ کا تو روزہ تھا۔ قاضی نے کہا: میرا روزہ تھا لیکن میں ایک دن کا روزہ قضا رکھ لوں گا مگر اس بھنے ہوئے اونٹ کی قضا میرے لئے آسان نہیں ہے۔

اسی واقعہ کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ حاکم نے کسی شخص سے کہا: آؤ کھانا کھالو۔ اس نے جواب دیا: میرا روزہ ہے۔ پھر جب کھانے میں بکری کا بچہ رکھا گیا تو وہ شخص آکر کھانے لگا۔ یہ دیکھ کر حاکم نے اس سے کہا: تمہارا تو روزہ تھا۔ اس نے کہا: جی ہاں میرا روزہ تھا لیکن اس بکری کے بچے کے مقابلے میں میرے پاس ایک روزے کی قضا کے لیے بہت دن ہیں۔

جسمانی کمزوری پیدا کرنے والی تین چیزیں

کہا جاتا ہے کہ تین چیزیں جسمانی کمزوری کا باعث ہیں: (1) نہار منہ ٹھنڈا پانی پینا (2) ایسے بستر پر سونا جو نرم نہ ہو اور (3) اونچی آواز سے زیادہ کلام کرنا۔

عمر گھٹانے یا موت کا سبب بننے والی چار چیزیں

کہا جاتا ہے کہ چار چیزیں بندے کی عمر کم کرتی ہیں بلکہ بسا اوقات موت کا سبب بھی بن جاتی ہیں: (1) پیٹ بھرے ہونے کی حالت میں حمام میں جانا (2) شکم سیری کی حالت میں ہم بستری کرنا (3) سوکھا ہوا سخت خشک گوشت کھانا اور (4) بوڑھی عورت سے ہم بستری کرنا۔

نیز کہا گیا ہے کہ چار چیزوں کی کثرت عقل کو خراب کرتی ہے: پیاز، لوبیا، کھیرا کھانا اور ہم بستری کرنا۔

عقل کو ختم اور ذہن کو خراب کرنے والی تین چیزیں

نظام کا کہنا ہے کہ تین چیزیں عقل کو ختم اور ذہن کو خراب کرنے کا سبب بنتی ہیں: (1) زیادہ دیر آئینہ

دیکھنا (2) سمندر کو دیکھتے رہنا اور (3) ہنسنے میں مشغول رہنا۔

کہا جاتا ہے: رات کا کھانا کھانے سے نگاہ کمزور ہوتی ہے۔

بھولنے کا مرض پیدا کرنے والی 10 چیزیں

10 چیزیں بھولنے کا مرض پیدا کرتی ہیں: (1) چوہے کا جوٹھا کھانا (2) کھٹا سیب کھانا (3) ہرا دھنیا کھانا (4) گُدی کے بال کٹوانا (5) ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا (6) راستے میں (زندہ) جُوں پھینکنا (7) اونٹوں کی قطار کے درمیان چلنا (8) قبروں پر لگی تختیاں پڑھنا (9) سولی دیئے ہوئے کو دیکھنا اور (10) پھٹے پرانے کپڑے کے ٹکڑے سے گھر کی صفائی کرنا۔

ایک دیہاتی شخص کی دُعا

حضرت سیِّدُنا اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرب کے ایک دیہاتی کو یوں دعا مانگتے سنا: اے **اللہ**! میں تجھ سے ابو خارجہ جیسی موت کا سُوال کرتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ ابو خارجہ کی موت اس طرح ہوئی تھی کہ اس نے بکری کا بچہ کھایا، شہد مِلا دُودھ پیا اور (سردی میں) دھوپ میں سو گیا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا تو یوں ابو خارجہ جب فوت ہوا تو وہ پیٹ بھرا ہوا، سیراب اور گرم تھا۔

گاجر کھانے کا فائدہ

حضرت سیِّدُنا امام زہری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ایک غریب[1] روایت میں ہے جس کی متابع (لفظاً یا معناً موافق) کوئی روایت نہیں۔ چنانچہ صالح بن زیادہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جو اس حال میں آئے کہ اس کے پیٹ میں ایک، دو یا تین گاجریں ہوں تو وہ قولنج (یعنی بڑی آنت کے درد) اور بڑی مصیبت سے بچا رہے گا۔[2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے جمعہ کے دن منبر پر فرمایا: جب تم انار کھاؤ

---

[1] ....**غریب حدیث:** وہ ہے جس کی صرف ایک سند ہو یعنی جس کا راوی صرف ایک ہو خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ہو یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں۔ (شرح النخبۃ: نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص ۵۰)

[2] ....لسان المیزان، ۳/۱۵۸، زکریا بن یحیی الضمیری، رقم: ۳۵۰۳ بتغیر قلیل

تو اس کی جھلی کے ساتھ کھاؤ کہ یہ معدہ کو صاف کرتا ہے۔

لہسن میں شفا اور مرچوں میں بیماری

حضرت سیِّدُنا ابنِ شہاب زہری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک عفریت (بڑے جن) کے ساتھ کسی شخص کو بھیجا اور اس سے فرمایا: عفریت جو کچھ کرے اسے دیکھنا، پھر مجھے آکر بتانا اور اسے ساتھ لے کر آنا۔ عفریت بازار میں داخل ہوا تو اس نے لہسن کو ماپ کر اور مرچوں کو وزن کے ساتھ بکتے دیکھا تو ہنس پڑا۔ پھر جب حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس وہ عفریت پہنچا تو آپ نے اس سے پوچھا: تم کیوں ہنسے؟ کیا لہسن اور مرچیں دیکھ کر ہنسے؟ عفریت نے کہا: میں نے لہسن کی طرف دیکھا جو کہ شفا ہے وہ ماپ کر بکتا ہے اور مرچوں کی طرف دیکھا جو کہ بیماری ہے اسے وزن کر کے بیچا جاتا ہے۔

یہی عفریت ایک بُڑھیا کے پاس سے گزرا جو طبیبہ بنی ہوئی تھی، اِس نے دیکھا کہ وہ لوگوں سے پیاز کی خوبیاں بیان کر رہی ہے اور لہسن کا تذکرہ بالکل نہیں کر رہی تو یہ دیکھ کر وہ ہنسنے لگا۔ حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے جب اس سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا: مجھے تعجب ہے کہ یہ بُڑھیا لوگوں کے سامنے پیاز کی خوبیاں بیان کر رہی ہے حالانکہ پیاز ایک بیماری ہے اور لہسن کے فوائد نہیں بتا رہی جبکہ اس میں شفا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ بُڑھیا ایک بار بیمار ہوئی تھی اور اس دوران اس نے پیاز کھایا تو اسے بیماری سے افاقہ ہو گیا تھا اس وقت سے اس نے پیاز کے بارے میں یہ ذہن بنالیا ہے کہ پیاز ایک دوا ہے۔

کیڑا لگی داڑھ کے درد کا علاج

ایک طبیب کا کہنا ہے: اگر لہسن کو آگ پر بھون کر کھائی ہوئی (یعنی کیڑا لگی) داڑھ پر رکھا جائے یا اس سے اُن دانتوں کو مانجا جائے جن میں رطوبت (پیپ) یا ریح (بو، گندگی) کی وجہ سے درد ہے تو درد ختم ہو جائے گا۔

لہسن کے فوائد

طبیبوں کا کہنا ہے کہ لہسن کا استعمال بلغم سے پیدا ہونے والی پیاس میں مفید ہے اور کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے اور سرد امراض میں یہ تریاق کے قائم مقام بھی ہے۔

اہلِ روم کہتے ہیں: جس شخص کے پیٹ میں پانی جمع ہونے کے باعث درد ہو تو اس کے لئے لہسن دوا ہے اور جس شخص کو پھوڑے یا پھنسیاں ہوں اگر وہ لہسن کھائے تو ٹھیک ہو جائے گا۔

اگر خشک لہسن کو پیس کر گھی اور دودھ میں ملا کر آگ پر جوش دے لیا جائے اور پھر جس شخص کی داڑھ میں درد ہو گرم گرم ہی اس کی داڑھ میں کچھ دیر کے لئے رکھ دیا جائے تو اس کی داڑھ کا درد جاتا رہے گا۔

جس شخص کو (کسی جگہ کی) آب و ہوا موافق نہ آتی ہو تو اس کے لئے بھی لہسن مفید ہے۔

پیاز کے فوائد

پیاز کے بہت سے فائدے ذکر کیے گئے ہیں۔ منقول ہے کہ ایک شخص نصر بن سنان کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے اِرد گرد بہت سے بچے تھے۔ نصر بن سِنان نے اس شخص سے کہا: یہ میرے بچے نہیں بلکہ پیاز کے بچے ہیں۔ ہم کچا، پکا اور بھنا ہوا پیاز کھاتے ہیں تو ہمیں اس سے جوش پیدا ہوتا ہے۔

اطبا پیاز کے بارے میں کہتے ہیں: اگر پیاز کو کچا یا پکا ہوا کھایا جائے تو یہ کھانے اور جماع کی خواہش کو بڑھاتا ہے۔

اگر پیاز کو کُوٹ لیا جائے اور انسان اُسے سونگھے تو چھینک آئے گی اور کھانے کی خواہش پیدا ہو گی۔

اگر پیاز کو شہد میں ملا کر بطورِ سُرمہ آنکھوں میں لگایا جائے تو اس سے نظر تیز ہو گی۔

کتے کے کاٹے میں مفید ہے

اگر پیاز کو نمک اور سذاب (ایک قسم کے پودے) کے ساتھ کتے کے کاٹے پر رکھا جائے تو فائدہ ہو گا۔

ابلا ہوا پیاز کھانے سے پیشاب کھل کر آتا ہے البتہ پیاز زیادہ نہ کھایا جائے کہ اس سے عقل میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا خالد بن صفوان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے ایک دن اپنی باندی سے کہا: ہمیں پنیر کھلاؤ کیونکہ وہ کھانے کی خواہش پیدا کرتا، معدے کو برانگیختہ کرتا اور اسے عربوں کا توشہ بھی کہا جاتا ہے۔ باندی نے جواب دیا: ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اس پر حضرت سیِّدُنا خالد بن صفوان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے کہا: تیرا کوئی قصور نہیں، تو نہیں جانتی یہ دانتوں کو خراب اور پیٹ کو بھاری کرتا ہے نیز یہ ذمیوں کا کھانا ہے۔

سیِّدُنا ابن عُمَر رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمَا فرماتے ہیں: عراق سے جو بھی پھل آتا ہے وہ ہمیں روٹی سے زیادہ پسند ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو سُن لو! ہم تمہارے مال میں سے کسی بھی چیز سے فائدہ نہیں اُٹھاتے سوائے اس شیشی کے کہ اس میں مشک ہے اور یہ مجھے ایک تاجر نے بطورِ تحفہ دی ہے۔ پھر آپ نے کمر بند کھولا اور شیشی نکال کر رکھ دی، اس کے بعد فرمایا: اے **اللہ**! حلوان کے انار عطا فرما۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ کو انار پسند تھے۔

ستو کا تذکرہ

حضرت سیِّدُنا حسن رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ فرماتے ہیں: تم اپنی عورتوں کو ستو نہ پلاؤ، پھر اگر انہیں پلانا پڑ ہی جائے تو ان کی حفاظت کرو۔

رقاشی کہتے ہیں: موٹاپا عورتوں کے لیے شدید خواہش اور مردوں کے لیے غفلت کا باعث ہے یعنی وہ عورتوں کو شہوت پر ابھارتا اور مردوں کی شہوت کو ختم کرتا ہے۔

سلیمان بن علی کا کاتب غسان بن عبد الحمید اپنی باندی سے کہا کرتا تھا: جب میں تجھ سے کہوں کہ ہمارے لئے ستو تیار کرو تو اسے گاڑھا بنانا۔ کیونکہ مرد اس بات سے حیا نہیں کرتا کہ ستو میں پانی زیادہ ملا کر اسے پتلا کر دیا جائے، ہاں وہ ستو کے گاڑھا ہونے سے حیا کرتا ہے۔

عبد اللہ بن معاویہ، عبد الحمید بن علی کے پاس سے گزرا وہ اپنے کھیت میں تھا۔ عبد اللہ بن معاویہ کو پیاس لگی تو اس نے عبد الحمید سے پانی طلب کیا تو اس نے پانی میں شکر اور ستو ملا پینے کے لئے پیش کیا اور یہ اشعار کہے:

شَرِبْتَ طَبَرْزَدًا بِغَرِيْضِ مُزْنٍ ... كَذَوْبِ الثَّلْجِ خَالَطَهُ الرُّضَابُ

مَا اِنَّ مَاؤُنَا بِغَرِيْضِ مُزْنٍ ... وَلٰكِنَّ الْهَلَاكَ بِكُمْ عِذَابُ

وَمَا اِنَّ بِالطَّبَرْزَدْ طَابَ لٰكِنْ ... بِمَسِّكَ اِنَّهُ طَابَ الشَّرَابُ

وَاَنْتَ اِذَا وَطِئْتَ تُرَابَ اَرْضٍ ... يَطِيْبُ اِذَا مَشَيْتَ لَهَا التُّرَابُ

لِاَنَّ يَدَيْكَ تَنْفِي الْمَحْلَ عَنْهَا ... وَتُحْيِيْهَا اَيَادِيْكَ الرِّطَابُ

ترجمہ: تو نے بارش کے پانی کے ساتھ شکر ملا ایسا مشروب پیا ہے جو پگلتی برف کی طرح ہے جس میں مشک کا پانی ملا ہے۔

ہمارے بارش ملے پانی کی نمکینی تمہارے سبب مٹھاس میں بدلتی ہے اور شکر والا پانی تمہارے چھونے سے ہی عمدہ ہوتا ہے۔ تم جب زمین کو روندتے ہو تو تمہارے چلنے سے ہی مٹی عمدہ ہوتی ہے اس لئے کہ تمہارے ہاتھوں سے زمین سے قحط دور ہوتا اور تمہارے تر ہاتھوں سے ہی زمین کو تازگی ملتی ہے۔

ستو کے فوائد

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے بھتیجے عبدُ الرحمٰن اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں: وہ کہتی ہیں کہ بکر بن وائل کی ایک خاتون طفاوہ مقام میں رہتی تھی اور اس نے بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا زمانہ پایا ہے۔ عبادت گزار لوگ اس کے گھر میں ٹھہرا کرتے تھے، ایک شخص نے اس کے ہاں ستو کو عیب لگایا تو اس نے کہا: ایسا نہ بولو کہ یہ مسافر، جلد باز، غمگین، مریض، بوڑھوں اور نفاس والی عورتوں کا کھانا ہے اور اس کے لیے بھی کھانا ہے جسے کھانے کی خواہش نہیں۔

عرب کے لوگ کہتے ہیں: ستو مسافر کی ضرورت کی چیزوں میں سے ہے، اول وقت میں آنے والے کا ناشتہ، مریض کے لیے گزر بسر کی چیز، غمزدہ کے دل کو تقویت دیتا، کمزور شخص کی کمزوری کو ختم کرتا، جسم موٹا کرنے کے لیے بہترین، بلغم کو صاف کرنے والا اور خون صاف کرتا ہے۔ اگر تم چاہو تو وہ تمہارے لیے ثرید ہے، اگر چاہو تو حلوہ ہے اور اگر چاہو تو روٹی ہے۔

کھجور کے ساتھ ککڑی یا خربوزہ ملا کر کھانا

اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں (چھوٹی) لڑکی تھی اور رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے خود کو موٹا کرنے کی غرض سے چھوہارے اور خربوزے کھاتی تھی۔[1] ایک روایت میں پکی ہوئی تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑی (کھیرا) کھانے کا ذکر ہے۔[2]

حدیثِ ابو جعفر میں ہے: رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پکی ہوئی تازہ کھجوروں کے ساتھ خربوزہ تناوُل

---

[1]......لم نجد

[2]......ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب القثاء والرطب يجمعان، ۴/ ۳۷، حديث: ۳۳۲۴

فرماتے یوں کہ کبھی تازہ کھجوریں کھاتے اور کبھی خربوزہ تناوُل فرماتے[1]۔ مجملاً روایت بھی کیا گیا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پکی ہوئی تازہ کھجور کے ساتھ ککڑی تناوُل فرمایا کرتے تھے۔[2]

ایک مشہور روایت میں کچھ اس طرح ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک لقمہ لیتے، پھر اس پر کھجور رکھتے اور فرماتے: یہ اس کے لیے سالن ہے۔[3]

ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ جب بندہ پکی کھجور کے ساتھ کچی کھجور کھاتا ہے تو شیطان غضبناک ہوتا ہے اور کہتا ہے: آدمی باقی رہے گا یہاں تک کہ وہ نئی کے ساتھ پُرانی کو بھی کھاتا رہے گا۔[4]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: زیتون استعمال کرو، اگر تمہیں اس سے نقصان کا اندیشہ ہو تو اسے آگ پر گرم کرلو کہ یہ گھی کی طرح ہو جائے گا۔

غذا میں عمدہ چیزیں

کھانوں کی تاثیر اور مزاج جاننے والوں کا کہنا ہے: خشک کھجوروں میں سب سے عمدہ کھجور ہیرون ہے پھر اس کے بعد برنی کھجور ہے۔ نیم پختہ کھجوروں میں سب سے اچھی کھجور جیسران ہے۔ کھانوں کی تاثیر اور مزاج جاننے والوں نے یہ بھی کہا ہے کہ چھوہارے جتنے زیادہ زرد ہوں گے وہ کالے چھوہاروں سے اتنے زیادہ اچھے ہوں گے۔ انہوں نے مزید یہ بھی کہا ہے: سب سے بہترین مچھلی شبوط پھر بنانی اور پھر میاح نامی مچھلی ہے۔ انڈوں میں سب سے بہترین انڈا جوان مرغیوں کا انڈا ہے، بوڑھی مُرغیوں کے انڈوں میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ سب سے ہلکا انڈا رقیق ہے اور سب سے بھاری انڈا اصلب ہے۔ تم سِری سے مغز، زبان، سر اور گردن کے درمیان والے گوشت اور ناک کے گوشت کو نہ کھاؤ۔ تمام حیوانوں میں سری میں سب سے ہلکا گوشت گردن کا گوشت ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے: بکری میں گردن آگے ہوتی ہے اور یہ گندگی سے

---

[1]........مستدرک، کتاب الاطعمة، کان احب الفاکھة الی النبی البطیخ، ۵/ ۱۶۲، حدیث: ۷۲۱۹

[2]........بخاری، کتاب الاطعمة، باب الرطب بالقثاء، ۳/ ۵۳۸، حدیث: ۵۴۴۰

[3]........ابو داود، کتاب الایمان والنذور، باب الرجل یحلف ان لا یتادم، ۳/ ۳۰۳، حدیث: ۳۲۵۹

[4]........ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب اکل البلح بالتمر، ۴/ ۳۹، حدیث: ۳۳۳۰

سب سے زیادہ دور ہوتی ہے۔

بکری بچہ جنے تو مہینایا 20 دن کے بعد ہی اس کا دودھ پیا جائے اور اس کا گوشت کھایا جائے۔

فُقّاع (جو سے تیار شدہ ایک مشروب) کو کھانے سے پہلے پیا جاتا ہے نہ کہ بعد میں۔

پودینہ کو لوبیا کھانے کے بعد کھانا چاہیے کہ یہ لوبیا سے پیدا ہونے والی گیس کو ختم کر دے گا۔ پودینہ کو دودھ میں پکے ہوئے گوشت میں ڈالا جائے اور لوبیا کے بعد تازہ رائی کے دانے کھائے جائیں۔

وہ پہلا شخص جس سے حکمت معلوم ہوئی

بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلا شخص جس سے حکمت معلوم ہوئی وہ "بُزُرْجَمْہر" ہے۔ جب اُسے ایک بادشاہ نے قید کیا تو اس نے دوسرے قیدیوں سے کہا: تم بادشاہ سے سُوال کرو کہ وہ تمہیں سالن کی جگہ چکوترا دیا کرے تاکہ اس کے چھلکے تمہارے لیے خوشبو ہوں، اس کا گودا تمہارے لیے پھل، کھٹا رس تمہارے لیے رنگ ہو اور اس کے بیج تمہارے لیے تیل ہوں۔

ایک فلسفی کا کہنا ہے کہ ستو کو گرم پانی سے تین بار دھویا جائے اور پھر ٹھنڈے پانی کے ساتھ ایک بار دھو کر اُسے پیا جائے۔ خربوزہ کھانے کی ابتدا نمک سے کرے۔ وہی پھل کھائے جائیں جو درخت پر پکے ہوں، اس کا سخت اور بھاری حصہ پھینک دو، انہیں نہار مُنہ کھاؤ اور عمدہ پکا ہوا کھاؤ۔ کھیرے کا نرم حصہ کھایا جائے۔ بینگن کو کاٹ کر اس میں نمک بھر کر ٹھنڈے پانی میں کچھ دیر کے لئے چھوڑ دیا جائے پھر اسے نکال کر گرم پانی میں اُبالا جائے۔ اشتر غاز (ایک کانٹے دار پودا جسے اونٹ کھاتا ہے) میں سے اس کی ترشی کو کھایا جائے اور اسے جسم پر نہ لگایا جائے۔

یحییٰ بن خالد برمکی کا کہنا ہے کہ دو چیزیں جوئیں پیدا ہونے کا سبب ہوتی ہیں: خشک انجیر کھانا اور لوبان کی دھونی۔

اطبا کہتے ہیں: آڑو کے پتے اور اس کی پینڈیوں کو کوٹ لیا جائے اور اسے نچوڑ کر پی لیا جائے تو پیٹ کے کیڑے، سانپ کے کاٹے اور پیٹ میں پیدا ہونے والے کیڑوں کے لئے مفید ہے۔ اگر نورہ لگانے کے بعد اس جگہ پر آڑو کے پتوں کو ملا جائے تو یہ جسم کے لئے مفید ہے۔

چکوترے کا لیپ کیا جائے تو اس سے چھائیاں اور خارش دور ہو جاتی ہے۔ چکوترے کا بیج زہر میں نفع مند ہے۔ سیب کے تازہ پتوں کو کچھ دنوں تک پانچ یا چھ مرتبہ نرمی سے کوٹا جائے پھر اس کا اس جگہ لیپ کیا جائے جہاں زخم وغیرہ سے کھال کی رنگت بدل گئی ہو (یا سوئی سے گُدائی کی گئی ہو) تو وہ اس جگہ کو بغیر زخم کے اچھا کر دے گا۔

لُفّاح (ناشپاتی کے جیسا پیلے رنگ کا خوشبودار) ایسا پھل ہے جسے سونگھا جاتا ہے کھایا نہیں جاتا۔

آشوبِ چشم کے لئے فائدہ مند

رومی دانشور کہتے ہیں: نہروں کے کناروں پر جو پودینہ اگتا ہے یہ آشوبِ چشم کے لئے نفع مند ہے کہ اسے باریک کوٹ کر آنکھوں میں اس کا سرمہ لگایا جائے یا پھر اسے چبا کر آنکھوں پر رکھا جائے تو بھی فائدہ مند ہے۔

نہری پودینے کا پانی پینے سے حیض کھل کر آتا ہے۔ اگر حاملہ اس میں سے ایک اوقیہ لے اور آدھے رطل پانی میں پکائے یہاں تک کہ ایک تہائی باقی رہ جائے پھر اسے پیا جائے تو سودا (چار خلطوں میں سے ایک خلط) میں آسانی ہوتی ہے۔

عاقر قرحا (ایک بوٹی جو دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے) کو اجوائن کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔

راسن (زنجبیل کے مشابہ ایک گھاس) سر کے درد میں نفع مند ہے، مثانہ کو تقویت دیتا ہے اور سردی کی وجہ سے پیشاب کے قطرے آنے میں فائدہ مند ہے۔

یرقان کی دوا

کُشوث (ایک پودا جس کے پتے نہیں ہوتے) یرقان کو ختم کرتا ہے۔

عنب ثعلب کو ہاتھ میں پکڑا جائے یا پیا جائے تو یہ حیض کا خون روک دیتا ہے۔

اجوائن کو پکایا جائے اور اس کا پانی پیا جائے تو پیشاب رکنے کی وجہ سے گردوں میں جو درد ہوتا ہے اس کے لئے یہ دوا ہے۔

چنا، لوبیا اور رائی کا ذکر

اَطِبّا کہتے ہیں: چنا رنگت نکھارتا ہے، دودھ پلانے والی کا دودھ بڑھاتا ہے، حیض کا خون جاری کرتا ہے، مادہ منویہ اور قوت خاص کو بڑھاتا ہے۔ اگر لوبیا کے ساتھ ملا کر اسے پکایا جائے تو یہ آدمی کو موٹا کرتا ہے۔ لوبیا مسلسل کھایا جائے تو اس سے نگاہ کمزور ہوتی ہے اور پریشان خواب آتے ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ رائی کا دانہ باری کے بخار اور آنے والے بخار میں نفع مند ہے۔ بچہ دانی کے درد میں بھی فائدہ مند ہے۔ بلغم کی وجہ سے زبان بھاری ہو گئی ہو تو اسے خشک کرتا اور رطوبت کو سر سے اتارتا ہے۔ رائی پیٹ کے کیڑے کو نکالتا ہے، عرق النساء اور سرین کے درد میں فائدہ مند ہے۔ اگر رائی کو گرم پانی میں ہلکا ابالا جائے اور پانچ درہم کی مقدار اس کو پیا جائے تو طبیعت میں آسانی ہوتی اور قولنج (بڑی آنت) کے درد میں فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی عطارد سے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کے والد کی حضرت سیِّدُنا امام اِبنِ سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ہاں بڑی قدر و منزلت تھی تو انہوں نے حضرت سیِّدُنا امام ابن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کیا یاد رکھا؟ ابن ابی عطارد کہتے ہیں: مجھے میرے والد نے بیان کیا کہ حضرت سیِّدُنا ابن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ان سے کہا: اے ابو عطارد! ٹھنڈے مسور کا ستو خون کو بڑھاتا ہے۔

بینگن کا کثرت سے استعمال نقصان دہ ہے

بینگن کا کثرت سے استعمال چہرے کی چھائیوں کا سبب ہوتا ہے، کینسر کا باعث بنتا ہے اور اس سے سخت ورم ہو جاتے ہیں۔

ککڑی کے فوائد

جسے حرارت کی وجہ سے غشی طاری ہو جائے اس کے لئے ککڑی سونگھنا فائدہ مند ہے۔

ککڑی کے بیج وہ شخص پئے جس کا پیشاب رکا ہوا ہو تو اسے افاقہ ہو گا۔ اگر دودھ پیتے بچے کو بخار ہو جائے تو دن میں دو ککڑیاں لے کر ایک ہی وقت میں دائیں اور بائیں جانب سے اس کے جسم کے ساتھ چمٹائی جائیں تو اس کا بخار دور ہو جائے گا۔

سلق (ایک قسم کی سبزی جس کے پتے لمبے اور جڑ گہری ہوتی ہے) اسے جڑ سمیت کوٹ لیا جائے اور اس کا پانی نچوڑ کر اس سے سر دھویا جائے تو اس سے سر کا میل کچیل دور ہو جاتا اور بال لمبے ہوتے ہیں۔

اگر کدو کو آگ پر بھون کر نچوڑ لیا جائے اور پھر اس کے پانی کو جس شخص کے کان میں درد ہو اس کے کان میں ڈال دیا جائے تو افاقہ ہو گا۔ اگر کڑوے کدو کے تیل کو قِثّاءِ حِمار (ایک قسم کی دوا) اور شیح ارمنی (زرد رنگ کی ایک بوٹی) کے ساتھ ملا کر داڑھی اُگنے والی جگہوں پر لگایا جائے تو جلد ہی بال آجاتے ہیں۔

اگر خرفہ کے ساگ کو چبایا جائے تو وہ شہوت کو ختم کرتا اور بہرا پن دُور کرتا ہے۔

سذاب (ایک بدبودار پودے) کا استعمال جماع کی خواہش کو منقطع کرتا ہے۔

خس (ایک قسم کی سبزی جس کے پتے چوڑے ہوتے ہیں اور اُسے کچا کھایا جاتا ہے اسے) اگر نہار مُنہ کھایا جائے تو یہ پانی کی تبدیلی میں فائدہ مند ہے۔ جو شخص احتلام کی وجہ سے تکلیف میں ہو اگر وہ خس کے بیج کو ٹھنڈے پانی کے ساتھ پیا جائے تو اسے فائدہ ہو گا۔

رائی کے دانے کے فوائد اور نقصانات

رائی کے دانے کا استعمال دودھ کو بڑھاتا اور پیشاب کو جاری کرتا ہے لیکن یہ نظر کی کمزوری کا باعث ہے۔ اگر رائی کے پانی کو اُبال کر صاف کر لیا جائے اور پھر اسے بطورِ سرمہ لگایا جائے تو یہ رطوبت کی وجہ سے نظر میں پیدا ہونے والی کمزوری کو دُور کر دے گا۔ اہلِ روم کہتے ہیں: اگر بچوں کو بخار ہو جائے تو رائی کا پانی انہیں فائدہ پہنچاتا ہے۔ اطبا کہتے ہیں: یہ دماغ میں خرابی اور نسیان (یعنی بھولنے کا مرض) بھی پیدا کرتا ہے۔

اہلِ روم کہتے ہیں: جو چاند دیکھتے وقت کاسنی کے پودے کی طرف دیکھے پھر اس بات پر خدا کی قسم کھائے کہ وہ کاسنی اور گھوڑے کا گوشت نہیں کھائے گا تو وہ قسم والے پورے مہینے داڑھ کے درد سے محفوظ رہے گا۔

نبطی گیندنا

اطبا کہتے ہیں: نبطی گیندنا کو پابندی سے استعمال کرنے کی وجہ سے بُرے بُرے خواب آتے ہیں، یہ سر میں بخار پیدا کرتا ہے، اگر اس کے پانی میں سرکہ اور لوبان کا سفوف ڈال کر اسے ناک میں ڈالا جائے تو اس سے سر کے درد میں آرام ملتا ہے اور اگر اسے جوش دیا جائے یا باریک پیس لیا جائے اور کھایا جائے یا اس کا

لیپ کیا جائے تو یہ خونی بواسیر کے لئے مفید ہے۔ گیندنے کا پانی، عورت کا دودھ، عرقِ گلاب اور لوبان کو ہم وزن ملا کر اس کا سُرما اپنی آنکھوں میں لگایا جائے تو یہ سُرمہ اس کے لئے مفید ہے جس کی آنکھ میں جھلی آجائے اور وہ رات کے وقت دیکھ نہیں سکتا نیز پیاز کھانا بھی اس مرض کے لئے مفید ہے۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حنین نامی طبیب سے اپنے گلے کی تکلیف کی شکایت کی جس کی وجہ سے تھوک نگل نہیں پا رہا تھا، اس نے کہا: خمیر ملے انگور کے رس سے تین دن روزانہ تین مرتبہ غرغرہ کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا تو وہ تکلیف دور ہو گئی۔

اطبا کہتے ہیں: بند گوبھی کو پیس لیا جائے اس میں تھوڑی سی پھٹکری شامل کی جائے اور تھوڑا سا سرکہ لے کر ان سب کو گُلِ خیرو میں شامل کر دیا جائے پھر اسے خارش یا برص والی جگہ پر لگایا جائے تو **اللہ** پاک کے حکم سے فائدہ ہو گا۔

مولی کے فوائد

اطبا کہتے ہیں: مولی، کھانا ہضم کرتی ہے، اگر اس کے بیج کو شہد کے ساتھ کھایا جائے تو یہ کھانسی اور ہچکی کی دوا بن جائے گی۔ اگر تر مولی کو توڑ کر بچھو پر ڈال دیا جائے تو وہ مر جائے گا، اس کا پانی اور بیج زہر کے تریاق کے برابر ہے۔ اگر کوئی اس کے پانی کو اپنے ہاتھ پر ملے پھر اس سے سانپ وغیرہ زہریلے جانور کو پکڑے تو وہ جانور خاص اس پانی والے مقام کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اگر اس کے بیج کو لوبان کے ساتھ پیس لے اور اس کے لیپ کو حمام میں کوڑھ کے سیاہ داغوں پر ملے تو اس سے وہ داغ چلے جائیں گے۔ اگر اس کے پتوں کا پانی پیا جائے تو تلّی کی بیماری سے پیدا ہونے والے یرقان میں مفید ہے۔

پیاز کے پانی کو شہد میں ملا کر آنکھوں میں اس کا سرمہ لگایا جائے تو آنکھوں کی روشنی تیز ہوتی ہے اور اس کا چھلکا پیشاب آور ہے اور پیاز کا کثرت استعمال عقل میں فساد کا باعث ہے۔

اطبا بکری کے گوشت کے بارے میں کہتے ہیں: یہ سوادی مزاج کو متحرک کرتا، خون کو گندا کرتا اور غم پیدا کرتا ہے۔

گوشت کا ذکر

بکرے اور دنبے میں سے اس کا گوشت اچھا اور عمدہ ہے جو خصی اور جوان ہو کیونکہ بوڑھے میں کوئی فائدہ نہیں۔ دنبے کا گوشت سوادی مزاج کو فائدہ دیتا ہے۔ گوشت فاضل مادوں میں کم خارج ہونے والا کھانا ہے۔ بوڑھی مرغی کا گوشت سب سے بُرا اور سب سے سخت (نہ گلنے والا) ہوتا ہے۔

اگر انڈے کو سرکہ میں اُبالا جائے اور (پہاڑی درخت) سماق کے دانے، انار کے سوکھے دانے اور اندرائن کا نمک ڈال کر کھایا جائے تو دست روک دیتا ہے۔

مکھن

اگر مکھن بچے کے مسوڑھوں پر مَل دیا جائے تو اس کے مسوڑھوں کے لئے مفید اور دانتوں کے نکلنے میں آسانی کا باعث ہوگا، ہڈیوں کا گودا اور مغز بھی یہی فائدہ دیتے ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے ایک استاد سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو کبھی سارے گھر والوں کو پچھاڑ کر رکھ دیتی ہیں: (1) اونٹ کا گوشت (2) ٹڈی اور (3) کھمبی۔

اطبا کہتے ہیں: سب سے بُرے وہ انگور ہیں جو درخت کے سائے میں اُگتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ خراب وہ انگور ہوتے ہیں جو زیتون کے درخت کے سائے میں ہوں۔ انگور گھٹن پیدا کرتے ہیں۔

کھمبی

کھمبی قولنج کے درد، فالج اور سکتہ کا سبب ہے۔ مکھی اس دیگچی کے قریب نہیں آتی جس میں کھمبیاں ہوں۔ جو سوکھی کھمبیوں کو استعمال کرنا چاہے تو انہیں ایک دن اور رات کے لئے گرم مٹی میں دبا دے پھر اسے دھو کر استعمال کرلے۔

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مرفوعاً روایت ہے: کھمبی مَن[1] سے ہے اور اس کے پانی میں

[1] ...... مَن بمعنی منت اور نعمت ہے یا مطلب یہ ہے کہ مَن کی مثل بغیر قیمت مل جانے والی چیز ہے۔ (مرآۃ المناجیح، 6/34) یعنی جیسے بنی اسرائیل پر مَن اترا تھا بغیر مشقت نہایت لذیذ و مفید کھانا ایسے ہی یہ کھمبی بغیر مشقت ہم کو مل جاتی ہے بغیر محنت و

آنکھوں کے لئے شفا ہے جبکہ عجوہ کھجور جنت سے ہے اور یہ زہر سے شفا دینے والی ہے۔ [1]

ایک طبیب کا قول ہے: جو سے بنائی گئی نبیذ جذام کی بیماری میں مفید ہے۔

مصنف امام ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے وہ دراصل خبروں اور واقعات کی جستجو رکھنے والوں کی کتابوں سے منقول ہیں اور ان لوگوں کی کتب سے نقل کردہ ہیں جو نباتات کی طبیعتوں کے ماہرین کے حوالوں سے ذکر کرتے ہیں اور یہ اللہ پاک کی حکمت ہے کہ اس نے اپنے اذن اور قدرت سے اشیاء کو نفع مند اور نقصان دہ خواص کا حامل بنایا ہے اور اس معاملے میں اس کا حکم اور حکمت شاملِ حال ہے۔ میں اپنی نقل کردہ خواص کا ذمہ نہیں لیتا کیونکہ مجھے ان اشیاء کی حقیقتوں کے بارے میں یقین کا درجہ حاصل نہیں ہے۔

پہلی اصل پر علمائے کرام کے کلام سے منقول آثار پر مزید اضافہ جات

کس کی دعوت قبول کرنا اچھا نہیں؟ وہ کون سی شے ہے جسے مہمان دیکھے تو لوٹ سکتا ہے؟

بزرگانِ دِین اس کھانے کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے جو فخر اور مقابلے کے لئے ہو اور نہ ہی وہ ایسی دعوت قبول کرتے تھے جس میں مقصود زیب وزینت اور نمائش کے لئے کھانا پیش کرنا ہو اور ان کی دعوت بھی قبول نہیں کرتے تھے جو تمام حاضرین کو کھلانا پسند نہ کرتے ہوں یا مخصوص لوگوں کو کھلانا چاہتے ہوں یا زیب وزینت کی وجہ سے کچھ لوگوں (یعنی فقرا) کو شامل نہ کرتے ہوں یا کھانے کی دعوت سے دکھاوا اور لوگوں کو بتانا چاہتے ہوں۔ ایسی چیزیں معلوم ہونے کی صورت میں اس طرح کی دعوت میں جانا مکروہ ہے جبکہ اس کے اسباب بھی پائے جائیں اور یونہی ایسی دعوت کو قبول کرنا بھی پسندیدہ نہیں۔

مکہ مکرمہ کے رہنے والے ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کہا: ہم دیکھتے ہیں

مشقت سے۔ (مراٰۃ المناجیح، 6/406ملتقطا)

[1] ......ابن ماجه، كتاب الطب، باب الكماة والعجوة، ۴/ ۹۲، حديث: ۳۴۵۵

کہ آپ کو دعوتوں میں بُلایا جاتا ہے اور آپ ان میں سے بعض دعوتوں کو پسند بھی نہیں کرتے، کیا آپ کو ان مخصوص لوگوں کے بارے میں معلوم ہے جن کی دی ہوئی دعوت ہمیں قبول نہیں کرنی چاہیے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جی ہاں! حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ہمیں اس شخص کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے جو اپنے کھانے پر فخر کرے اور اس شخص کی دعوت قبول کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے جو دعوت کے لئے اپنے گھر کو آراستہ کرے اور سجائے اور ہمیں ان کی دعوت قبول کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے جو امیروں کو بلاتے اور فقرا کو اس سے محروم رکھتے ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عثمان رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو کھانے کی دعوت دی گئی تو آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ یہ دعوت فخر کے لئے تیار کی گئی ہو۔

گھر سجانے والے کی دعوت سے کراہت

حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کو کھانے کی دعوت دی گئی، آپ نے مہمان کے گھر کو سجا ہوا دیکھا تو آپ اس میں داخل نہ ہوئے بلکہ وہاں سے لوٹ آئے۔ سجاوٹ دریاں اور چٹائیاں بچھانے اور دیواروں کو پردوں سے چھپانے کو کہتے ہیں۔

اللہ پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کعبہ کے غلاف کی طرح گھروں کو کپڑے ڈھانپنے سے منع فرمایا ہے[1] اور ایسے پردوں کو لگانے سے بھی منع فرمایا ہے جن میں تصاویر ہوں۔[2] لہٰذا جو ان میں کوئی چیز دیکھے تو وہاں نہ بیٹھے، کیونکہ بزرگانِ دین جب گھروں کو پردوں سے ڈھانپا ہوا دیکھتے یا تصویر والے پردے لٹکے دیکھتے تو وہاں سے نکل جایا کرتے تھے اور کبھی ان پردوں کو چاک کر دیا کرتے اور میزبان کے سامنے اس کی برائی بیان کرتے تھے۔ کئی صحابۂ کرام اور تابعین عظام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ایسا کیا۔ گھروں کو پردوں سے ڈھانپ دینا یہ نئی ایجاد ہے اور اسلاف میں یہ طریقہ رائج نہ تھا۔

---

[1]......ابو داود، کتاب الوتر، باب الدعاء، ۲/ ۱۱۱، حدیث: ۱۴۸۵

ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب: ۳۵، ۴/ ۲۱۵، حدیث: ۲۴۸۴

[2]......ابن ماجه، کتاب اللباس، باب الصور فیما یوطاء، ۴/ ۱۸۰، حدیث: ۳۶۵۳

ولیمے کی تیسرے دن کی دعوت قبول نہ کرنا

اسلاف بچی کے ختنہ[1] پر کھانے کی دعوت قبول نہ کرتے تھے اور نہ ہی وہ ولیمے کی تیسرے دن کی دعوت قبول کیا کرتے تھے کیونکہ وہ کہا کرتے تھے: ولیمے میں کھانا پہلے دن سنت ہے، دوسرے دن کا کھانا معروف ہے اور تیسرے دن کا کھانا دکھلاوا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو پہلے دن ولیمے کی دعوت دی گئی تو آپ نے قبول کی، پھر دوسرے دن دعوت دی گئی تو آپ نے پھر قبول کر لی پھر دعوت دینے والے تیسرے دن آئے تو آپ نے ان کی طرف کنکریاں پھینکیں اور فرمایا: ریاکارو! چلے جاؤ۔

ایسا اس لئے کیا کہ وہ لوگ کھانا کھلانے پر حریص اور کھانے پر بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے، وہ لوگ تین دن تک ولیمے کی دعوت دیا کرتے تھے، کیونکہ انہوں نے نکاح کے ساتھ ولیمے کے حکم کو خاص کر لیا ہے اور ولیمے کی دعوت قبول کرنے کا حکم حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کی وجہ سے ہے: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے ہی ہو۔[2] اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: ولیمہ حق ہے تو جو قبول نہ کرے اس نے اللہ پاک کی نافرمانی کی۔[3]

لقمے کا اثر دل پر

ہر وہ کھانا جو کسی ناجائز مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہو تو اس کی دعوت ہرگز قبول نہ کرے۔ ایک عالِم دین فرمایا کرتے تھے: جس کے ہاں کھاتے ہو اس کے بارے میں غور و فکر کرو، کیونکہ بندہ کوئی ایک لقمہ ایسا کھالیتا ہے جو اس کے دل کو بدل دیتا ہے پھر وہ پہلی حالت پر کبھی واپس نہیں آتا۔

ایک اور عالِم دین نے فرمایا: بندہ دعوت پر کھانا کھاتا ہے تو اس کے دل میں خرابی آجاتی ہے جیسے پرانی

---

1 ......سیِّدی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ لڑکیوں کے ختنے کے متعلق فرماتے ہیں: "لڑکیوں کے ختنہ کرنے کا تاکیدی حکم نہیں اور یہاں پاک وہند میں رواج نہ ہونے کے سبب عوام اس پر ہنسیں گے اور یہ ان کے گناہِ عظیم میں پڑنے کا سبب ہوگا اور حفظِ دینِ مسلمانان (یعنی مسلمانوں کے دین کی حفاظت) واجب ہے۔ لہٰذا یہاں (پاک وہند میں) اس کا حکم نہیں۔" (فتاوی رضویہ، 22/680)

2 ......بخاری، کتاب النکاح، باب الصفرۃ للمتزوج، ۳/۴۴۸، حدیث: ۵۱۵۳

3 ......سنن الکبری للبیہقی، کتاب الصداق، باب من لم یدع ثم جاء... الخ، ۷/۴۳۲، حدیث: ۱۴۵۳۶

کھال خراب ہو جاتی ہے تو وہ کسی چیز سے صحیح نہیں ہوتی۔

کس شخص کی دعوت قبول کروں؟

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: میں کس شخص کی دعوت قبول کروں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ایسے شخص کے پاس مت جاؤ کہ تمہارا اس کے پاس جانا تمہارے دل میں بگاڑ کا سبب بن جائے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ مال داروں کے پاس جانا ناپسند کیا کرتے تھے۔

میت کے اہلِ خانہ کا کھانا تیار کرنا

میت کے کھانے کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ میت کے گھر والے نوحہ کرنے، رونے، جزع وفزع پر مدد کرنے اور غم تازہ کرنے والوں کے لئے کھانا تیار کریں تو اس کا کھانا مکروہ ہے اور ایسی دعوت قبول کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اہلِ میت کے لئے کھانا لے جانے والے بھلائی اور حُسنِ سلوک کرتے ہوئے کھانا لے کر جائیں کیونکہ انہیں میت کے سبب اپنا اور کھانے پینے کا ہوش نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس طرح کھانا لے جانے اور اہلِ میت کو کھلانے میں کوئی حرج نہیں اور اس سے خود کھانا اور دیگر کو کھلانا بھی جائز ہے[1] کیونکہ یہ نیکی وبھلائی کا کام ہے جبکہ اس سے خاص نوحہ کرنے والیوں اور قبر پر بیٹھ کر غم کرنے اور رونے والوں کو کھلانا مقصود نہ ہو۔

میت کے گھر کھانا بھیجنا سنت ہے

مروی ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا جعفر طیار رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی شہادت کی خبر آئی تو رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جعفر کے گھر والے اپنی میت کی وجہ سے کھانا پکانے سے بے خبر ہیں تو تم انہیں کھانا

---

[1]......(آج کل) تیجے (سوئم وغیرہ) کا کھانا چونکہ عموماً دعوت کی صورت میں ہوتا ہے اس لئے اغنیا (یعنی مال داروں) کے لئے جائز نہیں صرف غُربا ومساکین کھائیں، تین دن کے بعد بھی میت کے کھانے سے اغنیا (یعنی جو فقیر نہ ہوں اُن) کو بچنا چاہئے۔

(تجہیز وتکفین، ص165)

پہنچاؤ۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ میت کے گھر والوں کے لئے یہ کھانا بھیجنا سنت ہے۔

وہ پانچ چیزیں جن کی وجہ سے دعوت قبول نہ کی جائے

جسے کھانے کی دعوت دی جائے اور میزبان کے گھر میں ان پانچ چیزوں میں سے کوئی ایک ہو تو اس کی دعوت قبول نہ کرے اور ایسی دعوت چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں، وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: (1) اگر اس کے دستر خوان پر کھانے کے بعد نشہ آور چیز پی جاتی ہو اگرچہ فی الحال اسے نہ دیکھا گیا ہو یا (2) آرائشی چیزوں میں موٹا یا باریک قسم کا ریشم بچھا ہوا ہو یا (3) برتنوں میں سونے یا چاندی کے برتن ہوں یا (4) دیواروں پر کعبے کے غلاف کی طرح پردے لٹکے ہوں یا (5) لٹکے ہوئے پردے یا دیوار پر تصویر بنی ہو۔

جس نے دعوت قبول کرنے کے بعد ان پانچ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پائی تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس مکان سے نکل جائے یا ان چیزوں کو نکال دے کیونکہ اگر وہ بیٹھا رہا تو وہ بھی ان کے فعل میں شریک ٹھہرے گا۔

چاندی کے برتن کی وجہ سے کھانا نہ کھانا

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو کھانے کی دعوت دی گئی تو آپ نے اپنے ساتھیوں کی جماعت کی ہمراہی میں اسے قبول کر لیا، جب وہ میزبان کے مکان میں جا کر بیٹھے تو انہوں نے گھر میں چاندی کا ایک برتن دیکھا تو آپ اور آپ کے ساتھی کھانا کھائے بغیر وہاں سے نکل گئے۔

یہ بھی منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اس لئے نکلے کہ اشنان (ایک بوٹی جو صابن کی جگہ استعمال ہوتی ہے) کا ڈھکن چاندی کا تھا، آپ ٹھہرے نہیں اور وہاں سے چلے آئے۔

دعوت کے متعلق طویل مکالمہ

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام اَبُوعَبْدُ اللّٰہ احمد بن

[1] ......ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الطعام یصنع لاھل المیت، ۲/۳۰۲، حدیث: ۱۰۰۰

حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: کسی شخص کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو وہ کس چیز کی وجہ سے وہاں سے نکل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہ ایک شخص کی دعوت سے (بغیر کھائے) لوٹ آئے تھے کیونکہ انہوں نے اس کے گھر کو کپڑے سے ڈھانپا ہوا دیکھ لیا تھا اور حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو کھانے کی دعوت دی گئی تو آپ نے وہاں عجمی تہذیب والی کوئی چیز دیکھی لہٰذا وہاں سے نکل گئے اور فرمایا: ”جو کسی قوم کا روپ دھارے (فیشن اختیار کرے) وہ اُنہی میں سے ہے[1]۔“

میں نے پوچھا: کیا کوئی مہمان کے ہاں چاندی کی کوئی چیز دیکھے تو کیا وہاں سے چلا جائے؟ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اگر وہ استعمالی چیز ہے تو میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ چلا جائے۔

میں نے پوچھا: کیا کوئی اشنان دیکھ کر دعوت سے نکل سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں، میرا خیال ہے کہ وہ اس کی وجہ سے نکل سکتا ہے۔ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: (حکومت وقت کی طرف سے آنے والی) آزمائش سے پہلے ہمارے ایک ساتھی نے ہمارے لئے دعوت کا اہتمام کیا، ہم دونوں محدث عفَّان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ اس ساتھی کی دعوت میں چاندی کا برتن تھا، لہٰذا میں وہاں سے نکل گیا، میری دیکھا دیکھی بہت سے لوگ بھی وہاں سے نکل گئے، صاحبِ خانہ پر یہ معاملہ بڑا گراں گزرا۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: ایک شخص کو دعوت دی جائے پھر وہ ایسی سرمہ دانی دیکھے جس کے ڈھکن پر چاندی چڑھی ہو تو کیا اسے وہاں کھانا مناسب ہو گا؟ فرمایا: یہ تو استعمالی چیز ہے لہٰذا وہاں سے نکل جائے، دستہ یا اس طرح کی

---

[1] ......یہ حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا قول ہے۔ البتہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جو کسی قوم سے مشابہت کرے گا تو وہ انہی میں سے ہو گا۔ (ابوداود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، ۴/ ۶۲، حدیث: ۴۰۳۱) مشہور مفسر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ **مراٰۃ المناجیح، جلد 6، صفحہ 109** پر اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: جو شخص دنیا میں کفار، فاسق و بدکار کے سے لباس پہنے ان کی سے شکل بنائے کل قیامت میں ان کے ساتھ اٹھے گا اور جو متقی مسلمانوں کی سی شکل بنائے ان کا لباس پہنے وہ کل قیامت میں اِنْ شَآءَ اللہ متقیوں کے زمرہ میں اٹھے گا۔

چیزوں میں رخصت ہے کیونکہ اس میں زیادہ سہولت ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ الله رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس باریک پردے کے بارے میں پوچھا جو مچھر مکھیوں وغیرہ سے بچاؤ کے لئے لگایا جاتا ہے تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔ میں نے عرض کی: شامیانے یا خیمے کا کیا معاملہ ہے؟ تو آپ نے اس میں حرج نہ جانا۔ میں نے پوچھا: ایک شخص نے کچھ لوگوں کو کھانے کی دعوت دی پھر وہ ان کے پاس (ہاتھ دھلانے کے لئے) چاندی کا طشت اور لوٹا لے کر آیا تو کسی نے اسے توڑ دیا، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ الله رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ہاں۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ الله رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جسے کھانے کی دعوت دی گئی، تو وہاں اس نے ریشم بچھا ہوا دیکھا، وہ اس پر بیٹھ جائے یا کسی اور کمرے میں جا کر بیٹھے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: وہاں سے نکل جائے کیونکہ حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری اور حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا بھی ایسی دعوت سے لوٹ گئے تھے۔ اسی طرح حضرت سیِّدُنا عَبْدُ الله بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے بارے میں بھی دعوت سے لوٹ جانا منقول ہے۔ میں نے پوچھا: کیا ایسا کرنے والوں کو کوئی حکم دیا جائے گا (یعنی ریشم بچھانے والوں کو)؟ فرمایا: جی ہاں، انہیں بتایا جائے گا کہ یہ جائز نہیں ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ الله رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: جس شخص کے گھر میں ریشمی کپڑا ہو وہاں کسی کو بلایا جائے تو وہاں جانے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: اس کے پاس نہ جائے اور نہ ہی اس کے پاس بیٹھے۔ میں نے پوچھا: کسی کو دعوت دی جائے وہاں (مچھر مکھی وغیرہ سے بچاؤ کے لئے) باریک پردہ دیکھے تو؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: یہ پردہ دکھاوا ہے نہ گرمی سے بچا سکتا ہے اور نہ ہی سردی سے۔ میں نے پوچھا: کسی کو دعوت پر بُلایا جائے اور وہ وہاں تصاویر والے پردے دیکھے تو؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اس کی طرف نہ دیکھے۔ میں نے کہا: میں دیکھ چکا ہوں تب؟ فرمایا: اگر تم سے ہو سکے تو پکڑ کر اتار دو۔ میں نے ایسے پردے کے بارے میں پوچھا جس پر قرآنی آیات لکھی ہوں۔ آپ نے اس پر بھی ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: لٹکائی جانے والی کسی بھی شے پر قرآن نہ لکھا جائے، نہ

ہی پردے پر اور نہ ہی اس طرح کی کسی اور چیز پر۔ میں نے پوچھا: کوئی کرائے پر گھر لے، اس گھر میں تصاویر ہوں تو کیا اسے مٹا دینا چاہیے؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جی ہاں۔ میں نے پوچھا: میں حمام جاؤں اور وہاں تصویر دیکھوں تو کیا میں اس کے سر کو مٹا دوں؟ فرمایا: جی ہاں۔ میں نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے اخروٹ لٹا کر بانٹنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: بچوں کے ہاتھوں میں دے کر تقسیم کیا جائے، جیسا کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے کیا۔ اس روایت کی سند عمدہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے پاس گیا، ان کے بیٹے کا ختنہ ہوا تھا اور انہوں نے بچوں میں تقسیم کرنے کے لئے اخروٹ خرید رکھے تھے کیونکہ آپ لٹانے کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے: یہ تو لوٹ کا مال ہے۔

حضرت سیِّدُنا طلحہ و زبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا شادی اور ختنہ وغیرہ کسی بھی موقع پر اخروٹ اور شکر کو لٹا کر بانٹنے کو ناپسند کیا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے روٹی اور خمیر بطور قرض مانگنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

اصلِ اول پر جدید میں ایک اور اضافہ

پانچ اَفراد کی دعوت قبول نہ کی جائے

پانچ اَفراد کی دعوت قبول نہ کی جائے، اگر کسی شخص کو دعوت دی گئی، اسے پہلے معلوم نہ تھا، بعد میں معلوم ہوا تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ اس کے گھر سے نکل جائے۔

وہ پانچ افراد یہ ہیں: (1) بدمذہب (2) ظالم کے مددگار (3) سود خور (4) فاسق معلن (علانیہ گناہ کرنے والا) اور (5) جس کے مال کا اکثر حصہ حرام ہو اور اپنی حرام کمائی کے معاملے کو لوگوں سے نہ چھپاتا ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کھانا صرف پرہیزگار کا کھاؤ اور تمہارا کھانا بھی صرف پرہیزگار ہی کھائیں۔[1]

[1] ....ابوداود، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس، ۴/ ۳۴۱، حدیث: ۴۸۳۲ مختصراً

اس لئے کہ پرہیز گار کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی پرہیز گاری کی وجہ سے کھانے والی چیزوں میں غور وفکر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ تمہیں اس سے پوچھنے کی ضرورت ہے، نیز جب تم پرہیز گار کو کھلاؤ گے تو کھانے کے ذریعے نیکی اور تقوٰی پر اس سے مدد چاہو گے اور نیکی و تقوٰی پر اس کے مددگار بن جاؤ گے جیسا کہ **اللہ** پاک کا ارشاد ہے:

وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى ‌ۖ (پ۶، المآئدۃ: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

لہٰذا مدد کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی نیکی میں شریک ہوگا۔

حکایت: تم ظالموں میں سے ہو

اگر تم ظالم و جفاکاروں کا کھانا کھاؤ گے تو تم ان کے کھانے میں شریک ہو کر ان کے مددگار ہو جاؤ گے۔ جیسا کہ ایک درزی نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے سوال کیا کہ میں ایک گورنر کے کپڑے سیتا ہوں تو کیا اس بات کا اندیشہ ہو سکتا ہے کہ میں ظالموں کے مددگاروں میں سے ہوں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: تم ظالموں کے مددگاروں میں سے نہیں ہو بلکہ تم ظالموں میں سے ہو، ظالموں کے مددگار تو وہ لوگ ہیں جو تیرے ہاتھ سوئی اور دھاگہ بیچتے ہیں۔

حکایت: حلال کھانا اور ظالم کا ہاتھ

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے پرہیز گاری کے معاملے میں اس سے بھی زیادہ گہرائی میں اتر کر عمل کیا کہ میں نے اس سے زیادہ باریکی والے عمل کے بارے میں نہیں سنا۔ آپ کے علم کی باریکیوں میں کلام کی وجہ سے لوگوں نے آپ کا رد کیا تو سلطان نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو قید کر دیا۔ سلطان کی جانب سے آپ کے پاس کھانے کا دستر خوان آتا تھا مگر آپ اس میں سے کچھ تناول نہ فرماتے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے دورانِ قید کئی دن تک کچھ نہ کھایا۔ آپ کی ایک (بڑی عُمر کی) منہ بولی بہن تھی جسے آپ نے رضائے الٰہی کے لئے بہن بنایا تھا، وہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے لئے اپنے سوت کی کمائی سے کھانا بھیجا کرتی اور جیلر کے حوالے کر دیا کرتی، وہ اسے اٹھا کر آپ کے پاس لاتا اور بتاتا کہ یہ کھانا، اس نیک بوڑھی عورت کی طرف سے ہے

لیکن آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس میں سے بھی کچھ نہ کھاتے تھے۔ جب آپ قید سے باہر نکلے تو وہ بوڑھی عورت آپ سے ملی اور کھانا واپس کرنے پر آپ سے شکوہ کرتے ہوئے کہنے لگی: آپ تو جانتے ہی ہیں کہ وہ کھانا میرے سوت کی حلال کمائی سے تھا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جی ہاں، لیکن وہ کھانا میرے پاس ظالم کے طباق میں آیا تھا لہٰذا میں نے برتن کی وجہ سے اس کو رد کر دیا۔ اس برتن سے آپ کی مراد جیلر کا ہاتھ تھا۔

منقول ہے کہ کوفہ میں ایک جاگیر دار نے عید کے موقع پر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے اعزاز میں سونے کے پیالے میں انہیں کھجور کے حلوے کا تحفہ دیا، آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اس میں سے کچھ کھائے بغیر اسے واپس کر دیا اور فرمایا: میں نے اس برتن کی وجہ سے کھانے کو واپس کیا ہے۔

لقمۂ حرام کی نحوست

منقول ہے کہ جو لقمۂ حرام کھائے گا اس کا دل 40 دن تک سخت ہو جائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا دل تاریک ہو جائے گا۔ جو 40 دن تک حرام کھائے گا وہ دنیا سے کبھی بے رغبتی اختیار نہیں کرے گا۔ اس کی ضد میں یہ کہا گیا ہے: جو 40 دن حلال کھائے گا وہ زاہد بن جائے گا اور **اللہ** پاک اس کے دل میں نور داخل فرمائے گا اور اس کی زبان پر حکمت جاری فرمادے گا۔

لقمۂ حلال کی فضیلت

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بندہ حلال کا پہلا لقمہ کھاتا ہے تو اس کی وجہ سے **اللہ** پاک اس کے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ دوسرے بزرگ کا فرمان ہے: جس نے حلال کی طلب میں خود کو ذلت کے مقام پر کھڑا کیا تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے خزاں کے موسم میں درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

بستی کے تمام مکینوں کے اعمال کے برابر ثواب

حضرت سیِّدُنا سہل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سیر وسیاحت کرنے اور سفروں میں رہنے والوں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ایک شخص کسی بستی میں داخل ہو، وہ بھوکا ہو اور حلال پر قادر نہ ہو پھر اسے شبہ والی چیزیں پیش کی جائیں، وہ اسے نہ کھائے اور بھوکا رات گزارے تو اس کے میزانِ عمل میں اس بستی کے تمام مکینوں کے

اعمال کے برابر ثواب رکھا جائے گا۔

اگر شبہ والے کھانے پر مجبور ہو جائے تو!

جسے سلطان کھانے پر مجبور کرے یا اسے شبہ والا کھانا پیش کیا جائے جس کے کھانے پر وہ مجبور ہو تو اسے چاہیے کہ کوئی بہانہ کرے، تھوڑا تھوڑا سا کھانا اٹھائے اور خوش دلی کا مظاہرہ نہ کرے اور نہ ہی بڑا لقمہ لے، نہ ہی زیادہ کھانا کھائے، بس اتنی مقدار کھائے جس سے اس کی جان بچ جائے اور جان جانے کا خطرہ ٹل جائے۔

ایک گواہ کا بیان ہے کہ گواہوں کا تزکیہ کرنے والے خراسان کے ایک عالم دین نے ایک گواہ کی گواہی رد کر دی جس نے سلطان کے پاس مجبوری میں کھانا کھایا تھا، گواہ نے کہا: سلطان نے مجھے کھانے پر مجبور کیا تھا۔ عالم نے کہا: مجھے معلوم ہے، میں نے تمہارے کھانے پر تمہاری گواہی کو رد نہیں کیا، بلکہ میں نے تمہیں دیکھا کہ تم نے خوش دلی کا اظہار کیا اور بڑا لقمہ لیا تو کیا اس نے تمہیں اس پر بھی مجبور کیا تھا؟ اسی لئے میں نے تمہیں حاکم کے ہاں مجروح گواہ قرار دیا۔

ایک بزرگ نے ہمیں بتایا: سلطان نے اس تزکیہ والے عالم کو اپنے مال سے کھانے پر مجبور کیا تو اس نے کہا: دو میں سے ایک بات کو مان لو، یا تو میں تمہارے حکم کے مطابق کھا لیتا ہوں پھر میں کسی کا تزکیہ نہیں کروں گا، نہ کسی پر جرح کروں گا اور نہ ہی کسی گواہ کو عادل کہوں گا، یا پھر مجھے میرے اسی حال پر چھوڑ دیا جائے کہ میں تزکیہ کر کے جرح و تعدیل کروں لیکن اس صورت میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا۔

ان بزرگ کا بیان ہے: سلطان اور اس کے ساتھیوں نے غور و فکر کیا تو یہ پایا کہ انہیں ان کی ضرورت ہے، کیونکہ ان جیسے لوگ بہت کم ہیں اور ان کا اچھی طرح غور و فکر والے کا ہونا اور حکمرانوں والی شان کے ساتھ کھڑا ہونا ضروری ہے، لہٰذا انہوں نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا اور آپ نے ان کے کھانے میں سے کچھ بھی نہیں کھایا جبکہ آپ کے ساتھ والوں کو مجبور کیا گیا۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو نیشاپور سے بخارا لایا گیا تھا، یہ ایک طویل قصہ ہے جس کا سبب میں نے چھوڑ دیا۔

حضرت سیّدنا بشر بن حارث حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ شبہ والے کھانوں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ہاتھ کم کھولنا اور لقمہ چھوٹا رکھنا۔ جب لوگ واپس ہوتے تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حلال کے بارے میں گفتگو کرتے۔ کوئی

پوچھتا: ابو نصر! آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ تو آپ فرماتے: جہاں سے تم کھاتے ہو اور روتے ہوئے کھانے والا ہنستے ہوئے کھانے والے کی طرح نہیں کھاتا۔

خواہشات کا دلدادہ شبہات کو ترک نہیں کرتا

حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: خواہشات ترک کرنے پر وہی صبر کرتا ہے جو شبہات کو ترک کرتا ہے۔ اس میں غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ جو خواہشات کا دلدادہ ہو وہ شبہات کو ترک نہیں کرتا۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا امام زہری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو جب بنی مروان کی صحبت میں ملامت کی گئی تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمانے لگے: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہم نے خواہشات میں وسعت کی تو ہم پر ہمارا مال کم پڑ گیا تو ہمیں ان بنی مروان سے خوش دلی سے ملنا پڑا۔ یہ بات عقل والوں کے لئے قول فیصل ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ پر **اللہ** پاک کی رحمت ہو اور وہ ان سے راضی ہو، انہیں عزت والا مقام عطا فرمائے، جنت الفردوس میں ان کا ٹھکانا بنائے اور ہمیں اپنے جود و کرم سے آپ کے متعلقین و احباب میں شامل فرمائے، بے شک **اللہ** جو چاہتا ہے اس پر قادر ہے۔

یہ کھانوں کے بیان کا اختتام تھا۔

میت کو قبر میں رکھتے وقت کی دعا

حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے مردوں کو قبر میں رکھو تو یہ پڑھو "بِسْمِ اللہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللہِ یعنی **اللہ** پاک کے نام سے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دین پر۔

(ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ادخال المیت القبر، ۲/ ۲۲۱، حدیث: ۱۵۵۰)

(اس فصل میں فقرا کے فضائل، ان کے فرائض، عام اور خاص فقرا کا وصف، عطیہ کے قبول ورد کی تفصیل اور اس بارے میں اسلاف کے طریقے کا بیان ہے)

کبریائی اور بڑی شان والا **اللہ** پاک اِرشاد فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ (پ۲۸، الحشر: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔

اور اِرشاد فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ ٘ (پ۳، البقرة: ۲۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: ان فقیروں کے لیے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے۔

اللہ پاک نے اپنے اولیائے کرام کی ہجرت اور راہِ خدا میں روکے گئے پر جو تعریف کی اس پر فقر کو مقدم فرمایا اور **اللہ** پاک اپنے پسندیدہ لوگوں کی تعریف اُسی انداز میں پسند کرتا ہے جس انداز کو وہ پسند کرتا ہے۔ اگر **اللہ** پاک کو "وصفِ فقر" محبوب ترین نہ ہوتا تو وہ اپنے محبوبین کی اس کے باعث مدح نہ کرتا اور نہ اس کی وجہ سے شرف و اکرام سے نوازتا۔ نیز رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی "فقر" کو اختیار کرنے کا حکم دیا اور کئی احادیثِ مبارکہ میں اس کی فضیلت بھی بیان ہوئی ہے۔

فقر کے فضائل پر مشتمل فرامینِ مصطفےٰ

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے پوچھا: لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: وہ مالدار شخص جو اپنے جان و مال سے **اللہ** پاک کا حق ادا کرتا ہو۔ آپ نے اِرشاد فرمایا: یہ شخص بھی اچھا ہے لیکن میری مراد یہ نہیں۔ عرض کی: آپ ہی ارشاد فرمایئے کہ سب سے اچھا شخص کون ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ فقیر

جو اپنی استطاعت کے مطابق راہِ خدا میں خرچ کرے۔[1]

﴿2﴾... حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا بلال حَبَشی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے ارشاد فرمایا: **اللہ** پاک سے فقیر ہونے کی حالت میں ملنا، مال دار ہو کر نہ ملنا۔[2]

﴿3﴾... اس فقیر سے افضل کوئی نہیں جو (اپنی فقیری پر) راضی ہو۔[3]

﴿4﴾... **اللہ** پاک اس فقیر سے محبت فرماتا ہے جو بال بچوں والا ہونے کے باوُجود مانگنے سے بچتا ہے۔[4]

﴿5﴾... حدیث مشہور میں ہے: میری اُمت کے فقرا مالداروں سے 500 سال پہلے جنت میں جائیں گے۔[5]

﴿6﴾... (حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا کی:) اے **اللہ**! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں موت عطا فرما اور بروز قیامت مجھے مسکینوں کے زُمرے میں اُٹھا۔[6]

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ دُعا مانگنا فقرا کی فضیلت، ان کے لئے باعثِ شرف اور فقر کی فضیلت حاصل کرنے پر توجہ دلانا اور ترغیب ہے۔

﴿7﴾... اس اُمَّت کے بہترین لوگ فقرا ہیں اور اس امت کے کمزور لوگ سب سے پہلے جنت میں ٹھکانا پائیں گے۔[7]

سچے فقرا کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے ربّ! میں تجھے کہاں تلاش

---

[1] ...مسند الطیالسی، نافع عن ابن عمر، ص ۲۵۳، حدیث: ۱۸۵۲

[2] ...مستدرک، کتاب الرقاق، باب الق اللہ فقیرا، ۵/ ۴۵۰، حدیث: ۷۹۵۷

[3] ...لم نجد

[4] ...ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب فضل الفقراء، ۴/ ۴۳۲، حدیث: ۴۱۲۱

[5] ...ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب منزلۃ الفقراء، ۴/ ۴۳۲، حدیث: ۴۱۲۲
مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/ ۲۰۵، حدیث: ۱۰۷۳۵

[6] ...ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب مجالسۃ الفقراء، ۴/ ۴۳۳، حدیث: ۴۱۲۶

[7] ...الکنی والاسماء للدولابی، باب حرف النون، ۲/ ۱۰۹۱، حدیث: ۱۹۰۹

کروں؟ **اللہ** پاک نے اِرشاد فرمایا: جن کے دل میری وجہ سے شکستہ ہیں ان کے پاس۔ عرض گزار ہوئے: وہ کون لوگ ہیں؟ اِرشاد فرمایا: سچے فقرا۔[1]

فقر کے فضائل بزرگانِ دین پر مشتمل اقوال

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: دو چیزوں کے سوا تمام اعمال خزانوں میں ویسے ہی پڑے ہوئے ہیں جبکہ یہ دو اعمال ایسے ہیں جن پر مُہر لگی ہوئی ہے اور یہ اُس کو ہی عطا ہوتے ہیں جن پر **اللہ** پاک شہد کی طرح مُہر کر دے اور یہ فقر کے ساتھ معرفت ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے: فقیر کا دنیاوی خواہش کے بغیر سانس لینا بھی ایسی افضل عبادت ہے کہ ایک غنی کی ساری زندگی کی عبادت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

مالدار اور فقیر کی عبادت کی مثال

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: مالدار عبادت گزار کی مثال ایسی ہے جیسے کُوڑے پر سبزہ ہو اور فقیر پر عبادت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خوبصورت گردن میں جواہرات کا ہار ہو۔ آپ فرمایا کرتے کہ عبادت مالداروں پر نہیں سجتی "تقویٰ" تو صرف فقیر پر ہی سجتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایک فقیر شخص نے کہا: اے ابو نصر! آپ **اللہ** پاک سے میرے لئے دعا کیجئے کہ مجھے فقر اور عیالداری کی وجہ سے بہت پریشانی ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جب تیرے گھر والے تجھ سے یہ کہیں کہ ہمارے پاس آٹا ہے نہ روٹی تو اس وقت **اللہ** پاک سے دعا کر کہ وہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے اور اس وقت تیرا دعا کرنا میری دعا کرنے سے افضل ہے۔

﴿3﴾... ایک بزرگ فرماتے ہیں: **اللہ** پاک کی معرفت کا علم رکھنے والے علما نے اس بات کو قبول نہ کیا اور یہ ناپسند جانا کہ یہ (معرفت کا) علم اغنیا سے سنیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اغنیا اس علم کے اہل نہیں ہیں۔

﴿4﴾... بعض فقرا فرماتے ہیں: **اللہ** پاک نے فقرا کو دنیا کے بدلے معرفت کا علم عطا فرمایا ہے، یہی اسے ظاہر کرتے ہیں اور معرفت کا علم انہیں کے پاس ہوتا ہے۔ **اللہ** پاک نے اِنہیں دنیا میں اس کی وجہ سے راحت و سکون بخشا ہے۔ انہوں (یعنی فقرا) نے **اللہ** پاک کی رضا کے لئے آج جو کچھ دنیا میں چھوڑ دیا اُس کا عوض **اللہ**

---

[1] ......الزھد لاحمدبن حنبل، زھدموسی علیہ السلام، ص ۱۱۰ حدیث: ۳۹۱ ،بدون: قال: ومن ھم؟ فقال تعالٰی: الفقراء الصادقون

پاک نے تیار کر رکھا ہے۔ جب کل (قیامت) کا دن آئے گا تو یہی وہ لوگ ہوں گے جن پر ایسے انعامات ہوں گے کہ کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ یہی مزید انعام و کرم ہے۔

شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہم سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں روایت کیا گیا:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (پ ۱۳، الرعد: ۲۳، ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ۔

اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں فقر ملا تو اس پر صبر کیا۔

فقرا کے نزدیک فقر کے فرائض

فقرا کے نزدیک فقر کے فرائض حَسبِ ذیل ہیں: فاقہ کشی کی حالت آنے سے پہلے سوال نہ کر کے صبر کرنا، مخلوق کی عزت و عظمت کی طرف توجہ نہ کرنا، ضرورت کے وقت وہ چیز نہ کھانا جسے شریعت کے علم نے منع کیا ہو، شرعی حدود اور احکام سے تجاوز نہ کرے۔ اگر مانگنے کی حاجت پیش آجائے تو ضرورت سے زیادہ نہ مانگے اور نہ ہی ذخیرہ اندوزی کرے۔ اگر کفایت سے زیادہ مل جائے اور اسے اس لئے رکھ لے کہ آئندہ نہیں مانگوں گا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ پرہیزگار لوگوں سے مانگے اور ایسے بندے سے مانگے جس کے بارے میں جانتا ہو کہ وہ سوچ بچار (یعنی حلال و حرام کی تمیز) کر کے کماتا ہے۔ کیونکہ مانگنا ایک عمل ہے تو اس میں بھی تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے، جس طرح کمانے میں تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔ ایسے شخص سے نہ مانگے جس کے بارے میں جانتا ہو کہ اُسے اِس بات کی پروا نہیں کہ وہ کہاں سے کھاتا ہے اور کمانے میں حرام سے نہیں بچتا۔

آدمی اپنی حاجت اور بھوک کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائیوں سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ وہ اسے اتنا کھانا کھلائیں جس سے وہ اپنی کمر سیدھی کر سکے اور اسے سکون حاصل ہو جائے اور اگر بے لباس ہو تو اسے اتنا کپڑا پہنانا لازم ہے کہ جس سے وہ اپنی ستر پوشی کر لے۔ یہ مسلمانوں پر لازم اور ضروری ہے، اگر بعض نے یہ حق ادا کر دیا تو دوسروں سے یہ واجب ساقط ہو گیا اور اگر ضرورت مند نے خود مانگ لیا تو اس پر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

کس صورت میں مانگنے کی اجازت ہے؟

کہا گیا ہے: مانگنے کا کفارہ یہ ہے کہ سائل اپنے سوال میں سچا ہو اور اس کی سچائی یہ ہے کہ فاقہ آنے کے بعد، فرائض کی ادائیگی میں کمی آنے کے خوف سے، یا عقل زائل ہونے اور دل بے چین ہونے کے وقت مانگے۔ اگر پہلی مرتبہ بقدرِ کفایت مل جائے تو مانگنے سے رک جائے اور شکم سیر ہونے کے بعد ذخیرہ اندوزی نہ کرے کہ زیادہ جمع کرنے کا خواہشمند ہو جائے گا۔ اگر بطورِ عادت اور کوشش اسے مل جائے تو نہ مانگے اور نہ ہی مانگنے کو مشغلہ اور پیشہ بنائے، جتنا ہو سکے مانگنے سے بچے کہ یہی اُس کے لئے سب سے بہتر اور افضل ہے۔

فاقہ آنے کی صورت میں تین انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام نے بھی سوال کیا ہے: (1) حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کہ جب 40 دن کے لئے آپ کی سلطنت لے لی گئی تھی۔ (2) حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور (3) حضرتِ سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام کہ جب آپ دونوں نے بستی والوں سے کھانا مانگا۔

سائل کو دینے سے متعلق دو فرامینِ مصطفےٰ!

﴿1﴾...مانگنے والے کا حق ہے اسے دیا جائے چاہے گھوڑے پر آئے۔[1]

﴿2﴾...مانگنے والے کو دو، اگرچہ ایک جلا ہوا کُھر ہو۔[2]

سائل کو دینا نیک کام ہے

اگر مانگنا گناہ اور ظلم ہوتا تو مانگنے والے کو دینے کی ترغیب نہیں دی جاتی کہ یہ (یعنی مانگنے والے کو دینا) گناہ اور ظلم پر مدد کرنا ہو جاتا۔ عطا کرنا نیکی اور تقویٰ کا کام ہے کیونکہ عطا کرنے والا نیکی کا سبب اور اس پر دال ہوتا ہے اور اسلام کی حرمت کی وجہ سے اس بارے میں جو حکم ہے اس پر تعاون کرنے والا ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی کی پریشانی دور کرنا بھی نیکی اور بھلائی کا کام ہے۔

---

[1]......ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب حق السائل، ۲/۱۷۶، حدیث: ۱۶۶۵

[2]......نسائی، کتاب الزکاۃ، باب رد السائل، ص ۴۲۱، حدیث: ۲۵۶۲

مسند امام احمد، مسند المدنیین، حدیث ابن نجاد عن جدتہ، ۵/۵۹۲، حدیث: ۱۶۶۴۸

حکایت: تو سائل نہیں بلکہ تاجر ہے

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے مغرب کے بعد ایک مانگنے والے کو مانگتے سُنا! تو (اپنے خادم سے) فرمایا: اے یرفا! اس آدمی کو کھانا کھلا دو۔ تو اُنہوں نے مانگنے والے کو کھانا کھلا دیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے پھر اُس سائل کو مانگتے سُنا تو فرمایا: (اے یرفا!) کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اِس مانگنے والے کو کھانا کھلا دینا؟ خادم نے عرض کی: میں نے اُسے کھانا کھلا دیا تھا تو حضرتِ سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہاتھ میں روٹیوں سے بھرا ہوا ایک تھیلا تھا، آپ نے اُس بھکاری سے فرمایا: تو مانگنے والا نہیں بلکہ تاجر ہے۔ پھر اس تھیلے (کی روٹیوں) کو صدقہ کے اونٹوں کے سامنے پھیلا دیا اور اُس بھکاری کو دُرّے سے مارتے ہوئے فرمایا: تو سائل نہیں بلکہ تاجر ہے۔

فقر اجر یا سزا کا باعث

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: بیشک **اللہ** پاک کی مخلوق کو فقر پر ثواب بھی ملتا ہے اور فقر کے ذریعہ عذاب و سزا بھی ملتی ہے۔ اگر فقر اجر و ثواب کا باعث ہو تو اس کی علامت یہ ہے کہ (فقر آنے کے بعد بھی) وہ اچھے اخلاق والا ہو، فقر کے باوجود بھی اپنے رب کی اطاعت کرتا رہے، اپنی اس حالت کی شکایت نہ کرے اور اپنے فقر پر **اللہ** پاک کا شکر ادا کرتا رہے۔ اگر فقر سزا کا باعث ہو تو اس کی علامت یہ ہے کہ فقر آنے پر وہ آدمی بد اخلاق ہو جاتا ہے، فقر کی وجہ سے وہ اپنے رب کی نافرمانی پر آمادہ ہو جاتا ہے، کثرت کے ساتھ شکایت کرتا اور فیصلۂ اِلٰہی پر ناراض ہوتا ہے۔

الغرض بات ایسے ہی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا اور یہی سزا والا وہ فقر ہے جس سے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پناہ مانگی۔[1] اور یہ نفس کا لالچی ہونا ہے، کیونکہ مال کی لالچ اور فقر کے سچّا نہ ہونے کی حالت ہی مخلوق اور اشیاء کی طرف محتاجی کا باعث بنتی ہے۔

روایت میں ہے: لوگوں سے مانگنا سخت برا کام ہے اور برائیوں میں سے صرف اسی کو جائز رکھا گیا ہے۔[2]

---

[1] ......بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من فتنة الفقر، ۴/۲۱۰، حدیث: ۶۳۷۷

[2] ......الحاوی للفتاوی، کتاب الادب والرقاق، آخر العجاجة الزرنبیة فی السلالسة الزینبیة، ۲/۴۲

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک قوم سے اسلام پر بیعت، بات سُننے اور اطاعت کرنے کی شرط لگائی۔ پھر آہستہ سے یہ فرمایا: لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔[1]

اللہ پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عِفّت اختیار کرنے اور سوال سے بچنے کا حکم اِرشاد فرمایا۔

مانگنے کی ممانعت پر مشتمل سات فرامینِ مصطفےٰ

﴿1﴾... جو ہم سے مانگتا ہے ہم اسے عطا کرتے ہیں اور جو مانگنے سے بچتا ہے اللہ پاک اسے بے نیاز فرما دیتا ہے۔[2]

﴿2﴾... جو ہم سے نہیں مانگتا وہ ہمیں زیادہ محبوب ہے۔[3]

﴿3﴾... لوگوں سے مانگنے سے بچو اور مانگنا جتنا کم ہو اتنا اچھا ہے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: آپ سے بھی؟ ارشاد فرمایا: مجھ سے بھی۔[4]

اگر نہ مانگنے میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دُعا اور پسند کے علاوہ اور کوئی نفع نہ بھی ہوتا تب بھی بہت بڑی بھلائی تھی۔

﴿4﴾... جو شخص مال داری کے باوُجود مانگتا ہے وہ اپنے لئے جہنّم کے انگارے جمع کرتا ہے اور جو شخص مانگے حالانکہ اس کے پاس اس قدر مال موجود ہو جو اسے مانگنے سے بے نیاز کر دے تو ایسا شخص روزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ بغیر گوشت کے آواز کرتی ہوئی ہڈی ہو گا۔[5]

﴿5﴾... (غنا کے باوجود جو سوال کرے تو) اس کا سوال اس کے چہرے پر خَراشوں کے نشانات اور داغ (کی صورت میں ظاہر) ہو گا۔[6]

---

[1] ...ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسألۃ، ۲/۱۶۹، حدیث: ۱۶۴۲

[2] ...ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب المسألۃ والاخذ... الخ، ۵/۱۶۹، حدیث: ۳۳۸۹

نسائی، کتاب الزکاۃ، باب من الملحف، ص ۴۲۷، حدیث: ۲۵۹۲

[3] ...مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۴/۸۹، حدیث: ۱۱۴۰۱، نحوہ

[4] ...مسند بزار، مسند ابن عباس، ۱۱/۱۰۲، حدیث: ۴۸۲۴، نحوہ، بدون: وسافل... ومنی

[5] ...ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، ۲/۱۶۴، حدیث: ۱۶۲۹

[6] ...ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب من تحل لہ الزکاۃ، ۲/۱۳۸، حدیث: ۶۵۰۔ معجم کبیر، ۷/۲۱۴، حدیث: ۶۸۹۲

﴿6﴾...**اللہ** پاک کی غنا کے ذریعے مخلوق سے بے نیاز ہو جاؤ۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: وہ کیا ہے؟ اِرشاد فرمایا: دن یا رات کا کھانا (موجود ہو تو سوال نہ کرو۔)[1]

﴿7﴾... جس کے پاس 50 درہم یا اس کے برابر سونا ہو اور اس کے باوجود وہ سوال کرے تو وہ ضد کر کے مانگنے والا ہے۔[2]

کون عام یا خاص فقرا کی فہرست سے خارج ہے؟

جس کے پاس اس قدر دنیا کے مال سے ہو تو وہ عام فقرا سے خارج نہیں البتہ اگر وہ اتنا مال ہونے کے باوجود مانگے تو وہ عام فقرا (کی فہرست) سے نکل جائے گا۔ جس نے بھوک سے پہلے یا پیٹ بھر جانے کے بعد مانگا، یا ذخیرہ اندوزی کرنے کے لئے مانگا، یا جس کے پاس دن یا رات کا کھانا ہو اُس نے مانگا تو وہ اِس وجہ سے خاص فقرا (کی فہرست) سے خارج ہو جائے گا۔

حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: افضل ترین عمل کون سا ہے؟ فرمایا: تنگی کے وقت ہمت و برداشت سے کام لینا۔

فقیر پر لازم ہے کہ عطا کرنے کی وجہ سے کسی دولت مند کی پاکیزگی بیان نہ کرے، یونہی نہ دینے کی وجہ سے اُس کی مذمّت نہ کرے اور نہ اس سے ناراض ہو، دنیاداروں کو بڑا نہ سمجھے اور نہ دنیا کی وجہ سے اُن کی عزت کرے۔

فقیر کی عاجزی و انکساری

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: فقیر کی عاجزی و انکساری میں سے ہے کہ وہ مالداروں سے خود کو بڑا سمجھے۔

ایک شخص خواب کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے

---

[1]........الکامل لابن عدی، ۴/ ۲۲۳، رقم: ۱/ ۷۳۳: سلیمان بن عمرو بن عبد اللہ بن وہب ابو داود النخعی کوفی
الزہد لابن مبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۴۱۱، حدیث: ۱۱۶۷

[2]........ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، ۲/ ۱۶۳، حدیث: ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، نحوہ

فرمایا: **اللہ** پاک سے ثواب کی خواہش کرتے ہوئے مالدار کا فقیر کے سامنے تواضع وعاجزی کرنا اچھی بات ہے اور اِس سے بھی اچھی بات فقیر کا **اللہ** پاک پر بھروسا کرتے ہوئے خود کو مالدار سے بہتر سمجھنا ہے۔

فقر کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ فقیر حق بات سے خاموش نہ رہے اور کسی کی طرف سے عطیہ ملنے یا اُس سے نفع حاصل ہونے کی وجہ سے نفسانی خواہش کی بات نہ کرے کیونکہ یہ دین میں کسی چیز کو داخل کرنا ہے اور اس میں مؤمنوں کے لئے منافقت بھی ہے۔

فقیر 40 دن سے زیادہ کا ذخیرہ نہ کرے

فقر کے فضائل میں سے ہے کہ فقیر 40 دن سے زیادہ کا ذخیرہ نہ کرے اور 40 درہم سے زیادہ جمع نہ رکھے۔ اس بات کی دلیل **اللہ** پاک کے اس فرمان میں ہے:

وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (پ ۱، البقرۃ: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا۔

اگر کسی نے 40 روز کی امید میں ایسا کیا تو یہ ذخیرہ اندوزی اُمید کی بات ہے، اگر 40 دن زندہ رہنے کی امید ہو تو اُس شخص کے لئے 40 دن کا ذخیرہ کرنا جائز ہے۔ جس کی زندگی کی امید کم ہو کر ایک دن اور ایک رات تک ہو جائے تو وہ ایک دن اور ایک رات سے زیادہ ذخیرہ نہ کرے۔ بہر حال ذخیرہ اندوزی ترک کر دینا امید کے کم ہونے کا باعث ہے۔ فقیر شخص کا غنا 40 درہم میں رکھا گیا ہے اور یہ (اصول) عام فقرا کے لئے ہے۔ بہر حال خاص فقرا وہ ہیں جن کا غنا صرف صبح یا رات کا کھانا (موجود ہونے میں) ہے، کیونکہ ان کی امید کم ہوتی ہے، جیسا کہ ہم نے حدیث پاک ذکر کی ہے۔[1]

فقیر اپنے حال پر خوش ہوتا ہے

فقیر کی فضیلت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آنے والے کل کی روزی کا اہتمام نہیں کرتا جس طرح **اللہ** پاک اُس (فقیر) سے آنے والے کل سے پہلے اُس دن کے عمل کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس لئے بھی کہ رزق تو

[1] ......الکامل لابن عدی، ۴/ ۲۲۳، رقم: ۱/ ۷۳۳: سلیمان بن عمرو بن عبد اللہ بن وھب ابو داود النخعی کوفی

معلوم (یعنی جب تک سانس ہے تب تک رزق ملتا ہے) اور تقسیم شدہ (یعنی کتنا رزق ملنا ہے سب معین) ہے اور **اللہ** پاک ہی نگہبان و محافظ ہے اور اسی کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ فقیر **اللہ** پاک کی شکر گزاری کے ساتھ اپنے فقر پر راضی رہتا ہے۔ فقیر **اللہ** پاک کی طرف سے عطا کی جانے والی عظیم نعمت فقر کی وجہ سے خوش ہوتا ہے اور مالدار آدمی کو جس قدر دولت چھن جانے کا خوف ہوتا ہے اُس سے بھی زیادہ فقیر کو "فقر" چھن جانے کا ڈر ہوتا ہے کیونکہ فقیر اپنے اس حال پر بہت خوش ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فقرا کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے فقرا کے گروہ! تم اپنے دلوں سے **اللہ** پاک کو راضی کرو تو فقر کے ثواب کو پالو گے ورنہ نہیں۔[1]

محبوب ترین بندہ

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ایک طویل حدیث میں ہے: **اللہ** پاک کے نزدیک محبوب ترین بندہ وہ فقیر ہے جو اپنے رزق پر قناعت کرنے والا اور **اللہ** پاک سے راضی رہنے والا ہو۔[2]

اچھا یہ ہے کہ فقیر وُسعتِ رزق پر غمگین اور تنگی و مصیبت کے وقت خوش رہے، مساکین کے ساتھ محبت رکھے، دنیاداروں پر انہیں فضیلت دے، مالداروں پر رحم کھائے اور مال و دولت کی وجہ سے ان کی بُرائی نہ کرے۔ فقرا کو ترجیح دے اور انہیں اپنے قریب کرے، دوسرے فقیر سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور اس کے ساتھ صبر کرے، اپنے فقر کو چھپائے اور بے نیازی ظاہر کرے، شکوہ اور شکایت کے ذریعہ اپنے فقر کو ظاہر نہ کرے۔

نیک لوگوں کی نشانی کو خوش آمدید

ایک روایت میں ہے کہ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے کہ جب تو فقر کو آتا دیکھے تو کہہ: نیک لوگوں کی نشانی کو

---

[1] ......مسند الفردوس، باب الیاء، ۵/۱۹۱، حدیث: ۸۲۱۶

[2] ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب فضل الفقراء، ۴/۴۳۲، حدیث: ۴۱۲۱، نحوہ

خوش آمدید اور جب دولت کو آتا دیکھے تو کہہ: کوئی گناہ ہوا ہے جس کی سزا ابھی مل گئی ہے۔[1]

حضرت سیّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے رب! تیری مخلوق میں سے تیرے پسندیدہ ترین بندے کون ہیں تاکہ میں تیری وجہ سے اُن سے محبت کروں؟ فرمایا: سوال سے بچنے والے ہر فقیر سے، فقیر سے۔

یہاں دو مرتبہ فقیر کی تکرار دو معنٰی کی وجہ سے ہے، اُن میں سے پہلا: فقر کا آجانا اور دوسرا شدید حاجت اور ضرر کا آنا ہے۔

حضرت سیّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: "مجھے مسکینی پسند ہے اور میں دولت مندی سے نفرت کرتا ہوں۔" منقول ہے کہ حضرت سیّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے ناموں میں سے یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو "اے مسکین" کہا جائے۔

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یوں دُعا مانگتے اور یہ دُعا انہیں ربّ کی طرف سے عطا ہوئی نیز (لوگوں کو) اِسی کا حکم دیتے، (وہ دعا یہ ہے:) "میں تجھ سے پاکیزہ غذا، نیک کام اور مسکین کی محبت مانگتا ہوں۔"[2]

مالداری پر فقر کی فضیلت کی ایک وجہ

بہر حال مالداری پر فقر کو اس وجہ سے بھی فضیلت حاصل ہے کہ مخلوق کی سب سے افضل ترین ہستی رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں (کہ آپ نے فقر کو پسند کیا)، جس شخص نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس وصف فقر کو اختیار کیا اور اِسے اپنایا تو وہ شخص افضل ہے اس لئے کہ وہ بہتر لوگوں سے بھی بہتر ہے اور یہی فقرا کا مرتبہ ہے۔ **اللہ** پاک ان کے اس وصف فقر کی تعریف کرتے ہوئے قرآنِ پاک میں اِرشاد فرماتا ہے:

وَّلَا عَلَى الَّذِیْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَیْهِ۪ (پ۱۰، التوبة: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ ان پر جو تمہارے حضور حاضر ہوں کہ تم انھیں سواری عطا فرماؤ تم سے یہ جواب پائیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں۔

---

[1] ......المجالسة وجواهر العلم، الجزء الثاني عشر، ۲/۱۵۷، حديث: ۱۶۲۲، تقدم وتاخر

[2] ......مسند بزار، مسند معاذ بن جبل، ۷/۱۱۰، حديث: ۲۶۶۸

جب فقرا نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس وصف عدمِ غنا (فقر) میں شرکت کی تو اُن کی یہ حالت غیروں سے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حال ہی افضل ترین اور کامل ترین حال ہے۔

اللہ پاک کا فرمان ہے:

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَ هُمْ اَغْنِیَآءُ ۚ (پ ۱۰، التوبۃ: ۹۳)

ترجمۂ کنزالایمان: مواخذہ (پکڑ) تو ان سے ہے جو تم سے رخصت مانگتے ہیں اور وہ دولت مند ہیں۔

مزید ایک مقام پر اِرشادِ الٰہی ہے:

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ۙ(۶) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ(۷) (پ ۳۰، العلق: ۶، ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

آیت میں اغنیا کو "طغیٰ" (یعنی سرکشی) سے موصوف کیا گیا اور ان پر حجت بیان کر دی نیز فقرا کے وصف کے بارے میں **اللہ** پاک بیان فرماتا ہے:

یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: نادان انہیں تونگر سمجھے۔

اگر غنی کا درجہ کم تر نہ ہوتا تو اغنیا کو کم تر وصف سے کیوں موصوف کیا جاتا۔ بہر حال مال و دولت دنیا کا دروازہ، فخر کی جڑ اور جمع مال کی مذموم خواہش ہے جبکہ فَقر آخرت کا دروازہ، زُہد کی اصل اور اچھی عاجزی اختیار کرنے کا نام ہے۔

عُلَمائے عارفین کے نزدیک غنا اور فقر کی حیثیت

اَہلِ معرفت کے نزدیک غنا (مالداری) اُن صفات میں سے ہے جس کے بارے میں (**اللہ** پاک سے) جھگڑنا انتہائی غیر مناسب بات ہے اور اس بات کو بھی ناپسند کیا گیا ہے کہ اس کے مفہوم میں مبتلا ہوا جائے۔ یہ (غنا) ایسے ہی ہے جیسے عزت و تکبُّر اور تعریف و شہرت یافتہ ہونے کی خواہش رکھنا لہٰذا جو اِن میں سے کسی بھی چیز کو پسند کرے اور حاصل کرنے کی خواہش کرے تو گویا وہ اِسے حاصل کرنے کے لئے **اللہ** پاک سے جھگڑا کرتا ہے۔ صوفیا نے اِن صفات کو **اللہ** پاک کی وجہ سے چھوڑ دیا کیونکہ یہ **اللہ** پاک کی صفات میں سے ہیں اور انہوں

نے اللہ پاک کے خوف یا اس کی محبت کی وجہ سے اپنا سر تسلیم خم کر دیا ہے۔

فقر بندے کی صفات سے ہے

فقر بیشک بندوں کی صفات میں سے ہے جس طرح امید، خوف، عاجزی اور مسکینی بندوں کی صفات میں سے ہیں۔ جس شخص نے اِن صفات کو پسند کیا اور انہیں طلب کیا تو اُس شخص میں صِفَتِ عبودیت آگئی اور اللہ پاک یہی پسند فرماتا ہے کہ بندوں میں بندے والی صفات پائی جائیں اس لئے کہ انسان خدا کا بندہ اور کمتر و حقیر ہے۔ اللہ پاک کی صفات میں جھگڑنا ناپسندیدہ کام ہے کیونکہ اللہ پاک ہی بادشاہ اور عظمت و بلندی والا ہے اور جس شخص نے غنا کو پسند کیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کو پسند کرتا ہے۔

فقر اور غنا کے درمیان تقابلی جائزہ

حضرت سیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: غنا سے محبت کرنا اللہ پاک سے شرک کرنا ہے۔ اس لئے کہ باقی رہنا اللہ باقی کی صفات میں سے ہے اور جس نے فقر پر غنا کو فضیلت دی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ غنا سے محبت کرتا ہے اور اِسی (غنا سے محبت) کی وجہ سے اغنیا سے محبت کرنا ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ کسی بھی صفت کو پسند کرنا اُس کے موصوف کو پسند کرنے کی دلیل ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی بھی چیز کو پسند کرنا (مثلاً غنا کو پسند کرنا) اُس کی ضد (مثلاً فقر) سے بُغض رکھنے کی دلیل ہوتا ہے لہٰذا جب کوئی شخص فقرا سے نفرت کرتا ہے تو وہ فقر سے بھی نفرت کرتا ہے اور جس نے غنا کی وجہ سے فقر سے بُغض رکھا تو گویا اُس نے زُہد پر خواہش کو، قلت پر کثرت کو اور دنیا میں عاجزی پر برتری کو ترجیح دی اور اِس صورت میں آخرت کو دنیا پر ایثار کرنا ہوا اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ و تابعین عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے فقرا کی فضیلت اور اغنیا پر ان کے فضل و شرف (کے بارے میں منقول) آثار و روایات کو منہدم کرنا بھی ہے۔ فقر مومن کا شرف ہے اور سلف و صالحین میں "مومن فقرا" ایسے بلند درجہ سمجھے جاتے تھے جیسے آج کل تم میں اشراف (یعنی اغنیا) ہیں۔ البتہ علمائے ربانیین کَثَّرَہُمُ اللہ کے نزدیک اس (غنا کو فقر پر فضیلت دینے والے) قول کے فاسد و ناقص ہونے میں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

فقرا کے مراتب

فقرا کے تین مراتب ہیں:

(1) فقراءِ اغنیا: یہ وہ فقرا ہیں جو بھوک آنے پر مانگتے ہیں، بقدرِ کفایت غذا مل جانے پر مانگنے سے رک جاتے ہیں اور اسی پر قناعت کرتے ہیں۔ یہی پاکیزہ اغنیا ہیں اور اِن پر **اللہ** پاک کا مزید انعام ہوتا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے **اللہ** پاک نے دولت مندوں کے مالوں میں حصہ رکھا ہے، کیونکہ اِن میں سے بعض سائل، بعض حاجت مند ہو کر بھی سوال نہ کرنے والے، بعض قناعت پسند اور بعض جو مل جائے اسی پر راضی رہنے والے ہوتے ہیں۔

(2) فقراءُ الفقرا: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں فقر لاحق ہوا تو اِنہوں نے فقر کو پسند کیا اور غنا پر فقر کو ترجیح دی اس لئے کہ یہ عِفّت (یعنی فقر کے باوجود سوال نہ کرنا) اختیار کرنے اور سوال نہ کرنے والے کی جو عظیم فضیلت بیان کی گئی ہے اُس سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں۔ یہ سوال میں نہیں پڑتے، اپنے رب کی طرف سے میسر رزق پر راضی رہتے ہیں۔ جب تو اِنہیں دیکھے گا تو خاص نشان سے پہچان لے گا جب کہ جاہل آدمی اِنہیں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے اور شکوہ نہ کرنے کی وجہ سے دولت مند سمجھتا ہے۔ اِن (فقرا) میں سے بعض دنیا کے لئے کوشش کرنے سے دور ہوئے، بعض عارف ہیں کہ جو اسباب سے بے پرواہ ہو چکے ہیں، بعض قناعت کرنے والے ہیں کہ جو مشقت اور ذلت کے بغیر **اللہ** پاک کی طرف سے ملتا ہے اُسی پر قناعت کرتے ہیں، بعض مُعتر ہیں کہ **اللہ** پاک نے اِن پر جو حالت طاری کر دی اُس پر راضی ہو گئے۔

منقول ہے کہ جسے دنیا کی چیزوں میں سے کوئی بھی چیز عطا کی گئی تو اسے یہ حکم ہوا کہ تین چیزیں لے لو (وہ تین چیزیں) مشغولیت، غم و فکر اور حساب و کتاب کی طوالت ہیں۔

(3) اغنیاءِ الفقرا: یہی سخیوں کا گروہ ہے جو بانٹنے والے اور خرچ کرنے والے ہیں، لیتے ہیں اور بانٹ دیتے ہیں نہ جمع کرتے ہیں نہ ہی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔ نہ ملے تو نہ دینے والے کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں، کیونکہ عطا کرنے والا **اللہ** پاک ہے، تو گویا اس کی طرف سے منع کرنا بھی عطا کرنا ہے۔ اگر ان پر کوئی تنگی آئے تو **اللہ** پاک جو وسعت والا ہے اس کی حمد کرتے ہیں کیونکہ وہی حمد کے لائق ہے۔ **اللہ** پاک کی طرف سے تنگی بھی فراخی ہے، اگر اِنہیں ملے تو خرچ کرتے اور دوسروں پر تقسیم کرتے ہیں اور دنیا میں زُہد اختیار کرتے ہیں کیونکہ زاہد اور اصحابِ یقین لوگ یہی ہیں اور اِنہیں یقین کا غنا کافی ہو گیا ہے۔

حضرت سیّدُنا شقیق بلخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ خراسان سے حضرت سیّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس آئے تو حضرت سیّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ان سے کہا: تم نے اپنے فقرا ساتھیوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرمایا: میں نے اُنہیں اس حال میں چھوڑا کہ اگر کچھ نہ ملے تو شکر ادا کرتے ہیں اور اگر مل جائے تو (خرچ کرکے) دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت سیّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اُن کے سر کا بوسہ لیا اور کہا: اے استاد! آپ نے سچ کہا۔

فقرا کی تین قسمیں

حضرت سیّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ فقرا تین قسم کے ہیں:

(1) وہ فقیر جو سوال نہیں کرتا اگر دیا جائے تو نہیں لیتا، یہ (فقیر) مقامِ علیین میں روحانیین کے ساتھ ہے۔

(2) وہ فقیر جو نہیں مانگتا اگر دیا جائے تو لے لیتا ہے، یہ حظیرۃ القدس (جنت) میں مُقربین کے ساتھ ہے۔

(3) وہ فقیر جو بھوک آنے پر مانگتا ہے، یہ صدیقین کے ساتھ ہے اور اس کا صدقِ حال (یعنی فاقہ آنے کے بعد مانگنا) اس کے سوال کا کفارہ ہوتا ہے۔

حضرت سیّدُنا ابرہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی خدمت میں 60 ہزار (درہم کا نذرانہ) پیش کیا گیا اس وقت آپ پر قرض تھا اور کچھ ضروریات بھی تھیں مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا، آپ سے نہ لینے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ 60 ہزار کے لئے اپنا نام فقرا کی فہرست سے ختم کروادوں۔

سیدہ عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی سخاوت

اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی یہ حالت تھی کہ (اللہ پاک کی راہ میں) ایک لاکھ درہم خرچ کر دیئے حالانکہ آپ کی قمیص میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ خادمہ نے عرض کی: کاش! آپ ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں اور اُس سے افطار کرتیں۔ آپ نے فرمایا: تم یاد کرا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔[1]

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو وصیت کرتے ہوئے

---

[1] ......طبقات ابن سعد، ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۸/ ۵۳، رقم: ۴۱۲۸: عائشة بنت ابی بکر الصدیق

اِرشاد فرمایا: اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو فقرا جیسی زندگی اختیار کرنا، مالداروں کی صحبت سے دور رہنا اور کپڑے کو پیوند لگا کر ہی اتارنا۔[1]

حدیث پر ہونے والے ایک وہم کا رد

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اُس فرمان کا معنیٰ جو آپ نے فقرا سے اِرشاد فرمایا: ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (پ۶، المآئدۃ: ۵۴)[2] شاید وہم کرنے والے نے آغازِ کلام پر غور کیے بغیر یہ گمان کر لیا ہے کہ اس میں فقرا پر اغنیا کو فضیلت حاصل ہے، جبکہ یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پہلے فرمان کی تاکید کو مزید پختہ کرنے کے لئے ہے جو یہ ہے "اس طرح (تسبیح کے) کلمات کہو، تم سے پہلے والا تم سے آگے نہیں بڑھ سکے گا اور بعد والا بھی تمہارا درجہ نہیں پا سکے گا۔" فقرا صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ان کلمات کا ورد کرنا شروع کر دیا تو جب مالداروں نے یہ سُنا تو انہوں نے بھی یہی ورد کرنا شروع کر دیا۔ یہ سن کر فقرا (صحابۂ کرام) کے دل میں خیال آیا تو اُنہوں نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پھر پوچھا تا کہ آپ کا پہلا فرمان پختہ ہو جائے تو آپ نے اِرشاد فرمایا: معاملہ ایسا ہی ہے جیسا میں نے تمہیں بتایا: "تم سے پہلے کا کوئی تم سے آگے نہ بڑھ سکے گا۔"[3] پہلے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان صحیح ہے اور آپ اس میں معصوم ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو آپ کا آخری قول پہلے قول کی ضد ہوتا اور یہ جائز نہیں ہے۔ اگر اسے ظاہر پر محمول کیا جائے جیسا کہ وہم میں مبتلا ہونے والے نے اس کی تاویل کی تو پھر مراد یہ ہو گا کہ اللہ پاک نے دنیا میں مالداروں کو فضیلت دی مگر آخرت میں فقرا کے مقامات پر اغنیا کو فضیلت نہیں ہو گی، البتہ اس کی وجہ سے انہیں (یعنی اغنیا کو بھی) وہی فضیلت حاصل ہوئی کہ انہوں نے بھی وہی ورد کیا، اے فقرا جو تم نے ورد کیا تھا۔ اب اُنہیں (فقرا کو) بھی مزید فضل و شرف ملا مگر یہ بات نہیں کہ اس کی وجہ سے اُن مالداروں کا درجہ تم سے بڑھ گیا ہو بلکہ تمہارا درجہ پہلے سے ہی بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے کہ اس ذکر کے ساتھ ساتھ فقر اور صبر کے

---

1 ......ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی ترقیع الثوب، ۳/ ۳۰۳، حدیث: ۱۷۸۷، بتغیر قلیل

2 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ص ۲۳۷، حدیث: ۵۹۵

3 ......بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۱/ ۲۹۳، حدیث: ۸۴۳، نحوہ

اوصاف بھی تم میں ہی پائے جاتے ہیں۔ اس تسبیح (کے ورد) سے تمہیں کامل فضیلت مل چکی تھی اور جب مالداروں نے اس کا ورد کیا تو ان پر بھی **اللہ** پاک کا فضل اور رحمت ہوئی نہ یہ کہ وہ تم پر فضیلت میں بڑھ گئے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ اغنیا کے لئے مالداری کا طریقہ **اللہ** پاک کی جانب والا نہیں ہے البتہ فقرا کے طریقے کو ہم فضیلت دیتے ہیں کیونکہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے طور طریقے کے مطابق زندگی گزارنے والے یہی فقرا ہیں۔

فقرا زندہ اور اغنیا مردہ ہیں

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور برابر نہیں زندے اور مُردے۔

(پ ۲۲، الفاطر: ۲۲)

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس فرمانِ الٰہی کے متعلق فرماتے ہیں: اس سے مراد فقرا اور مالدار ہیں کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فقرا کو اپنے مولا سے تعلق رکھنے کی وجہ سے زندہ کہا اور دنیا کے سبب مالداروں کو مردہ کہا۔

مالداروں سے میل جول کی مذمت

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تم فقیر شخص کو مالداروں کے پاس آتا جاتا دیکھو تو جان لو کہ وہ ریاکار ہے اور جب وہ بادشاہ سے میل جول رکھے تو وہ چور ہے۔

بعض عارفین فرماتے ہیں: جب فقیر آدمی دولت مندوں کی طرف مائل ہوتا ہے تو اُس کے گریبان کی چاک کُھل جاتی ہے، جب وہ دولت مندوں کی طرف لالچ کرتا ہے تو اس کی عصمت چلی جاتی ہے اور جب اُن میں سکون پاتا ہے تو بھٹک جاتا ہے۔

سنت سے جاہل

روایات میں فقر و فقرا کی غنا اور اغنیا پر جو فضیلت مروی ہے اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص غنا کو فقر پر

فضیلت دے تو وہ سنت سے جاہل شخص ہے کیونکہ وہ رائے اور خواہش کو اثر وسُنّت پر ترجیح دے رہا ہے اور اس لئے بھی کہ جب حدیث میں ایک چیز (کے بارے میں حکم) آجائے تو وہاں رائے کو کچھ دخل نہیں رہتا اور اس بارے میں جانتے ہوئے اختلاف کرنا عناد وہٹ دھرمی ہے۔ ہم اللہ پاک کی بارگاہ میں جہالت اور خواہشِ نفس سے پناہ چاہتے ہیں اور علم و تقویٰ کی توفیق چاہتے ہیں۔

ایسے فقیر کا حکم جس کی کمائی کا کوئی ظاہری ذریعہ نہ ہو

اگر فقیر آدمی کے لئے دنیا میں (کسبِ مال کا ذریعہ) معلوم نہ ہو اور اس کا رزق بندوں کے ذریعے کسی عوض اور دنیاوی کمائی کے ذرائع سے بغیر آتا ہو تو وہ رزق معتاد ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: ”یہ مال، اللہ پاک کا مال ہے۔ جس نے اس مال میں سے اپنے حق کے مطابق لیا تو اس میں برکت ہو گی اور جس نے اس مال میں سے خواہشِ نفس کے ساتھ لیا تو اس میں برکت نہ ہو گی۔ یعنی وہ اس کی طرح ہو گا جو کھائے اور سیر نہ ہو۔[1]

ایک روایت میں ہے: جسے اِس مال میں سے بن مانگے اور خواہشِ نفس کے بغیر ملے تو یہ وہ رزق ہے جسے اللہ پاک نے اُس کی طرف بھیجا ہے۔[2]

دوسری روایت میں ہے: (بن مانگے) جو ملے اُسے واپس نہ کرے کہ ضرورت مند ہے (تو رکھ لے) ورنہ اپنے سے زیادہ ضرورت مند کی طرف بھیج دے۔[3]

حضرت سَیِّدُنا حسن اور حضرتِ سَیِّدُنا عطا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا سے مرسلاً روایت ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جسے بغیر سوال کیے رزق ملا اور اُس نے واپس کر دیا تو بیشک اس نے اللہ پاک کا عطیہ

---

[1]......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، ۱/۴۹۷، حدیث: ۱۴۷۲

[2]......مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۱۴۵، حدیث: ۷۹۲۶

نسائی، کتاب الزکاۃ، باب من اتاہ اللہ مالا من غیر مسالۃ، ص ۴۲۸، حدیث: ۲۶۰۲

معجم اوسط، ۳/۳۵۳، حدیث: ۴۸۲۳

[3]......نسائی، کتاب الزکاۃ، باب من اتاہ اللہ مالا من غیر مسألۃ، ص ۴۲۸، حدیث: ۲۶۰۲، نحوہ

واپس کر دیا۔[1]

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ اللہ پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب لینے والا محتاج ہو تو وُسعت ہوتے ہوئے دینے والے کا اَجر (لینے والے سے) زیادہ نہیں۔[2]

رزق اور موت سے فرار نہیں

بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: اگر بندہ اپنے رزق سے بھاگتا پھرے تو پھر بھی رزق اُسے ڈھونڈ کر اُس تک پہنچ جاتا ہے جس طرح اگر کوئی موت سے بھاگے تو بھی وہ اُسے جکڑ لیتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص اپنے رب سے دعا کرے کہ تو مجھے رزق نہ دے تو اُس کی یہ دعا قبول نہیں ہو گی اور وہ گناہ گار ہو گا اور اسے کہا جائے گا: اے جاہل! جس طرح میں نے تجھے پیدا کیا اسی طرح میں ضرور تجھے رزق دوں گا۔

حکایت: ایک عارف کو تنبیہ

ایک عارف کا بیان ہے کہ انہوں نے دنیا میں زہد اختیار کر لیا اور زہد کے اُس مقام پر پہنچ گئے کہ لوگوں سے جدا ہو گئے اور آبادیوں سے باہر نکل گئے۔ فرماتے ہیں: میں نے (ارادہ کر لیا تھا کہ) کسی سے کچھ بھی نہیں مانگوں گا حتّٰی کہ میری جو روزی ہے وہ میرے پاس خود آئے گی۔ وہ سیر کرنے لگے اور پہاڑ کی گھاٹی میں سات دن تک ٹھہرے رہے، اُن کے پاس کچھ نہ آیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ (بھوک کی وجہ سے) ہلاک ہو جاتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے ربّ! اگر تو نے مجھے زندہ رکھا ہے تو مجھے رزق عطا کر جو میرے لئے مُقرر ہے ورنہ مجھے (موت دے کر) اپنی طرف بلا لے۔ اللہ پاک نے اُس زاہد کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مجھے اپنی عِزت کی قسم: میں تجھے اس وقت تک روزی نہیں دوں گا جب تک تو آبادی میں داخل ہو کر لوگوں کے ساتھ نہ رہے۔ تو وہ اِس حکم پر آبادی میں داخل ہوئے اور لوگوں کے ساتھ رہنے لگے۔ ایک شخص

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث خالد بن عدی، ۶/ ۲۷۲، حدیث: ۱۷۹۵۸، نحوہ

مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اباحۃ الاخذ لمن اعطی بن غیر مسالۃ ولا اشراف، ص ۴۰۳، حدیث: ۱۱۱ (۱۰۴۵)، نحوہ

[2] ......معجم کبیر، ۱۲/ ۳۲۴، حدیث: ۱۳۵۶۰- معجم اوسط، ۶/ ۱۲۷، حدیث: ۸۲۳۵

اُس عارف کے پاس کھانا لے کر آیا، ایک سالن لایا اور ایک مشروب لے کر آیا تو اُنہوں نے وہ کھایا اور پیا۔ پھر اُن عارف کے دِل میں اِن (کھانے، پینے کی چیزوں) کے بارے میں کھٹکا ہوا تو اللہ پاک نے ان کے دِل میں یہ بات ڈالی کہ تو چاہتا ہے کہ اپنے زہد کی وجہ سے دنیا میں میری حکمت کو ختم کر دے؟ خبر دار! جان لے کہ میں اپنے دستِ قدرت کے ذریعہ روزی دینے کے بجائے اپنے بندوں کے ذریعے روزی دینا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

دنیا کو چھوڑ کر اللہ پاک کی طرف متوجہ ہونے والے ایک عارف کا بیان ہے: میں ایک اچھا کاریگر تھا، میں نے سوچا کہ اپنا پیشہ چھوڑ دوں تو میرے دِل میں خیال آیا کہ روزی کہاں سے ملے گی؟ مجھے ایک غیبی آواز سنائی دی جسے میں دیکھ نہیں پا رہا تھا، (وہ آواز یہ تھی:) تو سب کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوتا ہے اور مجھ سے روزی کی فکر کرتا ہے؟ میں اپنے اولیا میں سے کسی ولی کو تیری خدمت پر لگا دوں گا یا اپنے دُشمن میں سے کسی منافق کو تیرے تابع کر دوں گا۔

ایک بزرگ سے منقول ہے: اللہ پاک نے دُنیا کی طرف وحی کی کہ جو میری خدمت (یعنی عبادت) کرے تو اُس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرے (یعنی تیرے پیچھے بھاگے) تو اُس کو تھکا دے۔

حکایت: زمین کے خزانے دکھانے والا فقیر

مکۃ المکرمہ کے ایک مجاور کا بیان ہے: میرے پاس کچھ رقم تھی جسے میں نے اللہ پاک کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے جمع کر رکھا تھا۔ ایک رات میں نے نیک صورت فقیر کو دیکھا جو اندھیری رات میں طوافِ کعبہ کر رہا تھا۔ میں اس شخص کے قدموں کے پیچھے پیچھے اس طرح چلنے لگا کہ اسے اس کی خبر نہ ہوئی، جب اس کے طواف کے سات چکر پورے ہو گئے تو وہ بابِ کعبہ اور حجرِ اسود کے گرد ملتزم کے پاس ٹھہر کر ہلکی آواز میں دعا مانگنے لگا، جب میں نے اُسے غور سے سنا تو وہ یہ دعا مانگ رہا تھا: (اے میرے رب!) میں بھوکا ہوں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے، میں بے لباس ہوں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔ اب جو کچھ تو دیکھ رہا ہے اس میں تیری کیا مرضی ہے؟ اے وہ ذات جو دیکھتی ہے اور جسے دیکھا نہیں جاتا۔ جب میں نے اُس فقیر کو دیکھا تو اس پر دو پھٹے پرانے کپڑے تھے جو پوری طرح اس کے جسم کو بھی نہیں چھپا رہے تھے۔ میں نے دِل میں کہا: اپنے مال کو خرچ کرنے میں اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ میں نے اس کا پیچھا کیا حتّٰی کہ وہ زمزم کے پاس پہنچا اور دو رکعت نمازِ طواف پڑھنے لگا

تو میں گھر جا کر وہ مال لے آیا اور اُس فقیر کو سپرد کر دینے کے بعد کہا: اللہ پاک آپ پر رحم کرے! آپ اس مقام پر اس حالت میں ہیں؟ یہ دراہم لیں اور خرچ کریں۔ میں نے تمام دراہم دامن سے نکال کر زمین پر ڈھیر کر دیے، اس فقیر نے انہیں دیکھا اور پانچ دراہم لے لیے اور کہا: چار دراہم سے دو چادریں آجائیں گی اور ایک درہم سے تین دن تک قوت حاصل کروں گا (یعنی کھانا کھاؤں گا)۔ پھر کہا: مجھے سارے دراہم کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اگلی رات اس فقیر کو دیکھا کہ اُس نے دو نئی چادریں اوڑھ رکھی ہیں تو اس وجہ سے میرے دل میں کھٹکا ہوا، تو اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ طواف کے سات چکر لگوائے، ہر چکر میں زمین کے خزانوں کے جواہرات ہمارے پاؤں میں ایڑیوں تک پہنچنے لگے، چاندی، سونا، یاقوت، موتی اور جواہرات بکھرے پڑے تھے جو لوگوں کو نظر نہیں آرہے تھے۔ اس فقیر نے اِرشاد فرمایا: ہمیں یہ تمام چیزیں عطا کی گئیں مگر ہم نے ان میں زہد اور بے رغبتی کی اور لوگوں کے ہاتھوں سے لینا ہمیں زیادہ پسند ہے اس لئے کہ اللہ پاک کو یہی زیادہ محبوب ہے اور اس میں ہم پر حساب و کتاب میں بھی کمی رہے گی۔ یہ مال و دولت بوجھ اور فتنہ ہے اور جو طریقہ ہم نے اختیار کیا اس میں بندوں پر رحمت و انعام ہے۔

مروی ہے: تمام شہر اللہ پاک کے شہر ہیں اور مخلوق اس کے بندے ہیں، تو بندہ جہاں سے رزق پائے وہیں رہائش اختیار کر لے اور اللہ پاک کی حمد کرتا رہے۔[1]

روزی کے مقامات

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: لوگوں نے رزق اور موت کے علاوہ ہر چیز میں اختلاف کیا اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اللہ پاک کے علاوہ کوئی روزی دینے والا نہیں اور اللہ پاک کے سوا کوئی موت دینے والا نہیں۔ اور فرماتے ہیں: جب اللہ پاک نے روزیاں پیدا کیں تو ہوا کو حکم دیا کہ انہیں زمین کے اطراف و اکناف (کناروں) میں پھیلا دے تو ہوا نے انہیں پھیلا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی روزیاں 10ہزار مقامات پر رکھی ہوئی ہیں، بعض وہ ہیں جن کی روزیاں ایک لاکھ مقامات پر رکھی

---

[1] ......معجم کبیر، ۱/ ۱۲۴، حدیث: ۲۵۰

مسند امام احمد، مسند الزبیر بن العوام، ۱/ ۳۵۰، حدیث: ۱۴۲۰

ہوئی ہیں، بعض کی ایک ہزار مقامات، بعض کی ایک سو مقامات پر اور بعض کی ایک ہی مقام پر روزیاں رکھی ہوئی ہیں۔ بہر حال بعض کی کم اور بعض کی زیادہ مقامات پر روزیاں رکھی ہوئی ہیں اور بعض کی گھر کے دروازے پر کہ باہر نکلے اور روزی لے آئے۔ اب ہر شخص اپنے لئے لکھی ہوئی روزی کی تلاش میں ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے حصے کی روزی حاصل کرلے۔ جب روزی کے مقامات ختم ہوجاتے ہیں اور روزی پوری ہوجاتی ہے تو موت کا فرشتہ آجاتا اور اس کی روح قبض کرلیتا ہے۔

دنیاوی رزق سے اُخروی رزق تک

یاد رکھئے! جب سے بندہ کی پیدائش ہوئی تب سے اسے رزق مل رہا ہے، جب ماں کے پیٹ میں تھا تو اس کی غذا رحم کے خون کے ذریعہ تھی، پیدا ہونے تک اس کا جسم اس (خون) کے ذریعہ سے زندہ رہا، اُس کی ناف کی لمبی آنت اپنی ماں کی آنت سے جڑی رہی (جس کے ذریعہ) ماں کے پیٹ سے اُس کے پیٹ میں کھانا پہنچتا رہا تو وہ اسی کے باعث زندہ رہا۔ جب **اللہ** پاک نے اس کے پیدا ہونے کا حکم دیا تو اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے اس کی آنت کو اس جگہ سے کاٹ دیا جو ماں کی آنت سے ملی ہوئی تھی۔ جب وہ دنیا میں پیدا ہوگیا تو اس کا رزق دنیا میں سے کردیا، جب وہ یہاں سے نکلا (یعنی موت واقع ہوئی) تو اُس کے لئے دنیا کے آخری رزق کے ساتھ آخرت کا پہلا رزق ہوگیا کہ جب وہ آخرت میں داخل ہوا تو اس کا رزق برزخ سے ہے۔ جس طرح دنیا میں اس کا رزق مختلف اسباب اور احتمالات کے مطابق تھا، جب برزخ سے نکلا اور قیامت میں داخل ہوا تو اس کا رزق جائے وقوف پر (یعنی محشر میں) اس کے حال کے مطابق ہوگا۔ اور جب جائے وقوف سے نکل کر دارین (یعنی جنت یا دوزخ) میں سے کسی ایک میں داخل ہوجائے گا تو اس کا رزق وہیں منتقل ہوجائے گا اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رزق ملتا رہے گا۔ جب بندے کو پختہ یقین کے ساتھ اس (رزق کے ملنے) کا مشاہدہ ہوجائے تو اس کا دل مطمئن ہوجاتا ہے اور اس کے نزدیک رزق اور موت دونوں برابر ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ یقین سے جان لیتا ہے کہ رزق (کا ملنا بھی اسی طرح) ضروری ہے جس طرح موت (کا آنا) ضروری ہے۔ تو پھر اس وجہ سے بندے پر احکامِ شرعیہ پر عمل پیرا ہونا لازم ہے اور ان تمام باتوں سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مخلوق بندے کی عمر میں نہ ایک لمحہ کی زیادتی اور نہ ایک لمحہ کی کمی کی قدرت رکھتی ہے۔ جب بندے کو اس کا یقین ہوگیا تو وہ کامل اخلاص کے

ساتھ اپنے مولائے کریم کی عبادت کرنے میں مشغول ہو جائے گا اور اسے ہی اپنا کار ساز سمجھے گا۔

رزق کی دو قسمیں

رزق کی دو قسمیں ہیں، ان دونوں قسموں کے مفاہیم اور اسباب بے شمار ہیں۔ ایک رزق وہ ہے جو بندے کو سکون سے اور بیٹھے بٹھائے مل جاتا ہے اور یہ وہ رزق ہے جو بندے کی طرف خود چل کر آتا ہے۔ دوسری قسم کا رزق وہ ہے جو بندے کو حرکت و قیام (اسباب وکسب) کے ذریعہ ملتا ہے اور یہ وہ رزق ہے جس کے لئے بندہ اسباب اختیار کرتا اور اسے طلب کرتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں رزق ایک ہی ہے اور ان دونوں کا رازق بھی ایک ہی ہے، ساکن و قاعد (یعنی بغیر اسباب وکسب کے رزق ملنے) میں اور متحرک و قائم (یعنی اسباب وکسب کے ذریعہ رزق ملنے) میں حکمت وقدرت بھی ایک ہی ہے مگر ان دونوں صورتوں کے احکام جُدا جُدا ہیں۔

پھر تمام اشیاء کی دو قسمیں ہیں: ایک شے وہ ہے جو تیرے لئے مسخر ہے اور دوسری شے وہ ہے جو تجھ پر مسلط ہے۔ اب جو تیرے لئے مسخر ہے تو اس پر مسلط ہے اور وہ تجھ پر نعمت ہے، اس کا تجھ پر شکر کرنا لازم ہے۔ یہ تجھ پر رزق کے مفہوم میں مقامِ شکر ہے۔ جو تجھ پر مسلط ہے اس میں تو اس کے قبضہ میں ہے اور وہ تجھ پر آفت وبلا ہے، اس کے لئے تجھ پر صبر کرنا لازم ہے اور آفت وبلا کے مفہوم سے یہ مقامِ صبر ہے۔ جس نے اُن باتوں کا مشاہدہ کر لیا جنہیں ہم نے ذکر کیا ہے تو اس نے اپنے مقام سے اپنا حال سمجھ لیا اور اُس حکم پر عمل پیرا ہوا جو اس نے جان لیا۔ جس نے مشاہدہ نہیں کیا وہ اپنے حال سے جاہل رہا اور اپنے مقام کو نہ سمجھ سکا، اس وجہ سے اُسے پریشانی لاحق ہوئی تو اس نے اپنے اوپر لازم شدہ اللہ پاک کے حکم کو ضائع کر دیا۔

زائد مال آزمائش ہے

جس کے لئے (کمائی) کا کوئی ذریعہ معلوم نہ ہو تو اس شخص کے لئے آنے والے مال میں سے بقدرِ حاجت لینا مستحب ہے۔ حاجت کی پہچان یہ ہے کہ وہ اتنا ہی لے جتنا اسے خریدنے کی حاجت ہے اور اس وقت اسے ضرورت بھی ہو تو یہ اللہ پاک کی طرف سے رزق وامداد ہوگی جسے لینا بھی افضل ہے۔ جس کے پاس اتنی مقدار میں مال آجائے جسے خریدنے کی اُسے حاجت نہیں تھی یا اُس کے پاس اِتنا ہی مال پہلے سے موجود ہو تو یہ

مال اُس شخص کے لئے امتحان و آزمائش ہے تاکہ دیکھا جائے کہ حاجت سے زائد مال میں وہ کیسے زہد اختیار کرتا ہے اور کس طرح وہ زائد مال میں رغبت کرتا ہے؟ کیونکہ جب وہ ایک چیز کا مالک بن جائے گا تو گویا وہ اس کی ہو گئی، اب وہ معرفت کے باعث جان لے گا کہ یہ مال **اللہ** پاک کی طرف سے آزمائش ہے۔

زائد مال لینے میں دو حکم

اس زائد مال کو لینے میں دو حکم ہیں۔ **پہلا حکم:** بندہ علانیہ طور پر وہ مال (جس کی اُسے حاجت نہیں) لے اور خفیہ طور پر حاجت مند شخص کو دے، یہ قوی لوگوں کا طریقہ ہے اور نفس پر یہی طریقہ سب سے زیادہ بھاری گزرتا ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کا حکم حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیّدنا عُمَر و دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو دیا تھا، یہ علمائے زاہدین کا حال ہے۔ **دوسرا حکم:** بندہ وہ مال (جس کی اُسے حاجت نہیں) نہ لے تاکہ اس مال کا مالک کسی حاجت مند کو وہ مال دیدے کیونکہ مال لینے کی صورت میں اس پر **اللہ** پاک کی طرف سے چند احکام ہیں اور یہ طریقہ زاہدین کے طریقوں میں سے متوسط طریقہ ہے۔

بہر حال جو شخص بلا ضرورت کثرتِ مال اور ذخیرہ اندوزی کے لئے مال لے تو میں نہیں سمجھتا کہ یہ بھی **اللہ** پاک کی طرف جانے کا کوئی طریقہ اور راستہ ہے۔ جو **اللہ** پاک کی طرف جانے کا راستہ نہ ہو تو وہ دشمن کی طرف لے جانے والے خواہشات کے راستوں میں سے ہے۔ پھر لینے والا یہ دیکھے کہ جو **اللہ** پاک نے دیا ہے اس میں **اللہ** پاک کے کیا احکام لازم ہیں۔ اگر وہ مال ایسا ہو جس پر زکوٰۃ فرض ہو تو وہ زکوٰۃ اس کے حقداروں کے لئے ہے اور وہ چھ طرح کے مصارف ہیں جن کا ذکر قرآنِ پاک میں موجود ہے اُنہیں پر خرچ کرے۔ یہ اس کے لئے بڑی تنگی کا معاملہ ہے، اس پر لازم ہے کہ اس مال کو اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہیں خرچ کرے جہاں حقیقت میں خرچ کرنا بنتا ہے **اللہ** پاک کے دین میں **اللہ** پاک کے لیے اور ربِّ کریم کے معاملے میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اخلاص کی نیت سے، بیشک اس بارے میں افضل یہ ہے کہ چار مقامات پر زکوٰۃ خرچ کرے: کھانا، لباس، رہائش اور قرض ادا کرنے میں اور صدقاتِ واجبہ خرچ کرنے کے یہی افضل مقامات ہیں۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جس نے وہ چیز خریدی جس کی اُسے ضرورت نہ تھی تو وہ اس چیز کو بیچ دے گا جو اس کی ضرورت ہو گی۔

فضول دنیا وہ ہے جو بقدرِ کفایت سے زیادہ ہو کہ جس کی ضرورت نہ ہو اور دین ایک ضرورت کی چیز ہے۔ عقل مند شخص کے لئے درست نہیں کہ وہ غیر ضروری دنیا کے عوض دین کو فروخت کر دے کہ یہ کھلا خسارہ، گھاٹے کی تجارت اور لامحدود خواہشات میں گر پڑنے کا معاملہ ہے اور خواہشات کی کوئی حد و انتہا نہیں ہوتی۔ البتہ غذا کی حد و انتہا ہے جہاں جا کر وہ ختم ہو جاتی ہے۔

آدمی کا حق صرف تین چیزوں میں ہے

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ: آدمی کا حق صرف تین چیزوں میں ہے:(1) اتنا کھانا جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھے،(2) اتنا کپڑا جو اس کی شرم گاہ چھپائے،(3) ایسا مکان جو سردی گرمی سے بچائے اور جو اس سے زیادہ ہے اس کا حساب ہو گا۔[1]

یہ تین چیزیں آدمی کے ساتھ ماں کے پیٹ میں بھی ہوتی ہیں، قبر میں بھی ہوں گی، دنیا میں بھی رہیں گی اور آخرت میں بھی ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اِن تین چیزوں کو ضرورت کے وقت لینا بندے کے لئے باعثِ اجر ہے اور اس سے زائد کو واپس کرنا لینے سے افضل بات ہے۔

عطیہ کی چار اقسام

جس بندے کے لئے (کمائی) کا ذریعہ معلوم نہ ہو تو اسے احکامِ عطیہ کا علم رکھنا ضروری ہے۔ بندے پر عطائے ربانی کی چار قسمیں ہیں، جس میں سے عطیہ لینے کی دو قسمیں قابلِ تعریف اور دو قسمیں ناپسندیدہ ہیں۔ بہر حال قابلِ تعریف اقسام وہ ہیں جن میں آسانی اور مدد کا معنٰی پایا جائے اور ناپسندیدہ اقسام وہ ہیں جن میں امتحان و آزمائش کا معنٰی پایا جائے۔ بندے کا عمل ہی امتحان و آزمائش اور آسانی و مدد میں فرق کرتا ہے۔

عطیہ کی پہلی قسم: آزمائش

تفصیل یہ ہے کہ ضرورت پڑنے سے پہلے جو مال اسباب کے ذریعہ حاصل ہو جائے وہ مال آزمائش ہے یا

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب رقم: ۳۰، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۸

الزھد لاحمد بن حنبل، زھد عبید بن عمیر، ص ۳۹۲، حدیث: ۲۳۴۲

اس کے پاس ایسا مال آئے جس سے وہ مستغنی (یعنی جس کی اسے ضرورت نہ) ہو یا اُسی طرح کا مال اس کے پاس پہلے سے موجود ہو تو وہ مال اُس شخص کے لئے اللہ پاک کی طرف سے آزمائش ہے تاکہ اس بارے میں اُس شخص کے عمل کا امتحان لیا جائے۔ الغرض اس صورت میں افضل یہ ہے کہ (بندے کے پاس جو مال حاجت سے زائد آیا ہے) اُسے اپنی ملکیت سے نکال دے۔ ایسا کرکے وہ شخص پوشیدہ طور پر اللہ پاک کی رضا حاصل کرنے والا ہوگا اور لوگوں کے سامنے علانیہ طور پر اپنی قدر و منزلت کو گرانے والا ہوگا۔ اگر کوئی شخص اس (حاجت سے زائد مال خیرات کرنے کی) مشقت کو اپنے نفس پر اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اُس شخص کے لئے یہی افضل ہے کہ وہ مال ہی نہ لے تاکہ اللہ پاک اُس مال میں جو چاہے حکم فرمادے اور مال کا مالک جو چاہے اس میں تصرف کرے۔

عطیہ کی دوسری قسم: امتحان

امتحان یہ ہے کہ فقیر نے اللہ پاک کا قرب حاصل کرنے کے لئے کسی چیز کو کھانے کا ارادہ ترک کر دیا یا کسی چیز میں کمی کا ارادہ کیا تاکہ نفسانی خواہش کی مخالفت ہو اور دل کی اصلاح ہو جائے۔ بندے کو جو چیز کثرت میں ڈالتی ہے اُس سے دور رہے یا جو چیز عزم کو توڑنے والی ہے اُس سے بھی دور رہے۔ لہٰذا (جو چیز کثرت میں ڈالنے والی یا عزم کو توڑنے والی ہو) اُسے چھوڑ دینا افضل کام ہے اور یہی زُہد اور عہد کی پاسداری ہے۔

اگر فقیر نے مال لیا پھر اسے حاجت مند شخص کو دے دیا تو یہ سب سے بہتر زُہد ہے اور اُس فقیر کے لئے اس میں یہ معاملات اور فائدے ہیں۔ **پہلا:** بندے کے لئے ایثار مستحب ہے۔ جب وہ شخص خود فقیر تھا اور کسی چیز کا مالک ہوا تو اس نے وہ مال (ضرورت مند) کو دے دیا تو یہ نیکی اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائے گی۔ **دوسرا:** اتباعِ سُنّت ہے کہ اسے مال لینے کا حکم ملا تھا یا اُس مال کو اپنے سے زیادہ حاجت مند شخص کو دینے کا حکم تھا۔ **تیسرا:** لوگوں کے سامنے علانیہ طور پر مال لینا اور پوشیدہ طور پر اسے اللہ پاک کی راہ میں خرچ کر دینا جو کہ خشوع اختیار کرنے والوں کے علاوہ دیگر لوگوں کے نفس پر بہت گراں گزرتا ہے کیونکہ خشوع اختیار کرنے والوں کے نزدیک نفس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ نفسانی خواہش کے باعث کچھ بھی لیتے ہیں۔ ان معاملات پر اہلِ یقین ہی قائم رہ سکتے ہیں اور یہ نفس کے بارے میں زُہد اختیار کرنے والوں کا مقام ہے، یہی اغنیاء الفقرا اور دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے علما کا حال ہے جو کہ بلند ترین طبقہ کے لوگ ہیں، جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

عطیہ کی تیسری قسم: آسانی

عطیہ کی تیسری قسم میں آسانی کا معنیٰ پایا جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ کسی بندے کے پاس ضرورت کے وقت یا کسی ایسی چیز کی خواہش کے ہوتے رزق آئے جس پر قدرت نہیں رکھتا تھا اور اُس بندے کی اِس حالت کے بارے میں **اللہ** پاک ہی جانتا ہے۔ پھر **اللہ** پاک مخلوق کی لالچ کے بغیر اُس کی طرف مال بھیجتا ہے یا اس کے پاس ایسا مال آتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے فائدہ کی چیز خرید تا ہے۔ عطیہ کی یہ قسم **اللہ** پاک کی طرف سے نرمی و آسانی کی ہے۔ اس میں بندے کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ عطیہ لے لے کیونکہ اس کو واپس کرنے سے بسا اوقات عقل زائل ہونے کا ڈر ہوتا ہے یا عطیہ کو واپس کرنے کی وجہ سے طبیعت میں غلبہ یا مخلوق سے طمع کی آزمائش یا نہایت حقیر قسم کے کسب میں پڑ جانے کا ڈر رہتا ہے۔

ایک عالِم صاحب فرماتے ہیں: جس شخص کو دیا جائے اور وہ نہ لے تو پھر وہ مانگے گا تو بھی نہیں ملے گا۔

یہ عطیہ کی وہی صورت ہے جس کے بارے میں رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جب لینے والا محتاج ہو تو وُسعت ہوتے ہوئے دینے والے کا اَجر (لینے والے سے) زیادہ نہیں۔[1] یعنی لینے والا دینے والے کے اجر میں برابر کا شریک ہے کیونکہ وہ دونوں ہی تقویٰ اور نیکی کے کام میں برابر تعاوُن کر رہے ہیں اور تقویٰ اور نیک کام کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے اور ایسا عطیہ لینے والے کے لئے کوئی نقصان نہیں۔

حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس عطیات بھیجا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے عطیہ واپس کر دیا تو حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اے احمد! قبول نہ کرنے کی آفت سے بچو کیونکہ یہ لینے کی آفت سے زیادہ سخت ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اپنی بات دہرایئے۔ جب انہوں نے اپنی بات دہرائی تو فرمایا: میں نے آپ کا عطیہ اس لئے واپس کیا تھا کیونکہ میرے پاس ایک مہینے کی غذا موجود ہے، آپ اسے اپنے پاس رکھ لیجئے اور ایک مہینے بعد مجھے بھیج دیجئے گا۔

عطیہ کی چوتھی قسم: مدد

عطیہ کی چوتھی قسم مدد ہے اور یہ ان فقرا کے لئے ہے جو اس کے اہل ہیں۔ ایسا فقیر مخلوق پر خرچ کرتا

[1] ......معجم کبیر، ۱۲/ ۳۲۲، حدیث: ۱۳۵۶۰۔ معجم اوسط، ۶/ ۱۲۷، حدیث: ۸۲۳۵

اور انعام واکرام کرتا ہے۔ سخاوت و فراخی اور لوگوں کو کھانا کھلانا اور فقرا پر ایثار کرنا اس کی عادت میں راسخ ہوتا ہے۔ اس سخاوت کی وجہ سے اس کے حال میں فراخی نہیں رہتی اور تنگی آجاتی ہے تو **اللہ** پاک اس کے اخلاقِ سخاوت کی مدد کے لئے عطیہ بھیجتا ہے تاکہ وہ اپنے مقصد (یعنی لوگوں پر خرچ کرنے والے عمل) کو پورا کر سکے اور وہ نیکی و بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کی عادت کو جاری رکھ سکے اور مروت و سخاوت کا شوق پورا کر سکے۔ عطیہ کی یہ قسم عارفین کے نزدیک امتحان ہوتی ہے۔ افضل یہ ہے کہ اسے لے کر مروت اور اچھے اخلاق والے کاموں میں خرچ کر دے اور سلف صالحین میں سے یہ بہت سوں کا طریقہ تھا۔

ایک قوم غلطی پر

البتہ ایک قوم اس طریقے میں غلطی میں پڑی ہوئی ہے، ان کا زُہد سے کچھ تعلق نہیں، صرف دنیا کی رغبت اور گھٹیا فکروں میں مبتلا ہے۔ انہوں نے خواہشِ نفس کے تابع ہو کر عطیہ کو قبول کیا اور اُس کے مالک بن بیٹھے اور اُسے (اپنی خواہش کے مطابق) خرچ کر کے گمان کر لیا کہ یہ امتحان ہے۔ ان لوگوں نے آزمائش و امتحان کا فرق سمجھنے میں سلف و صالحین کی مخالفت کی کیونکہ (امتحان و آزمائش کے درمیان صحیح طور پر فرق کو سمجھنا) علمائے عارفین کا کام ہے کہ جب یہ (اپنی ضرورت میں خرچ کرنے کی) کوئی صورت نہ پاتے تو اُس مال کو آزمائش قرار دے کر (محتاج لوگوں پر) خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ (جو مال میں امتحان و آزمائش کی معرفت سے انجان تھے، اُنہوں نے) فراخی و وسعت میں خواہشِ نفس کی پیروی کی اور کثرتِ مال میں پڑ گئے اور دعویٰ کے ساتھ اُس مال کے مالک بن بیٹھے۔ حالانکہ معنیٰ کے بدلنے کی وجہ سے اِس علم میں انہیں غلطی ہوئی اور خواہشِ نفس کی وجہ سے طریقِ حال میں غلطی کھائی۔ بعض سچے قاعدین کا (یعنی جن کی کمائی کا کوئی ذریعہ نہ تھا) یہ حال تھا کہ وہ **اللہ** پاک پر حُسنِ ظن کرتے ہوئے قرض لیتے جب ان کے پاس رزق آتا تو وہ قرض ادا کر دیتے۔ اگر یہ اسی نیت کے ساتھ فوت ہو جائیں تو اِن سے مواخذہ نہیں ہو گا بلکہ ان کا قرض ان کے مولائے کریم پر ہے وہ ادا کر دے گا اور قرض خواہوں کو ان سے راضی کر دے گا۔ بعض سلف صالحین ایسے بھی گزرے ہیں کہ جن کا قرض مسلمانوں کے بیتُ المال سے ادا کیا جاتا تھا۔ بعض ایسے بھی تھے کہ جب تک دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا فروخت نہ کر دیتے یا حاجت سے زائد چیز فروخت نہ کر دیتے تب تک قرض نہیں لیتے تھے۔ **اللہ** پاک کے

فرمان کی ایک توجیہہ بھی یہی ہے جیسا کہ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنۡ قُدِرَ عَلَیۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡیُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ (پ۲۸، الطلاق: ۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے **اللہ** نے دیا۔

اس کی تفسیر میں ہے: جس کو معاشی طور پر تنگی لاحق ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑے کو بیچ دے۔ یہ بھی کہا گیا ہے: اپنے منصب اور حیثیت سے قرض لے کہ یہ بھی **اللہ** پاک نے ہی اُسے عطا فرمایا ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: **اللہ** پاک کے بعض بندے اپنے ساز و سامان کے مطابق خرچ کرتے ہیں اور **اللہ** پاک کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو **اللہ** پاک پر حُسنِ ظن رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں۔

اقویا، اسخیا اور اغنیا

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ کی وفات ہوئی تو انہوں نے اپنے مال کو تین گروہ: اقویا، اسخیا اور اغنیا میں تقسیم کرنے کی وصیت کی۔ اُن سے پوچھا گیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: اقویا وہ لوگ ہیں جو **اللہ** پاک پر توکل رکھتے ہیں، اسخیا وہ لوگ ہیں جو **اللہ** پاک سے حُسنِ ظن رکھتے ہیں اور اغنیا وہ لوگ ہیں جو سب سے کٹ کر **اللہ** پاک کی عبادت میں مصروف ہیں۔

عطیہ قبول کرنے کے چند آداب

جسے ظاہری طور پر معلوم نہ ہو کہ یہ چیز کن ذرائع سے حاصل ہوئی ہے اسے چاہیے کہ عطیہ قبول کرنے میں احتیاط و تقویٰ سے کام لے اور عطیہ دینے والوں کے بارے میں غور کرلے جس طرح روزی کمانے والا کمائی کے ذرائع میں غور و فکر کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے ہر شے کے بارے میں **اللہ** پاک کا حکم موجود ہے، اور کمائی نہ کرنے سے کمائی کے شرعی احکام ختم نہیں ہوتے اور طلب نہ کرنے سے طالب کے احکام ختم نہیں ہوتے، کیونکہ عمل کا ترک دراصل ایک عمل ہے جو کسی عمل کا محتاج ہوتا ہے۔ ہر ایک سے اور ہر وقت عطیہ قبول کرلینا فقرا و صالحین کی سیرت میں نہیں تھا اور جب ضرورت بھر سے زائد دیا جائے تو ہمیشہ لے ہی لینا ان

کی سیرت میں نہیں تھا، بلکہ اس وقت لیتے تھے جب انہوں نے دوسروں کو دینا ہوتا تھا۔ اسی بندے کا تحفہ قبول کرتے تھے جس سے قبول کر کے اِن کے دل ہلکے رہتے اور جن کے ساتھ ان کی بے تکلفی ہوتی اور اس لئے بھی کہ ایسے مخلصین سے تحفہ قبول کرتے ہوئے انہیں خوشی ملتی ہے اور وہ تمہارا تحفہ قبول کرنے کو خود پر **اللہ** پاک کی نعمت سمجھتے ہیں۔ جو شخص اپنی چیز بوجھل دل سے دیتا ہے اور جب تم اس کا تحفہ واپس لوٹاؤ تو وہ غمگین نہیں ہوتا، اس کا عطیہ تمہارے دل پر بوجھ ہوتا ہے۔

معرفتِ الٰہی والے ایک بزرگ فرماتے ہیں: دو شخص **اللہ** پاک کے لیے آپس میں بھائی چارا قائم کریں اور پھر اُن میں سے ایک شخص دوسرے سے جھجک یا اجنبی پن محسوس کرے تو اس کا مطلب ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک (کے خلوص) میں خامی ہے۔

عطیہ کس سے قبول کرے؟

لٰہذا حاجت مند کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے سچے دوست سے ہی عطیہ لے اور جس سے سچی محبت ہو اسی سے عطیہ قبول کرے۔ کیونکہ **اللہ** پاک کی معرفت رکھنے والے اسباب کو قبول یا رد کرنے کا فیصلہ اس راہ کے مطابق کرتے ہیں جو **اللہ** پاک نے انہیں دکھائی ہے۔ ہم نے ابھی جو روایت بیان کی تھی کہ "جس کے پاس بن مانگے کوئی چیز آجائے اور وہ اسے قبول نہ کرے تو وہ **اللہ** پاک سے قبول نہ کرنے والا ہوتا ہے۔"[1] اگر کوئی اس روایت اور اس بات کو دلیل بنائے کہ اہلِ معرفت عطیات کو **اللہ** پاک کی طرف سے آتا دیکھتے ہیں، لٰہذا اُسے واپس کرنا مناسب نہیں ہوتا تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ معرفت والا شخص جو عطیات کو **اللہ** پاک کی طرف سے آتا دیکھتا ہے وہی ان عطیات کو واپس کرنے حکم بھی **اللہ** پاک کی طرف سے آتا دیکھتا ہے۔ لٰہذا اگر وہ بندہ اس بات کی معرفت رکھتا ہو کہ **اللہ** پاک نے اسے آزمایا ہے تو اسے تحفہ دینے والے کو شکریہ کے ساتھ احسن انداز میں تحفہ لوٹانا چاہئے، اس بنا پر اگر وہ کسی کو تحفہ لوٹاتا ہے یا لوٹا چکا ہے تو یہ بھی اس وقت ہو گا جب وہ مخلوق کی عطا کو **اللہ** پاک کے فعل کے طور پر دیکھے گا لٰہذا اپنی جانب سے تحفہ لوٹانے کو بھی وہ **اللہ** پاک کے ہی فعل کے طور پر دیکھے گا۔ چنانچہ ایسی صورت میں ایسے شخص کے نزدیک دونوں حالتیں برابر ہوں گی جو

[1]......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث خالد بن عدی، ۶/ ۲۷۶، حدیث: ۱۷۹۵۸، نحوہ

احکامِ الٰہی کو جاننا، خواہش کی پیروی سے بچنا اور اُس حکم پر ثابت قدم رہتا ہے جس کا اُس سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ روایت فقط اس عالم کے لئے دلیل ہے جو کثرتِ مال کا خواہاں ہے یا اس جاہل عابد کے لئے دلیل ہے جو بصارت سے عاری ہے۔

مزید یہ کہ کچھ لوگوں کا عطیہ قبول کرنے اور کچھ لوگوں کا عطیہ قبول نہ کرنے میں اور کچھ عطیات واپس کر دینے میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طریقے پر عمل بھی ہے۔ چنانچہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں گھی، پنیر اور بھیڑ پیش کیے گئے تو آپ نے گھی اور پنیر کو قبول فرمالیا اور بھیڑ واپس فرمادی۔[1] رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کچھ لوگوں کا ہدیہ قبول فرمالیتے اور کچھ کا واپس فرمادیتے تھے۔ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: "میں نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ قبیلۂ قریش، قبیلۂ ثقیف اور قبیلۂ دوس والوں کے سوا کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں۔"[2] اور تابعین کی ایک جماعت نے اسی پر عمل کیا ہے۔

عطیہ قبول کرنے میں بزرگانِ دین کا عمل

حضرت سیِّدُنا فتح مَوْصِلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی بارگاہ میں چاندی کے 50 سکّوں کی تھیلی پیش کی گئی تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ہمیں حضرت سیِّدُنا عطاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حدیث سُنائی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "جس کے پاس بن مانگے کوئی تحفہ آجائے اور وہ واپس کر دے تو اس نے اللہ پاک کا دیا ہوا واپس کیا۔"[3] پھر حضرتِ سیِّدُنا فتح موصلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے تھیلی کھولی اور اُس میں سے ایک چاندی کا سکہ لے کر باقی تھیلی واپس کر دی۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بھی اس حدیث کو روایت کرتے تھے۔ پھر حضرت سیِّدُنا فتح مَوْصِلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی خدمت میں ایک تھیلی پیش کی جس میں مال تھا اور خراسانی باریک کپڑوں کی ایک پوٹلی تھی تو انہوں نے یہ تحائف واپس لوٹا دیئے۔ کسی شاگرد نے وجہ پوچھی تو فرمایا: جو

[1]......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث یعلی بن مرۃ الثقفی، ۶/ ۱۷۵، حدیث: ۱۷۵۵۹، بتغیر قلیل

[2]......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب فی ثقیف وبنی حنیفۃ، ۵/ ۴۹۳، حدیث: ۳۹۷۱

[3]......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث خالد بن عدی، ۶/ ۲۷۶، حدیث: ۱۷۹۵۸، نحوہ

اس قسم کی (یعنی صوفیانہ) مجلس لگاتا ہو اور پھر لوگوں سے ایسے تحفے قبول کرے تو قیامت کے دن جب وہ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہو گا تو **اللہ** پاک کے یہاں اس کے لئے کچھ حصہ نہ ہو گا۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے اصحاب سے ہدیہ قبول فرمالیتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے اصحاب سے ایک آدھ درہم کہہ کر بھی لے لیتے تھے مگر دیگر لوگ دو سو درہم بھی پیش کرتے تو قبول نہ فرماتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ لوگوں سے کوئی بھی چیز قبول نہ کرتے تھے، ایک شخص کہتا تھا: میں جاننا چاہتا ہوں کہ حضرت کے رزق کا ذریعہ کیا ہے؟ اس پر ایک باخبر آدمی نے جواب دیا: میں ان کے رزق کا ذریعہ جانتا ہوں، بات یہ ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ایک عقل مند دوست ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ وہ دوست سمجھ داری اور دین داری میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جیسے ہیں (لہٰذا آپ ان کا ہدیہ قبول فرمالیتے ہیں) کیونکہ بعض بزرگوں کا طرزِ عمل یہی تھا کہ وہ اپنے ہم مرتبہ لوگوں سے ہی تحفہ قبول کرتے تھے اپنے پیروکاروں سے کوئی تحفہ قبول نہیں کرتے تھے۔ وہ سمجھ دار دوست جو کسی پر ظاہر کیے بغیر حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی ضرورتیں پوری کرتے تھے اور ان کے ساتھ دیکھے بھی نہ جاتے تھے وہ حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے کبھی دنیا کی کوئی چیز مانگی ہے تو صرف حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مانگی ہے کیونکہ میں آپ کی دنیا سے بے رغبتی جانتا ہوں اور آپ کے ہاتھ میں دنیا کی کوئی چیز رہ جائے تو آپ کو ملال ہوتا ہے اور کوئی چیز ہاتھ سے جاتی ہے تو خوش ہوتے ہیں لہٰذا میں اسی چیز میں آپ کی مدد کرتا ہوں جو آپ کو پسند ہے۔

حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو اُن کی ضرورت کی چیزیں بھیجتے تو وہ قبول فرمالیتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی مجلس میں حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا تذکرہ ہوتا تو آپ فرماتے: وہ مطمئن آدمی ہیں جن کی بے نیازی کمال ہے! مجھے ان کا طرزِ عمل بہت پسند ہے۔

تحفہ قبول یا رد کرنے میں ایک عابد کا طریقہ

ایک عابد کا طریقہ تھا کہ جب کوئی دنیادار آدمی اِنہیں کچھ دیتا تو وہ پوچھتے تھے: ٹھہرو! یہ چیز اپنے پاس رکھو

اور پہلے اپنے دِل سے پوچھ کر مجھے بتاؤ کہ یہ چیز قبول کر لینے کے بعد تمہارے نزدیک میری حیثیت کیا ہو گی؟ میری اہمیت پہلے سے زیادہ ہو جائے گی یا کم؟ اور دیکھو بالکل سچ بتانا۔ اگر وہ کہتا: تحفہ لینے کے بعد آپ کی حیثیت میرے نزدیک پہلے سے زیادہ ہو جائے گی تو قبول کر لیتے اور اگر کہتا کہ اہمیت پہلے سے کم ہو جائے گی تو قبول نہیں کرتے تھے۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ لوگوں کے زیادہ تر تحائف واپس کر دیتے تھے، اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا تو فرمایا: میں لوگوں کے تحفے شفقت و خیر خواہی کے لیے واپس کرتا ہوں کیونکہ وہ اپنے تحفوں کا تذکرہ کرتے پھرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگوں کو یہ باتیں پتا چلیں، نتیجہ یہ ہو گا کہ اُن کے ہاتھ سے مال بھی چلا جائے گا اور ثواب بھی برباد ہو جائے گا۔

احسان رکھنے سے مراد

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا بھی ایسا طرزِ عمل تھا، آپ کچھ لوگوں سے تحفہ قبول فرماتے تو اُن کا ثواب ضائع ہونے کے اندیشے سے اُنہیں پابند فرما دیتے تھے کہ تم کسی کو بتانا نہیں۔

چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ (پ ۳، البقرۃ: ۲۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔

اس کی تفسیر میں آتا ہے کہ احسان رکھنے سے مراد ہے اپنے دیئے کا تذکرہ کرتے پھرنا اور ایذا دینے سے مراد ہے اپنا احسان ظاہر کرنا۔

حکایت: تم جیسے کا ہی تحفہ قبول کرنا چاہیے

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی خدمت میں ایک خراسانی شخص مال لے کر حاضر ہوا اور عرض کی: یہ مال اپنے کھانے پینے میں استعمال کیجیے۔ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اس کے بجائے میں اسے غریبوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ عرض کی: جناب! غریبوں کو میں زیادہ جانتا ہوں لیکن میں نے انہیں

دینا منظور نہ کیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: پھر کیا میں خود کو امید دِلاؤں کہ یہ مال کھانے پینے میں خرچ ہونے تک زندہ رہوں گا؟ عرض کی: حضور! میں یہ نہیں کہتا کہ اسے سرکے، چٹنی اور سبزیوں (یعنی روزمرہ کی غذا) کے لیے خرچ کریں بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس مال کو مزے دار کھانوں اور طرح طرح کے میٹھے پکوانوں پر خرچ کر ڈالیں، یہ مال جتنی جلدی ختم ہو گا مجھے اتنا زیادہ اچھا لگے گا۔ اس پر حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: تم جیسے آدمی کا تحفہ واپس کرنا ٹھیک نہیں۔ چنانچہ آپ نے اس خراسانی کا تحفہ قبول فرمالیا۔ اُس نے عرض کی: شہرِ بغداد میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان آپ کا ہے۔ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: "تم جیسے لوگوں کا ہی تحفہ قبول کرنا چاہیے۔" الغرض! حقیقت والوں کا طرزِ عمل ایسا ہی ہوتا تھا۔

اللہ پاک کے لیے ہی کمائی چھوڑے

جو شخص کمائی چھوڑتا ہے اُسے چاہیے کہ **اللہ** پاک کے لیے ہی کمائی چھوڑے، کمائی چھوڑنے کے بارے میں ربِّ کریم کے احکامات جانتا ہو، اپنے موجودہ حال کے متعلق جو شرعی احکامات جانتا ہے اُن پر عمل پیرا ہو، ان باتوں کو اپنائے گا تو ہی راستے بنا دینے والے، بڑی دین والے، ربِّ کریم پر بھروسا کرتے ہوئے کمائی کے ظاہری اسباب کو چھوڑ دینا اس کے لیے ٹھیک ہو گا اور علم والے ربِّ کریم پر یقین رکھتے ہوئے جانی پہچانی چیزوں کو چھوڑ دینا ٹھیک ہو گا۔

ایک عالم صاحب فرماتے تھے: اسی آدمی کے یہاں کھاؤ جو سمجھتا ہو کہ تم نے اپنا ہی رزق کھایا ہے اور اس پر صرف اپنے ربِّ کریم کا ہی شکر ادا کرو گے۔

حکایت: توحید کی آزمائش

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی دعوت کی۔ 50 کے قریب آپ کے اصحاب بھی ہمراہ تھے۔ اس شخص نے بہت مال خرچ کیا اور خوب وسعت کے ساتھ کھانا پیش کیا۔ جب کھانے بیٹھے تو حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ہمارے اس میزبان کا کہنا ہے: جو یہ نہیں سمجھتا کہ یہ کھانا میں نے ہی تیار کیا ہے اور میں ہی اسے یہ کھانا دے رہا ہوں تو ایسے بندے پر میرا یہ کھانا حرام ہے۔

راوی کہتے ہیں: یہ سن کر سب لوگ اٹھ گئے ایک نوجوان بیٹھا رہا اس کا مشاہدہ ان اصحاب سے کم تھا۔ میزبان نے حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ سے کہا: **اللہ** پاک آپ پر رحمت نازل فرمائے! میرے متعلق اس طرح فرمانے میں آپ کا کیا مقصد تھا؟ حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ نے فرمایا: میں اپنے اصحاب کی توحید کو آزمانا چاہتا تھا۔ یعنی میزبان نے جو کچھ دعوت تیار کی اور کھانا پیش کیا اس معاملے میں آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ کے اصحاب کی نظر میزبان کی طرف نہیں (بلکہ مالکِ حقیقی کی طرف) تھی، صرف اس نوجوان کی نظر میزبان پر تھی۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے ربّ! تُو نے میرا رزق یوں بنی اسرائیل کے ہاتھوں رکھ دیا ہے کہ صبح کوئی کھلاتا ہے تو شام کو کوئی اور کھلاتا ہے۔ **اللہ** پاک نے اُن کی طرف وحی فرمائی: میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرماتا ہوں، میں اپنے دوستوں کا رزق اپنے اُن بندوں کے ہاتھوں پر رکھ دیتا ہوں جو (ثواب کی) طلب رکھتے ہیں اور یوں اُنہیں ثواب دیا جاتا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک کمائی نہ کرنے والا عالم کام کاج کرنے والے جاہل سے بہتر ہے اور کمائی کرنے والا عالم کمائی نہ کرنے والے جاہل سے بہتر ہے۔ کیونکہ کام کاج نہ کرنے والا قوی کام کاج کرنے والے ضعیف سے بہتر ہے اور کام کاج کرنے والا قوی کام کاج نہ کرنے والے ضعیف سے بہتر ہے۔

عطا کے مستحق چھ لوگ

اللہ پاک نے چھ لوگوں کو عطا کا مستحق قرار دیا ہے اور انہیں تین آیتوں میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ

﴿1﴾...

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ (پ۱۰، التوبۃ: ۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: زکوۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار۔

﴿2﴾...

وَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا۔

﴿3﴾...

فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ (پ۱۷، الحج:۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُن میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔

عیال دار زیادہ مستحق ہے

جس کے پاس کمائی کا کوئی معین ذریعہ نہیں ہے وہ ان آیتوں کے تحت بدرجہ اولیٰ آئے گا اور عطیہ لینے کا زیادہ مستحق ہو گا اور جس کے پاس کمائی کا کوئی معین ذریعہ ہے تو عیال دار ہونے یا زیادہ اخراجات کی وجہ سے وہ زیادہ مستحق ہو گا کیونکہ معنوی طور پر وہ ان کے اوصاف میں داخل ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ (پ۱۰، التوبۃ:۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: زکوٰۃ تو انھیں لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اس آیت کے بارے میں فرماتے تھے: یہ آیت صُفّہ والوں کے حق میں اور قیامت تک جو لوگ صفّہ والوں کی طرح ہوں اُن کے حق میں نازل ہوئی۔ اصحابِ صُفّہ کی تعداد ساڑھے چار سو تھی۔ انصار و مہاجرین صحابہ کی طرح مدینہ شریف میں صفّہ والوں کے آل اولاد اور اموال نہیں تھے، وہ اپنے قبیلوں سے دُور تھے، پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں مسجد کے چبوترے میں سکونت عطا فرمائی تھی اور **اللہ** پاک نے انہیں بھی اموال میں حصہ دار رکھا ہے۔

ساتواں طبقہ

پھر **اللہ** پاک نے ان چھ افراد کے علاوہ ساتواں طبقہ بیان فرمایا، ان کی اچھی صفات بیان فرمائیں اور رضائے الٰہی کی خاطر ان پر پاکیزہ کمائی سے خرچ کرنے والوں کا بڑا ثواب رکھا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿1﴾...

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (پ۳، البقرۃ:۲۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو۔

﴿2﴾...

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ ترجمۂ کنزالایمان: اور جو مال دو تمہیں پورا ملے گا۔

(پ ۳، البقرۃ: ۲۷۲)

اور اس سب کا **اللہ** پاک کے اس قول سے تعلق ہے:

﴿3﴾...

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان فقیروں کے لیے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو **اللہ** اسے جانتا ہے۔

(پ ۳، البقرۃ: ۲۷۳)

اللہ پاک نے ان کی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ راہِ خُدا میں روکے گئے، دنیا سے اور دنیا داروں سے بچتے ہیں، دنیا میں رغبت نہ رکھنے کے باعث دنیا داروں کے آگے گڑگڑاتے نہیں ہیں۔ جو لوگ ان کی صفات کو نہیں جانتے ہیں انہیں ربِّ کریم نے "جاہل" کا نام دیا ہے۔ چنانچہ صدقات جن طبقات کے نام سے موسوم کیے گئے ہیں اور جنہیں زکوۃ دی جاتی ہے ان سب طبقات سے زیادہ یہ سفید پوش حق رکھتے ہیں، بلکہ سب سے بہتر بنانے والے کریم خالق نے ان کی صفات بیان فرمانے کے بعد پاکیزہ کمائیوں سے ان پر خرچ کرنے کا ایمان والوں کو حکم فرمایا ہے۔ **اللہ** پاک جس بندے سے محبت فرماتا ہے اس کی صفات بیان فرماتا ہے اور جب کسی کی صفات کے ساتھ اس کی خوبیاں بیان فرماتا ہے تو اس بیان میں اس بندے کے لیے محبّتِ خداوندی ثبت ہو جاتی ہے۔ یہ چیز محبت اور بڑے فضل پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ ربِّ کریم نے محبّت والوں کے اوصاف کے آخر میں فرمایا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (پ ۶، المآئدۃ: ۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: یہ **اللہ** کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

حقیقی عطا کیا ہے؟

حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "دینے والے کا ہاتھ اونچا اور لینے والے کا نچلا ہے۔"[1]

اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے ایک صوفی بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: دینے والا ہاتھ فقیر کا ہے اور لینے والا ہاتھ غنی کا ہے۔ اس کے لئے استدلال یوں ہو سکتا ہے کہ حقیقی عطا آخرت کا حصہ ملنا اور اس میں سے عطا ہونا ہے یوں فقیر عطا کرنے والا اور غنی عطا لینے والا ہوا اور یہ دو روایتیں بھی اس کی دلیل بنتی ہیں۔ پہلی روایت میں ہے: "صدقہ، مانگنے والے کے ہاتھ میں پڑنے سے پہلے **اللہ** پاک کے دست قدرت میں آتا ہے۔"[2] دوسری روایت میں ہے: "**اللہ** پاک کا دست قدرت بلند ہے اور دینے والے کا ہاتھ درمیانہ ہے۔"[3] اس سے یہ بات درست ثابت ہوتی ہے کہ فقیر ہی دینے والا ہے، اس صورت میں **اللہ** پاک کا دست قدرت اس کے اوپر ہوا کیونکہ وہی اس کے ہاتھ میں عطیہ رکھتا ہے تو فقیر کا ہاتھ درمیانہ ہوا۔

اگر کہا جائے کہ فرمانِ الٰہی میں ہاتھوں کی ترتیب موجود ہے کہ "**اللہ** پاک کا دستِ قدرت بلند، دینے والے کا ہاتھ درمیانہ اور لینے والے کا ہاتھ نچلا ہے۔"[4] تو اب یہ ہونا چاہیے کہ دینے والا ہی غنی ہو کیونکہ عطیہ اسی ترتیب پر ہمارے نزدیک ظاہر ہوا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ **اللہ** پاک کا دست قدرت ایک ساتھ دونوں کے اوپر ہے اور وہ ترتیب کے تحت داخل نہیں۔ چنانچہ **اللہ** پاک کا اونچا دستِ قدرت دونوں کے اوپر ہے اور **اللہ** پاک کا ارشاد ہے:

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْۚ (پ۲۶، الفتح: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: ان کے ہاتھوں پر **اللہ** کا ہاتھ ہے۔

ہم یہ بات جانتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض کے ہاتھ بعض کے اوپر ہیں اور پھر اس کے ساتھ یہ خبر دی کہ ان سب کے اوپر اس کا دستِ قدرت ہے کیونکہ وہی ان دونوں کو سب سے پہلے دینے والا ہے اور اسی طرح

---

[1] ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی... الخ، ص ۴۰۰، حدیث: ۲۳۸۵ نحوہ

[2] ......الاموال لابی عبید، کتاب الصدقۃ واحکامھا وسننھا، باب فضائل الصدقۃ والثواب فی اعطائھا، ۱/ ۲۹۰، حدیث: ۹۰۱

[3] ......مسند ابی یعلی، حدیث رجل من جذام، ۲/ ۶۳، حدیث: ۶۸۳۴

[4] ......مسند ابی یعلی، حدیث رجل من جذام، ۲/ ۶۳، حدیث: ۶۸۳۴۔ المغازی للواقدی، غزوۃ تبوک، ۳/ ۱۰۱۷

عطا کرنے میں کسی کا ہاتھ اس کے دستِ قدرت کے اوپر نہیں ہے۔ غنی اور فقیر کے درمیان یہ ترتیب کہ **اللہ** پاک کے بعد دینے والا کون ہے تو ہم کہتے ہیں: حقیقتاً دینے والا وہ ہے جس کی عطا حقیقی ہو جو باقی رہے اور ہمیشہ ہو نہ کہ وہ جو فنا اور زائل ہو جائے اور ایسی عطا باقی رہنے والی آخرت کی عطا ہے۔ فقیر دنیا کے اندر غنی کے لئے اپنی آخرت کا حصہ دینے والا ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کی آخرت کی منازل کی آبادکاری کرتا ہے جبکہ غنی فقیر کا دنیا کے اندر دوست ہوتا ہے جو اس کی فانی دنیا کو آباد کرتا ہے۔ دنیا لاشے ہے تو اس میں سے کون سی شے عطا کی جائے؟ جہاں تک **اللہ** پاک کے دستِ قدرت کی بات ہے تو اس کا دستِ قدرت غنی اور فقیر دونوں کے اوپر ہے اور وہ ان دونوں کو عطا کرنے والا ہے کیونکہ اس کا دستِ قدرت سب سے فوق (یعنی بلند) ہے اور جو فوق ہو وہ تحت (یعنی نیچے جس کے نیچے بھی کوئی ہو) اور اسفل (یعنی نیچے جس کے نیچے کوئی نہ ہو) سے موصوف نہیں ہوتا۔ اس ذاتِ حقیقی کے بلند اوصاف مخلوق کے اوصاف سے بہت بلند ہیں اور اس پر نہ تو کسی کو قیاس کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

آخرت کا ثواب پہنچانے کے لیے سوال

ہمارے ایک ساتھی کے شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابوالحسن نوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو دیکھا کہ ایک جگہ پر ہاتھ پھیلائے لوگوں سے مانگ رہے ہیں۔ میرے لئے یہ بات بہت بڑی تھی، مجھے بہت برا لگا۔ چنانچہ میں حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس حاضر ہوا اور انہیں یہ بات بتائی تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اس بات کا بُرا نہ مناؤ۔ حضرت ابوالحسن نوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ لوگوں کو عطا کرنے کے لیے ان سے سوال کرتے تھے۔ آپ نے انہیں آخرت کا ثواب پہنچانے کے لیے ان سے مانگا۔ چنانچہ وہ لوگوں سے اس طرح مانگتے ہیں کہ آپ کو نقصان نہ ہو۔ پھر حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ترازو لاؤ۔ آپ نے ایک سو درہم تولے پھر ان سو درہموں پر مزید ایک مٹھی درہم ڈال دیئے۔ اور فرمایا: یہ درہم حضرت ابوالحسن نوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس لے جاؤ۔ میں دِل میں سوچنے لگا: کسی چیز کا وزن تو محض اس کی مقدار معلوم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے جبکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے تو وزن کرنے کے بعد ان درہموں میں مزید درہم ملا دیئے اب سبھی درہموں کی مقدار نامعلوم ہو چکی ہے۔ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ صاحبِ حکمت بزرگ

تھے لہٰذا اس بارے میں ان سے کچھ پوچھنے میں مجھے حیا آئی۔ چنانچہ میں وہ تھیلی حضرت سیِّدُنا ابو الحسن نوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس لے گیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ترازو لے آؤ۔ آپ نے سو درہم تولے اور فرمایا: یہ درہم انہیں واپس دے دو اور ان سے کہنا کہ مجھے تمہاری طرف سے کوئی چیز قبول نہیں ہے۔ سو درہم سے اوپر جتنے درہم تھے وہ حضرت سیِّدُنا ابو الحسن نوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے لے لیے۔ شیخ کہتے ہیں: میں نے دل میں کہا: یہ تو اور بھی زیادہ عجیب بات ہو گئی۔ چنانچہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابو الحسن نوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ صاحبِ حکمت بزرگ ہیں۔ وہ دوہرا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، انہوں نے یہ سو درہم اپنی خاطر تولے اور اس پر **اللہ** کے لیے ایک مٹھی درہم بغیر تولے ہی ڈال دیئے، لہٰذا جو **اللہ** کے لیے تھے وہ میں نے لے لیے اور جو انہوں نے اپنے لیے ڈالے تھے وہ میں نے واپس کر دیئے۔ شیخ کہتے ہیں: میں وہ درہم حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس واپس لایا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ رو پڑے اور فرمایا: انہوں نے اپنا مال لے لیا اور ہمارا مال لوٹا دیا۔ **اللہ** حامی و ناصر ہو۔

پیروکاروں کے ذریعے انبیا عَلَیْہِمُ السَّلَام کی خدمت

ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ **اللہ** پاک نے کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو مبعوث فرما کر ان پر خزانہ اتارا ہو جس خزانے سے وہ کھاتے ہوں، نہ یہ کہ ان کی ظاہری خدمت کے لیے فرشتے مامور کر دیئے ہوں، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے کھانے پینے کا بندوبست ان کی امت کے ہاتھوں ہوتا تھا، ان کے جو پیروکار ہوتے تھے وہ ان کی خدمت کرتے تھے اور اس پر انہیں ثواب عطا فرمایا جاتا تھا، اس صورت میں زیادہ حکمت ہے کیوں کہ اس طرح نفع ہوتا ہے اگر ان کا کھانا پینا قدرت کے ہاتھوں اور عالَمِ غیب سے ہوتا تو اس میں امت کے لیے نفع نہ ہوتا اور نہ ایسے احکام ہوتے جو کسی مقام کا تقاضا کرتے اور **اللہ** ہی کی حجت پوری ہے[1]۔

---

[1]......کسبِ حلال نہ صرف ایک باعث فضیلت عمل ہے بلکہ کئی انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے علاوہ **اللہ** پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بھی پیاری پیاری سُنَّت ہے لہٰذا اسے سُنَّت سمجھ کر اختیار کرنا چاہئے۔ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام نے کسب کے لئے مختلف پیشے اپنائے۔ چنانچہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اولاً کپڑا سازی کا کام کیا کرتے تھے پھر کھیتی باڑی کرنے لگے۔ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام لکڑی کا پیشہ، حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام درزی گری، حضرت ہود و صالح عَلَیْہِمَا السَّلَام تجارت، حضرت ابراہیم ولوط عَلَیْہِمَا السَّلَام کھیتی باڑی اور حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام جانور پالتے تھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام بکریاں

پوشیدہ یا ظاہری عطا کے معاملے میں بزرگوں کا اختلاف اور ظاہری عطیہ کو افضل جاننے والوں کا بیان اور اس کی تفصیل

اس بارے میں اخلاص والوں کا طرزِ عمل مختلف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جو عطیہ وصول کیا ہے اسے چھپائے کیونکہ یہ پاک بازی کے زیادہ قریب، دوسروں کے دلوں کے لیے زیادہ سلامتی کا باعث اور عام لوگوں کے نفوس کی زیادہ اصلاح کا ذریعہ ہے، نیز اس میں غیبت، تہمت اور اس سے بڑے گناہوں سے بچانے میں اپنے بھائیوں کی مدد ہے، اس میں اپنے بھائی کے لیے زیادہ احتیاط اور بھلائی و پرہیز گاری کے کام پر اس کی مدد کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے:

وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ (پ۳، البقرۃ:۲۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لیے سب سے بہتر ہے۔

افضل صدقہ

حدیث شریف میں ہے: "کم مال والے غریب آدمی کا اپنی طاقت بھر کوشش سے کسی حاجت مند کو چپکے سے دینا سب سے افضل صدقہ ہے۔"[1] اور اس لیے بھی کہ پوشیدہ نیکی کو ظاہر نیکی پر 70 گُنا فضیلت حاصل ہوتی ہے[2]، لہٰذا جب تک لینے والا شخص دینے والے کی عطا کو چھپانے میں معاونت اور اس کی نیکی کو پوشیدہ رکھنے میں مدد نہیں کرے گا تو وہ دینے والا ذاتی طور پر اس پوشیدہ نیکی کو تمام نہیں کر سکے گا کیونکہ یہ عمل دو

چراتے، حضرت داود عَلَیْہِ السَّلَام زِرَہ (جنگ میں استعمال ہونے والا فولاد کا جالی دار کرتا) بناتے، حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام پوری دنیا کے بادشاہ ہونے کے باوجود پنکھے اور زنبیلیں بنایا کرتے تھے اور ہمارے پیارے آقا سَیِّدُ الانبیاء احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تجارت کو اپنی ذاتِ بابرکت سے شرف بخشا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، 4/228، ملخصاً)

[1]......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباہلی، ۸/ ۳۰۱، حدیث: ۲۲۳۵۱

الثقات لابن حبان، السیرۃ النبویۃ، السنۃ العاشرۃ من الھجرۃ، ۱/ ۱۵۰

[2]......تفسیر الطبری، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۱، ۳/ ۹۳، حدیث: ۶۱۹۵

بندوں کے درمیان راز ہے اگر ایک بندہ وہ عمل لوگوں میں ظاہر کر دے یا دونوں بندے اس عمل کو چھپانے پر متفق نہ ہوں تو وہ عمل ظاہر ہو جائے گا چاہے کسی کی بھی طرف سے ظاہر ہو۔ صدقہ ظاہر کرنا کیسے بہتر ہو سکتا ہے جبکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: "اپنے معاملات (کی تکمیل کے لئے انہیں) چھپا کر مدد چاہو کیونکہ ہر نعمت والے سے حسد کیا جاتا ہے۔"[1] اور یہی عبادت گزار علما کا مؤقف ہے۔

حسد کے اندیشے سے نئے کپڑے نہ پہننا

حضرت سیِّدُنا ایوب سختیانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں اس اندیشے سے نئے کپڑے نہیں پہنتا کہیں میرے پڑوسیوں کے دل میں حسد پیدا نہ ہو جائے۔

ایک زاہد فرماتے ہیں: بعض اوقات میں اپنے دوستوں کی وجہ سے بھی کسی چیز کے استعمال سے گریز کرتا ہوں کہ وہ کہیں گے: یہ کہاں سے آیا؟

حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اپنے ایک مرید کو نئی قمیص پہنے دیکھا تو پوچھا: یہ کہاں سے آئی؟ مرید نے عرض کی: میرے دوست خیثمہ نے دی ہے اور اگر مجھے پتا ہوتا کہ اس کے گھر والوں کو یہ بات معلوم ہے تو میں یہ کبھی قبول نہ کرتا۔

پوشیدہ تحفہ قبول کرنا اور ظاہری تحفہ قبول نہ کرنا

ایک شخص نے سب کے سامنے کسی عالم صاحب کو کوئی چیز تحفے میں دی، انہوں نے واپس کر دی، دوسرے بندے نے چھپا کے کوئی چیز تحفے میں دی، وہ انہوں نے قبول کر لی۔ اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: اِس بندے نے اپنی نیکی کو چھپایا اور اپنے معاملے میں طور طریقے کا خیال رکھا لہٰذا ہم نے اس سے قبول کر لیا۔ جس نے اپنی نیکی ظاہر کی اس نے معاملے میں طور طریقے کا لحاظ نہیں کیا لہٰذا ہم نے اسے واپس کر دیا۔

ایک شخص نے کسی صوفی بزرگ کو سب کے سامنے کوئی چیز تحفے میں دی، انہوں نے واپس لوٹا دی، وجہ پوچھی تو فرمایا: جو عمل اللہ پاک کے لیے تھا تم نے اس میں اوروں کو بھی شریک کر دیا، تم نے اس بات پر اکتفا نہیں کیا کہ اللہ پاک تمہارے عمل کو دیکھ رہا ہے لہٰذا میں نے تمہارا (عملی) شرک تمہیں لوٹایا ہے۔

---

[1] معجم کبیر، ۲۰/ ۹۴، حدیث: ۱۸۳۔ مسند الشہاب، باب ۶۲۱ استعینوا علی اموركم، ۱/ ۴۱۰، حدیث: ۷۰۷

ایک عالم صاحب کا انداز تھا کہ لوگوں کے سامنے کچھ تحفہ قبول نہیں کرتے تھے اور چھپا کر دیا جائے تو قبول کر لیتے تھے۔ اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: لوگوں کے سامنے صدقہ قبول کرنے سے علم کی اور علم والوں کی عزت گھٹتی ہے اور میں علم اور اہلِ علم کی عزت گھٹا کر دنیا کی کسی چیز کو لینے والا نہیں ہوں۔

ایک شخص نے ایک اہلِ معرفت بزرگ کو لوگوں کے سامنے کوئی چیز تحفے میں دی تو انہوں نے وہ واپس لوٹا دی۔ پھر اس نے پوشیدہ دی تو قبول فرمالی۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: تم نے چھپ کر خدا کی فرماں برداری کی لہٰذا میں نے تحفہ قبول کر کے تمہارے نیک عمل میں تمہارا ساتھ دیا اور تم نے لوگوں کے سامنے **اللہ** پاک کی نافرمانی کی لہٰذا میں نافرمانی میں تمہارا مددگار نہیں بنا۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: اگر مجھے پتا ہوتا کہ کوئی بندہ اپنے تحفے کا تذکرہ نہیں کرتا ہے تو میں اس کا تحفہ قبول کر لیتا۔

اپنے مسلمان بھائی کے لئے بہترین تحفہ

(مصنف فرماتے ہیں:) مجھے قسم ہے! **اللہ** پاک نے جو نیکیاں چھپانے کی تعریف فرمائی اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو نیکیاں چھپانے کا حکم دیا اور اس کی فضیلت ارشاد فرمائی ہے، بزرگوں کا یہ طریقہ درحقیقت اسی خدائی و نبوی حکم پر عمل ہے۔ نیز جو تحفہ قبول کرنے والا ہوتا ہے اس پر یہ حکم لاگو نہیں ہوتا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جسے لوگوں کی موجودگی میں کوئی تحفہ دیا گیا اس تحفے میں وہ لوگ بھی شریک ہیں[1]۔"[2] اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: "آدمی اپنے بھائی کو جو بہترین تحفہ دیتا ہے وہ چاندی ہے یا یہ کہ اسے روٹی کھلائے۔"[3] چنانچہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چاندی کو دیگر تحائف کی طرح ایک تحفہ قرار دیا حالانکہ وہ ایک بہترین چیز ہے۔ جیسا کہ اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ اس کے ذریعے

---

[1]......معجم کبیر، ١١/٨٥، حدیث: ١١١٨٣

[2]......حضرت سیِّدُنا امام بدرالدین عینی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: عُلَما کے نزدیک اس پر عمل کرنا مستحب ہے اور اس ہدیہ سے مراد معمولی ہدایا ہیں جہاں تک بیش قیمت اور کثیر مال کا تعلق ہے تو اس کا مستحق وہی شخص ہے جسے مجلس میں ہدیہ دیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری، کتاب الھبة، باب من اھدی له ھدیة... الخ، ٩/٤٣٢)

[3]......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب قضاء الحوائج، باب فی شکر الصنیعة، ٤/٢١١، حدیث: ١١٢ مختصراً

چیزوں کی قیمت لگائی جاتی ہے۔ چنانچہ جو بندہ لوگوں کی موجودگی میں تحفہ لے گا اسے حاضرین کو بھی شریک کرنا پڑے گا سوائے یہ کہ سب حاضرین اپنی طرف سے اسی بندے کو وہ چیز ہبہ کر دیں اور اگر تحفہ قبول کرنے والا حاضرین کو شریک نہیں کرتا ہے تو مجھے یہ بات پسند نہیں ہے۔

تحفہ ظاہر کرنے میں زیادہ سلامتی ہے

معرفت و توحید والے کچھ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ جس نے تحفہ قبول کیا ہے اس کے لیے ظاہر کرنا افضل ہے کیوں کہ تحفہ ظاہر کرنے میں اس کے لیے زیادہ سلامتی ہے اور یہ اخلاص اور سچائی کے زیادہ قریب ہے۔ تحفہ واپس کر کے عزت و شوکت اور زاہد کا لقب کمانے سے زیادہ بعید ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ (پ۵، النسآء: ۸۴) ترجمۂ کنزالایمان: تم تکلیف نہ دیئے جاؤ گے مگر اپنے دَم کی۔

چنانچہ وہ بزرگانِ دین فرماتے ہیں: جب ہم نے اپنی سلامتی کو یقینی بنالیا اور اعلانیہ تحفہ وصول کر کے اپنی شان و شوکت کی نفی کر کے اپنے حال کا حکم جان لیا تو اس کے بعد لوگ جو بھی باتیں بناتے ہیں ان کا وبال ہمارے سر نہیں ہو گا، **اللہ** پاک جن لوگوں کو ہمارے متعلق باتیں بنانے کی آزمائش میں ڈالے ان کا معاملہ **اللہ** پاک ہی کے سپرد ہے۔ اور یہ بزرگانِ دین مزید فرماتے ہیں: توحید بتاتی ہے کہ تحفہ چھپا کر دیا جائے یا کھلم کھلا دونوں صورتوں میں حقیقی دینے والا **اللہ** پاک ہے لہٰذا کھلم کھلا دیئے جانے کی صورت میں تحفہ واپس لوٹا دینا بے مقصد ہے۔

خدا کی توحید میں شریک کرنے جیسا

بعض بزرگانِ دین فرماتے ہیں: معرفت والے کا کُھلا اور چُھپا برابر ہوتا ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں خدا ایک ہی ہے لہٰذا ایک صورت میں کوئی الگ معاملہ کرنا خدا کی توحید میں کسی کو شریک کرنے جیسا ہے۔

ایک معرفت والے بزرگ فرماتے ہیں: جو بندہ سامنے چیز لوٹا دیتا تھا اور چھپ کر لے لیتا تھا اس کی دعا کو ہم کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔

کسی نے ایک عالم صاحب کو کوئی تحفہ چپکے سے تھما دیا، عالم صاحب نے اپنے ہاتھ میں وہ چیز سامنے کر کے

دکھائی اور فرمایا: یہ دنیا کی چیز ہے، دنیا کے معاملات کا سامنے ہونا بہتر ہوتا ہے اور آخرت کے معاملات میں چھپانا بہتر ہوتا ہے۔

بارگاہِ الٰہی کے متلاشی ایک بزرگ بیان کرتے ہیں: میرے شیخ معرفتِ خداوندی والوں میں سے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جس ذریعے سے ہمیں کوئی چیز ملی ہے اس ذریعے کو چھپایا جائے یا بتایا جائے؟ فرمایا: اگر تم نے کسی سے کچھ لیا ہے تو اس بات کو ہر صورت میں ظاہر ہی کرنا کیونکہ تم نے جس بندے سے تحفہ لیا ہے یا تو تحفہ قبول کرنے پر اس کے دل سے تمہاری عزت کم ہو جائے گی اور اگر ایسا ہو تو یہی تو تم چاہتے تھے کیونکہ اس میں تمہارے دین کی زیادہ سلامتی ہے اور نفسانی آفتوں سے زیادہ حفاظت ہے اور تمہیں ایسا کام ضرور کرنا چاہیے کہ یہ تو بغیر محنت کے تمہارے ہاتھ آگیا ہے۔ یا پھر وہ بندہ ایسا ہو گا کہ تحفہ قبول کرنے پر اس کے دل میں تمہاری قدر و منزلت اور بڑھ جائے لہٰذا اب کھلم کھلا دیا گیا تحفہ بھی قبول کر لینے سے اس بندے کی چاہت پوری ہو گی کیونکہ جب وہ تمہاری زیادہ تعظیم و محبت کرے گا تو اسے اور زیادہ ثواب ملے گا لہٰذا تم تحفہ قبول کر کے اس کا ثواب بڑھانے کا وسیلہ بنو گے تو تمہیں بھی ثواب ملے گا۔ پس تمہیں ایسے کام کرنے چاہئیں۔

معرفتِ خداوندی والے ایک بزرگ فرماتے ہیں: تحفہ قبول کرو تو ظاہر کرو کہ یہ **اللہ** پاک کی نعمت ہے اس کا اظہار افضل ہے اور اگر تحفہ واپس کرو تو اس بات کو چھپاؤ کہ یہ تمہارا ذاتی عمل ہے اور اسے چھپانا افضل ہے۔ میری زندگی کی قسم! یہ بات فیصلہ کن ہے اور یہی معرفت والوں کا طرزِ عمل ہے۔

نیکیاں چھپانا آخرت کا عمل ہے

ہمارے ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: تحفہ لینے والا تحفہ ظاہر کر دے تو یہ آخرت کا عمل ہے اور اگر تحفہ لینے والا تحفے کو چھپائے تو یہ دنیا کا دھندا ہے۔ اس کے برعکس نیکیاں ظاہر کرنا دنیا داری ہے اور نیکیاں چھپانا آخرت کا عمل ہے۔ یہ عالم صاحب تحفے کا اظہار کرنے کو ناپسند نہیں فرماتے تھے اور یہ ایسا ہے جیسے **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

(پ۳۰، الضحیٰ: ۱۱)

عطا کو چھپانے والے کی مذمت:

اللہ پاک اپنے فضل سے جو عطا فرمائے اسے چھپانے والے کی **اللہ** پاک نے برائی بیان فرمائی ہے اور اس بات کو کنجوسی کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے اور کنجوسی دنیا سے تعلق رکھنے والی ایک بڑی بُرائی ہے۔ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ (پ۵، النسآء: ۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لیے کہیں اور **اللہ** نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: "**اللہ** پاک جب بندے پر نعمت فرماتا ہے تو یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس بندے پر وہ نعمت دیکھی بھی جائے۔"[1] اور یہی طریقہ توحید و معرفت والوں کے دلوں سے قریب تر ہے کیونکہ یہی ان کے حال اور مشاہدے کا تقاضا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک سبھی بندوں کے ہاتھ یکساں ہیں اور ان لوگوں کی نظریں حقیقی عطا فرمانے والے پر لگی ہوتی ہیں لہٰذا وہ ظاہری اور پوشیدہ دونوں طرح قبول کرنے میں یکساں معاملہ رکھتے ہیں۔

فیصلہ کن بات

اس معاملے میں میرے نزدیک فیصلہ کُن بات یہ ہے کہ اس میں تفصیل کی حاجت ہے، **اللہ** پاک ہی بہتر جانتا ہے، ہم کہتے ہیں: لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے آزمایا جاتا ہے، ہر بندے کا یہ فرض ہے کہ اپنی حالت کے مطابق حکمِ شرعی پر کاربند رہے تاکہ اس ذمہ داری کی ادائیگی سے وہ صاحبِ فضیلت ہو اور اپنے معاملات میں سلامتی کی راہ پر رہے، لہٰذا دینے والے کی ذمہ داری ہے کہ اپنے عمل و کاوش کو چھپائے، اگر اس نے اپنا عمل ظاہر کر دیا تو اس نے اپنے حال کے موافق علم پر عمل نہ کیا لہٰذا اس وجہ سے اس کی ذات میں خامی آئے گی اور یہ اس کی نفسانی آفتوں میں سے ایک آفت ہو گی اور دنیاداری کے کاموں میں سے ایک کام ہو گا۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء ان اللہ تعالی یحب... الخ، ۴/ ۳۷۴، حدیث: ۲۸۲۸

الشکر لابن ابی الدنیا، ص ۸۹، حدیث: ۵۰

جسے کچھ دیا جائے اس کی ذمہ داری ہے کہ دینے کا تذکرہ کرے اور اس بات کو ظاہر کرے۔ اگر وہ چھپاتا ہے تو اپنے عمل میں اخلاص کو ترک کرتا ہے اور اس وجہ سے اس کے عمل میں خامی آتی ہے اور یہ اس کی نفسانی آفتوں میں سے ایک آفت ہوگی اور دنیاداری کا ایک باب ہوگا۔

مروی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں کسی نے عرض کی: میں نے فلاں شخص کو ایک دینار دیا اس پر اس نے تعریف کی اور شکریہ ادا کیا۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لیکن فلاں شخص کو میں نے تین سے 10 دینار تک دیے لیکن اس نے نہ تعریف کی نہ شکریہ ادا کیا۔[1]

شکر و تعریف سے عطا کی ترغیب ملتی ہے

تو کیا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ چاہتے تھے کہ وہ شخص شکریہ ادا کرے یا تعریف کرے؟ حالانکہ آپ ہی کی ذاتِ بابرکت ہے کہ آپ نے شاعر ابنِ حمامہ وغیرہ سے فرمایا: تم نے میری جو تعریف کی ہے اسے چھوڑ دو اور جو تم نے اپنے ربِّ کریم کی تعریف کی ہے اسے سناؤ کہ اللہ پاک اپنی حمد پسند فرماتا ہے۔[2] (یقیناً حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی تعریف و شکریہ ادا کیا جانے کی چاہت نہیں رکھتے ہیں) لیکن آپ نے یہ چاہا کہ عطیہ لینے والا اپنے حال کے موافق حکم پر عمل کرے، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ شکر و تعریف سے بھلائی اور عطا کی ترغیب ملتی ہے اور یہ کہ دینے والے کو سراہنا خدائی عادتوں میں سے ہے کہ ربِّ کریم نے یہ بات اپنے لیے بھی پسند فرمائی ہے، اللہ پاک خود رازق ہے لیکن پھر بھی خرچ کرنے والے بندوں کو سراہتا اور ان کی کاوش کو قبول فرماتا ہے اور اپنے دوستوں کے لیے پسند فرماتا ہے کہ لوگ اُن کا شکریہ ادا کریں جو عطائے خداوندی ملنے کے لیے واسطہ بنتے ہیں اگرچہ ان واسطوں میں بھی وہ لوگ حقیقی دینے والے کی طرف نظر رکھتے ہیں۔

تعریف اور شکریہ بھی احسان ہے

یونہی جب مہاجرین نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم نے جس قوم (انصار) کے پاس قیام کیا ان سے بہتر قوم ہم نے کبھی نہیں دیکھی، انہوں نے ہمارے ساتھ اپنے مال بانٹ لیے یہاں تک کہ

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۴/ ۳۲، حدیث: ۱۱۱۲۳، نحوہ

[2] ......معجم الصحابۃ لابی القاسم البغوی، عبد الرحمن بن ہشام، ۴/ ۴۳۲، حدیث: ۱۸۹۵

ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ یہ لوگ سبھی ثواب لے جائیں گے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایسا بالکل نہیں! تم نے جو، ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کی تعریف کی وہ ان پر احسان ہے۔[1]

محسن کو بدلہ دے یا اس کی تعریف کرے:

یونہی ایک حدیث پاک میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکم ارشاد فرمایا: ”جس کے ساتھ بھلائی کی گئی اسے چاہیے کہ اس کا بدلہ دے اور اگر بدلہ نہ دے سکے تو اس پر تعریف ہی کر دے۔“[2] دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”جس نے تمہارے ساتھ احسان کیا اسے بدلہ دو اور اگر ایسا نہ کر سکو تو اس کی تعریف کرو اور اس کے لیے دُعا کرو تا کہ وہ جان لے کہ تم نے اسے بدلہ دے دیا ہے۔“[3] اس بارے میں عام روایت یہ ہے: ”جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ **اللہ** پاک کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔“[4] اسی مفہوم کی حدیث پاک میں یہ مختلف الفاظ بھی ہیں جو دو سندوں سے آئے ہیں کہ ”جو لوگوں کا تذکرہ نہیں کرتا وہ **اللہ** پاک کا بھی ذکر نہیں کرتا۔“[5] یعنی لوگوں کی عطا کا تذکرہ اور ان کی تعریف کرے۔

تفصیل کی دوسری نوع

دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے احسان کا چرچا ہونے اور اپنا شکریہ ادا کئے جانے کو پسند نہ کرے، اگر تمہیں پتا چلے کہ کوئی اپنے احسان کا چرچا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ تم اس کی واہ واہ کرو تو یہ اس کی کم علمی اور نفسانی آفتوں کی زیادتی کی دلیل ہے لہٰذا ایسے موقع پر لینے والے فقیر کے لیے بہتر ہے کہ تعریف نہ کرے اور عطا کو چھپائے۔ اگر عطا کو ظاہر کیا اور شکریہ ادا کیا تو اس نے عطا کرنے والے پر ظلم کیا کہ اسے گناہ

---

[1]......ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ۱۰۹، ۴/۲۲۰، حدیث: ۲۴۹۵، نحوہ

[2]......ابو داود، کتاب الزکاة، باب عطیة من سأل اللہ، ۲/۱۷۸، حدیث: ۱۶۷۲، نحوہ

ابو داود، کتاب الادب، باب فی شکر المعروف، ۴/۳۳۶، حدیث: ۴۸۱۳، نحوہ

[3]......ابو داود، کتاب الادب، باب فی الرجل یستعیذ من الرجل، ۴/۴۲۴، حدیث: ۵۱۰۹، نحوہ

مسند الرویانی، حدیث عبد اللہ بن عمر، ۲/۴۱۳، حدیث: ۱۴۱۹

[4]......ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک، ۳/۳۸۴، حدیث: ۱۹۶۲

[5]......لم نجد

کرنے میں مدد دی اور اس کی نفسانی آفتوں کو تقویت دی۔ چنانچہ جب شکر یہ ادا کرنے سے گناہ اور زیادتی میں مدد ملے گی اور عطا کرنے والا انجانے میں خود پر ظلم کر رہا ہے تو ایسے میں لینے والے کو دینے والے کی یوں مدد کرنی چاہیے تھی کہ اس کا عمل چھپاتا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب (اور درست بات اللہ ہی زیادہ جانتا ہے)

لینے والے فقیر کے لئے تفصیل

کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے لیے عطا کا چھپانا اور بتانا برابر ہوتا ہے کیونکہ اس معاملے میں ان کا یقین محکم، نیت اخلاص والی ہوتی اور نظر حقیقی عطا والے کی طرف لگی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں تم ان سے کھلم کھلا قبول کرو تو بھی ٹھیک ہے اور تم ان کی تعریف کرو تو بھی درست ہے کیونکہ ان کی معرفت مضبوط اور عقل کامل ہوتی ہے اور مولیٰ تعالیٰ نے جس چیز کی توفیق دی اور مدد فرمائی اس معاملے میں ان کی نظر پہلے ہی مولیٰ کی طرف لگی ہوتی ہے لہٰذا وہ اس پر اپنے مولیٰ کا شکر ادا کرتے اور اپنے دینے کو مولیٰ کی نعمت ہی سمجھتے ہیں ایسی ہی صورت حال کے متعلق یہ حدیث آئی ہے کہ ”جب مومن کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کے دل میں ایمان بڑھ جاتا ہے۔“[1]

ایک معرفت والے بزرگ فرماتے ہیں: آدمی کی تعریف اس کی عقل کے مطابق کی جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو اپنے آپ کو پہچان لے اسے لوگوں کی تعریف نقصان نہیں دیتی۔

کوئی لینے والا ایسا ہوتا ہے جس کے لیے عطیے کا چھپانا اور بتانا اس لیے برابر ہوتا ہے کیونکہ اس کی معرفت معتدل ہوتی اور اس کے علم و معاملہ میں حکمت ہوتی ہے، لہٰذا ایسا معتدل بندہ اپنے دل میں جو کشادگی پاتا ہے اگر اسے ظاہر کرتا ہے تو صدق و اخلاص سے کرتا ہے اور وہ جو دیکھتا اور جانتا ہے کہ دینے والے کی حالت درست ہے اور وہ اپنے معاملات میں اپنے لیے علم و حکمت کے ساتھ حُسنِ تدبیر کرتا ہے ایسی صورت میں اگر لینے والا اس تحفے کو چھپائے گا تو اسے کوئی نقصان نہ ہو گا اور اگر بتائے گا تو اس میں خامی نہ آئے گی کیونکہ دونوں حالتوں میں اس کی توجہ بارگاہِ الٰہی کی طرف یکساں و معتدل ہے۔

---

[1] ……معجم کبیر، ۱/ ۱۷۰، حدیث: ۴۴۴

تفصیل کی چوتھی نوع

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی نیکی ظاہر کی جائے تو ان کی خلوص والی نیت خراب ہو جاتی ہے اور دکھاوے اور نمود و نمائش کی آفتیں ان پر طاری ہو جاتی ہیں، جو بندہ ایسے عطیوں کا اعلان کرتا ہو وہ اس قابل نہیں کہ اس کا عطیہ قبول کیا جائے کیونکہ اس طرح قبول کرنے سے اس کے گناہ میں مدد ہو جائے گی۔ یوں ہی یہ بندہ تعریف کے بھی قابل نہیں کہ اگر اس کی نیکی بیان کی جائے یا اس کی تعریف کی جائے تو یہ اس کے لیے خرابی بن جائے گی اور اس کے لئے دھوکے کا سامان ہو گی کیونکہ اس کی نظر اپنے نفس کی طرف تو مضبوط ہے لیکن اپنے ربّ کی پہچان میں کمزور ہے۔

کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا کیسا؟

جس نے ایسے بندے کی تعریف کی گویا اس نے اسے قتل کیا اور جس نے ایسے کی نیکی کا ذکر کیا گویا اس نے شرک خفی (ریاکاری) پر اس کی مدد کی۔ ایک شخص نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کسی بندے کی تعریف کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تم نے اس کی گردن ماری اگر وہ سن لیتا تو کامیاب نہ ہوتا۔"[1]

کبھی حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی قوم کی تعریف ان کے سامنے کیا کرتے جسے وہ سنتے تھے کیونکہ ان لوگوں کا یقین مضبوط ہوتا تھا اور آپ جانتے تھے کہ اس سے ان کے ایمان میں زیادتی ہو گی۔ چنانچہ ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: "یہ دیہاتیوں کا سردار ہے۔"[2]

اور ایک شخص سے ارشاد فرمایا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بات سن رہا تھا کہ "جب تمہارے پاس قوم کا معزز شخص آئے تو اس کا اکرام کرو۔"[3]

اسی طرح ایک شخص نے ٹھہر ٹھہر کر (فصیح و بلیغ) گفتگو کی جسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پسند کیا اور

---

[1] ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب النھی عن المدح... الخ، ص ۱۲۲۲، حدیث: ۷۵۰۱

مسند امام احمد، مسند البصریین، حدیث ابی بکرۃ نفیع بن الحارث بن کلدۃ، ۷/ ۳۴۴، حدیث: ۲۰۵۳۵

[2] ......الادب المفرد، باب ھل یفلی احد رأس غیرہ، ص ۲۴۵، حدیث: ۹۵۳

[3] ......ابن ماجہ، کتاب الادب، باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ، ۴/ ۲۰۸، حدیث: ۳۷۱۲

ارشاد فرمایا: بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔[1]

کچھ ایسے بھی ہوتے جن کی تعریف کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پوشیدہ رکھتے کیونکہ آپ ان کے بارے میں جانتے تھے کہ یہ ان کے لئے بہتر ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے فرمایا: جب میں تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کروں اور اس پر تم سے زیادہ خوش ہوں اور اسے اپنے اوپر **اللہ** پاک کی نعمت شمار کروں تو تم میرا شکریہ ادا کرو اور اگر میں ایسا نہ کروں تو میرا شکریہ ادا نہ کرو۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دینے والے کا حال پوشیدہ اور لینے والے کا حال ظاہر ہو اور جس نے اس کا خلاف کیا اس نے اپنی حالت میں فرق ڈال دیا۔ دینے والے پر لازم ہے کہ وہ تعریف کرنے کو مکروہ جانے اور تعریف کرنے اور چرچا ہونے کو پسند نہ کرے۔ جس شخص کے بارے میں تمہیں ان باتوں کا یقین ہو جائے (کہ وہ اپنی تعریف کو پسند نہیں کرتا) تو تم پر لازم ہے کہ اس کی تعریف کرو، اس کا شکر ادا کرو اور لوگوں میں اس کا چرچا کرو۔ جس کے بارے میں تم جان لو کہ وہ ظاہر اور نمایاں ہونے کو پسند کرتا ہے اور تم سے شہرت حاصل کرنے کا خواہاں ہے تو ایسے کا حال تمہارے سامنے اس کی طرح ہے جو اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور تم اس کی تعریف کر کے اس کی معاونت کرنے والے ہو گے۔ ایسے شخص کی تعریف کو چھوڑ دینا ہی اس کے لئے افضل ہے اور اس میں تمہارے لئے بھی زیادہ سلامتی ہے۔ اگر تمہیں لگے کہ عطیہ کا اظہار کرنا نیکی کا سبب بنے گا اور لوگ نیک کام میں پیروی کریں گے تو اس کا اظہار کرو اور اگر دیکھو کہ حسد اور طلب کی وجہ سے اس عطیہ کا چھپانا نفس کی اصلاح کے زیادہ قریب ہے تو اس عطیہ کو پوشیدہ رکھو۔ ایک دانا (عقل مند) کا قول ہے: جو اپنے نفس کے لیے وہی چاہتا ہے جو اس کا نفس چاہتا ہے تو ایسے شخص کی نہ تعریف کرے، نہ اس کا شکریہ ادا کرے اور نہ ہی اس کا اظہار کرے۔ یہ وہ تفصیل ہے جسے صادقین نے بیان کیا۔

---

[1]......بخاری، کتاب الطب، باب من البیان سحرا، ۴/۴۰، حدیث: ۵۷۶۷

دوسری تفصیل

بے شک **اللہ** پاک کی خاطر عطیہ کے ظاہر کرنے میں حکمت، نعمت، لطف اور رحمت ہے۔ کبھی یہ پیشوائی کا سبب ہوتا اور رغبت وآمادگی کے ساتھ پیروی کا ذریعہ بنتا ہے، تو پھر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا اور اپنے لئے وہی پسند کرتا ہے جو دوسرے کے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ اظہار بھلائی کی کثرت کے لیے چابی اور عطا کے کاموں کے لئے دروازہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اظہار کا حکم اور اس کی دعوت آئی ہے اور یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان میں داخل ہے: "میری امت ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔"[1]

حدیث پاک میں ہے: کوئی بڑائی وہ ہے جسے **اللہ** پاک پسند کرتا ہے اور کوئی بڑائی وہ ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہے، صدقہ پر ناز کرنا **اللہ** پاک کو پسند ہے۔[2] دوسری حدیث پاک میں ہے: جہاد میں بڑائی جتانا **اللہ** پاک کو پسند ہے۔[3]

ایک روایت میں ہے: نیکی اور جہاد پر ناز کرنے کو **اللہ** پاک پسند فرماتا ہے۔[4]

یعنی اس کا مقصد ایک دوسرے پر آگے بڑھنے کی رغبت دلانا اور ایک دوسرے کو اس کی طرف بلانا ہو اس لئے اس کا عمل اس کے مسلمان بھائیوں پر ظاہر ہو نیز اپنی حرکات واقدام ان لوگوں پر ظاہر کرے جو نیکیاں کرنے میں سست ہیں۔

صدقہ واجبہ لینا افضل ہے یا نفلی صدقہ

اس بارے میں اختلاف ہے کہ صدقہ واجبہ لینا افضل ہے یا نفلی صدقہ۔ بعض علما کے نزدیک صدقہ واجبہ لے اور نفلی صدقہ قبول نہ کرے کیونکہ صدقہ واجبہ میں فقیر **اللہ** پاک کے حکم سے اپنا حصہ لیتا ہے

---

[1]......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب نصر المظلوم، ۲/۱۲۷، حدیث: ۲۴۴۶ بتغیر

[2]......نسائی، کتاب الزکاۃ، باب الاختیال فی الصدقۃ، ص ۴۲۰، حدیث: ۲۵۵۵

[3]......نسائی، کتاب الزکاۃ، باب الاختیال فی الصدقۃ، ص ۴۲۰، حدیث: ۲۵۵۵

[4]......لم نجد

اور جس طرح اللہ پاک نے زکوۃ کو فرض قرار دیا ہے اسی طرح فُقرا پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ اسے لیں کیونکہ فقرا اور مساکین اگر اس بات پر اتفاق کرلیں کہ وہ زکوۃ قبول نہیں کریں گے تو سب کے سب گناہ گار ہوں گے اور اموالِ زکوۃ میں سے اللہ پاک کے فرض کو ساقط کرانے کی وجہ سے وہ سب نافرمان شمار ہوں گے۔

عُلمائے کرام فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ واجبہ اسے کمزور اور مسکین لوگوں میں شامل کرتا ہے اور یہ عاجزی و تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ نیز علمائے کرام فرماتے ہیں: اس معاملے میں کسی کا بھی ان پر کوئی احسان نہیں ہے اور نہ ہی ہم پر ان کا کوئی حق لازم آتا ہے، کیونکہ ہم اس کے مستحق ہیں۔ یہ کہتے ہیں: ہمارے دین کے لیے اس میں زیادہ سلامتی ہے تاکہ ہمارا شمار ان لوگوں میں نہ ہو جو دین بیچ کر کھاتے ہیں اور اس لئے کہ ہم صرف حاجت اور حرمتِ اسلام کے سبب اس کے مستحق ٹھہرے ہیں۔ ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ہمارا نفلی صدقہ لینا دین بیچ کر کھانے میں نہ آجائے یا ہمیں ہماری نیکی اور ہماری فضیلت کے اعتقاد کی وجہ سے دیا جائے تو ہم پسند نہیں کرتے کہ فقرا کے علاوہ کسی اور شے کے ساتھ ہمیں خاص کیا جائے۔

یہ عبادت گزار علما کا مذہب ہے اور ان کا جو دین میں اپنی اصلاح اور نفس کی طرف نظر کرتے ہیں، یہی ان کے حال کا تقاضا اور ان کی توحید کی شہادت کا باعث ہے۔

علمائے کرام کی ایک جماعت نے صدقہ واجبہ کی جگہ نفلی صدقہ لینے کو افضل کہا ہے اور اسے تحفہ کے قائم مقام قرار دیا ہے اور ان کا کہنا ہے: اس کے قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تحفہ دینے کو مستحب قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس سے محبت اور الفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

مزید کہتے ہیں: ہم مساکین کے حقوق کے بارے میں ان سے مزاحمت نہیں کرتے کہ ہو سکتا ہے ہم میں ان کے اوصاف مکمل نہ ہوں اور ہم خوف رکھتے ہیں کہ ہم میں وہ شرط نہ پائی جائے جو شرط اللہ پاک نے اس کے واجب ہونے کے لیے قرار دی ہے۔ یہ بھی اندیشہ ہے کہ ہم صدقہ واجبہ کو اس کے حقیقی مصرف میں نہ رکھ سکیں یا ہم احتیاط نہ کرسکیں جس سے واجب ساقط ہو جائے لہٰذا نفلی صدقہ میں ہمارے لئے زیادہ وسعت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ پاک کی نعمتوں کی گواہی دیتے ہیں اور دین صرف اللہ ہی کا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔

یہ لوگ اپنی جانوں کے ذریعے یوں عمل کرنے والے ہیں کہ ان پر انعام کیا گیا ہے نہ یہ خود اپنی جانوں پر انعام کرنے والے ہیں اور یہ بعض اَہلِ معرفت کا طریقہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص اور حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا اور ان کی پیروی کرنے والے اسی طرف گئے ہیں۔

مصنف کا موقف

میرے نزدیک اس معاملے میں حکم یہ ہے کہ جو ہر شخص سے عطیہ نہ لے، نہ ہی ہر وقت لے، صرف حاجت کے وقت قبول کرے اور جتنا اس کے لیے ضروری ہے اتنا ہی لے اور پھر واجب میں اللہ پاک کا حکم قائم رکھے اور نفل میں اس کا حکم مانے تو یہ دونوں حالتیں قریب قریب ہیں، کیونکہ واجب کا حکم اللہ پاک کی طرف سے ہے اور نفل مستحب ہے اور اس میں بھی اللہ پاک کی اطاعت ہے لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ وہ اپنے دین کی طرف نظر کرے، اپنے مسلمان بھائی کے لیے محتاط رہے اور واجب یا نفل میں سے جو حکم اس وقت بجا لانا اہم ہو اس پر عمل کرے اور اس میں دونوں حالتیں برابر ہیں اور دنیاوی لذت کی خواہش میں اندھیرے کی طرف نہ دیکھے کہ اسی میں اس کی سلامتی ہے۔

❀❀ ❀❀ ❀❀

کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: دنیا سے جو بھی دن گزرتا ہے یہ کہتا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں جس نے مجھے دنیا سے نکالا اور اب میں دنیا کی طرف کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا۔ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۳/ ۳۲۵، رقم: ۴۱۲۱)

فصل 42

مسافر کا حکم اور سفر کے مقاصد کا بیان

اگر ارادت والے کو سفر کا معاملہ پیش آئے تو حدیث پاک میں ہے: تمام کے تمام شہر **اللہ** پاک کے ہیں اور تمام مخلوق اس کے بندے ہیں تو جہاں تم رزق پاؤ وہیں قیام کرو اور **اللہ** پاک کی حمد کرو۔[1]

مشہور روایت میں ہے: "سفر کرو غنیمت پاؤ گے۔"[2] آخرت والوں کی غنیمت آخرت کی تجارت کا نفع ہے اور **اللہ** پاک کا فرمان ہے جو سب سچوں سے بڑھ کر سچا ہے:

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ (پ۵، النسآء: ۹۷)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا **اللہ** کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔

اور **اللہ** پاک کا فرمان ہے:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا (پ۲۰، العنکبوت: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو۔

اور فرمان الٰہی ہے:

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ﴿۲۰﴾ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَفِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

چنانچہ جس کے لئے نشانیاں خود اس کے اندر بنائی گئی ہوں تو وہ غور و فکر کرتا اور سمجھتا ہے اور جس کے لئے نشانیاں دنیا میں ہوں وہ چلتا اور سیر کرتا ہے۔

اسی طرح **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] ......معجم کبیر، ۱/ ۱۲۴، حدیث: ۲۵۰۔ مسند امام احمد، مسند الزبیر بن العوام، ۱/ ۳۵۰، حدیث: ۱۴۲۰

[2] ......معجم اوسط، ۶/ ۱۲۶، حدیث: ۸۳۱۲

وَ اِنَّكُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مُّصۡبِحِيۡنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّيۡلِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۳۸﴾ (پ ۲۳، الصافات: ۱۳۷، ۱۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تم ان پر گزرتے ہو صبح کو اور رات میں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

سفر کی نشانیوں سے عبرت پکڑنا:

اور اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے:

وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ (پ ۱۳، یوسف: ۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔

چنانچہ جس کے پاس بصیرت ہو وہ سفر کرے تو اسے عبرت اور سمجھ حاصل ہو گی اور جو نشانیوں کے پاس سے گزرے گا تو انہیں دیکھ کر نصیحت حاصل کرے گا اور متوجہ ہو گا۔

اللہ پاک نے زمین کو تابع بنانے کی نعمت کا اظہار کیا، اس کے بعد اپنی کشادہ زمین کے راستوں میں چلنے اور اپنی دی ہوئی روزی سے کھانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِىۡ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ ؕ (پ ۲۹، الملک: ۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام (تابع) کر دی تو اس کے رستوں میں چلو اور **اللہ** کی روزی میں سے کھاؤ۔

اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس کے بازاروں میں چلو۔ یہ بھی کہا گیا ہے: اس کی بستیوں میں چلو اور ایک قول کے مطابق اس کے پہاڑوں میں چلو اور یہی قول مجھے زیادہ پسند ہے۔ زمین کی بلندیوں سے مراد بستیاں اور مناکب سے مراد پہاڑ ہیں کیونکہ وہ بلند ہیں۔

سیر و سیاحت کرو خوش رہو گے

حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: اے علما کے گروہ! سیر و سیاحت کرو خوش رہو گے کیونکہ پانی جب ایک مقام پر زیادہ دیر ٹھہرا رہتا ہے تو اس میں تبدیلی آجاتی ہے۔

منقول ہے کہ سفر کو سفر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں کے اخلاق کو ظاہر کرتا ہے اور اسی طرح یہ **اللہ** پاک کی نشانیوں، اس کی قدرت اور زمین میں اس کی حکمتوں کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

سفر کیسے شروع کرے؟

جب بندہ سفر کا پکا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ استخارہ کی دو رکعت نماز پڑھے، **اللہ** پاک پر پختہ توکل کرے، اس کی ذات کی طرف نظر کرنا اور اس سے مانوس ہونا اسے کافی ہو نیز اسی پر بھروسا اور اعتماد بھی ہو۔ سفر میں اپنے حال کو چھپائے رکھے، چلنے اور کسی جگہ ٹھہرنے میں **اللہ** پاک سے راضی رہے۔ اپنے سفر میں نشانیوں سے عبرت حاصل کرنے کی نیت کرے، نشانیوں کی طرف دیکھ کر غور و فکر کرے اور اچھے اسباب کے ذریعے **اللہ** پاک کا فضل چاہے۔

مسافروں پر مقرر فرشتے

منقول ہے کہ **اللہ** پاک نے مسافروں پر کچھ فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو ان کی نیتوں کو ملاحظہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق عطا کیا جاتا ہے تو جس کی نیت دنیا (کا حصول) ہو تو اسے دنیا میں سے دے دیا جاتا ہے اور اس کی آخرت میں سے کئی گنا کمی کر دی جاتی ہے، اس کی فکر منتشر ہو جاتی ہے اور لالچ و رغبت کی وجہ سے اس کی مشغولیت بڑھ جاتی ہے اور جس کی نیت آخرت کی ہو تو اسے بصیرت اور فَطانت (ذہانت) عطا کی جاتی ہے اور اس کے لئے اس کی نیت کے مطابق نصیحت اور عبرت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور اس کے ارادے مضبوط کر دیئے جاتے ہیں۔ قناعت اور زُہد کے ذریعے اسے دنیا کا مالک کر دیا جاتا ہے اور یہی اس کی مشغولیت ہوتی ہے نیز فرشتے اس کے لئے دعا اور **اللہ** پاک سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

سفر کرنے والے کی نیت

سفر کرنے والے کی نیت یہ ہو کہ اپنے دل کی اصلاح، نفس کی تربیت، حال کی جستجو اور اپنے اوصاف کی جانچ پڑتال کرے گا۔ اس لئے کہ نفس اقامت کی حالت میں اطاعت و فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتا ہے اور سفر میں کبھی کبھار عاجز آ کر فرماں بردار ہو جاتا ہے۔ پھر جب اس پر سفر کی مشقتیں پڑتی ہیں اور جب حاصل ہونے والی معلومات کی سچائیاں نفس پر آشکار ہوتی رہتی ہیں تو وہ اپنی عام عادات سے نکل جاتا ہے جو اس کا معیار ہوتا ہے پھر نفس کی حقیقت واضح ہو جاتی اور اس کے اسباب ظاہر ہو جاتے ہیں۔ تو علم اور بصیرت کے ساتھ

سفر کرنے والا اپنے نفس کی پوشیدہ اور مخفی چیزوں کو جان لیتا ہے اور یہی زمین کی چھپی چیزوں میں سے ہے جسے اللہ پاک اپنے چاہنے والے کے لئے جب چاہتا ہے نکالتا ہے جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (پ۱۹، النمل: ۲۵) ترجمۂ کنز الایمان: نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں۔

عِلمِ دین کے لئے سفر

اگر سیاحت کرنے والا علم کی طلب کے لئے سفر کرے تو اللہ پاک کے فرمان: "اَلسَّآىِٕحُوْنَ" (پ۱۱، التوبۃ: ۱۱۲) کی تفسیر میں آیا ہے کہ اس سے مراد علم کی طلب میں نکلنے والے ہیں۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد علم دین حاصل کرنے والے طلبا ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ایک حدیث کی طلب میں کئی دنوں کا سفر کیا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا امام شعبی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص ملک شام سے ملک یمن کے دور دراز کونے تک ایک ایسے کلمہ کے لئے سفر کرے جو ہدایت پر اس کی راہ نمائی کرے تو میں اس کے سفر کو ضائع نہیں سمجھتا۔

ایک حدیث سننے کے لئے ایک ماہ کا سفر

حضرت سیِّدُنا جابر بن عَبْدُ اللہ انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن اُنَیس رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ایک حدیث سننے کے لئے چند صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ مدینہ منورہ سے مصر تک ایک ماہ کا طویل سفر کیا اور حدیث سماعت کی۔

جنہوں نے طلبِ عِلم کے لیے عہدِ صحابہ سے آج تک سفر کیا ان کی تعداد شمار سے باہر ہے۔

طلب علم کے لئے سفر کی فضیلت

حدیث پاک میں ہے: جو اپنے گھر سے علم کی طلب میں نکلا وہ اللہ پاک کی راہ میں ہے یہاں تک کہ واپس لوٹ آئے۔[1]

---

[1] ......ترمذی، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ۴/ ۲۹۴، حدیث: ۲۶۵۶

دوسری حدیث میں ہے: جو علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلے **اللہ** پاک اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔[1]

یہ بھی کہا گیا ہے: علم کی راہ میں خرچ کرنا راہِ خدا میں خرچ کرنے کی طرح ہے اور ایک درہم خرچ کرنے کا ثواب 700 دراہم تک ہے۔

اگر نیک لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے سفر کرتا ہے تو اس بارے میں منقول ہے کہ بزرگانِ دین نیک لوگوں سے ملاقات کے لئے حج پر جایا کرتے تھے حالانکہ حج خود افضل ترین سفر ہے مگر بزرگانِ دین اسے نیک لوگوں سے ملاقات کا سبب بناتے تھے۔

دین کی سلامتی اور گوشہ نشینی کے لئے سفر

اگر شہروں سے اپنے دین کی سلامتی کی امید سے اور شہر سے اقامت میں دنیا سے نفسانی تعلق سے دوری کے لئے دوسری جگہ چلا جائے تو یہ اچھی چیز ہے۔

کبھی سفر کرنا گوشہ نشینی اور عاجزی کی تلاش میں ہوتا ہے، شہرت کے فتنہ کے خوف سے شہر کو چھوڑنا ہوتا ہے، اپنے دل کی اصلاح کرنے کی امید سے اور لوگوں سے دور رہ کر اپنے حال کی استقامت کے لئے شہر سے دوری اختیار کرنی ہوتی ہے، نیز لوگوں سے جدا اور اکیلے رہ کر اپنی اصلاح بھی مقصود ہوتی ہے یہاں تک کہ یقین قوی اور دل مطمئن ہو جائے اور اس کے نزدیک سفر و حضر برابر ہو جائیں۔ لوگوں کی طرف توجہ نہ کرنے کے سبب اس کے نزدیک لوگوں کا ہونا اور نہ ہونا یکساں ہو جائے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے (اپنے زمانے کے متعلق) فرمایا: یہ بُرے لوگوں کا زمانہ ہے اس میں گمنام رہنے والے بھی محفوظ نہیں تو مشہور لوگ کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں؟ یہ ایسا زمانہ ہے جس میں بندہ ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرتا رہے، جب ایک شہر میں جان پہچان بڑھ جائے تو دوسرے شہر کی طرف چلا جائے۔

حکایت: سستائی کی خاطر سفر

حضرت سیِّدُنا ابُونُعَیم فَضْل بن دُکَیْن کوفی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری

---

[1] ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن... الخ، ص ۱۱۱۰، حدیث: ۲۸۵۳

رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو توشہ دان کاندھے پر رکھے اور پانی کا کوزہ ہاتھ میں لئے دیکھا (گویا کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں)۔ میں نے کہا: اے اَبُوعبدُ اللہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: مجھے خبر ملی ہے کہ فلاں گاؤں میں اناج بہت سستا ہے، لہٰذا میرا وہاں رہائش اختیار کرنے کا ارادہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا اَبُونُعَیم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: اے اَبُوعبدُ اللہ! آپ بھی ایسا کریں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں! جب تمہیں خبر ملے کہ فلاں گاؤں میں چیزیں سستی ہیں تو وہاں کا قصد کرو کہ اس سے تمہارا دین محفوظ رہے گا اور فکریں کم ہوں گی۔

حضرت سیِّدُنا سَرِی سَقَطِی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ صوفیا سے فرمایا کرتے تھے: جب سردی چلی جائے اور چیت (ہندی سال کا بارھواں مہینا۔ وسط مارچ تا وسط اپریل) آجائے اور درختوں پر پتے نکل آئیں، اس وقت گھومنا پھرنا اچھا لگتا ہے۔

سب سے افضل سفر

سب سے افضل سفر یہ ہے کہ بندہ **اللہ** پاک کی راہ میں نکلے یعنی جہاد کرنے، حج کرنے، اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبرِ انور اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے مزارات کی زیارت کے لیے **اللہ** پاک سے اجر و ثواب کی امید پر سفر کرے۔

مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے سفر

جس بھائی سے **اللہ** پاک کی رضا کے لئے بھائی چارہ قائم کیا ہے اس کی ملاقات کے لئے سفر کرنا مستحب ہے۔ اس بارے میں اہلِ بیت اطہار کے ایک فرد سے ایک روایت بھی مروی ہے۔

کہا گیا ہے: تورات شریف میں مذکور ہے کہ ایک میل تک چل کر مریض کی عیادت کرو، دو میل تک چل کر جنازے میں شرکت کرو، تین میل تک دعوت میں جاؤ اور چار میل چل کر اپنے اس مسلمان بھائی سے ملاقات کرو جس سے **اللہ** پاک کے لئے بھائی چارا قائم کیا ہے۔[1]

مروی ہے کہ ایک آدمی **اللہ** پاک کی رضا کی خاطر اپنے دوست کی زیارت کے لیے کسی گاؤں کی طرف چلا تو **اللہ** پاک نے ایک فرشتہ اس کے راستے میں بھیجا۔ فرشتے نے اس آدمی سے پوچھا: کہاں جانے کا ارادہ

---

[1] ....مسند الفردوس، باب السین، ۱/ ۴۴۸، حدیث: ۳۳۴۰

ہے؟ آدمی نے کہا: میں فلاں گاؤں میں اپنے دوست کے پاس جارہا ہوں۔ فرشتہ نے پوچھا: کیا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ ہے جس کے لیے تُو صلہ رحمی کرنے جارہا ہے؟ آدمی نے کہا: ایسا نہیں ہے۔ فرشتہ نے پوچھا: کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے جسے چکانے کے لیے جارہا ہے؟ آدمی نے کہا: ایسا نہیں ہے، میں تو صرف **اللہ** کریم کی رضا کے لیے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں **اللہ** کریم کی طرف سے تمہاری طرف قاصد ہوں، تمہیں جنت کی خوشخبری دیتا ہوں اور اس بات کی بھی خبر دیتا ہوں کہ تمہارے اپنے بھائی سے ملاقات کرنے کی وجہ سے **اللہ** پاک نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔[1]

اسلامی سرحد پر پہرا دینے کے لئے سفر

اگر کسی نے تین یا 40 دن کے لئے اسلامی سرحد پر پہرا دینے کے لئے سفر کیا تو یہ اچھا عمل ہے۔ یوں ہی کوئی عبادان کی طرف سفر کرے اور وہاں تین دن اسلامی سرحد پر پہرا دے تو یہ بھی بہت اچھا ہے۔ ہم نے 300 علما اور عبادت گزاروں کو عبادان میں اسلامی سرحد پر پہرا دیتے دیکھا جس سے عبادان میں پہرا دینے کی عظمت واضح ہوتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا مولا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهُ الْکَرِیْم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے بصرہ کے ایک شخص کو عبادان میں تین دن پہرا دینے کا حکم فرمایا اور اسے اپنی صحبت میں شریک کیا۔

ایک عارف رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے مکاشفہ میں تمام شہر دکھائے گئے اور میں نے دیکھا کہ تمام سرحدیں عبادان کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔

مساجدِ ثلاثہ کی طرف سفر

جس نے ان تین مسجدوں میں سے کسی ایک کی طرف سفر کیا جن کی طرف کجاوہ کسنا مستحب ہے تو یہ افضل ہے۔ ان میں پہلی مسجد حرام، دوسری مسجد نبوی اور تیسری مسجد اقصیٰ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے ان تینوں مسجدوں میں اپنی رغبت سے نمازوں کو جمع کیا تو اس کے تمام گناہ

---

[1]......مسلم، کتاب البر والصلة، باب فی فضل الحب فی اللہ، ص ۱۰۶۵، حدیث: ۶۵۴۹

مصنف عبد الرزاق، باب فی المتحابین فی اللہ، ۱۰/۲۰۵، حدیث: ۲۰۴۹۶

بخش دیئے جائیں گے اور جس نے حج یا عمرہ کا احرام مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کی طرف باندھا وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسا اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا مدینہ منورہ سے بیت المقدس کے ارادے سے نکلے اور وہاں پانچ نمازیں پڑھیں پھر اگلے ہی روز مدینہ کی طرف لوٹ گئے۔

سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی ایک مقبول دعا

حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رب سے عرض کی: اے مولا! جس نے مسجد اقصیٰ کا ارادہ صرف اس میں نماز پڑھنے کے لئے کیا تو اُس سے اپنی نظر نہ پھیرنا جب تک وہ بندہ اس میں ٹھہرا ہوا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائے اور اے مولا! تو اسے گناہوں سے اس طرح نکال دے جس طرح یہ اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ اللہ پاک نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اس دعا کو قبول فرمایا۔

بہر حال حرمین طیبین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کی دونوں مسجدوں کے فضائل کی بات ہے تو ایک حرم وہ ہے جسے اللہ پاک نے حرم قرار دیا ہے اور دوسرا وہ ہے جسے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حرم قرار دیا ہے، ان دونوں کے فضائل بہت زیادہ ہیں، سب کا ذکر ہم نہیں کر سکتے۔

سفر میں دو قربتیں

اگر کسی نے حلال کی طلب اور لقمۂ حرام سے بچنے کے لئے سفر کیا تو اس کے لیے دو قربتیں (نیکیاں) ہیں اور ہر زمانے کے نیک لوگوں نے اس طرح کے سفر کو اختیار کیا ہے۔

بندے کو چاہیے کہ سفر میں اپنے ارادے پر توجہ رکھے، اپنے دل کو بکھرنے اور مخلوق کی طمع سے بچائے نیز لوگوں سے مانگنے سے بچے۔ اگر اس کے پاس مال کا کوئی مقرر ذریعہ نہ ہو تو اس کی دولت خوب جاننے والی اور محبت کرنے والی اللہ پاک کی ذات ہے اور اسی کی طرف سچے توکل کی راہ ہے۔ سفر میں بندے کا زادِ راہ اچھی پرہیز گاری کے ساتھ لوگوں سے ناامیدی ہو، مصیبتیں آنے پر صبر ہو اور قضائے الٰہی پر رضا ہو۔ خواہ وہ روکے یا عطا کرے، تنگی میں رکھے یا فراخی دے، ہر حال میں اس کی عمدہ نعمتوں پر شکر ہو کیونکہ وہ اس کارساز کے ہاتھ میں ہے جو جیسے چاہے اسے بدلے۔ متوکلین کے نزدیک توکل اللہ پاک کے لئے صبر کرنے کو کہتے

ہیں اور حاکم حقیقی کے لئے حکم خداوندی کو تسلیم کرنا ہے۔ اسی سے اللہ پاک کا فرمان ہے:

اَلَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿۵۹﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اور اللہ پاک کا فرمان ہے:

اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ ۚ (پ ۱۳، یوسف: ۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا۔

مفلسی کی وجہ سے سفر سے پیچھے نہ ہٹو

ایک شخص نے حضرت سیّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: میں سفر کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ فرمایا: مفلسی کی وجہ سے سفر سے پیچھے نہ ہٹو، اپنی منزل کی طرف بڑھو، اگر اللہ پاک تمہیں دوسرے کے حصہ کا نہیں دے گا تو تمہارے حصہ کا تو ضرور عطا فرمائے گا۔

حضرت سیّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہاتھ خالی اور دل پاک ہو تو جہاں چاہو جاؤ۔

جان پر بن آئے تو مانگنا فرض ہے

جس کے پاس فاقہ آجائے یا حاجت درپیش ہو نیز قوت اور برداشت بھی جواب دے دے تو ایسا شخص مانگنے کی وجہ سے توکل سے نہیں نکلے گا کیونکہ ایسی صورت میں وہ اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے ربّ کی خاطر (اس کا حکم بجالانے کے لئے) مانگ رہا ہے۔ نفس کی خواہش نے اسے مانگنے پر نہیں اکسایا بلکہ علم نے ایسا کرنے کا کہا تاکہ فرض کی بجا آوری ہو اور عقل کی حفاظت رہے جو تکلیف کا مقام ہے۔ مروی ہے کہ جسے بھوک پہنچی اور اس نے کھانے کے لئے نہ مانگا یہاں تک کہ مر گیا تو جہنم میں جائے گا۔[1] ایسا اس لئے کہ جب بھوک برداشت سے باہر ہو جائے اور بندے کو جان جانے کا خوف ہو تو اس وقت سوال نہ کرنا ہلاکت کا سبب ہے کیونکہ بھوک بھی قتل کرنے والی ایک موت ہے۔

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، سفیان الثوری، ۶/ ۴۳۲، رقم: ۹۲۸۱

سب سے پاکیزہ حلال

حدیث پاک میں ہے: سب سے پاکیزہ حلال وہ ہے جو بندہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے۔[1] اس حدیث کی تاویل میں ایک متاخر صوفی فرماتے ہیں: اس سے مراد فاقہ پڑنے پر مانگنا ہے۔ البتہ میں اس تاویل سے متفق نہیں اور اس تاویل کو حضرت سیِّدُنا جعفر خلدی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ نے صوفیا کے ایک شیخ سے روایت کیا اور اسے اچھا قرار دیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خراز رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ فاقہ پڑنے پر ہاتھ پھیلاتے اور کہتے: **اللہ** کے لئے کچھ دو۔

حضرت سیِّدُنا ابو جعفر حداد رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ کے شیخ تھے۔ آپ کا توکل، علم اور زُہد میں ایک حال تھا۔ آپ مغرب اور عشا کے درمیان کھانے کے لیے نکلتے تھے اور ایک یا دو دروازوں پر جا کر مانگا کرتے تھے۔ کبھی ایک اور کبھی دو دن تک بعض ضرورتوں میں آپ کا یہی طریقہ کار لوگوں کو معلوم تھا اور اس معاملے میں خواص میں سے کسی نے آپ پر عیب نہ لگایا۔

حکایت: ایک صوفی بزرگ کا طرزِ عمل

کسی نے ایک صوفی شخص کو دیکھا کہ اسے دن کی ابتدا میں ایک تھیلی دی گئی جس میں کئی سو دراہم تھے۔ ان صوفی بزرگ نے وہ سب دراہم تقسیم کر دیئے اور عشا کے بعد کھانے کے لئے سوال کیا۔ دیکھنے والے نے انہیں ملامت کی اور کہا: آپ کو دراہم دیئے گئے اور آپ نے سب تقسیم کر دیئے، اگر آپ رات کے کھانے کے لئے کچھ بچا کر رکھ لیتے تو کیا جاتا؟ ان صوفی بزرگ نے فرمایا: مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ شام تک زندہ رہوں گا، اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا۔ یہ صوفی بزرگ دنیا سے بے رغبت اور کم امید والے تھے۔

البتہ خواص کے نزدیک متوکل کا سوال کرنا اسے توکل سے نکال دے گا۔ حضرت سیِّدُنا سہل تستری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ فرمایا کرتے تھے: متوکل مانگتا نہیں، نہ کسی چیز کو رد کرتا ہے اور نہ ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔

---

[1]......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب البیوع، باب فی الکسب، ۵/ ۳۷۴، حدیث: ۲، نحوہ

مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ، ۳/ ۲۳۱، حدیث: ۸۴۲۰، نحوہ

فاقہ کے وقت سوال توکل کے خلاف نہیں

میرے نزدیک فاقہ کے وقت سوال کرنا توکل سے نہیں نکالے گا بلکہ صبر اور قوت کا ختم ہونا اللہ پاک کی طرف سے ایک اجازت ہے جبکہ اس کی نظر ہر حال میں حقیقی کارساز پر ہو جو حالات بدلتا رہتا ہے اور اس لئے بھی کہ کام بنانے اور خوبیوں والے رب کی ذات ہر حال میں اپنے ولی کو قبول کرتی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک اہْلِ ظاہر کے امام اور دوسرے اہل باطن کے امام نے بستی والوں سے کھانا مانگا (جیسا کہ قرآن پاک میں ہے)۔ نیز اس لئے بھی کہ ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائیوں پر اسلامی حرمت کے سبب یہ حق بنتا ہے کہ وہ اس کی بھوک کو مٹائیں۔ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: رات کی مہمانی واجب ہے۔[1] اور ارشاد فرمایا: رات کی مہمان نوازی مہمان کا حق ہے۔[2] ایک روایت میں ہے: تیرے لئے حق ہے کہ (جب کوئی تیری مہمان نوازی نہ کرے) تو ایک رات کی مہمان نوازی کے بدلے اس کے مال سے لے سکتا ہے۔[3] حدیث پاک میں ہے: کسی علاقہ والوں یا بستی میں کوئی مسلمان بھوکا رات گزارے تو میں ان کے ذمہ سے بری ہوں۔[4]

حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حجاز سے لے کر یمن کے علاقہ صنعاء تک کا سفر کرتے تو راستے میں جو جنگلات آتے ان کے رہنے والوں سے سوال کرتے تھے اور کہتے تھے: میں انہیں مہمان نوازی کے متعلق حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی یہی حدیث پاک یاد دلاتا تو وہ مجھے کھانا دیتے تھے۔ میں پیٹ بھر کر کھاتا اور جو بچ جاتا وہ چھوڑ دیتا۔

اِبن سبیل سے مراد

مسافر وہی ابنِ سبیل ہے جس کے حق کو اللہ پاک نے مال میں لازم قرار دیا ہے کیونکہ سبیل کا معنیٰ راستہ ہے اور ابن سے مراد اس راہ پر سواری کرنے والا ہے، یہی صاحب طریق اور راہ چلنے والا ہے۔

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الضیف، ۴/ ۱۹۲، حدیث: ۳۶۷۷

[2] ......ابوداود، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی الضیافة، ۳/ ۴۸۱، حدیث: ۳۷۵۰۔ معجم کبیر، ۲/ ۲۳، حدیث: ۱۲۹۷

[3] ......ابوداود، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی الضیافة، ۳/ ۴۸۲، حدیث: ۳۷۵۱، نحوہ

[4] ......مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، ۲/ ۲۷۰، حدیث: ۴۸۸۰

اپنے مسلمان بھائی کے پاس تین دن سے زیادہ قیام کرنے پر اس کے بھائی کے لئے اس پر کچھ لازم نہیں کیونکہ اب اس کا قیام اس سے بڑھ گیا ہے جو اس کے لئے جائز کیا گیا تھا۔

مہمان نوازی تین دن ہے

رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مہمان نوازی تین دن ہے اور اس سے جو زائد ہے وہ صدقہ ہے۔[1] تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کے پاس نہ ٹھہرے کیونکہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پاس تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے کہ اسے تنگی میں ڈال دے۔[2]

میزبان کے پاس تین دن سے زیادہ ٹھہرنا

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان: "تین دن سے زائد صدقہ ہے۔"[3] کی تاویل میرے نزدیک یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور یہ مستحب اور مامور بہ نہیں ہے۔ اگر میزبان نے صدقہ کو اختیار کیا اور اپنے دل میں اس کو بُرا نہ جانا تو وہی زیادہ جاننے والا ہے یعنی تین دن تک مہمان کی مہمان نوازی کرنا اس کا حق ہے اور واجب ہے، اگر میزبان نے تین دن سے زیادہ رہنے کا کہا یا مہمان کو معلوم ہے کہ میزبان تین دن سے زیادہ رہنے کو بھی پسند کرتا ہے تو اب رہنے میں حرج نہیں۔

ایک صوفی بزرگ نے فرمانِ نبوی کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ تین دن سے زیادہ ٹھہرنا مہمان کی طرف سے گھر والوں پر صدقہ ہے کہ وہ اپنے ٹھہرنے کے ذریعے ان پر صدقہ کرتا ہے کیونکہ وہ ان کے ثواب کا سبب بنتا ہے مگر مجھے یہ تاویل پسند نہیں آئی۔

سفر بندوں کے اخلاق کھولتا ہے

مسافر کو چاہیے کہ وہ اپنی نمازوں کو ان کے اوقات میں اچھی طہارت اور عمدہ ادائیگی کے ساتھ ادا کرتا

---

[1]......مسند امام احمد، مسند ابی هريرة، ۳/ ۲۳۴، حديث: ۹۵۲۹

[2]......ترمذی، كتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الضيافة، ۳/ ۳۹۰، حديث: ۱۹۷۵، نحوه

[3]......مسند امام احمد، مسند ابی هريرة، ۳/ ۲۳۴، حديث: ۹۵۲۹

رہے اور اپنے دل کو بکھرنے سے بچائے کیونکہ سفر ارادت مند کے ارادوں کو منتشر کر دیتا ہے، عارفین کے ارادے کو مضبوط کرتا ہے، کمزور لوگوں کے دلوں کو مشغول کرتا اور قوی لوگوں کے دلوں کو راحت دیتا ہے نیز سفر آزمائش ہوتا ہے اور بندوں کے اخلاق کو بھی کھولتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ایک شخص سے کسی کی شہادت قبول کرنے کے متعلق پوچھا تو اس نے اس شخص کی اچھائی بیان کی۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: کیا تم نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے جس سے اس کے اچھے اخلاق کا پتا چلتا؟ اس شخص نے عرض کی: نہیں۔ فرمایا: میرا نہیں خیال کہ تم اسے جانتے ہو۔

کسی شخص کے اچھا ہونے کی دلیل

بعض سلف سے منقول ہے کہ جب کسی شخص کی اقامت اور سفر میں اس کے ساتھی اس کے معاملات پر تعریف کریں تو تمہیں اس وقت اس کے اچھے ہونے میں شک نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ سفر اخلاق خراب کرتا ہے، اکثر اس کی وجہ سے دل تنگ رہتا ہے اور بخل و لالچ جیسی نفس کی چھپی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔

ہر وہ شخص جس کی صحبت سفر میں اچھی ہوتی ہے اقامت میں بھی اچھی ہوتی ہے اور ایسا نہیں ہے کہ جس کی صحبت اقامت میں اچھی ہوتی ہو سفر میں بھی اچھی ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: تین شخصوں کے تنگ دل ہونے پر ملامت نہیں: روزہ دار، مریض اور مسافر۔

مسافر کو چاہیے کہ وہ چار چیزوں کو اپنے سے جدا نہ کرے: ڈول، رسی، سلائی کے لئے سوئی اور قینچی۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ توکل والے بزرگوں میں سے ہونے کے باوجود ان چار چیزوں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور کہتے تھے: یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں۔

دین میں نقصان پر دلیل

ایک صوفی بزرگ فرماتے ہیں: اگر کسی فقیر کے پاس ڈول اور رسی نہ ہو تو یہ اس کے دین میں نقصان پر دلیل ہے۔

اربابِ قلوب اور اہلِ معاینہ میں سے ایک جماعت کا طریقہ تھا کہ جب ان کے نفوس کسی شہر میں

اقامت اختیار کر لیتے یا کسی جگہ ٹھہر جاتے تو وہ اپنی عادت کو ختم کرنے کے لیے اور تنگدست یا بے وقعت ہونے کو ترجیح دینے کے لئے وطن سے دوری اختیار کرتے اور کہتے: مومن تنگدست یا بیمار یا بے وقعت ہونے سے خالی نہیں ہوتا۔ انہیں جب لوگوں کی طرف سے عزت ملنے کا اندیشہ ہوتا تو اسے ختم کرنے کے لئے اور شہرت سے دوری کے لئے سفر پر نکل جاتے۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کسی شہر میں 40 دن سے زیادہ نہیں ٹھہرتے تھے۔ وہ اس ٹھہرنے کو اپنے توکل میں عیب خیال کرتے، اپنے نفس کا امتحان لیتے اور اپنے حال کو ظاہر کرتے تھے۔

حکایت: نفس کی مخالفت

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں 11 دن تک بغیر کچھ کھائے پیے جنگل میں رہا، میرے دل میں آیا کہ جنگل کی گھاس کھاؤں، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام میری طرف تشریف لا رہے ہیں، میں ان سے دور بھاگنے لگا، میں نے مڑ کر انہیں دیکھا تو وہ بھی واپس جا رہے تھے۔ **اللہ** کے ولی کی شان دیکھو! انہوں نے میرے توکل کو خراب نہ ہونے دیا۔ ان بزرگ سے پوچھا گیا: آپ ان سے دور کیوں بھاگے؟ فرمایا: میرا نفس یہ چاہ رہا تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام مجھے کچھ کھلا دیں (تو میں نے اپنے نفس کی مخالفت کی)۔

دل یا نفس کے سکون میں فرق

اہلِ دل مسافر پر یہ لازم ہے کہ وطن میں ٹھہرنے یا سفر کرنے میں دل کے سکون اور نفس کے سکون کے درمیان فرق کرے کیونکہ اس میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔ وہ شخص جس کے پاس بصیرت نہیں ہوتی، نہ اپنے حال کی تفتیش کرتا ہے اور نہ وہ اپنے حال میں سچا ہوتا ہے وہ سکونِ نفس کو سکونِ قلب گمان کر لیتا ہے اس کی وجہ سے اس میں نقص پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اس نقص کو سمجھ نہیں پاتا۔ اگر اس کا دل وطن یا سفر کسی ایک میں سکون پاتا ہو، اس میں اس کے دین کی بہتری، آخرت کا فائدہ اور اپنے رب سے محبت حاصل ہو تو یہی سکونِ قلب ہے کیونکہ وہ ایمانی اخلاق اور جس بارے میں علم وارد ہوا ہے اس سے سکون پاتا ہے۔ اگر اس کا نفس وطن یا سفر میں کسی ایک سے سکون پاتا ہو یعنی کسی فوری لذت، دنیاوی نفع اور نفسانی خواہش کی موافقت سے سکون پاتا ہے تو یہی نفس کا سکون ہے کیونکہ وہ نفسانی خواہش سے سکون پاتا ہے۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ وطن

میں ہے تو سفر پر چلا جائے اور سفر میں ہے تو وطن کی طرف لوٹ آئے۔ جس کا سفر ایسا نہ ہو یعنی اس سفر میں وہ اپنے حال کے بارے میں غور و فکر نہ کرے اور **اللہ** کے احکام پر اچھے طریقے سے قائم نہ رہے تو یہ شخص خواہش اور فتنہ میں مبتلا ہے اور اس کا سفر اس پر ایک مصیبت اور آزمائش ہے۔

فیصلہ کن بات

فیصلہ کن بات یہ ہے کہ جس کا سفر میں یہ حال ہو کہ وہ کسی حال میں مشغول نہ ہو، اس کا ارادہ پختہ نہ ہو، وقت کا پابند نہ ہو، نہ اس کے پاس کوئی پناہ گاہ ہو جس کے سائے میں وہ رہے، نہ اس کے پاس کوئی باعثِ ترغیب ٹھکانا ہو، نہ باطن کی کوئی تیاری ہو اور نہ ہی عالم کا علم حاصل ہو تو ایسے شخص کے حال کے لئے سفر کے بجائے اقامت ہی زیادہ موافق ہے، اس میں اس کے دل کی زیادہ اصلاح اور اس میں اس کے نفس کے لئے زیادہ سکون ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر میں راز کھلتے اور ارادے کمزور ہوتے ہیں۔ بعض اوقات مال کی موجودگی کے سبب خوف ہوتا ہے اور بعض اوقات سامان کا ختم ہونا غمگین کرتا ہے۔ کبھی مخلوق کی طرف سے عزت و شرف ملنے کے سبب عزت کی طمع ہوتی ہے، کبھی کسی کے نہ ہونے کی وجہ سے دل کمزور ہوتا ہے، کبھی کسی بندے سے ملنے کی وجہ سے دل قوی ہوتا ہے اور کبھی جو موجود ہو اس کے گم ہونے کی وجہ سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ ایسے لوگ سفر میں نقصان اٹھاتے ہیں جو ان چیزوں کی تمنا کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ سفر قوی لوگوں کے ارادوں کو مضبوط کرتا، کمزور لوگوں کے دل کے ٹکڑے کر دیتا اور مبتدیوں کے احوال بدل دیتا ہے۔ پھر جس کے دل کی اصلاح اور اس کے حال کی استقامت قیام کی حالت میں نہ ہو تو اس کے حال کی اصلاح اور اس کے دل کی استقامت سفر میں بھی نہیں ہوتی۔ کسی سیر و سیاحت کرنے والے نے سفر کے بارے میں یہ اشعار کہے:

اَلِفْتُ التَّفَرُّدَ وَالْغُرْبَہ ۔۔۔ فَفِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَطَأُ تُرْبَہ

فَیَوْمٌ مُّقِیْمٌ عَلٰی نِعْمَہ ۔۔۔ وَیَوْمٌ مُّطِلٌّ عَلٰی نَکْبَہ

وَمِمَّا یَطِیْبُ نَفْسَ الْغَرِیْبِ ۔۔۔ حَبِیْبٌ تَطِیْبُ بِہِ الصُّحْبَہ

ترجمہ: مجھے تنہائی اور سفر سے محبت ہوئی تو میں ہر روز نئی زمین پر قدم رکھتا ہوں۔ ایک دن میں نعمتوں میں ہوتا ہوں اور ایک دن مجھے آزمائش کا سامنا ہوتا ہے۔ مسافر کے دل کو خوش کرنے والی چیزوں میں سے ایک اچھی صحبت والا دوست ہے۔

اکیلے سفر کرنے کی ممانعت

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اکیلا سفر کرے[1] اور ارشاد فرمایا: تین لوگ جماعت ہیں۔[2]

ایک روایت میں ارشاد فرمایا: جب سفر میں تین شخص ہوں تو ایک کو امیر (یعنی اپنا سردار) بنالیں۔[3]

اسلاف کرام ایسا ہی کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: یہ ہمارا امیر ہے جسے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر بنایا ہے۔[4] ایسا کرنا مستحب بھی ہے۔

سیر و سیاحت جماعت کے ساتھ بہتر ہے

روایت میں آیا ہے: بہترین ساتھی چار لوگ ہیں۔[5] سفر میں جماعت کے ساتھ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کم سے کم جماعت دو لوگ ہیں اور تین یا چار لوگ ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔ البتہ حصولِ عبرت کی خاطر سفر میں اکیلا ہونا ہی اچھا ہے اور اگر تین شخص ایک ہی دل، ایک ہی ارادے اور ایک ہی حال والے سیاحت کرنے میں اکٹھے ہوں تو وہ ایک ہی شخص کی طرح ہیں۔ یہ اچھا ہے اور اس میں نیکی و پرہیزگاری پر تعاون بھی ہے۔ **اللہ** پاک نے جس سے مدد روک دی اور اپنے ساتھ سے محروم کیا اس کے بارے میں فرمایا:

لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ ۱۷، الانبیآء: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ اپنی ہی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی یاری ہو۔

اللہ پاک نفس کے خلاف جس کی مدد کرتا ہے، اسے اپنی صحبت سے نوازتا ہے اور جسے **اللہ** پاک اپنی صحبت سے نہیں نوازتا اس کے نفس کو اس پر مسلط کر دیتا اور اسے نفس کے قابو میں دے دیتا ہے۔

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الجهاد، من کره للرجل ان یسافر وحده، ۷/ ۷۲۶، حدیث: ۷

[2] ......ترمذی، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی کراهیة ان یسافر الرجل وحده، ۳/ ۲۵۶، حدیث: ۱۶۸۰، نحوه

[3] ......ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی القوم یسافرون یؤمرون أحدهم، ۳/ ۵۱، حدیث: ۲۶۰۹

[4] ......مسند بزار، مسند عمر بن الخطاب، ۱/ ۴۶۲، حدیث: ۳۲۹

[5] ......ابو داود، کتاب الجهاد، باب فیما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا، ۳/ ۵۲، حدیث: ۲۶۱۱

سفر میں بھی نیت اور اخلاص کی ضرورت ہے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سفر بھی اعمال میں سے ایک عمل ہے کہ جس میں نیت اور اخلاص کی ضرورت ہے۔ کوئی سفر فرض ہوتا ہے اور وہ گناہوں سے بھاگنے کے لئے سفر کرنا ہے۔ کوئی سفر فضیلت والا ہوتا ہے اور یہ وہ سفر ہے جس میں **اللہ** پاک کی اطاعت ہو، کوئی سفر مباح ہوتا ہے اور وہ تجارت کرنے کے لیے سفر کرنا ہے اور کوئی سفر گناہ ہوتا ہے اور وہ فتنہ وفساد پھیلانے کے لئے سفر کرنا ہے۔ یہ سفر کی وہ قسم ہے جس میں نماز قصر کرنا جائز نہیں[1] اور نہ ہی اس میں اضطرار کی حالت میں مردار کھانا جائز ہے[2]۔

روزی میں برکت کا وظیفہ

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ **اللہ** پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَّمِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَّخْرَجًا وَّرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ یعنی جو استغفار کو خود پر لازم کرلے **اللہ** پاک اسے ہر غم سے نجات دے گا اور ہر تنگی سے چھٹکارے کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔

(ابن ماجۃ، کتاب الادب، باب الاستغفار، ۴/۲۵۷، حدیث: ۳۸۱۹)

---

[1]......احناف کے نزدیک: مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے۔ مطلق ہے اس کا سفر جائز کام کے لیے ہو یا ناجائز کے لیے بہر حال مسافر کے احکام اس کے لیے ثابت ہوں گے۔ (بہار شریعت، حصہ 4، 1/743، 744 ملتقطا)

[2]......احناف کے نزدیک: اضطرار کی حالت میں یعنی جبکہ جان جانے کا اندیشہ ہے اگر حلال چیز کھانے کے لیے نہیں ملتی تو حرام چیز یا مردار یا دوسرے کی چیز کھا کر اپنی جان بچائے اور ان چیزوں کے کھالینے پر اس صورت میں مؤاخذہ نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 16، 3/373)

فصل 43

امامت کا حکم اور امامت و مقتدی کے احکام کا بیان

اگر مرید اپنے علاقہ کا امام ہو تو اسے امامت کے تمام شرعی احکام پر عمل کرنا چاہیے، ایسی صورت میں وہ اپنے مقتدیوں کے برابر اجر کا مستحق ہو گا کیونکہ وہ **اللہ** پاک کی طرف بلانے والا، **اللہ** پاک اور بندوں کے درمیان واسطہ، مقتدیوں کا پیشوا اور راہنما ہوتا ہے۔

امام امیر ہے

حدیث پاک میں ہے: امام امیر ہے جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔[1] دوسری حدیث میں ہے: اگر امام نماز پوری کرے تو اسے بھی ثواب ملے گا اور مقتدیوں کو بھی اور اگر پوری نہ کرے تو اسی پر گناہ ہے مقتدیوں پر نہیں۔[2]

ایک روایت میں ہے: تمہارے امام **اللہ** پاک کی بارگاہ میں تمہارے وفد ہیں تو اگر تم اپنی نمازوں میں پاکیزگی چاہتے ہو تو اپنے بہترین لوگوں کو امام بناؤ۔[3]

حدیث مشہور میں ہے: امام ضامن ہے اور مؤذن امین، اے **اللہ**! اماموں کی راہ نمائی فرما اور مؤذنوں کو بخش دے۔[4]

تین لوگوں کی نماز قبول نہیں

حدیث پاک میں ہے: تین لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔[5] اور ایک روایت میں یوں ہے: ان لوگوں کی نماز ان کے سروں سے بلند نہیں ہوتی: بھاگا ہوا غلام، وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور قوم کا وہ امام

---

[1] ......بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی السطوح والمنبر والخشب، ١/١٥١، حدیث: ٣٧٨

مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب ھل یؤم الرجل جالسا، ٢/٣٠٦، حدیث: ٤٠٩٦

[2] ......ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ما یجب علی الامام، ١/٥٢١ تا ٥٢٢، حدیث: ٩٨١، ٩٨٣

[3] ......سنن الدارقطنی، کتاب الصلاۃ، تقدیم الاکبر فی الصلاۃ، ٢/١٥٢، حدیث: ١٣١٢

معجم الصحابۃ للبغوی، مرثد بن ابی مرثد الغنوی، ٥/٣٣١، حدیث: ٢٢٢٩

[4] ......ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ما یجب علی المؤذن من تعاھد الوقت، ١/٢١٨، حدیث: ٥١٧

[5] ......ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یؤم القوم وھم لہ کارھون، ١/٢٣٣، حدیث: ٥٩٣

جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔[1]

امامت کی چند شرائط

سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ امام فسق وفجور اور کبیرہ گناہوں سے بچنے والا ہو، صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے والا نہ ہو، قرآن کا قاری ہو یا بغیر لحن اور معنیٰ بگاڑے صحیح پڑھنے والا ہو، نماز کے فرائض، سنتوں اور کن چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے انہیں جاننے والا ہو نیز کن اُمور سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے اور کن سے نہیں اس بات کا علم رکھنے والا ہو۔

امام کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے تو۔۔۔!

اگر امام کو نماز میں کوئی حدث لاحق ہو جائے یا اسے نماز میں یاد آئے کہ اس کا وضو نہیں تھا تو تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرے، نماز سے نکل جائے اور اپنے قریب والے شخص کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ اسے خلیفہ بنا دے۔ اماموں کے امام حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایسا معاملہ درپیش ہوا تو آپ نماز سے نکل آئے اور ایسا اس لیے کیا کہ آپ کو اپنا جنبی ہونا یاد آیا۔ چنانچہ آپ نے غسل فرمایا پھر واپس آکر نماز میں شامل ہو گئے۔[2]

لہٰذا امام کو چاہیے کہ نماز کے دوران حدث لاحق ہو جائے تو وہ بھی ایسا ہی کرے۔ اگر امام کو یاد آئے کہ وہ بغیر طہارت کے ہے اور نماز شروع کر چکا ہے تو نماز توڑ دے اور کسی کو خلیفہ نہ بنائے اور (طہارت کے بعد) لوگوں کو شروع سے نماز پڑھائے۔ امام کو اپنی طہارت کے کامل ہونے کا یقین ہونا چاہئے اور نماز کے کامل ہونے کا بھی یقین ہونا چاہیے۔

امامت اور اذان پر اجرت لینا

امام امامت سے مخلص ہو، اللہ پاک کی رضا کا اور اس سے اجر کا طالب ہو۔ امام کے لئے جائز نہیں کہ وہ

---

1 ......ترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء فیمن ام قوما وھم له کارھون، ۱/ ۳۷۵، حدیث: ۳۵۹

مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الصلاة، باب فی الإمام یؤم القوم وھم له کارھون، ۱/ ۳۴۵، حدیث: ۸

2 ......ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة، باب ماجاء فی البناء علی الصلاة، ۲/ ۲۸، حدیث: ۱۲۲۰

نماز پڑھانے کی اجرت لے اور نہ ہی اذان کہنے کی اجرت لینا جائز ہے[1] جو نماز کی طرف لے جانے کی راہ ہے۔

رسولِ پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عثمان بن ابو العاص ثقفی رَضِیَ اللهُ عَنْه کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایسے شخص کو مؤذن بناؤ جو اذان پر اجرت نہ لے۔[2]

مؤذن نماز کی دعوت دینے والا ہے اس کے لیے اپنی دعوت پر اجرت لینا جائز نہیں تو اس نمازی کے لیے اجرت لینا کیسے جائز ہو گا، جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان (رابطہ بن کر) کھڑا ہے (یعنی امام)۔

خلافتِ صدیقی پر ایک دلیل

ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کے بعد علما سے افضل کوئی نہیں اور نہ علما کے بعد اماموں سے کوئی افضل ہے کیونکہ یہ اللہ پاک اور اس کی مخلوق کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں۔ انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام نبوت کی وجہ سے افضل ہیں، علما علم کی وجہ سے اور امام دین کے ستون یعنی نماز کی وجہ سے افضل ہیں۔ اسی کو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللهُ عَنْه کی خلافت کے لئے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْم پر مقدم ہونے پر دلیل بنایا گیا ہے کہ رسولِ پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے انہیں ہمارے دین کے لیے اہل بنایا ہے۔ چنانچہ صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان فرماتے ہیں: ہم نے غور کیا تو پایا کہ نماز دین کا ستون ہے تو ہم نے اپنی دنیا کے لیے اسے چنا، جس سے رسولِ خدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہمارے دین کے لیے راضی ہوئے۔[3]

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے؟ ارشاد فرمایا: مؤذن بن جاؤ۔ اس نے عرض کی: مجھ سے یہ ہو نہیں سکے گا؟ ارشاد فرمایا: امام بن جاؤ۔

---

[1] ......احناف کے نزدیک: تعلیم قرآن وفقہ اور اذان وامامت پر اجارہ (اجرت لینا) جائز ہے کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن وفقہ کے پڑھانے والے طلبِ معیشت میں مشغول ہو کر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے۔ اسی طرح اگر مؤذن وامام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان وجماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اس شعارِ اسلامی میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی۔ (بہار شریعت، حصہ 14، 146/3)

[2] ......ترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء فی کراھیة ان یاخذ المؤذن علی الاذان اجرا، ۱/ ۲۵۲، حدیث: ۲۰۹

[3] ......امالی ابن بشران، مجلس فی جمادی الاولی من السنة، ۱/ ۲۲۲، ۲۲۳، حدیث: ۵۱۴

اس نے عرض کی: میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ ارشاد فرمایا: پھر امام کے قریب نماز پڑھو۔[1]

بعض متقی حضرات کا امامت سے اجتناب

بعض متقی اور پرہیز گار حضرات امامت سے بچتے تھے کیونکہ امامت کا معاملہ نازک ہے اور امام پر اس کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ حضرات اذان کو امامت پر ترجیح اور فضیلت دیا کرتے تھے۔ ایسے پرہیز گاروں میں بہت سے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی ہیں۔

امام پر نماز کے اوقات کا خیال رکھنا لازم ہے تاکہ نمازوں کو اول وقت میں ادا کر کے اللہ پاک کی خوشنودی حاصل کرے۔ اول وقت میں پڑھی جانے والی نماز آخر وقت میں پڑھی جانے والی نماز پر ایسی فضیلت رکھتی ہے جیسے آخرت کی فضیلت دنیا پر ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اسی طرح مروی ہے۔[2]

دنیا و مافیہا سے بہتر

ایک روایت میں ہے کہ بندہ آخری وقت میں نماز ادا کرتا ہے، اگرچہ یہ نماز اس سے فوت نہیں ہوئی مگر اول وقت فوت ہو گیا جو اس کے حق میں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سب سے بہتر ہے۔[3]

امام کو چاہیے کہ رکوع و سجود مکمل کرے، تعدیلِ ارکان کرے اور جلسہ بھی کامل طور پر ادا کرے یوں سب ارکان تقریباً برابر ہوں گے اور سب میں اعتدال ہو گا یہاں تک کہ اس کے پیچھے جو کمزور اور بیمار افراد ہوں گے وہ بھی اسے پالیں گے۔ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نماز اسی طرح تھی۔

امام قیام میں تین سکتے کرے۔ حضرت سیّدُنا سمرہ بن جندب اور حضرت سیّدُنا عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اسی طرح روایت کیا۔[4]

---

[1] ......معجم اوسط، ۵/ ۳۹۸، حدیث: ۷۷۳۷۔الضعفاء للعقیلی، ۴/ ۱۱۹۵، رقم: ۱۵۸۱: محمد بن اسماعیل الضبی

[2] ......ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل، ۱/ ۲۱۶، حدیث: ۱۷۰

تاریخ اصبہان لابی نعیم الاصبہانی، ۱/ ۴۴۴، رقم: ۸۷۵: علی بن محمود بن علی

[3] ......سنن الدارقطنی، کتاب الصلاۃ، فضل الصلاۃ فی اول الوقت، ۱/ ۲۶۴، حدیث: ۹۷۹

[4] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، فی الوقوف والسکوت اذا کبر، ۱/ ۳۰۸، حدیث: ۱

ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب السکتۃ عند الافتتاح، ۱/ ۳۰۰، حدیث: ۷۷۷

پہلا سکتہ: اس وقت کرے جب امام تکبیر کہے اور یہ اتنا طویل ہو کہ مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھ لیں[1] تاکہ وہ اس کی تلاوت کے دوران تلاوت نہ کریں ورنہ ان کی نماز میں کمی کی ذمہ داری امام پر ہو گی جبکہ امام کے سکوت کے وقت وہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھیں اور اس کے علاوہ کسی شے میں مشغول رہیں تو اس وقت اس کی ذمہ داری ان ہی پر ہو گی کیونکہ امام پر جو لازم تھا وہ ادا کر چکا۔[2]

دوسرا سکتہ: سورۂ فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد کرے تاکہ جس کی سورۂ فاتحہ کا کچھ حصہ رہ گیا ہو وہ مکمل کر لے اور یہ پہلے سکتہ سے مقدار میں نصف ہو گا۔

تیسرا سکتہ: تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد اور رکوع سے پہلے ہو گا اور یہ دوسرے سکتہ سے مقدار میں آدھا ہو گا تاکہ اس کی نماز میں دخل نہ ہو اس طرح کہ تکبیر کو قراءت سے اور قرات کو رکوع سے ملا دے۔

مقتدی امام پر سبقت نہ کرے

مقتدی پر لازم ہے کہ تکبیر کہنے، رکوع اور سجدہ کرنے، رکوع و سجود میں جانے اور سر اٹھانے میں (امام کی پیروی کرے کہ) یہ تمام کام امام کے بعد کرے اور مقتدی سجدہ میں نہ جائیں حتّٰی کہ امام کی پیشانی زمین پر لگ جائے اور مقتدی حالتِ قیام میں ہوں، پھر امام کی پیشانی لگنے کے بعد سجدہ کریں۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی نماز حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے یوں ہی ہوا کرتی تھی۔

جب تک امام کے پیچھے صف برابر نہ ہو امام تکبیرِ تحریمہ نہ کہے اور امام دائیں بائیں چہرہ گھما کر صف کو دیکھ لے۔ اگر صف ٹیڑھی ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر کے درست کروائے، اگر درمیان میں خالی جگہ دیکھے تو اسے پُر کرنے کا حکم دے کیونکہ صفوں کا برابر ہونا نماز کے کامل ہونے میں شامل ہے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کاندھے کے برابر کاندھا کرتے اور ٹخنے قریب رکھتے (یعنی خوب مل کر کھڑے ہوتے) تھے۔

باعتبار ثواب لوگوں کی نماز

منقول ہے کہ لوگ (باعتبار ثواب) تین اقسام میں نماز سے فارغ ہوتے ہیں: (1)...ایک گروہ 25 نمازوں

---

[1]........احناف کے نزدیک: اگر تین بار سُبْحَانَ اللّٰہ کہنے کی مقدار ٹھہرا رہا تو سجدہ سہو واجب ہے۔ (بہار شریعت، حصہ3، 1/519)

[2]........احناف کے نزدیک: چونکہ مقتدی کے لئے قراءت کرنا جائز نہیں نہ فاتحہ نہ کوئی اور سورت لہٰذا یہ سکتہ نہ کیا جائے۔

کے (ثواب کے) ساتھ نماز سے نکلتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو امام کے بعد رکوع و سجود کرتے ہیں۔ (2)...ایک گروہ ایک نماز کے ساتھ فارغ ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تکبیر، رکوع اور سجود امام کے ساتھ ملا کر ادا کرتے ہیں۔ (3)...ایک گروہ بغیر (کوئی ثواب پائے) نماز سے نکلتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (رکوع و سجود وغیرہ میں) امام پر پہل کرتے ہیں۔

نمازِ فجر میں قراءت

نمازِ فجر میں امام 100 سے کم آیات والی دو سورتیں پڑھے کیونکہ فجر کی قراءت کو لمبا کرنا اور اسے اندھیرے میں پڑھنا سنّت ہے[1] جبکہ روشنی میں نماز سے فارغ ہونے میں کوئی حرج نہیں، دوسری رکعت میں سورتوں کے آخر سے 20، 30 آیات پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہ آیات سورتوں کے آخر سے پڑھے اس لئے کہ یہ وعظ و نصیحت میں زیادہ اثر رکھتی ہیں کیونکہ چھوٹی سورتوں کی کثرت کے ساتھ تلاوت کی وجہ سے بڑی سورتوں کی آخری آیات (عوامُ النّاس کے) کانوں میں بار بار نہیں پڑتیں نیز یہ غور و فکر کو بھی زیادہ دعوت دیتی ہیں۔ بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ الله نے سورتوں کے آغاز سے یا درمیان سے کچھ پڑھنے اور باقی کو چھوڑ کر رکوع میں چلے جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔[2] حالانکہ مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ یونس کا کچھ حصہ پڑھا۔ جب حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام اور فرعون کے ذکر پر پہنچے تو قراءت ختم کر دی اور رکوع میں چلے گئے۔[3]

---

[1] ......یہ شوافع کے نزدیک ہے۔ احناف کے نزدیک: اسفار یعنی خوب اجالے میں فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ 3، 1/451) احناف کی مؤید ترمذی شریف کی یہ حدیث پاک ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "فجر کی نماز اجالے میں پڑھو اس میں عظیم ثواب ہے۔" (ترمذی، ۱/ ۲۰۴، حدیث: ۱۵۴)

[2] ......احناف کے نزدیک: فرائض کی پہلی رکعت میں چند آیتیں پڑھیں اور دوسری میں دوسری جگہ سے چند آیتیں پڑھیں، اگرچہ اسی سورت کی ہوں تو اگر درمیان میں دو یا زیادہ آیتیں رہ گئیں تو حرج نہیں، مگر بلا ضرورت ایسا نہ کرے اور اگر ایک ہی رکعت میں چند آیتیں پڑھیں پھر کچھ چھوڑ کر دوسری جگہ سے پڑھا، تو مکروہ ہے اور بھول کر ایسا ہوا تو لوٹے اور چھوٹی ہوئی آیتیں پڑھے۔ (بہار شریعت، حصہ 3، 1/549)

[3] ......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الصبح، ص ۱۸۹، حدیث: ۴۵۵، بتغیر

اس سے مشہور روایت میں ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت "قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ" (پ ۱، البقرۃ: ۱۳۶) تلاوت کی اور دوسری رکعت میں (سورۂ آل عمران کی) یہ آیت "رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ" (پ ۳، اٰل عمرٰن: ۵۳) تلاوت فرمائی۔[1] دوسری روایت میں ہے: دونوں رکعتوں میں یہ آیت "شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" (پ ۳، اٰل عمرٰن: ۱۸) تلاوت فرمائی۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو مختلف مقامات سے تلاوت کرتے سنا تو ان سے اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے عرض کی: میں پاک کو پاک سے ملا رہا ہوں، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا یا (فرمایا) تم نے صحیح کیا۔[2]

مغرب اور عشا میں قراءت

ایک مشہور روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا صنابحی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی۔ دوسری رکعت میں غور کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ یہ آیت "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا" (پ ۳، اٰل عمرٰن: ۸) کی تلاوت فرما رہے تھے۔ چنانچہ خاص طور پر مغرب کی دوسری رکعت میں اس آیت کا پڑھنا مستحب ہے۔[3]

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو عشا کی نماز پڑھائی تو آپ نے دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران کی آخری 10 آیات تلاوت کیں اور اسی نماز میں سورۂ فرقان کی آخری آیات میں سے اس فرمانِ الٰہی سے تلاوت شروع کی: تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا (پ ۱۹، الفرقان: ۶۱)۔

فقہاء فرماتے ہیں: سورۂ فاتحہ کے بعد کسی سورت کی تین آیات پڑھنا مستحب ہے اور بعض نے کہا: دو

---

[1] ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر... الخ، ص ۲۸۶، حدیث: ۱۶۹۱، بتغیر
ابو داود، کتاب التطوع، باب فی تخفیفھا، ۲/ ۳۱، حدیث: ۱۲۶۰، بتغیر

[2] ......ابو داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءۃ فی صلاۃ اللیل، ۲/ ۵۵، حدیث: ۱۳۳۰، نحوہ

[3] ......احناف کے نزدیک: سورتوں کا معین کرلینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے، مکروہ ہے، مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں ان کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کرے کہ کوئی واجب نہ گمان کرلے۔
(بہارِ شریعت، حصہ 3، 1/ 548)

آیات پڑھنا مستحب ہے، اگر سورۂ فاتحہ پر اکتفا کیا تو بھی جائز ہے۔[1]

قرآن پاک کی سب سے چھوٹی آیت

بصرہ والوں کے فقیہ حضرت سیِّدُنا جابر بن زید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جنہیں حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فتاویٰ دینے کے معاملے میں اپنا نائب بنایا کرتے تھے اور ان سے فتویٰ پوچھنے کا حکم لوگوں کو دیا کرتے تھے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے نماز شروع کی اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد یہ آیت: مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ [2] (پ۲۷، الرحمٰن: ۶۴) تلاوت کی اور رکوع میں چلے گئے۔ یہ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی آیت ہے اور اس کے بعد سب سے چھوٹی آیت ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ (پ۲۹، مدثر: ۲۱) ہے۔

میں نے ایک بڑی جامع مسجد میں ایک امام کو عشا کی نماز کی دوسری رکعت میں (پارہ 11) سورۂ یونس کی آخری آیت پڑھتے سنا حالانکہ اس امام کے پیچھے کئی علما اور دیگر حاضرین تھے کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔

امام کو چاہیے نماز ظہر میں طوالِ مفصل (سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک) میں سے 30 آیات تلاوت کرے اور نماز عصر میں اوساطِ مفصل (سورۂ بروج سے لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ تک) میں سے ظہر کی نماز کے مقابلے میں نصف تلاوت کرے اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل (لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ سے آخر تک) میں سے تلاوت کرے۔

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آخری نماز

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آخری نماز مغرب کی پڑھی، اس میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ مرسلات کی تلاوت فرمائی، اس کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ہو گیا۔[3]

---

[1]......احناف کے نزدیک: نماز میں کم از کم ایک آیت پڑھنا فرض ہے اور پوری سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک چھوٹی سورت یا ایک آیت جو کم از کم تین چھوٹی آیات کے برابر ہو اتنا قرآن پڑھنا نماز میں واجب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 6/347 ملخصا)

[2]......ایک کلمہ کی آیت مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ اس میں (فقہائے احناف کا) اختلاف ہے اور بچنے میں احتیاط۔ (بہار شریعت، حصہ 3، 1/512)

[3]......بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ووفاته، ۳/ ۱۵۲، حدیث: ۴۴۲۹

نسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءة فی المغرب بالمرسلات، ص ۱۷۱، حدیث: ۹۸۲

نماز کامل اور ہلکی پڑھنا

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نماز سے بڑھ کر کسی کی نماز کو مکمل اور ہلکی نہیں دیکھا۔[1]

آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے یہ بھی فرمایا: رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز میں تخفیف کا حکم دیا کرتے تھے اور سورہ صافات پڑھ کر ہماری امامت فرماتے۔[2]

مختصر اور ہلکی نماز کے حوالے سے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر پڑھائے کیونکہ ان میں بوڑھے، کمزور اور کام کاج والے بھی ہوتے ہیں اور جب خود نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی پڑھے۔[3]

طویل قراءت کرنے پر تنبیہ

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے نمازِ عشا پڑھاتے ہوئے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی تو ایک شخص نے علیحدہ ہو کر نماز مکمل کی اور چلا گیا تو لوگ کہنے لگے کہ یہ منافق ہو گیا ہے۔ اس نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر شکایت کی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے معاذ! کیا لوگوں کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہو، سُوْرَۃُ اَعْلٰی، سورۂ طارق اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا پڑھا کرو۔[4]

امام کو چاہیے کہ وہ رکوع اور سجود میں سات یا پانچ مرتبہ تسبیح پڑھے تا کہ مقتدی تین تین بار تسبیح پڑھ لیں کیونکہ وہ امام کے بعد رکوع اور سجود کرتے ہیں۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ فی تمام، ص ۱۹۳، حدیث: ۱۰۵۴

[2] ......نسائی، کتاب الامامۃ، الرخصۃ للامام فی التطویل، ص ۱۴۳، حدیث: ۸۲۳

مسند طیالسی، نافع عن ابن عمر، ص ۲۵۰، حدیث: ۱۸۱۲

[3] ......بخاری، کتاب الاذان، باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود، ۱/ ۲۵۲، حدیث: ۷۰۲

بخاری، کتاب الاذان، باب اذا صلی لنفسہ فلیطول ماشاء، ۱/ ۲۵۲، حدیث: ۷۰۳

[4] ......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی العشاء، ص ۱۹۱، حدیث: ۴۶۵، نحوہ

مسند شافعی، ومن کتاب الامامۃ، ص ۵۶، نحوہ

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے امیر مدینہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے پیچھے نماز پڑھی تو فرمایا: میں نے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد ایسی نماز جو اس نوجوان کے پیچھے پڑھی کسی کے پیچھے نہیں پڑھی۔ مزید فرمایا: ہم اس نوجوان کے پیچھے رکوع اور سجود کی تسبیحات 10، 10 مرتبہ پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک مجمل روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان فرماتے ہیں: ہم حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا میں نماز پڑھتے تو رکوع و سجود میں 10،10 بار تسبیح پڑھ لیا کرتے تھے۔[1]

اگر امام ظہر، عصر اور عشا میں آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد چھوٹی سورت یا کسی سورت کی دو آیتیں پڑھے تو اچھا ہے، تاکہ مقتدی اطمینان سے سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔[2]

امام کا مقتدیوں کی خاطر رکوع طویل کرنا

اسلاف کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ امام رکوع میں ہو اور جوتوں کی آہٹ سنے، کیا اسے رک کر لوگوں کا انتظار کرنا چاہیے تاکہ وہ رکعت پالیں یا ان کی پروانہ کرے؟ اس بارے میں بعض کا قول ہے کہ امام کو انتظار کرنا چاہیے۔ حضرت سیِّدُنا امام شعبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ دیگر کا قول ہے کہ وہ انتظار نہ کرے کیونکہ اس کے ساتھ نماز میں شامل لوگوں کا اہتمام ان لوگوں سے زیادہ ہے جو پیچھے رہ گئے اور یہی قول حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا بھی ہے۔ یوں ہی حجاز مقدس کے فقہاء فرماتے ہیں: امام ان کا انتظار نہ کرے کیونکہ یہ نماز میں اضافہ ہے اور نماز کے ساتھ اخلاص یہ ہے کہ لوگوں کی خاطر اسے موقوف نہ کیا جائے۔ البتہ کوفہ کے بعض فقہائے کرام کا کہنا ہے کہ اگر امام ان کا انتظار کرے تو اچھا ہے تاکہ وہ بھی جماعت میں شامل ہو کر اس کی فضیلت حاصل کرلیں۔ حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے فجر کی نماز میں رکوع سے

[1] ......ابوداود، کتاب الصلاة، باب مقدار الرکوع والسجود، ۱/ ۳۳۷، حدیث: ۸۸۸، نحوہ
نسائی، کتاب التطبیق، باب عدد التسبیح فی السجود، ص ۱۹۴، حدیث: ۱۱۳۲، نحوہ

[2] ......احناف کے نزدیک: فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورت ملانا خلاف اولیٰ ہے اور اگر مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام۔ (فتاوی رضویہ، ۸/ ۱۹۲ ملخصا)

قبل دعائے قنوت پڑھی تاکہ لوگ رکوع پالیں۔ البتہ اس معاملے میں میرے نزدیک درمیانی قول یہ ہے کہ اگر امام رکوع کے شروع میں ہی لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنے تو رکوع لمبا کرنے میں حرج نہیں تاکہ یہ لوگ بھی رکوع میں شامل ہو جائیں اور اگر رکوع کے آخر میں سر اٹھاتے وقت آہٹ سنے تو یہ اچھا نہیں کہ نماز میں اضافہ کرے بلکہ اسے چاہیے کہ ان کی پروا کیے بغیر رکوع سے سر اٹھائے۔[1]

مصنف کے نزدیک افضل تشہد:

میرے نزدیک سب سے افضل تشہد وہ ہے جو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود اور حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے۔ دراصل تشہد کے الفاظ کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ البتہ میں جسے ترجیح دیتا ہوں اور جو میں پڑھتا ہوں وہ تشہد وہ ہے جسے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے واؤ کی کثرت کے ساتھ روایت کیا ہے، اس میں اسم جلالت مقدم ہے، لفظ "اَلْمُبَارَکَات" کا اضافہ اور "لِلّٰہِ" کی تاخیر ہے۔ میں اس کی وجہ سے تمام روایات کو جمع کرنے والا ہو جاتا ہوں کیونکہ حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی حدیث پاک میں لفظ "اَلْمُبَارَکَات" کا ذکر ہے اور "لِلّٰہِ" کی تاخیر ہے جبکہ حضرت سیدنا عَبْدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کی روایت میں تسمیہ کا ذکر ہے۔

حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (تشہد کے کلمات) یوں کہا کرتے تھے: بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ (ترجمہ: **اللہ** پاک کے نام سے شروع اور اسی سے ابتدا کرتا ہوں، تمام قولی، بدنی اور مالی عبادات **اللہ** ک کے لیے ہیں)۔[2]

یہ وہ تشہد ہے جو میرے نزدیک افضل ہے کیونکہ اس میں زیادہ احتیاط ہے اور یہ تشہد جملہ روایات کا جامع بھی ہے۔

---

[1] ......احناف کے نزدیک: امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اس کے لئے رکوع میں بعض تسبیحیں زائد کر سکتا ہے جس میں وہ شامل ہو جائے کہ یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانا کہ فلاں ہے اور اس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے تو جائز نہیں۔ (فتاوی رضویہ، 7/200)

[2] ......ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی التشہد، ۱/ ۴۸۷، حدیث: ۹۰۲

پھر علمائے کرام کا سلام میں رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف اشارہ کے ساتھ متوجہ ہونے کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا حضور کو مخاطب کرنا افضل ہے یا خطاب کو ترک کرنا؟ جسے میں نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللہِ الصَّالِحِیْنَ (ترجمہ: نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر سلام، **اللہ** پاک کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر اور **اللہ** پاک کے نیک بندوں پر سلام ہو)۔[1]

اس لیے کہ یہ تشہد ہماری ذکر کردہ تفسیر کے مطابق ایک روایت میں آیا ہے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے تو ہم کہا کرتے تھے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ پھر جب **اللہ** پاک نے آپ کو وفات دی تو ہم کہنے لگے: اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ۔[2]

تمام روایات میں "وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" مذکور ہے، اسی کو میں اختیار کرتا ہوں البتہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ایک روایت اس سے مختلف ہے کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ اس میں لفظ "رَسُوْلُ اللہِ" ذکر کرتے ہیں۔[3]

مجھے ایک عالمِ دین نے ایک بزرگ کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! تشہد کے معاملے میں علمائے کرام اختلاف کرتے ہیں تو ہم کون سا تشہد اختیار کریں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اس تشہد کو اختیار کرو جسے ابنِ اُمِّ عبد (حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ) نے روایت کیا۔[4]

---

[1] ......موطا امام مالک، کتاب الصلاۃ، باب التشہد فی الصلاۃ، ۱/ ۱۰۰، حدیث: ۲۰۸

مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب التشہد، ۲/ ۱۳۳، حدیث: ۳۰۷۵

[2] ......بخاری، کتاب الاستئذان، باب الاخذ بالیدین، ۴/ ۱۷۷، حدیث: ۶۲۶۵ نحوہ

[3] ......موطا امام مالک، کتاب الصلاۃ، باب التشہد فی الصلاۃ، ۱/ ۱۰۰، حدیث: ۲۰۸

بخاری، کتاب الاستئذان، باب الاخذ بالیدین، ۴/ ۱۷۷، حدیث: ۶۲۶۵

[4] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب التشہد، ۲/ ۱۳۴، حدیث: ۳۰۸۲

تشہد میں پانچ کلمات کے ساتھ پناہ

تشہد میں ان پانچ کلمات کے ساتھ پناہ مانگتے ہوئے کہے:

اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ (ترجمہ: میں جہنم کے عذاب اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں زندگی، موت اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو فتنہ سے محفوظ رکھتے ہوئے مجھے موت دے دینا)۔

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ کلمات کہے اور اس کا حکم بھی دیا۔[1]

منقول ہے کہ دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے وہ زمین پر گھومے گا یوں کہ اس کے لئے زمین لپیٹ دی جائے گی یا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کانا ہو گا۔

تکبیر، سلام اور اذان کہنے میں آخری لفظ کو جزم دے کیونکہ ایسا ہی منقول ہے۔

مستحب یہ ہے کہ مؤذن امام نہ ہو۔[2] مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امام کا مؤذن ہونا ناپسند فرمایا ہے۔[3]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے سامنے جب اذان کی فضیلت ذکر کی گئی تو آپ نے فرمایا: اگر امامت نہ ہوتی تو میں اذان دیتا۔

حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: "اذان مؤذن کے سپرد ہے اور امامت امام کے۔"[4] یعنی وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔

---

[1]......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایستعاذ منہ فی الصلاۃ، ص ۲۳۴، حدیث: ۵۸۸، ۵۸۹

[2]......احناف کے نزدیک: اگر مؤذن ہی امام بھی ہو، تو بہتر ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۳، ۱/۴۶۷)

[3]......جزء ابن الغطریف، ص ۸۴، حدیث: ۳۹، نحوہ

[4]......ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء ان الامام احق بالاقامۃ، ۱/۲۴۴، حدیث: ۲۰۲، نحوہ

مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب المؤذن املک بالاذان... الخ، ۱/۳۵۵، حدیث: ۱۸۴۰، نحوہ

مؤذن کو امام کا انتظار کرنا چاہیے

مؤذن کو امام کا انتظار کرنا چاہیے اور اِمام اور مقتدیوں کے لیے مؤذن کا اِنتظار کرنا ضروری نہیں جبکہ وقت ہو چکا ہو اور نہ ہی مُؤذن پر کسی کا انتظار کرنا لازم ہے جبکہ امام آچکا ہو اور نماز کا وقت ہو چکا ہو۔

نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا جماعت کے انتظار سے بہتر ہے اور نماز میں لمبی لمبی سورتوں کی تلاوت کرنے سے بھی افضل ہے۔

منقول ہے کہ جب نماز کے لیے دو افراد آجاتے تو اسلاف تیسرے کا انتظار نہیں کیا کرتے تھے اور نمازِ جنازہ کے لیے چار افراد آجاتے تو پانچویں کا انتظار نہیں کرتے تھے۔

مقتدیوں کا انتظار مکروہ ہے

کہا گیا ہے کہ امام حاضر ہو تو مقتدیوں کا انتظار مکروہ ہے اور (مسجد میں) میت کی خبر پھیلانا اور اس کا اعلان کرنا بدعت ہے۔

مروی ہے کہ ایک بار حالتِ سفر میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے طہارت کے سبب نمازِ فجر میں تاخیر ہو گئی تو انتظار کے بجائے حضرت سیِّدُنا عبدُالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو امامت کے مصلے پر کھڑا کر دیا گیا۔ انہوں نے نماز پڑھائی یہاں تک کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ایک رکعت فوت ہو گئی، آخر میں آپ اسے ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ راوی فرماتے ہیں: اس پر ہم خوف زدہ ہو گئے تو رَسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم نے اچھا کیا (کہ اوّل وقت میں نماز پڑھی) اسی طرح کیا کرو۔[1]

ایسا ہی ایک مرتبہ ظہر کی نماز میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تاخیر ہوئی تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو آگے بڑھا دیا حتّٰی کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نماز میں تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ (کو جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی

---

1 ....مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تقدیم الجماعۃ من یصلی... الخ، ص ۱۷۹، حدیث: ۹۵۲ بتغیر قلیل

مسند شافعی، باب ما خرج من کتاب الوضوء، ص ۱۷، نحوہ

آمد کا پتا چلا تو آپ) ایک جانب کھڑے ہوگئے (حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی)۔[1]

امام کو چاہیے کہ جب مؤذن "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ" کہے تو تکبیر کہتا ہوا نماز شروع کر دے اور لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" کہے، یہی سنت ہے اور اسی پر اسلاف کا عمل رہا۔

حضرت سیِّدُنا علی اور حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جب مؤذن "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" کہتا تو اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے لوگ کھڑے ہو جاتے، پھر جب وہ "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ" کہتا تو امام تکبیر کہتا اور مؤذن اکیلا رہ کر اقامت مکمل کرتا پھر وہ نماز میں شامل ہوتا تو اس وقت امام سورۂ فاتحہ کی تلاوت کر رہا ہوتا۔ اس لیے کہ مؤذن کے قول "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ" کی حقیقت یہی ہے کہ لوگ نماز کے لیے کھڑے ہو چکے ہیں اور نمازی کھڑے ہو چکے ہیں اس لیے کہ نماز بذات خود کھڑی نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب لوگ مؤذن کے "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ" کہنے پر کھڑے ہو چکے تو مؤذن اپنے قول میں سچا ہوا۔ اگرچہ وقت قریب ہونے اور قیام کا سبب ظاہر ہونے کی وجہ سے مجازاً یہ بھی درست ہے۔ اسی وجہ سے امام کا مؤذن ہونا مکروہ ہے[2] کہ لوگ اس کے تکبیر کہنے کے منتظر اور اس کے "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ" کہنے کے وقت لوگ نماز میں شامل ہونے سے عاجز ہوں گے۔

اذان منارہ پر اور اقامت مسجد میں ہو

اَسلاف سے یہی سنت پہنچی ہے کہ اذان منارہ میں اور اقامت مسجد میں ہو تاکہ مؤذن کا نماز میں داخل ہونا قریب تر ہو، اسی لیے حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی کہ آمین کہنے میں جلدی نہ فرمائیے[3] یعنی تھوڑی تاخیر سے کہیں تاکہ آپ کے ساتھ آمین کہہ کر اس کی فضیلت پاسکوں، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان سے پہلے سورہ فاتحہ شروع کر چکے ہیں۔ ہم نے ذکر کیا تھا کہ اگر امام پہلی رکعت کے رکوع میں ہو تو رکوع کے ابتدائی وقت میں کسی کی آہٹ سنے تو انتظار کر لے تو یہ روایت اس مسئلے کے صحیح ہونے پر دلیل ہے کیونکہ اس میں حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا یہ قول

[1] ......بخاری، کتاب الأذان، باب من دخل لیوم الناس... الخ، ۱/ ۲۴۴، حدیث: ۶۸۴

[2] ......احناف کے نزدیک: اگر مؤذن ہی امام بھی ہو، تو بہتر ہے۔ (بہار شریعت، حصہ3، 1/467)

[3] ......ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب التأمین وراء الامام، ۱/ ۳۵۳، حدیث: ۹۳۷

ہے: "آمین کہنے میں مجھ پر جلدی نہ کیجئے۔" یہاں حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے یہ نہیں کہا کہ سورۂ فاتحہ میں بھی مجھ سے آگے نہ بڑھیے۔ اسی طرح جس نے یہ کہا ہے کہ امام رکوع میں ہو اور آنے والا مقتدی (امام کو رکوع میں ٹھہرنے کے لئے) تسبیح کہے تو امام پر لازم ہے کہ وہ ٹھہرے اور اگر وہ تسبیح نہ کہے تو امام پر ٹھہرنا لازم نہیں۔ روایت سے اس کے لئے خوب جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ امام کے لئے تسبیح کہنا اسے ٹھہرنے کا کہنا ہے اور یہ حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے اس قول کی طرح ہے کہ "آمین کہنے میں مجھ پر جلدی نہ کیجئے۔"

بِسْمِ اللّٰہ جہر سے نہ کہے

اگرچہ (شوافع کے نزدیک) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم سورۂ فاتحہ کا جز ہے لیکن اسے جہر سے پڑھنا مستحب نہیں۔ چنانچہ اکثر اور زیادہ قوی روایات سے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بِسْمِ اللّٰہ کو بلند آواز سے نہ پڑھنا ثابت ہے،[1] یہی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا آخری فعل ہے اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی آپ کے سب سے آخری فعل کو اپنایا کرتے تھے اور یہی حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کا طرزِ عمل تھا[2] نیز اکثر علمائے کرام کا بھی مذہب یہی ہے۔

امام چار چیزیں آہستہ کہے

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے: ثنا، تعوذ (اَعُوْذُ بِاللّٰہ پڑھنا)، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھنا اور آمین کہنا۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے بِسْمِ اللّٰہ کو بلند آواز سے پڑھنے کی کراہت مروی ہے جبکہ حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ کو جہر سے پڑھنا سنت نہیں ہے۔

فجر کی نماز میں اُن آٹھ کلمات کے ساتھ دعائے قنوت پڑھنا مکروہ نہیں[3] ہے جو حضرت سیِّدُنا امام حسن

---

[1] ......شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب قراءۃ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم فی الصلاۃ، ۱/ ۲۶۰، ۲۶۲ حدیث: ۱۱۷۲، ۱۱۲۱

[2] ......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب حجۃ من قال لا یجھر بالبسملۃ، ص ۱۶۹، حدیث: ۸۹۰

[3] ......احناف کے نزدیک: نمازِ فجر میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔ جیسا کہ علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللّٰہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: نمازِ فجر میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ یہ منسوخ ہے۔ (تنویر الابصار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ۲/ ۵۳۸)

رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کئے ہیں[1] اور ان کلمات کو آہستہ پڑھے۔ان کلمات کو کہتے ہوئے ہاتھ نہ اٹھائے کیونکہ یہ دعا کے قائم مقام ہیں۔اگر قنوت کو چھوڑ دے تو بھی اچھا ہے کیونکہ اکثر فقہاء نے اسے ترک کیا ہے۔

جمعہ کے دن پڑھی جانے والی سورتیں

شبِ جمعہ اور جمعہ کی صبح میں وہ سورتیں پڑھنا مستحب ہے جن کا پڑھنا رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دو حدیثوں میں مروی ہے۔ان میں سے مشہور حدیث پاک یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روزِ جمعہ فجر کی نماز میں سورۂ حم سجدہ اور سورۂ دہر کی تلاوت کیا کرتے تھے۔[2] دوسری حدیث پاک میں ہے کہ شبِ جمعہ مغرب کی نماز میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی تلاوت کیا کرتے تھے[3] اور عشا کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون کی تلاوت کیا کرتے تھے۔[4]

جامع اور کامل دعا

تشہد میں وہ دعا پڑھنا مستحب ہے جو رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو جامع اور کامل دعا سکھائی تھی وہ دعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَسْئَلُكَ مِمَّا سَاَلَكَ مِنْهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِمَّا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَّاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ اَللّٰھُمَّ مَا قَضَیْتَ لِیْ مِنْ اَمْرٍ فَاجْعَلْ عَاقِبَتَهٗ رُشْدًا[5]

---

[1]......معرفة السنن والآثار، كتاب الصلاة، دعاء القنوت، ۲/ ۸۳، حديث: ۹۷۲

[2]......بخاری، کتاب الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة، ۱/ ۳۰۸، حديث: ۸۹۱

[3]......ابن حبان، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ۳/ ۱۵۸، حديث: ۱۸۳۸

ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة، باب ما يقرأ في الركعتين بعد المغرب، ۲/ ۴۴، حديث: ۱۱۶۶

[4]......ابن حبان، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ۳/ ۱۵۸، حديث: ۱۸۳۸

[5]......ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب الجوامع من الدعاء، ۴/ ۲۷۱، حديث: ۳۸۴۶

مسند طیالسی، ام کلثوم عن عائشة، ص ۲۱۹، حديث: ۱۵۶۹

یعنی اے اللہ! میں تجھ سے مکمل بھلائی کا طالب ہوں وہ بھلائی چاہے جلدی ہو یا دیر سے مجھے معلوم ہو یا نہ ہو۔ میں تجھ سے اس (بھلائی) کا سوال کرتا ہوں جس کا سوال تیرے خاص بندے اور رسول حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کیا اور اس چیز سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے خاص بندے اور رسول حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پناہ چاہی۔ میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے قول و عمل کا سوال کرتا ہوں اور جہنم اور اس سے قریب کرنے والے قول و عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میرے بارے میں تو نے جو فیصلہ فرمایا ہے اس کا انجام بخیر ہو۔

پھر تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لیے دعائے مغفرت کرے اور یہ کہے: "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا ترجمہ: اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے تو نے ہمیں ہدایت دی۔"

اور کہے: "رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ترجمہ: اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا۔"

اس کے بعد نہ کوئی اضافی دعا ہے اور نہ ہی کوئی دعائے ماثور (یعنی قرآن و سنت میں وارد کلمات والی دعا) سوائے استعاذہ کے ان پانچ کلمات کے جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور اگر انہی پر اکتفا کیا تو بھی جائز ہے۔

امام خاص اپنے لئے دعا نہ کرے:

امام کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ مقتدیوں کو چھوڑ کر صرف خاص اپنے لئے دعا کرے۔ جب امام دعا کرے تو جمع کے صیغے کے ساتھ کرے۔ چنانچہ وہ کہے: الٰہی! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے وہ اپنی اور مقتدیوں کی نیت کرے۔ حدیث پاک میں ہے: "جو کسی قوم کی امامت کرے وہ دوسروں کو چھوڑ کر خاص اپنے ہی لیے دعا نہ کرے۔"[1]

اذان کی امامت پر فضیلت:

اگر مرید امامت پر اذان کو ترجیح دے تو بعض اہلِ علم سلف کا قول ہے کہ اذان امامت سے افضل ہے اور

---

[1] ......ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب ایصلی الرجل وھو حاقن؟، ۱/۶۲، حدیث: ۹۱۔ معجم کبیر، ۸/۱۰۵، حدیث: ۷۵۰۷

مؤذن کا اجر امام سے زیادہ ہے کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "امام امیر ہے۔"(1) اوراس فرمان کی وجہ سے کہ "امام ضامن ہے۔"(2) ان دونوں فرامین میں سرکار صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے امامت کو امارت (امیر ہونے) اور ضمان سے تشبیہ دی۔ مزید آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اگر نماز میں کمی ہوئی تو اس کا ذمہ امام پر ہے مقتدیوں پر نہیں۔"(3) تو معلوم ہوا اذان میں زیادہ سلامتی ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ وہ امامت کے احکام پر عمل نہ کر سکے اور امام کے اوصاف میں کامل نہ ہو، تو ایسی صورت میں اسے بعض نمازیوں کی نماز کا بھی گناہ ہو جیسا کہ نماز کامل ہونے پر اسے مقتدیوں کا اجر بھی ملتا ہے۔ یونہی رسولِ پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے مؤذنین کے لئے ایسی دعا فرمائی ہے جو امام کی دعا سے زیادہ تعریف والی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اے اللہ! اماموں کی راہ نمائی فرما اور مؤذنوں کو بخش دے۔(4) دوسری حدیث میں ہے: "جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کے لئے ہر خشک و تر چیز گواہی دے گی۔"(5) اور اس سے بھی بڑھ کر مؤذن کی تعریف میں یہ فرمایا: "مؤذن امانت دار ہے۔"(6) دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: "تمہارے مؤذن تمہارے امین ہیں اور تمہارے امام تمہارے ضامن ہیں۔"(7) امین کا حال ضامن سے بلند ہے کیونکہ ضامن مقروض ہے اور کبھی وہ امین بھی نہیں ہوتا جبکہ امین لوگوں میں بلند رتبہ ہوتا ہے اور اس پر کوئی ضمان نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللهُ عَنْه نے امامت کو پسند نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت

---

1 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب هل یؤم الرجل جالسا، ۲/۳۰۶، حدیث: ۴۰۹۶

2 ......ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب مایجب علی المؤذن من تعاهد الوقت، ۱/۲۱۸، حدیث: ۵۱۷

3 ......ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاۃ، باب مایجب علی الامام، ۱/۵۲۱تا۵۲۲، حدیث: ۹۸۱، ۹۸۳

4 ......ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب مایجب علی المؤذن من تعاهد الوقت، ۱/۲۱۸، حدیث: ۵۱۷

5 ......ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب رفع الصوت بالاذان، ۱/۲۱۸، حدیث: ۵۱۵

مسند امام احمد، مسند ابی هریرة، ۳/۸۲، حدیث: ۹۹۴۲

6 ......ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب مایجب علی المؤذن من تعاهد الوقت، ۱/۲۱۸، حدیث: ۵۱۷

7 ......ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب مایجب علی المؤذن من تعاهد الوقت، ۱/۲۱۸، حدیث: ۵۱۷، تقدم وتاخر

مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب المؤذن أمین والامام ضامن، ۱/۳۵۶، حدیث: ۱۸۴۳

سیدنا ابو حازم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ عَنْہ اپنی قوم کے جوانوں کو امامت کے لیے آگے بڑھاتے تھے، میں ان سے کہتا: آپ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابی ہیں، آپ کو سبقت اور فضیلت حاصل ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ آگے بڑھ کر اپنی قوم کو نماز پڑھائیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے: بھتیجے! میں نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا ہے: "امام ضامن ہے۔"[1] اور میں ضامن بننا نہیں چاہتا۔

اذان کی فضیلت پر مشتمل دو احادیث

ایک حدیث پاک میں ہے: جس نے مسجد میں سات سال اذان دی اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔[2] اور جس نے 70 برس اذان دی وہ بلا حساب جنت میں جائے گا۔[3]

دوسری حدیث پاک میں ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تین قسم کے لوگ مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے لوگ گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے لیکن انہیں گھبراہٹ نہ ہوگی یہاں تک کہ مخلوق کا فیصلہ ہو جائے گا: (1) وہ شخص جس نے قرآن پڑھا اور اس میں جو اللہ پاک کا حق ہے اسے ادا کیا (2) وہ شخص جو مسجد میں اللہ پاک کی رضا کے لیے اذان کہتا ہے (3) وہ شخص جو دنیا میں غلامی کی آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے اللہ پاک کی اطاعت کی اور اپنے آقا کی بھی فرمانبرداری کی۔[4]

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ

(پ ٢٤، حٰم السجدہ: ٣٣)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے۔

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب مایجب علی الامام، ١/ ٥٢١، حدیث: ٩٨١

[2] ......ابن ماجہ، کتاب الاذان والسنۃ، باب فضل الاذان، ١/ ٤٠٢، حدیث: ٧٢٧، وجبت لہ الجنۃ بدلہ کتب اللہ لہ براءۃ من النار

[3] ......معجم اوسط، ٣/ ٤٤٤، حدیث: ٤٧٤٤، نحوہ

[4] ......ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی فضل المملوک الصالح، ٣/ ٣٩٧، حدیث: ١٩٩٣
معجم اوسط، ٦/ ٤٢٥، حدیث: ٩٢٨٠۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، ٢/ ٣٤٨، حدیث: ٢٠٠٢
شعب الایمان، باب فی الصلوات، ٣/ ١١٩، ١٢٠، حدیث: ٣٠٦٠، ٣٠٦١

اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ آیت مؤذنین کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور فرماتا ہے:

وَ عَمِلَ صَالِحًا (پ ۲۴، حم السجدۃ: ۳۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی کرے۔

یہاں نیکی سے مراد اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنا ہے۔

جب مؤذن اذان سے فارغ ہو تو اسے یہ کہنا مستحب ہے: وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی میں مسلمان ہوں اور تمام تعریفیں **اللہ** پاک کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور **اللہ** پاک کے اس فرمان کی بھی تلاوت کرے:

وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔

(پ ۲۴، حم السجدۃ: ۳۳)

اور اس فرمان کی بھی تلاوت کرے:

فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾ (پ ۲۴، مؤمن: ۶۵) ترجمۂ کنزالایمان: تو اُسے پوجو نرے اُسی کے بندے ہو کر سب خوبیاں **اللہ** کو جو سارے جہان کا رب۔

مؤذن کو اذان و اقامت کے درمیان چار رکعت ادا کرنا اور خوب گڑگڑا کر دعا کرنا مستحب ہے۔

سلف صالحین چار چیزوں کو پسند نہ کرتے:

سلف صالحین رَحِمَهُمُ الله چار چیزوں کو پسند نہ کرتے اور ان سے دور رہا کرتے تھے: (1) امامت (2) فتویٰ دینا (3) وصیت اور (4) امانت۔

ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کا فرمان ہے: مجھے اس باجماعت نماز سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں جس کے اندر میں مقتدی ہوں اور اس نماز میں جو غلطی ہو مجھ پر اس کی ذمہ داری نہ ہو اور اس کا بوجھ میرے علاوہ دوسرے پر ہو۔ البتہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اسے آگے بڑھنا چاہیے جسے آگے بڑھنے کا حکم ہو اور امامت کے لیے ایک دوسرے کو نہ دھکیلیں۔

منقول ہے کہ ایک قوم نے نماز کی اقامت کے بعد ایک دوسرے کو آگے کرنا شروع کیا تو انہیں زمین میں دھنسا دیا گیا۔

کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے

امام کے آنے تک مؤذن اقامت نہ کہے اور نہ ہی کھڑے ہو کر امام کا انتظار کیا جائے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: جب تک مجھے نہ دیکھو کھڑے نہ ہو۔[1]

دنیا کی سلامتی اور آخرت کی عزت

حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو دنیا کی سلامتی اور آخرت کی عزت چاہے تو اسے چار چیزوں سے بچنا چاہیے: (1) حدیث بیان نہ کرے (2) گواہی نہ دے (3) امامت نہ کرے (4) فتویٰ نہ دے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: دعوت قبول نہ کرے اور ایک مرتبہ فرمایا: تحفہ قبول نہ کرے اور اس بیان میں شدت ہے۔

اذان و اقامت کے بارے میں میرا مختار مذہب اہلِ حجاز کا مذہب ہے۔ وہ یہ ہے کہ اذان کے کلمات ترجیع[2] کے ساتھ دو دو بار کہے اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے[3] اور فجر کی اذان میں دو مرتبہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کا اضافہ کرے اور خاص طور پر نماز فجر کے لیے اذان وقت سے پہلے کہے[4] تاکہ نمازی نماز کی

---

[1] ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب متی یقوم الناس للصلاۃ، ص ۲۳۹، حدیث: ۱۳۶۵

[2] ......ترجیع یعنی اذان میں شہادتیں پہلے آہستہ دو بار کہنا، پھر بلند آواز سے دو بار کہنا یہ شوافع کے ہاں سنت ہے، حنفیوں کے نزدیک نہیں۔ (مراۃ المناجیح، 1/401)

[3] ......**احناف کے نزدیک:** اقامت اذان ہی کے مثل ہے (لہٰذا اقامت کے الفاظ بھی دو دو بار کہے جائیں گے) مگر چند باتوں میں فرق ہے اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہے جاتے ہیں اور اقامت کے کلمات کو جلد جلد کہیں، درمیان میں سکتہ نہ کریں، اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد دو مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ بھی کہیں۔ (جنتی زیور، ص۲۶۶) بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت علی مرتضٰی (رَضِیَ اللہُ عَنْہ) نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اِقامت ایک ایک بار کہہ رہا ہے، آپ ناراض ہوئے اور فرمایا: "اِجْعَلْهَا مَثْنٰی مَثْنٰی لَا اُمَّ لَکَ" یعنی تیری ماں مرے! دو دو بار کہہ۔ (مراۃ المناجیح، 1/402)

[4] ......احناف کے نزدیک: وقت شُروع ہونے کے بعد اذان کہے اگر وَقت سے پہلے کہہ دی یا وقت سے پہلے شُروع کی اور دورانِ اذان وقت آگیا دونوں صورَتوں میں اذان دوبارہ کہے۔ (الھدایۃ، ۱/۴۵) فجر یا دیگر اذانیں اگر وقت سے پہلے ہو جائیں تو وقت میں کہنی پڑیں گی امام اعظم (رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ) کا یہی مذہب ہے، امام شافعی (رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ) کے ہاں اذانِ فجر وقت سے پہلے بھی جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، 1/422)

تیاری کر سکیں اور یہی صلوٰۃ وُسطٰی ہے البتہ اگر اہلِ علم کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہو کہ ”ان کافروں نے ہمیں صلوٰۃِ وُسطٰی نماز عصر سے مشغول رکھا۔“[1] تو آثار کے سبب فجر کو صلوٰۃِ وُسطٰی قرار دینا چھوڑ دے۔

مؤذن کو چاہیے کہ وہ اپنی آواز کو کھینچے، جتنا ہو سکے آواز بلند کرے اور کلماتِ اذان نرمی سے اور ٹھہر ٹھہر کر کہے۔

کہا گیا ہے کہ اسلاف دو مقامات کے علاوہ ہر مقام پر آواز کو ہلکا رکھنا پسند جانتے تھے۔ وہ دو مقامات یہ ہیں: اذان اور تلبیہ (یعنی لبیک کہنا)۔

اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہو؟

ایک روایت میں ہے: مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر میں کھانا کھانے والا کھانے سے اور استنجا وغیرہ کرنے والا اپنی حاجت سے فارغ ہو جائے۔[2] یہ اذان اور اقامت کے درمیان نمازیوں کو وقت دینے کی مقدار ہے لہٰذا جسے ان دونوں کاموں کی حاجت ہو وہ نماز سے پہلے ان سے فارغ ہو جائے تاکہ کوئی چیز اسے نماز سے مشغول نہ کرے۔

پیشاب پاخانہ کی شدت میں نماز سے ممانعت

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پیشاب پاخانہ کی شدت میں نماز سے منع فرمایا[3] اور رات کا کھانا عشا سے پہلے کھانے کے بارے میں یہ حکم فرمایا کہ ”جب رات کا کھانا لگا دیا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے رات کا کھانا کھاؤ۔“[4] ایسا اس لیے فرمایا تاکہ بندے کا دل اپنے رب کے لیے فارغ اور دنیاوی ضرورتوں سے خالی ہو اور یہ نماز کو قائم رکھنا اور اسے پورا کرنا ہے۔

میرے نزدیک اس شخص کے لیے امام بننا مکروہ ہے جسے نماز میں کثرت سے بھول ہوتی ہو یا جس کا دل

---

[1] ......مسلم، کتاب المساجدو مواضع الصلاۃ، باب الدلیل لمن قال الصلاۃ الوسطی ھی صلاۃ العصر، ص ٣٢٨، حدیث: ١٤٢٦

[2] ......ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الترسل فی الاذان، ١/ ٢٣٩، حدیث: ١٩٥، نحوہ

[3] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب مدافعۃ البول والغائط فی الصلاۃ، ١/ ٣٣٦، حدیث: ١٧٢١

[4] ......بخاری، کتاب الاذان، باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاۃ، ١/ ٢٤٠، حدیث: ٦٧١

مناجات کو سمجھنے سے غافل رہتا ہو یا وہ یہ جانتا ہو کہ اس کے پیچھے اس سے زیادہ قرآن کو جاننے والا یا اس سے بڑھ کر دین کو سمجھنے والا ہے اگرچہ وہ خود بھی عبادت گزار اور نیک ہو یا وہ فقیہ ہو اور صرف فرض قراءت کو ادا کرنے والا ہو جبکہ اس کے پیچھے اس سے بڑھ کر متقی اور پرہیز گار ہو۔[1]

امام کون بنے؟

قرآن نہ پڑھا ہوا قرآن پڑھے ہوئے کی امامت نہ کرے، عجمی (جس کا تلفظ درست نہ ہو) فصیح (درست خواں) کی امامت نہ کرے، تیمم کرنے والا وضو کرنے والے کی امامت نہ کرے۔[2] اگر سارے ان پڑھ ہوں تو جو ان میں زیادہ قرآن جانتا ہو اسے آگے کیا جائے۔ اگر سارے قاری ہوں تو جو ان میں زیادہ علم والا ہو وہ امام بنے۔ اگر ایسے دو اشخاص جمع ہوں کہ ان میں سے ایک پورے قرآن کا حافظ ہو جبکہ دوسرا پورے قرآن کا حافظ نہ ہو لیکن اس کی تجوید زیادہ اچھی ہو اور قراءت اچھی کرتا ہو تو ان میں سے جو قراءت زیادہ درست طریقے سے کرتا ہو وہ امام بنے جبکہ وہ نماز کے مسائل کا علم بھی رکھتا ہو۔

ایک حدیث پاک میں ہے: "لوگوں کو وہ نماز پڑھائے جو ان میں **اللہ** پاک کی کتاب کو زیادہ پڑھا ہوا ہو، اگر سب قراءت میں برابر ہوں تو وہ پڑھائے جو دین کی زیادہ سمجھ رکھنے والا ہو اور اگر دین کی سمجھ رکھنے میں برابر ہوں تو ان میں جو بڑی عمر کا ہو وہ پڑھائے۔"[3] حکم بھی یہی ہے۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کہا: اے ابو سعید! ہمارا امام لحن کرتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اسے ہٹا دو۔

خطا لحن سے زیادہ سہل ہے کیونکہ لحن میں تحریف اور تبدیلی ہوتی ہے جبکہ خطا میں ایسا معاملہ نہیں۔

---

[1]........احناف کے نزدیک: امام معین ہی اِمامت کا حق دار ہے، اگرچہ حاضرین میں کوئی اس سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو۔ (در مختار) یعنی جب کہ وہ امام جامع شرائط امام ہو، ورنہ وہ اِمامت کا اہل ہی نہیں، بہتر ہونا در کنار۔ (بہار شریعت، حصہ ۳، ۱/۵۶۷)

[2]........احناف کے نزدیک: تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کا امام ہو سکتا ہے۔ (قانون شریعت، ص ۱۸۳)

[3]........مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب من احق بالامامۃ؟، ص ۲۶۴، حدیث: ۱۵۳۲
معجم کبیر، ۱۷/ ۲۲۴، حدیث: ۶۱۷

آدمی اپنے گھر میں (جماعت کرائے تو) امامت کا زیادہ حق دار ہے مگر یہ کہ وہ کسی کو اجازت دیدے، سنت بھی یہی ہے۔

سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کرنا:

امام کے لیے مستحب ہے کہ جب سلام پھیرے تو جلدی سے لوگوں کی طرف منہ گھمائے اور امام کے پھرنے سے پہلے مقتدیوں کا اٹھ کھڑا ہونا مکروہ ہے۔[1] اس حوالے سے حضرت سیِّدُنا طلحہ اور حضرت سیِّدُنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے ایک بڑا اچھا طریقہ مروی ہے۔ ان دونوں حضرات نے بصرہ میں ایک امام کے پیچھے نماز ادا کی جب دونوں نے سلام پھیر لیا تو امام سے فرمانے لگے: تمہاری نماز کتنی پیاری اور کامل ہے جیسا کہ ہم نے تمام ارکان کو ادا کیا، البتہ ایک بات ہے کہ جب تم نے سلام پھیر لیا تو اپنے چہرے کو مقتدیوں کی طرف نہیں گھمایا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: تمہاری نماز کتنی اچھی ہے مگر تم اپنے امام کے پھرنے سے پہلے پھر گئے۔

جسے اس کے پڑوسی یا مقتدی ناپسند کریں اسے امامت کے لیے آگے بڑھنا جائز نہیں۔ اگر لوگ اس کے بارے میں اختلافِ رائے رکھتے ہوں اس طرح کے بعض اسے ناپسند کرتے ہوں اور بعض پسند تو ان میں جو دیندار اور اہلِ علم ہوں ان کی بات کو لیا جائے گا۔ ایسی صورت میں اکثریت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جبکہ تھوڑی تعداد والے لوگ اکثریت سے زیادہ بہتر ہوں۔

بدعتی کے پیچھے نماز نہ پڑھے

کسی بدعتی (گمراہ) کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور جس نے لاعلمی میں کسی بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لی تو وہ اس نماز کو دھرائے۔

جو شخص راہ چلتے کسی مسجد سے اذان کی آواز سنے تو اسے چاہیے کہ مسجد جا کر نماز ادا کرے اور دوسری

---

[1]...... سلام کے بعد سُنّت یہ ہے کہ امام دہنے بائیں کو انحراف کرے اور داہنی طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی مونھ کر کے بیٹھ سکتا ہے، جب کہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو، اگرچہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔

(بہارِ شریعت، حصہ 3، 1/537)

مسجد پہنچنے تک کی تاخیر نہ کرے، سوائے ان دو خاص صورتوں کے: (1) اسے یقین ہو کہ وہ دوسرے ایسے امام کو پالے گا جو اس امام سے افضل ہے یا (2) اس امام کا گمراہ یا فاسق (معلن) ہونا معروف ہو تو دوسری مسجد میں جاکر نماز پڑھے ورنہ پہلے امام کے پیچھے دیگر مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے۔

مسجد کا پڑوسی

حدیث پاک میں ہے: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد ہی میں (کامل) ہوتی ہے۔[1]

مسجد کے پڑوسی کے بارے میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ مسجد کا پڑوسی وہ ہے جو اذان کی آواز سنے، یہ بات حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے منقول ہے۔ دوسرا یہ کہ مسجد کے بعد تین مکان ہوں چوتھا اس کا گھر ہو تو وہ بھی مسجد کا پڑوسی ہے۔ اذان سن کر جماعت ترک کرنے والے کے لیے سخت حکم ہے۔

پڑوس میں دو مسجدیں ہوں تو۔۔۔!

جس کے پڑوس میں دو مسجدیں ہوں تو نماز کے لیے ان میں زیادہ حقدار قریب والی مسجد ہے۔ یہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا مذہب ہے، البتہ اگر دور والی مسجد میں زیادہ قدم اٹھانے کی نیت ہو یا دور والی مسجد کا امام قریب والی مسجد کے امام سے زیادہ نیک ہو تو دور والی مسجد میں نماز پڑھ لے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مسجد میں نماز ادا کرے جو ان میں زیادہ پُرانی ہو۔ یہ بات حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ اور بعض دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مروی ہے کہ وہ نئی مسجدوں کو چھوڑ کر پرانی مسجدوں میں جایا کرتے تھے۔

مقتدی کو جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت کی تلاوت اصلاً نہیں کرنی چاہیے اور سورۂ فاتحہ بھی امام کے سکتوں کے درمیان پڑھنی چاہیے[2] اگرچہ وہ ٹکڑوں میں پڑھے۔ اگر امام سکتے نہ کرے تو جہری نماز میں فقط سورۂ فاتحہ پڑھ لے اور اس امام کی قراءت کے ساتھ اس کے قراءت کرنے کا وبال امام

[1]......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب من سمع النداء، ۱/ ۴۷۰، حدیث: ۱۹۱۹

سنن الدار القطنی، کتاب الصلاۃ، باب الحث لجار المسجد علی الصلاۃ فیہ إلا من عذر، ۲/ ۲۹۲، حدیث: ۱۵۵۳

[2]......احناف کے نزدیک: مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرے گا اور مقتدی کو کسی نماز میں قراءت جائز نہیں، نہ فاتحہ، نہ آیت، نہ آہستہ کی نماز میں، نہ جہر کی نماز میں۔ امام کی قراءت مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3، 1/512)

پر ہی ہو گا، کیونکہ امام نے اس کی نماز کو ناقص کیا اور اپنے اوپر لازم حکم کو ترک کیا تو اللہ پاک ہی اس کا حساب لے گا۔ امام آہستہ قراءت کرے تو مقتدی سورۂ فاتحہ کے ساتھ جس قدر ممکن ہو دوسری سورت بھی ملالے البتہ مقتدی کے لیے صرف سورۂ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے۔

فرض نماز کے بعد اس جگہ سے پھرنا

امام کے لیے مستحب ہے کہ جب فرض نماز ادا کرے تو اس جگہ سے پھر جائے اسی جگہ نفل نماز نہ پڑھے کیونکہ روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سلام پھیرنے کے بعد پھر جاتے تھے۔[1] حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ ایک مشہور حدیث میں ہے: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سلام پھیرنے کے بعد اس دعا کی مقدار ٹھہرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یعنی اے اللہ! تو سلامتی عطا فرمانے والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے، اے عزت و جلال والے! تو برکت والا اور بلندی والا ہے۔[2] اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پھر جاتے۔

مقتدی نے جہاں فرض نماز پڑھی ہے اس سے ہٹ کر دوسری جگہ نفل نماز پڑھے اگرچہ ایک ہی قدم کا فرق ہو تو بھی اچھا ہے، اس بارے میں روایت بھی ہے۔[3] اگر امام اور مقتدی تسبیح و دعا کے لیے کچھ دیر بیٹھیں تو کوئی حرج نہیں۔

❀❀ ❀❀ ❀❀

ایک ہزار دن تک نیکیاں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس درود پاک "جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا بِمَا ھُوَ اَھْلُہ" کو پڑھنے والے کے لئے 70 فرشتے ایک ہزار دن تک نیکیاں لکھتے رہتے ہیں۔ (معجم اوسط، ۱/ ۸۲، حدیث: ۲۳۵)

---

[1] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب مکث الامام بعد ما یسلم، ۲/ ۱۶۰، حدیث: ۳۲۲۷، نحوہ

[2] ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب ذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ص ۲۳۵، حدیث: ۱۳۳۵ بتغیر قلیل

[3] ......مسلم، کتاب الجمعۃ، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ، ص ۳۴۰، حدیث: ۲۰۴۲

رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارہ

(اس فصل میں رضائے الٰہی کے لیے بھائی چارہ، دینی بھائیوں سے میل ملاپ اور محبت، دینی بھائی چارے کے احکام اور رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والوں کے اوصاف کا بیان ہے)

اللہ پاک نے بھائی چارے کو اپنے مؤمن بندوں پر دین میں نعمت کے طور پر یاد دلایا ہے۔ کیونکہ اس نے جُدائی کے بعد تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں اتفاق و محبت کے ساتھ بھائی بھائی ہو گئے۔ نیکی و پرہیز گاری پر ایک دوسرے کا ساتھ دینے والے بن گئے پھر **اللہ** پاک نے بندوں پر اپنی نعمت کے تذکرے کو ان کے تقویٰ کے ذکر کے ساتھ جوڑ دیا اور اپنی رسی اور ہدایت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا اور جُدا جُدا ہونے سے منع کیا جبکہ وہ ایک گھر یعنی اسلام میں داخل ہیں اور اس کے ساتھ ان پر اپنے احسان کا ذکر شامل کیا کہ اس نے لوگوں کو جہنم کے گڑھے کے کنارے سے بچایا اور اپنی پاک ذات پر دلالت کرنے والی ان تمام آیات کو وسیلہ بنا دیا جو اس کی راہِ ہدایت تک پہنچانے والی ہیں۔ ہم نے جو تفصیل بیان کی ہے اس کا خلاصہ یہ آیتیں ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ (پ ۴، اٰل عمرٰن: ۱۰۲، ۱۰۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو **اللہ** سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہر گز نہ مرنا مگر مسلمان اور **اللہ** کی رسّی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں بٹ نہ جانا) اور **اللہ** کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا (دشمنی تھی) اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا **اللہ** تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔

ایمان کی سب سے مضبوط گرہ

اللہ پاک کی رضا کے لیے بھائی چارہ، اس کی خاطر دوستی اور محبت رکھنا عمل کرنے والے (بزرگانِ دین)

کے طریقے ہیں۔ ان کی ہر راہ کا ایک فریق ہے کیونکہ یہ فضیلت والا معاملہ ہے جس کے بارے میں حکم اور استحباب آیا ہے کیونکہ ایمان کی سب سے مضبوط گرہ یہ ہے کہ کسی سے محبت **اللہ** پاک کی رضا کی خاطر ہو۔ اسی کی خاطر الفت اور دوستی، محبت اور ایک دوسرے سے ملاقات اہلِ تقویٰ کے بہترین اسباب ہیں۔ اس کی فضیلت میں اور اس پر ابھارنے والی روایتیں کثیر ہیں، ہم ان کو جمع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ ہمارا میلان ہر فن میں اختصار کی جانب ہے البتہ ہم بھائی چارے کے متعلق اچھے کاموں کو اور اس بارے میں جو چیزیں ضروری ہیں اسے ذکر کریں گے۔

دین کی سلامتی کا باعث

دراصل تابعین بزرگانِ دین کا جان پہچان کے معاملے میں اختلاف ہے، بعض تابعین فرماتے ہیں: جان پہچان کم رکھو کہ یہ تمہارے دین کی سلامتی کا باعث ہے اور کل کو تمہاری رسوائی میں کمی کا سبب ہے اور اس میں تم سے حق تلفی کا معاملہ بھی کم ہو گا کیونکہ کہا گیا ہے: جان پہچان جتنی زیادہ ہو گی حقوق بھی اتنے ہی زیادہ ہوں گے اور جتنی لمبی رفاقت ہو گی ایک دوسرے کی رعایت کرنا بھی اتنا ہی سخت ہو گا۔

ایک تابعی بزرگ فرماتے ہیں: تجھے تیرے جان پہچان والے سے ہی برائی پہنچتی ہے، لہٰذا جان پہچان جتنی کم ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: واقف کار سے اجنبی ہو جاؤ اور اجنبیوں سے جان پہچان نہ بناؤ۔

جو بزرگانِ دین یہ رائے رکھتے ہیں کہ جان پہچان کم ہو ان میں حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری، حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم، حضرت سیِّدُنا داوٗد طائی، حضرت سیِّدُنا فضیل بن عِیاض، حضرت سیِّدُنا سلیمان خَوَّاص، حضرت سیِّدُنا یوسف بن اَسباط، حضرت سیِّدُنا حذیفہ مَرعَشی اور حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِم شامل ہیں۔ جبکہ اکثر تابعین کرام عَلَيْهِمُ الرَّحْمَه فرماتے ہیں کہ رضائے الٰہی کے لیے کثرت سے بھائی بنانا اور مومنوں سے محبت اور دوستی والے معاملات رکھنا مستحب ہے کیونکہ اس میں آسانی کے وقت آرائش اور مشکل کے وقت مدد ہے۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد اور دینی دوستی ہے۔

مومن بھائی کی شفاعت

ایک بزرگ فرماتے ہیں: کثرت سے بھائی بناؤ کیونکہ ہر مومن کے لیے شفاعت ہے شاید تم اپنے مومن

بھائی کی شفاعت میں آجاؤ۔

اسلاف بھائی چارے کا حکم دیتے، ایک دوسرے کے ساتھ الفت و محبت پر ابھارتے اور فرماتے: جب کسی بندے کی مغفرت ہو گی تو وہ اپنے بھائی کے بارے میں شفاعت کرے گا۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖؕ (پ ٢٥، الشوری: ٢٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دعا قبول فرماتا ہے اُن کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور انہیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ایک غریب روایت [1] ہے کہ **اللہ** پاک مؤمنوں کی شفاعت ان کے بھائیوں کے حق میں قبول کرے گا اور انہیں ان کے بھائیوں کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔ [2]

اس مؤقف (بھائی چارے کی کثرت) کو اپنانے والے بُزرگانِ دین میں حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسیَّب، حضرت سیِّدُنا امام شعبی، حضرت سیِّدُنا ابنِ ابی لیلیٰ، حضرت سیِّدُنا ہشام بن عُروہ، حضرت سیِّدُنا ابنِ شُبرُمہ، حضرت سیِّدُنا شُرَیح، حضرت سیِّدُنا شریک بن عبدُاللہ، حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ، حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن مبارک، حضرت سیِّدُنا امام شافعی، حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِمُ الرَّحْمَہ اور ان کے متبعین شامل ہیں۔

قربِ مصطفےٰ پانے والے

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: تم میں سے میری مجلس کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں، جن کے پہلو دوسروں کے لئے نرم ہیں، جو دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور ان سے محبت کی جاتی ہے۔ [3]

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ بھی مروی ہے کہ مومن محبت کرتا ہے اور اس سے محبت کی

---

[1] ......غریب حدیث: وہ ہے جس کی صرف ایک سند ہو یعنی جس کا راوی صرف ایک ہو خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ہو یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں۔ (شرح النخبۃ: نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص ٥٠)

[2] ......تفسیر الطبری، سورۃ الشوری، تحت الآیۃ: ٢٦، ١١/١٤٧، رقم: ٣٠٦٩٥، ٣٠٦٩٦، نحوہ

[3] ......ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی معالی الاخلاق، ٣/٤٠٩، حدیث: ٢٠٢٥

مکارم الاخلاق للطبرانی ملحق مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ماجاء فی حسن الخلق، ص ٣١٤، حدیث: ٦

جاتی ہے اور جو شخص نہ خود محبت کرے اور نہ اس سے محبت کی جائے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔[1]

حدیث پاک میں ہے: اس امت سے سب سے پہلے خُشُوع کو اُٹھایا جائے گا،[2] پھر پرہیز گاری پھر امانت[3] پھر الفت۔

دوسری حدیث میں ہے: **اللہ** پاک جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے نیک دوست عطا فرماتا ہے کہ اگر یہ بھولے تو وہ اسے یاد دلائے اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کی مدد کرے۔[4]

آپس میں ملنے والے دو مسلمان بھائیوں کی مثال

روایت میں ہے: جب دو بھائی آپس میں ملتے ہیں تو ان کی مثال دو ہاتھوں کی سی ہوتی ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کو دھوتا ہے[5] اور جب دو مومن آپس میں ملتے ہیں تو **اللہ** پاک ضرور ایک کو دوسرے کی طرف سے بھلائی عطا فرماتا ہے۔[6]

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ جو شخص **اللہ** پاک کی رضا کے لئے کسی کو اپنا بھائی بنائے تو **اللہ** پاک اسے جنت میں بلند درجہ عطا فرمائے گا جس تک وہ اپنے کسی عمل کی بدولت نہیں پہنچ سکتا تھا۔[7]

رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارے کا ایک فائدہ

منقول ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارہ قائم کرنے والوں میں سے جب ایک کو دوسرے سے بلند

---

[1]......مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۲۶۳، حدیث: ۹۲۰۹
شعب الایمان، باب فی التعاون علی البر والتقوی، ۶/۱۱۷، حدیث: ۷۶۵۸
[2]......مسند الشامیین، لقمان عن ابی الدرداء، ۲/۴۰۰، حدیث: ۱۵۷۹
[3]......مسند الشھاب، ۱/۱۵۵، حدیث: ۲۱۵ دون ذکر الورع
[4]......ابو داود، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب فی اتخاذ الوزیر، ۳/۱۸۳، حدیث: ۲۹۳۲، نحوہ
معجم اوسط، ۳/۱۷۶، حدیث: ۴۲۴۰، نحوہ
[5]......الترغیب فی فضائل الأعمال وثواب ذلک لابن شاھین، باب فضل المصافحۃ للإخوان، ص ۱۲۷، حدیث: ۴۳۳
[6]......لم نجد
[7]......مسند الشامیین للطبرانی، مسند عبد الرحمان بن ثابت بن ثوبان، ۱/۱۰۵، حدیث: ۱۵۷

مقام حاصل ہو گا تو وہ دوسرے کو اپنے ساتھ اس مقام پر لے جائے گا اور وہ اس کے ساتھ اس طرح مل جائے گا جس طرح اولاد والدین سے اور اہلِ خانہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں کیونکہ **اللہ** پاک کی رضا کے لئے بھائی چارہ نسبی بھائی چارے کی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍؕ (پ ٢٧، الطور: ٢١)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور ان کے عمل میں انھیں کچھ کمی نہ دی۔

یعنی ہم نے ان کے عمل میں کسی طرح کی کوئی کمی نہ کی۔ جس کا کوئی غم خوار دوست نہیں جو اس کی سفارش کر کے اسے نفع دے اس کی خبر دیتے ہوئے **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَۙ(۱۰۰) وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ(۱۰۱) (پ ١٩، الشعرآء: ١٠٠، ١٠١)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غم خوار دوست۔

حمیم کا معنیٰ ہمیم ہے جو اہتمام سے ماخوذ ہے یعنی اپنے دوست کے معاملے کا اہتمام کرنے والا۔ اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ تیرا دوست وہ ہے جو تیرے معاملات کی دیکھ بھال کرے اور یہ دیکھ بھال ہی حقیقی دوستی ہے۔

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: مومن کی کثرت اپنے مسلمان بھائی کے سبب ہے۔[1]

نیک دوست بڑی نعمت ہے

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: بندے کو اسلام کے بعد نیک دوست سے بڑھ کر کچھ نہ دیا گیا۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے یہ بھی فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے محبت پائے تو اسے تھام لے کیونکہ ایسا دوست کم ہی ملتا ہے۔ اور اسی معنیٰ پر ایک دانا نے شعر کی صورت میں کلام کرتے ہوئے کہا:

---

[1] ......مسند الشهاب، ١/ ١٤١، حدیث: ١٨٦

مَا نَالَتِ النَّفْسُ عَلٰى بُغْيَةٍ ۔۔۔ اَلَذُّ مِنْ وُدِّ صَدِيْقٍ اَمِيْنٍ

مَنْ فَاتَهٗ وُدُّ اَخٍ صَالِحٍ ۔۔۔ فَذٰلِكَ الْمَقْطُوْعُ مِنْهُ الْوَتِيْنُ

ترجمہ: آدمی نے امانت دار دوست کی محبت سے زیادہ لذیذ کوئی چیز نہ پائی، جس نے نیک دوست کی محبت کھودی تو یہ ایسا ہے کہ اس کی مضبوط رسی ٹوٹ گئی۔

دوسرا مصرعہ یوں بھی منقول ہے:

ذٰلِكَ الْمَغْبُوْنُ حَقًّا يَقِيْنُ

ترجمہ: جس نے نیک دوست کی محبت کھودی تو وہ یقینی طور پر نقصان میں ہے۔

اپنے لئے دوست تلاش کرو

سابقہ امتوں کے واقعات میں ہے کہ **اللہ** پاک نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کو وحی فرمائی: اے ابْنِ عمران! بیدار و ہوشیار رہو اور اپنے لئے دوست تلاش کرو اور جو دوست اور ساتھی میری خوشی و رضا پر تیری مدد نہ کرے وہ تیرا دشمن ہے۔[1]

دوسری روایت میں ہے: **اللہ** پاک نے حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلَيْهِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: "اے داوٗد! کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں لوگوں سے دور تنہا دیکھتا ہوں۔ حضرت داوٗد عَلَيْهِ السَّلَام نے عرض کی: الٰہی! میں نے تیرے لئے مخلوق کو چھوڑ دیا ہے۔ **اللہ** پاک نے ارشاد فرمایا: اے داوٗد! بیدار و ہوشیار رہو اور اپنے لئے دوست تلاش کرو اور جو دوست میری خوشی پر تمہاری مخالفت کرے اس کی صحبت سے بچو کہ وہ تمہارا دشمن ہے، تمہارا دل سخت کر دے گا اور تمہیں مجھ سے دور کر دے گا۔[2]

محبتیں بانٹنے والے بنو

رسولِ پاک صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: **محبتیں بانٹنے والے بنو نفرت پھیلانے والے نہ بنو۔**[3]

---

[1] ......الزھد لاحمد، زھد یوسف علیہ السلام، ص ١٢٠، رقم: ٤٣٧، نحوہ

[2] ......الزھد لاحمد، زھد یوسف علیہ السلام، ص ١٢٠، رقم: ٤٣٧، نحوہ، بدون: یاداود

[3] ......کتاب الآثار لابی یوسف، باب السھو، ص ٤٩، حدیث: ٢٤٨

ایک حدیث پاک میں ہے: **اللہ** پاک کے نزدیک تم میں سے زیادہ پسندیدہ بندے وہ ہیں جو دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور ان سے محبت کی جاتی ہے اور اس کے غضب کا شکار وہ لوگ ہیں جو چغلیاں کرتے اور بھائیوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔[1]

حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک مرتبہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے **اللہ**! یہ کیسے ممکن ہے کہ تمام لوگ مجھ سے محبت کریں اور تجھ سے میرا تعلق بھی سلامت رہے؟ **اللہ** پاک نے ارشاد فرمایا: لوگوں سے ان کی طبیعتوں کے مطابق برتاؤ کرو اور مجھ سے اچھا تعلق رکھو۔[2]

دوسری روایت میں ہے: دنیاداروں سے ان کی طبیعتوں کے مطابق برتاؤ کرو اور آخرت کا خوف رکھنے والوں سے آخرت کی باتیں کرو۔

حضرت سیِّدُنا صَعصَعہ بن صُوحان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: میں تمہارے والد کو تم سے زیادہ چاہتا تھا اور تم مجھے میرے بیٹے سے زیادہ پیارے ہو، میں تمہیں دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں انہیں یاد رکھنا: (1) مومن کے ساتھ خلوص سے پیش آنا اور (2) فاجر سے حسن اخلاق سے ملنا، اس لئے کہ فاجر ظاہری حسن اخلاق سے راضی ہو جاتا ہے۔

مُدارات

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ہم بہت سے لوگوں سے ہنس کر ملتے ہیں، جبکہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیج رہے ہوتے ہیں۔

اسے مُدارات کہتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کے شر اور تکلیف سے بچا جائے جیسا کہ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ (پ۱۸، المؤمنون: ۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔

اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اچھی بھلائی سے مراد سلام ہے۔

---

[1] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، مداراۃ الناس، باب اعتزال الشر واھلہ، ۷/ ۵۴۴، حدیث: ۱۴۲

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، مداراۃ الناس، باب التودد الی الناس، ۷/ ۵۲۲، حدیث: ۴۳، نحوہ

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا **اللہ** پاک کے اس فرمان:

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (پ ۱۳، الرعد: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بُرائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی فحش کلامی اور تکلیف دہ امر کو سلام اور مدارات سے دور کرتے ہیں۔ مدارات ایک بھلائی ہی ہے۔ افضل بھلائی ساتھ بیٹھنے والوں کا احترام واکرام کرنا ہے۔

خُلوص اور حُسنِ اخلاق

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ (پ ۲، البقرۃ: ۲۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر **اللہ** لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے۔

اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے: دفع کرنے سے مراد رغبت، خوف، حیا اور مدارات کے ذریعے دور کرنا ہے۔ اسی معنٰی پر بزرگانِ دین کا فرمان ہے: مومن سے خُلوص والا برتاؤ کرو اور فاجر سے حسن اخلاق کا مظاہرہ کرو۔ خُلوص دلی چاہت اور رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارے کا اعتقاد ہے جبکہ حُسنِ اخلاق معاملات، خرید وفروخت اور ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے ملنے کا نام ہے۔

ایک تفصیلی روایت میں ہے: لوگوں سے اپنے اعمال کے ذریعے ملاقات کرو اور دلوں کے ذریعے ان سے علیحدگی اختیار کرو۔[1]

حضرت سیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: وہ شخص دانش مند نہیں جو ان لوگوں کے ساتھ اچھے طریقے سے نہیں رہتا جن کے ساتھ رہنے سے اسے چارہ نہیں یہاں تک کہ **اللہ** پاک اس کے لئے کوئی کشادگی کی راہ پیدا کر دے۔

غیر متقی شخص سے معاملہ اور گفتگو مجبوری ہے جبکہ متقی کے ساتھ حُسنِ معاشرت اور خالص دوستی والا معاملہ حُسنِ اختیار سے ہے۔

---

[1]......الزھد لھناد، باب مخالطة الناس، ۱ /۵۸۸، حدیث: ۱۲۴۷، نحوہ۔ معجم اوسط، ۵ /۱۷۹، حدیث: ۲۹۸۸، نحوہ

دوست زیادہ ہونے کا نسخہ

اللہ پاک نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: تم میری اطاعت کرو، تمہارے مومن دوست بہت ہوں گے۔

یعنی اگر تم ان کی غم خواری کرو گے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو برداشت کرو گے اور ان سے حسد نہ کرو گے تو تمہارے دوست بہت زیادہ ہوں گے۔

منقول ہے کہ رضائے الٰہی کے لیے ایک دوسرے کے بھائی بننے والے دو افراد میں سے ایک کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کر جانے والے سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگا: مجھے میرے مومن بھائی کا درجہ بتاؤ اگر اس کا درجہ کم ہے تو میں جنت میں نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ میری طرح کا درجہ اسے بھی دیا جائے۔ وہ بار بار یہی کہتا رہا جبکہ اس سے کہا گیا: اس نے تم جیسا عمل نہیں کیا۔ وہ کہنے لگا: میں نے اپنے اور مسلمان بھائی کے لئے عمل کیا تھا۔ چنانچہ اسے وہ سب عطا کر دیا گیا جو اس نے اپنے بھائی کے لئے مانگا۔ پھر اس کے بھائی کے درجہ کو بلند کر کے اس کا درجہ بھی اس کے ساتھ کر دیا گیا۔ یہ مفہوم دو روایتوں میں ہے، میں نے اختصار سے کام لیتے ہوئے ان دونوں کو جمع کر دیا ہے۔

بزرگانِ دین بھائی چارہ اور جان پہچان اُخروی اور باقی رہنے والے منافع کے لیے رکھتے تھے، نہ کہ فانی دنیا کو پانے کے لئے۔

افضل بھائی چارہ

ایک عالم صاحب کا فرمان ہے: سب سے افضل بھائی چارہ ہمیشہ رہنے والی محبت اور لازم رہنے والی الفت ہے کیونکہ بھائی چارہ اور محبت ایک عمل ہے اور ہر عمل اپنے اچھے خاتمے کا محتاج ہوتا ہے تاکہ عمل پایۂ تکمیل کو پہنچے تو اس کا اجر بھی کامل ہو۔ اگر آخر میں اس کا عمل پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا اور صحبت و محبت کا انجام اچھا نہ ہوا تو اس کا خاتمہ بُرا ہو گا اور جو کچھ اس سے قبل اس نے کیا اس کا سارا عمل برباد ہو جائے گا۔ دو آدمی 20 سال تک ایک دوسرے سے دوستی اور بھائی چارہ نبھاتے رہے، مگر آخر میں دوستی ٹوٹ گئی اس کے سبب گزشتہ

دوستی بیکار ہو گئی۔ اس لیے اس عالِمِ دین نے محبت دائمی اور الفت کے لازم رہنے کی شرط وفات کے وقت تک کی لگائی تاکہ خاتمہ اخوت اور محبت کے ساتھ ہو۔

اَسلاف بھائی چارے کی حفاظت کرتے

اسی وجہ سے اسلاف بھائی چارے کی حفاظت اور محبت کی رعایت کرتے، اسے تھام کر رکھنے کا حکم دیتے، اس کے بیش قیمت ہونے اور اس میں شدید خطرہ ہونے کی وجہ سے اسے باقی رکھتے جیسا کہ کسی کا کہنا ہے: رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارے کی مثال باریک شیشے کی طرح ہے جس کی حفاظت نہ کی جائے اور اسے بچایا نہ جائے تو آفت میں پڑ جاتا ہے۔ جس نے بھائی چارے کی فضیلت کو جانا اس نے اسے مضبوطی سے پکڑا۔ جو کسی شے پر خوش ہوتا ہے وہ اس کے چھن جانے کا ڈر بھی رکھتا ہے اور اس کے باقی رہنے کے اسباب بھی اختیار کرتا ہے اگرچہ اس میں اس کی جان اور مال پر بوجھ ہو۔

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْؕ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بے شک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے۔

بزرگانِ دین شیطان کے فساد کے بعد اچھا کلام کیا کرتے تھے۔ **اللہ** پاک نے حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے متعلق خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْؕ (پ ۱۳، یوسف: ۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرا دی تھی۔

رشتۂ اخوت میں جدائی کی وجہ

منقول ہے کہ جب دو شخص **اللہ** پاک کے لئے رشتۂ اخوت قائم کرتے ہیں تو ان میں جُدائی کسی گناہ کے سبب ہوتی ہے جس کا مُرتکِب دونوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: جب بندہ **اللہ** پاک کی فرمانبرداری میں کوتاہی کرتا ہے تو **اللہ** پاک اس سے اُنس رکھنے والوں کو دور کر دیتا ہے، کیونکہ دوست سے انسیت ملنا **اللہ** پاک کی نعمت ہے اور

یہ نعمت ہر دوست میں نہیں پائی جاتی۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں: آدمی کے لئے اچھا یہ ہے کہ اس کے تین دوست ہوں: ایک دنیا کے لئے، دوسرا آخرت کے لئے اور تیسرا وہ ہو جس سے انسیت ملے۔

کبھی آخرت والا دوست جس کی فضیلت تو واضح ہوتی ہے لیکن **اللہ** پاک اس سے انسیت عطا نہیں فرماتا، اس کا سبب یہ ہے کہ انسیت کا ملنا بہت کم ہے اور ایسی روح سے قربت نہیں ہوتی جس میں انسیت نہیں پائی جاتی اور انسیت روح والی شے میں ہی پائی جاتی ہے۔

منقول ہے کہ دشمنی کے لیے ایک شیطان ہے جسے ابلیس نے دو بھائی چارہ کرنے والوں کے درمیان تفریق کرنے پر لگا دیا ہے اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے، وہ اس کام کے لیے ہی فارغ ہے۔

متقی شخص کی نشانی

متقی شخص کی نشانی یہ ہے کہ جدا ہوتے وقت بھی اچھی بات کرے، تکلیف برداشت کرے اور تفریق کے بعد بھی اچھے انداز سے ملے۔ ہمیں ایک دانا عالم نے اسی مفہوم میں یہ اشعار سنائے:

اِنَّ الْكَرِيْمَ اِذَا تَقَضّٰى وِدُّهٗ يُخْفِي الْقَبِيْحَ وَيُظْهِرُ الْاِحْسَانَا

وَتَرَى اللَّئِيْمَ اِذَا تَصَرَّمَ حَبْلُهٗ يُخْفِي الْجَمِيْلَ وَيُظْهِرُ الْبُهْتَانَا

ترجمہ: اعلیٰ ظرف سے جب محبت کا تعلق ختم ہوتا ہے تو وہ بُری بات کو چھپاتا اور احسان کو ظاہر کرتا ہے جبکہ تو کمینے کو دیکھے گا کہ جب اس سے تعلق ختم ہوتا ہے تو وہ اچھائی کو چھپاتا اور بہتان لگاتا ہے۔

تو اعلیٰ ظرف شخص اس مفہوم میں ربوبیت کے اخلاق کے ساتھ متصف ہوتا ہے کیا تم نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی اس دعا کو نہ سنا، جس کے شروع میں ہے: یَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَسَتَرَ الْقَبِيْحَ وَلَمْ يُؤَاخِذْ بِالْجَرِيْرَةِ وَلَمْ يَهْتِكَ السِّتْرَ یعنی اے وہ ذات جو اچھائی کو ظاہر کرتی اور بُرائی پر پردہ رکھتی ہے، گناہ پر فوری مواخذہ نہیں کرتی اور پردہ چاک نہیں کرتی۔[1]

---

[1]......الضعفاء للعقیلی، ۲/ ۴۵۰، رقم: ۵۵۱: زهدم بن الحارث المکی۔

المستدرک، کتاب الدعاء والذکر، الدعاء العظیم النفع، ۲/ ۴۴۰، حدیث: ۲۰۴۲

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: دوست کی ملامت اس کی دوستی ختم ہو جانے سے بہتر ہے۔

جو تمہارا دوست بن جائے اس پر احسان کرو، اس کے لیے نرمی اختیار کرو اور اس کے معاملے میں شیطان کی پیروی نہ کرو، کل اسے موت آجائے گی تو اس کی جدائی ہی تیرے لیے کافی ہو گی، اب موت کے بعد تیرا اس پر رونا کیسا؟ جبکہ اس کی زندگی میں تو نے اس سے میل ملاپ ترک کر دیا تھا۔

دوستی میں میانہ روی رکھو

حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: اپنے دوست سے دوستی میں میانہ روی رکھو ہو سکتا ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دشمن بن جائے اور دشمن سے دشمنی کم رکھو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارا دوست بن جائے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: تمہارا محبت میں حد سے بڑھنا نہ ہو اور تمہاری دشمنی میں ہلاکت نہ ہو۔ حضرت سیِّدُنا اسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ سن کر میں نے عرض کی: وہ کیسے؟ فرمایا: جب تم محبت کرو تو بچے کی طرح کسی شے کی محبت میں فریفتہ نہ ہونا اور جب کسی سے بغض رکھو تو اتنا بغض نہ رکھو کہ اس کی ہلاکت اور تلف ہونا پسند کرو۔

ایسا سچا دوست تلاش کرو جو۔۔۔!

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی وصیت ہے، آپ فرماتے ہیں: تمہیں چاہیے کہ ایسا سچا دوست تلاش کرو جس کے سائے میں زندگی بسر کر سکو کیونکہ دوست خوشحالی کے وقت زینت اور تنگی کے وقت امید ہوتا ہے، اپنے دوست کے متعلق ہمیشہ اچھا گمان رکھو حتّٰی کہ تمہارا گمان غالب آجائے، اپنے دشمن سے دور رہو اور دوستوں میں سوائے امانت دار کے سب سے ڈرتے رہو اور امانت دار وہی ہے جو **اللہ** پاک سے ڈرتا ہے لہٰذا کسی فاجر کی صحبت اختیار نہ کرو ورنہ تم بھی فسق میں مبتلا ہو جاؤ گے اور فاسق کو اپنے راز پر مطلع نہ کرو بلکہ اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کرو جو **اللہ** پاک سے ڈرتے ہیں۔

بیٹے کو عمدہ وصیت

حضرت سیِّدُنا عبد الملک بن ابجر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب حضرت سیِّدُنا علقمہ عُطاردی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ

کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹے کو بلایا اور اسے یہ وصیت کی: پیارے بیٹے! جب تمہیں لوگوں کی صحبت اپنانے کی حاجت ہو تو ایسے شخص کی صحبت اپناؤ کہ جب تم اس کی خدمت کرو تو وہ تمہاری حفاظت کرے اور اگر تمہیں کوئی مشقت پیش آئے تو وہ برداشت کرے۔ ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو کہ جب تم بھلائی کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاؤ تو وہ بھلائی سے پیش آئے، اگر وہ تمہاری کوئی نیکی دیکھے تو اسے شمار کرے اور اگر کوئی بُرائی دیکھے تو اسے دور کرے۔ ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو کہ جب تم اس سے کوئی چیز طلب کرو تو وہ تمہیں عطا کرے اور اگر طلب نہ کرو تو وہ خود دے اور اگر تم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ تمہاری غمخواری کرے۔ ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو کہ جب تم کچھ کہو تو وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے، اگر تم کسی چیز کا ارادہ کرو تو وہ تمہیں اچھا مشورہ دے اور اگر تمہارے درمیان کوئی اختلاف ہو جائے تو وہ تمہاری رائے کو ترجیح دے۔ حضرت سیِّدُنا ابن اکثم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: مامون رشید نے یہ سنا تو کہا: ایسا شخص کہاں ملے گا؟

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: آپ کے نزدیک کون سا بھائی زیادہ پسندیدہ ہے؟ ارشاد فرمایا: جو میرے عیبوں کو درست کرے، میری غلطیوں کو چھپائے اور میرا عذر قبول کرے۔

دوست کی طرف سے تین باتیں برداشت کرو

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: دوست کے حق میں سے ہے کہ تم اس کی طرف سے تین باتوں کو برداشت کرو: غصے کو، بدکلامی کو اور ناز و نخرے کو۔

بھائی چارہ ایک باریک جوہر ہے

نیز فرماتے ہیں: بھائی چارہ ایک باریک جوہر ہے اگر اس کی حفاظت نہیں کرو گے تو آفات اس کے درپے ہو جائیں گی، لہٰذا تمہیں دوستی کے لئے جھکنا بھی پڑے تو بھی اپنے دوست کو راضی کر لو تاکہ دوستی کے معاملے میں تم اس سے فائق ہو جاؤ، غصہ پی کر بھائی چارے کی حفاظت کرو حتّٰی کہ جو تم پر ظلم کرے تم اس سے بھی معذرت کرو اور رضا کے ساتھ اس بھائی چارے کی حفاظت کرو حتّٰی کہ اپنی فضیلت نہ جانو اور نہ بھائی کے بارے میں کوتاہی کا گمان کرو۔

کہا گیا ہے: جو لوگوں کی وجہ سے اپنے نفس پر سختی نہیں کرتا اور لوگوں کے لیے ظلم کرتا ہے اور لوگوں

سے غافل رہتا ہے وہ کبھی بھی لوگوں کی ملامت سے نہیں بچ سکتا۔

حضرت سیِّدُنا اَسماء بن خارجہ فَزاری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ فرماتے ہیں: میں نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی اس لئے کہ اگر اچھے شخص نے مجھے گالی دی تو ایسے شخص کو معاف کرنے کا میں زیادہ حق دار ہوں اور اگر کسی کمینے شخص نے دی تو میں اپنی عزت و آبرو کو اس کا نشانہ نہیں بناتا۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا:

وَاَغْفِرُ عَوْرَاءَ الْكَرِيْمِ اِصْطِنَاعَهٗ ۔۔۔ وَاُعْرِضُ عَنْ ذَاتِ اللَّئِيْمِ تَكَرُّمَا

ترجمہ: میں عزت دار کی خطا کو اس کی بھلائی کی وجہ سے معاف کرتا ہوں اور کمینے کی ذات سے پاک باز رہنے کی خاطر اعراض کرتا ہوں۔

فحش کلامی کمینگی ہے

دوستوں کے بارے میں حضرت سیِّدُنا محمد بن عامر رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ کے یہ اشعار ہمیں سنائے گئے:

فَلَا تَعْجَلْ عَلٰى اَحَدٍ بِظُلْمٍ ۔۔۔ فَاِنَّ الظُّلْمَ مَرْتَعُهٗ وَخِيْمُ

وَلَا تَفْحَشْ وَاِنْ مُلِئَتْ غَيْظًا ۔۔۔ عَلٰى اَحَدٍ فَاِنَّ الْفُحْشَ لُؤْمُ

وَلَا تَقْطَعْ اَخًا لَكَ عِنْدَ ذَنْبٍ ۔۔۔ فَاِنَّ الذَّنْبَ يَغْفِرُهُ الْكَرِيْمُ

وَلٰكِنْ دَاوِ عَوْرَتَهٗ بِرُقْعٍ ۔۔۔ كَمَا قَدْ يُرَقَّعُ الْخَلِقُ الْقَدِيْمُ

وَلَا تَجْزَعْ لِرَيْبِ الدَّهْرِ وَاصْبِرْ ۔۔۔ فَاِنَّ الصَّبْرَ فِي الْعُقْبٰى سَلِيْمُ

ترجمہ: کسی پر ظلم میں جلدی نہ کرو بے شک ظلم کا انجام بُرا ہے۔ کسی سے فحش کلامی نہ کرو اگرچہ غصے سے بھرے ہو کیونکہ فحش کلامی کمینگی ہے۔ اپنے دوست کے کسی جرم پر اس سے قطع تعلق نہ کرو اس لئے کہ اعلیٰ ظرف شخص جرم کو معاف کرتا ہے۔ اپنے دوست کے عیب پر پیوند لگاؤ جیسے پُرانے کپڑے پر پیوند لگایا جاتا ہے۔ زمانے کے مصائب پر واویلا نہ کرو اور صبر کرو بے شک صبر کا انجام سلامتی ہے۔

عَبْدُ اللّٰہ بن شبیب نے یہ اشعار کہے:

اِخَاءُ النَّاسِ مُمْتَزِجٌ ۔۔۔ وَاَكْثَرُ فِعْلِهِمْ سَمِجُ

فَاِنْ بَدَهْتَكَ مَقْطَعَةٌ ۔۔۔ فَلَيْسَ وَرَاءَهُمْ فَرَجُ

فَقَوِّمْهُمْ بِوَصْلِهِمْ فَإِنْ لَّمْ يُوْصَلُوْا اعْتَوَجُوا

صُرُوْفُ الدَّهْرِ دَائِبَةٌ تُقَطَّعُ دُوْنَهَا الْمُهَجُ

ترجمہ: لوگوں کی بھائی چارگی میں ملا جلا رجحان ہے اور ان کے اکثر کام بُرے ہیں۔ اگر ان سے قطع تعلقی ہو جائے تو پھر اس کے بعد کشادگی نہیں لہٰذا میل ملاپ سے ہی انہیں سیدھا رکھو اور اگر تم نے ان کو نہ ملایا تو وہ ٹیڑے ہو جائیں گے۔ گردش زمانہ کی عادت جاری ہے اور روحوں کا نکل جانا اسے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے۔

اپنے بھائی سے نہ جھگڑو

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی سے نہ جھگڑو، نہ اس کا مذاق اڑاؤ اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جسے پورا نہ کرو۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو اپنے مالوں کے ذریعے کافی نہیں ہو سکتے لہٰذا انہیں کافی ہونے کے لیے تمہیں خندہ پیشانی اور خوش اَخلاقی سے پیش آنا چاہیے۔[2]

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ (پ ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو۔

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: لوگوں کے اخلاق اور اعمال میں سے ٹوہ میں لگے بغیر جو سامنے نظر آئے وہ لے لو۔

دوست کو ملامت نہ کرو

ایک دانا نے اسی بارے میں ہمیں یہ اشعار سنائے:

خُذْ مِنْ خَلِيْلِكَ مَا صَفَا وَدَعِ الَّذِيْ فِيْهِ الْكَدَر

[1] ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی المراء، ۳/ ۴۰۰، حدیث: ۲۰۰۲

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخمول، باب حسن الخلق، ۳/ ۵۷۲، حدیث: ۱۹۰

فَالْعُمْرُ اَقْصَرُ مِنْ مُّعَا تَبَۃِ الْخَلِيْلِ عَلَى الْغَيَرْ

ترجمہ: اپنے دوست کی جو بات اچھی لگے اسے لے لو اور جو اس میں بُرائی ہو اسے چھوڑ دو کیونکہ زندگی اس قدر نہیں کہ دوسروں کی باتوں پر دوست کو ملامت کرو۔

جس نے **اللہ** پاک کی رضا کے لیے بھائی چارے اور **اللہ** پاک کے لئے محبت کے درجہ کو جان لیا تو وہ اپنے بھائی کے لیے صبر بھی کرے گا اور اس کا شکر بھی ادا کرے گا۔ اس سے عفو و درگزر بھی کر لے گا اور اس کے لیے تکلیف بھی برداشت کرے گا تاکہ وہ جس کی امید کر رہا ہے اسے پا سکے اور جس کی طلب کر رہا ہے اس تک پہنچ سکے۔ کیونکہ صبر اس بات کی طرف محتاج ہوتا ہے کہ عمل اور شکر کامل ہو اور اس کے لئے نعمتوں کی ہمیشگی ضروری ہے۔ جو عمدہ چیز کا طالب ہوتا ہے وہ عمدہ چیز ہی کے بارے میں سوچتا ہے اور جو پسندیدہ چیز کی طرف رغبت رکھتا ہے تو وہ اس پسندیدہ چیز کو حاصل کرنے کے لیے خرچ بھی کرتا ہے، بخدا! وہی بامراد ہے جو اس کے لئے ہی محبت کرے۔

رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والوں کا مقام

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** پاک کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرنے والے سرخ یاقوت کے ستون پر ہوں گے اور ستون کے سرے پر 70 ہزار بالاخانے ہوں گے، وہ جنتیوں کو دیکھیں گے تو ان کا حسن جنتیوں کو ایسے روشنی دے گا جیسے سورج دنیا والوں کو روشنی دیتا ہے۔ ان پر سبز ریشمی لباس ہوں گے اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا: یہ **اللہ** پاک کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔[1]

چودھویں کے چاند کی مانند روشن چہرے والے

حضرت سیِّدُنا ابو ادریس خولانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے عرض کی: میں **اللہ** پاک کی رضا کے لئے آپ سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو

[1]......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الجنۃ، ما ذکر فی الجنۃ وما فیھا مما اعد لاھلھا، ۸/۸۸، حدیث: ۱۴۸، نحوہ
نوادر الاصول، الاصل الثالث والمائۃ، ۱/۴۳۱، حدیث: ۶۲۲

تمہیں مبارک ہو، میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا کہ "قیامت کے دن بعض لوگوں کے لئے عرش کے گرد کرسیاں نصب کی جائیں گی، ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گے، لوگ گھبراہٹ کا شکار ہوں گے جبکہ انہیں کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی، لوگ خوفزدہ ہوں گے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا، یہ اللہ پاک کے دوست ہیں جن پر نہ کوئی اندیشہ ہے نہ کچھ غم۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرنے والے۔[1]

قابلِ رشک لوگ

حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے: عرش کے گرد نور کے منبر ہوں گے ان پر موجود لوگوں کے لباس اور چہرے نورانی ہوں گے، وہ نہ انبیا ہیں نہ شہدا لیکن ان پر انبیا اور شہدا رشک کریں گے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ان کی صفات بیان فرمائیں۔ ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پاک کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے، اس کی رضا کی خاطر ساتھ بیٹھتے اور اسی کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔[2]

حضرت سَیِّدُنا عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: میری محبت ان لوگوں کے لئے ہے جو میری رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، میری رضا کی خاطر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور میری رضا کی خاطر ہی ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔[3]

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۳۲، حدیث: ۲۲۰۶۳
مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی مالک الاشعری، ۸/۴۴۹، حدیث: ۲۲۹۶۹
تنبیہ الغافلین، باب اصلاح ذات البین والنھی عن المضاربۃ، ص ۲۸۱، حدیث: ۷۰۹

[2] ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی مالک الاشعری، ۸/۴۴۹، حدیث: ۲۲۹۶۹
الضعفاء للعقیلی، باب الحاء، ۱/۳۳۱، رقم: ۳۷۸: حماد بن ابی حمید
الکامل لابن عدی، ۷/۴۱۱، رقم: ۱۶۷۱: محمد بن ابی حمید

[3] ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۳۲، حدیث: ۲۲۰۶۳
مسند بزار، مسند عبادۃ بن الصامت، ۷/۱۴۳، حدیث: ۲۶۹۷

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ (پ۱۰، الانفال: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن **اللہ** نے ان کے دل ملا دیئے۔

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ **اللہ** پاک کی رضا کی خاطر آپس میں محبت رکھنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: **اللہ** پاک کی رضا کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے جب ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہیں تو ان کی خطائیں ایسے مٹتی ہیں جیسے سردیوں میں درختوں کے خشک پتے جھڑتے ہیں۔

سایۂ عرش پانے والے خوش نصیب

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: جس دن **اللہ** پاک کے عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا اس دن سات بندوں کو **اللہ** پاک اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔ ان میں سے رضائے الٰہی کی خاطر بھائی چارہ کرنے والے بھی ہیں جو اسی کی خاطر ملتے اور جدا ہوتے ہیں۔[1]

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ وغیرہ فرماتے ہیں: محبت اور شفقت کے ساتھ اپنے مسلمان بھائی کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

رضائے الٰہی کے لئے محبت کی شرائط

رضائے الٰہی کے لئے محبت درست ہونے کے لیے یہ شرائط ہیں کہ ملتے وقت نرمی اور شفقت ہو، جدا ہوتے وقت نصیحت ہو، غیبت سے اجتناب ہو، وعدے کی پاسداری ہو، انسیت اور محبت پائی جائے، تند مزاجی اور وحشت نہ ہو، خندہ پیشانی ہو اور جھجک نہ ہو۔

---

[1]......بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ، ۱/ ۲۳۶، حدیث: ۶۶۰

تنبیہ الغافلین للسمرقندی، باب ما یرجی من رحمۃ اللہ، ص ۴۷، حدیث: ۹۱

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب غیبت ہو تو بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب دو انسان آپس میں **اللہ** پاک کی رضا کے لیے بھائی چارہ قائم کریں اور پھر ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے وحشت ہو یا ان میں سے ایک دوسرے سے جھجک محسوس کرے تو یہ ان میں سے کسی ایک کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رب کریم کو زیادہ محبوب

اسی وجہ سے حدیثِ مبارک میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: جب دو شخص **اللہ** پاک کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں تو **اللہ** پاک کو ان میں سے زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو اپنے دوست سے زیادہ محبت کرتا ہے۔[1] دوسری روایت میں ہے: ان میں سے افضل وہ ہوتا ہے جو دوسرے سے زیادہ محبت کرتا ہے۔[2]

یوں ہی ایک روایت میں ہے: دوستوں میں **اللہ** پاک کو زیادہ پیارا وہ ہے جو اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ نرمی کرتا ہے۔[3]

ایک مشہور حدیث مبارک میں ہے: بندہ ایمان کا ذائقہ اسی وقت چکھ سکتا ہے جب وہ کسی انسان سے محبت کرے تو صرف **اللہ** پاک کی رضا کے لیے ہی کرے۔[4]

دوست کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے حضرت سیِّدُنا امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اپنے دوست کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر اس طرح کرو جس طرح تم چاہتے ہو کہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارا ذکر کیا جائے اور اس سے درگزر کرو جس طرح تم چاہتے ہو کہ تم سے درگزر کیا جائے۔

---

[1] ......معجم اوسط، ۲/۱۲۵، حدیث: ۲۸۹۹

[2] ......مسند الطیالسی، ثابت بنانی عن انس بن مالک، ص ۲۷۳، حدیث: ۲۰۵۳

[3] ......الجامع لابن وهب، الجزء الاول، الاخاء فی اللہ، ص ۲۹۵، حدیث: ۱۹۸، نحوہ

[4] ......معجم کبیر، ۲۰/۲۸۵، حدیث: ۶۷۳۔ بخاری، کتاب الادب، باب الحب فی اللہ، ۴/۱۱۰، حدیث: ۶۰۴۱

ایک بزرگ فرماتے ہیں: مجھ سے جب میرے دوست کا ذکر اس کی غیر موجودگی میں کیا جاتا ہے تو میں اسے پاس بیٹھا ہوا تصور کرتا ہوں اور اس کے متعلق وہی کہتا ہوں جو وہ اپنی موجودگی میں سننا پسند کرتا ہے۔

یہی سچا مسلمان ہونے کی حقیقت ہے کیونکہ مسلمان اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے اور اپنے بھائی کے لیے اس چیز کو برا نہ جانے جسے وہ اپنے لیے بُرا جانتا ہے۔

دوستوں کے ساتھ کیسا برتاؤ ہو؟

ایک ادیب فرماتے ہیں: جو اپنے دوستوں سے ایسی بات کا تقاضا کرے جس کا تقاضا وہ اس سے نہیں کرتے تو اس نے اپنے دوستوں پر ظلم کیا اور جو اپنے دوستوں سے ایسی بات کا تقاضا کرے جو اس کے دوست اس سے کرتے ہوں تو اس نے اپنے دوستوں کو تھکا دیا اور جو اپنے دوستوں سے کسی چیز کا تقاضا نہ کرے تو وہ ان پر احسان کرنے والا ہے۔

اسی مفہوم میں ایک دانشور سے منقول ہے: جس نے خود کو دوستوں کے درمیان اپنی حیثیت سے بڑھ کر جانا وہ خود بھی گناہ گار ہوا اور دوستوں کو بھی گناہ گار کیا اور جو اپنی حیثیت کے مطابق دوستوں کے ساتھ رہا اس نے خود بھی مشقت اٹھائی اور دوستوں کو بھی مَشَقَّت میں ڈالا اور جس نے دوستوں کے ساتھ خود کو اپنی حیثیت سے کم رکھا وہ خود بھی سلامت رہا اور دوستوں کو بھی سلامت رکھا۔

اسی وجہ سے اہلِ علم نے **اللہ** پاک کے لئے بھائی چارہ کمیاب قرار دیا ہے کیونکہ **اللہ** پاک کے لئے بھائی چارہ قائم کرنے کی حقیقت یہی ہے (جو ہم نے بیان کی)۔

دو کمیاب چیزیں

منقول ہے کہ دو چیزیں کمیاب ہیں اور ان دو چیزوں سے عزت ہی بڑھتی ہے: حلال درہم اور ایسا بھائی جس سے راحت وسکون نصیب ہو۔ ایک روایت میں ہے: جس سے انسیت حاصل ہو۔

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رازی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہمارے زمانہ میں تین چیزیں نایاب ہیں، ان میں سے ایک وفاداری کے ساتھ اچھی دوستی بھی ہے۔

یعنی اس کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ ایسی وفا کرنا جسے نہ تو وہ جان سکے اور نہ ہی اس تک اس کی خبر پہنچ سکے، جس طرح اس کے سامنے اور اس کی زندگی میں اس کے ساتھ وفا کرتا ہے اور ایسی ہی وفا اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے اور اس کے اہلِ خانہ کے لیے ہو جیسے اس کی زندگی میں ہوتی تھی، یہی وہ وفا ہے جسے حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمان: "جو اسی کی خاطر ملتے اور جدا ہوتے ہیں۔"[1] میں بھائی چارے کے لیے شرط قرار دیا ہے اور اس کی جزا و ثواب قیامت کے دن ربِ کریم کے عرش کا سایہ ملنا بتایا ہے۔

اسی طرح ایک ادیب فرماتے ہیں: اپنے دوست کی وفات کے بعد اس سے تھوڑی وفا کرنا اس کی زندگی میں زیادہ وفا کرنے سے بہتر ہے۔

اسی طرح ہمارے اسلاف کا طریقہ تھا جیسا کہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ وغیرہ فرماتے ہیں: اسلاف میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جاتا تو ان کا مسلمان بھائی اس کے اہلِ خانہ کی 40 سال تک اس طرح خدمت کرتا کہ ان اہلِ خانہ کو فوت ہونے والے کے غم کے علاوہ اور کوئی اذیت نہ پہنچتی۔

دوست کا قرض ادا کرنا

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا مسروق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بہت سا مال قرضہ لیا اور ان کے دوست حضرت سیِّدُنا خیثمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ پر قرض تھا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا مسروق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا خیثمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا سارا قرضہ ادا کر دیا اور حضرت سیِّدُنا خیثمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو اس کا علم تک نہ ہوا، اسی طرح حضرت سیِّدُنا خیثمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بھی انہیں بتائے بغیر ان کا قرضہ ادا کر دیا۔

اللہ کریم کی رضا کی خاطر بھائی چارہ قائم کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے بھائی سے اس کی موجودگی یا غیر موجودگی میں خالص محبت رکھے، زبان اور دل میں یکسانیت ہو، لوگوں کی موجودگی اور تنہائی میں بھی راز میں ظاہری طور پر اعتدال ہو، جب ان چیزوں میں اختلاف نہ ہو تو یہی خالص بھائی چارگی ہے اور اگر ان میں اختلاف ہو تو یہ بھائی چارگی میں منافقت، محبت میں پھوٹ، دین میں دخل اندازی اور مسلمانوں کے طریقوں

[1]......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الحب فی اللہ، ۴/۱۷۵، حدیث: ۲۳۹۸

سے دور ہونا ہے اس طرح کرنے سے ایمان کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی۔

حضرت سیِّدُنا ابو رزین عقیلی رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کچھ پوچھا تو آپ نے ان کے لیے کچھ چیزوں کو مشروط کیا جن میں ایک یہ ہے: تو کسی اجنبی سے محبت کرے تو صرف اور صرف اللہ کریم کی رضا کے لیے کرے۔[1]

حکایت: رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے کا صِلہ

اللہ کریم کی رضا کے لیے محبت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ محبت صلہ رحمی یا کسی نعمت و احسان کے بدلے میں نہ ہو جیسا کہ حدیثِ مبارک میں بیان ہوا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی اللہ پاک کی رضا کی خاطر اپنے دوست کی زیارت کے لیے کسی گاؤں کی طرف چلا تو اللہ پاک نے ایک فرشتہ اس کے راستے میں بھیجا۔ فرشتے نے اس آدمی سے پوچھا: کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ آدمی نے کہا: میں فلاں گاؤں میں اپنے دوست کے پاس جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ ہے جس کے لیے تو صلہ رحمی کرنے جا رہا ہے یا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے جسے چکانے کے لیے جا رہا ہے؟ آدمی نے کہا: ایسا نہیں ہے، میں تو صرف اللہ کریم کی رضا کے لیے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں اللہ کریم کی جانب سے تمہاری طرف قاصد ہوں، بے شک اللہ کریم تجھ سے ایسے ہی محبت فرماتا ہے جیسے تو اپنے دوست سے محبت کرتا ہے۔[2]

عبادت بے فائدہ

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اور آپ کے صاحبزادے حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے: اگر کوئی شخص دن میں روزہ رکھنے کو نہ چھوڑے (یعنی ہمیشہ روزہ رکھے)، شب بیداری اور خوب عبادت و ریاضت کرے لیکن اگر وہ اللہ کی رضا کے لیے نہ کسی سے محبت کرے اور نہ ہی اس کی رضا

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند المدنیین، حدیث ابی رزین العقیلی، ۵/ ۴۷۰، حدیث: ۱۶۱۹۴

[2] ......مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فی فضل الحب فی اللہ، ص ۱۰۶۵، حدیث: ۶۵۴۹

الجامع لابن وھب، الجزء الاول، الاخاء فی اللہ، ص ۲۹۲، حدیث: ۱۹۶

کے لیے کسی سے بغض رکھے تو یہ عبادت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔

مروی ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے پوچھا: ایمان کی کون سی گرہ سب سے مضبوط ہے؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے کہا: نماز۔ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ بھی نیکی ہے لیکن یہ مراد نہیں۔ پھر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: حج کرنا اور راہِ خدا میں جہاد کرنا۔ ارشاد فرمایا: یہ بھی نیکی ہے لیکن یہ مراد نہیں۔ یہ سن کر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ ہی ارشاد فرمائیے تو حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایمان کی سب سے مضبوط گرہ **اللہ** کے لیے محبت کرنا اور **اللہ** ہی کی خاطر دشمنی رکھنا ہے۔[1]

دوست کی حالت بدل جائے تو۔۔۔!

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو اپنے دوست سے **اللہ** پاک کی رضا کے لیے محبت کرتا تھا پھر دوست کی حالت بدل جائے اور اس میں تبدیلی آجائے تو اب اس کے بعد اس سے نفرت کی جائے گی یا نہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: جب کسی کا دل اس چیز سے بدل جائے جس پر پہلے تھا اور اس کی حالت تبدیل ہو جائے تو اب اس سے نفرت ایسے ہی رکھنی چاہیے جیسے پہلے اس سے محبت رکھتا تھا۔

ایک نوجوان حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی مجلس میں اکثر حاضر ہوتا تھا آپ کو اس نوجوان سے محبت ہو گئی، آپ اس کو بوڑھوں پر مقدم اور اپنے قریب رکھتے تھے، لوگوں کو اس سے حسد ہوا، اچانک ایک دن اس نوجوان سے کوئی کبیرہ گناہ صادر ہو گیا جس کی وجہ سے لوگ اس کو حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے پاس لائے اور سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا: کاش! آپ اس کو اپنے سے دور کر دیں تو آپ نے فرمایا: سُبْحٰنَ اللّٰہ! ہم اپنے دوست کو کسی ایک وجہ سے اپنے سے دور نہیں کر سکتے۔

بعض صحابہ اور تابعینِ کرام سے بھی اسی طرح کے واقعات ملتے ہیں، جب ان کو اس طرح اپنے

[1] ......مسند امام احمد، حدیث البراء بن عازب، ۶/۴۱۰، حدیث: ۱۸۵۴۹
مسند طیالسی، البراء بن عازب، ص ۱۰۱، حدیث: ۷۴۷

دوست کو چھوڑنے کا کہا جاتا تو وہ فرماتے: ہم اس کے عمل کو ناپسند کرتے ہیں مگر وہ ہمارا بھائی ہی ہے۔

اور اسی طرح اللہ پاک نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے آپ کے قبیلے (والوں) کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ (لاتعلق) ہوں۔ (پ ۱۹، الشعرآء: ۲۱۶)

نسبی رشتے کی رعایت کی وجہ سے یہ نہیں فرمایا کہ میں تم سے بَری ہوں۔

دوستی کا رشتہ نسبی رشتے کی طرح ہے

منقول ہے: دوستی کا رشتہ نسبی رشتے کی طرح ہے۔

ایک دانا سے پوچھا گیا: تمہارے بھائی اور دوست میں سے تمہیں زیادہ محبوب کون ہے؟ اس نے جواب دیا: میں اپنے بھائی کو محبوب رکھتا ہوں جبکہ وہ میرا دوست ہو۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: تمہارے بہت سے بھائی ایسے ہیں جنہیں تمہاری ماں نے پیدا نہیں کیا۔

دوستی رشتہ داری کی محتاج نہیں

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: رشتہ داری دوستی کی محتاج ہے مگر دوستی رشتہ داری کی محتاج نہیں۔

ایک حدیثِ پاک ہے: لوگوں نے ایک شخص کو گالی دی جس نے بدکاری کا ارتکاب کیا تھا۔ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنے قول سے باز رہو۔ پھر انہیں جھڑکا اور ارشاد فرمایا: تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔[1]

دوستوں کی لغزش کے حوالے سے ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: شیطان نے چاہا کہ تمہارے بھائی کو بُرائی میں مبتلا کر دے تاکہ تم اس سے قطع تعلق کرو اور اسے چھوڑ دو تو کیا اس وقت تم دشمن کو خوش کرکے

---

[1]........بخاری، کتاب الحدود، باب مایکرہ من لعن... الخ، ۴/ ۳۳۰، حدیث: ۶۷۸۱، نحوہ

مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/ ۱۳۸، حدیث: ۴۱۶۸، نحوہ

اپنے بھائی کے ساتھ زیادتی کروگے؟

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: جب تمہارے بھائی کی حالت بدل جائے اور وہ سابقہ حالت پر نہ رہے تو اس وجہ سے اسے نہ چھوڑو کیونکہ آج اگر وہ ٹیڑھا ہے تو کل سیدھا بھی ہو سکتا ہے۔

آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: اپنے بھائی کا علاج کرو اور اس کے بارے میں کسی حاسد کی بات نہ سنو ورنہ تم بھی اس حاسد جیسے ہو جاؤ گے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بُرائیوں سے پاک وصاف کون ہے؟

لوگوں کو عالم کی لغزش کے بارے میں نہ بتاؤ

حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: گناہ کے سبب اپنے بھائی سے قطع تعلق نہ کرو کیونکہ اگر آج اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو کل چھوڑ بھی سکتا ہے۔ مزید فرمایا: لوگوں کو عالم کی لغزش کے بارے میں نہ بتاؤ کیونکہ عالم اگر لغزش کرتا ہے تو (اپنے علم کے سبب) اس سے باز بھی آجاتا ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے: عالم کی لغزش سے بچو اور اس سے قطع تعلق نہ کرو بلکہ اس کے رجوع کرنے کا انتظار کرو۔[1]

بدترین بندے

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: **اللہ** پاک کے نزدیک بدترین بندے وہ ہیں جو چغلیاں کھاتے، دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے اور نیک لوگوں کے عیب تلاش کرتے ہیں۔[2]

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں دو انسیت رکھنے والوں کے درمیان جدائی کراؤں۔ ایک مرتبہ فرمایا: مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں دو محبت رکھنے والوں کے درمیان جدائی کراؤں۔

---

1 ......الکامل لابن عدی، ۷/ ۱۹۲، رقم: ۱۵۹۹، کثیر بن عبد اللہ بن عمرو المزنی، بدون: لا تقطعوہ

الزھد لابی داود، من خبر معاذ بن جبل، ص۱۷۷، رقم: ۱۹۳، نحوہ

2 ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث وابصۃ بن معبد الاسدی، ۶/ ۲۹۱، حدیث: ۱۸۰۲۰، نحوہ

سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا نصیحت بھرا مکتوب

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ایک شخص سے بھائی چارہ قائم کیا، وہ ملک شام چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک شامی (ملک شام کا رہنے والا ایک شخص) بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا: میرے فلاں بھائی کا کیا حال ہے؟ شامی نے کہا: وہ تو شیطان کا بھائی ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ شامی نے کہا: وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے حتّٰی کہ شراب بھی پیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تم واپس جانے لگو تو مجھ سے مل کر جانا۔ چنانچہ جب وہ جانے لگا تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اپنے اس بھائی کے نام خط لکھا: ”

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔ یہ کتاب اتارنا ہے **اللہ** کی طرف سے جو عزّت والا علم والا، گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب کرنے والا۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۱ تا ۳)

پھر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اسے ڈانٹ ڈپٹ اور نصیحت کی۔“ جب آپ کے بھائی نے اس خط کو پڑھا تو رونے لگا اور کہا: **اللہ** پاک نے سچ فرمایا اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے مجھے نصیحت کی۔ اس کے بعد اس شخص نے گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے سچے دل سے توبہ کر لی۔

رضائے الٰہی کے لئے محبت کی بڑی فضیلت

اللہ کریم کی رضا کی خاطر محبت کرنے کی بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ اسے بندے میں ایمان کی نشانی بنایا گیا ہے اور اسے **اللہ** اور رسول کی محبت سے ملایا گیا ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے: کوئی بھی انسان اسی وقت کامل ایمان والا ہوتا ہے جب اس کے نزدیک **اللہ** و رسول ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہوں۔[1]

پھر اسی طرح دوسری روایت میں ہے: بندہ اس وقت تک ایمان کی مٹھاس نہیں پا سکتا جب تک وہ کسی

---

[1] ....مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۴/۱۲۴، حدیث: ۱۳۱۵۰، نحوہ
بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، ۱/۱۷، حدیث: ۱۶، نحوہ

انسان سے **اللہ** کریم کی رضا کے لیے محبت نہ کرے۔[1]

اللہ کریم کی رضا کی خاطر محبت کرنے کا تقاضا یہ ہے جسے ہم ذکر کر آئے ہیں کہ رضائے الٰہی کی خاطر ایک دوسرے سے ملنا، خرچ کرنا اور آپس میں خالص تعلق رکھنا جیسا کہ حضرت سیّدُنا عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی روایت میں ہے۔

حضرت سیّدُنا موسیٰ بن عقبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ اپنے ایک دوست سے ملا تو چند دن تک اس کی ملاقات کے سبب میں نے اپنی عقل میں اضافہ پایا۔

حضرت سیّدُنا جعفر بن سلیمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں جب بھی اپنے آپ میں سستی محسوس کرتا ہوں تو حضرت سیّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے چہرے کی طرف دیکھ لیتا ہوں تو ایک ہفتے تک میرے عمل میں چستی آجاتی ہے۔

دنیا کی تین بڑی لذتیں

حضرت سیّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں صرف تین ہی بڑی لذتیں باقی رہ گئی ہیں: (1) جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا (2) رات میں تہجد پڑھنا اور (3) اپنے مسلمان بھائیوں سے ملاقات کرنا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: بھائیوں سے ملاقات کرنا فکروں کو دور اور غموں کو ختم کرتا ہے۔

حضرت سیّدُنا حسن اور حضرت سیّدُنا ابو قلابہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا فرماتے ہیں: ہمارے دوست ہمیں اہل و عیال سے زیادہ پسند ہیں کیونکہ ہمارے اہل و عیال ہمیں دنیا کی یاد دلاتے ہیں جبکہ ہمارے دوست ہمیں آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔

ان ہی دو بزرگوں میں سے ایک فرماتے ہیں: اس لئے کہ اہل و عیال دنیا سے ہیں جبکہ رضائے الٰہی کے لئے دوستی کرنے والے آخرت کا ذریعہ ہیں۔

حضرت سیّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کون سی چیز زیادہ لذیذ ہے؟ فرمایا: دوستوں کے ساتھ بیٹھنا اور بقدرِ کفایت پر اکتفا کرنا ہے۔

---

[1]......بخاری، کتاب الادب، باب الحب فی اللہ، ۴/ ۱۱۰، حدیث: ۶۰۴۱، نحوہ

ایک روایت میں ہے: جب کوئی شخص اللہ پاک کی رضا کی خاطر دوسرے شخص سے شوق اور رغبت کے ساتھ ملاقات کرتا ہے تو ایک فرشتہ اسے پیچھے سے یہ پکارتا ہے: تو پاک ہے اور تیرے لئے پاکیزہ جنت ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ فرماتے ہیں: جو اللہ پاک کی رضا کے لئے اپنے مسلمان بھائی کی تعظیم میں اس کے ساتھ چلے تو بروزِ قیامت اللہ پاک ملائکہ کو عرش سے نیچے بھیجے گا جو اس کے اکرام میں جنت تک اس کے ساتھ چلیں گے۔

حضرت سیِّدُنا عطا رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ فرماتے ہیں: تین دن بعد اپنے مسلمان بھائیوں کی خیریت معلوم کیا کرو اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرو، اگر کسی کام میں مصروف ہوں تو ان کی مدد کرو اور اگر وہ بھول گئے ہوں تو انہیں یاد دلاؤ۔

بے وقوفی کی علامت

حضرت سیِّدُنا امام شعبی رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ فرماتے ہیں: کسی کے پاس بیٹھ کر یہ کہنا کہ "میں اس کا چہرہ پہچانتا ہوں اس کا نام نہیں جانتا" بے وقوفی کی علامت ہے۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمَا حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس حاضر تھے اور دائیں بائیں دیکھ رہے تھے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کی: میں ایک شخص کو محبوب رکھتا ہوں، اسے دیکھ رہا ہوں نظر نہیں آ رہا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تمہیں کوئی اچھا لگے تو اس کا اور اس کے باپ کا نام پوچھ لو اور اس کے گھر کا پتا معلوم کر لو، اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عِیادت کرو اور اگر کسی کام میں مصروف ہو تو اس کی مدد کرو۔[2]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمَا سے پوچھا گیا: آپ کو لوگوں میں کون زیادہ محبوب ہے؟

---

[1] ......الزهد لابن المبارك، باب ماجاء في الشح، ص ۲۴۶، حديث: ۷۰۹

ترمذی، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في زيارة الاخوان، ۳/۴۰۵، حديث: ۲۰۱۵، نحوه

موسوعة ابن ابی الدنيا، كتاب الاخوان، باب في زيارة الاخوان، ۸/۱۷۲، حديث: ۱۰۲

[2] ......ترمذی، كتاب الزهد، باب ماجاء في اعلام الحب، ۴/۱۷۶، حديث: ۲۴۰۰، نحوه

المنتقى من كتاب مكارم الاخلاق للخرائطی، باب مايستحب للمرء إذا اخى... الخ، ص ۱۷۰، حديث: ۳۸۹

فرمایا: میرے ساتھ بیٹھنے والا۔

نیز فرماتے ہیں: جو شخص بغیر کسی ضرورت کے تین دفعہ میری مجلس میں آتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ میں دنیا میں اس کا بدلہ ادا نہیں کر سکتا۔

ہم نشیں کے تین حقوق

حضرت سیِّدُنا سعید بن عاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: میرے ہم نشیں کہ مجھ پر تین حقوق ہیں: (1)...جب وہ قریب آئے تو میں خوش آمدید کہوں، (2)...جب گفتگو کرے تو اس کی جانب توجہ کروں اور (3)...جب بیٹھے تو اس کے لئے جگہ کشادہ کروں۔

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: انصاف دوستی کو مضبوط کرتا ہے اور اچھی معاشرت (میل جول) کے ساتھ دوستی طویل ہوتی ہے۔

محبت کا باعث بننے والی تین چیزیں

اور فرماتے ہیں: تین چیزیں ایسی ہیں جو محبت کا باعث ہوتی ہیں: (1)...معاشرت میں انصاف کرنا، (2)...تنگی و پریشانی میں غمخواری کرنا اور (3)...دوستی پر دل و جان سے قائم ہونا۔

(عرب کے مشہور دانشور) اکثم بن صیفی نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی: اے میرے بیٹو! دوستی کے ذریعے آپس میں قریب قریب رہو اور اپنی قرابت داری پر بھروسا نہ کرو۔

حضرت سیِّدُنا ابو حازم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: قرابت کیا ہے؟ فرمایا: دوستی۔

ابتداءً ہی اللہ کے لیے محبت ہو

اللہ پاک کے لیے ابتداءً محبت کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ محبت خدا کی نافرمانی پر نہ ہو، نہ دنیاوی فائدے کے لیے ہو، اسی طرح نہ خواہشِ نفس کی پیروی کرتے ہوئے ہو، نہ بلندی کے حصول کے لئے کسی منافع اور اپنے احوال کی مصلحت کے لیے ہو، نہ کسی احسان کا بدلہ چکانے کے لیے ہو اور نہ ہی کسی نعمت کے بدلے میں ہو جس کا بدلہ دینا چاہتا ہو، اگر ان چیزوں کے لیے محبت ہوئی تو پھر وہ محبت اللہ پاک اور آخرت کے

راستے کے لیے نہیں ہو گی، کیونکہ یہ چیزیں دنیاوی راستے اور خواہش کو پورا کرنے کے اسباب ہیں، جب تم ان چیزوں سے بچ کر محبت کرو گے تو وہی **اللہ** پاک کے لیے ابتداءً محبت کرنا کہلائے گی۔

اگر محبت بندے میں پائے جانے والے پکے اخلاق اور اچھی عادات کے سبب ہو تو یہ محبت آدمی کو **اللہ** پاک کے لئے محبت رکھنے سے نہیں نکالے گی اور نہ ہی ایسی محبت **اللہ** کے لئے بھائی چارے میں کوئی عیب پیدا کرے گی کیونکہ یہ محبت بندے میں پائی جانے والی الگ خصلت ہے۔ مثلاً کسی سے محبت اچھے اخلاق کے سبب ہو، ادب کی فضیلت کے باعث ہو، اچھی بردباری کے سبب ہو، کامل عقل کی وجہ سے ہو، خوب برداشت اور صبر کرنے کی وجہ سے ہو، انسیت ملنے کے سبب ہو، وحشت دور ہونے یا پھر اس الفت کی وجہ سے ہو جو ربِّ کریم نے دونوں کے درمیان قائم کی ہے۔

اللہ پاک کے لئے حقیقی محبت

اگر دین اور اہلِ ایمان کے طریقوں میں داخل ہونے والی بات کے سبب محبت کرے تو یہ **اللہ** پاک کے لئے حقیقی محبت نہیں۔ اگر تیری محبت ایسی ہو جو نہ تو اس سے جدا ہو اور نہ ہی اس سے ملی ہو مثال کے طور پر انعام و فضل اور منافع کے حصول کے لیے ہو تو یہ ایسی محبت ہے کہ دل کو اس کے احساس سے روکا نہیں جاسکتا کیونکہ یہ طبعی محبت ہے جیسے اس سے بغض رکھنا جو آدمی کے ساتھ بُرائی کرے۔ اس محبت کے پائے جانے کی وجہ سے بندہ گناہ گار نہیں ہو گا محبت کے معروف اسباب پائے جانے کی وجہ سے، جیسا کہ جو کسی سے بُرائی کرے تو اس سے نفرت کرنے سے آدمی گناہ گار نہیں ہو گا جب تک نفرت کرنے والا حد سے نہ بڑھے، البتہ یہ محبت طبعی ہے۔ آدمی کی فضیلت کا باعث **اللہ** پاک کے لئے قلبی محبت اور بغض رکھنا ہے چاہے وہ کام مباح ہو اس لئے کہ محبت بدلتی اور زائل ہوتی رہتی ہے۔ ہر محبت جو کسی عوض کے باعث ہو تو وہ عوض حاصل ہوتے ہی محبت ختم ہو جاتی ہے۔

رضائے الٰہی کے لئے محبت کی دو شرطیں

اللہ پاک کی خاطر محبت یا اس کی خاطر دشمنی کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کسی دنیاوی نفع کی محبت یا تکلیف پہنچانے کے سبب پیدا ہونے والے بغض سے دل کی حالت نہ بدلے۔ **اللہ** پاک کے لیے سچی

محبت یہ ہے کہ دینی یا دنیاوی معاملے میں کسی سے حسد نہ کرے جیسا کہ دینی یا دنیاوی معاملے میں اپنی ذات کے بارے میں حسد نہیں کرتا۔ اگر مسلمان بھائی کو دینی یا دنیاوی حاجت ہو تو اسے خود پر ترجیح دے، **اللہ** کریم کے لیے محبت کرنے کے لیے یہی دو شرطیں ہیں، جنہیں **اللہ** پاک نے قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا ہے:

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ (پ۲۸، الحشر: ۹) ترجمۂ کنز الایمان: دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کرکے گئے۔

پھر **اللہ** پاک نے ان کی محبت کو بیان کیا اور جب وہ بیان کرتا ہے تو حق بیان کرتا ہے اور تعریف کرتا ہے تو حقیقی کرتا ہے:

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً (پ۲۸، الحشر: ۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے۔

یعنی دین و دنیا میں سے جو دیئے گئے، حاجت اس جگہ میں حسد کے معنٰی میں ہے یعنی وہ اپنے دلوں میں حسد نہیں پاتے اور دوسری شرط کے بارے میں **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پ۲۸، الحشر: ۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ اُنھیں شدید محتاجی ہو۔

مال، جان اور اولاد پر مسلمان بھائی کو ترجیح دے

یہ کلام قولِ فیصل ہے اور تمام اہلِ محبت کا وصف ہے۔ اس لیے اچھا یہ ہے کہ اپنے جان و مال پر اپنے مسلمان بھائی کو ترجیح دے اگر اسے اس کی ضرورت ہو اور اگر اس درجہ پر نہ ہو تو یہ صدیقین کا مقام ہے اور اگر اس کا حال مساوی ہو تو یہ صادقین کا مقام ہے، یہ بھائی چارہ کا ادنیٰ درجہ ہے اور یہی ایمان والوں کے اخلاق میں سے ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر اور غریب کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تاکہ امیر اور غریب کے درمیان کچھ برابری ہو۔

بہتر یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو اپنے اہل وعیال سے مقدم رکھے اور ان سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے محبت رکھے کیونکہ اہل وعیال کی محبت دنیا اور نفسانی خواہش کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ مسلمان بھائی سے

محبت آخرت کے سبب ہوتی ہے۔ دین، امورِ دین اور آخرت کو مقدم رکھنا ہی پرہیز گاروں کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا طریقہ تھا کہ وہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے دوستوں کو ان کے پاس زیادہ آنے سے روکتے تھے۔ اس لئے کہ وہ ان کے پاس زیادہ دیر بیٹھتے اور انہیں خوب مصروف رکھتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ان سے کہتے: اپنے شیخ کو نہ تھکاؤ۔ جب حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو اس کا علم ہوتا تو آپ فرماتے: ارے نادان! انہیں چھوڑ دو یہ لوگ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہیں، یہ ربِّ کریم کی خاطر مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور تم مجھ سے دنیا چاہتے ہو۔

حضرت سیِّدُنا ابو معاویہ اسود رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرے سارے دوست مجھ سے بہتر ہیں۔ پوچھا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا: وہ سب مجھے خود سے افضل سمجھتے ہیں اور جو مجھے خود سے افضل جانے وہ مجھ سے افضل ہے۔

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے[1] اور اس شخص کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں جو تیرے لئے اس چیز کو پسند نہ کرے جس چیز کو تم اس کے لئے پسند کرتے ہو۔[2]

حضرت سیِّدُنا اعمش رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو اپنی بدعت کو ہم سے چھپاتا ہے اس کی محبت ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ یعنی اس شخص کے دوستوں کو دیکھا جائے گا جن سے وہ محبت رکھتا ہے ان کے برتاؤ کو دیکھ کر اس کی الفت و محبت کا اندازہ لگایا جائے گا۔

جاہل کو دوست نہ بناؤ

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے ایک شخص کے لئے جاہل کی صحبت کو ناپسند فرمایا اور آپ نے اس سے اشعار کی صورت میں یہ فرمایا:

لَا تَصْحَبْ اَخَا الْجَهْلِ وَاِیَّاكَ وَاِیَّاهُ

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب رقم: ۴۵، ۴/۱۶۷، حدیث: ۲۳۸۵، نحوہ

[2] ......الکامل لابن عدی، ۴/۲۲۱، رقم: ۷۳۳: سلیمان بن عمرو

فَكَمْ مِنْ جَاهِلٍ اَرْدٰى حَلِيْمًا حِيْنَ اٰخَاهُ

يُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ اِذَا الْمَرْءُ مَا شَاهُ

وَلِلشَّيْءِ مِنَ الشَّيْءِ مَقَايِيْسُ وَاَشْبَاهُ

وَلِلْقَلْبِ عَلَى الْقَلْبِ دَلِيْلٌ حِيْنَ يَلْقَاهُ

ترجمہ: تم جاہل کو اپنا دوست نہ بناؤ، خود کو اس سے بچاؤ اور اس سے دور رہو۔ کتنے ہی جاہل لوگ عقل مند سے دوستی کر کے اسے برباد کر دیتے ہیں۔ انسان کو انسان پر قیاس کیا جاتا ہے جبکہ انسان ہی حسد کرتا ہے۔ تمام اشیاء ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔ ایک دل جب دوسرے دل سے ملتا ہے تو اس سے راہ پاتا ہے۔

فقیہ حضرت سیِّدُنا محمد بن جامع رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے یہ اشعار کہے:

تَذَلَّلْ لِمَنْ اِنْ تَذَلَّلْتَ لَهُ يَرٰى ذَاكَ لِلْفَضْلِ لَا لِلْبَلَهْ

وَ جَانِبْ صَدَاقَةَ مَنْ لَا يَزَالُ عَلَى الْاَصْدِقَاءِ يَرَى الْفَضْلَ لَهْ

ترجمہ: تو عاجزی اس شخص کے لئے کر جو تیری عاجزی کو تیری فضیلت سمجھے نہ کہ تیری بیوقوفی۔ اس شخص کی دوستی اختیار نہ کر جو دوستوں کے مقابلے میں خود کو بڑا خیال کرے۔

ہمیں ایک ادیب کے یہ اشعار سنائے گئے:

كَمْ صَدِيْقٍ عَرَفْتُهُ بِصَدِيْقٍ صَارَ اَحْظٰى مِنَ الصَّدِيْقِ الْعَتِيْقِ

وَرَفِيْقٍ رَاَيْتُهُ فِيْ طَرِيْقٍ صَارَ عِنْدِيْ هُوَ الصَّدِيْقُ الْحَقِيْقِيْ

ترجمہ: کتنے ہی دوست ہیں جن سے میری جان پہچان اپنے کسی اور دوست کی وجہ سے ہوئی لیکن وہ میرے پُرانے دوستوں سے بھی زیادہ گہرے دوست بن گئے اور بہت سے راستے میں مل جانے والے میرے نزدیک حقیقی دوست بن گئے۔

سچا دوست

دوست کے بارے میں حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا سے یہ جامع اور مختصر اشعار منقول ہیں:

اِنَّ اَخَاكَ الْحَقَّ مَنْ كَانَ مَعَكْ وَمَنْ يَّضُرُّ نَفْسَهٗ لِيَنْفَعَكْ

وَمَنْ اِذَا رَيْبُ الزَّمَانِ صَدَعَكْ شَتَّتَ شَمْلَ نَفْسِهٖ لِيَجْمَعَكْ

ترجمہ: تمہارا سچا دوست وہ ہے جو تمہارا ساتھ دے اور تمہارے فائدے کے لئے خود نقصان اٹھائے۔ جب تمہیں گردشِ زمانہ پہنچے تو تمہارا سہارا بنے اور تمہاری حفاظت کے لئے اپنی چادر پھیلا دے۔

بدعتی سے بھائی چارہ اور فاسق سے محبت نہ رکھو

بدعتی شخص سے رضائے الٰہی کے لیے بھائی چارہ قائم کرنا صحیح نہیں اور نہ ہی ایسے فاسق سے محبت کرنا ٹھیک ہے جو اپنے فسق پر قائم رہے۔ یونہی ایسے فقیر سے محبت نہ رکھے جو مالدار کو دنیا کے سبب چاہے اور ایسے سے بھی محبت نہ کرے جس کا مقصد دنیا کی من پسند چیز کا حصول ہو۔ کبھی فقیر اور مالدار کے درمیان محبت ٹھیک ہوتی ہے اور بھائی چارگی بھی پائی جاتی ہے اگرچہ غنی اپنے بھائی کے حقوق ادا نہ کرے کیونکہ وہ فقیر اپنے غنی بھائی کو اس جگہ ترجیح دیتا ہے جہاں وہ بھی اپنے لیے ترجیح کو پسند کرتا ہے مگر اس کا تقاضا نہیں کرتا۔

عالم و جاہل اور نیک و بد کے درمیان بھائی چارگی

کبھی عالم و جاہل اور نیک و بد کے درمیان بھی ان میں سے ایک کے دین دار ہونے اور ربِّ کریم کے قریب ہونے کی وجہ سے بھائی چارگی درست ہوتی ہے۔ ان میں سے جو اعلیٰ ہے اس کی چند اچھی نیتیں ہوتی ہیں اور یہ نیتیں اس کے حسنِ اخلاق، اچھے معاملات اور ان اچھے اوصاف کی وجہ سے ہوتی ہیں جو اس میں موجود ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ ہر مومن کا ایک درست عمل ہوتا ہے جس کے سبب اچھی امید رکھی جاتی ہے اور مومن سارے کا سارا ہلاک نہیں ہوتا اور نہ ہی ایک ہی بار میں سب ختم ہو جاتا ہے۔ یا اس آدمی پر شفقت یا پھر عالم اور نیک بندے کے دل میں عاجزی کی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ہر حال میں اسے اپنے سے اوپر دیکھتا ہے یا پھر اس کے عیب چھپانے کی وجہ سے ہوتا ہے تاکہ اسے کسی دوسرے کی طرف سے عیب یا نقص نہ پہنچے، یہ بھائی چارہ قائم کرنے والوں کی راہیں ہیں اس میں کئی اچھی نیتیں ہو سکتی ہیں۔

عالم کے لئے یہ مناسب ہے کہ جس چیز سے اس کا مسلمان بھائی جاہل ہو اور وہ اس کا زیادہ علم رکھتا ہو تو اپنے بھائی کو وہ چیز سکھائے۔ یوں وہ اپنے علم کے ذریعے اس کا مددگار ہو گا جیسے مال کے ذریعے اس کا مددگار ہوتا ہے کیونکہ جہالت کا فقر مال کے فقر سے بڑھ کر ہے اور علم کی حاجت مال کی حاجت سے کم نہیں۔

صدیق کو صدیق اور رفیق کو رفیق کہنے کی وجہ

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: صدیق کو صدیق اس کے صدق کی وجہ سے اور رفیق کو رفیق اس کے ترفق یعنی نرمی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ اگر تم اپنے بھائی سے زیادہ مالدار ہو تو مال کے ذریعے اس پر آسانی کرو اور اگر تم علم کے اعتبار سے اپنے بھائی سے بڑھ کر ہو تو اپنے علم کے ذریعے اس پر شفقت کرو۔

دوست سے خیر خواہی

مناسب یہ ہے کہ اپنے دوست کو اس حال میں نصیحت کرے کہ کوئی دوسرا نہ ہو اور لوگوں کے سامنے اس پر ملامت نہ کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس کی پوشیدہ بات پر مطلع کرے۔

منقول ہے کہ مؤمنین کی نصیحت کانوں میں ہوتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا جعفر بن بُرقان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: مجھے حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کہا: میری بُری بات میرے سامنے کہو کیونکہ کوئی بھی شخص اپنے دوست کا خیر خواہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کی برائی اسے نہ بتائے۔ پھر جس کی خیر خواہی کی ہے اگر وہ اپنے حال میں سچا ہو تو اس خیر خواہی کو پسند کرے گا اور اگر اس نے اسے ناپسند کیا تو یہ بات اس کے حال کے جھوٹا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اللہ پاک جھوٹوں کے وصف کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾ (پ۸، الاعراف: ۷۹) ترجمۂ کنز الایمان: مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔

ایک نیک بزرگ فرماتے ہیں: لوگوں میں مجھے وہ پسند ہے جو میرے عیب مجھے بتائے۔

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ بھی ایسا ہی فرماتے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اسی کا حکم دیتے۔

حضرت سیِّدُنا مِسْعَر بن کِدام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: آپ اس شخص کو پسند کرتے ہیں جو آپ کو آپ کے عیبوں پر مطلع کرے؟ تو فرمایا: اگر تنہائی میں نصیحت کرے تو پسند ہے اور مجمع میں سمجھائے تو نہیں۔

نصیحت اور فضیحت

اسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ اپنے کسی دوست میں ناپسندیدہ عادت دیکھتے تو اس کو تنہائی میں نصیحت کرتے یا پھر خط کے ذریعے اس کی اصلاح کرتے۔ نصیحت اور فضیحت میں یہی فرق ہے کہ نصیحت تنہائی میں جبکہ فضیحت اعلانیہ ہوتی ہے اور اس میں **اللہ** پاک کی رضا کی نیت نہیں ہوتی اس لیے اس میں برائی ہے۔

عتاب اور توبیخ

اسی طرح عتاب اور توبیخ کے درمیان بھی فرق ہے۔ عتاب وہ ڈانٹ ڈپٹ ہے جو تنہائی میں ہوتی ہے اور توبیخ وہ ڈانٹ ڈپٹ ہے جو لوگوں کے سامنے ہوتی ہے۔ کل قیامت میں **اللہ** پاک اپنی پناہ اور پردے میں مؤمنین پر عِتاب فرمائے گا اور انہیں ان کے گناہوں پر پوشیدہ طریقے سے مطلع کرے گا۔ بعض مؤمنین وہ ہوں گے جن کے اعمال نامے جنت پہنچانے والے فرشتوں کے سپرد فرمائے گا، فرشتے جنت کے دروازے پر پہنچ کر اعمال نامے ان کے ہاتھ میں دیں گے تاکہ وہ انہیں پڑھیں۔ توبیخ والوں کو (یعنی کفر کے سبب جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی ان کو) لوگوں کے سامنے پکارا جائے گا تو اہلِ محشر پر ان کی رسوائی مخفی نہ رہے گی اور یہ بات ان کے عذاب میں زیادتی کا باعث ہوگی۔

مدارات اور مداہنت

یونہی مدارات اور مداہنت کے درمیان بھی فرق ہے۔ مدارات یہ ہے کہ تم اس کے ذریعے **اللہ** پاک کی رضا، آخرت کی راہ اور دین کے دفاع کا ارادہ کرو نیز اس سے تمہارا ارادہ اپنے بھائی کو گناہ سے بچانے اور اس کے دل کی اصلاح کا ہو۔ مداہنت یہ ہے کہ تم اس کے ذریعے دنیا حاصل کرنا چاہو اور اس سے اپنا حصہ لینے کا ارادہ کرو۔

غِبطہ اور حسد

اسی طرح غبطہ (رشک) اور حسد کے درمیان بھی فرق ہے۔ غبطہ یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کے پاس جو نعمت دیکھو اسے اپنے لئے پسند کرو مگر اپنے بھائی سے اس نعمت کا زائل ہونا نہ چاہو بلکہ اس نعمت کا اس کے

پاس باقی رہنا اور اس کا کامل ہونا چاہو۔ حسد یہ ہے کہ تم یہ چاہو تمہارے مسلمان بھائی سے وہ نعمت چھن کر تمہیں مل جائے اور تم اس نعمت کا اس کے پاس باقی رہنا ناپسند کرو تو یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ اگر تم اپنے قول اور عمل کے ذریعے اس کی کوشش کرو تو یہ "سرکشی" ہے جو حسد سے بڑھ کر ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

فراست اور بدگمانی

اسی طرح فراست اور بدگمانی کے درمیان فرق ہے۔ فراست یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے کسی ظاہری دلیل یا ظاہر ہونے والی شہادت یا ایسی علامت سے جو اس میں برائی کی گواہی دیتی ہے اس کے ذریعے فہم و فراست سے کام لو اور زبان سے کچھ نہ بولو اگرچہ وہ برائی ہی ہو اور نہ اسے ظاہر کرو، نہ اس پر کوئی حکم لگاؤ اور نہ ہی قطعیت کے ساتھ کچھ کہو کہ گناہ ہو۔ بدگمانی یہ ہے کہ تم بُری رائے یا بغض و کینہ یا بُری نیت کے سبب یا اپنی بُری حالت کی وجہ سے جو تم خود میں جانتے ہو اسے اپنے مسلمان بھائی پر محمول کرو اور جس طرح خود بُرے ہو اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کو قیاس کرو تو یہ بدگمانی اور گناہ ہے، یہی دلی غیبت ہے جو کہ حرام ہے۔ چنانچہ

بدگمانی حرام اور بدترین جھوٹ ہے

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک **اللہ** پاک نے مومن کا خون، مال اور عزت دوسرے مومن پر حرام کیا ہے اور اس کے بارے میں بدگمانی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔(1)

دوسری حدیث پاک میں ہے: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔(2)

یہ پانچ چیزیں اور ان کی ضدیں ہیں، علمائے کرام نے ان کے درمیان فرق کیا ہے۔ انہیں پہچان لو۔

بہتر یہ ہے کہ اپنے مال، زبان، دل اور افعال کے ذریعے اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے کیونکہ **اللہ** پاک کی خاطر مدد کرنا ان چاروں کے ذریعے ہوتا ہے۔ اگر افعال میں حاجت ہو تو اپنی جان کے ذریعے اس کی مدد

---

[1]......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۴/ ۳۱۹، حدیث: ۳۹۳۲، نحوه
مصنف ابن ابی شيبة، کتاب الديات، فی تعظيم دم المؤمن، ۶/ ۴۰۱، حديث: ۱
معجم کبير، ۱۱/ ۳۱، حديث: ۱۰۹۶۶

[2]......مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظن... الخ، ص ۱۰۶۳، حدیث: ۲۵۶۳

کرے، اگر گفتگو میں اس پر ظلم ہو تو زبان کے ذریعے اس کی مدد کرے، اگر اسے مال کی حاجت ہو تو حاجت روائی کے ذریعے اس کی مدد کرے اور کم سے کم درجہ دل سے مدد کرنے کا ہے کہ غم و تکلیف میں اس کی سلامتی چاہے اور اس کے بارے میں اچھی نیت کرے نیز اس کی غیر موجودگی میں اس کا محافظ بنے، اس کی اچھی تعریف کرے، اس کے اوصاف بیان کرے، اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے اور اس کے عذروں کو قبول کرے۔

منقول ہے کہ ہر آدمی کی کچھ خوبیاں اور برائیاں ہوتی ہیں تو جس کی خوبیاں برائیوں پر غالب آجائیں تو وہ اعتدال والا مومن ہے۔

بُرا پڑوسی

شفیق و کریم بھائی اپنے مسلمان بھائی کی جن خوبیوں کو جانتا ہے ان کا ذکر کرتا ہے جبکہ منافق اور کمینہ شخص جو برائیاں دیکھتا ہے اس کا ذکر کرتا ہے۔ اس وجہ سے حدیث مبارک میں ہے: میں **اللہ** پاک سے ایسے بُرے پڑوسی سے پناہ مانگتا ہوں جو اچھائی دیکھے تو اسے چھپاتا ہے اور برائی دیکھے تو ظاہر کر دیتا ہے۔[1] یہی معنیٰ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس قول کا سبب ہے کہ "بے شک کچھ بیان جادو ہیں۔"[2]

ہر حدیث کے آخر میں اس کا سبب ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس حدیث کو بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں ایک روز کسی کی تعریف کی اور اگلے ہی دن اس کی مذمت کرنے لگا تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کل تم اس کی تعریف کر رہے تھے اور آج مذمت کر رہے ہو۔" اس نے عرض کی: **اللہ** پاک کی قسم! میں نے کل اس کے بارے میں سچ بیان کیا تھا اور آج بھی جھوٹ نہیں بولا، بے شک کل اس نے مجھے راضی کیا تھا تو اس کی اچھی بات جو میں جانتا تھا اس پر اس کی تعریف کی اور آج اس نے مجھے ناراض کیا تو اس کی بُری بات جو میرے علم میں تھی اس پر اس کی مذمت بیان کر دی۔ یہ سن کر حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک کچھ بیان جادو ہیں۔[3] گویا آپ نے اسے جادو سے تشبیہ

---

[1] ......الکامل لابن عدی، ۴/۳۹۱، رقم: ۷۹۸: سعد بن سعید

[2] ......بخاری، کتاب النکاح، باب الخطبة، ۳/۴۴۶، حدیث: ۵۱۴۶

[3] ......معجم اوسط، ۵/۷۹، ۳، حدیث: ۶۷۱، نحوہ۔ تاریخ المدینة المنورة لابن شبة، وفد بنی تمیم، ۲/۵۲۴، ۵۲۵، نحوہ

دے کر ناپسند فرمایا اس لئے کہ جادو حرام ہے۔

نفاق کی دو شاخیں

اسی طرح دوسری حدیثِ مبارک میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: فحش گوئی اور بنا سنوار کے کلام کرنا نفاق کی دو شاخیں ہیں۔[1]

یوں ہی حدیث پاک میں ہے: اللہ پاک خوب فصیح و بلیغ (بناوٹی) کلام کو ناپسند فرماتا ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے عدالت کے بارے میں ایسا کلام فرمایا ہے جسے علما نے بہترین قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد اللہ بن حکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو فرماتے سنا: مسلمانوں میں کوئی ایک ایسا نہیں ہو گا جو صرف اللہ پاک کی اطاعت کرتا ہو اور اس کی کبھی نافرمانی نہ کرتا ہو اور نہ ہی کوئی ایسا ہو گا جو صرف اس کی نافرمانی کرتا ہو اور اس کی کبھی اطاعت نہ کرتا ہو۔ تو جس کی اچھائی اس کی برائی سے زیادہ ہو جائے تو یہ عدل ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابنِ عبد الحکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ ماہرین کا کلام ہے۔

قولِ فیصل

اسی طرح لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے اور ان سے میل جول رکھنے کے حوالے سے حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا یہ فرمان قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا عداوت کا باعث ہے اور ان کے ساتھ بے تکلفی سے رہنا بُرے دوست پیدا کرتا ہے، لہٰذا تم معتدل راہ اختیار کرو۔

اللہ پاک نے اپنے اس فرمان میں مؤمنین کو صبر اور رحمت کے ساتھ موصوف فرمایا:

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ (پ ۳۰، البلد: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کی۔

---

1 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی العی، ۳/ ۴۱۴، حدیث: ۲۰۳۴

2 ......معجم کبیر، ۸/ ۱۲۶، حدیث: ۷۶۹۵

اور اپنے اس فرمان میں نرم دلی کے ساتھ مؤمنین کی تعریف فرمائی:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔

(پ ۶، المائدۃ: ۵۴)

اور ارشاد فرمایا:

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پ ۲۶، الفتح: ۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں نرم دل۔

یہ سب مومن کے ساتھ اہتمام کرنے میں داخل ہے اور یہی اس کے ساتھ دوستی میں حقیقی صدق ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ (پ ۱۹، الشعرآء: ۱۰۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ کوئی غم خوار دوست۔

حمیم کا معنیٰ ہمیم ہے جو اہتمام سے ماخوذ ہے۔

برہنہ کرنے سے بڑھ کر گناہ:

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے حواریوں سے ارشاد فرمایا: اگر تم اپنے بھائی کو اس حال میں سوتا پاؤ کہ ہوا نے اس سے کپڑا ہٹا دیا ہے تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کی: اس کی پردہ پوشی کریں گے اور اسے ڈھانپ دیں گے۔ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: بلکہ تم اس کا پردہ کھول دو گے۔ حواریوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا: سُبْحٰنَ اللہ! یہ کون کرے گا؟ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے بارے میں کچھ سنتا ہے تو اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اور یہ اسے برہنہ کرنے سے بڑا گناہ ہے۔

یہ نفس میں پیدا حسد اور دل میں ٹھہرے کینہ کی وجہ سے ہوتا ہے کہ آدمی جو سنتا ہے اسے بڑھا چڑھا کر یا اسی طرح کسی دوسرے طریقے سے اسے بیان کرتا ہے یوں وہ اپنے کینہ کو ظاہر کرتا ہے اور یہی وہ ہے جس سے مؤمنوں نے اس قول میں پناہ مانگی ہے:

وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پ ۲۸، الحشر: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔

اچھا یہ ہے کہ اپنے دوست کی کسی چیز میں مخالفت نہ کرے اور نہ ہی اس کے مقصد کے حوالے سے اس

پر نکتہ چینی کرے۔ ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: جب ایک دوست اپنے دوست سے کہے کہ ہمارے ساتھ چلو اور وہ پوچھے: کہاں جانا ہے؟ تو ایسے شخص کا ساتھ اختیار نہ کرو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: جب کوئی اپنے دوست سے کہے: مجھے اپنے مال میں سے دو۔ دوست پوچھے: کتنا چاہیے یا اس سے کیا کرو گے؟ تو اس نے اپنے دوست کے ساتھ بھائی چارے کا حق ادا نہ کیا۔

حکایت: بھائی چارے کی حلاوت ختم ہوگئی

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ نے فرمایا: عراق میں ایک شخص کو میں نے اپنا بھائی بنایا ہوا تھا، جب میں پریشانیوں میں گھرا ہوتا تو اس کے پاس آتا اور اس سے کہتا کہ "مجھے اپنے مال میں سے کچھ دو۔" وہ مال سے بھری تھیلی میرے سامنے رکھ دیتا، ضرورت کے مطابق میں اس میں سے لے لیتا۔ ایک روز میں اس کے پاس آیا اور کہا: "مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔" تو اس نے سوال کیا: "کتنی؟" اس وقت سے میرے دل سے اس کے لئے بھائی چارے کی حلاوت ختم ہوگئی۔

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ اور حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللهُ عَنْہُمْ سے منقول ہے کہ ہمارے درہم و دینار کا ہمارے دوستوں سے زیادہ کوئی حق دار نہیں۔

بھائی بھائی ہو جاؤ

رسولِ خدا صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: تم ایک دوسرے سے نہ بغض رکھو، نہ پیٹھ پھیرو، نہ حسد کرو، نہ قطع تعلقی کرو اور **اللہ** پاک کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے محروم کرتا ہے اور نہ ہی اسے رُسوا کرتا ہے، بندے کے بُرا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔[1]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے لوگوں سے معاملہ کیا تو نہ ان پر ظلم کیا، نہ ان سے جھوٹ بولا، نہ ان سے

[1] ....مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم۔۔۔الخ، ص ۱۰۶۴، حدیث: ۶۵۴۱

وعدہ خلافی کی تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی مروت کامل ہے، عدالت ظاہر ہے، اس سے بھائی چارہ لازم ہے اور اس کی غیبت حرام ہے۔[1]

بحث ومباحثہ کی ممانعت

حضرت سیِّدُنا ابو اُمامہ باہلی رَضِیَ اللہُ عَنْه فرماتے ہیں: ہم بحث ومباحثہ کر رہے تھے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے اور جلال کا اظہار کرکے ارشاد فرمایا: بحث ومباحثہ چھوڑ دو اس میں بھلائی کم ہے، بحث ومباحثہ چھوڑ دو اس کا نفع تھوڑا ہے اور یہ دو بھائیوں کے درمیان دشمنی پیدا کرتا ہے۔[2]

ایک بزرگ کا بیان ہے: جو اپنے بھائیوں سے بحث ومباحثہ اور جھگڑا کرتا ہے اس کی مروت کم ہوتی اور تعظیم چلی جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن حسن رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْه فرماتے ہیں: لوگوں سے دشمنی کرنے سے بچو کیونکہ تم ہرگز کسی ہوشیار کے مکر یا کمینے انسان کے حملے سے نہیں بچ سکتے۔

ایک دانا کہتے ہیں: ظاہری سزا چھپے ہوئے کینے سے بہتر ہے اور کینہ رکھنے والے کی عنایت ومہربانی سے بھی وَحشت ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

تورات میں اس امت کا ایک وصف

مسلمان بھائیوں سے کینہ رکھنے کے متعلق ایک سخت روایت مروی ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن جُبَیْر بن نُفَیر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْه کے والد فرماتے ہیں کہ میں یمن میں تھا اور میرا پڑوسی ایک یہودی تھا، وہ مجھے تورات کے حوالے سے خبریں دیتا تھا، ایک روز وہ سفر سے واپسی پر میرے پاس آیا تو میں نے کہا: بے شک **اللہ** پاک نے ہم میں ایک نبی (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو مبعوث فرمایا ہے، انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی تو ہم اسلام لے آئے، **اللہ** پاک نے ہمیں ایسی کتاب عطا فرمائی ہے جو تورات کی تصدیق کرتی ہے۔ یہودی نے کہا: تم نے سچ کہا

---

[1] ......بستان العارفین للسمرقندی، الباب الثامن والاربعون ماقیل فی المروءۃ، ص ۱۵۱

[2] ......المجروحین لابن حبان، باب الکاف، ۲/ ۲۲۰، رقم: ۸۹۶: کثیر بن مروان السلمی

معجم کبیر، ۸/ ۱۵۲، حدیث: ۷۶۵۹

لیکن جو احکام تمہارے نبی (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) لائے ہیں تم ان پر عمل نہ کر سکو گے، بے شک ہم ان کا اور ان کی امت کا وصف تورات میں اس طرح پاتے ہیں کہ کسی شخص کو اپنے دروازے کی چوکھٹ سے باہر پاؤں رکھنا حلال نہیں جبکہ اس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کے خلاف کینہ ہو۔

لوگوں میں سب سے بے بس ولاچار

ایک بزرگ کا فرمان ہے: لوگوں میں سب سے بے بس ولاچار وہ شخص ہے جو (اچھا) دوست بنانے میں کوتاہی کرتا ہے اور اس سے بھی زیادہ بے بس وہ ہے جو دوست کو پا کر کھودے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ایک شخص کی دشمنی ہزار آدمیوں کی محبت کے بدلے میں مت خریدو۔

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایسے شخص سے بچو جو اپنی ضرورت میں تجھ سے دوستی رکھے لیکن جب ضرورت پوری ہو جائے تو اس کی دوستی بھی ختم ہو جائے۔

مال میں شریک

اَسلاف کے اخلاق سے ہے کہ ان میں سے کوئی یہ نہ کہتا تھا: یہ میرا ہے اور وہ تیرا ہے بلکہ جس کو بھی حاجت ہوتی وہ بغیر پوچھے ہی استعمال کر لیا کرتا تھا اور اللہ کریم نے مؤمنین کا یہی وصف اپنے پاکیزہ کلام میں بیان فرمایا ہے:

وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَۚ(۳۸) (پ ۲۵، الشوریٰ: ۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

"اَمْرُهُمْ" کا معنیٰ اُمور ہے یعنی اپنے کاموں میں، ان کی جمعیت کا ذکر ان کے درمیان گویا ایک چیز کے ساتھ کر دیا۔ شوریٰ کا مطلب ہے ایسی مشترک چیز جو تقسیم نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی ایک کے ساتھ وہ خاص ہوتی ہے بلکہ ہر ایک کا حصہ اس میں برابر ہوتا ہے۔ "وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ" کا مطلب ہے کہ وہ اپنے اَموال اس طرح ملا دیتے کہ اندازہ نہیں ہو پاتا کہ کون سا سامان کس کا ہے یعنی وہ آپس میں شریک ہوتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا عُتْبَہ غُلام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو جس شخص نے اپنا بھائی بنایا ہوا تھا آپ اس کے گھر آئے اور کہا: مجھے تمہارے مال سے چار ہزار درہم کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا: دو ہزار لے لو۔ اس پر آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: تم نے دنیا کو اللہ پاک پر ترجیح دی ہے کیا تمہیں حیا نہیں آتی؟ دعویٰ رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارے کا کرتے ہو اور یہ کہہ رہے ہو۔

حکایت: رضائے الٰہی کے لئے کنیز آزاد

حضرت سیِّدُنا فَتْح مَوْصِلی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جسے اپنا بھائی بنایا ہوا تھا، ایک روز اس کے گھر آئے تو وہ موجود نہ تھے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کنیز کو روپوں کی تھیلی نکالنے کا حکم دیا، اس نے روپوں کی تھیلی حاضر کر دی، آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اسے کھولا اور اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لیا اور چلے گئے۔ جب کنیز نے اپنے مالک کو یہ خبر دی تو اس نے اپنے دوست کے فعل پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اگر تو سچی ہے تو اللہ پاک کی رضا کے لئے آزاد ہے۔

حکایت: اسے مردہ شمار کرو

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا اَبُوعَبْدُ اللہ بن شُبْرُمَہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنے کسی بھائی کی بڑی حاجت پوری کی تو وہ عمدہ تحفہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، حضرت سیِّدُنا ابنِ شبرمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: اس احسان کا بدلہ جو آپ نے مجھ پر کیا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابنِ شبرمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اپنا مال اپنے پاس رکھو اللہ پاک تمہاری مغفرت فرمائے۔ جب تم اپنے بھائی سے حاجت بیان کرو اور وہ اسے پورا کرنے میں کوشش نہ کرے تو نماز کا سا وضو کرو اور اس پر چار تکبیرات (یعنی نماز جنازہ) پڑھو اور اسے مردہ شمار کرو۔

اسی پر بعض بزرگوں نے فرمایا: جب تم نے اپنے بھائی سے حاجت پوری کرنے کا تقاضا کیا اور اس نے اللہ پاک کی رضا کے لیے اس کو پورا نہیں کیا تو اس کو دوسری مرتبہ یاد دلاؤ شاید وہ بھول گیا ہو اور پھر بھی پورا نہ کرے تو اس کے پاس تیسری مرتبہ حاجت لے کر جاؤ ہو سکتا ہے کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کر سکا ہو اور اگر تیسری مرتبہ بھی پوری نہ کرے تو اس پر چار تکبیریں کہو اور اس پر یہ آیت کریمہ پڑھو:

وَ الْمَوْتٰى یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ (پ۷، الانعام: ۳۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور ان مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا۔

حضرت سیِّدُنا مَیْمُوْن بن مِہْران رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو اپنے بھائیوں کو فضیلت نہ دینے پر راضی ہے اسے چاہیے کہ قبر والوں سے بھائی چارہ قائم کرلے۔

بھائی کا حق

ایک شخص حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے پاس آیا اور کہا: میں اللہ پاک کی رضا کے لئے آپ کو اپنا بھائی بنانا چاہتا ہوں۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: بھائی کا حق جانتے ہو؟ کہنے لگا: آپ بتادیجئے! فرمایا: تم اپنے مال کے مجھ سے زیادہ حقدار نہ ہوگے۔ اس نے کہا: میں ابھی اس درجے پر نہیں پہنچا۔ اس پر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: تو پھر چلے جاؤ۔

حضرت سیِّدُنا امام زَیْنُ الْعَابِدِیْن حسین بن علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے ایک مجمع میں فرمایا: تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ اپنے بھائی کی جیب یا اس کے بٹوے میں ڈال کر اُس کی اجازت کے بغیر جو چاہے لے سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: تم میں کوئی کسی کا بھائی نہیں۔

بازار والوں سے دین کون سیکھتا ہے؟

کچھ لوگ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس آئے اور پوچھا: ابو سعید! آپ نے نماز پڑھ لی؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ہاں پڑھ لی۔ لوگوں نے کہا: بازار والوں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا: بازار والوں سے دین کون سیکھتا ہے؟ مجھے پتا چلا ہے کہ اُن میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کو روپیہ تک نہیں دیتا۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن نصر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جب بَیْتُ الْمَقْدِس جانے کا ارادہ کیا تو ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا: میں آپ کا رفیقِ سفر بننا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس شرط پر اجازت ہے کہ تمہاری چیز پر میرا حق تم سے زیادہ ہوگا۔ اس نے انکار کردیا تو آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری سچائی پر حیرت ہے۔

حکایت: رفیقِ سفر کی چیز ہدیہ کرنا

موسیٰ بن طریف کہتے ہیں: جب کوئی شخص حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه کی رفاقت اختیار کرلیتا تو پھر آپ کی مخالفت نہ کرتا اور آپ ایسے شخص کو رفیق بناتے تھے جو آپ کے مُوافق ہوتا۔ ایک مرتبہ تسمے بیچنے والا شخص حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا، راستے میں کسی نے آپ کو ثرید کا ایک پیالہ ہدیہ بھیجا، آپ نے اپنے شریک سفر کا تھیلا کھولا، تسمے مٹھی میں لے کر پیالے میں رکھے اور پیالہ ہدیہ بھیجنے والے کی طرف روانہ کر دیا، جب آپ کا رفیق آیا تو اُس نے کہا: تسمے کہاں ہیں؟ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه نے فرمایا: یہ ثرید جسے تم نے کھایا، یہ کیا تھا؟ اُس نے کہا: دو یا تین تسمے دے دیتے۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه نے فرمایا: وُسعت رکھو تمہارے لئے بھی وُسعت پیدا کر دی جائے گی۔

ایک دفعہ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه نے اپنے رفیق کا گدھا اُس کی اجازت کے بغیر ایسے شخص کو دے دیا جو پیدل تھا۔ جب آپ کا ہم سفر آیا اور اسے گدھے کے بارے میں بتایا گیا تو وہ خاموش رہا اور اس کا بُرا نہ منایا۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللهُ عَنْه فرماتے ہیں: کسی آدمی سے اپنی محبت کے بارے میں نہ پوچھو بلکہ اپنے دل میں دیکھو کہ اس کے لیے تیرے دل میں کتنی محبت ہے اتنی ہی اس کے دل میں تیرے لیے محبت ہوگی۔

اقامت اور سفر کی مروت

حضرت سیِّدُنا ربیعہ بن عبد الرحمٰن رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: اقامت کی مروت یہ ہے کہ مساجد کی طرف جایا جائے اور **اللہ** پاک کی رضا کے لیے کثرت سے بھائی چارہ قائم کیا جائے، سفر کی مروت یہ ہے کہ زادِ راہ خرچ کرے اور اپنے بھائیوں سے اختلاف کم رکھے۔

اہلِ بیت کی سند سے حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ اقامت میں تین چیزیں مروت سے ہیں: قرآن پاک کی تلاوت کرنا، مساجد کو آباد کرنا اور رضائے الٰہی کے لیے بھائی چارہ قائم کرنا۔[1]

---

[1] ......بستان العارفین للسمرقندی، الباب الثامن والاربعون ماقیل فی المروءۃ، ص ۵۲

مسند الفردوس، باب المیم، ۲ / ۳۵۹، حدیث: ۷۹۳

جس نے اللہ پاک کی رضا کی خاطر بھائی چارے کو فضیلت دی تو اس نے اس کے ساتھ تلاوتِ قرآن اور مساجد کی آباد کاری کو ملایا اور مساجد کی طرف جانے کو بھائی تلاش کرنے کا سبب بنایا۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس اور حضرت سیِّدُنا حسن بن علی رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمۡ سے مروی ہے کہ جو مسجد میں جانے کا عادی ہو اسے پانچ خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بھی حاصل ہوتی ہے کہ ایسا بھائی ملتا ہے جس سے رضائے الٰہی کے لئے اِستفادہ کیا جائے۔[1]

ابوعُیَیْنَہ نے یہ شعر کہا:

وَجَدْتُ مُصِيْبَاتِ الزَّمَانِ جَمِيْعَهَا سِوَى فُرْقَةِ الْاَحْبَابِ هَيِّنَةَ الْخَطْبِ

ترجمہ: میں نے دوستوں کی جدائی کے سوا زمانے کی تمام مصیبتوں کو ہلکا پایا۔

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ نے یہ شعر پڑھا اور فرمایا: میں نے کچھ لوگوں میں ایک عرصہ گزارا اور انہیں چھوڑے ہوئے اب 30 برس ہو گئے ہیں، میرے دل سے ان کی حسرت اب تک نہیں گئی۔

دوستوں کی موت نے کمزور کر دیا

بعض بزرگ فرماتے ہیں: ہمیں کسی چیز نے اتنا کمزور نہیں کیا جتنا دوستوں کی موت نے کمزور کر دیا۔

منقول ہے کہ جب کسی کے دوست کا انتقال ہوتا ہے تو گویا اس کا ایک عضو کٹ جاتا ہے۔

عُتبی نے یہ اشعار کہے:

وَلَقَدْ بَلَوْتُ النَّاسَ ثُمَّ خَبَرْتُهُمْ وَوَصَلْتُ مَا قَطَعُوْا مِنَ الْاَسْبَابِ

فَاِذَا الْقَرَابَةُ لَا تُقَرِّبُ قَاطِعًا وَاِذَا الْمَوَدَّةُ اَقْرَبُ الْاَنْسَابِ

ترجمہ: میں نے لوگوں کو آزمایا اور پھر ان کی جانچ پڑتال کی اور میں نے ان چیزوں کو ملایا جن کے اسباب انہوں نے کاٹ دیئے تھے۔ بے شک قرابت قطع تعلق کرنے والے کو قریب نہیں کرتی، جبکہ دوستی ہی نسب کے زیادہ قریب ہے۔

دینی اُخُوَّت کے متعلق تین حکایات

(1)... منقول ہے کہ دو دینی بھائی تھے، ان میں سے ایک کسی کے عشق میں مبتلا ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی سے

---

[1] ......معجم کبیر، ۳/۸۸، حدیث: ۲۷۵۰

اس کا اظہار کیا اور کہا: میں عشق کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ہوں اگر تو چاہے تو میرے ساتھ دوستی کا عقد ختم کر دے۔ دوسرے نے کہا: میں تیری اس غلطی کی وجہ سے تیرے ساتھ کبھی بھی دوستی کا عقد ختم نہیں کروں گا۔ پھر اس نے یہ عزم کیا کہ وہ اس وقت تک کھائے، پئے گا نہیں جب تک اللہ پاک اس کے بھائی کو اس سے نجات نہ دیدے جس میں وہ مبتلا ہے۔ یوں ہی 40 روز گزر گئے وہ ہر روز اپنے بھائی سے اس کی حالت کے بارے میں پوچھتا تو یہی جواب ملتا کہ دل اپنی حالت پر برقرار ہے۔ اس کا بھائی بھوک اور غم کی وجہ سے نِڈھال ہوتا رہا یہاں تک کہ 40 دن بعد اس کے بھائی کے دل سے خواہش ختم ہو گئی تو اس نے اپنے بھائی کو اس کی خبر دی، تب اس نے کھایا، پیا ورنہ قریب تھا کہ بھوک، پیاس اور اپنے بھائی کے غم کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جاتا۔

(2)...ایسے ہی اسلاف میں سے دو دینی بھائیوں کی حکایت ہے کہ ان میں سے ایک کی حالت تبدیل ہو گئی تو کسی نے ان کے دوسرے متقی بھائی سے کہا: آپ اس سے قطع تعلقی کر کے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا: اس کے ہلاکت میں پڑنے کی وجہ سے اس وقت اس کو میری زیادہ ضرورت ہے کہ میں اس کا ہاتھ تھاموں، نرمی سے اسے ڈانٹوں اور اس کے لئے پہلی حالت پر لوٹ آنے کی دعا کروں۔

(3)...اسرائیلی روایات میں ہے کہ دو عبادت گزار بھائی پہاڑ پر رہتے تھے ان میں سے ایک پہاڑ سے اُترا تاکہ شہر سے درہم کے بدلے گوشت خرید لائے، قَصّاب کے پاس ایک بدکار عورت کو دیکھا تو اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور زانیہ کو تنہائی میں لے گیا اور اس کے ساتھ زنا کر لیا پھر زانیہ کے پاس تین دن ٹھہرا رہا اور شرم کی وجہ سے اپنے بھائی کے پاس نہ گیا۔ اس کا بھائی اسے ڈھونڈنے لگا اور اس کے متعلق پریشان ہو گیا۔ چنانچہ وہ شہر کی طرف آیا اور اس کے بارے میں پوچھتا رہا یہاں تک کہ اسے اپنے بھائی کا پتا چل گیا۔ جب وہاں پہنچا تو اس نے اپنے بھائی کو زانیہ کے ساتھ بیٹھا پایا، اس نے اسے گلے لگا لیا اور چومنے لگا، گناہ گار بھائی نے یہ ماجرا دیکھا تو حیا کے باعث اپنے بھائی کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بھائی نے اسے کہا: اے میرے بھائی اٹھو، مجھے تمہارے اور تمہارے قصے کے بارے میں علم ہو گیا ہے اور میرے دل میں تمہاری عزت اور محبت اب بھی کم نہیں ہوئی ہے۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ میں اپنی غلطی کے باوجود اپنے بھائی کی نظروں سے نہیں گرا تو اٹھا اور اس کے ساتھ چل دیا۔

یہ اس کی اچھی نیت کا ثمرہ تھا اور یہی آداب اور مروت والے عارفین کا طریقہ ہے۔

مساوات سے بڑھ کر درجہ

جو اپنے دینی بھائی کے ایثار کو اسی پر ایثار کرنا چاہے اور اس سے اپنے بھائی چارے کا تقاضا نہ کرے تو یہ خوب ہے۔ اسی طرح حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا سعد بن ربیع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے ساتھ کیا جب انہوں نے اپنے مال اور جان کے ذریعے ان پر ایثار کیا تو حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو یہ دعا دی: **اللہ** پاک ان دونوں میں آپ کو برکت عطا فرمائے۔ تو انہوں نے اس چیز کو جو ان پر ایثار ہوئی تھی انہیں پر ایثار کر دیا گویا انہوں نے انہیں نئے سرے سے ہدیہ دیا۔ یہاں حضرت سیِّدُنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی طرف سے مساوات تھی جبکہ حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی طرف سے ایثار تھا کہ انہوں نے اس پر بڑھ کر صلہ دیا اور یہی ایثار مہاجرین کی انصار پر فضیلت کا باعث ہے کیونکہ مساوات کا درجہ ایثار سے کم ہے۔

حضرت سیِّدُنا مضاء اور حضرت سیِّدُنا ابو صفوان بن عوانہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا فرماتے ہیں: جو کسی سے محبت کرے اور پھر اس کے حق میں کمی کرے تو وہ محبت میں جھوٹا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: وہ اپنی محبت میں سچا ہے لیکن حق میں زیادتی کرنے والا ہے۔ نیز فرماتے ہیں: اگر ساری کی ساری دنیا میرے لیے ہو جائے اور میں ساری دنیا اپنے دینی بھائی کو دے دوں تو بھی اسے کم سمجھوں گا۔ مزید فرماتے ہیں: میں اپنے بھائی کو لقمہ کھلاتا ہوں تو اس کا ذائقہ اپنے حلق میں بھی پاتا ہوں۔

دینی بھائیوں کو کھلانا زیادہ اجر کا باعث ہے

یاد رہے! اپنے (جان پہچان والے) دینی بھائیوں کو کھلانا اور ان پر خرچ کرنا دوسروں پر صدقہ کرنے اور اجنبیوں کو دینے سے کئی گنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے اپنے اہل و عیال اور قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔

100 درہم خرچ کرنے سے زیادہ پسند

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: مجھے اپنے اس بھائی کو 20 درہم دینا جس

سے میں نے اللہ پاک کے لئے بھائی چارہ قائم کیا ہے دوسروں پر 100 درہم خرچ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

اسی طرح آپ فرماتے ہیں: میں اپنے بھائیوں کو جمع کر کے انہیں کھانا کھلاؤں یہ مجھے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

ایک دانشور نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے بیٹے! دشمنوں کے ساتھ دخل اندازی کر لینا لیکن اپنے بھائیوں کے درمیان دخل اندازی نہ کرنا۔ بیٹے نے کہا: وہ کیسے؟ کہا: دشمنوں کے درمیان دخل اندازی سے دوستی کمائی جاسکتی ہے لیکن بھائیوں میں دخل اندازی سے عداوت پیدا ہوتی ہے۔

ایک دوست کے لیے دوسرے کی غیر موجودگی میں ایسی بات کرنا مناسب نہیں جو اسے پسند نہ ہو چاہے وہ بات جائز ہی کیوں نہ ہو۔

اگر اس کے علم کے مطابق دوست کوئی غیر مناسب کام کرے تو اس پر انکار نہ کرے جبکہ اس کا دوست اس سے زیادہ علم والا ہو یا کوئی اور وجہ بنتی ہو۔

یہ بھی درست نہیں کہ کسی معاملے میں اپنے دوست سے جھوٹ بولے، نہ اس کا راز ظاہر کرے، نہ اس کی غیبت کرے، نہ چغلی کرے، نہ اسے مدارات پر مجبور کرے، نہ عذر پیش کرنے پر مجبور کرے، نہ اسے مشقت میں ڈالے اور نہ ہی اسے ناپسندیدہ کام پر مجبور کرے۔

سیّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی بیٹے کو نصیحتیں

حضرت سیّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اپنے صاحبزادے حضرت سیّدُنا عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ تم کو بوڑھوں پر فوقیت دیتے ہیں اور ان کی جگہ تمہیں اپنے قریب رکھتے ہیں، لہٰذا میری تین باتیں یاد رکھنا: (1) ان کا راز فاش نہ کرنا (2) ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا اور (3) ان پر جھوٹ باندھنے کی جُرأت نہ کرنا۔ بعض روایات میں یہ دو باتیں مزید بھی ہیں: (1) کسی حکم میں ان کی خلاف ورزی نہ کرنا اور (2) تمہارے بارے میں انہیں کبھی خیانت کی خبر نہ پہنچے (یعنی کبھی خیانت نہ کرنا)۔

حضرت سیّدُنا امام شعبی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے یہ روایت ذکر کی تو کسی نے کہا: اس روایت کی ہر بات ہزار سے بہتر ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: بلکہ اس روایت کی ہر بات دس ہزار سے بہتر ہے۔

رازکی حفاظت

ایک شخص نے اپنے دوست کو راز بتایا پھر اس سے پوچھا: اسے یاد رکھ لیا؟ دوست نے کہا: نہیں! بلکہ میں نے اسے بھلا دیا۔

کسی ادیب سے پوچھا گیا: آپ راز کی حفاظت کیسے کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اس راز کے لئے قبر بن جاتا ہوں۔

ایک شخص سے پوچھا گیا: آپ راز کی حفاظت کیسے کرتے ہیں؟ اس نے کہا: میں خبر دینے والے کو جھٹلا دیتا ہوں اور آگے نہ بتانے پر قسم بھی کھا سکتا ہوں۔

راز کی حفاظت کے متعلق میں نے جو بہترین بات سنی وہ یہ ہے کہ مجھے میرے ایک شیخ نے اپنے دوستوں کے متعلق بتایا کہ وہ خلیفہ ابنِ معتز کے پاس گئے تو اسے راز کی حفاظت کے بارے میں اپنا شعر سنانے کا کہا۔ خلیفہ نے فوراً انہیں یہ شعر سنایا:

مُسْتَوْدِعِیْ سِرًّا تَبَوَّأْتُ کَتْمَہٗ فَاَوْدَعْتُہٗ صَدْرِیْ فَصَارَ لَہٗ قَبْرًا

ترجمہ: مجھے رازدار بنانے والے! تیرے راز کا ٹھکانا میرا سینہ ہے جو اس کے لئے قبر بن جاتا ہے۔

دوستوں کا کہنا ہے: ہم ابنِ معتز کے پاس سے رخصت ہوئے تو حضرت سیِّدُنا محمد بن داود اصفہانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ہمارا استقبال کیا۔ ہم نے اسے ابن معتز کے سنائے ہوئے شعر کے بارے میں بتایا تو اس نے ہمیں روک لیا اور کچھ دیر سر جھکائے رہا پھر کہا: مجھ سے یہ سنو:

وَ مَا السِّرُّ فِیْ صَدْرِیْ کَثَاوٍ بِقَبْرِہٖ لِاَنِّیْ اَرَی الْمَقْبُوْرَ یَنْتَظِرُ النَّشْرَا

وَ لٰکِنَّنِیْ اَنْسَاہُ حَتّٰی کَاَنَّنِیْ بِمَا کَانَ مِنْہُ لَمْ اُحِطْ سَاعَۃً خَبْرًا

وَ لَوْ جَازَ کَتْمُ السِّرِّ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ عَنِ السِّرِّ وَ الْاِحْشَاءِ لَمْ تَعْلَمِ السِّرَّا

ترجمہ: (1)...میرے سینے میں موجود راز قبر میں مدفون شخص کی طرح نہیں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ قبر میں رہنے والا اُٹھنے کا منتظر ہے۔ (2)...بلکہ میں راز کو اس طرح بھلا دیتا ہوں گویا میں اسے کبھی جانتا ہی نہ تھا۔ (3)...اگر دل سے راز چھپانا ممکن ہوتا تو اسے بھی راز کی خبر نہ ہوتی۔

دوستوں میں سب سے بُرا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ وَجہَهُ الکَرِیم فرماتے ہیں: دوستوں میں سب سے بُرا وہ ہے جس کے لئے تجھے خاطر مدارات کرنی پڑے اور خاطر مدارات میں کوتاہی پر تجھے معذرت کرنی پڑے۔ اسی طرح آپ فرماتے ہیں: بُرا دوست وہ ہے جس کے لئے تکلف کرنا پڑے۔

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ نے فرمایا: بلاشبہ لوگوں کی قطع تعلقی تکلف کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ ایک شخص اپنے بھائی کی زیارت کو جاتا ہے اور وہ اس کے لئے ایسا تکلف کرتا ہے جیسا ان میں سے کوئی اپنے گھر میں نہیں کرتا تو وہ مہمان دوبارہ اس کے پاس جاتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا فرماتی ہیں: مومن، مومن کا بھائی ہے نہ تو وہ اسے دھوکا دیتا ہے اور نہ ہی اس سے شرم محسوس کرتا ہے۔

قیمتی پوستین اور اس کی قیمت کا ہدیہ

دوستوں کے لئے ہاتھ کشادہ کرنے کے متعلق ایک واقعہ منقول ہے جسے میں نے عمدہ پایا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ ایک امام سے مروی ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا امام ابراہیم بن سعید جوہری رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ کہتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ہُشَیم رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ کو ایک قیمتی پوستین ہدیہ کی گئی۔ آپ نے کہا: اسے حضرت سیِّدُنا سعید جوہری رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ کے پاس لے جاؤ اور کہو: تم اسے ہُشَیم کے لئے خرید لو۔ چنانچہ انہوں نے پوستین خرید لی اور پھر پوستین اور اتنی ہی رقم بھی حضرت سیِّدُنا ہُشَیم رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ کی طرف بھیج دی۔

دوستوں سے اُکتانا کریموں کا اخلاق نہیں

حضرت سیِّدُنا علی بن مدینی رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ نے مجھ سے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ مکہ مکرمہ تک آپ کے ساتھ رہوں لیکن مجھے ایسا کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ میں آپ سے یا آپ مجھ سے اُکتا جائیں جبکہ کہا گیا ہے دوستوں سے اُکتانا کریموں کے اخلاق سے نہیں۔

حضرت سیِّدُنا مکحول رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا حسن رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ سے کہا: میرا مکہ

مکرمہ جانے کا ارادہ ہے۔ تو حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کہا: تم ایسے شخص کو اپنا ساتھی نہ بنانا جو تم پر ایسی مہربانی کرے جس کی وجہ سے تمہارے اور اس کے درمیان تعلق ختم ہو جائے۔

حضرت سیِّدُنا ابو عَمرو بن علاء رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: دوست کے سوا ہر چیز سے صبر اچھا ہے۔

اور فرماتے ہیں: **اللہ** پاک کے لئے بھائی چارہ قائم کرنے والوں کے متعلق میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ دونوں دن میں دو بار ملاقات کریں۔

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ایک ساتھ چل رہے ہوتے اور اچانک پتھر کی چٹان یا کوئی ٹیلہ آجاتا جو ان کے درمیان جدائی ڈال دیتا پھر اس کے پیچھے سے نکل کر دوبارہ ملتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے۔[1]

حضرت سیِّدُنا حسن اور حضرت سیِّدُنا ابو قلابہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا فرماتے ہیں: یہ بات مروت سے نہیں کہ آدمی اپنے دوست سے نفع اٹھائے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اپنے بھائی کی ایسی عزت نہ کرو جو اس پر گراں گزرے۔

شرکائے مجلس امین ہوتے ہیں

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی حدیث پاک میں ہے: شرکائے مجلس امین ہوتے ہیں ان میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کی وہ بات ظاہر کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ایک سفر کے لئے نکلے تو چند لوگ بھی آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ آپ نے ان سے کہا: اگر تم مجھ میں کوئی معیوب چیز دیکھو تو مجھے اس کے بارے میں بتانا۔ پھر جب آپ ان لوگوں سے جدا ہونے لگے تو آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے مجھ میں کوئی معیوب چیز دیکھی ہے؟ ان میں سے ایک نوجوان نے کہا: میں نے آپ کو مسواک کرتے نہ دیکھا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کہا: ارے نادان! کیا آدمی

---

[1]......الادب المفرد، باب حق من سلم اذا قام، ص ۲۶۱، حدیث: ۱۰۱۱، نحوہ۔ معجم اوسط، ۶/۵۸، حدیث: ۷۹۸۷، نحوہ

[2]......الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی الشح، ص ۲۴۰، حدیث: ۶۹۱

دوستوں کے سامنے مسواک کرتا ہے۔

اچھے اخلاق والے سے میل جول رکھو

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: لوگوں میں سے اچھے اخلاق والے سے میل جول رکھو کہ اس سے بھلائی پہنچتی ہے اور بُرے اخلاق والے سے میل جول نہ رکھو کہ اس سے بُرائی پہنچتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جسے غصہ دلایا جائے اور اسے غصہ نہ آئے تو وہ گدھا ہے اور جسے راضی کیا جائے اور وہ راضی نہ ہو تو وہ شیطان ہے۔

حضرت سیِّدُنا عَمرو بن دینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جسے تم میں دل چسپی ہو اس سے بے رغبتی اختیار کرنا تمہاری کم نصیبی ہے اور جسے تم میں دل چسپی نہ ہو اس میں رغبت رکھنا تمہارے لیے ذلت کا مقام ہے۔

مسلمان بھائی کے عیب کو چھپاؤ

آدمی کو چاہیے جتنا ہو سکے اپنے بھائی کے عیب کو چھپائے۔ حدیث پاک میں ہے: جو اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے گا **اللہ** پاک دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔[1]

ایک روایت میں یوں ہے: فَکَاَنَّمَا اَحْیَا مَوْءُوْدَۃً یعنی گویا اس نے زندہ دفن کی گئی بچی کو زندہ کیا۔[2]

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے حواریوں سے ارشاد فرمایا: اگر تم اپنے بھائی کے پاس سے گزرو اور اسے اس حال میں سوتا پاؤ کہ ہوا نے اس سے کپڑا ہٹا دیا ہے تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کی: اس کی ستر پوشی کریں گے اور اسے ڈھانپ دیں گے۔ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: تم ایسا نہیں کرو گے بلکہ تم اس کی پردہ دری کرو گے؟ حواریوں نے کہا: سُبْحٰنَ اللہ! ایسا کون کرے گا؟ ارشاد فرمایا: تم کوئی فحش بات سنتے ہو تو اسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے اور خوب پھیلاتے ہو؟

ایسا کرنا کبھی تو دل میں موجود حسد کی وجہ سے ہوتا ہے یا طویل زمانے سے سینہ میں پوشیدہ بغض و کینہ کی وجہ سے ہوتا ہے جسے وہ ظاہر نہیں کرتا کیونکہ دوست سے ناراض اور خفا ہونے کا کوئی جواز نہیں ہوتا اور نہ ہی

---

[1]......مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الاجتماع... الخ، ص ۱۱۱۰، حدیث: ۲۸۵۳

[2]......معجم اوسط، ۶/ ۲۶۰، حدیث: ۸۷۰۵

اس کے سامنے آکر کھل کر بات کرتا ہے پھر جب ادنیٰ سبب ظاہر ہوتا ہے اور وہ کہنے والے سے کچھ سنتا ہے تو باطن میں چھپا حسد ظاہر ہو جاتا اور دل میں پوشیدہ کینہ سامنے آجاتا ہے اور اسی پوشیدہ کینہ کی طرح وہ کلمہ نکالتا ہے اور وقت آنے پر اسی طرح کی بات بول کر کینہ کو مزید مضبوط کرتا ہے، ایسی صورت میں پتا چلتا ہے کہ وہ دوست سے حسد رکھنے والا اور کینہ رکھنے والا ہے لیکن یہ واضح اس وقت ہوتا ہے جب اس کا وقت آتا ہے۔

بہر حال جسے حسد کی باریکیوں سے عافیت دی گئی اور بغض و کینہ کے لطائف سے بچایا گیا اور اس کا دل اپنے دوست کے لئے سلامت رہا اور اس کے بارے میں اچھا گمان رکھا تو جب اس کے دوست سے ایسا سبب ظاہر ہو جس میں لغزش ہو اور ایسا معاملہ واضح ہو جس میں بے وقوفی ہو تو وہ اس پر پردہ ڈالے، اسے چھپائے اور اسے مخفی و پوشیدہ رکھے۔ کبھی اس پر غم کرنا اور اس کے تذکرے اور خبر کے بارے میں فکر مند ہونا بھی اسے ختم کر دیتا ہے تو اس وقت اسے قلبِ سلیم والا اور محبت و دوستی میں ثابت قدم رہنا والا جانا جاتا ہے۔ یہ عقل مند مؤمنوں کا طریقہ اور راستہ ہے اور دین کے معاملہ میں ڈرنا ہی بہتر ہے۔

تکبُّر اور خود پسندی کے سبب حسد اور کینہ

حسد اور کینہ کبھی دل میں موجود تکبُّر اور خود پسندی کے سبب اپنے دوست پر فخر کرنے کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ جب دوست کا کوئی پوشیدہ معاملہ اسے ہاتھ لگتا ہے تو اسے ظاہر کرتا ہے یا اس کی کوئی غلطی سنتا ہے تو اس کا اعلان کرتا ہے تاکہ دوست پر اسے جو فضیلت حاصل ہے وہ لوگوں کو پتا چلے اور دوست کے بجائے اس کی خوبی بڑھ جائے۔ یہ چیز نفس کی آفتوں میں سے ہے جو مخفی شہوت میں داخل ہے اور یہی سینے میں چھپا ہوا بغض و کینہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: آدمی اپنے دوست کے لئے 70 غلطیوں کا احتمال نکالتا اور اس کے لئے عذر تلاش کرتا رہتا ہے اس کے بجائے اگر وہ یہی کہہ دے تو کافی ہے کہ شاید میرے بھائی کا عذر ہے جس کی وجہ سے وہ میرے پاس نہیں آیا۔

دوستی کے لائق

حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تم کسی سے بھائی چارہ قائم کرنا چاہو تو اسے غصہ

دلاؤ پھر اس پر ایک شخص مقرر کرو جو اس سے تمہارے بارے میں پوچھے، اگر وہ تمہارے بارے میں اچھے کلمات کہے تو اسے دوست بنالو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: کسی سے اس وقت تک بھائی چارہ قائم نہ کرو جب تک اسے آزمانہ لو اور اسے راز بتا کر دیکھ نہ لو پھر اس سے سخت مزاجی سے پیش آؤ اور اسے غصہ دلاؤ پھر اگر وہ تمہارا راز ظاہر کر دے تو اس سے دور ہو جاؤ۔

حضرت سیِّدُنا ابو یزید طَیفُور رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: لوگوں میں سے کس سے دوستی کی جائے؟ فرمایا: وہ شخص جو تمہارے بارے میں ایسی باتیں جانتا ہو جو صرف اللہ پاک جانتا ہے پھر وہ تمہارے عیبوں کو ایسے ہی چھپائے جیسے اللہ پاک پردہ پوشی کئے ہوئے ہے۔

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ایسے شخص سے میل جول میں کوئی بھلائی نہیں جو تمہیں عیبوں سے پاک دیکھنا ہی پسند کرے۔

کس کی صحبت اختیار کی جائے؟

ایک عالم صاحب سے پوچھا گیا: کس کی صحبت اختیار کی جائے؟ فرمایا: اس کی جو تم سے تکلف کا بوجھ اٹھادے اور تیرے اور اس کے درمیان شرم آڑے نہ آئے۔

حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرے دوستوں میں سے مجھ پر سب سے گراں وہ ہے جو میرے لئے تکلف کرتا ہے اور میں اس سے حیا کرتا ہوں اور میرے دل پر سب سے ہلکا پھلکا وہ دوست ہے جس کے ساتھ میں ایسے رہتا ہوں جیسے اکیلے میں ہوتا ہوں۔

ان سب بزرگوں کی ان اقوال سے مراد یہ ہے کہ جو شخص مذکورہ خوبیوں اور اوصاف کا مالک نہ ہو اس میں تصنع اور زیب وزینت آجائے گی جو اسے ریا اور تکلف کی طرف لے جائے گی۔ پھر محبت کی برکت چلی جائے گی اور بھائی چارے کا نفع ختم ہو جائے گا۔

زندگی کس کے ساتھ گزارے؟

ایک صوفی بزرگ فرماتے ہیں: لوگوں میں سے اس کے ساتھ زندگی گزارو جس کے نزدیک تمہارا مقام نہ

تو بھلائی کی وجہ سے زیادہ ہو اور نہ ہی گناہ کی وجہ سے کم ہو، جب تم کوئی جرم کرو تو وہ تمہاری معذرت قبول کرے اور تمہارے ساتھ اگر وہ بُرا کرے تو تم سے معذرت کرے۔ تم سے اپنی ذات کے خرچ کا بوجھ اٹھادے اور تمہارے خرچ میں کافی ہو۔

یہ وہ اوصاف ہیں جو اس وقت نایاب ہیں جیسا کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کہا: اس زمانے میں **اللہ** پاک کے لئے بھائی بننے والے کم ہوگئے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس کی بات سن کر خاموش رہے۔ اس شخص نے پھر اپنی بات دہرائی تو حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اگر تم **اللہ** پاک کی رضا کے لئے ایسا بھائی چاہتے ہو جو تمہارے خرچ میں کافی ہو اور تمہاری تکلیف کو برداشت کرے تو قسم سے ایسا بھائی قلیل ہے اور اگر تم ایسا بھائی چاہتے ہو جس کا تم خرچ اٹھاؤ اور اس کی تکلیف پر صبر کرو تو میرے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں ان کے متعلق بتا سکتا ہوں۔

بھائی چارہ کیا ہے؟

مجھے میری زندگی کی قسم! جب یہ اپنے بھائی سے ایسا حق مانگے گا تو یہ اپنی ذات کے لئے محبت کرنے والا ہوگا نہ کہ **اللہ** پاک کے لئے بھائی سے محبت کرنے والا کہلائے گا۔ بھائی چارے کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان بھائی کو تکلیف دینے سے بچے کیونکہ یہ تو واجب ہے بھائی چارہ تو تکلیف پر صبر کرنے کا نام ہے۔ صوفیائے کرام کی ایک جماعت ان چار معانی میں برابری پر ہی کسی کو دوست اور ساتھی بناتے تھے: ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ ہوگی اور ایک کو دوسرے پر اعتراض نہ ہوگا یعنی اگر کوئی دن بھر کھائے تو اس کا ساتھی اسے یہ نہیں کہے گا کہ روزہ رکھو اور اگر کوئی رات بھر نماز پڑھے تو اسے ساتھی یہ نہیں بولے گا کہ کچھ دیر کے لئے سو جاؤ۔ ان کے نزدیک دونوں کا حال برابر ہوگا لہٰذا روزہ رکھنے اور شب بیداری کی وجہ سے کوئی بڑھ نہیں جائے گا اور نہ ہی روزہ نہ رکھنے اور سونے کی وجہ سے کسی میں کمی آئے گی۔ اگر اس کے نزدیک معاملہ یہ ہو کہ عمل سے دوست کا حال بڑھے اور ترکِ عمل سے کمی آئے تو ایسی صورت میں دین کے لئے جُدائی ہی بہتر ہے اور اس میں مروت سے دوری بھی ہے۔ اس وجہ سے کہ نفس فطری طور پر تعریف کو پسند اور مذمت کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ آزمائش میں ہے جو اپنے حال کو اس لئے سنوارے تاکہ اسے پہچانا جائے اور لوگوں کے نزدیک جو اچھا بننا ہے

اس سے بڑھ کر اچھا بننا ظاہر کرے۔ اگر کسی ایسے کی صحبت اختیار کرے جو اس کے ساتھ یہ معاملہ کرے گا تو یہ صادقین کا طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی مخلصین کا یہ مقصود ہے۔ ایسے لوگوں سے بچنا ہی دل کے لئے زیادہ اچھا اور عمل کے لئے زیادہ خالص ہے۔ ان کے ساتھ رہن سہن رکھنا اور ان جیسوں کی صحبت اختیار کرنا دلوں کا فساد اور حال کا نقصان ہے کیونکہ یہ ریاکاری کے اسباب ہیں اور ریا میں اعمال کی بربادی، راس المال (نیکی) کا خسارہ اور بارگاہِ ذوالجلال میں مقام سے گرنا ہے، ہم اس سے اللہ پاک کی پناہ مانگتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے وہ ان کی خاطر مُدارات ضرور کرے گا اور جو لوگوں کی خاطر مدارات کرے گا، وہ ریاکاری کرے گا اور جو دکھاوے کے لئے عمل کرے گا وہ اسی میں جا پڑے گا جس میں وہ مبتلا ہیں اور ہلاک ہو جائے گا جیسے وہ ہلاک ہوئے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرو جو چار حالتوں: غصہ، رضامندی، لالچ اور خواہشِ نفس کے غلبہ کے وقت تم سے چار مختلف رویّے اپنائے کیونکہ ان کے ذریعے طبیعتوں میں تبدیلی آتی ہے نفس میں ان کا ضرر داخل ہونے اور فائدہ نہ ہونے کے سبب۔

صحبت کے قابل کوئی نہ ملے تو تنہائی اختیار کرے

کسی ادیب کا قول ہے: ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو جو تمہارا راز چھپائے، تمہارے عیب پر پردہ ڈالے، تمہاری بھلائی کو پھیلائے، تمہاری بُرائی کو چھپائے، مصائب میں تمہارا ساتھ دے اور عمدہ اشیاء میں تمہیں ترجیح دے، اگر ایسا شخص نہ پاؤ تو تنہائی اختیار کرو۔

اسی مفہوم میں ہمیں ایک عالم صاحب نے کسی ادیب کے یہ اشعار سنائے:

وَنَدْمَانُ اَخٍ ثِقَةً كَانَ حَدِيْثُهُ خُبْرَه

يَسُرُّكَ حُسْنُ ظَاهِرِهِ وَتَحْمَدُ مِنْهُ مُخْتَبَرَه

يُسَاعِدُ خِلَّهُ كَرَمًا وَفِيْ اَخْلَاقِهِ اَثَرَه

وَيَطْوِيْ سَوْءَةً اَبَدًا وَحَسْنًا اِنْ طَوَى نَشَرَه

وَيَسْتُرُ عَيْبَ صَاحِبِهِ وَيَسْتُرُ اَنَّهُ سَتَرَه

ترجمہ: میرے دوست کا ہم نشین ایسا معتبر ہے کہ اس کی بات بھی تجربے کی طرح ہے۔ اس کا ظاہری حسن تجھے خوش کرے گا اور اس کی جانچ کرنے والا اس کی تعریف کرتا ہے۔ وہ اپنے جگری دوست کی کشادہ دلی سے مدد کرتا ہے اور اس کے اخلاق میں ایثار کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ بُرائی کو لپیٹ دیتا ہے اور نیکی اگر ہو تو اسے پھیلا دیتا ہے۔ وہ اپنے دوست کے عیب کو چھپاتا ہے اور ایسے چھپاتا ہے گویا کہ وہ اس کے چھپانے کی چیز ہو۔

دو شخصوں کی ہی صحبت اختیار کرو

ایک عالِم صاحب کا بیان ہے کہ دو شخصوں کی ہی صحبت اختیار کرو: (1)...وہ شخص جس سے تم دین کی کوئی بات سیکھو جو تمہیں نفع دے یا (2)...وہ شخص جسے تم دین کی کوئی بات سکھاؤ تو وہ قبول کرے اور تیسرے شخص سے بھاگو۔

حضرت سیِّدُنا احمد بن ابو الحواری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے استاد حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اے احمد! دو آدمیوں ہی کی صحبت اختیار کرنا: (1)...وہ آدمی جس سے دنیوی معاملات میں فائدہ حاصل ہو (2)...وہ آدمی جس کے ساتھ تمہاری نیکی میں اضافہ ہو اور جس کی صحبت تمہاری آخرت کے لئے فائدہ مند ہو، ان کے علاوہ کسی کی صحبت میں رہنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

دوست تین قسم کے ہیں

خلیفہ مامون رشید کا قول ہے کہ دوست تین قسم کے ہیں: ایک کی مثال غذا کی سی ہے کہ اس سے بے پروائی نہیں کی جاسکتی، دوسرے کی مثال دوا کی طرح ہے کہ کسی وقت اس کی حاجت ہوتی ہے کسی وقت نہیں اور تیسرے کی مثال بیماری کی طرح ہے جس کی حاجت کبھی نہیں ہوتی مگر بندہ اس میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، یہ وہ شخص ہے جس سے نہ انسیت حاصل ہوتی ہے اور نہ کوئی نفع۔ پہلا **اللہ** پاک کی طرف سے بندے پر نعمت ہے جس میں اُلفت اور اُنسیت کے ساتھ فائدہ اور نفع بھی ہے۔

تنہائی بُرے دوست سے بہتر ہے

حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: تنہائی بُرے دوست سے بہتر اور نیک دوست تنہائی سے

بہتر ہے۔

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے تین دوست ہوتے ہیں: (1)...آخرت کا دوست (2)...دنیا کا دوست اور (3)...وہ دوست جس سے انسیت حاصل ہو۔

تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے یہ بتادیا کہ "کبھی کبھی انسیت والا دوست قُربِ بارگاہِ الٰہی والا عابد نہیں ہوتا کیونکہ انسیت مخصوص ہے۔" کہا گیا ہے: انس کریم شخص میں ہی پایا جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ دوستوں میں انسیت کو کم یاب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: مصیصہ شہر میں تین ہی لوگ ہیں جن سے مجھے انسیت ملتی ہے۔

انسیت کی صفات

یاد رکھو! انسیت نہ تو ہر عالم میں پائی جاتی ہے، نہ ہر عاقل میں اور نہ ہی دنیا سے بے رغبت پر عابد میں پائی جاتی ہے۔ انس ایسی صفات کا محتاج ہوتا ہے جو ولی میں ہوتی ہیں جب یہ تمام صفات اس میں پائی جاتی ہیں تو اس میں انسیت کامل ہو جاتی ہے اور وحشت اور شرم و جھجک اٹھ جاتی ہے اور جس میں یہ صفات نہ ہوں اس میں انسیت نہیں پائی جاتی۔ جس میں انسیت کی تمام صفات نہیں بلکہ کچھ پائی جائیں تو اس میں انس کا ایک حصہ پایا جاتا ہے۔ جس طرح انسیت کا پایا جانا کم یاب ہے اسی طرح اس کی صفات کا پایا جانا بھی کم یاب ہے۔ اس کی صفات سات ہیں جو یہ ہیں: علم، عقل، ادب، حُسنِ اخلاق، سخاوتِ نفس، دل کی سلامتی اور عاجزی وانکساری۔ اگر ان میں سے کوئی مفقود ہو تو وہ ایسا دوست نہیں پائے گا جس سے انسیت کامل ہو اس وجہ سے کہ ان صفات کی ضدیں سب کی سب وحشت والی ہیں۔ چنانچہ جاہل میں انس نہیں، احمق کے ساتھ انس نہیں، بخیل اور بُرے اخلاق والے کے پاس انس نہیں، خبیث اور متکبر کے ساتھ بھی انس نہیں، اس بات کو خوب جان لو۔

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ایک دانشور سے نقل کرتے ہیں: شریف لوگوں کے ساتھ محبت سے، عام لوگوں کے ساتھ رغبت اور ڈر سے اور گھٹیا لوگوں سے خوف کے ساتھ معاملات کرو۔

لوگوں کی مثال درختوں کی سی ہے

لوگوں کی مثال درختوں کی سی ہے: ان میں سے کچھ کا سایہ ہوتا ہے مگر ان میں پھل نہیں ہوتا، یہ وہ ہیں

جن میں دنیاوی نفع ہے مگر آخرت کا کوئی ثمرہ نہیں، کسی وقت تک ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ کچھ وہ ہیں جن میں پھل ہوتا ہے مگر سایہ نہیں ہوتا، ان میں آخرت کا فائدہ ہوتا ہے مگر دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کچھ وہ ہیں جن میں پھل بھی ہوتا ہے اور سایہ بھی۔ ان میں آخرت اور دنیا دونوں کا فائدہ ہوتا ہے اور یہ سب سے معزز ہیں۔ کچھ وہ ہیں جن میں نہ پھل ہوتا ہے نہ ہی سایہ، ان کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ان کی مثال کیکر کے درخت کی طرح ہے جس میں کانٹے ہوتے ہیں اور اسے عام لوگ اُمِّ غیلان بھی کہتے ہیں۔ یہ صرف کپڑوں کو پھاڑتا ہے۔ نہ اسے کھایا جاتا ہے اور نہ ہی پیا جاتا ہے۔ یہ لوگوں میں سے وہ ہیں جو نقصان دیتے ہیں، نفع نہیں دیتے، ان کا نقصان زیادہ ہے اور کسی سے نقصان دور بھی نہیں کرتے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِیْرُ ﴿۱۳﴾ (پ ۱۷، الحج: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: ایسے کو پوجتے ہیں جس کے نفع سے نقصان کی توقع زیادہ ہے بے شک کیا ہی بُرا مولیٰ اور بے شک کیا ہی برا رفیق۔

جانوروں میں ایسے کی مثال چوہے اور بچھو کی سی ہے (کہ ان سے نقصان ہی کی توقع کی جاسکتی ہے)۔ لوگوں کے اوصاف میں یہ اشعار کہے گئے ہیں:

اَلنَّاسُ شَتّٰی اِذَا مَا اَنْتَ ذُقْتَهُمْ   لَا يَسْتَوُوْنَ كَمَا لَا يَسْتَوِی الشَّجَرُ
هٰذَا لَهٗ ثَمَرٌ حُلْوٌ مَّذَاقَتُهٗ   وَذَاكَ لَيْسَ لَهٗ طَعْمٌ وَّ لَا ثَمَرُ
هٰذَا لَهٗ ظِلٌّ وَذَا عِنْدَهٗ ثَمَرٌ   وَذَاكَ لَيْسَ لَهٗ ظِلٌّ وَّلَا ثَمَرُ

ترجمہ: (1)...جب تم لوگوں کو آزماؤ گے تو انہیں مختلف پاؤ گے، لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے جیسے درخت ایک جیسے نہیں ہوتے۔ (2)...کسی درخت کا پھل بھی ہوتا ہے اور وہ خود بھی میٹھا ہوتا ہے اور بعض نہ تو خود خوش ذائقہ ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ پھل دیتے ہیں۔ (3)...کسی درخت کا سایہ بھی ہوتا ہے اور وہ پھل دار بھی ہوتا ہے اور کوئی درخت وہ ہوتا ہے جس کا نہ سایہ ہوتا اور نہ ہی پھل۔

اسی بارے میں ہمیں ایک ادیب کے یہ اشعار سنائے گئے:

اِذَا كُنْتَ لَا تُرْجٰى لِدَفْعِ مُهِمَّةٍ   وَلَمْ تَكُ يَوْمَ الْحَشْرِ مِمَّنْ يُّشَفَّعُ

وَلَا اَنْتَ ذَا مَالٍ يَجُوْدُ بِمَالِهٖ فَعُوْدُ خِلَالٍ مِنْ اِخَائِكَ اَنْفَعٗ

ترجمہ: جب پریشانی دور کرنے کے لیے تجھے کوئی امید نہ ہو اور روزِ حشر تیرا کوئی شافع نہ ہو اور نہ تو مالدار ہو کہ اپنے مال پر سخاوت کرے تو اپنے دوستوں میں سے سچی دوستی کی طرف تیرا لوٹنا زیادہ نفع بخش ہے۔

آدھی محبت بھی بہت ہے

کسی بزرگ نے فرمایا: جب تیرا دوست کسی حکومتی عہدے پر فائز ہو جائے اور وہ تیرے ساتھ پہلے کے مقابلے میں آدھی محبت پر ثابت رہے تو یہ بھی بہت ہے۔

حضرت سیِّدُنا ربیع بن سلیمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے ایک شخص کو بغداد میں اپنا بھائی بنایا، اسے سِیبِیْن (عراق کے ایک علاقہ) کی حاکمیت ملی تو اس کا پہلے والا رویہ تبدیل ہو گیا۔ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اسے یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

اِذْهَبْ فَوُدُّكَ مِنْ وِدَادِيْ طَالِقٌ اَبَدًا وَلَيْسَ طَلَاقُ ذَاتِ الْبَيْنِ

فَاِنِ ارْعَوَيْتَ فَاِنَّهَا تَطْلِيْقَةٌ وَيَدُوْمُ وُدُّكَ لِيْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ

وَ اِذَا امْتَنَعْتَ شَفَعْتُهَا بِمِثَالِهَا فَتَكُوْنُ تَطْلِيْقَيْنِ فِيْ حَيْضَيْنِ

فَاِذَا الثَّلَاثُ اَتَتْكَ مِنِّيْ بَتَّةً لَمْ تُغْنِ عَنْكَ وِلَايَةُ السِّيْبِيْنِ

ترجمہ: (1)...جا تیری محبت کو میری محبت کی طرف سے ایک طلاق ہے اور یہ طلاق بائنہ نہیں۔ (2)...اگر تو باز آ گیا تو یہ ایک ہی رہے گی اور آیندہ کے لئے تمہارے ساتھ محبت دو پر باقی رہے گی۔ (3)...اور اگر باز نہ آیا تو اس جیسی ایک اور دے کر جُفت کر دوں گا اس طرح یہ دو حیضوں میں دو طلاقیں ہو جائیں گی۔ (4)...اگر پھر بھی باز نہ آیا تو میری طرف سے تجھے تین قطعی طلاقیں پہنچیں گی، اس کے بعد تجھے سیبین کی حکومت بھی کام نہیں آئے گی۔

اس کلام کو ایک فقیہ کے سامنے ذکر کیا گیا تو انہوں اسے اچھا جانا اور کہا: یہ طلاق فقہی ہے مگر یہ نکاح سے پہلے طلاق ہے۔

سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا عقدِ اُخوّت

حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے جب حضرت سیِّدُنا محمد بن عبدُ الحَکَم مصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے

رشتۂ اخوت قائم کیا تو آپ انہیں اپنے قرب سے نوازتے اور ان کی طرف توجہ کرتے اور فرماتے: "مجھے مصر میں صرف اسی شخص نے روک رکھا ہے۔" ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بیمار ہوئے تو حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ ان کی عیادت کے لئے آئے تو یہ شعر کہا:

مَرِضَ الْحَبِيْبُ فَعُدْتُهٗ فَمَرِضْتُ مِنْ حَذَرِيْ عَلَيْهِ

ترجمہ: میرا دوست بیمار ہوا تو میں اس کی عیادت کے لئے گیا، اس کی بیماری کے ڈر سے میں خود بیمار ہو گیا۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے جواب میں فرمایا:

وَ اَتَى الْحَبِيْبُ يَعُوْدُنِيْ فَبَرِئْتُ مِنْ نَّظْرِيْ اِلَيْهِ

ترجمہ: اور میرا دوست میری عیادت کے لئے آیا تو میں اسے دیکھ کر ٹھیک ہو گیا۔

ان دونوں حضرات کی سچی محبت دیکھ کر اہلِ مصر کو یہ یقین تھا کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اپنا حلقۂ درس اپنے وصال کے بعد حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے سپرد کر دیں گے، انہیں اپنا جانشین مقرر کریں گے اور لوگوں کو ان کے پاس آنے کا کہیں گے۔ مگر جب حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ مرضِ موت میں مبتلا ہوئے تو آپ سے کہا گیا: اَبُوعَبْدُ الله! آپ کے بعد ہم کس کی مجلس اختیار کریں؟ اور آپ کا حلقۂ درس کون سنبھالے؟ لوگوں کا گمان تھا کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی طرف اشارہ کریں گے اور حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ جو حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے سرہانے کھڑے تھے آگے کی جانب جھکے تاکہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ ان کی طرف اشارہ کریں لیکن حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: سُبْحٰنَ الله! کیا تم لوگ اس منصب کے لائق ہونے میں حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بُوَیْطِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے متعلق شک کرتے ہو؟ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی اس بات سے حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا دل ٹوٹ گیا اور انہوں نے اسے دل میں محسوس کیا جبکہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے اصحاب حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بویطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی طرف مائل ہو گئے۔ حالانکہ حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے ان کا مذہب اور علم نقل کیا اور حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا مذہب چھوڑا لیکن حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب

بویطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ چونکہ دینداری، افضیلت اور زہد و تقویٰ میں حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے بڑھ کر تھے اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے رضائے الٰہی کی خاطر لوگوں کی خیر خواہی کے لئے انہیں اپنا جانشین مقرر کیا اور اس بارے میں مداہنت نہ کی اور نہ ہی مخلوق کی مرضی کے پیچھے چلے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اپنی جانشینی حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بویطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے سپرد کی اور انہیں ترجیح دی کیونکہ وہی اس منصب کے زیادہ حق دار اور لائق تھے۔

جب حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے مذہب کو چھوڑ دیا اور حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے اصحاب سے علیحدہ ہو کر دوبارہ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا مذہب اختیار کر لیا۔ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے مروی اپنے والدِ ماجد کی کتابوں کو روایت کرنے لگے اور مالکی مذہب کے فقیہ ہوئے، آج آپ کا شمار حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے بڑے اصحاب میں ہوتا ہے۔

شہرت کی جگہ گوشہ نشینی اختیار کرنا

حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بویطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے گوشہ نشینی کو چنا، مصر کے مضافات میں بُوَیطہ نامی علاقے میں لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کی اور ''کِتَابُ الْاُم'' تصنیف فرمائی جو اس وقت حضرت سیِّدُنا ربیع بن سلیمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی طرف منسوب ہے اور ان ہی کی طرف سے مشہور ہے۔ اس کتاب کو یکجا اور جمع کرنے والے حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بویطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ ہیں لیکن چونکہ انہوں نے اس میں اپنا ذکر نہ کیا اور نہ ہی اسے اپنی طرف منسوب کیا جبکہ حضرت سیِّدُنا ربیع بن سلیمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اس میں اضافہ و تصرف کر کے اسے لوگوں میں مشہور کیا اور لوگوں نے اُن سے سنا اسی وجہ سے یہ کتاب ان کی طرف منسوب ہو گئی۔

حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بویطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو گرفتار کیا گیا اور مصر سے لے جا کر بادشاہ تک پہنچایا گیا اور قرآن پاک (کو مخلوق نہ کہنے) کے معاملے میں انہیں قید کیا گیا۔ حضرت سیِّدُنا ربیع رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت سیِّدُنا بویطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے جیل سے خط لکھا جس میں انہوں نے مجھے علمی حلقوں پر اُبھارا، علم سے جڑے رہنے کا حکم دیا، سیکھنے والوں پر نرمی، ان پر توجہ دینے اور ان کے لئے عاجزی کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت سیِّدُنا ربیع رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں اکثر حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو یہ اشعار کہتے سنتا:

وَلَنْ تُكْرَمُ النَّفْسُ الَّتِيْ لَا تُهِيْنُهَا أُهِيْنُ لَهُمْ نَفْسِيْ لِكَيْ يُكْرِمُوْنَهَا

ترجمہ: لوگوں کے سامنے میں اپنے نفس کو ذلیل رکھتا ہوں تاکہ وہ اسے عزت دیں جس نفس کو تم نیچا نہ دکھاؤ اس کی عزت نہیں ہوتی۔

بیٹے کو نصیحت

ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹے! لوگوں میں سے اسے اپنا دوست بنانا کہ جب تجھے اس کی ضرورت ہو تو وہ تیرے قریب ہو اور جب تو اس سے بے پروا ہو تو وہ تجھ میں طمع نہ رکھے اور جب اُس کا مرتبہ بلند ہو جائے تو وہ تجھ پر برتری نہ جتائے۔ اگر تو اس کے لئے عاجزی کرے تو وہ تیری عزت کی حفاظت کرے، اگر تجھے اس کی ضرورت ہو تو وہ تیرا خرچ برداشت کرے اور جب تو اس کے ساتھ جمع ہو تو وہ تجھے آراستہ کرے اور اگر تو ایسا شخص نہ پائے تو پھر کسی کو بھی اپنا ساتھی نہ بنانا۔

بھائی چارے کے حق میں اسلاف کی سیرت

رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارے کے حق میں اسلاف کی سیرت سے جو منقول ہے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے دوست کے گھر جاتا اور دوست کو اس بات کی خبر نہ ہوتی تو وہ آکر دوست کے گھر والوں سے کہتا: کیا تمہارے پاس آٹا ہے؟ کیا تمہارے پاس زیتون کا تیل ہے؟ کیا تمہیں فلاں چیز کی ضرورت ہے؟ اگر گھر والے کہتے: ہمارے پاس نہیں ہے تو ان کی ضرورت کی چیزیں ان کے لئے خرید لیتا۔

یہ بھی منقول ہے کہ آدمی اپنے اور اپنے دوست کے عیال میں فرق نہ کرتا خورد و نوش کا خرچ ان کے درمیان تقسیم کر دیتا اور اپنے دوست سے ملتا تو اسے اس بارے میں کچھ علم نہ ہوتا۔

حضرت سیِّدُنا سعید بن ابو عروبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے پاس موجود کپڑوں کو رسی پر لٹکا دیتے اور مختلف قسم کے کھانوں کو لائن سے لگا کر نمایاں کر دیتے۔ کبھی کھال اترا جانور خرید کر لٹکا دیتے اور گھر کا دروازہ کھول دیتے۔ ان کے دوست ان کے پاس آتے جو کھانا تناول کرنا چاہتا تو وہ کھالیتا اور جسے گوشت کی خواہش ہوتی تو وہ لٹکے ہوئے گوشت میں سے ایک حصہ کاٹتا اور بھون کر یا پکا کر کھالیتا۔ جسے کپڑے کی ضرورت ہوتی تو وہ بغیر

ہچکچاہٹ بنا پوچھے پہن لیتا۔ لوگ ان کی اس سیرت اور اخلاق سے واقف تھے۔ اسی طرح ایک جماعت نے بھی انہی اخلاق کو اپنایا۔

مؤمنوں کے درمیان الفت اور محبتِ خدا کی نشانی

اللہ پاک نے مؤمنوں کے درمیان اُلفت اور محبت کو اپنی نشانیوں میں سے بنایا اور رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف اس وصف کے ساتھ مدح اور تعریف فرمائی نیز اس میں کسی کا بھی یہاں تک کہ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھی عمل دخل نہ قرار دیا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۳﴾ (پ۱۰، الانفال: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے دلوں میں میل کر دیا (اُلفت پیدا کر دی) اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن **اللہ** نے ان کے دل ملا دیئے بے شک وہی ہے غالب حکمت والا۔

یعنی وہ ایسا عزیز (غلبہ والا) ہے جن کے درمیان وہ پھوٹ ڈال دے اس کے سوا کوئی ان میں الفت نہیں ڈال سکتا اور جن کے درمیان میل کر دے کوئی اس کے سوا ان میں پھوٹ نہیں ڈال سکتا۔ ایسا حکیم ہے جو الفت کے حکم میں منفرد ہے جیسے وہ توحید کی تعریف میں منفرد ہے۔ عزیز کا دوسرا معنٰی یہ ہے کہ اس نے مؤمنوں کے نزدیک الفت کو معزز اور عظیم بنایا اور ایسا حکیم ہے جس نے نیک حکیموں (داناؤں) میں الفت کو حکمت میں سے بنایا۔

جانوروں کو دیکھ کر بھائی چارے میں غور کرنا

حضرت سیِّدُنا ابو دَرْدَاء رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے دو بیلوں کو دیکھا جو جوا (ہل میں دو بیلوں کے گردن پر جو لکڑی ہوتی ہے) میں بندھے ہَل چلا رہے تھے، ان میں سے ایک جب اپنا جسم کُھجانے کے لئے رُکا تو دوسرا بھی رک گیا، یہ منظر دیکھ کر حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے: رضائے الٰہی کے لئے بھائی بنانے والے ایسے ہوتے ہیں جو **اللہ** پاک کی رضا کے لئے کام کرتے ہیں جب ان میں سے ایک رکتا ہے تو دوسرا اس کی موافقت کرتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی اکثر عبادت غور و فکر ہوتی اور آپ فرمایا کرتے: میں اپنے سجدوں میں اپنے 40 بھائیوں کے لئے ان کے نام لے کر دعا کرتا ہوں۔

دوست کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا

حدیث مبارک میں ہے: آدمی کی اپنے مسلمان بھائی کے حق میں اس کی غیر موجودگی میں کی گئی دعا رد نہیں ہوتی[1] اور فرشتہ کہتا ہے: تیرے لئے بھی ایسا ہے۔[2]

دوسری حدیث میں ہے کہ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندے میں تجھ سے شروع کروں گا (یعنی پہلے تجھے عطا کروں گا)۔

حدیث مشہور میں ہے: بندے کی اس کے بھائی کے حق میں دعا جس طرح قبول ہوتی ہے خود اس بندے کے حق میں اس طرح قبول نہیں ہوتی۔[3]

بھائی چارے کے لازمی حقوق میں سے اپنے مسلمان بھائی کو دعا میں خاص کرنا اور اس کی غیر موجودگی میں اس کے لئے استغفار کرنا بھی ہے، اگر بھائی چارے کی برکت میں سے اور کچھ بھی نہ ہو تو یہی بہت ہے۔

نیک دوست جیسا کہاں؟

حضرت سیِّدُنا محمد بن یوسف اصفہانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: نیک دوست جیسا کہاں؟ تمہارے گھر والے تمہارے مرنے کے بعد تمہاری میراث تقسیم کرنے میں مشغول ہوتے ہیں اور جو تم نے پیچھے چھوڑا اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں جبکہ تمہارا دوست اکیلا تمہارے غم میں مبتلا رہتا اور تمہارے سابقہ اعمال اور آئندہ درپیش حالات کی وجہ سے پریشان رہتا ہے، وہ تمہارے لئے رات کی تاریکی میں دعا کرتا ہے اس حال میں کہ تم مٹی کے ڈھیر کے نیچے (یعنی قبر میں) ہوتے ہو۔ گویا نیک دوست ملائکہ کی پیروی کرتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: "جب بندہ مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ پیچھے کیا چھوڑا؟ اور ملائکہ کہتے ہیں کہ آگے کیا بھیجا؟"[4] جو کچھ

---

[1]......مسند بزار، مسند عمران بن حصین، ۹/۵۲، حدیث: ۳۵۷۷

[2]......مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الدعاء للمسلمین بظہر الغیب، ص ۱۱۲۱، حدیث: ۶۹۲۷

[3]......لم نجد

[4]......شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۲۸، حدیث: ۱۰۴۷۵

اس نے آگے بھیجا ہوتا ہے ملائکہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اس کے بارے میں فکر مند رہتے ہیں۔

بھائی بنانے کا ایک فائدہ

ایک عالِم صاحب فرماتے ہیں: بھائی بنانے میں یہ فائدہ بھی ہے کہ کسی کے پاس اس کے بھائی کی موت کی خبر پہنچے تو وہ اس کے لیے رحمت مانگتا ہے اور اس کے لیے دعا کرتا ہے، شاید اس کی اپنے بھائی سے حُسنِ نیت کی وجہ سے اس کے بھائی کی بخشش کر دی جائے۔

منقول ہے: جسے اپنے دوست کی موت کی خبر پہنچے اور وہ اس کے لئے بخشش ورحمت کی دعا کرے تو گویا اس نے جنازے میں شرکت کی اور نمازِ جنازہ پڑھی۔

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: قبر میں مُردے کی حالت اس ڈوبنے والے شخص کی طرح ہے جو ہر چیز کا سہارا ڈھونڈتا ہے، وہ اپنے بیٹے یا والد یا بھائی کی دعا کا منتظر رہتا ہے اور زندہ لوگوں کی دعائیں مُردوں کی قبروں میں نور کے پہاڑ بن کر داخل ہوتی ہیں۔[1]

دعا مُردوں کے لئے تحفہ

کہا گیا ہے: دُعا مُردوں کے لئے زندوں کی طرف سے تحفہ ہوتی ہے، فرشتہ میت کے پاس آتا ہے اور اس کے ہاتھ میں نورانی طباق ہوتا ہے جس پر نورانی رومال ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: یہ تیرے لئے تیرے فُلاں بھائی کی طرف سے ہدیہ ہے، یہ تیرے فُلاں قریبی رشتہ دار کی طرف سے ہدیہ ہے۔ اس ہدیہ کی وجہ سے وہ مُردہ ایسا خوش ہوتا ہے جیسے زندہ تحفہ کی وجہ سے خوش ہوتا ہے۔[2]

سب سے بڑی حسرت

مسلمان اپنے بعد اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنے حق میں ہمیشہ دعا کرنے کی وصیت کیا کرتے تھے اور حسن یقین اور صدقِ نیت کی وجہ سے اس کی رغبت رکھا کرتے تھے۔ بے شک جو دنیا سے اس حال میں نکلا کہ اس

---

[1]......شعب الایمان، باب فی بر الوالدین، ٦/ ٢٠٣، حدیث: ٧٩٠٥، نحوہ

شعب الایمان، باب فی الصلاة علی من مات من اهل القبلة، ٧/ ١٦، حدیث: ٩٢٩٥، نحوہ

[2]......معجم اوسط، ٥/ ٣٧، حدیث: ٦٥٠٤، نحوہ

نے **اللہ** پاک کی رضا کے لیے کسی کو بھائی نہیں بنایا تو یہ سب سے بڑی حسرت ہے کہ وہ اس کے ذریعے رشتہ اخوت کے فضائل حاصل کرتا اور **اللہ** پاک کے نزدیک محبین کے مراتب پاتا۔ دنیا کے اندر لوگوں میں سب سے زیادہ وحشت اس شخص کے لئے ہے جس نے اپنا کوئی ایسا دوست نہیں بنایا جس سے مانوس ہو اور نہ ایسا ساتھی بنایا جس سے سکون حاصل کرے جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے فرمایا: اجنبی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں اور بدگمانی میں پڑ کر دوست سے نفرت نہ کرنا۔

ایک بزرگ نے دوسرے کے لئے یہ اشعار کہے:

وَلَيْسَ غَرِيْبًا مَّنْ تَنَاءَتْ دِيَارُهُ وَلٰكِنْ مَّنْ يُّجْفٰى فَذَاكَ غَرِيْبُ

وَمَنْ كَانَ ذَا عَهْدٍ قَدِيْمٍ وَّذَا وَفَا فَلَوْ جَاوَزَ السَّدَّيْنِ فَهُوَ قَرِيْبُ

ترجمہ: وہ اجنبی نہیں جس کا گھر دور ہو بلکہ اجنبی تو وہ ہے جسے دور کر دیا جائے۔ جس سے تعلق پرانا ہو اور وہ وفادار بھی ہو تو اگرچہ وہ بہت دور بھی چلا جائے تو بھی قریب ہے۔

حضرت سیّدنا سفیان ثوری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْه سے پوچھا گیا: آپ کو کس سے انسیت ہے؟ فرمایا: حضرت سیّدنا قیس بن ربیع رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْه سے اور میں نے دو سال سے انہیں نہیں دیکھا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: جو ہر روز صبح اور شام دو مرتبہ مجھ سے ملتا ہے اس شخص سے زیادہ میری محبت اس سے مضبوط ہے جو مجھ سے دور ہے۔

حضرت سیّدنا محمد بن داؤد رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: جائے زیارت سے بہت دور رہ کر بھی دلوں کا قریب رہنا شہر میں قریب رہنے سے بہتر ہے۔

دوست کے متعلق پانچ خصلتوں سے بچو

اپنے دوست کے ساتھ ان پانچ خصلتوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے بچے اور یہ خصلتیں ادب اور مروت کے خلاف بھی ہیں: (1)...اس پر ایسا بوجھ ڈالے جسے وہ ناپسند کرتا ہو اور اس پر وہ شاق گزرے۔ (2)...اس کے بارے میں چغلی سنے اور اس کی تصدیق کرے۔ (3)...اس سے بار بار پوچھے کہاں سے آئے ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟ (4)...اس کی جاسوسی کرے یعنی اس کے حالات معلوم کرنے کی ٹوہ میں لگا رہے۔ (5)...اس کی

نقل وحرکت معلوم کرتا رہے۔

سلف کی سیرت سے بھی ان پانچ خصلتوں کا ناپسند ہونا روایت کیا گیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اپنے دوست پر ایسی ذمہ داری نہ ڈالو جس میں اس کے لئے مشقت ہو۔

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تم اپنے دوست سے راستے میں ملو تو اس سے یہ نہ پوچھو کہ کہاں جارہے ہو؟ یا کہاں سے آرہے ہو؟ شاید وہ اس بارے میں تجھ سے سچ بولے یا پھر جھوٹ بول دے تو اس سے جھوٹ بلوانے والے تم ہو گے۔

تین شرطوں کے ساتھ دوستی

منقول ہے کہ ایک عقل مند شخص کسی دانا (عقل مند) کے پاس گیا اور کہا: میں آپ سے دوستی کرنے آیا ہوں۔ دانا نے کہا: میری تین شرطیں ہیں انہیں منظور کروگے تو تمہیں دوست بناؤں گا۔ اس شخص نے کہا: بیان کیجئے! دانا نے کہا: تم میرے خلاف کوئی شکایت نہیں سنوگے، کسی معاملے میں میری مخالفت نہیں کروگے اور میرے متعلق کبھی رشوت نہیں لوگے۔ اس عقلمند نے کہا: مجھے قبول ہے۔ دانا (عقل مند) نے کہا: میں نے تجھے دوست بنایا۔

تجسس سے ممانعت

تجسس اور کسی کی نقل وحرکت کی ٹوہ میں پڑنے سے **اللہ** پاک اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پیٹھ پھیرنے اور قطع تعلق کرنے (تعلق توڑنے) سے بچنے کو بھی رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھائی چارے کی شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں روایت کیا گیا ہے: کسی کی ٹوہ میں نہ پڑو، نہ کسی کی نقل وحرکت پر نظر رکھو، نہ قطع تعلقی کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو **اللہ** کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ۔[1]

---

[1]......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظن والتجسس... الخ، ص ١٠٦٣، ١٠٦٤، حدیث: ٦٥٣٦، ٦٥٣٧

مقاطعہ (قطع تعلقی) کا مطلب ظاہری تعلقات کاٹنا یعنی پہلے جس طرح ملنا جلنا تھا اس کو ختم کر دینا، جبکہ تدابر (پیٹھ پھیرنے) کا مطلب غیر موجودگی میں قطع تعلقی کا سا سلوک کرنا۔ یعنی دوست کے پیٹھ پیچھے بھی وہی کرو جو اسے پسند ہو جیسے اس کے سامنے کرتے ہو اور جس طرح غیبت پیٹھ پیچھے ہوتی ہے یوں ہی اس کی غیر موجودگی میں ایسا نہ کرو جو اسے ناپسند ہو۔ دوستوں کا یہ طریقہ ہوتا کہ وہ دینی علوم، نیک اعمال، تلاوت اور ذکر واذکار میں رات گزارا کرتے اور اسی طریقے پر حُسنِ صحبت اور حقیقی محبت حاصل ہوتی ہے۔

صالحین اس دوستی سے مزید انعام حاصل کرتے اور دنیا و آخرت کے لئے اس سے ایسے فوائد حاصل کرتے جو وہ تنہائی اور اکیلے پن میں نہیں پاتے تھے۔ مثلاً تنہائی میں حُسنِ اخلاق، عقلوں کی تیزی اور مذاکرۂ علم حاصل نہیں ہوتا۔ یہ امور اس کے اہل ہی کے لئے درست ہیں اور یہ اہل وہ ہیں جو صاف سینے والے، موجود پر راضی رہنے والے، رحم والے، حسد سے بچنے والے، بناوٹ اور تکلف نہ کرنے والے اور ہمیشہ انسیت والے ہیں۔ اگر یہ صفات نہ پائی جائیں اور ان کی ضدیں پائی جائیں تو جدائی ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ جو تکلف چھوڑ دیتا ہے اس سے دوستی اور الفت باقی رہتی ہے اور جس سے مشقت کم اٹھانا پڑتی ہے اس سے دوستی پکی رہتی ہے۔

بُرا دوست کون؟

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: بُرا دوست وہ ہے جس کے لئے تکلف اُٹھانا پڑے۔

حضرت سیِّدُنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام سے جب ان کے ساتھی ملاقات کرتے تو آپ انہیں جو کی روٹی اور اپنی کھیتی کی سبزی پیش کرتے اور فرماتے: کھاؤ! اگر **اللہ** پاک نے تکلف کرنے والوں پر لعنت نہ فرمائی ہوتی تو میں تمہارے لئے ضرور تکلف کرتا۔

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: میں اور میری امت کے پرہیز گار لوگ تکلُّف سے دور ہیں۔[1]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تکلف ایسا عمل ہے جس میں بندے کی کوئی نیت نہیں ہوتی اور بندہ ایسے کام میں پڑتا

---

[1] ابن عساکر، ۳۵/۲۷۸، رقم: ۳۹۱۱: عبد الرحمن بن عوف۔ المقاصد الحسنة، حرف الھمزة، ص ۱۰۷، حدیث: ۱۹۱

ہے جو بے مقصد ہوتا ہے۔ بقدرِ کفایت کے بعد دینا بھی تکلف کی بات ہے۔ اس تکلف کے ہوتے ہوئے حسد اور کینہ بھی پایا جاتا ہے اور کینہ موجود ہو تو جدائی ہوتی ہے۔ اگر دوستی میں فخر اور بناوٹ سے کام لیا تو اجنبیت ہو گی اور بدباطنی اور مکر و فریب سے کام لیا تو نفرت پیدا ہو گی۔ یہ سب چیزیں الفت کو ختم اور محبت میں کمی لاتی ہیں اور بھائی چارے کی فضیلت بھی ختم کر دیتی ہیں۔

دوستوں میں سب سے گراں

اَہلِ بیت کے ایک فرد فرماتے ہیں: میرے دوستوں میں مجھ پر سب سے زیادہ گراں وہ ہے جو مجھ سے شرمائے اور میں اس سے شرماؤں۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایسے دوست کے بارے میں پوچھا گیا جس کا مال اس کی اجازت کے بغیر کھا سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا: جس سے نفس کو راحت ملے اور دل کو سکون حاصل ہو تو ایسے دوست کے مال میں اجازت کی ضرورت نہیں۔

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے انسیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: تم ہر خوبصورت چہرے اور اچھی آواز والے سے انسیت حاصل کرو اور **اللہ** پاک تمہارے اور اس کے درمیان ہو۔

دوست کے مال سے بلا اجازت لینا کب جائز ہے؟

جب تجھے علم ہو کہ تیرا دوست اس کے مال اور اس کی ملکیت سے کوئی چیز لینے پر خوش ہو گا یا تجھے علم ہو کہ وہ تیرے اس کام کو بُرا نہ جانے گا، تو ایسی صورت میں تیرے لیے لینا جائز ہے اگرچہ اس نے تجھے اجازت نہ دی ہو کہ تیرا یہ علم ہی اجازت کے قائم مقام ہے۔ اس کی علامت تیرے سینہ کا اس معاملہ میں کھل جانا اور تیرے دل پر اس بات کا ہلکا ہونا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دوست اس عمل سے خوش ہو گا۔ اس کے برخلاف جس کے بارے میں تجھے علم ہو اس کے مال سے کچھ بھی کھانا اسے بُرا لگے گا یا تجھے علم ہو کہ وہ اپنے پاس موجود چیز میں بخل اور کنجوسی سے کام لیتا ہے تو اس کے مال میں سے کچھ بھی کھانا تیرے لئے مکروہ ہے اگرچہ وہ تجھے اجازت دے جبکہ تجھے معلوم ہو کہ تیرا اس کے مال سے نہ لینا اسے زیادہ محبوب ہے۔ تقویٰ یہ ہے

کہ اگر وہ تجھے عطا بھی کرے تو بھی تو نہ لے اور جب تجھے اس کے معاملے کا علم ہو تو اب اس کا خرچ کرنا لغو ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس کی دلیل دل کا تنگ ہونا، شرم اور دل میں وحشت کا ہونا ہے۔

گناہ دلوں کا کھٹکنا ہے

حدیث پاک میں آتا ہے: گناہ دلوں کا کھٹکنا ہے۔[1] اور حدیث پاک میں آیا ہے: گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور حُسنِ اخلاق نیکی ہے،[2] بھلائی وہ ہے جس سے نفس کو سکون ملے اور دل کو اطمینان حاصل ہو۔[3] یہ الفاظ مختلف حدیثوں میں آئے ہیں۔ ہم یہ حدیث پاک ذکر کر چکے ہیں کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت بریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی غیر موجودگی میں ان کو صدقہ کیا گیا گوشت تناول فرمایا[4] کیونکہ آپ کو علم تھا کہ وہ اس عمل سے خوش ہوں گی، لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی اجازت کا انتظار نہ کیا۔ اس کے برعکس دیگر معاملے کو بھی اسی طرح قیاس کیا جائے جو ہم نے ذکر کیا۔

ہاشم اوقص نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو دیکھا کہ آپ خشک میوہ جات فروخت کرنے والے کے سامان سے کھا رہے تھے۔ کبھی ایک ٹوکری سے خشک کھجور اٹھاتے اور کبھی دوسری سے انجیر۔ اس نے یہ دیکھ کر کہا: اے ابو سعید! آپ دوسرے کا مال بلا اجازت کھا رہے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اے نادان! میرے سامنے کھانے کے متعلق آیت تلاوت کرو۔ پھر خود ہی (پارہ:18، سورۂ نور کی آیت نمبر:61): "وَلَا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ" سے لے کر "اَوْ صَدِیْقِكُمْ" تک تلاوت کی۔[5]

---

[1]......الزھد لابی داود، من خبر ابن مسعود، ص ۱۳۴، حدیث: ۱۳۲

[2]......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب البر والاثم، ص ۱۰۲۱، حدیث: ۲۵۵۳

[3]......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث ابی ثعلبة الخشنی، ۶/ ۲۲۲، حدیث: ۱۷۷۵۷

[4]......مسلم، کتاب الزکاة، باب اباحة الھدية... الخ، ص ۵۴۱، حدیث: ۱۰۷۵

[5]......ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ تم میں کسی پر کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے یہاں یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھپیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے یہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔ (پ۱۸، النور: ۶۱) پھر ہاشم اوقص نے پوچھا: اے ابو سعید! "صدیق" سے کون مراد ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جس سے نفس راحت پائے اور دل مطمئن ہو۔ اگر یہ کیفیت ہو تو اس کے مال میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ (احیاء العلوم، کتاب آداب الاکل، الباب الثالث، ۲/ ۱۳)

حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے ساتھی اور حضرت سیِّدُنا فرقد سبخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے گھر جاتے اور بغیر اجازت کھانے لگ جاتے۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ دیکھتے تو فرماتے: تم نے مجھے پچھلے لوگوں کی یاد دلادی اور ہم بھی ایسے ہی ہیں۔

دوسروں کو عمدہ کھانے کھلانا اور خود نہ کھانا

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ہم حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے پاس آتے تو آپ ہمیں عمدہ کھانے پیش کرتے اور ہمارے ساتھ نہ کھاتے اور فرماتے: میں نے یہ تمہارے لئے تیار کئے ہیں۔ ہم کہتے: آپ ہمیں کھلاتے ہیں اور خود نہیں کھاتے۔ آپ فرماتے: میں اس لئے نہیں کھاتا کہ میں نے انہیں چھوڑ دیا ہے اور تمہیں اس لئے پیش کرتا ہوں کہ میں جانتا ہوں تم اس کو پسند کرتے ہو۔

دوسرے بزرگ فرماتے ہیں: ہم حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے ساتھ مصیصہ اور ساحلی علاقوں میں رات گزارا کرتے تھے تو وہ ہمارے لیے ساری رات چلغوزہ، بندق (بیر جتنا ایک پھل) اور بادام توڑتے تھے اور فرماتے: کھاؤ۔ ہم کہتے: آپ نماز پڑھنے لگ جائیں اور اس کام کو چھوڑ دیں۔ تو وہ فرماتے: یہ کام (یعنی ساتھیوں کی خدمت کرنا) افضل ہے۔

ایک شخص کے پاس اچانک مہمان آگئے۔ اس کے پاس کچھ نہ تھا جو وہ مہمانوں کو پیش کرتا۔ چنانچہ وہ اپنے دوست کے گھر چلا گیا وہاں روٹی اور ہانڈی تیار تھی۔ وہ اسے اٹھا کر اپنے مہمانوں کے پاس لے آیا۔ بعد میں دوست سے ملاقات ہوئی تو وہ اس سے خوش ہوا اور کہا: جب بھی ایسا معاملہ ہو جائے تو ایسے ہی کرنا۔

انسیت کی تکمیل

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: جب آدمی نے اپنے دوست کے گھر میں چار کام کر لئے تو گویا اس نے اپنے دوست کے ساتھ اُنسیت کی تکمیل کرلی: (1) اس کے گھر میں کھانا کھانا (2) قضائے حاجت کرنا (3) سونا اور (4) نماز پڑھنا۔ میں نے یہ بات اپنے ایک شیخ سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: ان عالم صاحب نے سچ فرمایا البتہ ایک کام باقی رہ گیا ہے۔ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ شیخ نے فرمایا: اس کے گھر اپنی بیوی سے ہمبستری کرے۔ جب

اس نے ایسا کر لیا تو اس نے انسیت کی تکمیل کر لی۔

ایسا اس لئے کہ ان پانچ چیزوں کے لئے ہی گھر بنائے جاتے ہیں اور پردہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ گھر میں آدمی بے تکلف اور چھپا ہوتا ہے ورنہ **اللہ** پاک کے گھر (مسجدیں) زیادہ راحت والی اور پاکیزہ ہیں۔ ان پانچ کاموں کے ذریعے انسیت حاصل ہوتی ہے اور تکلف اٹھ جاتا ہے۔ تنہائی میں انسیت کے حال کی مثال یہ ہے کہ نفس میں کسی قسم کا عیب نہ ہو اور نہ ہی اس کے برعکس کوئی معاملہ ہو بلکہ جنس کا اتفاق ہو اور بخدا! یہی انس کی انتہا ہے۔

"اَھْلًا وَّ سَھْلًا مَّرْحَبًا" کی وجہ تسمیہ

جہاں تک پانچویں کام کے متعلق ہمارے شیخ کا یہ فرمانا کہ اپنی بیوی سے ہمبستری کرے تو یہ اہلِ عرب کی سلامی "مَرْحَبًا وَّ اَھْلًا وَّ سَھْلًا" کی طرف استدلال کا صحیح ہونا ہے کیونکہ "مَرْحَبًا" کا مطلب ہے تمہارے لئے ہمارے دل اور مکان میں وسیع جگہ ہے، "اَھْلًا" کا مطلب ہے تمہارے لئے ہمارے پاس آرام دہ جگہ ہے جہاں تمہیں انسیت ہوگی اور وحشت نہ پہنچے گی اور "سَھْلًا" کا معنٰی ہے تمہارے لئے ہمارے پاس آسانی ہے یعنی ہم پر وہ آسان ہوگا گراں نہیں گزرے گا۔ یہ ملاقات میں آسانی اور اچھے اخلاق سے ملنا ہے۔

لوگوں کے سات مقامات

یاد رکھیں! تعارف اور جان پہچان کے سلسلے میں لوگوں کے سات مقامات ہیں، ان میں سے بعض بعض سے بڑھ کر ہیں:

(1)... **معرفت:** یہ صرف دیکھنے اور سننے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں اسلام کی حرمت اور عام لوگوں کا حق ہے۔

(2)... **مجاورت:** یہ حَقِّ پڑوس ہے اور یہ اسلام کا دوسرا حق ہے اور یہی کروٹ کا ساتھی ہے۔ اس کے بعد رفیقِ سفر یا راستے میں ساتھ رہنے والا ہے۔ آیت مبارکہ کی ایک تفسیر میں صاحب بالجنب سے یہی مراد ہے۔ رفیقِ سفر ہونے میں تین حقوق جمع ہو جاتے ہیں: (1) حرمتِ اسلام (2) حرمتِ پڑوس اور (3) ان کے ساتھ ساتھ ہم سفر ہونا۔

(3)... **صحبت:** ساتھ رہے اور پیروی کرے، یہ پچھلی سے بڑھ کر ہے۔

(4)... **صداقت:** یہ بھائی چارے کی حقیقت ہے اور معاشرت اس کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے میل ملاپ اور انسیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے باہمی ملاقات، ان کے ہاں رات رہنے اور کھانا کھانے کا حکم دیا جاتا ہے اور یہی معاشرت کی حقیقت ہے۔ معاشرت در حقیقت عشیر سے ماخوذ ہے یعنی قریبی میل جول رکھنے والا۔ اسی وجہ سے شوہر کو عشیر کہا گیا جیسا کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: (میں نے دوزخیوں میں اکثر عورتوں کو دیکھا کیونکہ) وہ عشیر (شوہر) کی ناشکری کرتی ہیں۔[1] اور **اللہ** پاک نے معاشر اور اس کے قرب کی تسمیہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِیْرُ ﴿۱۳﴾ (پ ۱۷، الحج: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک کیا ہی بُرا مولیٰ اور بے شک کیا ہی بُرا رفیق۔

رفیق یعنی چچا کا بیٹا جس سے مل جل کر رہا جاتا ہے۔ اسی سبب سے کہا گیا ہے معاشرہ مفاعلہ کے وزن پر ہے کیونکہ اس میں ایک چیز دو کے درمیان یقینی طور پر واقع ہوئی ہے۔ جیسے ایک کوئی فعل کرتا ہے ویسے ہی دوسرا کرتا ہے مثلاً باہم ایک دوسرے کو مارنے، جھگڑنے اور گالم گلوچ کرنے میں ہر ایک اپنے ساتھی کے ساتھ ایک جیسا فعل کرتا ہے۔

(5)... **اخوّت:** یہ صداقت سے بڑھ کر ہے اور یہ تعلق ان لوگوں کے درمیان قائم ہوتا ہے جو ایک جیسے حال والے ہوں اور سیرت اور معنیٰ میں قریب قریب ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ دل، ہمت، علم اور اخلاق میں ایک جیسے ہوں اگرچہ ذات کے اعتبار سے مختلف ہوں جیسا کہ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۲۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اُڑانے والے (فضول خرچی کرنے والے) شیطانوں کے بھائی ہیں۔

حالانکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کی جنس سے نہیں ہیں اور نہ ہی جسمانی پیدائش میں ان کی طرح ہیں لیکن جب ان سب کے دل اور احوال ایک دوسرے کی طرح ہوئے تو وہ باہم بھائی بن گئے۔ یہ اخوت اور

[1]......مسلم، کتاب الکسوف، باب ماعرض... الخ، ص ۳۵۳، حدیث: ۹۰۷، نحوہ

بھائی چارے کا حال ہے اور یہی صداقت کی حقیقت ہے۔

(6)... **محبت:** یہ بھائی چارے کی خاصیت ہے اور اسے **اللہ** پاک نے انسیت اور الفت سے بنایا ہے۔ یہ صرف **اللہ** پاک کی کارسازی ہے دوسرا کوئی اس پر قادر نہیں۔ یہی قلوب کی راحت، سینوں کا کھلنا، سرور کا پانا، وحشت کا مفقود ہونا اور تکلف کا نہ ہونا ہے۔

(7)... **خلیل:** یہ حبیب سے بڑا مرتبہ ہے اور یہ تعلق صرف ان دو کے درمیان ہوتا ہے جو ایک معیار اور ایک ہی طریق کے عاقل، عالم اور عارف ہوں۔ یہ انتہائی کمیاب اور نادر ہے۔ خُلّت دراصل تخلیل الاسرار سے ماخوذ ہے۔ حقیقی محبت اور ایثار اسی کے سبب ہوتا ہے، تو ہر خلیل (گہرا دوست) حبیب ہے اور ہر حبیب خلیل نہیں کیونکہ خُلّت میں عقل کا اضافہ، علم کی زیادتی اور قوتِ تمکین کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اوصاف ہر محبوب میں نہیں ہوتے لہٰذا اس کی طلب مشکل اور وصف عظیم ہے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ پاک کے خلیل ہیں

اللہ پاک نے اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مقامِ محبت میں بلند فرمایا اور آپ کو آپ کے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے مقام سے ملاتے ہوئے مقامِ خلت عطا فرمایا۔ چنانچہ خلت محبت میں بڑھنے کا نام ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن تمہارے صاحب (یعنی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) **اللہ** پاک کے خلیل ہیں۔[1] تو جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** پاک کو خلیل بنالیا تو یہ درست نہ تھا کہ آپ خالق کی دوستی میں مخلوق کی دوستی کو شریک کرتے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: البتہ اسلامی اخوت (بھائی چارہ) ہے۔[2]

پس آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اخوت میں ان سے موافقت فرمائی کیونکہ اس میں ان سے مشارکتِ حال ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے ساتھ معاملہ کیا اور ارشاد فرمایا: "عَلِیٌّ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا النُّبُوَّۃ یعنی وصفِ نبوت کے علاوہ علی میرے ساتھ اس طرح ہے جس طرح حضرت

[1] ......مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، ص ۹۹۸، حدیث: ۳، ۴

[2] ......مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، ص ۹۹۸، حدیث: ۲

ہارون عَلَیْہِ السَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ تھے۔"[1]

چنانچہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو بھائی کے مقام پر فائز فرمایا اور ان سے نبوت کو پھیرا جیسا کہ حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے خلت کو پھیرا لہٰذا حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ حضرت سیّدُنا علی رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے اخوت میں شریک ہوئے اور مقام خلت کے زیادہ قریب ہوئے کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے خلت کو پھیرا لیکن اس کا اہل بھی قرار دیا مگر **اللہ** پاک کی اپنے خلیل صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر غیرت نے حضور کو منع فرمایا کہ وہ خالق کی دوستی میں اس کی مخلوق کو شریک کریں، توحید کو ترجیح دیتے ہوئے اور جس طرح ربوبیت کی صفت کا تقاضا تھا اس کے مطابق وحدانیت کے شاہد کے قیام کو ترجیح دیتے ہوئے۔

حبیب بھی اور خلیل بھی

مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بحالتِ خوشی منبر پر رونق افروز ہو کر ارشاد فرمایا: اِنَّ اللہَ قَدِ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا فَاَنَا حَبِیْبُ اللہِ وَاَنَا خَلِیْلُ اللہِ یعنی بے شک **اللہ** پاک نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جیسے اس نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا خلیل بنایا تو میں **اللہ** پاک کا حبیب بھی ہوں اور خلیل بھی۔[2]

10سال کی جان پہچان قرابت ہے

معرفت اور جان پہچان سے پہلے ظاہری اسلام کے سوا کوئی ایسا حکم نہیں جو لازمی ہو اور خلیل ہونے کے بعد کوئی ایسا معروف وصف نہیں سوائے نعت محب کے۔ پھر معرفت اور خلت کے درمیان بھائی چارے کی حرمتیں بڑھتی جائیں گی۔ صحبت بڑھنے اور حُسنِ معاشرت سے حقوق بھی بڑھیں گے۔ کہا گیا ہے: ایک سال کی صحبت بھائی چارہ ہے اور 10سال کی جان پہچان قرابت ہے۔

اللہ پاک نے صدیق کو اہل سے جوڑا اور ملایا پھر بھائی کا مرتبہ بڑھایا اور اسے صدیق پر مقدم کیا جیسا کہ

---

[1]......مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب، ص١٠٠٦، حدیث: ٢٢، نحوه

[2]......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور... الخ، ص٢١٣، حدیث: ٥٣٢

ترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ٥/٣٥٤، حدیث: ٣٦٣٦

ارشادِ الٰہی ہے:

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ (پ۱۸، النور: ۶۱) ترجمۂ کنزالایمان: یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں۔

(اسلاف میں سے) ایک مسلمان بھائی اپنے خزانوں کی چابیاں اپنے دوسرے بھائی کو دیتا تھا جو اس کی موجودگی میں اس میں تصرف کرتا، لیکن جب اس کا بھائی سفر میں چلا جاتا تھا تو اس میں تصرف کرنے سے باز رہتا تھا حالانکہ اس کا بھائی اس سے یہ کہتا: میری ملکیت میں تیرا حکم میرے حکم کی طرح ہے اور میری چیز سمجھ تیری ہی چیز ہے۔ مگر وہ اس معاملے میں سختی میں پڑتا اور حرج محسوس کرتا اور اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں خود پر تنگی کرتا اور کہتا: اگر وہ حاضر ہوتا تو میں وسعت سے کام لیتا اور بے روک ٹوک کھاتا۔ ایسا وہ خود میں تقویٰ اور اپنے بھائی کے لئے خیر خواہی اور ایثار کے لئے کرتا۔ **اللہ** پاک نے اس کی تنگی پر رحم فرمایا، اس کے تقویٰ کو قبول کیا اور اسے کھانے میں وسعت دی۔ چنانچہ **اللہ** پاک نے ارشاد فرمایا:

وَلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ (پ۱۸، النور: ۶۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ تم میں کسی پر۔

مطلب نہ گناہ ہے اور نہ ہی تنگی۔

اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآىٕكُمْ (پ۱۸، النور: ۶۱) ترجمۂ کنزالایمان: کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر۔

پھر احکام کی ترتیب کے مطابق اقارب کا ذکر کیا اور اس بھائی کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جس کا ذکر چابیوں کے مالک ہونے کے ساتھ کیا تو اسے اپنے بھائی کی ملکیت کے قائم مقام کیا کیونکہ اس کے بھائی نے اسے اپنے قائم مقام بنایا۔ چنانچہ **اللہ** پاک کا ارشاد ہے:

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ (پ۱۸، النور: ۶۱) ترجمۂ کنزالایمان: یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں۔

دوست کا ذکر اس کے بعد کیا کیونکہ وہ اخوت کے حقیقی وصف پر نہیں پھر ارشاد فرمایا:

لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا (پ۱۸، النور: ۶۱) ترجمۂ کنزالایمان: تم پر کوئی الزام نہیں کہ مل کر کھاؤ۔

یعنی اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ۔

اَوۡ اَشۡتَاتًا ؕ (پ۱۸، النور: ۶۱) ترجمۂ کنزالایمان: یا الگ الگ۔

یا ان کی غیر موجودگی میں۔

اشیاء کی ملکیت میں مساوات:

تو انہیں غیر حاضر اور حاضر ہونے میں برابر ٹھہرایا کیونکہ ان کے بھائیوں کو بھی ان اشیاء کی ملکیت میں مساوات حاصل ہے اور کھانے پینے کی اشیاء اور محبت کے متعلق ان کے زبان اور دل یکساں ہیں۔ اس فرمانِ الٰہی کے وصف کی یہی حقیقت ہے:

وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ ۪ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۚ﴿۳۸﴾ (پ۲۵، الشورى: ۳۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

یعنی وہ معاملہ کرنے اور خرچ کرنے میں برابر ہیں۔

ابن معتز کا حضرت سیِّدُنا ثعلب رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ کے ساتھ بھائی چارہ تھا اور وہ ان کے ساتھ ملتا جلتا تھا۔ ابن معتز اپنے اشعار انہیں دیتا تھا جو اس میں درستی اور تبدیلی کرتے تھے یہاں تک کہ ابن معتز کو قید کر دیا گیا اور اس سے ملنا جلنا منع کر دیا گیا۔ اس دوران بھی ان کے درمیان خط و کتابت جاری رہی اور مجھے ان کی خط و کتابت والے ان اشعار نے حیرت میں ڈالا:

مَا وَجۡدُ صَادٍ فِی الۡحِبَالِ مُوۡثَقٍ بِمَاءِ مُزۡنٍ بَارِدٍ مُصَفَّقٍ

فِیۡ صَخۡرَةٍ اِنۡ تَرَ شَمۡسًا تَبۡرُقٍ فَهُوَ عَلَيۡهَا كَالزُّجَاجِ الۡاَزۡرَقِ

اِلَّا كَوَجۡدِیۡ بِكَ لٰكِنۡ اَتَّقِیۡ اِنَّا عَلَى الۡبِعَادِ وَالتَّفَرُّقِ

لَنَلۡتَقِیۡ بِالذِّكۡرِ اِنۡ لَمۡ نَلۡتَقِ

ترجمہ: پتھریلی چٹان میں بارش کا ٹھنڈا پانی ہو جسے ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے یخ کر دیا ہو، اس چٹان پر سورج کی کرنیں چمکتی دیکھو تو وہ پانی کسی نیلے آگینے کی طرف جھلملاتا لگے، ایسے یخ بستہ پانی کی جتنی طلب کسی رسیوں میں بندھے سخت پیاسے آدمی کو ہو گی مجھے تمہاری ویسی ہی طلب ہے، لیکن میں پاک بازی اختیار کرتا ہوں، ہم دُوری و فراق میں پڑے ہیں اگر آمنے سامنے مل نہیں سکتے تو چلو یادوں میں ہی مل لیتے ہیں۔

ایک اَدیب کا کہنا ہے کہ جب کچھ دوست باہم مانوس ہو جائیں پھر وہ کسی لذت پر جمع ہوں اور ان میں سے ایک نہ ہو تو ان کی لذت میں کمی آجاتی ہے اور یہ بات انسیت اور باہمی تعلق کے پائے جانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اُخُوَّت و دوستی میں خُلوص کی علامت

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار اور حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمَا حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کے گھر میں داخل ہوئے جبکہ وہ گھر میں موجود نہ تھے۔ حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے چارپائی کے نیچے سے کھانے کی ٹوکری نکالی اور کھانا شروع کر دیا، حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے کہا: "اپنا ہاتھ روکئے اور صاحبِ خانہ کو آنے دیجئے!" حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور کھاتے رہے اور حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے زیادہ بے تکلف اور حُسنِ اخلاق کے مالک تھے۔ جب حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه تشریف لائے تو فرمایا: اے مالک! ہم ایسا ہی کرتے ہیں ایک دوسرے سے تکلف نہیں کرتے۔

دو بھائیوں اور رفیقوں کے درمیان ریا نہیں

جان لیں! دو بھائیوں اور رفیقوں کے درمیان ان کے اعمال میں ریا نہیں اگرچہ تم بچشم خود ان کے اعمال دیکھ لو پھر بھی ان کے لیے تنہائی اور خلوت کا ثواب ہے، کیونکہ وہ اقامت میں اہل کی طرح اور سفر میں رفیق کی طرح ہوتے ہیں اور آدمی اور اس کے اہل کے درمیان یونہی مسافر اور اس کے رفقا کے درمیان ریا اور شہرت نہیں ہوتی اور نہ ہی اس معاملے میں ان میں پوشیدگی اور تنہائی ہوتی ہے۔

اگر سفر میں اس کا دوست اس کا ساتھی بنا ہے، جس کی حرمت اس پر زیادہ لازم ہے اور اس کا حق زیادہ واجب ہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنے بھائی کی مخالفت نہ کرے اور نہ اس سے اعراض و روگردانی کرے۔ اگر دوست کسی منزل میں ٹھہرنے کو پسند کرے تو اس کا دوست اسے ناپسند نہ کرے۔ اگر ان میں سے کوئی چلنے کو پسند کرے تو دوسرا ٹھہرنے کو پسند نہ کرے اور اگر ان میں سے کوئی آرام کے لئے رُکے تو اس کا ساتھی بھی اس کے لئے رکے۔ اگر کوئی چیز خریدے تو دوسرا اسے خریدنے سے منع نہ کرے۔ کھانے یا پینے کی چیز کو اس

پر ترجیح نہ دے بلکہ اپنے سامان میں اسے ترجیح دے۔

اللہ پاک کے نزدیک زیادہ محبوب

حدیث مبارک میں ہے: جب دو شخص اکٹھے ہوتے ہیں تو ان میں سے جو زیادہ نرمی سے پیش آتا ہے وہ اللہ پاک کے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا ہے۔(1)

ہم رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی یہ حدیث پاک ذکر کر چکے ہیں کہ ایک مرتبہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے کسی صحابی کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے، وہاں سے آپ نے دو مسواکیں چُنیں، ایک ٹیڑھی تھی اور ایک سیدھی، آپ نے سیدھی مسواک اپنے صحابی کو دے دی، انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! سیدھی مسواک کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص گھڑی بھر بھی کسی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس سے اس صحبت کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے اس صحبت میں اللہ پاک کا حق ادا کیا یا ضائع کر دیا۔(2)

اپنے ساتھی کے لئے نقصان دہ

جو اپنے مسلمان بھائی سے اخوت وبھائی چارے میں یا اس سے صحبت میں کثرتِ اعمال کی طرف نظر کرنے والا ہو یا اس کے کامل حال کی وجہ سے اس کا ساتھی ہو تو یہ اس کے اس طریقہ سے جاہل ہونے پر دلالت کرے گا جو طریقہ تحقیق تک پہنچاتا ہے کیونکہ حالت بدلتی رہتی ہے اور اخوت تو قلبی حقائق اور عقلی سلامتی پر موقوف ہے اس لئے کہ معاملہ ان ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ تو اگر اس کی جہالت کے ساتھ دوسرے کی پہچان کی کمی بھی مل جائے تو یہ اس کے لیے بھائی کی خاطر ظاہری زینت کرنے اور اس کے لئے بناوٹ کرنے پر لے جائے

---

1 ......معجم اوسط، ۲/۱۶۵، حدیث: ۲۸۹۹، نحوه

الجامع لابن وهب، الجزء الاول، الاخاء فی اللہ، ص ۲۹۵، حدیث: ۱۹۸، نحوه

2 ......تفسیر طبری، النساء، ۴/۸۵، تحت الآیة: ۳۶، حدیث: ۹۴۸۳، نحوه

المجروحین لابن حبان، باب الهمزه، ۱/۱۵۶، رقم: ۷۲: احمد بن محمد بن عمر ابو سهل

الجلیس الصالح الکافی، المجلس الرابع عشر، ص ۱۰۲

گی، تاکہ اس کا مقام و مرتبہ بلند ہو اور اس کا اثر اس کے بھائی کے سامنے اچھا قائم ہو، تو یہ چیز اسے شرک میں داخل کر دے گی اور شرک اسے حقیقتِ توحید سے نکال دے گا تو اس کا قدم ثابت ہونے کے بعد پھسل جائے گا اور وہ اپنے دوست کی نظر سے گر جائے گا، پھر وہ اسے دوست نہیں بنائے گا کیونکہ ایسا نفس تعریف اور مدح کی محبت میں مبتلا ہے اور خوبی کے اظہار کے ساتھ اپنی منزلت کو ثابت کرنے میں پڑا ہے۔ ایسی صورت میں بناوٹ کرنے والا ساتھی اپنے دوست کے لئے لوگوں میں سب سے بڑھ کر منحوس اور نقصان دہ ہو گا اور ہر ایک دوسرے کے لئے آزمائش بن جائے گا۔ ایسے وقت اس دوست سے جدائی اختیار کرنی چاہیے کیونکہ وہ جاہل ہے اور اس کی صحبت اختیار نہ کرے کہ نقصان اٹھانا پڑے گا نیز اس کے ساتھ رہنے میں آفات آنے کا بھی خدشہ ہے لہٰذا ایسے ساتھی سے تنہائی اختیار کرے کسی اور کو اپنا ساتھی بنائے یا اس سے جدائی اختیار کئے بغیر جیسا بھی بلند یا کمتر حال ہو اپنے حال کو سچا قرار دے کہ یہی اس کے لئے بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔

ہلاک ہونے والے دو قسم کے لوگ

یہ نازک بیان دو قسموں پر ہے جس میں کثیر لوگ ہلاک ہوئے۔ پہلی قسم یہ کہ جس نے ساتھی اور بھائی بنایا اور مذکورہ بیماریوں کے ساتھ رہا اور ان آفات کے ساتھ اپنے کمزور یقین، خواہشِ نفس کے طاقتور ہونے اور لوگوں میں بڑا بننے کے ساتھ رہے نیز حاصل ہونے والی دنیا کی قدر و قیمت کا اس کے دل میں مرتبہ بڑا ہو تو یہ شخص زینت اور بناوٹ کی وجہ سے خود بھی ہلاک ہو گا اور اس طرح کی چیزوں کے ساتھ اپنے بھائی کو بھی ہلاک کرے گا۔

دوسری قسم میں وہ عبادت گزار ہیں جو پوشیدگی اور بھلائی کے ساتھ معروف ہیں۔ انہوں نے خوف کیا اور مذمت کی ناپسندیدگی کے سبب اپنے حال کو ظاہر کرنا پسند نہ جانا اور اپنے اعمال کے ناقص ہونے کا خوف کیا۔ انہوں نے یہ نہ چاہا کہ ظاہر ہونے سے ان کا امتحان لیا جائے اور نہ وہ مصاحبت میں منکشف ہوتے ہیں، طویل رفاقت کے باوجود ان کے احوال پر آگاہی نہیں ہوتی اس کے باوجود وہ یہ چاہتے ہیں کہ دور سے ان کی طرف اشارہ کیا جائے، بغیر طویل ملاقات کے بھی ان کے متعلق عبادت میں مصروف رہنے کا گمان کیا جائے۔ ان لوگوں نے تنہائی اور گوشہ نشینی کا روپ دھارا، لوگوں پر کھلنے اور ان کی صحبت کو چھوڑا اور صحبت کا انکار کر کے

اسے معیوب قرار دیا۔ یہ عبادت گزار اپنے ان اعمال کی بنا پر لوگوں سے جدا دکھنا چاہتے ہیں اور دعویٰ حال کے ذریعے سب لوگوں سے منفرد ہونا چاہتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کے نزدیک دعوی حال کی انفرادیت کے ساتھ بغیر حال کے خاص ہو جائیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ نہ یہ اللہ پاک کے لیے سب چیزوں سے تعلق ختم کرتے ہیں اور نہ اس کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں۔ چونکہ عوام کو اہلِ صدق کے احوال سے کم ہی آگاہی ہوتی ہے جبکہ یہ لوگ لوگوں سے کنارہ کشی اور مسافر جیسا حال ہونے کے باوجود ترکِ سنت اور تکبر کے سبب امت سے اختلاط ترک کرنے کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئے۔ جو لوگ اسلاف کی سیرت سے نابلد ہیں انہیں دھوکے میں ڈالتے ہیں۔ یہ اپنے اعمال کے ذریعے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ لوگوں سے کنارہ کش ہو کر طریقۂ سلوک میں پڑے ہیں جبکہ انہیں علم ہے کہ یہ تحقیق کے سیدھے راستے کو نہیں جانتے اور شاید یہ جس میں مشغول ہیں وہ ان کے قلبی وسوسے ہیں۔ یہ لوگ صادقین اور عارفین کے سامنے خوب واضح اور عیاں ہیں۔

صحابہ اور تابعین کا طریقہ

حالانکہ مسلمانوں سے میل جول رکھنے، اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر کھانے، عوام کے ساتھ مل جُل کر رہنے، بازار جا کر اپنی ضرورت کی اشیاء خریدنے اور انہیں خود ہی اٹھا کر لانے کے بارے میں بکثرت روایات موجود ہیں، صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی سیرتِ طیبہ اور تابعینِ کرام کا طریقہ کار بھی یہی رہا۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنۡہ اپنے اہلِ خانہ کے لئے پانی کا مشکیزہ خود اپنی مبارک پیٹھ پر لاد کر لاتے، اسی طرح امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم اپنے ہاتھوں اور کپڑوں میں کھجور اور نمک وغیرہ رکھ کر لے آتے اور فرمایا کرتے:

لَا یَنۡقُصُ الۡکَامِلُ مِنۡ کَمَالِہٖ مَاجَرَّ مِنۡ نَفۡعٍ عِیَالِہٖ

ترجمہ: اپنے اہلِ خانہ کے لئے فائدہ مند چیزیں خود اٹھا کر لانے سے کامل شخص کے کمال میں کوئی کمی نہیں آتی۔

ضرورت کی اشیاء خود اٹھا کر لانا

حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب، حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود، حضرت سیِّدُنا حذیفہ، حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمۡ جیسے جلیل القدر صحابہ لکڑیاں اور آٹے کی بوریاں اپنے کاندھوں اور پیٹھ پر اٹھا کر لاتے۔ رسولوں کے سردار،

متقیوں کے امام، تمام جہانوں کے ربّ کے رسول حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ضرورت کی اشیاء خریدتے اور خود اٹھا کر لاتے، جب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان عرض کرتے کہ "حضور! ہمیں دیجئے ہم اٹھا لیتے ہیں" تو آپ ارشاد فرماتے: سامان والا اپنا سامان اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔(1)

حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا راستے میں سائلین کے پاس سے گزرتے ان کے سامنے زمین ہی پر روٹی کے ٹکڑے رکھے ہوتے آپ انہیں سلام کرتے تو وہ عرض کرتے: اے نواسۂ رسول! ہمارے ساتھ ناشتہ کیجئے! آپ سواری سے اتر کر ان کے ساتھ زمین ہی پر بیٹھ کر کھا لیا کرتے اور سوار ہو کر فرماتے: بے شک اللہ پاک تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، پھر انہیں اپنے گھر بلاتے اور خادمہ سے فرماتے کہ جو کچھ گھر میں کھانے کو موجود ہے لے آؤ پھر ان فقیروں کے ساتھ مل کر تناول فرماتے۔

ایک دانا کی حکایت

ایک اسرائیلی روایت میں ہے: کسی دانا نے حکمت بھری 360 کتابیں تصنیف کیں اور گمان کرنے لگا کہ اللہ پاک کی بارگاہ میں مجھے کوئی رُتبہ مل گیا ہے، اس دور کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام پر وحی آئی: "فلاں سے کہہ دو کہ تو نے زمین کو نفاق سے بھر دیا ہے، میں تیرے نفاق سے کوئی چیز قبول نہیں کروں گا۔" جب اسے یہ پیغامِ الٰہی ملا تو زمین کے نیچے ایک سرنگ میں اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی پھر کہنے لگا کہ اب مجھے ربّ کی رضا نصیب ہو گئی ہے، اللہ پاک نے پھر اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو وحی فرمائی کہ "فلاں بندے سے کہہ دو کہ تجھے اب بھی ہماری رضا نصیب نہیں ہوئی" اس نے پیغامِ خداوندی سنا تو گوشہ نشینی ترک کر کے بازار چلا گیا، وہاں عام لوگوں سے گھل مل گیا، انہیں کے ساتھ بازار میں کام کرتا اور انہیں کے ساتھ کھاتا پیتا، اللہ پاک کی طرف سے وحی آئی کہ "ہاں! اب تو ہماری رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

فضول مشقت سے چھٹکارا

تو جب ایسا مایوس و ریاکار بندہ جو لوگوں کا قیدی بنا ہوا ہو اور خود کو ان کی نظروں میں ذلیل و رسوا کرتا ہو اگر اس بات کا پختہ یقین کر لے کہ مخلوق نہ تو اس کے رزق میں کمی کر سکتی ہے، نہ اس کی عمر میں اضافہ کر سکتی

---

1 ......شعب الایمان، باب فی الملابس... الخ، ۵/ ۱۷۲، حدیث: ۲۲۴۴

ہے، نہ ہی اللہ پاک کی بارگاہ میں اسے کوئی مقام دلا سکتی ہے اور نہ اس کی جناب میں اسے ذلیل کرسکتی ہے، بلکہ یہ سب کچھ اللہ پاک کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس کے سوا کوئی ان امور کا مالک نہیں اور وہ اپنے مولیٰ کا یہ فرمان سن لے تو ضرور فضول مشقت سے چھٹکارا حاصل کرکے سکون پا جائے، اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ (پ۲۰، العنکبوت: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (پ۹، الاعراف: ۱۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں۔

پھر جب بندے کو یہ بات سمجھ آجائے گی تو وہ اپنی آخرت کی تیاری میں مشغول ہو کر ضرور اپنے دل سے مخلوق کو دور کردے گا اور اپنی آخرت کے اہم معاملے کی طرف نظر کرتے ہوئے لوگوں سے بالکل اعراض کر لے گا اور اپنے ربّ پر بھروسا کرتے ہوئے اور اپنے علم سے بے نیاز ہو کر اپنی حالت و دیگر معاملات لوگوں کے سامنے ظاہر رکھے گا پھر جس حالت میں اس کا ربّ اسے دیکھ رہا ہے وہ لوگوں کے دیکھنے کی پروا بھی نہیں کرے گا کیونکہ وہ صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا اس کے نفع نقصان کا مالک نہیں۔ تو وہ وہی کام کرے گا جو اس کے اپنے حق میں بہتر ہو گا اگرچہ لوگوں کے نزدیک ذلیل ہو اور وہ اسی کی کوشش کرے گا جس کی طرف اسے محتاجی ہے اگرچہ اسے اپنے مولیٰ کے سبب ملامت اٹھانی پڑے اور جس کا یقین کمزور ہو گا اس کی نظر مخلوق کی طرف پختہ ہو جائے گی، وہ اپنی حالت ان پر پوشیدہ رکھنا چاہے گا تاکہ ان کے نزدیک اس کا مقام و مرتبہ باقی رہے اور اپنے نفس کے لئے جاہ و منصب چاہنے کے لئے وہ غرور و تکبر میں مبتلا رہے گا اور ایسے شخص پر اپنی برتری ظاہر کرے گا جس کا اپنا کوئی حال نہ ہو گا اور ان لوگوں کے نزدیک اپنا مقام سمجھے گا جن کا اپنا کوئی مقام نہ ہو گا اور وہ اپنی کوتاہی و جہالت کے سبب اسے عالِم و فاضل گمان کریں گے، حالانکہ ان کے لئے بہتر یہی تھا کہ وہ اپنے رب کی تصدیق کرتے۔

لوگوں سے محفوظ رہنے کی کوئی راہ نہیں

حضرت سیِّدُنا یونُس بن عبد الاعلیٰ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے مجھ سے فرمایا: بخدا! میں تجھے نصیحت کی بات کہتا ہوں کہ لوگوں سے محفوظ رہنے کی کوئی راہ نہیں، جو کام تیرے لئے بہتر ہو وہ کر ڈال۔

سب سے بڑا بے وقوف

حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: سب لوگوں کو خوش رکھنا ممکن نہیں تو سب سے بڑا بے وقوف وہ شخص ہے جو کسی ناممکن شے کے حصول کی کوشش کرے۔

اسی مفہوم میں ایک دانا شخص نے شعر کی صورت میں یہ کہا:

مَنْ رَاقَبَ النَّاسَ مَاتَ غَمًّا وَفَازَ بِاللَّذَّةِ الْجَسُوْر

ترجمہ: جس نے لوگوں کا خوف رکھا وہ غمگین ہو کر مرا اور بہادر شخص ہی کامیابی کا مزہ چکھنے میں کامیاب ہوا۔

معرفت کی حقیقت تک پہنچانے والی دو باتیں

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سہل تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک فقیر سے فرمایا: فُلاں فُلاں کام کرلو۔ اس نے عرض کی: استادِ محترم! لوگوں کی وجہ سے میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے شاگردوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کوئی بندہ اس معرفت کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کے اندر دو باتوں میں سے ایک بات نہ پائی جائے، یا تو وہ ایسے بندے کی طرح ہو جائے جو مخلوق کو اپنی نظروں سے گرا دے اور اس دارِ فانی میں اپنے اور اپنے خالق کے علاوہ کسی کو نہ دیکھے اور یہ سمجھ جائے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اسے نفع نقصان پہنچانے پر قادر نہیں یا پھر وہ ایسا بن جائے کہ لوگوں کو اپنے دل سے گرا دے اور مطلق خیال نہ کرے کہ وہ اسے کس حالت میں دیکھ رہے ہیں۔

لوگوں سے محفوظ رہنا مشکل ہے

حضرت سیِّدُنا امام حسن بن یسار بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایک شخص نے پوچھا: اے ابو سعید! کچھ لوگ

آپ کی مجلس میں علم سیکھنے یا فائدہ حاصل کرنے نہیں آتے بلکہ آپ کے کلام میں غلطی تلاش کرنے اور سوالات کے ذریعے آپ کی عیب جوئی کرنے آتے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے مسکرا کر فرمایا: اے بھتیجے! تو پریشان نہ ہو جب میں نے اپنے نفس سے جنتوں میں رہنے کی بات کی تو اس نے جنت کی خواہش کی، جب خوبصورت حوروں سے گلے ملنے کی بات کی تو اس نے ان کی خواہش کی، جب اپنے ربِّ کریم کے قرب کی بات کی تو میرے نفس نے اس کی خواہش کی، مگر میں نے کبھی اپنے نفس سے لوگوں سے محفوظ رہنے کی بات نہ کی کیونکہ میں جانتا ہوں کے لوگ تو اپنے اس خالق کے بارے میں بھی باتیں بنانے سے باز نہ رہے جو ان کے رزق اور موت و زندگی کا مالک ہے، پھر میں ان سے محفوظ رہنے کی خواہش کیسے کر سکتا ہوں۔

لوگوں کی عیب جوئی سے چھٹکارا نہیں

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے میرے مالک! لوگوں کو میری عیب جوئی سے روک لے۔ ارشاد ہوا: اے موسیٰ! یہ تو میں نے اپنے لئے بھی نہ کیا تیرے لئے کیسے کروں۔ ایک روایت میں یوں ہے: اگر میں اس بات کے لئے کسی کو مخصوص کرتا تو خود کو کرتا۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرمایا کرتے تھے: جس دن لوگ میری بُرائی نہ کریں میں اس دن کو اپنے ربّ کی طرف سے ایک بڑی نعمت شمار کرتا ہوں، پھر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ یہ شعر پڑھتے:

وَاِنَّ امْرَءً يُمْسِىْ وَيُصْبِحُ سَالِمًا   مِّنَ النَّاسِ اِلَّا مَاجَنَا لَسَعِيْدٌ

ترجمہ: آدمی لوگوں سے سلامتی میں صبح و شام کرے تو وہ نیک بخت ہے اگر وہ گناہ نہ کرے۔

اللہ پاک نے حضرت سیِّدُنا عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی نازل فرمائی: اے عزیر! میں تجھے اس وقت تک عاجزی کرنے والوں میں نہ لکھتا جب تک تُو اپنے نفس کے لئے یہ پسند نہ کرتا کہ میں تجھے گوند بنا دوں جسے لوگ اپنے منہ میں چبائیں۔

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فرمایا کرتے تھے: اے حواریو! اگر تم بھائی بھائی ہونا چاہتے ہو تو خود کو لوگوں کی دشمنی اور عداوت کے لئے آمادہ کرلو۔

میل جول میں برکت ہے

الغرض اللہ پاک نے مؤمنوں سے میل جول رکھنے میں جو برکت رکھی ہے اگر اس کے بارے میں کوئی اور بات مروی نہ بھی ہو تو ہمارے لئے یہ حدیث پاک کافی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے طواف کے بعد زم زم نوش کرنے کا ارادہ فرمایا تو دیکھا کہ وہاں بڑے بڑے مشکیزوں میں لوگ ہاتھوں سے کھجور مَل مَل کر نبیذ بنا کر اس میں سے پی رہے تھے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی نبیذ سے پینا چاہا تو حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے عرض کی: حضور! یہ ایسی نبیذ ہے جسے لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے مَل کر بنایا ہے، میں آپ کے لئے گھر میں ڈھانپ کر رکھے مٹکے سے اس سے زیادہ ستھری نبیذ لاتا ہوں۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ مجھے اسی میں سے پلاؤ جس سے لوگ پی رہے ہیں میں مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت چاہتا ہوں پھر آپ نے اسی سے نوش فرمایا۔[1]

یہ بھی مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: آپ ڈھانپے ہوئے مٹکے کے پانی سے وضو کرنا پسند فرمائیں گے یا اس پانی سے جس سے عام لوگ طہارت حاصل کر رہے ہیں؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت کی وجہ سے اسی پانی سے وضو کروں گا جس سے لوگ وضو کر رہے ہیں۔[2]

خندہ پیشانی سے ملنے کی فضیلت

ایک حدیث پاک میں ہے کہ "جب دو مسلمان مصافحہ کریں اور ان میں کوئی ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے تو ان کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑتے ہیں۔"[3]

ایک روایت میں یوں ہے کہ "ان دونوں کے درمیان 100 رحمتیں تقسیم ہوتی ہیں 99 اس کے لئے جو

---

[1]......معجم اوسط، ۱/ ۲۳۲، حدیث: ۷۹۴۔ معجم کبیر، ۱۱/ ۳۳، حدیث: ۱۰۹۷۲

[2]......معجم اوسط، ۱/ ۲۳۲، حدیث: ۷۹۴

[3]......ابن ماجہ، کتاب الادب، باب المصافحۃ، ۴/ ۲۰۴، حدیث: ۳۷۰۳

موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب فی ذکر مصافحۃ اھل المودۃ، ۸/ ۱۷۴، رقم: ۱۱۴

ان میں سے زیادہ محبت اور خندہ پیشانی سے پیش آئے۔"[1]

اچھا دوست اور اچھا پڑوسی

ایک روایت میں ہے کہ "اللہ پاک کے نزدیک اچھا دوست وہ ہے جو اپنے دوست پر زیادہ مہربان ہو اور اچھا پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی پر زیادہ مہربان ہو۔"[2]

تم جاہل سے میل جول سے بچو کہیں اس کی صحبت کے سبب تم بھی جاہل نہ ہو جاؤ اور اپنی خواہشات کی پیروی کر کے اپنے مولیٰ سے غافل رہنے والے کی صحبت سے دور رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں اپنے مولیٰ کی راہ سے روک دے اور تم ہلاکت میں جا پڑو، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (۸۹) (پ ۱۱، یونس: ۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ثابت قدم رہو اور نادانوں کی راہ نہ چلو۔

پہلی ثابت قدمی اللہ پاک کی پہچان رکھنے والے علما کی صحبت اختیار کرنا ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ (پ ۱۵، الکہف: ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا۔

اور اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى (۱۶) (پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہرگز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا پھر تو ہلاک ہو جائے۔

یعنی تو بے کار شے ہو جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تو ہلاک ہو جائے اور ارشاد فرماتا ہے:

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا (پ ۲۷، النجم: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا۔

---

[1] ......معجم اوسط، ۵/ ۹۷ ۳، حدیث: ۷۲۷۲

[2] ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی حق الجوار، ۳/ ۳۷۹، حدیث: ۱۹۵۱، نحوہ

اس میں دلیل ہے کہ جو اللہ پاک کے ذکر کی طرف متوجہ ہو اس کی صحبت اختیار کی جائے اور جو اس سے غافل ہو اس سے بالکل اعراض کیا جائے، بہر حال اسی کی صحبت اختیار کرے جو اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جیسا کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

(پ ۲۱، لقمٰن: ۱۵)

پانچ طرح کے لوگوں کی صحبت سے دور رہو

پانچ طرح کے لوگوں کی صحبت سے دور رہے: بدعتی، فاسق، جاہل، دنیا کا حریص اور لوگوں کی بہت زیادہ غیبت کرنے والا۔ یہ لوگ دلوں کو خراب کرنے والے اور احوال کو لے جانے والے ہیں اور ان کی صحبت فی الحال بھی نقصان دہ اور بعد میں بھی مضر ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: بے وقوف کے چہرے کی طرف دیکھنا ایک خطا ہے جسے لکھا جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیب رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: ظالموں کی طرف نہ دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے نیک اعمال برباد ہو جائیں۔

حضرت سیِّدُنا صعصعہ بن صوحان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جب تو کسی مومن سے ملے تو اس سے خوب میل جول رکھ اور جب کسی منافق سے ملاقات ہو تو اس کی خوب مخالفت کر۔

سب سے اچھا وصف بیان کرنے والی ذات اللہ پاک نے اپنے متقی اولیائے کرام کا ایک وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

(پ ۱۹، الفرقان: ۶۳)

یعنی ہم تمہارے گناہ سے محفوظ رہے اور تم ہمارے شر سے محفوظ رہے۔

پہلے کے لوگ پتوں کی طرح تھے

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ اپنے دور کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: "پہلے کے لوگ ان پتوں کی طرح تھے جن میں کانٹے نہ تھے اور آج کے لوگ ان کانٹوں کی طرح ہیں جن میں پتے نہیں اگر تم ان سے جھگڑو گے تو یہ تم سے جھگڑیں گے اور اگر تم انہیں چھوڑ دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے لہٰذا قیامت کے دن کے لئے اپنی عزت انہیں قرض دو (یعنی ان سے درگزر کرو)۔" آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: ہر وہ دن جب لوگ میری بُرائی نہ کریں میں اسے اپنے اوپر اپنے رب کی نعمت شمار کرتا ہوں۔

تمام داناؤں کے سردار حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں کے درمیان رہ کر ان کی طرف سے ملنے والی اذیت پر صبر کرے وہ اس سے بہتر ہے جو نہ لوگوں سے میل جول رکھے نہ ان کی اذیتوں پر صبر کرے۔[1]

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ

ترجمۂ کنزالایمان: ان کو ان کا اجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہ بھلائی سے برائی کو ٹالتے ہیں۔

(پ ۲۰، القصص: ۵۴)

یعنی اچھی بات سے بُرائی کو ٹالتے ہیں اور **اللہ** پاک نے واضح طور پر ارشاد فرمایا:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا گہرا دوست۔

(پ ۲۴، حم السجدۃ: ۳۴)

یعنی اچھی بات کے ذریعے برائی کو ٹال۔ پھر ارشاد فرمایا:

وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو۔

(پ ۲۴، حم السجدۃ: ۳۵)

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، ۴/۳۷۵، حدیث: ۴۰۳۲

یعنی یہ دولت اسے ہی ملتی ہے جو اللہ پاک کے حکم پر صبر کرے اور غیظ و غضب سے بچا رہے۔

وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔

(پ ۲۴، حم السجدۃ: ۳۵)

یعنی وہ بڑے نصیب والا جسے علم و حلم سے بڑا حصہ ملا ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے: اس سے مراد وہ ہے جسے اللہ پاک کی بارگاہ سے بڑی جزا اور حصہ عطا ہو۔

لوگوں سے میانہ روی والا معاملہ رکھو

حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے درمیانی بات ارشاد فرمائی کہ "اے میرے بیٹے! نہ تو اتنا میٹھا بن کہ لوگ تجھے نگل جائیں اور نہ اتنا کڑوا بن کہ تجھے چھینک دیا جائے۔" مراد یہ ہے کہ نہ تو لوگوں کو اپنے اوپر مکمل اختیار دے نہ ہر بات میں ان کی ایسے پیروی کر کہ وہ تیری بالکل بھی رعایت نہ کریں اور تجھ پر قابو پالیں اور نہ ہر معاملے میں ان پر بڑائی جتا اور نہ ان کی مخالفت کر کہ وہ تجھے بالکل ہی چھوڑ دیں اور تیری عیب جوئی کرنے لگ جائیں۔

بعض بزرگوں نے فرمایا: صرف چاہت والے کے ساتھ ہم نشینی رکھ اور ہر وہ دوست جو تیری چاہت کو اپنی چاہت نہیں سمجھتا اس کی ہم نشینی چھوڑ دے۔

کسی عربی عالِم نے فرمایا: دوست کپڑے میں پیوند کی طرح ہے، اگر پیوند اسی کپڑے کی جنس سے نہ ہو تو اسے عیب دار کر دیتا ہے۔

جنس کے ساتھ موافقت ہوتی ہے

کسی دانا کا قول ہے: ہر انسان اپنے جیسے ہی کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے ہر پرندہ اپنی جنس کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بھی اسی کی مثل فرمایا کرتے تھے۔

جب بھی دو چیزوں میں اتفاق ہوتا ہے تو ضرور ان میں سے کسی ایک کے اندر دوسرے کا کوئی وصف پایا جاتا ہے اور بے شک انسانوں کی باہمی موافقت پرندوں کی جنس کی طرح ہے۔

ایک دن حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک کبوتر اور کوے کو ایک ساتھ دیکھا تو بڑا تعجب

ہوا اور فرمایا: یہ دونوں کیسے جمع ہوگئے حالانکہ ان کی جنس مختلف ہے، پھر جب وہ اُڑے تو دیکھا کہ دونوں ہی لنگڑے ہیں، یہ دیکھ کر فرمایا: بس اسی لئے ان میں موافقت ہوئی ہے۔

کہا گیا ہے: جب دو بندے ایک ساتھ ہوں اور ان میں موافقت نہ ہو تو جلد ہی ان میں جدائی ہو جاتی ہے۔

کسی عربی شاعر نے ایک دانا کی بات بصورتِ شعر یوں بیان کی:

وَقَائِلٍ لِمَا تَفَرَّقْتُمَا فَقُلْتُ قَوْلًا فِيْهِ اِنْصَافُ

لَمْ يَكُ مِنْ شَكْلِيْ فَفَارَقْتُهٗ وَالنَّاسُ اَشْكَالٌ وَ اُلَّافُ

ترجمہ: کسی کہنے والے نے کہا کہ تم دونوں جدا کیوں ہوئے؟ میں نے انصاف کی بات کہی کہ وہ مجھ جیسا نہیں تھا، اس لئے میں نے اس سے جدائی اختیار کر لی اور لوگ اپنے جیسوں اور محبت کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

باہم الفت ہونے یا نہ ہونے کا سبب

حدیث پاک میں آتا ہے: روحیں ایک مجتمع لشکر ہیں، ان میں جنہوں نے ایک دوسرے کو پہچانا وہ آپس میں محبت کرنے لگیں اور جنہوں نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا وہ الگ الگ ہو گئیں، وہ ہوا میں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں اور ملاقات کرتی ہیں۔[1]

کہا گیا ہے: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مذہب اور خُلق میں وہ ایک دوسرے سے پہچان یا اختلاف رکھتی ہیں۔

ایک روایت میں یہ اضافی الفاظ بھی مروی ہیں: اگر کوئی مومن کسی مجلس میں جائے جس میں 100 منافق اور ایک مومن ہو تو وہ مومن کے پاس جا کر بیٹھے گا اور اگر کوئی منافق کسی مجلس میں جائے جس میں 100 مومن اور ایک منافق ہو تو وہ منافق کے پاس جا کر بیٹھے گا۔[2]

اس حدیث پاک کا سبب وہی ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اُحد سے تعلق رکھنے والی ایک

[1] ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب الارواح جنود مجندة، ۲/ ۴۱۳، حدیث: ۳۳۳۶

معجم اوسط، ۴/ ۲۳، حدیث: ۵۲۲۰

[2] ......صفة النفاق ونعت المنافقين لابی نعیم اصبهانی، علامة اخری من علامات المنافقين، ص ۷۹، حدیث: ۲۶

شعب الایمان، باب فی مقاربة وموادة اهل الدین، ۶/ ۴۹۷، حدیث: ۹۰۳۸

عطر فروش عورت مدینہ منورہ میں رہتی تھی۔ اس کے پاس مکہ مکرمہ سے ایک عطر فروش عورت آئی جو مذاق کیا کرتی تھی۔ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت کیا: وہ کس کے پاس رُکی ہے؟ بتایا گیا: فلانی (یعنی مدنی عطر فروش) کے پاس۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: روحیں مجتمع لشکر ہیں۔[1]

ایک عالِم دین فرماتے ہیں: **اللہ** پاک نے روحوں کو پیدا فرمایا تو ان میں سے کچھ کو آزاد چھوڑ دیا اور کچھ کو پابند کیا، پھر انہیں اپنے عرش کے گرد طواف کروایا (یعنی پھرایا) تو جن دو آزاد روحوں نے وہاں ایک دوسرے کو پہچانا تو انہوں نے اس دنیا میں ایک دوسرے کو پا کر ملاقات کی اور ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں اور جو بھی دو پابند یا آزاد روحیں وہاں جُدا اور ایک دوسرے سے انجان رہیں تو وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے جُدا رہیں۔ چنانچہ ایسی دو روحیں جب آج ایک دوسرے کے سامنے آتی ہیں تو ایک دوسرے سے جُدا رہتی اور جھگڑا کرتی ہیں۔

تو یہ ان عالِم صاحب کے نزدیک حدیث پاک کی تاویل ہے یعنی وہاں دورانِ طواف دو روحیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں اور پہچانا اور ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کی تو (دنیا میں آکر) ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں اور جو دو روحیں وہاں آپس میں انجان رہیں وہ آج یہاں دنیا میں مخلوق کے درمیان ایک دوسرے سے جُدا رہیں اور اب جب ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو انہوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔

ایک دوسرے سے محبت فقط ایک جگہ جمع ہونے اور یکسانیت سے ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ محبت ایک جیسے حال اور ملتی جلتی عادات و اطوار کی وجہ سے ہے کیونکہ اہلِ علم جنسِ انسان کو پرندوں کی جنس سے مشابہت دیتے ہیں۔ کبھی دو جنسوں سے تعلق رکھنے والے پرندے یکجا ہوتے اور ایک مکان میں جمع ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ الفت نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ فطری ملاپ ہے کیونکہ ان میں یکسانیت نہیں اور جھنڈ کی صورت میں یہ فرق ظاہر نہیں ہو گا بلکہ یہ فرق اس وقت ظاہر ہو گا جب وہ دونوں ایک ساتھ اڑیں، ایسی صورت میں ان دونوں میں سے ایک بلند ہو گا تو دوسرا نیچے اترتا ہو گا، کوئی اونچی پرواز کرے گا تو کوئی نیچے، لہٰذا اس وقت یکسانیت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے ان میں لازماً فرق ہو جائے گا اور اُڑتے وقت الگ الگ انداز سے اڑنے

---

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند عائشة، ۴/۱۸، حدیث: ۴۳۶۲۔ اعتلال القلوب، باب دلالة المحبة وشواهدها، ۱/۲۳۶، حدیث: ۴۵۸

کی وجہ سے ان میں فرق لازماً نمایاں ہو گا۔ ہماری ذکر کردہ یہ مثال دنیا میں روحوں کے جُدا رہنے سے متعلق ہے کیونکہ ملنے کے بعد دونوں کا حال اور وصف حقیقت میں ایک جیسا نہیں ہے۔

چار باتوں کے سبب باہم محبت اور اختلاف:

جان لو کہ ملاقات اور جُدائی کے وقت دو افراد کے درمیان باہم محبت اور اختلاف کا واقع ہونا چار باتوں پر مشتمل ہے: (1) دونوں کے لین دین کے معاملات میں یکسانیت ہو (2) دونوں کا حال ایک جیسا ہو (3) علم میں قریب قریب ہوں اور (4) اخلاق میں ایک جیسے ہوں۔ اگر دو افراد میں یہ چار باتیں جمع ہیں تو یہ ہم شکل و ہم جنس ہیں اور اس کے ساتھ ہی محبت و اتفاق ہوتا ہے اور اگر دونوں ان تمام باتوں میں مختلف ہیں تو یہ علیحدگی و تضاد ہے اور اس کے ساتھ مخالفت اور جُدائی ہوتی ہے۔ اگر بعض باتوں میں اتفاق اور بعض میں اختلاف ہو تو ان کی بعض باتوں میں اتفاق اور بعض باتوں میں اختلاف ہو گا، ایسی صورت میں ایک دوسرے سے جتنی جان پہچان ہو گی اتنی ہی موافقت پائی جائے گی اور جتنا اتفاق کم ہو گا اتنا ہی اختلاف پایا جائے گا۔ اَرواح کا ایک دوسرے سے اجنبی ہونا یہی تو ہے کیونکہ ان کی پیدائش اور پرواز میں فاصلہ ہوتا ہے اور یہی تو وہ ابتدائی مرحلہ ہے جس میں اوصاف کی اجتماعیت کے سبب قریب قریب پرواز سے روحوں کا باہم تعارف ہوتا ہے۔

حکایت: حقیقی رشتۂ اخوت

حضرت سیِّدُنا یعقوب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا اَسْوَد بن سالِم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ میرے چچا حضرت سیِّدُنا معروف کَرْخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس آئے، میرے چچا اور ان کے درمیان بھائی چارہ قائم تھا۔ حضرت سیِّدُنا اسود بن سالم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ آپ سے رشتۂ اخوت قائم کرنا چاہتے ہیں اور وہ آپ سے بالمشافہ یہ بات کہنے میں حیا کرتے ہیں، لہٰذا انہوں نے مجھے آپ کے پاس اس گزارش کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ ان سے عقدِ اخوت (بھائی چارہ) فرمالیں اور وہ اس عقدِ اخوت سے اجر و ثواب کے متمنی ہیں مگر ان کی طرف سے کچھ شرطیں ہیں: (1) یہ بھائی چارہ مشہور نہ ہو۔ (2) آپ کے اور ان کے درمیان زیادہ میل جول اور ملاقاتیں نہ ہوں کیونکہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ زیادہ ملاقات کرنے کو پسند نہیں فرماتے۔ حضرت سیِّدُنا معروف کرخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اگر میں کسی سے محبت

کروں تو نہ رات میں اس کی جدائی پسند کروں نہ دن میں، ہر وقت اس کی زیارت کروں اور اسے ہر حال میں خود پر ترجیح دوں۔ پھر آپ نے عقدِ اُخُوّت کی فضیلت اور اللہ پاک کے لئے محبت کرنے کے بارے میں بہت سی احادیث بیان فرمائیں۔ پھر فرمایا: رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے عقدِ اخوت قائم فرمایا[1] تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اپنے علم میں شریک کیا[2]، اونٹوں کی قربانی میں حصہ دار بنایا[3] اور اپنی سب سے افضل اور پیاری بیٹی کا ان سے نکاح کیا[4] اور یہ سب کچھ عقدِ اخوت میں خاص کرنے کی وجہ سے فرمایا۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عقدِ اخوت قائم کیا اور آپ کے پیغام لانے کی وجہ سے میں نے رضائے الٰہی کے لئے ان سے عقدِ مُواخات کیا اس پر کہ اگر وہ مجھ سے ملنے کے لئے آنا پسند نہ کریں تو کوئی حرج نہیں لیکن میں جب چاہوں گا ان کی زیارت کرنے آؤں گا اور آپ میری بات ان تک پہنچا دیں کہ وہ میرے ساتھ ملاقات کریں گے جہاں ہم ملاقات کرنا چاہیں گے، وہ اپنا کوئی معاملہ مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھیں گے اور مجھے اپنے تمام احوال پر مُطَّلع رکھیں گے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا اَسْوَد بن سالم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ساری بات حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ تک پہنچا دی تو آپ نے رضامندی اور خوشی کا اظہار کیا۔

حضرت سیِّدُنا اَسود بن سالم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ لوگوں میں بڑے ذہین اور فضیلت والے تھے، آپ اپنے ساتھیوں کے لئے بڑی وُسعت رکھتے تھے اور ان کے مُعاملے میں صبر سے کام لیا کرتے تھے۔ یہی وہ ہیں جن کے بارے میں حضرت سیِّدُنا معروف کرخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک شخص کو بتایا تھا جس نے آپ سے مشورہ طلب کرتے ہوئے پوچھا: ابو محفوظ! یہ دو اشخاص اس شہر کے امام ہیں تو مجھے مشورہ دیجئے کہ میں ان میں سے

[1]........معجم کبیر، ۸/۱۲۷، حدیث: ۷۵۷۷

[2]........السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الخصائص، ذکر الاخوۃ، ۵/۱۲۵، حدیث: ۸۴۵۱، نحوہ
ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۵/۴۰۲، حدیث: ۳۷۴۴، نحوہ

[3]........مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۴۹۰، حدیث: ۱۲۱۸

[4]........مسلم، کتاب الاشربۃ، باب تحریم الخمر . . . الخ، ص ۸۴۳، حدیث: ۲
المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، دعاء دفع الفقر واداء الدین، ۴/۱۴۳، رقم: ۴۷۹۴

کس کی صحبت اختیار کروں؟ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی یا حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی؟ کیونکہ میں ان سے ادب و تہذیب سیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا معروف کرخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: ان دونوں میں سے کسی کی صحبت اختیار نہ کرو کیونکہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ عِلْمِ حدیث سے لگاؤ رکھتے ہیں اور علم حدیث کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں لوگوں کے ساتھ مشغول ہونا پڑتا ہے، لہٰذا اگر تم نے ان کی صحبت اختیار کی تو تم اپنے دل میں جو خلوت کی چاہت اور ذکر کی مٹھاس پاتے ہو وہ جاتی رہے گی اور جہاں تک حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا معاملہ ہے تو وہ اپنے حال میں مشغولیت کے باعث تمہیں وقت نہیں دیں گے اور نہ ہی تمہیں قبول کریں گے، البتہ حضرت سیِّدُنا اسود بن سالم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ تمہاری اصلاح کریں گے اور تمہیں قبول بھی کرلیں گے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور حضرت سیِّدُنا اسود بن سالم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا۔

حضرت سیِّدُنا معروف کرخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اس شخص کو حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ یا حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے بجائے حضرت سیِّدُنا اسود بن سالم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے ملوایا کیونکہ وہ اس شخص کے حال کے لئے ان دونوں سے زیادہ موزوں اور اس کے وصف کے مشابہ تھے۔

ایک جیسے افراد کے درمیان اُخوت

ایسے ہی بھائی چارے والی حدیث ہے جس میں رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے صحابہ کے درمیان رِشتۂ اخوت (بھائی چارا) قائم کیا، اس میں مروی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے علم اور حال میں ایک جیسے افراد کے درمیان رِشتۂ اخوت قائم کیا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر اور حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے درمیان رِشتۂ اخوت قائم فرمایا۔ حضرت سیِّدُنا عثمان غنی اور حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے درمیان رِشتۂ اخوت قائم فرمایا[1]، یہ حضرات ایک دوسرے کی نظیر تھے۔ حضرت سیِّدُنا سلمان اور حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرمایا، یہ دونوں علم اور زہد میں ایک دوسرے کا آئینہ تھے۔ حضرت سیِّدُنا عمار اور حضرت سیِّدُنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرمایا، یہ دونوں ایک دوسرے کی طرح

---

[1]......مستدرک، کتاب الھجرۃ، باب مواخاۃ رسول اللّٰہ بین اصحابہ، ۳/ ۵۵۰، حدیث: ۴۳۴۶

تھے نیز حضرت سیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ عَنْہ اور اپنے درمیان رشتہ اخوت قائم فرمایا[1] اور یہ بات حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی سب سے اعلیٰ فضیلت ہے کیونکہ ان کا علم رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علم سے ہے اور ان کا حال رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صفت سے ہے پھر غنی اور فقیر کے درمیان رشتۂ اخوت قائم فرمایا تاکہ دونوں کی حالت میں اعتدال پیدا ہو جائے اور غنی اپنے مال سے اپنے فقیر بھائی کی مدد کرے۔

بھائی کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا احمد بن ابو حواری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے فرمایا: جب تم کسی سے اس دور میں اخوت کا رشتہ قائم کرو تو اس کی طرف سے تمہیں جو بات بُری لگے اس پر اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو کیونکہ اندیشہ ہے کہ تم جواب میں ایسی بات دیکھو جو پہلے سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہو۔ حضرت سیِّدُنا احمد بن ابو حواری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے اس بات کا تجربہ کیا تو اسے ویسا ہی پایا جیسا حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا تھا۔

ایک عالم دین کا قول ہے: بھائی کے تکلیف پہنچانے پر صبر کرنا اسے ڈانٹنے سے بہتر ہے اور اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنا قطع تعلق کرنے سے بہتر ہے اور اس سے قطع تعلق کرنا اس کی بُرائی کرنے سے بہتر ہے۔

ایک بزرگ کا فرمان ہے: جماعت کا گدلا پن علیحدگی کی صفائی سے بہتر ہے۔

بھائی چارے کی مثال

بھائی چارہ باریک شیشے کی طرح ہے جس کی اچھی طرح حفاظت نہ کی جائے تو وہ آفات کا شکار ہو جاتا ہے اور موت تک بھائی چارہ نبھانا زندگی میں بھائی چارے کی ابتدا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

لوگ چار طرح کے ہیں

ایک ادیب کا کہنا ہے کہ لوگ چار طرح کے ہیں: پہلا وہ جو تمام کا تمام میٹھا ہوتا ہے، اس سے کبھی سیری حاصل نہیں ہوتی۔ دوسرا وہ جو تمام کا تمام کڑوا ہوتا ہے، اسے کھایا نہیں جاتا۔ تیسرا وہ جو کچھ میٹھا اور کچھ کڑوا

---

[1] ......ترمذی، کتاب المناقب، ۵/ ۴۰۱، حدیث: ۳۷۴۱

ہوتا ہے، اس سے وصول کرو قبل اس کے کہ وہ تم سے کچھ وصول کرے۔ چوتھا وہ جو نمکین ہوتا ہے، اس سے صرف بوقتِ ضرورت لو۔

ایک پیشوا کا قول ہے کہ لوگ چار قسم کے ہیں تم تین کی صحبت اختیار کرو اور ایک کی صحبت اختیار نہ کرنا: (1)...جو علم رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ اسے علم ہے، وہ عالم ہے اس کی اتباع کرو۔ (2)...جو علم رکھتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اسے علم ہے ایسا شخص سو رہا ہے اسے جگا دو۔ (3)...جسے علم نہیں اور وہ جانتا ہے کہ اس کے پاس علم نہیں، ایسا شخص جاہل ہے اسے ہدایت دو۔ (4)...وہ شخص جس کے پاس علم نہیں اور اسے معلوم بھی نہیں کہ اس کے پاس علم نہیں، ایسا شخص منافق ہے اسے چھوڑ دو۔

سب سے بڑی جہالت

حضرت سیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: جہالت سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں جس سے **اللہ** پاک کی نافرمانی کی جاتی ہو اور سب سے بڑی جہالت اپنے جہل سے جاہل ہونا ہے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: وہ شخص دانشمند نہیں جو اس کے ساتھ گزر بسر اچھے طریقے سے نہیں کرتا جس کے ساتھ گزر بسر کے سوا اسے چارہ نہیں یہاں تک کہ **اللہ** پاک اس کے لئے کوئی کشادگی کی راہ نکال دے۔ چنانچہ غیر متقی کے ساتھ معاملہ اور میل جول انتہائی مجبوری والے حالات میں ہونا چاہئے جبکہ متقی کے ساتھ میل جول اور تعلقات رکھنا سب سے اچھی نیکیوں میں سے ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو مہران رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: میں اپنے گھر سے نکلتا ہوں تو تین اُمور کے درمیان ہوتا ہوں: (1)...اگر میں اپنے سے زیادہ علم والے سے ملتا ہوں تو وہ دن میرے فائدے کا ہوتا ہے، میں اس سے علم حاصل کرتا ہوں، (2)...اگر اپنے جیسے سے ملتا ہوں تو وہ دن علم کے تبادلے کا دن ہوتا ہے اور (3)...اگر میں اپنے سے کم مرتبہ سے ملتا ہوں تو وہ دن میرے ثواب حاصل کرنے کا دن ہوتا ہے، میں اسے سکھاتا ہوں اور اس سے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہوں۔

پانچ قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو

حضرت سیِّدُنا امام محمد باقر رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه نے اپنے بیٹے حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه سے فرمایا

کہ چاہے جس کی صحبت میں بیٹھو مگر پانچ طرح کے لوگوں کی صحبت میں ہر گز نہ بیٹھنا: (1)... جھوٹا، کیونکہ تم اس کی طرف سے دھوکے میں رہو گے، یہ سَراب کی طرح ہے کہ دور والے کو تمہارے قریب اور قریب والے کو تم سے دور دکھائے گا۔ (2)... احمق، کیونکہ تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا وہ تمہیں نفع پہنچانے کا بھی ارادہ کرے تو نقصان ہی پہنچائے گا۔ (3)... بخیل، کیونکہ جب تمہیں اس کی حاجت ہو گی تو وہ تم سے تعلق ختم کر دے گا۔ (4)... بزدل، کیونکہ ایسا شخص مشکل کے وقت اپنی جان اور مال کے ساتھ تمہارا ساتھ نہیں دے گا بلکہ تمہیں چھوڑ کر خود فرار ہو جائے گا۔ (5)... فاسق، کیونکہ یہ شخص تمہیں ایک لقمے کے بدلے یا اس سے بھی کم شے کے بدلے بیچ دے گا۔ پوچھا گیا: ایک لقمہ سے کم کون سی شے ہے؟ فرمایا: لالچ۔

گھڑی بھر صحبت کے متعلق بھی پوچھا جائے گا

مروی ہے کہ ایک شخص راستے میں رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ہوا، حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک جنگل میں جا کر دو مسواکیں توڑیں ان میں سے ایک ٹیڑھی اور دوسری سیدھی تھی۔ آپ نے ٹیڑھی خود رکھی اور اپنے ساتھی کو سیدھی مسواک عطا کی۔ اس شخص نے عرض کی: آپ سیدھی مسواک کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص گھڑی بھر بھی کسی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس سے اس صحبت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس نے اس صحبت میں **اللہ** پاک کا حق ادا کیا یا ضائع کر دیا اور میں نہیں چاہتا کہ مجھ پر تمہارا کوئی ایسا حق ہو کہ میں نے اسے ادا نہ کیا ہو۔[1]

جان لیجئے! **اللہ** پاک کے لئے بھائی چارہ، محبت اور اچھی صحبت سلف صالحین کے طریقے تھے۔ آج اس کے راستے گم گئے اور نشانیاں مٹ چکی ہیں۔ جو ان پر عمل کرے تو اس نے انہیں زندہ کیا اور جس نے انہیں زندہ کیا، اسے ان لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ **اللہ** پاک جسے کوئی ایسا نیک دوست عطا کرے جس پر اس کا دل مطمئن ہو اور اس کی سنگت اس کے دل کی اصلاح کا باعث ہو تو یہ **اللہ** پاک کی وہ نعمت ہے جو اسے دیگر بہترین نعمتوں تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور تمام تعریفیں **اللہ** پاک کے لئے ہیں جو یکتا ہے اور ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل پر **اللہ** پاک کی رحمت ہو۔

---

[1]........تفسیر الطبری، سورۃ النساء، تحت الآیۃ: ۳۶، ۴/۸۵، حدیث: ۹۴۸۳

نکاح کریں یا نہیں، ان میں افضل کیا ہے؟ اور اس بارے میں عورتوں کے مختصر احکام کا بیان

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ (پ۱۸، النور: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں۔

جنہیں نکاح کی ضرورت ہے **اللہ** پاک نے ان کے لئے نکاح کا حکم دیا جبکہ گناہ سے دور رہنے والوں کے لئے نکاح مستحب فرمایا۔ حاجت کی صورت میں نکاح فرض ہے اور عام حالت میں سنت علی الکفایہ ہے۔ پھر **اللہ** پاک نے نکاح کے بعد لوگوں سے محتاجی پر غنا (مالداری) کا وعدہ فرمایا اور مغنی (یعنی **اللہ** پاک) کے نزدیک غنا ایسا ہے کہ **اللہ** پاک نے اسے فقیر کے فقر کی طرح قرار دیا ہے۔ چنانچہ فقیر اجر و ثواب کا محتاج ہو گا تو **اللہ** پاک اسے اجر و ثواب سے غنی کر دے گا، حکمِ الٰہی پر عمل کا محتاج ہو گا تو **اللہ** پاک اسے فرمانبرداری سے غنی کر دے گا، اگر وہ قابل کاشت زمین، مختلف چیزوں، گھر اور اس کے ساز و سامان کا محتاج ہو گا تو **اللہ** پاک اسے یہ چیزیں دے کر غنی کر دے گا اور پھر حکمت والے **اللہ** پاک نے نکاح کا حکم دینے کے بعد فرمایا:

وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾ (پ۱۸، النور: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** وسعت والا علم والا ہے۔

یعنی وہ لوگوں کے حال کے مطابق ان کی ہر طرح کی محتاجی دور کر کے انہیں خوشحال کرنے پر وسعت رکھتا ہے اور ان کے لئے جو بہتر ہے جسے وہ نہیں جانتے ان کے رتبے کے مطابق جانتا ہے۔

نکاح کی ترغیب کے بارے میں 3 احادیث

(1)... جس نے محتاجی کے ڈر سے نکاح چھوڑا وہ ہم میں سے نہیں۔[1]

(2)... جب تمہارے پاس کوئی ایسا رشتہ آئے جس کی دینداری اور امانتداری تمہیں پسند ہو تو اس سے (اپنی اولاد کا) نکاح کرو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ پیدا ہو گا اور بہت بڑا فساد برپا ہو گا۔[2]

---

[1]........مسند الفردوس، باب المیم، ۲/ ۲۵۷، حدیث: ۵۷۶۵

[2]........ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الاکفاء، ۲/ ۴۷۳، حدیث: ۱۹۶۷ ۔ مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب الکفاء، ۶/ ۱۲۳، حدیث: ۱۰۳۹۳

(3)...جو رضائے الٰہی کے لئے اپنا نکاح کرے یا دوسرے کا نکاح کرائے تو وہ **اللہ** پاک کی ولایت کا مستحق ہو جاتا ہے۔[1]

یہ ادنیٰ صورت ہے جس کے ذریعے ولایت ملتی ہے کیونکہ ولایت کے چند مقامات ہیں اور ہر مقام کا ایک نیک عمل ہوتا ہے۔

سیِّدُنا بشر حافی علیہ الرحمہ کے نکاح نہ کرنے کی وجہ

حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کسی نے کہا: لوگ آپ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: وہ کیا باتیں بناتے ہیں؟ اس نے کہا: وہ آپ کو نکاح نہ کرنے کے باعث تارکِ سنت کہتے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ان سے کہنا: میں فرض کی ادائیگی میں مشغولیت کے باعث اس سنت کو بجالانے سے قاصر ہوں۔

اور ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا کہ میں اس آیتِ قرآنی کی وجہ سے نکاح نہیں کرتا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے۔

مجھے لگتا ہے کہ میں اس حق کو ادا نہیں کر سکتا۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: اگر میں ایک مرغی کو بھی پالوں تو خوف ہے کہ کہیں پُل صراط پر جلّاد شُمار نہ کیا جاؤں۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے یہ بات سن 210 ہجری میں فرمارہے ہیں، جب حلال بہت پایا جاتا تھا اور عورتیں بڑی نیک چلن تھیں، تو ہمارے دور کا کیا حال ہو گا؟

شرم گاہ کے متعلق چار برائیاں

ہمارے زمانے میں راہِ سلوک پر چلنے والے کے لئے نکاح نہ کرنا افضل ہے جبکہ وہ فتنے سے بچے، پاکدامن

---

1 ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب رقم: ۶۰، ۴/ ۲۳۳، حدیث: ۲۵۲۹، بدون: من نکح للہ
البحر المدید، سورۃ الرعد، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳/ ۲۶۰

رہے، اس کا نفس اسے گناہ پر نہ اُبھارے اور اس کا دل عورتوں کے بارے میں آنے والے پے در پے خیالات کے سبب بے چین نہ ہو یا وہ عورتوں کے بارے میں سوچتے رہنے اور اسی فکر میں رات گزارنے کے سبب جی لگا کر اچھی طرح عبادت کرنے سے عاجز نہ ہو، اس کی نگاہیں بُرائی میں نہ پڑیں، اس کی شرم گاہ پر شہوت کا غلبہ نہ ہو کیونکہ شرم گاہ کی سب سے پہلی بُرائی بُرے خیالات کی وجہ سے دل میں شہوت کا آنا ہے جو کہ معاف ہے۔ دوسری بُرائی دل میں شہوت کے بعد شرم گاہ میں شہوت کا آنا ہے، اور یہ عمل ہے اور مرد کا اپنے عضو کو انتشار کی حالت میں پکڑنا تیسری بُرائی ہے پھر جب شرم گاہ سے شہوت ظاہر ہوئی تو یہ چوتھی بُرائی ہے۔ دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو چھونا مکروہ ہے۔

جب یہ حالت ہوتی ہے تو دل کے خشوع میں تبدیلی اور اس میں بگاڑ آجاتا ہے، اب جبکہ وہ شخص ایسی خرابیوں میں مبتلا نہیں تو گوشہ نشینی ایسے آدمی کا سب سے افضل وصف ہے۔ اس میں اسے وجود کی لذت اور معاملہ کی مٹھاس حاصل ہو گی۔ وہ خود احتسابی کرتا رہے گا، اپنے حال میں مصروف اور دوسروں کے حال سے بے فکر ہو گا ورنہ دوسرے کے حال میں پڑے گا تو اپنے حال کو دوسرے کے حال پر محمول کر کے کوتاہی کا مرتکب ہو گا یا دوسرے کے حکم پر عمل پیرا ہو گا تو اسے پورا نہ کر سکے گا اور اب اس کا اپنے شیطان کے ساتھ ساتھ دوسرے کے شیطان سے بھی مقابلہ ہو گا اور اپنے نفس کے ساتھ ایک اور نفس کو ملا لے گا حالانکہ اس کے لئے اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا، اپنی خواہشات پر صبر کرتے ہوئے اس کی مخالفت کرنا اور اپنے دشمن سے مقابلہ کرنا سب سے بڑی مشغولیت ہے۔

نکاح کی آزمائشیں

نکاح کرنے میں ایک مشکل یہ ہے کہ کبھی (اہل و عیال کی وجہ سے) کمائی کرنے والے کی کمائی میں خرابی ہوتی ہے تو مال کا اکثر حصہ خدا کی نافرمانی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور اس پر باز پُرس ہو گی کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اگر اس نے ناجائز طریقے سے کمایا ہو گا تو اس کا محاسبہ ہو گا اور اگر اس نے اپنی خواہشات پر خرچ کیا ہو گا تو اسے اجر نہیں ملے گا۔

نکاح کرنے میں ایک آزمائش یہ ہے کہ اکثر عورتوں میں دینداری اور اچھائی کی کمی ہوتی ہے اور ان میں

جہالت اور خواہش کا غلبہ ہوتا ہے، لہٰذا اس بات کا خوف ہے کہ وہ محبت کی خاطر ان کی بات مان کر اپنی آخرت کا نقصان کر بیٹھے یا ان کی بات نہ مان کر انہیں مغالطے میں ڈال دے، پھر وہ اس کی اطاعت نہیں کریں گی تو دنیاوی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: خدا کی قسم! جس مرد نے بھی اپنی بیوی کی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے صبح کی تو **اللہ** پاک اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔

نکاح کرنے میں ایک آزمائش یہ ہے کہ اغنیا فقرا کے لئے ظالموں کے مقام میں ہوتے ہیں کیونکہ **اللہ** پاک نے اغنیا پر فقرا کے لئے جو حقوق واجب کیے ہیں اس معاملے میں وہ فقرا کی حق تلفی یا ان کے حق میں کمی کرتے ہیں، اگر یہ فقیر بال بچوں والا ہو گا تو اسے سختی، مشقت اور تکلیف اُٹھانا پڑے گی اور اہل و عیال کی وجہ سے اسے کئی طرح کی آفتوں میں پڑ جانے کا خطرہ ہو گا۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سے سخت آزمائش کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: بڑا کنبہ اور مال میں کمی۔

دو آسانیوں میں سے ایک

ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کا فرمان ہے: چھوٹا کنبہ دو آسانیوں میں سے ایک ہے جبکہ بڑا کنبہ دو محتاجیوں میں سے ایک۔ منقول ہے کہ کنبہ حلال کی خواہش کی سزا ہے جبکہ حرص بقدرِ کفایت سے زیادہ طلب کرنے کی سزا ہے اور یہی اہلِ توحید کی سزا ہے۔

تنہائی بُرے ہم نشین سے بہتر ہے

روایت میں آیا ہے: تنہائی بُرے ہم نشین سے بہتر ہے۔[1] بندے کو کامل یقین نہیں ہے کہ جو رفیقۂ حیات ملے گی وہ نیک ہی ہو گی، لہٰذا یقین کو شک سے دور نہ کرے، اکثر عورتیں وہ ہیں جن میں بھلائی نہیں ہوتی کیونکہ ان پر نفسانی خواہشوں کا اور دنیا کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔

---

[1] ......مستدرک، کتاب معرفة الصحابة، الوحدة خیر من جلیس السوء، ۴/ ۱۳ ۴، حدیث: ۵۵۱۷

روایت میں ہے: عورتوں میں نیک عورت کی مثال ایسی ہے جیسے سو کوّوں میں ایک سفید پیٹ والا کوّا۔[1]

حضرت سیِّدُنا لقمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پیارے بیٹے! بُری عورت سے بچنا کہ بُری عورت تمہیں بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردے گی، شریر (فسق و فجور میں مبتلا) عورتوں سے بچنا کہ وہ کسی اچھی چیز کی طرف نہیں بلاتیں اور اچھی عورتوں سے بھی ہوشیار رہنا۔

بُری عورت سے پناہ مانگو:

یہ ہی مضمون روایت میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کمر توڑنے والی تین مصیبتوں سے اللہ پاک کی پناہ مانگو۔" ان میں "بُری عورت" کو بھی گنوایا[2] کہ "بُری عورت بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردیتی ہے۔" دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: "تم اس کے پاس ہو تو تم سے زبان درازی کرے، اس کے پاس نہ ہو تو تم سے خیانت کرے۔"[3]

جو بہترین عورتیں تھیں ان کے بارے میں بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ ارشاد فرمایا: "تم یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے معاملے والی عورتوں کی طرح ہو۔"[4] یعنی تمہارا ابو بکر کو امامت سے الگ کرنا یہ تمہاری نفسانی خواہش، آرائش اور راہ سے ہٹنے کی طرف جھکاؤ ہے۔ جیسا کہ زلیخا نے جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو ورغلانے کی کوشش کی تو یہ زلیخا کی طرف سے فریب اور حیلہ سازی تھی۔ اس فرمان میں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف سے عذر ہے اور زلیخا کے کام پر ملامت کی گئی ہے اور عورتوں کو زلیخا سے تشبیہ دی گئی۔ اور جب دو بیبیوں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایک راز ظاہر کیا تو اللہ پاک نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ (پ۲۸، التحریم: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: نبی کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

---

[1] ......معجم کبیر، ۸/ ۲۰۱، حدیث: ۷۸۱۷، بدون: من مائة غراب

[2] ......شعب الایمان، باب فی اکرام الجار، ۷/ ۸۲، حدیث: ۹۵۵۴۔ معجم کبیر، ۱۸/ ۳۱۸، حدیث: ۸۲۴

[3] ......شعب الایمان، باب فی اکرام الجار، ۷/ ۸۲، حدیث: ۹۵۵۴

[4] ......بخاری، کتاب الاذان، باب الرجل یاتم بالامام... الخ، ۱/ ۲۵۵، حدیث: ۷۱۳

یعنی تمہارے دل خواہش کی طرف جھک گئے ہیں۔ چنانچہ نفسانی خواہش کی طرف جھکاؤ کی وجہ سے انہیں توبہ کا حکم دیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

وَ اِنۡ تَظٰهَرَا عَلَیۡهِ (پ۲۸، التحریم: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ان پر زور باندھو۔

یعنی (حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مقابلے میں) تم دونوں آپس میں تعاون کرو اور یہ دونوں سب بیبیوں میں سے افضل ترین ہیں، لہٰذا تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے جس میں جہالت بھی ہو، نفسانی خواہش اور گمراہی بھی ہو؟!

عورت کو حاکم بنانے والی قوم کامیاب نہیں

روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: وہ قوم کبھی کامیاب نہ ہو گی جن کی حکمران عورت ہو۔(1) اللہ پاک نے اس بات کی خبر دی کہ کچھ بیوی بچے دشمن ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ وَ اَوۡلَادِکُمۡ عَدُوًّا لَّکُمۡ فَاحۡذَرُوۡهُمۡ ۚ (پ۲۸، التغابن: ۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو۔

یعنی آخرت کے معاملے میں ان سے ہوشیار رہو، ان کی خواہشات میں نہ پڑے رہو اور ان کی کمزور رائے کی طرف نہ جھکے رہو کہ کل (بروزِ قیامت) وہ تمہارے دشمن ثابت ہوں۔ بلکہ قیامت سے پہلے آج بھی بعض اوقات آدمی بیوی بچوں کی خواہشیں پوری نہ کرے اور ان کے معاملے میں شریعت کے احکام کی پابندی کرے تو بیوی بچے ہی آدمی کے سب سے بڑے دشمن ہو جاتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: جو عورتوں کی رانوں کا عادی ہو جائے وہ کبھی فلاح نہیں پاتا۔

حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: اگر میرے بال بچے ہوں تو خوف ہے کہ کہیں پُل

---

1 ......بخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی الی کسری وقیصر، ۳/ ۱۵۱، حدیث: ۴۴۲۵
مسند امام احمد، حدیث ابی بکرۃ نفیع بن الحارث بن کلدۃ، ۷/ ۳۱۹، حدیث: ۲۰۴۶۰

صراط پر جلّاد شمار نہ کیا جاؤں۔

تنہائی کے فوائد

لہٰذا تنہائی میں دل کے لیے زیادہ راحت ہے، پریشانی کم ہے کیونکہ بوجھ اور دوسروں کا مطالبہ کم ہوتا ہے۔ باہم جھگڑے سے حفاظت ہے اور تنہائی کی وجہ سے شریعت کے احکامات میں سے کچھ احکام ساقط ہیں۔ بزرگوں کا طرز عمل یہی تھا کہ شرعی احکامات خود سے ساقط کرواتے تھے کیونکہ انہیں پورا کرنے کی سکت نہ ہوتی اور بزرگانِ دین احکام ساقط ہونے کو غنیمت جانتے تھے۔ تنہا رہنے میں ذخیرہ اندوزی کرنے اور مال جمع کرنے کی طرف زیادہ توجہ نہ دینا پڑے گی، بہت دیکھ بھال نہ کرنا پڑے گی، (بیوی نہ ہونے کی وجہ سے) تحفظ کے لئے گھر میں رات گزارنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ سوال کرنے اور آزمائش سے حفاظت ہو گی اور جن چیزوں کے پیچھے پڑنے سے خدا اور رسول نے منع کیا ہے ان کے بارے میں تجسس نہ ہو گا کیونکہ بُری بیوی کے ساتھ بندہ اس چیز سے بے خوف نہیں ہوتا۔ زاہدوں نے دنیا سے اسی لیے منہ موڑا تاکہ دل کو سکون ملے، پریشانیاں دور اور مطالبے ساقط ہو جائیں۔

آخری زمانے میں گوشہ نشینی افضل ہے

گوشہ نشینی مباح رکھی گئی ہے، بلکہ اس امت کے لیے آخری زمانے میں گوشہ نشینی کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے: اب سے 200 سال بعد میری امت کے لیے گوشہ نشینی مباح ہے اور تم میں سے کوئی شخص کتے کا پلا پال لے یہ اولاد پالنے سے بہتر ہے۔[1]

ایک مشہور روایت میں ہے: اب سے 200 سال بعد لوگوں میں بہترین وہ ہو گا جو ہلکی پیٹھ والا ہو جس کی کوئی اولاد اور گھر والے نہ ہوں۔[2]

دوسری روایت میں ہے: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کی بربادی اس کی بیوی، اس کے ماں

---

[1] ....معجم کبیر، ۱۰/۲۸۸، حدیث: ۱۰۲۸۵۔ معجم اوسط، ۳/۲۶۸، حدیث: ۴۸۶۰

[2] ....شعب الایمان، باب في الزهد وقصر الامل، ۷/۲۹۲، حدیث: ۱۰۳۵۰، نحوہ

الكامل لابن عدی، ۴/۱۱۵، رقم: ۶۸۴، رواد بن الجراح ابو عاصم العسقلانی

باپ اور اولاد کے ہاتھوں ہو گی، وہ اسے غربت کے طعنے دیں گے اور اس پر وہ بوجھ لاد دیں گے جسے اٹھانے کی اس میں طاقت نہ ہو گی۔ چنانچہ وہ ان راستوں میں چلا جائے گا جہاں اس کا دین جاتا رہے گا اور یوں وہ ہلاکت میں جا پڑے گا۔[1]

حکایت: زبان دراز بیوی پر صبر

بعض اوقات بیوی بندے کے لیے سزا ہوتی ہے۔ انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے واقعات میں بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگ حضرت سیِّدُنا یونس عَلَیۡہِ السَّلَام کے پاس حاضر ہوئے، آپ نے ان کی مہمان نوازی فرمائی۔ آپ عَلَیۡہِ السَّلَام گھر میں آتے جاتے تو آپ کی بیوی آپ کے ساتھ زبان چلاتی اور آپ کو تکلیف پہنچاتی تھی، آپ خاموش رہتے۔ لوگوں کو بہت حیرت ہوئی لیکن آپ عَلَیۡہِ السَّلَام کی ہیبت کی وجہ سے انہیں کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت سیِّدُنا یونس عَلَیۡہِ السَّلَام نے فرمایا: اس بات پر حیران مت ہو، میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی تھی: اے میرے رب! تو نے آخرت میں جو مجھ پر خفگی فرمانی ہے وہ مجھ پر دنیا میں ہی اتار دے۔ ربّ کریم نے فرمایا: تمہارا عتاب فلاں کی بیٹی ہے اس سے شادی کر لو۔ چنانچہ میں نے اس سے شادی کر لی اور جو تم نے دیکھا ہے میں اس پر صبر کرتا ہوں۔

یہ سب اس کے لیے ہے جسے بُرائی میں پڑ جانے کا ڈر نہ ہو اور جسے بُرائی یعنی زنا میں پڑ جانے کا خوف ہو تو اس کے لیے لونڈی سے نکاح کر لینا بہتر ہے اور (یہ خوف نہ ہو تو) لونڈی سے نکاح کرنے کے بجائے اس سے نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ لونڈی کے نکاح سے متعلق یہ **اللہ** پاک کے اس فرمان کا مطلب ہے:

ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِيَ الۡعَنَتَ مِنۡكُمۡ ؕ — ترجمۂ کنز الایمان: یہ اس کے لیے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہے۔

(پ۵، النسآء: ۲۵)

یوں ہی اگر نکاح کے تصور کے سبب بُرے خیالات اور خراب وسوسے دل میں بڑھ جائیں اور اسے فرائض سے روک دیں یا اس کی توجہ بانٹ دیں تو ایسی صورت میں بھی لونڈی سے نکاح کر لینا بہتر ہے۔ جسے آزاد

---

[1] ......الزهد الكبير، فصل في ترك الدنيا... الخ، ص ۱۸۳، حديث: ۴۳۹ بتغير قليل

عورت سے نکاح کی استطاعت ہو اس کے لیے کنیز سے نکاح کرنا حرام ہے۔[1]

باندی سے نکاح بُرائی میں پڑنے سے بہتر ہے

ایک دن حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمَا کی مجلس برخاست ہوئی تو سب لوگ چلے گئے، ایک نوجوان بیٹھا رہا۔ حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہ نے فرمایا: تمہیں کچھ کام ہے؟ عرض کی: جی ہاں ایک کام ہے لیکن سب کے سامنے پوچھتے ہوئے حیا آرہی تھی۔ فرمایا: جو چاہو پوچھ لو۔ عرض کی: مجھے آپ سے جھجک ہو رہی ہے اور آپ کا رعب آڑے آرہا ہے۔ فرمایا: عالِم باپ کی جگہ ہوتا ہے، اس سے پوچھنے میں جھجک نہیں ہونی چاہیے، جو باتیں تم اپنے والد سے کرسکتے ہو مجھ سے بھی کرلو، میرے نزدیک تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ عرض کی: **اللہ** پاک آپ پر رحمت فرمائے! میں جوان ہوں غیر شادی شدہ ہوں، بعض اوقات ڈر لگتا ہے کہ بدکاری میں نہ پڑ جاؤں، کبھی خود پر غسل فرض کرلیتا ہوں، کیا میرے لیے اس میں کوئی گناہ ہے؟ حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہ نے اپنا منہ دوسری طرف کرلیا پھر فرمایا: اف اف! زنا "اس" سے زیادہ بُرا ہے اور باندی سے نکاح اس سے بہتر ہے۔

عراق کے علما کے نزدیک لونڈی سے نکاح کرنا اس کے لیے حرام ہے جس کے پاس 10 درہم موجود ہوں اور بعض علمائے حجاز کے نزدیک اگر تین درہم موجود ہوں تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا حلال نہ ہوگا۔

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیب رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ کے ایک شاگرد سے روایت ہے کہ اگر کسی کے پاس دو درہم موجود ہوں تو اس کے لیے بھی لونڈی سے نکاح حلال نہ ہوگا۔

بڑا بے وقوف

بعض لوگوں نے کہا: لوگوں میں بڑا بے وقوف وہ آزاد آدمی ہے جو لونڈی سے شادی کرے اور لوگوں میں بڑا سمجھ دار وہ غلام ہے جو آزاد عورت سے شادی کرے کیونکہ ایسا غلام اپنا کچھ حصہ آزاد کروادے گا اور وہ

---

[1] ....احناف کے نزدیک: آزاد عورت نکاح میں ہو تو باندی سے نکاح جائز نہیں اور اگر آزاد عورت نکاح میں نہ ہو تو باندی سے نکاح جائز ہے اگرچہ اتنی استطاعت ہے کہ آزاد عورت سے نکاح کرے۔

(ھندیہ، کتاب النکاح، القسم الخامس، ۲۷۹/۱، الدر المختار، کتاب النکاح، ۱۳۶/۴)

آزاد آدمی اپنا کچھ حصہ یعنی اپنی اولاد کو غلامی میں دے دے گا۔

اپنے ہاتھوں خود پر غسل فرض کر لینے (یعنی مشت زنی) کی کراہت و حرمت کے بارے میں اور اس کی سخت ممانعت کے بارے میں کئی روایتیں آئی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ **اللہ** پاک نے ایک امت ایسی بھی ہلاک فرمائی جو اپنی پیشاب کی جگہوں سے لطف اٹھاتے تھے۔[1] اسماعیل بن ابان نے اسے سند کے ساتھ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت کیا ہے۔

بیوی کی تکلیف پر صبر نارِ جہنم سے بہتر ہے

حضرت سیِّدُنا ابو محمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عورتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کے ساتھ رہ کر انہیں برداشت کرنے کے بجائے ان سے دور رہ کر صبر و برداشت کر لو لیکن انہیں برداشت کرنا آگ کی تکلیف برداشت کرنے سے بہتر ہے۔

یونہی آپ سے پہلے کے ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: عورتوں کو برداشت کرنے سے تنہائی پر صبر کر لینا بہتر ہے۔

یقین و پرہیزگاری والے ہمارے ایک بصری عالم صاحب سے اس زمانے میں نکاح کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: روزگار کی تنگی ہے، حلال کم ہے اور عورتوں میں خرابیاں زیادہ ہیں۔ چنانچہ آپ نے پرہیزگاری کی وجہ سے اسے پسند نہیں فرمایا اور اس بندے کو خود سے مقابلہ کرنے کا ارشاد فرمایا، جب دوبارہ سوال کیا گیا تو فرمایا: بندہ آفتوں میں پڑ کر گناہوں میں پڑ جاتا ہے، کمائی کے حرام ذریعوں میں جا پڑتا ہے، اپنا دین بیچتا اور مخلوق کے لیے بناوٹ اختیار کرتا ہے۔ اس زمانے میں نکاح کرنا اسی کے لیے درست ہے جسے ایسی شہوت ہو جیسی گدھا گدھی کو دیکھے تو گدھے کو ہوتی ہے وہ اس پر کود پڑنے سے خود کو قابو میں نہیں رکھ پاتا، جب تک اس کے سر پر نہ مارا جائے وہ پلٹتا نہیں ہے، جب انسان کی ایسی حالت ہو تو اس کے لیے نکاح بہتر ہے۔ **اللہ** پاک کا فرمان ہے:

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ (پ ۳، البقرۃ: ۲۸۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (طاقت) نہ ہو۔

---

[1] ......تفسیر البغوی، سورۃ المؤمنون، تحت الآیۃ: ۶، ۳/۲۵۶

اس کی تفسیر میں حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس سے شہوت کی شدت مراد ہے اور

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ﴿۲۸﴾ (پ۵، النسآء: ۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی کمزور بنایا گیا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیِّدُنا عکرمہ اور حضرت سیِّدُنا مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا فرماتے ہیں: آدمی عورتوں سے خود کو روک نہیں پاتا۔

شہوت عقل کی دشمن ہے

حضرت سیِّدُنا فیاض بن نجیح رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: آدمی کی شہوت جاگ اٹھے تو اس کی عقل کے تین میں سے دو حصے چلے جاتے ہیں۔ بعض نے کہا: اس کے دین کا تین میں سے ایک حصہ چلا جاتا ہے۔ یہ جو آیت مبارکہ ہے:

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ (پ۳۰، الفلق: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

نوادر التفسیر میں حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کی طرف یہ منسوب ہے کہ اس سے مراد عضو خاص کا انتشار ہے۔

بعض راویوں نے اسے سند کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن اس میں انتشار کا ذکر نہیں بلکہ دخول کا ذکر ہے۔

نکاح دین کا محافظ ہے:

روایت میں ہے: بندہ شادی کر لیتا ہے تو اپنا آدھا دین محفوظ کر لیتا ہے لہٰذا اب باقی آدھے کے متعلق خدا کا خوف رکھے۔[1]

حضرت سیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی دعا میں ہے: اے اللہ! میں اپنی آنکھ، کان، دل کے شر اور مادہ منویہ کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

جب ریڑھ کی ہڈی کے منکے منی سے بھر جائیں پھر منی نکلنا مانگے تو اس سے دل کے بگڑنے اور بیمار ہونے کا

[1] ......معجم اوسط، ۵/ ۲۷۲، حدیث: ۷۶۴۷۔ معجم اوسط، ۱/ ۲۷۹، حدیث: ۹۷۲

اندیشہ ہوتا ہے، منی رگوں میں موجود خون کے قائم مقام ہوتی ہے، خون جب پیٹھ سے گزرتا ہے تو پیٹھ اسے پکاتی اور اس میں تغیر پیدا کرتی ہے، اس سے وہ سفید ہو کر منی بن جاتی ہے اور یہ سب حکمِ خداوندی سے ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی مجلس میں ایک مرتبہ عورتوں کی بات ہوئی تو کچھ لوگوں نے عورتوں کو بُرا بھلا کہا۔ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے فرمایا: ایسا نہ کہو! بیماروں کی تیمار داری، میت کی یادگاری اور گھر کی آبادکاری جس طرح عورتیں کرتی ہیں کوئی اور نہیں کر سکتا، مردوں کو جیسی ضرورت ان کی ہوتی ہے کسی اور کی نہیں ہوتی۔ آیت مبارکہ میں ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا (پ ۱۵، الکھف: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے۔

ایک تفسیر میں ہے کہ سنگار سے مراد عورت ہے۔

شادی سے عبادت کی تکمیل

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جوان کی عبادت گزاری اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک وہ شادی نہ کر لے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے جب اپنے غلام عِکْرِمَہ اور کُرَیْب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا وغیرہ میں بلوغت کے آثار دیکھے تو انہیں جمع کر کے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارا نکاح کر دوں کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس کے دل سے ایمان کا نور نکل جاتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو زوائد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے فرمایا: تمہیں نکاح کرنے سے وہی روکے گا جو بوڑھا ہو گا یا پھر بدکردار ہو گا۔

40سال دل میں گناہ کا خیال نہ آیا

ایک خراسانی عالم صاحب نے بیان کیا کہ ان کے ایک صالح شیخ ہیں جو حضرت سیِّدُنا ابن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے شاگرد حضرت سیِّدُنا عبدان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ خراسانی عالم صاحب نے اپنے شیخ کی نیکوکاری اور علم کے بارے میں بھی بتایا اور بتایا: میرے شیخ بہت نکاح کرتے تھے اور عام طور پر دو تین

بیویاں ان کے عقد میں ہوتی تھیں، اس پر انہیں ملامت کی گئی تو فرمایا: کیا تم میں کسی کے ساتھ ایسا ہوا کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں بیٹھا یا کھڑا ہو اور اس دوران اس کے دل میں شہوت کا خیال آجائے اور وہ اس بارے میں سوچنے لگ جائے؟ لوگوں نے کہا: بعض اوقات ایسا کئی مرتبہ ہوتا ہے۔ فرمایا: اگر میں پوری زندگی ایک مرتبہ ایسا ہونے پر بھی راضی ہوتا تو کبھی شادی نہ کرتا۔ پھر فرمایا: لیکن میرے دل پر جب بھی ایسا خیال آئے جو مجھے میرے حال سے غافل کرنے لگے تو میں اس خیال کو نافذ کر دیتا ہوں تاکہ اس خیال سے نجات پاؤں اور اپنے حال پر دوبارہ لوٹ آؤں۔ پھر فرمایا: 40 سال ہوگئے میرے دل میں کبھی گناہ کا خیال تک نہیں آیا۔

صوفی بزرگوں پر طعن کرنے والے کو نصیحت

ایک عالم صاحب نے کسی جاہل کو صوفی بزرگوں پر زبان کھولتے دیکھا۔ عالم صاحب نے فرمایا: بات سُنو! تمہارے خیال میں ان میں کیا خامی ہے؟ کہا: وہ لوگ بہت کھاتے ہیں۔ فرمایا: اگر تمہیں بھی ان کی طرح کی بھوک لگتی تو تم بھی ان کی طرح کھاتے۔ پھر فرمایا: اور کیا بات ہے؟ کہا: شادیاں بہت کرتے ہیں۔ فرمایا: اگر تم بھی اپنی شرم گاہ کی ان کی طرح حفاظت کرتے تو تم بھی ان کی طرح بہت شادیاں کرتے۔ اور بتاؤ کیا بات ہے؟ کہا: وہ باتیں بہت سنتے ہیں۔ فرمایا: اگر تم بھی وہ سب دیکھتے جو وہ دیکھتے ہیں تو ان کی طرح تم بھی سنتے۔

علما کی زیادہ نکاح کرنے کی وجہ

ایک عالم صاحب سے علما کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے وہ بہت کھاتے ہیں، زیادہ ہمبستری کرتے ہیں اور انہیں حلوہ (میٹھا) پسند ہوتا ہے؟ فرمایا: کیونکہ ان کی بھوک زیادہ ہوتی ہے اور کھانا مشکل سے نصیب ہوتا ہے لہٰذا جب نصیب ہوجاتا ہے تو کثرت سے کھالیتے ہیں، رہا حلوہ کھانا، تو انہوں نے شراب نہیں پی، نفسانی لذتوں کی کثرت میں نہیں پڑے لہٰذا ان کی سب لذت حلوے میں ہی جمع ہوگئی تو وہ حلوہ کھالیتے ہیں۔ رہی بات زیادہ ہمبستری کی تو انہوں نے اپنی آنکھیں جھکائے رکھیں، دل کے خیالوں میں خود پر تنگی رکھی لہٰذا انہوں نے جماع میں فراخی اختیار کی اور چونکہ نگاہ بھٹکنے کے معاملے میں انہوں نے اپنے اعضاء کو پابند رکھا لہٰذا انہوں نے نکاح کثرت سے کیے۔

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے جس طرح غذا کی ضرورت ہوتی ہے یوں ہی اہلیہ کے پاس جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے زاہدین وعلما صحابہ میں سے ہیں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ بہت روزے رکھتے تھے اور کھانے سے پہلے اہلیہ سے قربت کرکے افطار کرتے تھے، بعض اوقات مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے ہی اہلیہ کے پاس جاتے اور پھر غسل کرکے نماز ادا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے رمضان میں عشاء سے پہلے یکے بعد دیگرے اپنی چار کنیزوں کے ساتھ قربت کی۔

امت کا بہترین فرد

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے تھے: اس امت میں بہترین وہ ہے جو زیادہ نکاح کرے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے تھے: عورتیں زیادہ ہونا دنیا نہیں ہے (بلکہ آخرت ہی ہے) کیونکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَهُ الْکَرِیْم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں بہت بڑے زاہد تھے لیکن آپ نے چار شادیاں کیں اور آپ کی 17 کنیزیں تھیں۔

نکاح قدیم سنت ہے

نکاح پرانی سنت اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے۔ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے متعلقہ واقعات میں ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک عابد نے خدا کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور عبادت میں ایسے مرتبے پر پہنچ گئے کہ سب زمانے والوں سے آگے بڑھ گئے اور ان کا چرچا ہوگیا۔ یہ بات اس زمانے کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے بیان ہوئی تو ان نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے عابد کی تعریف فرمائی اور فرمایا: وہ بہت خوب آدمی ہے، بس اس نے ایک سنت چھوڑی ہے۔ یہ بات چلتے چلتے اس عابد تک پہنچ گئی۔ اس بات نے عابد کو پریشان کردیا۔ عابد نے کہا: میں سنت کو چھوڑ کر دن رات عبادت کروں تو کیا فائدہ؟ چنانچہ وہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئے اور اس سنت کے بارے میں پوچھا۔ نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: تم نے شادی کو چھوڑ رکھا ہے؟ عابد نے عرض کی: میں نے شادی کو اس لیے نہیں چھوڑا کہ میں اسے ٹھیک نہیں سمجھتا، معاملہ

یہ ہے کہ میں غریب ہوں میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے، میں خود لوگوں کے سہارے پل رہا ہوں، کبھی کوئی کھلا دیتا ہے تو کبھی کوئی، بس یہی وجہ ہے کہ مجھے پسند نہ ہوا کہ کسی عورت سے شادی کر کے اسے مشقت میں ڈال دوں۔ نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: تمہارے نکاح نہ کرنے کی بس یہی ایک وجہ ہے؟ عرض کی: جی ہاں۔ نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: میں تمہارا نکاح اپنی بیٹی سے کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی بیٹی اس عابد کے نکاح میں دے دی۔ یہ واقعہ کافی طویل ہے۔

انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی انوکھی خبروں میں سے ایک انوکھی خبر ہمیں یہ ملی کہ حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک عورت سے شادی کی لیکن اس کے پاس جاتے نہ تھے۔ بعض نے کہا: اس لیے نکاح فرمایا تاکہ نگاہ جھکی رہے اور بعض نے کہا: نکاح کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے نکاح کیا گویا آپ نے چاہا کہ سب فضائل جمع فرمالیں۔ اور بعض نے کہا: نکاح اس لیے فرمایا کہ نکاح سُنَّت ہے۔

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی افضلیت مانتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو مجھ پر تین فضیلتیں حاصل ہیں: (1)... آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اپنے لیے بھی حلال کی طلب کرتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی جبکہ میں صرف اپنے لیے طلب کرتا ہوں، (2)... آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو نکاح کی گنجائش ہے جبکہ میرے لیے گنجائش نہیں اور (3)... آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو لوگوں کا امام بنایا گیا ہے جبکہ میں اپنے لیے گوشۂ تنہائی کی تگ و دو کرتا ہوں۔

اہلیہ کی وفات کے اگلے روز شادی

کہا جاتا ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی اہلیہ حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ عَبْدُ اللّٰہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے انتقال کے اگلے روز آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے شادی فرمالی، کہا جاتا ہے کہ پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے گھر میں ایک ہی رات اکیلے گزاری۔

حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اپنے لیے شادی نہ کرنے کی ایک دلیل رکھتے تھے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے کہا گیا: لوگ آپ کے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا: وہ بھلا کیا کہتے ہوں گے؟ کہا: لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے نکاح چھوڑ کر سنت سے منہ موڑا ہے۔ فرمایا: لوگوں سے کہہ دو کہ میں نے سنت اس لیے چھوڑی ہے

کہ میں فرض میں مشغول ہوں۔ یوں ہی ایک مرتبہ شادی نہ کرنے پر ملامت کی گئی تو فرمایا: مجھے بس قرآنِ پاک کی یہ آیت نکاح سے روکتی ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ ترجمۂ کنزالایمان: اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے۔ (پ۲، البقرۃ:۲۲۸)

کہتے ہیں، یہ بات حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کے سامنے بیان کی گئی تو آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: ان جیسے لوگ کہاں مل سکتے ہیں، وہ تو گویا نیزے کی دھار پر ہیں۔

اہل و عیال والوں کے درجات بلند ہیں

ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کے انتقال کے بعد انہیں کسی نے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھے علیین میں 70 درجے بلند مقام عطا ہوا، مجھے انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کے بلند مقامات کے جلوے دکھائے گئے لیکن اہل و عیال والوں کے درجات تک میری رسائی نہ ہوئی۔ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے یہ بھی بیان فرمایا: ربِّ کریم نے مجھ پر محبت بھری خفگی فرمائی اور فرمایا: بشر! مجھے یہ پسند نہیں تھا کہ تم غیر شادی شدہ حالت میں میری بارگاہ میں حاضر ہو۔ خواب دیکھنے والے کا بیان ہے کہ میں نے کہا: حضرت سیِّدُنا ابو نصر تمّار رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا؟ فرمایا: اُنہیں مجھ سے 70 درجے اونچا مقام دیا گیا۔ میں نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے جبکہ ہم آپ کا مقام اُن سے زیادہ سمجھتے تھے؟ فرمایا: اس لیے کہ اُنہیں دنیا میں اپنے گھر والوں اور اپنی بیٹیوں کے معاملات سے واسطہ رہا۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن مسعود رَضِيَ اللهُ عَنْه فرمایا کرتے تھے: اگر میری زندگی کے 10 ہی دن بچے ہوں یعنی 10 دن بعد میں نے انتقال کر جانا ہو تو بھی مجھے پسند ہوگا کہ میں شادی کر لوں اور بارگاہِ خدا میں غیر شادی شدہ حاضر نہ ہوں۔

غیر شادی شدہ مرنا پسند نہیں

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِيَ اللهُ عَنْه کی اہلیہ کا طاعون میں انتقال ہو گیا اور آپ کو بھی طاعون ہو گیا تھا لیکن آپ رَضِيَ اللهُ عَنْه نے فرمایا: میری شادی کرواؤ، مجھے یہ پسند نہیں کہ غیر شادی شدہ حالت میں خدا کی بارگاہ

میں حاضر ہوں۔

حکایت: تم شادی کیوں نہیں کرتے؟

ایک صحابی رَضِیَ اللہُ عَنْہ سب سے الگ تھلگ ہو کر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قدموں سے وابستہ ہو گئے تھے، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت کرتے اور بارگاہِ رسالت میں ہی رات بھر موجود رہتے کہ کچھ کام ہو تو خدمت بجالائیں۔ پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: تم شادی نہیں کرتے؟ عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں غریب ہوں میرے پاس کچھ موجود نہیں اور پھر میں آپ کی خدمت سے بھی محروم ہو جاؤں گا۔ پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر ایک اور مرتبہ فرمایا: تم شادی نہیں کرتے؟ انہوں نے ویسا ہی جواب دیا۔ پھر دل میں سوچنے لگے کہ خدا کی قسم! رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو زیادہ خبر ہے کہ میری دنیا اور آخرت کے لیے کیا بہتر ہے اور کون سی چیز مجھے بارگاہِ الٰہی کے قریب کر دے گی، اب اگر آپ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا تو میں شادی کرلوں گا۔ پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میری شادی کروا دیجیے۔ فرمایا: فلاں قبیلے والوں کے پاس جاؤ اور کہو: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کروادو۔ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپ نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کے لیے کھجور کی گھٹلی کے وزن کا سونا جمع کرو۔ لوگوں نے جمع کر کے دے دیا اور وہ صحابی ان قبیلے والوں کے پاس گئے انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کروادیا۔ پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان صحابی سے فرمایا: ولیمہ کرو۔ عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کے لیے بکری کی قیمت جمع کرو۔ چنانچہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے جمع کر دی۔ ان صحابی نے کھانا تیار کروایا اور رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ان کے لئے دعا کی۔[1]

---

[1]......مسند امام احمد، مسند المدنیین، حدیث ربیعۃ بن کعب الاسلمی، ۵/ ۵۲۹، حدیث: ۱۶۵۷۷، نحوہ

جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے

حدیث پاک میں ہے: جس کی دسترس ہو وہ نکاح کرے۔[1] دوسری حدیث میں ہے: تم میں جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کہ نکاح پریشان نظری اور بدکاری روکنے کا سب سے بہترین طریقہ ہے اور جسے ناممکن ہو اس پر روزے لازم ہیں کہ یہ نفسانی شہوت توڑیں گے۔[2]

مروی ہے کہ حضور نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: باہم نکاح کرو، مل کر نسل بڑھاؤ، بے شک میں قیامت کے دن تمہاری کثرت سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔ یہاں تک کہ کچے بچے اور شیر خوار بچے سے بھی۔[3]

دوسری روایت میں ہے: "جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میری سنت اپنائے۔"[4] یعنی نکاح کرے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی حدیث میں ہے: جس نے غریبی کے ڈر سے نکاح نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔[5]

نکاح کی اچھی نیت

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ زیادہ نکاح کرتے تھے اور فرماتے تھے: میں صرف اولاد کی خاطر نکاح کرتا ہوں۔ کئی بزرگوں کی نکاح سے یہی نیت ہوا کرتی تھی، وہ اس لیے نکاح کرتے تھے تاکہ ان کی اولاد ہو، زندہ رہ کر اللہ پاک کی وحدانیت کا اقرار کرے اور یادِ خدا کرے یا پھر انتقال کر جائے اور نیکی باعث اجر بن جائے جس سے بندے کا میزانِ عمل بھاری ہو۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1] ......نسائی، کتاب الصیام، ذکر الاختلاف علی محمد بن ابی یعقوب... الخ، ص ۳۷۳، حدیث: ۲۲۴۰

[2] ......نسائی، کتاب الصیام، ذکر الاختلاف علی محمد بن ابی یعقوب... الخ، ص ۳۷۳، حدیث: ۲۲۳۷

[3] ......ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، ۲/۴۰۶، حدیث: ۱۸۴۶

مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب نکاح الابکار والمراۃ العقیم، ۶/۱۲۸، حدیث: ۱۰۳۸۲

[4] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب وجوب النکاح وفضلہ، ۶/۱۳۵، حدیث: ۱۰۴۱۸

[5] ......مسند الفردوس، باب المیم، ۲/۲۵۷، حدیث: ۵۷۲۵

دارمی، کتاب النکاح، باب الحث علی التزویج، ۲/۱۷۷، حدیث: ۲۱۶۴، نحوہ

ارشاد فرمایا: بچہ اپنی نال[1] سے کھینچ کر اپنے ماں باپ کو جنت لے جائے گا۔[2] بچے سے کہا جائے گا: جنت میں چلا جا، وہ جنت کے دروازے پر رک جائے گا اور غصہ دکھا کر کہے گا: میں تبھی جاؤں گا جب میرے ماں باپ بھی ساتھ ہوں گے۔ فرمایا جائے گا: اس کے ماں باپ کو بھی اس کے ساتھ جنت میں داخل کر دو۔[3]

بچوں کے سبب ماں باپ کا جنت میں داخلہ

ایک اور روایت ہم سے بیان کی گئی ہے کہ جب لوگوں کی حساب پر پیشی ہو گی تو بچے میدانِ محشر میں جمع کیے جائیں گے اور فرشتوں سے فرمایا جائے گا: انہیں جنت میں لے جاؤ۔ وہ بچے جنت کے دروازے پر رک جائیں گے۔ ان سے کہا جائے گا: مسلمانوں کی اولادوں کو خوش آمدید! جنت میں داخل ہو جاؤ، تمہارا کوئی حساب نہیں، وہ کہیں گے: ہمارے ماں باپ کہاں ہیں؟ جنتی دربان فرمائیں گے: تمہارے ماں باپ تمہاری مانند نہیں ہیں، انہوں نے گناہ اور برائیاں کی تھیں، اس پر ان کا حساب اور مواخذہ ہو رہا ہے۔ راوی کہتے ہیں: اس پر وہ سب مل کر جنت کے دروازے پر چیخ و پکار کرنے لگیں گے۔ **اللہ** پاک فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا جبکہ وہ بہتر جانتا ہے: یہ شور کیسا ہے؟ فرشتے عرض کریں گے: اے ہمارے رب! مسلمانوں کے بچے کہتے ہیں کہ ہم جنت میں اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی جائیں گے۔ تو ربِّ کریم ارشاد فرمائے گا: لوگوں میں جاؤ اور ان بچوں کے ماں باپ کے ہاتھ پکڑو اور انہیں ان کے بچوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دو۔[4]

آگ سے رکاوٹ

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت ہے کہ جس کے دو بچے فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے رکاوٹ ہوں گے۔[5]

---

[1] ......یعنی وہ آنت جو رحمِ مادر میں بچے کے پیٹ سے جڑی ہوتی ہے اور جسے پیدائش پر کاٹ کر جدا کر دیتے ہیں۔

[2] ......ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فیمن اصیب بسقط، ۲/ ۲۷۳، حدیث: ۱۶۰۸، نحوہ

[3] ......نسائی، کتاب الجنائز، من یتوفی لہ ثلاثۃ، ص ۳۱۹، حدیث: ۱۸۷۳

مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب نکاح الابکار والمرأۃ العقیم، ۶/ ۱۲۹، حدیث: ۱۰۳۸۳

[4] ......لم نجد

[5] ......مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل من یموت لہ ولد فیحتسبہ، ص ۱۰۸۶، حدیث: ۲۶۳۳

دوسری روایت میں ہے: جس کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ بالغ نہ ہوئے ہوں تو **اللہ** پاک اسے اپنی خاص رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔[1] عرض کی گئی: یارسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جس کے دو بچے ہوں؟ ارشاد فرمایا: جس کے دو بچے ہوں اسے بھی۔[2]

حکایت: میرا نکاح کر دو

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک عرصہ تک انہوں نے نکاح نہ کیا۔ لوگ اصرار کرتے لیکن آپ منع فرمادیتے، ایک دن جب نیند سے بیدار ہوئے تو فرمایا: میرا نکاح کر دو۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا: شاید **اللہ** پاک مجھے نکاح کی برکت سے ایک فرزند عطا فرمائے اور جب اسے وفات دے تو وہ میرے لیے آخرت کا سامان بنے۔ پھر نکاح کا ارادہ کرنے کی وجہ بیان کی، فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہوگئی ہے اور میں تمام مخلوق کے ساتھ میدان محشر میں کھڑا ہوں، مجھے شدید پیاس لگ رہی ہے جو مجھے ہلاک کر دے گی، اسی طرح تمام مخلوق کا گرمی، دھوپ اور تکلیف کی وجہ سے شدتِ پیاس کے مارے برا حال تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اچانک نورانی رومال اوڑھے کچھ بچے میدانِ محشر کے اس مجمع کو چیرتے ہوئے اس میں داخل ہوگئے، ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کوزے اور سونے کے گلاس تھے، وہ لوگوں کے درمیان سے گزرتے جاتے اور ایک کے بعد ایک کو پلاتے جاتے تھے، میں نے ان میں سے ایک بچے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ مجھے بھی پلاؤ، پیاس نے مجھے نڈھال کر دیا ہے۔ اس نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی تمہارا بیٹا نہیں، ہم تو اپنے والدین کو پلا رہے ہیں، میں نے کہا: تم سب کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم مسلمانوں کے فوت شدہ بچے ہیں۔

بہترین عورتیں

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت ہے کہ تمہاری بہترین عورتیں وہ ہیں جو زیادہ محبت کرنے

[1] ......بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المسلمین، ۱/ ۴۶۵، حدیث: ۱۳۸۱

[2] ......بخاری، کتاب العلم، باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدۃ فی العلم، ۱/ ۵۴، حدیث ۱۰۱

والیاں اور زیادہ بچے پیدا کرنے والیاں ہیں۔[1]

ایک روایت میں ہے: گھر میں ایک چٹائی کا ہونا بچہ نہ جننے والی عورت سے بہتر ہے۔[2]

دوسری روایت میں ہے: بچے جننے والی سیاہ فام عورت، بچہ نہ جننے والی خوبصورت عورت سے بہتر ہے۔[3]

یہ سب اس وجہ سے ہے تاکہ اولاد ہو، نسل چلے اور اولاد آگے کے لئے ذخیرہ بھی ہو۔

نکاح کرنا میری سنت ہے

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت ہے کہ جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں، نکاح کرنا میری سنت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے اسے چاہیے کہ میری سنت پر عمل کرے۔[4]

ایک قول کے مطابق، **اللہ** پاک نے قرآن کریم میں ان انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا ذکر فرمایا ہے جو عیال دار تھے اور وہ 35 ہیں۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت سیّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی نکاح فرمایا تھا اور جب حضرت سیّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام آسمان سے نزول فرمائیں گے تو وہ بھی نکاح کریں گے اور ان کے یہاں اولاد بھی ہوگی۔

عیال دار کی فضیلت

منقول ہے: عیال دار کو غیر شادی شدہ پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی جہاد کرنے والے کو گھر بیٹھ رہنے والے پر اور عیال دار کی ایک رکعت غیر شادی شدہ کی 70 رکعتوں سے افضل ہے۔

اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں رسولوں کے وصف اور ان کی تعریف میں ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول

---

[1]......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، باب حق الرجل علی زوجتہ، ۸/۱۱۹، حدیث: ۵۳۰

السنن الکبری للبیہقی، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج بالودود الولود، ۷/۱۳۱، حدیث: ۱۳۴۷۸

[2]......ابوداود، کتاب الطب، باب الطیرۃ، ۴/۲۶، تحت الحدیث: ۳۹۲۲، قول عمر

[3]......معجم کبیر، ۱۹/۴۱۶، حدیث: ۱۰۰۴

[4]......مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب وجوب النکاح وفضلہ، ۶/۱۳۵، حدیث: ۱۰۴۱۸، بتقدم وتاخر

اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّةً ؕ (پ ۱۳، الرعد: ۳۸) بھیجے اور ان کے لیے بیبیاں اور بچے کئے۔

یعنی ازواج اور اولاد کو ان کی تعریف اور خوبی میں شمار فرمایا۔ اسی طرح اپنے اولیائے کرام عَلَیْهِمُ الرَّحْمَه کے بارے میں یہ ارشاد فرما کر تعریف اور فضل میں انہیں انبیائے کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام کے ساتھ ملایا:

وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ (پ ۱۹، الفرقان: ۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔

تو انہوں نے اللہ پاک سے اس کے فضل کا سوال کیا۔

ہم نے نکاح کے جو فضائل بیان کیے وہ عورتوں کے لیے بھی ہیں بلکہ نکاح کرنے میں ان کے لیے تو زیادہ فضیلت اور ثواب ہے کہ اب ان پر کسب کرنے یعنی کمانے کی ذمہ داری نہیں۔

نکاح نہ کرنے والوں پر لعنت

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ایک عورت کو نکاح کرنے کا حکم دیا، اس کی ترغیب ارشاد فرمائی اور مرد کی فضیلت بیان کی۔[1] اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے بہت سی احادیث میں نکاح کرنے والی عورت کو نکاح نہ کرنے والیوں سے افضل قرار دیا اور ارشاد فرمایا: اللہ پاک لعنت فرماتا ہے ان نکاح نہ کرنے والے مردوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نکاح نہیں کرتے اور اللہ پاک لعنت فرماتا ہے ان نکاح نہ کرنے والی عورتوں پر بھی جو یہ کہتی ہیں کہ ہم نکاح نہیں کرتیں۔[2]

نکاح کرنے میں بھلائی ہے

یونہی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ایک عورت پر مرد کے عظیم اور بھاری حق کا تذکرہ فرمایا، یہ سن کر عورت نے کہا: تب تو میں زندگی بھر کبھی نکاح نہیں کروں گی۔ فرمایا: نہیں! بلکہ نکاح کرو کیونکہ اسی میں

---

[1] ......السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب النکاح، باب البکر یزوجها ابوها وهی کارهة، ۳/ ۲۸۳، حدیث: ۵۳۸۶، نحوه

[2] ......مسند امام احمد، مسند ابی هریرة، ۳/ ۱۳۹، حدیث: ۷۸۹۶، نحوه

مسند الفردوس، باب اللام، ۲/ ۲۳۱، حدیث: ۵۳۸۸

بھلائی ہے۔[1]

غرض احادیثِ مبارکہ میں نکاح کے بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں، ان سب کو یہاں جمع کرنا ہمارا مقصود نہیں، **اللہ** پاک نے قرآنِ کریم میں نکاح کی رغبت دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ترجمۂ کنزالایمان: تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو۔

(پ ۲، البقرۃ: ۲۲۳)

اس آیت مبارکہ میں لفظ "اَنّٰی" کے تین معنٰی بیان کیے گئے ہیں جن میں سے ان دو پر عمل شرعاً درست ہے: ایک یہ ہے کہ "اَنّٰی" "مَتٰی" کے معنٰی میں ہو یعنی جب چاہو، دن میں یا رات میں۔ دوسرا یہ کہ "اَنّٰی" "کَیْفَ" کے معنٰی میں ہو یعنی جیسے چاہو، سامنے ہو یا پیچھے اور ہو اگلے مقام میں۔ اور تیسرا یہ کہ "اَنّٰی" "اَیْنَ" کے معنٰی میں ہو یعنی جہاں چاہو اگلے مقام میں یا پچھلے مقام میں اور پچھلے مقام میں آنا شرعاً جائز نہیں۔

پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ (پ ۲، البقرۃ: ۲۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو۔

ایک قول یہ ہے کہ نکاح کو اس فرمان کے ذریعے معطوف "فَأْتُوْا" یعنی "آنے" پر معطوف کیا گیا ہے اور یہ تین وجوہات میں سے ایک ہے کیونکہ اس میں جنابت یعنی ناپاکی سے غسل اور عورت سے مباشرت کی فضیلت ہے نیز عورت جب اپنے شوہر سے ملاعبت اور بوس و کنار کرتی ہے تو اس کے لئے کثیر نیکیاں لکھی جاتی ہیں جس قدر **اللہ** پاک چاہتا ہے اور جب یہ دونوں غسل کرتے ہیں تو **اللہ** پاک ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو قیامت تک تسبیح کرے گا اور اس کا ثواب ان دونوں کے لیے لکھا جائے گا۔ نکاح کرنے میں دونوں کی گناہوں سے حفاظت ہے اور نطفے کو اس کے محل میں رکھنا بھی نکاح کی ایک برکت ہے۔ مزید نکاح کی بہت سی فضیلتیں ہیں۔ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمان میں نکاح کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "تم میں ہر ایک کو چاہیے کہ شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان اور ایسی مومنہ بیوی

[1] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب النکاح، باب البکر یزوجھا ابوھاوھی کارھۃ، ۳/ ۲۸۳، حدیث: ۵۳۸۲، نحوہ

اختیار کرے جو اُخروی معاملات میں اس کی مدد گار ہو۔“[1]

اللہ پاک کے فرمان: ”وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ“ میں مراد دوسری وجہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اپنی آخرت کے لیے اولاد کو اپنا ذخیرہ بناؤ کیونکہ یہ بھی تمہارے اعمال میں سے ایک عمل ہے جیسا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍؕ (پ ۲۷، الطور: ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور اُن کے عمل میں انھیں کچھ کمی نہ دی۔

یعنی چونکہ اولاد بھی تمہارے نیک اعمال سے ہے اور تمہاری نیک کمائی ہے لہٰذا ہم نے اس میں کوئی کمی نہ کی اور ان کی تمہیں جزا دی اور تمہاری نیکیوں میں مزید اضافہ فرمادیا۔ اسی طرح اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَؕ(۲) (پ ۳۰، اللھب: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔

آخرت کی کمائی

اس آیت مبارکہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا آخرت میں مومن کے کام آئے گا جیسے مال، جب اس کو اللہ پاک کی راہ میں خرچ کیا جائے تو آخرت میں کام آئے گا۔ ایک روایت میں ہے: بیٹا آدمی کی کمائی ہے تو بیٹے کی کمائی میں سے جو اس نے کھایا وہ اس کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔[2]

اللہ پاک کے فرمان: ”وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ“ میں تیسری وجہ مباشرت کے وقت ”بِسْمِ اللّٰه“ پڑھنا بیان ہوئی ہے۔ اس صورت میں آیت کا مطلب ہوگا کہ ”جماع کے وقت اللہ پاک کا نام لو۔“ چنانچہ ”بِسْمِ اللّٰه“ پہلے پڑھ لو اور جماع کرنے والے کے لئے جماع کے وقت ”بِسْمِ اللّٰه“ پڑھنا اور اس سے پہلے ”قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ“ (سورۂ اخلاص) پڑھنا مستحب ہے۔

ایک محدث رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه جب مباشرت کا ارادہ کرتے تو ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه“ اور ”اَللّٰهُ اَكْبَر“ پڑھا کرتے اور اتنی اونچی آواز سے تکبیر کہتے کہ گھر والے ان کی آواز سنتے۔

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب افضل النساء، ۲/ ۱۳ ۴، حديث: ۱۸۵۶

[2] ......ابوداود، كتاب الاجارة، باب في الرجل ياكل من مال ولده، ۳/ ۴۰۲، ۴۰۳، حديث: ۳۵۲۸، ۳۵۲۹

نیک بیوی نعمت ہے

اگر عورت، عبادت اور نیک کاموں میں اپنے شوہر کی مددگار، کم مطالبات اور قناعت کرنے والی ہو تو یہ اللہ پاک کی ایک نعمت ہے اور اس پر اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (پ ۱۷، الانبیآء: ۹۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے لیے اس کی بی بی سنواری۔

اس کی تفسیر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس عورت کے اخلاق اچھے کیے اور اسے کم گفتگو کرنے والی کر دیا۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے دو خصلتوں میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام پر فضیلت دی گئی ہے اور وہ دو خصلتیں یہ ہیں کہ ان کی زوجہ نے ان کی اجتہادی خطا پر ان کا ساتھ دیا اور میری ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللہُ عَنْھُنَّ اطاعت و فرمانبرداری میں میری معاون ہیں اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا شیطان کافر تھا جبکہ میرا شیطان مسلمان ہے جو مجھے بھلائی ہی کا حکم دیتا ہے۔[1]

جنتی صفات والی عورت

اگر عورت خوبصورت، عُمدہ اَخلاق، کالے بالوں، سیاہ اور بڑی آنکھوں والی، سفید رنگت، شوہر سے محبت اور شوہر کے سوا کسی اور کی طرف نظر نہ کرنے والی ہو تو یہ صفات میں جنتی حورِ عین یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی حور کی طرح ہے۔ اسی بارے میں اللہ پاک کا فرمان ہے:

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ (پ ۲۷، الرحمٰن: ۷۰) ترجمۂ کنزالایمان: ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی اچھی۔

ایک اور مقام پر یہ ارشاد ہے:

وَ حُوْرٌ عِیْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۲۲، ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور بڑی آنکھ والیاں حوریں، جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی۔

حور اور عین کا معنیٰ

"حُوْر" کے معنیٰ ہیں سفید اور "عِیْن" کے معنیٰ ہیں بڑی آنکھوں والی اور "عِیْن" جمع ہے عَیْنَاء کی،

[1] ......دلائل النبوۃ للبیھقی، باب ماجاء فی تحدث... الخ، ۵/۴۸۸، بتقدم وتاخر

اور ”حُوْر“ جمع ہے حَوْرَاء کی اور اس کے معنٰی ہیں سفید بدن، انتہائی سفید و سیاہ آنکھوں اور سیاہ بالوں والی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: انھیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں۔

”اَلْعُرُبَۃ“ کے دو معنیٰ

”اَلْعُرُبَۃ“ کے دو معنیٰ ہیں: (1) اپنے شوہر سے عشق رکھنے والی۔ (2) قربت کی خواہش رکھنے والی۔ یہ دونوں صفات قربت کی لذت کو کمال دلانے والی ہیں، اگر عورت کو شوہر سے محبت اور قربت کی خواہش نہ ہو تو لذت میں کمی آجاتی ہے۔ **اللہ** پاک نے اہلِ جنت کی عورتوں کو کامل لذت دلانے والیاں بنایا ہے۔ عربی مقولہ ہے: ”رَجُلٌ شَبِقٌ وَّ امْرَاَۃٌ عَرِبَۃٌ“ یعنی بہت خواہش رکھنے والا مرد اور بہت خواہش رکھنے والی عورت۔ ان دونوں کو قربت کی خواہش سے متصف کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے: تمہاری بہترین عورتیں وہ ہیں جو اپنے شوہر سے شدید خواہش رکھنے والیاں ہیں۔[1]

بعض حکماء کے نزدیک تین لذتیں بہت پسندیدہ ہیں: (1) سخت گرمی میں رانیں کھول کر چلنا (2) ساحل پر کھلی فضا میں آنا اور (3) قربت کی خواہش رکھنے والی عورت سے قربت کرنا۔

ان حوروں کے کامل وصف کے بارے میں **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿۴۸﴾ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔

یعنی ان کی نگاہیں اپنے شوہروں تک محدود ہیں اور وہ ان سے زیادہ اچھا کسی کو نہیں سمجھتیں اور نہ ان کے بدلے میں دوسرے شوہر پسند کرتی ہیں۔

حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمہاری عورتوں میں بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کرے، جب کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور شوہر کی غیر

[1] ......عیون الاخبار، کتاب النساء، ۴/۴

موجودگی میں اپنی جان اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔[1]

"حَسَنَۃً" کی ایک تفسیر

حضرت سیِّدُنا محمد بن کعب قرظی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ:

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے۔ (پ ۲، البقرۃ: ۲۰۱)

میں "حَسَنَۃً" سے مراد "نیک عورت" ہے۔ اس آیت مبارکہ:

فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً (پ ۱۴، النحل: ۹۷) ترجمۂ کنز الایمان: تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔

کی ایک تفسیر میں ہے: اچھی زندگی جلانے سے مراد "نیک عورت" ہے۔

نیک بیوی کی فضیلت

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: نیک بیوی دنیا سے نہیں کیونکہ وہ آخرت کے کاموں کے لیے تمہاری مددگار ہوتی ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں: جو شادی شدہ نہ ہو وہ عبادت میں ایسی مٹھاس اور لذت پاتا ہے جو شادی شدہ نہیں پاتا۔

نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرمایا کرتے تھے: بندے کو ایمان کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں دی گئی۔

غنیمت یا گلے کا طوق

پھر عورتوں کے بارے میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے فرمایا: بعض عورتیں ایسی غنیمت ہیں جن کا کوئی عوض اور بدل نہیں اور بعض عورتیں گلے کا ایسا طوق ہیں جن سے چھٹکارا نہیں یعنی کوئی قیمت نہیں جسے دے کر ان سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ گلے کے طوق کی طرح ان سے کوئی راحت نہیں، شوہر ایسی عورت کی محبت کا قیدی ہو جاتا ہے اور عورت کے مرنے ہی سے اسے چھٹکارا ملتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اہلِ عرب جب کسی قیدی کو انتہائی سخت اذیت دینا چاہتے تو بکری کی کھال اتارتے اور تازہ

---

[1] ....ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب افضل النساء، ۲/ ۴۱۴، حدیث: ۱۸۵۷، نحوہ۔ معجم اوسط، ۱/ ۵۷۵، حدیث: ۲۱۱۵

کھال اس قیدی کو پہنا دیتے، جو اس کے جسم سے چپک جاتی اور سکڑ کر اسے جکڑ لیتی، پھر وہ اسے نہ اتارتے یہاں تک کہ اس میں کیڑے پڑ جاتے (اور ان کیڑوں کی وجہ سے بالآخر قیدی مر جاتا)۔ یہی وہ ”غُل“ (طوق) ہے جس سے اذیت دینے والی عورت کی مثال دی گئی ہے۔

صفات کے لحاظ سے عورتوں کی اقسام

یہ جان لو کہ عورتوں کی صفات نفس کی صفات کی طرح ہوتی ہیں لہٰذا جس نے نفس کی صفات کو پہچان لیا اس نے عورتوں کی صفات کو بھی پہچان لیا۔ تجربے اور معلومات کی بنا پر ان کی صفات کو نفس کی صفات پر قیاس کیا گیا ہے۔ چنانچہ بعض عورتیں چاپلوس اور خوشامدی ہوتی ہیں اور یہ کم درجہ عورتیں ہیں۔ بعض عورتیں برائی کا حکم دینے والی ہوتی ہیں اور یہ بُری عورتیں ہیں، ان سے بداخلاقی، بے حیائی اور بے ہودگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بعض عورتیں نفسِ لَوَّامہ کی طرح ہوتی ہیں یہ نیک عورتیں ہیں اور بعض نفس مطمئنہ کی طرح ہوتی ہیں یہ عورتیں بہت ہی نیک، اچھی اور راضی رہ کر زندگی گزارنے والی ہوتی ہیں۔

قولِ فیصل

قولِ فیصل یہ ہے کہ اگر کسی کو اکیلے رہ کر یعنی شادی نہ کر کے بھی دل کی اصلاح اور نیکیوں پر استقامت حاصل ہوتی ہے تو اسے چاہیے اکیلا ہی رہے کیونکہ کم سے کم اس میں عافیت و سلامتی تو ہے، فی زمانہ یہ کسی فضیلت اور غنیمت سے کم نہیں اور اگر نکاح کی ضرورت محسوس کرے اور نفسانی خواہشات کا خطرہ بھی ہو تو اب دین کی سلامتی کے لیے نکاح کر لے۔ اگر ایک بیوی کفایت نہ کرے تو دوسری کرے، اگر دو بھی کافی نہ ہوں تو تیسری، اسی طرح چوتھی بھی کر سکتا ہے اور یہ چار بیویاں، خواہشات کی تکمیل کے معاملے میں ایک ہی کے قائم مقام ہیں اور اگر ایک ہی سے کفایت حاصل ہو اور مزید کی حاجت نہ رہے تو یہ ایک اب چار کے قائم مقام ہے۔

چار بیویوں میں حکمت

اللہ پاک نے نفسوں کو ان کی فطرت اور طبیعت کے اختلاف کی وجہ سے اختیار دیا ہے اور طبیعتوں کے چار قسم کی ہونے کی وجہ سے ایک وقت میں چار بیویاں رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ ہر طبیعت کے

لیے اس کی حرکات اور نفس کے میلان کے مطابق ایک زوجہ ہے تاکہ نفس کی حفاظت ہو۔ اگر کوئی شخص چار بیویاں رکھے تو یہ اس کے لیے نقصان دہ نہیں بلکہ اگر وہ ان کے حقوق اور ان کے رہنے سہنے، کھانے پینے کا برابر خیال رکھے تو اس میں اس کے لیے زیادہ ثواب اور اس کے قوی اور آسودہ حال ہونے کی دلیل ہے۔ یہ قوت والوں اور پیشواؤں کا طریقہ ہے۔

اس میں بھی **اللہ** پاک کی حکمت ہے کہ طبیعتوں میں تخلیقی طور پر اختلاف کے سبب اس نے چار عورتوں سے (نکاح کے بعد) صحبت کی اجازت کی نعمت عطا فرمائی جیسے ان چوپایوں کی چال چلن کے انداز سے انعام فرمایا ہے جنہیں اس نے اپنے بندوں کے لئے سواریاں بنایا ہے۔ چنانچہ چار عورتوں سے صحبت کا فرق چار زمینی چوپایوں کے چلنے کے فرق جیسا ہے اور **اللہ** پاک نے ان چوپایوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً (پ ۱۴، النحل: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لئے۔

اور فرمایا:

مِنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ (پ ۲۵، الزخرف: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کشتیوں اور چوپایوں سے سواریاں (بنائیں)۔

اَنعام سے مراد اونٹ ہے، ان چاروں سواریوں کو ذکر کرنے کے بعد ان کی خصوصیات بیان فرمائیں کہ اونٹنی کی رفتار گھوڑے کی رفتار سے جدا ہے اور خچر کی رفتار اور گدھے کے چلنے میں فرق ہے یعنی ان سے فائدے اٹھانے کی صورتیں جدا جدا ہیں اسی طرح جو چار بیویوں سے قربت کر سکتا ہے اسے ایک یا دو یا تین پر محدود نہیں کیا جائے گا بلکہ جس طرح چار سواریاں رکھنے والے کے لیے جائز ہے کہ اگر وہ ان کا خرچ اٹھا سکتا ہے تو چار سواریاں رکھے، کبھی ایک پر سواری کرے تو کبھی دوسری پر۔ ایسی صورت میں اس کے پاس گھوڑا، خچر اور گدھا ہو گا جبکہ اس کے پاس ان کی گنجائش اور ان کا خرچہ اٹھانے کی طاقت ہو۔ اسی طرح جس کے پاس وسعت ہو اس کے لیے چار بیویاں رکھنا مباح یعنی جائز ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کو ایک ہی سواری کفایت کرتی ہے اور اسی سے اس کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ یہ زبردست علم والے، حکمت والے کی تقسیم اور فیصلہ ہے۔

بیوی اور تین شرائط

اللہ پاک نے بیوی کے ساتھ تین شرطیں رکھی ہیں اگر وہ پائی جائیں تو بندے کی ضرورت پوری ہو جائے اور اس کے نفس کو سکون حاصل ہو اور یہ ذاتِ خداوندی پر دلالت کرنے والی نشانی بن جائے۔ اگر وہ شرطیں ایک میں موجود نہ ہوں تو اب مزید دوسری، پھر تیسری اور پھر چوتھی سے بھی نکاح کر سکتا ہے اور یہ چاروں ایک ہی کے قائم مقام ہوں گی اور لامحالہ مؤمنوں کو قلبی سکون واطمینان حاصل ہو گا۔ یہ بات اللہ پاک کی نشانیوں اور اس کی حکمتوں پر دلالت کرنے والی بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةًؕ (پ ۲۱، الروم: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ اُن سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبّت اور رحمت رکھی۔

اگر نفس کا آرام وسکون، رحمتِ قلب اور محبت ایک ہی بیوی سے حاصل ہو جائے تو یہ بھی اللہ پاک کی نشانیوں میں سے ہے، اسی میں کفایت اور بے فکری ہے اور اگر سکون، راحت اور محبت ایک کے بجائے چار بیویوں سے حاصل ہو تو اب چار اسے کفایت کریں گی اور اسی میں شوہر کے لیے کفایت اور بے فکری ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ پاک کسی کو ایک ہی سے کفایت اور بے فکری عطا فرما دیتا ہے اور چار سے اسے رضا مندی اور کنبہ اور اولاد کی کثرت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی اللہ پاک کی نشانیوں میں سے ہے اور یہ تمام اسی کے لیے ہے جو ان سب کی طاقت رکھنے والا اور ثابت قدم ہو۔

بعض بزرگانِ دین نے بیویوں کو قمیص سے تشبیہ دی ہے یعنی یہ قمیض کی طرح ہیں کہ اگر کسی کے پاس چار قمیصیں ہوں تو یہ اسراف نہیں اور چار سے زیادہ کو اِسراف کہا گیا ہے، اسی طرح اللہ پاک نے چار عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز قرار دیا ہے۔ قمیص سے تشبیہ دینے کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تمہاری لباس ہیں۔

یعنی انہیں لباس کے معنٰی میں بیان کیا گیا اور چار تک کی اجازت دی۔

اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (پ ۴، النسآء: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں۔

پھر آیتِ مبارکہ میں دو پر آمادہ کرنے اور اس کے استحباب کے لئے عدد "دو" سے کلام کی ابتدا فرمائی اور واحد کا ذکر نہ کیا۔ کبھی عدل پایا جاتا ہے اور دو کی موجودگی میں بھی ممکن ہوتا ہے ورنہ ایک سے زیادہ میں عدل نہ کرنے کا ڈر ہو تو پھر ایک ہی کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (پ ۴، النسآء: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔

آیت میں چار کے ساتھ عدل کی شرط بیان ہوئی پھر ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ (پ ۴، النسآء: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

یعنی ایک بیوی پر اکتفا کرنا زیادہ بہتر ہے کہ ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں تم سے ظلم سرزد نہ ہو۔

حجاز کے بعض فقہاء اور اہلِ لغت کا قول ہے کہ "لَا تَعُوْلُوْا" سے مراد ہے تمہارے عیال کی کثرت نہ ہو۔ لیکن پہلا قول ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اس میں قرآن پاک سے زیادہ مطابقت بھی ہے اور گویا اس معنیٰ کا نص پر عطف ہے نیز لغت کے اعتبار سے یہی درست ہے۔ اکثر اہلِ عرب کہتے ہیں: "عَالَ يَعُوْلُ" کا معنیٰ ظلم کرنا ہے اور "اَعَالَ يُعِيْلُ" کا معنیٰ عیال کی کثرت ہے اور جس نے ان دونوں کا معنیٰ ایک قرار دیا ہے تو یہ شاذ قول ہے۔

بیویوں کے درمیان عدل سے مراد

بیویوں کے درمیان عدل سے مراد ان کے اخراجات، لباس، رہائش اور خرچ کے معاملات میں برابری رکھنا ہے لہٰذا کسی کے ضروری اور لازمی حق میں کمی کر کے اس پر زیادتی نہ کرے۔

حدیث پاک میں ہے: جس کی دو بیویاں ہوں پھر وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو جائے۔[1]

[1]......ابوداود، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، ۲/ ۳۵۳، حدیث: ۲۱۳۳

نسائی، کتاب عشرة النساء، میل الرجل الی بعض نسائه دون بعض، ص ۶۴۴، حدیث: ۳۹۴۸

دوسری حدیث میں ہے: ان کے درمیان عدل نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی۔[1]

محبت اور ہم بستری میں برابری رکھنا ضروری نہیں کیونکہ یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے جبکہ رات گزارنے میں برابری رکھے۔ اس پر یہ لازم بھی نہیں جس کے پاس رات گزارے اس کے ساتھ ہمبستری بھی کرے بلکہ اس پر یہ لازم ہے کہ باری باری ہر ایک کے پاس رات ٹھہرے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ (پ۵، النسآء: ۱۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو۔

یعنی چاہنے کے باوجود بھی تم محبت اور ہمبستری کرنے میں عورتوں کے ساتھ برابری نہ کر سکو گے کیونکہ یہ (کمی واضافہ) دلوں اور خواہشِ نفس میں قدرت کا فعل ہے۔

ازواجِ مطہرات کے درمیان عدل

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ازواجِ مطہرات کو عطا کرنے اور رات گزارنے میں انصاف فرماتے تھے اور **اللہ** پاک کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے: یہ میری کوشش اس چیز میں ہے جس کا میں مالک ہوں اور جس کا تو مالک ہے، میں مالک نہیں، اس میں میری کوئی طاقت نہیں۔ یعنی محبت اور ہمبستری۔[2]

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ازواجِ مطہرات میں بعض سے زیادہ محبت تھی اور تمام ازواج میں سب سے زیادہ محبت سیِّدہ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے تھی۔

مرضِ وصال میں بھی عدل

مروی ہے کہ مرضِ وصال میں ہر دن اور رات حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اٹھا کر ازواجِ مطہرات کے

---

[1] ......ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر، ۲/۳۷۵، حدیث: ۱۱۴۴

نسائی، کتاب عشرۃ النساء، میل الرجل الی بعض نسائہ دون بعض، ص ۶۴۴، حدیث: ۳۹۴۸

[2] ......ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر، ۲/۳۷۴، حدیث: ۱۱۴۳، نحوہ

ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب القسمۃ بین النساء، ۲/۳۷۵، حدیث: ۱۹۷۱، نحوہ

پاس لے جایا جاتا تو ارشاد فرماتے: کل میں کہاں ہوں گا؟ ایک زوجۂ مطہرہ سمجھ گئیں کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے دن کے بارے میں استفسار فرماتے ہیں۔ چنانچہ ازواج مطہرات نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہماری طرف سے اجازت ہے کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے پاس ہی رہیں کیونکہ ہر رات اٹھانے کی وجہ سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے تو حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم سب اس پر راضی ہو؟ سب نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: تو پھر مجھے عائشہ کے گھر لے چلو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرمایا کرتی تھیں: جب آپ کی روح مبارکہ قبض کی گئی تو آپ میرے گھر میں اور میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اس پر فخر فرماتی تھیں۔[1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَمِیۡلُوۡا کُلَّ الۡمَیۡلِ (پ۵، النسآء: ۱۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ۔

یعنی ایک کی طرف جھک کر دوسری کے خرچ اور حق میں کمی کرے۔

فَتَذَرُوۡہَا کَالۡمُعَلَّقَۃِ (پ۵، النسآء: ۱۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: کہ دوسری کو اَدھر (درمیان) میں لٹکتی چھوڑ دو۔

اس طرح بے ٹھکانا نہ چھوڑو کہ نہ شوہر والی رہے اور نہ طلاق والی، یوں کہ شوہر والی نہ ہوتی تو اپنا گزارہ کر لیتی اور شوہر والی ہوتی تو وہ اس کی کفالت کرتا۔

اہلِ عرب میں سے اگر کوئی کسی معاملے کو موقوف کر دیتا تو یہ کہتا کہ "عَلَّقْتُ الْاَمْرَ" میں نے اسے معلق کر دیا یعنی لٹکتا چھوڑ دیا، اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا، لہٰذا شوہر کو چاہیے ایسا نہ کرے بلکہ اپنی بیویوں کے پاس رہنے کی باریاں مقرر کرے اور ہر ایک کے پاس ایک دن اور رات گزارے، ہاں اگر کوئی بیوی اپنی باری کسی کو دے دے تو اسے اختیار ہے۔

حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا اپنی باری ہبہ کرنا

اللہ پاک کے آخری رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ازواج مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ کی باریاں مقرر کر

---

[1] ......بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ووفاتہ، ۳/ ۱۵۷، حدیث: ۴۴۵۰

طبقات ابن سعد، ذکر قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بین نسائہ، ۸/ ۱۳۵ تا ۱۳۸

رکھی تھیں۔[1] جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو ان کے عمر رسیدہ ہو جانے کی وجہ سے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے اپنی باری کی رات حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو دیدی اور سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی کہ مجھے اپنی زوجیت میں رکھیں تاکہ بروزِ قیامت مجھے بھی ازواجِ مطہرات کے زمرے میں اٹھایا جائے۔ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے لیے دو راتیں مقرر فرمادیں اور دیگر ازواج مطہرات کے لیے ایک ایک رات۔[2]

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی زوجۂ مطہرہ کی باری نہیں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان سے قربت کا ارادہ فرماتے تو اس دن یا رات میں ان زوجۂ مطہرہ سے قربت فرماتے پھر خوب عدل فرماتے ہوئے تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے۔[3] چنانچہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک رات میں تمام ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لے گئے[4] اور اسی طرح حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چاشت کے وقت نو ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لے گئے۔[5]

ہمبستری میں وقفہ کی مقدار

جس کی ایک ہی بیوی ہو تو اسے چاہیے کہ ہر تین راتوں کے بعد اس سے ہمبستری کرے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کسی کی چار بیویاں ہوں تو ہر ایک کی باری تین دن کے بعد آئے گی۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر

[1]......ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی التسویة بین الضرائر، ۲/ ۳۷۴، حدیث: ۱۱۴۳

[2]......بخاری، کتاب الھبة... الخ، باب ھبة المرأة... الخ، ۲/ ۱۷۳، حدیث: ۲۵۹۳

[3]......بخاری، کتاب الغسل، باب اذا جامع ثم عاد... الخ، ۱/ ۱۱۱، حدیث: ۲۶۸، نحوہ

بخاری، کتاب الغسل، باب الجنب یخرج... الخ، ۱/ ۱۱۷، حدیث: ۲۸۴، نحوہ

[4]......بخاری، کتاب الغسل، باب الجنب یخرج... الخ، ۱/ ۱۱۷، حدیث: ۲۸۴، عن انس

ابوداود، کتاب الطھارة، باب فی الجنب یعود، ۱/ ۱۰۶، حدیث: ۲۱۸، عن انس

[5]......مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۴/ ۲۶۷، حدیث: ۱۳۵۰۵

فاروق اور حضرت سیِّدُنا کعب بن اسود رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے بھی یہ فیصلہ فرمایا کہ شوہر ہر چار راتوں میں ایک مرتبہ بیوی سے قربت کرے۔ اگر وہ جانے کہ بیوی کی خواہش اس سے زیادہ ہے تو اس کی خواہش پوری کرے تاکہ عورت پاک دامن رہے اور گناہ میں پڑنے سے حفاظت رہے۔ اگر جانے عورت کو خواہش نہیں یا رغبت کم ہے تو مہینے بھر میں ایک بار یا سال میں ایک بار قربت کرے۔ عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ شوہر دن میں یا رات میں جس وقت اسے بلائے یعنی قربت کرنا چاہے تو وہ اسے منع کر دے، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھے۔

مولا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے 10 نکاح

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے 10 عورتوں سے نکاح فرمایا اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی چار ازواج اور 17 کنیزیں تھیں۔ شام کے ایک حاکم کو جب آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے کثرت نکاح کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے کہا: میں بہت شادیاں کرنے والا اور طلاق دینے والا نہیں ہوں۔ اس قول سے اس کا مقصد آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ پر تنقید تھا۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے وصال مبارک کی نو راتوں کے بعد ان کی وصیت کے مطابق حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نواسی حضرت امامہ بنت زینب رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے نکاح فرمایا۔

سیِّدُنا حسن بن علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کے نکاح

حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے 250 عورتوں سے نکاح فرمایا اور ایک قول کے مطابق 300 عورتوں سے نکاح فرمایا۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم ان کے کثرت نکاح کے سبب تنگ دل ہوتے اور طلاق یافتہ خواتین کے گھر والوں سے حیا محسوس کرتے۔ آپ لوگوں سے کہا کرتے تھے: حسن سے نکاح کا معاملہ نہ کرو کیونکہ وہ بہت زیادہ طلاق دینے والے ہیں۔ ہمدان کے ایک شخص نے عرض کی: اے امیر المؤمنین: اللہ کی قسم وہ جتنے چاہیں گے ہم ان کے نکاح کریں گے، جو انہیں پسند ہو اسے روک لیں اور جو ناپسند ہو اسے طلاق دے دیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم

نے یہ سن کر خوشی کا اظہار فرمایا اور آپ نے یہ شعر کہا:

لَوْ كُنْتُ بَوَّابًا عَلٰى بَابِ جَنَّةٍ   لَقُلْتُ لِهَمْدَانَ اُدْخُلِيْ بِسَلَامٍ

ترجمہ: اگر میں جنت کے کسی دروازے پر دربان ہوتا تو اہلِ ہمدان سے کہوں گا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

صورت میں رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مشابہ

حضرت سیّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے کثرت نکاح کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ صورت اور سیرت میں رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مشابہ تھے۔ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو[1] اور ارشاد فرمایا: حسن مجھ سے اور حسین علی سے ہے۔[2]

حضرت سیّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے کبھی چار عورتوں سے ایک ساتھ نکاح فرمایا اور کبھی چار عورتوں کو طلاق دی۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے غلام کو دو عورتوں کے پاس طلاق کے لیے بھیجا اور فرمایا: ان سے کہو کہ عدت میں بیٹھیں اور دونوں کو 10،10 ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا، اس نے ایسا ہی کیا، جب واپس آیا تو اس سے پوچھا: ان دونوں عورتوں نے کیا کہا؟ عرض کی: ایک نے تو خاموشی سے سر جھکا لیا اور دوسری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور میں نے اسے یہ کہتے سنا: محبوب سے جدائی کے مقابلہ میں یہ سامان بہت تھوڑا ہے۔ آپ نے سر جھکا لیا اور آپ کو اس پر ترس آیا پھر فرمایا: اگر میں کسی عورت سے رجوع کرتا تو اس سے کر لیتا۔

حکایت: نواسۂ رسول کی محبت میں کمی گوارا نہیں

ایک دن حضرت سیّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فقیہ مدینہ حضرت سیّدُنا عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کی بیٹی کے لیے نکاح کا پیغام دیا۔ انہوں نے کہا: آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں لیکن آپ بہت طلاق دینے والے ہیں اور میں پسند نہیں کرتا کہ آپ کے بارے میں میرے دل میں کوئی تبدیلی اور محبت میں کمی آئے، اگر آپ ضمانت دیں کہ میری بیٹی کو طلاق نہیں دیں گے تو میں

---

[1] ......بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب مناقب الحسن والحسین، ۲/۵۴۷، حدیث: ۳۷۵۲، نحوہ

[2] ......ابو داود، کتاب اللباس، باب فی جلود النمور والسباع، ۴/۹۳، حدیث: ۴۱۳۱۔ معجم کبیر، ۲۰/۲۶۸، حدیث: ۶۳۵

اپنی بیٹی کا آپ سے نکاح کر دیتا ہوں۔ آپ خاموش ہو گئے اور اپنے ایک ساتھی کا سہارا لے کر فرمایا: عبد الرحمٰن اپنی بیٹی کو میرے گلے کا طوق بنانا چاہتے ہیں۔

نکاح کرو اور طلاق نہ دو

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: بے شک **اللہ** پاک نکاح کو پسند اور طلاق کو ناپسند فرماتا ہے، اس لیے نکاح کرو اور طلاق نہ دو۔[1]

جو چار سے زیادہ نکاح کرنے کو پسند کرتا ہو اور فقط اسی لیے طلاق دے تو ایسا کرنا درست نہیں۔ حضرت سَیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے 80 عورتوں سے نکاح کیا، کئی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ایسے تھے جن کی تین تین اور چار چار ازواج تھیں اور جن صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی دو دو بیویاں تھیں ان کی گنتی بے شمار ہے۔

کثرتِ نکاح کا فائدہ

کہا گیا ہے کہ کثرت نکاح کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی بد نگاہی اور غلط راستے پر جانے سے بچا رہتا ہے۔ مروی ہے کہ جب نگاہ نیچی رہی، آدمی حرام سے باز رہا، غلط راستے پر جانے سے بچا، آنکھ اور نفس کی حفاظت کی تو حلال میں وسعت ہو گی اور ایسا اس لئے ہے کہ نفس کی راحتیں اس کے ہم جنس سے وابستہ ہیں جو کہ ذِکْرُ اللہ سے رُکنا ہے۔ چنانچہ پرہیز گار لوگوں کی راحت تو جائز اور حلال کاموں میں ہوتی ہے۔

اپنے دلوں کو راحت دو

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ (پ ۹، الاعراف: ۱۸۹)   ترجمۂ کنز الایمان: کہ اس سے چین (آرام) پائے۔

نفس کا یہ سکون اپنے ہم جنس سے ہے کیونکہ ہم جنس صفات کے تعلق سے بیوی نفس کے موافق ہے۔ یہی ایک مراد امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے اس قول کی ہے کہ ”اپنے دلوں کو راحت

[1]......مسند بزار، مسند ابی موسی، ۸/ ۷۰، حدیث: ۳۰۶۶، نحوہ

مصنف عبد الرزاق، کتاب الطلاق، باب طلاق ان شاء اللہ تعالی، ۶/ ۳۰۲، حدیث: ۱۱۳۷۵، نحوہ

دو۔" یعنی ذکر میں آرام دو۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنے دلوں کو جائز کاموں کی طرف لگا کر راحت دو یعنی آخرت کے ذکر کے معاملے میں انہیں جائز کاموں میں لگا کر راحت دو کیونکہ ذکر کے بھی بوجھ ہوتے ہیں۔

یوں ہی حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "لِکُلِّ عَامِلٍ شِرَّۃٌ وَلِکُلِّ شِرَّۃٍ فَتْرَۃٌ فَمَنْ کَانَتْ فَتْرَتُہٗ اِلٰی سُنَّتِیْ فَقَدِ اھْتَدٰی یعنی ہر عمل کرنے والے کے لئے مشقت ہے اور ہر مشقت والے کے لئے راحت ہے تو جس کی راحت میری سنت (پر عمل میں) ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گیا۔"[1] حدیثِ پاک میں مذکور لفظ "شِرَّۃٌ" کا معنٰی ہے: "محنت کرنا اور کسی کام کے لئے قوت، پختہ ارادے اور عزم کے ساتھ مشقت جھیلنا" اور یہ مرید کے حال کی ابتدا میں ہوتا ہے اور "فَتْرَۃٌ" کا معنٰی ہے: "استراحت کے لئے مجاہدہ سے ٹھہرنا اور رکنا" اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب نفس اکتاہٹ کا شکار ہو جائے یا نقصان کا اندیشہ ہو یا مجاہدہ کے لئے قوت کمزور پڑ جائے۔

نفس کو راحت دینے کا فائدہ

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں کچھ دیر کھیل کود سے اپنے نفس کو راحت و سکون پہنچاتا ہوں تاکہ اس کے سبب بعد میں حق پر قوی ہو جاؤں۔

پہلے کی خواتین آج کی خواتین سے مختلف تھیں، جب مرد اپنے گھر سے نکلتا تو اس کی بیوی یا بیٹی اس سے کہتی: حرام کما کر نہ لانا ورنہ تم جہنم میں جاؤ گے اور ہم اس کا سبب بنیں گے، ہم بھوک اور تکلیف تو برداشت کر سکتے ہیں لیکن جہنم کی آگ برداشت کرنے کی طاقت ہم میں نہیں ہے۔

حکایت: بھلائی میں رکاوٹ بننا پسند نہیں

اسلافِ کرام میں سے ایک بزرگ جہاد میں تشریف لے جانے لگے۔ دوستوں نے ان کے ساتھ دل لگی کی وجہ سے ان کے جانے کو پسند نہ کیا تو وہ ان کے گھر والوں کے پاس آئے اور کہا: آپ اپنے شوہر کو سفر پر کیوں جانے دے رہی ہیں؟ وہ آپ کے لیے کھانے پینے کا کوئی سامان بھی چھوڑ کر نہیں جا رہے ہیں، یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب تک آپ سے غائب رہیں گے اور کب واپس آئیں گے؟ انہوں نے جواب دیا: آج تک

[1] ......مسند امام احمد، مسند عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص، ۲/ ۵۴۹، حدیث: ۶۴۸۷

تنبیہ الغافلین للسمرقندی، فضل صوم التطوع وصوم ایام البیض، ص ۱۸۶، حدیث: ۵۷۴

میں نے اپنے شوہر کو کھانے والا ہی جانا ہے کبھی رزّاق نہیں جانا، کھانے والا چلا جاتا ہے لیکن رزاق تو موجود رہتا ہے نیز مجھے پسند نہیں کہ اپنے شوہر کے لئے نحوست بنوں اور انہیں بھلائی کے راستے سے روک دوں۔

حضرت سیِّدُنا احمد بن عیسیٰ خَرّاز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے نکاح فرمایا تو اپنی زوجہ سے پوچھا: مجھ سے نکاح کرنے اور مجھ میں رغبت رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ نیک سیرت زوجہ نے جواب دیا: تا کہ میں آپ کا حق ادا کروں اور اپنا حق آپ کو معاف کر دوں۔

ایک ولیہ کی شانِ ولایت

حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بِنتِ اسماعیل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا نے حضرت سیِّدُنا احمد بن ابو حواری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے عبادت میں مشغول رہنے کی وجہ سے نکاح کرنا پسند نہ فرمایا۔ جب حضرت سیِّدَتُنا رابعہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا نے اصرار کیا تو حضرت سیِّدُنا احمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اپنی حالت میں مشغولیت کی وجہ سے میرا عورتوں سے نکاح کا کوئی ارادہ نہیں۔ حضرت سیِّدَتُنا رابعہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا نے ان سے کہا: میں اپنے حال میں آپ سے زیادہ مشغول ہوں اور مجھے بھی مردوں کی خواہش نہیں ہے، لیکن مجھے اپنے شوہر کی وراثت میں تین لاکھ دینار ملے ہیں اور یہ حلال مال ہے۔ میں چاہتی ہوں اسے آپ پر اور آپ کے بھائیوں پر خرچ کروں اور آپ کے ذریعے نیک لوگوں کی معرفت حاصل کر کے **اللہ** پاک کی بارگاہ تک رسائی حاصل کروں۔ حضرت سیِّدُنا احمد بن ابو حواری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں اپنے استاد صاحب سے اجازت لے کر جواب دوں گا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: میں اپنے استاد حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے حضرت رابعہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا کا ذکر کیا۔ وہ مجھے شادی کرنے سے منع کیا کرتے اور فرماتے تھے: ہمارے ساتھیوں میں سے جس نے بھی شادی کی اس کا حال تبدیل ہو گیا۔ میں نے جب ان سے حضرت رابعہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا کی ساری گفتگو ذکر کی تو انہوں نے اپنا سر گریبان میں داخل کیا اور کچھ دیر خاموش رہے پھر سر اٹھایا اور فرمایا: احمد! اس سے شادی کر لو، وہ **اللہ** کی ولیہ ہے اور اس کی باتیں صدیقین کی باتیں ہیں۔ چنانچہ میں نے ان سے شادی کر لی، ان کے گھر میں ایک کُر (3686 کلو گرام کے برابر) چونا تھا جو کھانے کے بعد جلدی نکلنے والوں کے ہاتھ دھونے کی وجہ سے ختم ہو چکا تھا اور گھر کے اندر (کھانے کے بعد) اشنان سے ہاتھ دھونے والوں کی

تعداد اس کے علاوہ تھی۔ ان سے نکاح کے بعد میں نے تین اور عورتوں سے شادی کی تو حضرت رابعہ رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہَا مجھے اچھا کھانا کھلا کر اور خوشبو لگا کر کہتیں: نشاط اور قوت کے ساتھ اپنی بیویوں کے پاس جاؤ۔

حضرت سیِّدَتُنا رابعہ رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہَا اہلِ باطن میں سے تھیں اور صوفیا ان سے باطن کے احوال پوچھا کرتے تھے اور خود حضرت سیِّدُنا احمد رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ بھی بعض باطنی مسائل میں ان سے رجوع کیا کرتے تھے۔ حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بنتِ اسماعیل رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہَا ملکِ شام میں ایسی تھیں جیسی حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ عَدَویہ رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہَا بصرہ میں۔

شادی کے متعلق مُنْصِف قول

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ شادی کے متعلق انصاف پر مبنی یہ قول فرماتے تھے: جو سختی پر صبر کر سکے اس کے لیے شادی کرنا افضل ہے اور غیر شادی شدہ کو دلی اطمینان اور عمل میں جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ اہل وعیال والے کو حاصل نہیں ہوتی۔

ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے اپنے دوستوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ دیکھا جو شادی کے بعد اپنی پہلی حالت پر قائم رہا ہو۔

آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو ان کی طلب میں پڑا وہ دنیا میں پڑ گیا: (1) کسبِ معاش (2) شادی اور (3) حدیث لکھنا۔

عورت کیا چاہتی ہے؟

بے شک عورت کو اچھی طرح پیش آنے، عمدہ حکمت، کچھ غمگساری، نرمی، خرچ میں کشادہ دلی، اچھے اخلاق اور نرم کلام کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا علم والا اور بردبار شخص ہی کر سکتا ہے اور اس پر معرفت والا دانا شخص ہی قائم رہ سکتا ہے۔ جو اس پر قائم نہ رہ سکے، نہ اس کی طرف راہ پائے، نہ اخراجات کے لئے تیار رہے، اجتماعیت سے اسے الفت نہ ہو، تنہائی پسند ہو، اکیلا کھانے کا عادی ہو، تنگ دل اور خرچ کرنے میں بخیل ہو، بُرے اخلاق والا ہو، سخت دل اور سخت مزاج ہو تو ایسے کے لئے تنہائی ہی زیادہ بہتر ہے اور عورتوں سے دوری میں اس کے دل کے لئے زیادہ راحت ہے۔ ایسے کردار کا حامل شخص اگر نکاح کر لے تو دوسرے کو بھی

عذاب میں ڈالے گا اور خود بھی عذاب میں مبتلا ہو گا، دوسرے کو تکلیف دے گا اور خود بھی تکلیف اٹھائے گا، خود بھی گناہ گار ہو گا اور دوسرے کو بھی گناہ گار کرے گا۔ اسی وجہ سے عورتوں کی حماقتیں برداشت کرنے کے لئے اچھی بردباری کی ضرورت ہوتی ہے، ان کی جہالتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے وسیع علم کی حاجت ہوتی ہے، ان کے اخلاق پر مہربانی اور حکمت کے ساتھ ساتھ نرمی کے برتاؤ کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کی غلطیوں سے چشم پوشی کی حاجت ہوتی ہے۔ اب اگر مرد بھی جاہل اور احمق ہو یا بداخلاق اور سخت مزاج ہوا تو جہالت کا اجتماع ہو جائے گا، عقل بٹ جائے گی، ظلم و زیادتی، سخت دلی اور ایذارسانی کا بازار گرم ہو جائے گا۔ اصلاح سے زیادہ فساد برپا ہو گا، باہم نفرت بڑھ جائے گی اور دونوں کے درمیان کبھی صلح نہ ہو سکے گی۔ دانش مندوں کا یہ طریقہ نہیں۔

جو نکاح کا ارادہ کرے اس کے لیے میرے نزدیک مستحب ہے کہ اپنے تمام احوال اور عادات کے بارے میں عورت کو بتادے تاکہ وہ اس کے بارے میں سوچ وبچار کر لے، اس کے حال کو یقینی طور پر جان لے اور مرضی ہو تو نکاح کرے یہی تقویٰ ہے اور بعض اسلاف کا یہی طریقہ تھا۔

حکایت: دھوکے باز کو سزا

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے دورِ مبارک میں ایک شخص نے نکاح کیا اور وہ سیاہ خضاب لگاتا تھا۔ جب خضاب اترا اور بالوں کی سفیدی ظاہر ہوئی تو عورت کے گھر والوں نے حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی بارگاہ میں معاملہ پیش کیا اور کہا: ہم نے اسے جوان سمجھا تھا۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اسے درے لگوائے اور فرمایا: تو نے لوگوں کو دھوکا دیا پھر ان کے درمیان جدائی کروادی۔

حضرت سیِّدُنا شعیب بن حرب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا تو اسے بتایا: میرے اخلاق اچھے نہیں۔ اس نے کہا: تم سے زیادہ بُرے اخلاق والا وہ ہے جو تمہیں بُرے اخلاق پر مجبور کرے۔

حکایت: بداخلاق کو چلتا کیا

اس کے برعکس منقول ہے کہ ایک شخص نے جب نکاح کا ارادہ کیا تو عورت سے کہا کہ مجھ میں کچھ بداخلاقیاں اور بُری عادتیں ہیں، ان کے بارے میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں یہ گوارا ہو تو تم مجھ

سے نکاح کرلو۔ عورت نے کہا: بتاؤ۔ اس نے کہا: میں جلد اکتانے والا، کینہ پرور، بدگمان، حد سے زیادہ غیرت کھانے والا، تنگ دل اور بہت مارنے والا ہوں، اگر تم زیادہ وقت میرے پاس موجود رہو گی تو میں تم سے اکتاہٹ کا شکار ہو جاؤں گا اور اگر مجھ سے دور رہو گی تو مجھے مضطرب کردو گی، جب تم بولو گی تو میرا سینہ غصہ سے بھڑکنے لگے گا اور جب خاموش ہو گی تو میرا دل بے قرار ہو جائے گا۔ عورت نے جواب دیا: جن بُرے اخلاق کا تم نے ذکر کیا، ان کی موجودگی میں تو شیطان کی بیٹیاں بھی تم سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہوں گی تو آدمی کی بیٹیاں نکاح کے لئے کیسے حامی بھر سکتی ہیں۔ آرام سے چلے جاؤ، ہمیں تمہاری کوئی حاجت نہیں۔

نکاح کرنے میں اچھی نیتیں

جس شخص کو مصائب (گناہوں) میں پڑنے کا خوف ہو اور اسے کچھ اچھی خصلتوں کی حامل عورت مل رہی ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا افضل ہے۔ اس وقت نکاح کرنے میں چند اچھی نیتیں کرنی چاہیے کیونکہ نیت بڑے اعمال میں سے ہے۔ صرف اپنی خواہش کی وجہ سے نکاح نہ کرے۔ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جب حق خواہش کے موافق ہو جائے تو وہ عمدہ کھجور کے ساتھ مکھن کا مزا دیتا ہے۔ نکاح سنت کی ادائیگی، دل کی درستی، اپنے دین کی سلامتی، نگاہیں نیچی رکھنے اور پاکدامنی کی نیت سے کرے۔ ان تمام باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ گھر والوں کے لئے کمانے کے معاملے میں اللہ پاک سے رجوع اور توبہ کرتا رہے۔ امورِ آخرت میں جیسی خیر خواہی اپنی ذات کے لئے چاہتا ہے اسی طرح اپنے گھر والوں کی بھی خیر خواہی کرتا رہے حتّٰی کہ اسے بھی اس سبب سے اجر ملے جس طرح خود اسے عمل کرنے پر ثواب ملتا ہے کیونکہ وہ ان کی خیر خواہی کرتا اور ان کے لئے ہمدردی کرتے ہوئے فکر مند رہتا ہے۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے گھر والوں پر خرچ کرے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے[1] اور بے شک مرد کو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے کی وجہ سے بھی اجر دیا جاتا ہے۔[2]

---

[1] ......بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال... الخ، ١/٣٤، حدیث: ٥٥

ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، ٣/٦، حدیث: ٢١٣٨

[2] ......بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث البنات، ٤/٣١٦، حدیث: ٦٧٣٣

ایک روایت میں یوں ہے: اس کا اجر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔[1]

ابدال والا عمل

ایک شخص کسی عالِم صاحب کو خود پر ہونے والے انعاماتِ الٰہیہ شمار کرواتے ہوئے بتا رہا تھا کہ اللہ کریم نے مجھے تمام نیک اعمال سے حصہ عطا فرمایا ہے حتّٰی کہ اس نے حج، جہاد اور دیگر عبادات کا بھی ذکر کیا تو عالِم صاحب نے اس سے فرمایا: تمہارا ابدال والا عمل کہاں ہے؟ کہنے لگا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: حلال کمانا اور اہل و عیال پر خرچ کرنا۔

جہاد سے افضل عمل

ایک جہاد میں حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا تم ایسے عمل کو جانتے ہو جو جہاد سے افضل ہو؟ ساتھیوں نے عرض کی: نہیں، اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرنا اور اس کے دشمنوں سے لڑنا، اس سے افضل کون سا عمل ہو سکتا ہے؟ فرمایا: میں جانتا ہوں۔ ساتھیوں نے پوچھا: وہ کون سا عمل ہے؟ فرمایا: عیال دار پاک دامن شخص جو رات کے کسی حصے میں بیدار ہو اور اپنے سوئے ہوئے بچوں کی طرف دیکھے، ان پر چادر نہ ہو تو وہ ان پر چادر ڈال دے اور انہیں اپنی چادر سے ڈھانپ دے تو اس کا یہ عمل ہمارے اس عمل (یعنی جہاد) سے افضل ہے۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: میں تنگ دستی اور عیال داری کے ہاتھوں مجبور ہوں، براہِ کرم! میرے حق میں دعا فرمایئے۔ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس شخص سے فرمایا: جب تمہارے گھر والے تم سے بولیں: ہمارے پاس نہ روٹی ہے نہ ہی آٹا اور ہم فاقہ میں مبتلا ہیں تو اس وقت تم اللہ کریم سے میرے حق میں دعا کرنا کیونکہ اس وقت تمہاری دُعا میری دعا سے افضل ہو گی۔

جنّت میں آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوسی

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت ہے: جو شخص اچّھی طرح نماز پڑھتا ہو، اُس کے عَیال

[1]......معجم اوسط، ۳/۱۶۹، حدیث: ۴۲۱۴، نحوہ

(یعنی گھر والے) زیادہ اور مال کم ہو اور وہ شخص مسلمانوں کی غیبت نہ کرتا ہو تو میں اور وہ جنّت میں ان دو کی طرح ہوں گے (آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر دکھائی)۔[1] دوسری روایت میں یوں ہے: بے شک **اللہ** پاک سوال سے بچنے والے محتاج عیال دار کو محبوب رکھتا ہے۔[2]

نیت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اہل و عیال کی مصلحتوں کی جانب توجہ مبذول کرنا اور ان کے مصائب وآلام پر غمگین ہونا نیکیوں میں بڑھوتری کا باعث ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی اعمال میں سے ایک عمل ہے۔

گناہوں کا کفارہ

حدیثِ پاک میں ہے: جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو **اللہ** پاک اسے غم اور پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔[3]

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ صرف اہل و عیال کے غم ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے: بعض گناہ ایسے ہیں جنہیں صرف کسبِ معاش کا غم ہی مٹا سکتا ہے۔[4]

گھر والوں کی مشکلات پر صبر کرنا، ان کی تکالیف کو اچھے انداز میں برداشت کرنا اور ان کے ساتھ حُسنِ معاشرت رکھنا نیکیاں اور اعمالِ صالحہ ہیں۔ کبھی اہلِ خانہ کی موت بندے کے لئے سزا اور حصہ میں کمی کا سبب ہوتی ہے کیونکہ ان کے معاملات پر صبر کرنے اور ان پر خرچ کرنے میں اس کے لئے مقام تھا تو اس حال سے جدائی اس کے لئے نقصان کا باعث ہوئی۔

حکایت: نکاح نہ کرنے کا وبال

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: ایک عابد بزرگ اپنی زوجہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ زوجہ کے انتقال کے بعد دوستوں نے ان سے کہا: نکاح کر لیجئے! لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا: تنہائی میرے دل

---

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ۱/ ۴۲۸، حدیث: ۹۸۲، بتقدم وتاخر

[2] ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب فضل الفقراء، ۴/ ۴۳۲، حديث: ۴۱۲۱

[3] ......مسند امام احمد، مسند السيدة عائشة، ۹/ ۵۰۰، حديث: ۲۵۲۹۱، نحوه

[4] ......معجم اوسط، ۱/ ۴۲، حديث: ۱۰۲

کو راحت دیتی ہے اور میری سوچ کو منتشر نہیں ہونے دیتی۔ ایک بار انہوں نے (نکاح کا اِرادہ ظاہر کرتے ہوئے) فرمایا: میں نے اپنی زوجہ کی وفات کے ایک ہفتہ بعد خواب دیکھا گویا کہ آسمان کے دروازے کھولے گئے اور لوگ ہوا میں ایک دوسرے کے پیچھے اُتر کر آنے لگے، جب بھی کوئی اترتا تو میری طرف دیکھتا اور اپنے پیچھے والے سے کہتا: "یہ منحوس ہے۔" دوسرا کہتا: "ہاں!" تیسرا اور چوتھا بھی اسی طرح گفتگو کرتے۔ اس معاملے نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا اور یہ معاملہ مجھ پر گراں گزرا لیکن میں ان سے ہیبت کی وجہ سے اس بارے میں کچھ پوچھ نہ سکا، آخر میں ایک لڑکا میرے پاس آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ یہ منحوس کون ہے جس کی طرف تم اشارہ کرتے ہو؟ اس نے کہا: تم۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا: ہم تمہارا نامۂ اعمال راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے اعمال ناموں کے ساتھ اٹھاتے تھے، لیکن ایک ہفتہ سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ ہم اسے پیچھے رہ جانے والوں میں رکھیں۔ ہم نہیں جانتے کہ تم نے کیا کیا؟ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد انہوں نے دوستوں سے کہا: "میرا نکاح کر دو!" اس کے بعد ایک، دو یا تین بیویاں ان کے نکاح میں رہتی تھیں۔

چار بیویوں سے زیادہ نقصان کا باعث

بسا اوقات نفسِ امارہ انسان پر چار بیویوں سے زیادہ نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ جو اہل وعیال کو ناپسند جانتا ہے وہ صرف اس وجہ سے ناپسند جانتا ہے کہ اہل وعیال میں مشغولیت **اللہ** پاک اور اس کا قرب دلانے والے نیک اعمال سے دوری کا سبب بنتی ہے اور جس کے اہل وعیال موجود نہ ہوں اور وہ **اللہ** پاک سے دوری اختیار کر کے بے کار کاموں میں مشغول ہو اور اہل وعیال کی غیر موجودگی کے باوجود اپنی نفسانی خواہشات میں ہی منہمک رہے، تو یہ اہل وعیال میں مشغول رہنے والے سے بھی بدتر حالت ہے۔ جو اہل وعیال کا طالب نہیں اور نہ ہی مال کا طلب گار ہے کہ اس سے اہل وعیال کی کفالت اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے تو اسے درج ذیل روایت میں ناپسند کیا گیا ہے: "کچھ کمزور دوزخی ایسے ہیں جن کا کوئی دین نہیں، وہ تمہارے محکوم ہیں، مال اور اولاد کی رغبت نہیں رکھتے۔"[1] ایک قول یہ ہے: یہ بہت مانگنے والے اور مانگنے کے حریص

---

[1]......مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها... الخ، ص ۱۱۷۳، حدیث: ۲۸۶۵

ابن حبان، کتاب اخباره صلی اللہ علیہ والہ وسلم عن مناقب الصحابة رجالها ونسائهم، باب صفة النار واهلها، ۹/ ۲۸۲، حدیث: ۷۴۳۹

ہیں، ان کا ارادہ صرف اور صرف اپنا پیٹ بھرنا ہوتا ہے اور انہیں اس بات کی پروا نہیں ہوتی ہے کہ مال کس طرح حاصل کیا جائے اور نہ ہی یہ پرواہوتی ہے کہ کس بُرے حال میں پلٹا کھا رہے ہیں۔

جسے اہل وعیال **اللہ** پاک کی یاد سے غافل نہ کرے وہ اس شخص سے افضل ہے جس کے اہل وعیال نہ ہوں اور بغیر اہل وعیال والا شخص اپنے پیٹ اور شرم گاہ کا غلام اور اپنی خواہش اور شہوت کا قیدی ہے۔ **اللہ** پاک نے بیان فرمادیا کہ اہلِ ایمان مال اور اولاد والے ہوتے ہیں، پھر مؤمنوں کو حکم دیا کہ مال و اولاد انہیں **اللہ** پاک کی یاد سے غافل نہ کریں۔

آنکھوں کی ٹھنڈک

اللہ پاک نے ان لوگوں کی توصیف بیان فرمائی جن کی تجارت اور ان کا مال انہیں **اللہ** پاک کی یاد سے غافل نہیں کرتا، یقیناً یہ لوگ اس دن سے خوف رکھنے والے ہیں جس دن دل اور آنکھیں پھر جائیں گی اور **اللہ** پاک نے بیویاں اور اولاد مانگنے والوں کی مدح سرائی فرمائی اور ان کی تعریف میں اپنا فرمان جاری فرمایا:

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ (پ۱۹، الفرقان: ۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔

آنکھوں کی ٹھنڈک غافل نہیں کرتی اور نہ ہی آنکھ کی ٹھنڈک (یعنی نماز) سے رکاوٹ بنتی بلکہ رکاوٹ کو دور کرتی اور نماز کے قریب کر دیتی ہے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمہاری دنیا میں سے دو چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی، نکاح اور خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔[1]

بعض صوفیا کے ترکِ نکاح کی وجہ

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: بعض صوفیا نے نکاح کو ترک کر دیا تاکہ ان کے دل **اللہ** پاک کی یاد کے لئے فارغ ہو جائیں۔

---

[1] ......نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، ص ۶۴۴، حدیث: ۳۹۴۵
احکام القرآن للجصاص، سورۃ العنکبوت، ۳/ ۴۵۴

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ جب **اللہ** پاک کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اہل و عیال اور مال میں مشغول نہیں کرتا۔ حضرت سیِّدُنا احمد بن ابو حواری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہ اس قول میں غور و فکر کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے اس سے یہ مراد نہیں کہ اہل و مال ہی نہ ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ اہل و مال تو ہو لیکن یہ بندے کو آخرت سے غافل نہ کرے۔

نکاح نہ کرنا کس کے لئے بہتر ہے؟

جو نفس مطمئنہ والا ہو، ربّ سے خشوع رکھنے والی اطمینان بخش آنکھ والا ہو، ڈرنے والے دل کا مالک ہو تو اس کے لئے فکر میں مشغولیت کے سبب نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا داوٗد طائی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: 50 سال سے میرے عضوِ خاص میں (شہوت کی) ہوا کی آمیزش نہیں ہوئی۔

کسی بزرگ سے پوچھا گیا: کیا آپ کے عضوِ خاص کو شہوت کی ہوا چھو کر گئی ہے۔ تو جواب دیا: جب سے قرآن کی تلاوت کی ہے تب سے نہیں۔

ایک عالم صاحب کہتے ہیں: 20 سال سے میری نظر میری شرم گاہ پر نہیں پڑی۔

جو شخص بے راہ روی کا شکار اور نفسِ امّارہ کا غلام ہو، بد نظری میں مبتلا ہو، اس کی شہوت بڑھ گئی ہو تو اس کا نکاح کرنا بہترین عمل اور اس کے حالات کو بلندی کی راہ پر گامزن کرنے والا کام ہے کیونکہ مباح اس کا مقام ہے جس کا کوئی مقام نہیں۔

نکاح کے لئے موزوں عورت

جب بندہ نکاح کرنے کا پختہ ارادہ کرلے تو دین دار، نیک، عقل مند اور قناعت پسند عورت سے نکاح کرے۔ ہماری ذکر کردہ نیتیں انہیں قواعد و ضوابط کی موجودگی میں خالص ہوں گی۔

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عورتوں سے ان کے مال، حسن، نسب اور دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے تو تم دین والی عورت کو ترجیح دو۔[1]

[1] ....مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب نکاح ذات الدین، ص ۵۹۳، حدیث: ۳۶۳۵

مصنف عبدالرزاق، باب حق الرجل علی امرأتہ، ۱۰/ ۲۷۱، حدیث: ۲۰۷۷۲

مال اور جمال کی وجہ سے نکاح نہ کرو

دوسری روایت میں ہے: جس نے کسی عورت سے اس کے مال اور جمال کی وجہ سے نکاح کیا تو وہ اس کے مال اور جمال سے محروم کر دیا جائے گا اور جس نے اس کے دین کی وجہ سے نکاح کیا تو **اللہ** پاک اسے اس کا مال اور جمال بھی عطا فرما دے گا۔[1]

یوں ہی ایک روایت میں ہے: "عورت سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح نہ کرو ہو سکتا ہے کہ اس کا حسن اسے ہلاک کر دے اور نہ ہی اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرو ممکن ہے کہ اس کا مال اسے سرکش بنا دے۔ عورت سے صرف اس کے دین کی وجہ سے نکاح کرو۔"[2] چنانچہ دین داری اور پرہیز گاری کی وجہ سے نکاح کرنا آخرت کی ایک راہ ہے۔

دنیا سے بے رغبتی کی نشانی

معذور، بدصورت اور بڑی عمر کی عورت سے نکاح میں رغبت اختیار کرنا دنیا سے بے رغبتی کی نشانی ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: ہر چیز میں زُہد ہوتا ہے یہاں تک کہ نوجوان کا بوڑھی یا بدصورت عورت سے شادی کرنا بھی دنیا سے بے رغبتی کا ایک مقام ہے۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: تم یتیم لڑکی سے شادی کرنے سے کتراتے ہو حالانکہ اسے کھلانے، پلانے پر بھی اجر دیا جاتا ہے اور اس کا بار کم ہوتا ہے اور تھوڑے پر بھی راضی ہو جاتی ہے جبکہ جو مالدار کی بیٹی سے شادی کرتا ہے تو وہ طرح طرح کی خواہشات کا مطالبہ کرتی ہے اور اپنے شوہر سے کہتی ہے: "مجھے یہ والا کپڑا چاہیے، مجھے ریشمی چادر خرید کر دو۔" یوں وہ اس کے دین کو بگاڑ دیتی ہے۔

کانی عورت سے شادی

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک کانی عورت کو اس کی بہن کے مقابلے میں اختیار کیا

---

[1] ......معجم اوسط، ۲/۱۸، حدیث: ۲۳۴۲، نحوہ

[2] ......ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب تزویج ذات الدین، ۲/۴۱۵، حدیث: ۱۸۵۹، نحوہ

حالانکہ اس کی بہن ٹھیک اور خوبصورت تھی۔ آپ نے پوچھا: ان دونوں میں سے کون زیادہ عقل مند ہے؟ بتایا گیا: کانی عورت۔ فرمایا: میری اس سے شادی کروادو۔

بسا اوقات حقیر اور معذور عورت سے شادی کرنے میں اس کے دل کو ڈھارس ہوتی ہے کیونکہ ان جیسی عورتوں میں کوئی رغبت نہیں کرتا۔

نکاح سے پہلے عورت کا چہرہ دیکھنا

شادی سے پہلے اور عورت کی جانب نکاح کا پیغام دینے سے پہلے عورت کے چہرے کو دیکھنا مستحب ہے۔ علمائے حجاز کے نزدیک چہرے کے ساتھ ساتھ بازو دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ چہرے کی جانب نظر کرنے کے حوالے سے احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت سیّدُنا محمد بن مسلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے بارے میں ایک شخص کا کہنا ہے: میں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہیں ایک نوجوان لڑکی کا پیچھا کر رہی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کے درخت کے پیچھے اوجھل ہوگئی۔ میں نے ان سے عرض کی: آپ بھی ایسا کرتے ہیں حالانکہ آپ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابی ہیں؟ فرمایا: حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں اس کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب **اللہ** پاک تم میں سے کسی کے دل میں کسی عورت کو پیغامِ نکاح بھیجنے کا خیال ڈالے تو اسے دیکھ لینا چاہیے[1] تاکہ اس عورت میں وہ باتیں دیکھے جو مرد کو عورت کی جانب راغب کریں۔[2]

ایک روایت میں ہے: انصار کی آنکھ میں کچھ ہوتا ہے[3] لہٰذا جب تم میں سے کوئی انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اسے عورت کو دیکھ لینا چاہیے۔[4]

---

[1]...... مشہور مفسر، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ12** پر فرماتے ہیں: دیکھنے سے مراد چہرہ دیکھنا ہے کہ حسن و قبح چہرے ہی میں ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ ہی صورت ہے جو ابھی عرض کی گئی یعنی کسی بہانہ سے دیکھ لینا یا کسی معتبر عورت سے دکھوالینا، نہ کہ باقاعدہ عورت کا انٹرویو کرنا جیسا کہ آج کل کے بے دینوں نے سمجھا۔

[2]......مسند امام احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، ۵/ ۱۴۱، حدیث: ۱۴۸۷۵

مسند طیالسی، ص ۱۶۴، حدیث: ۱۱۸۶۔ معجم اوسط، ۲/ ۳۲۸، حدیث: ۳۴۴۵

[3]......یعنی ان کی آنکھیں کچھ بھوری ہوتی ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 16، 3/441)

[4]......مسلم، کتاب النکاح، باب ندب النظر الی وجہ المراۃ...الخ، ص ۵۶۸، حدیث: ۱۴۲۴ نحوہ

دوسری روایت میں ہے: جب تمہارے دل میں کسی عورت کے بارے میں کچھ (یعنی نکاح کا خیال) آئے تو اسے عورت کو دیکھ لینا چاہئے، کیونکہ یہ آپس میں دائمی محبت کا بہترین ذریعہ ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام اعمش رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: ہر وہ شادی جو بغیر دیکھے ہو اس کا اختتام غم اور رنج ہی ہوتا ہے۔

مہر کی مقدار[2]

مہر دینے میں زیادتی نہ ہو۔ رسولِ پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اپنی ایک زوجہ سے 10 درہم اور گھر کے سامان کے عوض نکاح فرمایا۔[3] گھر کے سامان میں ہاتھ کی چکی، مٹی کا گھڑا اور چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔[4] ایک زوجہ مطہرہ کا ولیمہ دو مُد (ایک قسم کا پیمانہ) جَو[5] اور دوسری زوجہ مطہرہ کا ولیمہ دو مُد کھجوروں سے فرمایا۔[6] ولیمہ سنت ہے اور اس کی دعوت قبول کرنے سے انکار کرنا گناہ ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللهُ عَنْه عورتوں کے مہر کی رقم زیادہ مقرر کرنے سے منع کرتے اور فرماتے: رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اپنی ازواجِ مطہرات سے 400 دراہم سے زیادہ کے عوض نہ خود نکاح فرمایا نہ ہی کسی اور کا نکاح اس سے زیادہ کے عوض میں فرمایا[7]۔[8]

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب النظر الى المرأة اذا اراد ان يتزوجها، ۲/ ۴۱۸، حديث: ۱۸۶۵، نحوه

[2] ......احناف کے نزدیک: مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے۔ نکاح میں دس درہم یا اس سے کم مہر باندھا گیا، تو دس درہم واجب اور زیادہ باندھا گیا ہو تو جو مقرر ہوا واجب۔ (ماخوذ از بہار شریعت، 2/ 65،64) دس درہم چاندی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ کے برابر ہوتی ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول، 1/ 712)

[3] ......مسند طيالسی، ص ۲۰۷، حديث: ۲۰۲۲۔ مسند بزار، مسند انس، ۱۳/ ۳۰۵، حديث: ۶۸۹۷

[4] ......مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۱/ ۲۲۳، حديث: ۸۱۹

[5] ......بخاری، كتاب النكاح، باب من اولم باقل من شاة، ۳/ ۴۵۴، حديث: ۵۱۷۲

[6] ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب الوليمة، ۲/ ۴۴۳، حديث: ۱۹۰۹، نحوه

[7] ......مستدرك، كتاب النكاح، يا ايها الناس لا تغالوا مهر النساء، ۲/ ۵۳۰، حديث: ۲۷۸۰

[8] ......مشہور مفسر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 68** پر فرماتے ہیں: رب تعالیٰ کا فرمان: اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا (پ ۴، النسآء: ۲۰، ترجمۂ کنز الایمان: اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو) بیانِ جواز کے لئے ہے اور جنابِ

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواجِ مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔[1]

گٹھلی برابر سونے پر نکاح

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے پر نکاح فرماتے۔[2] گٹھلی چھوٹی ہوتی ہے اور وہ کھجور کی ایک قسم صیحانی کی گٹھلی ہے جس کی قیمت پانچ درہم ہے۔

ایک روایت میں ہے: رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ایک صحابی کی شادی کھجور کی گٹھلی برابر سونے کے عوض فرمائی، جس کی قیمت تین درہم اور تہائی درہم لگائی گئی۔[3]

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جو افضل تابعی اور بہترین عالِم تھے، انہوں نے حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے اپنی بیٹی کا نکاح دو درہم کے عوض کیا اور رات کے وقت خود ہی اپنی بیٹی کو رخصت کیا۔

مصنف فرماتے ہیں: میں 10 درہم پر نکاح کرنے کو مکروہ نہیں کہتا، یہ کم مقدار میں زیادہ سے زیادہ مستحب رقم ہے تاکہ علمائے کرام کے اختلاف سے بچا جائے۔ میرے نزدیک تین درہم سے کم مہر رکھنا مستحب نہیں، یہ فقہائے کرام کے مذہب کا درمیانی قول ہے۔ اسی قیمت کے برابر چوری کرنے پر چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں[4] اور یہی بعض اہلِ حجاز کا مذہب ہے۔

عمر (رَضِیَ اللہُ عَنْہ) کا فرمان عالی بیانِ استحباب کے لئے لہٰذا یہ فرمان قرآنِ کریم کے خلاف نہیں یا یہاں زیادہ مہر مقرر نہ کرنے کا ذکر ہے اور قرآنِ مجید میں زیادہ مہر جو ادا کر دیا جائے واپس نہ لینے کا ذکر لہٰذا دونوں میں تعارض نہیں۔

[1]......مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق وجواز... الخ، ص ۵۶۹، حدیث: ۱۴۲۶

[2]......مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق وجواز... الخ، ص ۵۷۰، حدیث: ۱۴۲۷

[3]......ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی مواساۃ الاخ، ۳/ ۳۷۵، تحت الحدیث: ۱۹۴۰

[4]......احناف کے نزدیک: دس درہم چُرائے یا اس قیمت کا سونا یا اور کوئی چیز چرائے اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (بہار شریعت، حصہ 9، 2/413) مشہور مفسر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ **مراٰۃ المناجیح جلد 5، صفحہ 302** پر فرماتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے۔ امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے نزدیک تین درہم کا مال چرانے پر ہاتھ کٹے گا، ہمارے امام اعظم (رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ) کے نزدیک پورے دینار کی قیمت کا مال چرانے پر ہاتھ کٹے گا امام اعظم قُدِّسَ سِرُّہٗ کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رَضِیَ اللہُ عَنْہ) سے مرفوعًا اور موقوفًا دونوں طرح مروی ہے کہ لَا یُقْطَعُ اِلَّا فِیْ دِیْنَارٍ یعنی چور

عورتوں میں سب سے زیادہ برکت والی

مروی ہے کہ عورتوں میں سب سے زیادہ برکت والی وہ ہے جس کا مہر سب سے کم ہے۔[1]

اسی طرح مروی ہے کہ عورت کی برکت میں سے یہ ہے کہ اس کی شادی جلد ہو، اس کے اولاد جلد پیدا ہو اور اس کا مہر آسان (یعنی کم) ہو۔[2]

حضرت سیِّدُنا عروہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ مہر کا زیادہ ہونا عورت کی نحوست ہے۔[3]

سسرالیوں سے تحائف کا تبادلہ

یہ اچھی بات نہیں کہ شادی کرنے والا یہ پوچھتا پھرے کہ عورت کی ملکیت میں کیا کیا ہے؟ اور نہ ہی یہ درست ہے کہ کوئی چیز اس نیت سے دے تاکہ واپس لے تو زیادہ لے اور یہ بھی مناسب نہیں کہ سسرالی، مرد کو کوئی چیز بطورِ تحفہ دیں اور پھر اسے بدلہ میں زیادہ دینے پر مجبور کریں۔ اگر شوہر سسرال کا بدلہ چکانا چاہے تو ان کے تحائف کی قیمت سے زیادہ قیمت کے تحائف دینا اس کے لئے درست نہیں۔ اگر شوہر سسرالیوں کی نیتِ فاسدہ کو جانتا ہو (کہ وہ بدلے میں زیادہ کے خواہاں ہیں) تو ان کے تحائف قبول کرنے سے معذرت کرلے۔ یہ نیّتِ فاسدہ ان دو آیتوں کی ممانعت اور خبر میں داخل ہے۔

ممانعت کے بارے میں **اللہ** پاک کا فرمان ہے:

وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۟ (پ ۲۹، المدثر: ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔

یعنی تم اس نیت سے نہ دو کہ بدلے میں زیادہ طلب کرو۔

کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا مگر ایک دینار میں، امام اعظم (رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ) کے ہاں دینار دس درہم کا ہے لہٰذا دس درہم کی قیمت کے مال کی چوری پر چور کا ہاتھ کٹے گا۔

[1]......السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، برکۃ المرأۃ، ۵/ ۴۰۲، حدیث: ۹۲۷۴، نحوہ

[2]......مسند امام احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۳۵۵، حدیث: ۲۴۵۳۲، نحوہ

[3]......ابن حبان، کتاب النکاح، باب الصداق، ۶/ ۱۵۸، تحت الحدیث: ۴۰۸۳

اور اللہ پاک کا فرمان ہے:

وَمَاۤ اٰتَیۡتُمۡ مِّنۡ رِّبًا لِّیَرۡبُوَاۡ فِیۡۤ اَمۡوَالِ النَّاسِ ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں۔ (پ ۲۱، الروم: ۳۹)

اس آیت میں "ربا" سے مراد "زیادتی" ہے یعنی تم اس سے زیادہ طلب کرو۔

نیت میں کھوٹ

یہ سب نکاح میں بدعت اور نئی چیزیں ہیں اور شادی کرنے میں تجارت کرنے کی مانند ہے، بلکہ یہ تو سود میں داخل اور جوئے کے مشابہ ہے۔ جس نے ان نیتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شادی کی یا کروائی تو اس کی نیت میں ہی کھوٹ ہے، ایسا نکاح دین اور آخرت کے لئے سود مند نہیں۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص شادی کرتے ہوئے بولے: عورت کے پاس کیا کچھ ہے؟ تو جان لو کہ وہ چور ہے اس سے ہرگز شادی نہ کرو۔

بیٹی کی شادی کسی فاسق سے نہ کرو

بدعتی، فاسق، ظالم، شراب نوشی کرنے والے اور سود خوری کرنے والے سے شادی نہ کی جائے۔ جو ایسا کرے گا وہ دین میں شگاف ڈالنے والا اور قطعِ رحمی کا مرتکب قرار پائے گا اور اس نے اپنی بیٹی کی سرپرستی اور شفقت کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ اس نے اپنے اختیار کا غلط استعمال کیا۔ یہ مذکورہ افراد ایک آزاد پاکدامن عورت کے کفو نہیں ہوسکتے۔ عورت پر ہونے والی ناانصافی کا وبال سرپرست پر ہے اور عورت اپنے سرپرست سے آخرت میں مطالبہ کی حقدار ہے کیونکہ اس نے اس کے نفس کے بارے میں حسن سلوک اختیار نہ کیا۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: نکاح غلامی ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو غور کرنا چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو کس کی غلامی میں دے رہا ہے۔

دوسرے بزرگ فرماتے ہیں: پرہیزگار سے ہی شادی کرو، کیونکہ اگر وہ بیوی سے محبت کرے گا تو اسے عزت دے گا اور اگر اس سے محبت نہ کرے تو عدل وانصاف سے کام لے گا۔

کفو میں نکاح کرو

رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنے نطفے کے لئے اچھی جگہ تلاش کرو، کفو میں نکاح کرو اور کفو میں نکاح کراؤ۔[1]

ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔[2] اگر عورت ثیبہ ہو اور اس کا کوئی ولی نہ ہو تو بادشاہ اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو یا بادشاہ جس کو حکم بنائے، وہی ولی شمار ہو گا۔ یہی سنت ہے۔[3]

نکاح کرنے والا کن چیزوں کا علم رکھے؟

نکاح کرنے والے کو حیض کے مسائل، اس کے مختلف اوقات، کمی زیادتی، استحاضہ کے احکام اور طہر کے اوقات کا علم ضرور سیکھنا چاہیے تاکہ عورت کو یہ مسائل سکھائے اور اسے دوسروں کے پاس جاکر دریافت کرنے اور دیگر مردوں پر یہ پوشیدہ معاملات ظاہر کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ پھر اپنے گھر والوں کو وہ تمام ضروری مسائل سکھائے جن کا جاننا ضروری ہے جیسے فرض علوم، نماز کے احکام، اسلام کے قوانین وضوابط اور مذہب اہل سنت وجماعت میں سے مؤمنین کے عقائد سکھائے۔ اگر مرد ایسا کردے تو عورت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ علما کے پاس جاکر مسائل معلوم کرے اور اگر شوہر علمِ توحید، اسلام کے بنیادی مسائل، ایمانی اعتقادات اور اہلِ سنت کے مذہب کی ضروری تفصیلات سے عورت کو آگاہ کرنے میں کوتاہی کرے تو عورت کو فرض علوم سیکھنے کی غرض سے علمائے کرام سے پوچھنے کی اجازت ہے۔ صرف علم کے فضائل پانے کے لئے

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الاکفاء، ۲/ ۴۷۳، حدیث: ۱۹۶۸

[2] ......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: نکاح میں جو شاہدین (دو گواہوں) کی شرط ہے اس میں عدالت کچھ ضرور نہیں، حنفی مذہب میں تصریح ہے کہ شاہدین نکاح (نکاح کے گواہ) اگر فاسق بھی ہوں حرج نہیں۔ حدیث میں (جو) ارشاد ہوا: "ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں۔" نفی بمعنی نہی (ممانعت کے) ہے اور منافی صحت (یعنی نکاح کے درست ہونے کے منافی) نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ نہی ارشادی ہے کہ بالغہ کے نکاح میں ولی بھی شرط نہیں۔

(فتاوی رضویہ، 11/ 304، 305 ملخصا)

[3] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب النکاح بغیر ولی، ۶/ ۱۵۷، حدیث: ۱۰۵۱۳

مسند طیالسی، ص ۲۰۶، حدیث: ۱۴۶۳۔ ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب لا نکاح الا بولی، ۲/ ۴۲۷، حدیث: ۱۸۷۹

شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔

کس عورت سے جدائی اختیار کی جائے؟

عورت کا اپنے شوہر کو حرام کمانے پر اکسانا اور گناہوں کے ذریعے ہونے والی کمائی پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ مرد کو بھی یہ جائز نہیں کہ وہ بُرے کاموں میں پڑے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچے۔

اگر عورت نیکی اور بھلائی کے کاموں پر مرد کا ساتھ دے تو اس کے ساتھ گھر بسائے رکھے اور اگر گناہوں اور سرکشی پر اُبھارے تو اس سے جدائی اختیار کر لے۔

وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖؕ (پ۵، النسآء: ۱۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔

اہل وعیال کے سبب پکڑ

منقول ہے کہ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے اس کے بیوی بچے لپٹیں گے اور اسے اللہ پاک کی بارگاہ میں کھڑا کر کے کہیں گے: اے ہمارے ربّ! اس شخص سے ہمارا حق لے کر دے، کیونکہ اس نے ہمیں دینی اُمور کی تعلیم نہیں دی اور یہ ہمیں حرام کھلاتا تھا جس کا ہمیں علم نہ تھا۔ اس روایت کو بیان کرنے والے فرماتے ہیں: چنانچہ اس سے بیوی بچوں کا بدلہ دلوایا جائے گا۔[1]

ایک روایت میں ہے: ایک شخص میزان عمل کے پاس کھڑا کیا جائے گا جس کی نیکیاں پہاڑوں کے برابر ہوں گی پھر اس سے اس کے اہل وعیال کی ذمہ داری اور ان کے حقوق بجالانے کے متعلق پوچھا جائے گا اور اس سے مال کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ یہاں تک کہ اس کے تمام اعمال مطالبات کی وجہ سے ختم ہو جائیں گے اور اس کے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی باقی نہیں بچے گی۔ اُس وَقت فرشتے کہیں گے: یہ وہ بدنصیب ہے جس کی نیکیاں دنیا میں اس کے اہل وعیال نے کھالیں اور آج یہ اپنے اعمال کے بدلے میں گروی رکھا گیا ہے۔[2]

---

[1] ......قرۃ العیون، الباب الثامن فی عقوبۃ قاتل...الخ، ص ۴۰۱، ملحق ”الروض الفائق“

[2] ......قرۃ العیون، الباب الثامن فی عقوبۃ قاتل...الخ، ص ۴۰۱، بتغیر قلیل ملحق ”الروض الفائق“

اسی وجہ سے ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جب اللہ پاک کسی کو سزا دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو دنیا میں اس پر داڑھیں یعنی اہل وعیال مسلط فرما دیتا ہے جو اسے نوچ نوچ کر کھاتے ہیں۔

روایت میں ہے: بندہ اللہ پاک کی بارگاہ میں سب سے بڑا گناہ یہ لے کر آتا ہے کہ اس کے اہل وعیال جاہل ہوں۔[1]

ایک مشہور روایت میں ہے: بندے کا یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے عیال (زیر کفالت لوگوں) کو برباد کر دے۔[2]

بھگوڑے غلام کی مثل:

مروی ہے کہ اہل وعیال سے بھاگنے والا شخص اپنے آقا سے بھاگنے والے غلام کی طرح ہے، اس کی نہ کوئی نماز قبول ہے اور نہ کوئی روزہ یہاں تک کہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آئے۔[3]

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (پ۲۸، التحریم:۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

چنانچہ اللہ پاک نے گھر والوں کو اس کی ذات سے ملایا اور ہمیں اپنے گھر والوں کو نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے انہیں جہنم کی آگ سے بچانے کا حکم ارشاد فرمایا جیسے ہم خود کو برائی سے بچا کر آگ سے بچاتے ہیں۔ اس کی تفسیر میں مذکور ہے: گھر والوں کو تعلیم دو اور انہیں ادب سکھاؤ۔

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے مال پر نگہبان ہے اور اس سے قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھ گچھ ہو گی۔ آدمی اپنے اَہلِ خانہ پر نگہبان ہے اور اس سے قیامت کے دن ان کے

---

1 ......قرۃ العیون، الباب الثامن فی عقوبۃ قاتل... الخ، ص ۴۰۱، ملحق "الروض الفائق"

2 ......السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، اثم من ضیع عیالہ، ۵/ ۳۷۴، حدیث: ۹۱۷۶

3 ......ابن خزیمۃ، کتاب الصلاۃ، باب نفی قبول صلاۃ... الخ، ۲/ ۶۹، حدیث: ۹۴۰، نحوہ

بارے میں پوچھ گچھ ہو گی۔[1]

کہا گیا ہے: جب کوئی عورت اپنے شوہر کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرے تو وہ اس وقت تک **اللہ** پاک کی ناراضی میں ہے جب تک اس کا شوہر اسے اجازت نہ دیدے۔ اپنے گھر میں سے عورت کو صرف وہ تر شے کھلانا جائز ہے جس کے خراب ہونے کا ڈر ہو۔ پھر اگر عورت نے شوہر کی اجازت اور رضامندی سے کھلایا اور خرچ کیا تو عورت کو بھی شوہر کی مانند اجر ملے گا اور اگر شوہر کی اجازت کے بغیر ہی کھلا دیا تو شوہر کو تو اجر ملے گا لیکن عورت گناہ گار ہو گی۔

شوہر کا بیوی پر عظیم حق

شوہر کو چاہیے کہ عورت کو اپنے عظیم حق کے بارے میں آگاہی فراہم کرے۔ چنانچہ کہا گیا ہے: اولاد کا ماں باپ پر جیسا حق ہوتا ہے ویسا ہی حق شوہر کا بیوی پر ہوتا ہے۔ **اللہ** کے پیارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شوہر کو ماں کے مقام پر رکھ کر ایک عورت سے ارشاد فرمایا: تم پر اپنے شوہر کی اطاعت لازم ہے، کیونکہ وہ تمہاری جنت و دوزخ ہے۔[2] دوسری حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کو اس حال میں موت آئے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔[3]

شوہر کی اطاعت کی برکت

ایک شخص نے سفر پر روانہ ہوتے وقت اپنی بیوی سے عہد لیا کہ وہ اوپر والی منزل سے نیچے نہیں اترے گی، نچلی منزل میں عورت کا باپ رہتا تھا، وہ بیمار ہوا تو عورت نے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس پیغام بھیج کر باپ کے پاس جانے کی اجازت چاہی تو رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اپنے شوہر کی اطاعت کرو۔" چنانچہ، باپ کا انتقال ہو گیا، اس نے پھر اجازت طلب کی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی فرمایا کہ "اپنے شوہر کی اطاعت کرو۔" جب اس کے باپ کو دفنا دیا گیا تو حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1] ......بخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، ۱/۳۰۹، حدیث: ۸۹۳

[2] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرة النساء، ۵/۳۱۰، حدیث: ۸۹۶۲

[3] ......ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرأة، ۲/۴۱۲، حدیث: ۱۸۵۴

اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ "تمہارے اپنے شوہر کی اطاعت کرنے کے سبب اللہ پاک نے تمہارے والد کی مغفرت فرمادی ہے۔"[1]

جنت میں داخلے کا باعث

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب عورت (پابندی سے) پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ اپنے ربّ کی جنت میں داخل ہوگی۔[2]

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شوہر کی فرمانبرداری کو اسلام کی ان بنیادی باتوں میں شمار فرمایا جن کے بغیر جنت میں داخلہ نہیں ہوسکتا اور شوہر کی اطاعت کو جنت میں داخلے کی شرط قرار دیا۔

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: حمل کی سختیاں اٹھانے والیاں، دُودھ پلانے والیاں، جننے کی تکلیف جھیلنے والیاں، اپنے بچوں پر کمال شفقت کا مظاہرہ کرنے والیاں اگر اپنے خاوندوں کے ساتھ بدسلوکی نہ کریں تو ان میں نماز پڑھنے والیاں جنّت میں جائیں گی[3]۔[4]

جہنم میں عورتوں کی کثرت

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں نے جہنم میں دیکھا تو اس میں اکثر عورتوں کو دیکھا[5]

---

[1]......نوادر الاصول، الاصل الثالث والاربعون والمائة، ۱/۵۵۷، حدیث: ۷۹۳، نحوہ

معجم اوسط، ۵/۲۷۴، حدیث: ۷۲۴۸

[2]......مسند امام احمد، حدیث عبد الرحمن بن عوف الزهری، ۱/۴۰۶، حدیث: ۱۶۶۱ بتغیر قلیل

[3]......اس روایت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بے نمازی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔ ایسا نہیں ہے، یہاں "مُصَلِّیَاتِهِنَّ (نماز پڑھنے والیاں)" زجر وتوبیخ کے طریقہ پر وارد ہوا ہے کیونکہ ہر وہ شخص کہ جس کا اسلام پر خاتمہ ہو بالآخر وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ (اتحاف السادة المتقین، ۹/۲۲۶)

[4]......ابن ماجه، کتاب النکاح، باب فی المرأة تؤذی زوجها، ۲/۴۹۷، حدیث: ۲۰۱۳

معجم کبیر، ۸/۲۵۲، حدیث: ۷۹۸۵

[5]......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة، ۲/۳۹۰، حدیث: ۳۲۴۱

اور جنت میں جھانک کر دیکھا تو اس میں عورتوں کو کم پا کر پوچھا: عورتیں کہاں ہیں؟ تو بتایا گیا: انہیں دو سرخ چیزوں سونے اور زعفران نے غافل کر رکھا ہے۔[1]

یعنی زیورات اور زعفران سے رنگے لباس نے انہیں غافل کر دیا اور عرب والے ان چیزوں کے استعمال میں مشہور تھے۔

اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (نے عورتوں سے) ارشاد فرمایا: اپنے زیورات کی زکوٰۃ دو کیونکہ میں نے جہنم میں تمہاری تعداد زیادہ دیکھی ہے۔ عورتوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اِس کی وجہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔[2]

یعنی تم ساتھ زندگی بسر کرنے والے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو اور شوہر کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہو۔

عورت پر شوہر کا کیا حق ہے؟

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: ایک نوجوان لڑکی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں جوان ہوں، مجھے نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے لیکن میں نکاح کو ناپسند کرتی ہوں، (ارشاد فرمایئے کہ) عورت پر شوہر کا کیا حق ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر شوہر کی سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں تک پیپ ہو اور عورت اسے چاٹ لے تب بھی شوہر کا شکر ادا نہیں کر سکتی۔ اس نے عرض کی: تو کیا میں شادی نہ کروں؟ ارشاد فرمایا: کیوں نہیں، تم شادی کرو کہ یہ بہتر ہے۔[3]

یہ مجمل حدیث پاک ہے جس کی تفسیر ہماری روایت کردہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے مروی حدیث پاک ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ

---

[1]......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امام الباھلی، ۸/ ۲۸۹، حدیث: ۲۲۲۹۵، نحوہ
معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، باب العین، عزۃ الاشجعیۃ، ۵/ ۲۸۱، حدیث: ۷۸۱۶

[2]......بخاری، کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم، ۱/ ۱۲۳، حدیث: ۳۰۴
السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، ماذکر فی النساء، ۵/ ۳۹۸، حدیث: ۹۲۵۷

[3]......السنن الکبری للنسائی، کتاب النکاح، باب البکر یزوجھا ابوھا وھی کارھۃ، ۳/ ۲۸۳، حدیث: ۵۳۸۶
السنن الکبری للنسائی، کتاب النکاح، باب البکر یزوجھا ابوھا وھی کارھۃ، ۳/ ۲۸۴، حدیث: ۵۳۹۰

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے بتائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں بے شوہر عورت ہوں اور شادی کرنا چاہتی ہوں۔ ارشاد فرمایا: بیشک شوہر کا حق بیوی پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اُسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے۔ (1)

شوہر کی فضیلت پر ایک جامع حدیث پاک ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر میں خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو شوہر کے عظیم حق کی وجہ سے عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (2)

شوہر کے حقوق

شوہر کے حقوق میں سے ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے گھر میں سے کسی کو کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ دے، اگر دے گی تو مرد کے لئے اجر ہے اور عورت گناہگار ہوگی۔ ایک حق یہ بھی ہے کہ نفلی روزہ شوہر کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔ اگر روزہ رکھا تو بھوکی پیاسی ہی رہے گی اور روزہ قبول نہیں ہوگا۔ ایک حق یہ ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے، اگر ایسا کرے گی تو واپس لوٹنے یا توبہ کرنے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے (3) اور عورت کو چاہیے کہ ہر رات اپنے آپ کو شوہر پر پیش کرے۔

عورت اپنے ربّ سے زیادہ قریب کب ہوگی؟

رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ عورت اپنے ربّ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصے میں ہو (4) اور عورت کا اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز

---

1 ......مسند ابی یعلی، مسند ابن عباس، ۲/۴۳۸، حدیث: ۲۴۴۹

2 ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة، ۲/۴۱۱، حدیث: ۱۸۵۲

مصنف عبد الرزاق، حق الرجل على امرأته، ۱۰/۲۶۹، حدیث: ۲۰۷۶۳

السنن الكبرى للنسائی، كتاب عشرة النساء، حق الرجل على المرأة، ۵/۳۶۳، حدیث: ۹۱۴۷

3 ......مصنف ابن ابی شیبة، كتاب النكاح، ماحق الزوج على امرأته؟، ۳/۳۹۷، حدیث: ۳

4 ......مصنف ابن ابی شیبة، كتاب صلاة التطوع والامامة، من كره ذلك، ۲/۲۷۷، حدیث: ۳

مسند بزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۵/۴۲۷، حدیث: ۲۰۶۱

پڑھنے سے افضل ہے اور کمرے میں نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔[1]

مخدع (سامان کی کوٹھڑی) کمرے میں موجود (چھوٹے) کمرے کو کہتے ہیں کیونکہ عورت چھپانے کی چیز ہے اور جس چیز میں اس کے لئے زیادہ پردہ ہو اس میں اس کے لئے زیادہ سلامتی ہے اور سلامتی ہی افضل ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ مروی ہے: عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ (گھر سے) نکلتی ہے تو اُسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے (یعنی اسے دیکھنا شیطانی کام ہے)۔[2]

ایک غیر معروف روایت میں ہے: عورت کے 10 پردے ہیں، جب وہ شادی کرتی ہے تو شوہر اس کے ایک پردے کو ڈھانپ لیتا ہے اور جب اس کا انتقال ہوتا ہے تو قبر اس کے 10 پردوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔[3]

شوہر پر بیوی کا حق

شوہر پر بیوی کا جو جامع حق ہے اس بارے میں کسی نے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا کہ بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب کھائے تو اسے بھی کھلائے، لباس پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کی بُرائی نہ کرے، ہلکی پھلکی مار ہی مارے[4]، اور قطع تعلق بھی گھر کے اندر ہی کرے (نہ کہ باہر)۔[5]

---

[1] ......ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذلک، ۱/۲۳۵، حدیث: ۵۷۰، نحوہ

مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع والامامۃ، من کرہ ذلک، ۲/۲۷۷، حدیث: ۲، نحوہ

[2] ......مسند بزار، مسند عبد اللّٰہ بن مسعود، ۵/۴۲۷، حدیث: ۲۰۶۱

ترمذی، کتاب الرضاع، باب: ۱۸، ۲/۳۹۲، حدیث: ۱۱۷۶

[3] ......مسند الفردوس، باب اللام، ۲/۱۹۰، حدیث: ۵۰۱۴، نحوہ

[4] ......مرد عورت کو سزاءً معمولی طور پر مار سکتا ہے کیونکہ مرد عورت کا حاکم ہے جیسے ماں، باپ، استاد اپنی اولاد شاگرد کو تنبیہًا مار پیٹ سکتے ہیں ایسے ہی خاوند بیوی کو مگر مار معمولی ہو اس لیے غیر مبرح فرمایا کہ اس مار سے ایذاء مقصود نہیں اصلاح مقصود ہے۔ (مراۃ المناجیح، 4/116) اس سے معلوم ہوا کہ اس مار کی ہرگز اجازت نہیں جو عام طور پر لوگوں میں رائج ہے کیونکہ وہ ظلم ہے جس کا بدلہ کل قیامت میں شوہر کو دینا پڑے گا۔ (از دار الافتاء اہلسنت)

[5] ......ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق المراۃ علی الزوج، ۲/۴۰۹، حدیث: ۱۸۵۰

ادب سکھانے کا احسن طریقہ

اگر مرد کوئی اصلاح کی بات کرے جو دونوں کے لئے جائز و مباح ہو اور عورت اس کی مخالفت کرے تو اسے سمجھائے اور (ضرورت پڑے تو) ڈانٹ ڈپٹ سے بھی کام لے، اگر دوبارہ وہ نافرمانی کرتی ہے تو اس سے بستر الگ کرلے۔ بعض علما فرماتے ہیں: اس کی طرف پشت کرکے سوئے۔ بعض کا فرمان ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کرلے اور ایسا تین راتوں سے لے کر زیادہ سے زیادہ سات راتوں تک کرے۔ اگر پھر بھی باز نہ آئے اور کوئی اثر نہ لے تو اسے مارے۔ علما کہتے ہیں: ہلکی پھلکی مار مارے یوں کہ نہ تو ہڈی ٹوٹے اور نہ ہی جسم سے خون نکلے۔

اگر بیوی کسی امر شرعی کی مخالفت کرے تو شوہر اس پر غضبناک ہو اور اس سبب سے 10 دن یا پورا مہینا اس سے قطع تعلقی کرلے جیسا کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ایک ماہ تک ناراضی کا اظہار کیا تھا جب آپ نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی طرف کوئی تحفہ بھیجا تو انہوں نے اسے لوٹا دیا۔ اس وقت آپ جس زوجہ مطہرہ کے گھر میں تھے انہوں نے عرض کی: زینب نے ہدیہ واپس لوٹا کر بے ادبی کی ہے۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میری بے قدری کرنے کی وجہ سے **اللہ** پاک کے ہاں تم سب کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ چنانچہ آپ نے سب ازواج سے ایک ماہ تک ناراضی کا اظہار فرمایا۔[1]

اہلِ خانہ کے خرچ میں تنگی نہ کرے

مرد کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے گھر والوں کے خرچ میں تنگی کرے۔ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہے۔[2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی چار ازواج تھیں، آپ ان میں سے ہر ایک کے لئے ہر چار دن میں ایک درہم کا گوشت خرید اکرتے تھے۔

---

[1] ....الثقات لابن حبان، السیرۃ النبویۃ، السنۃ التاسعۃ من الھجرۃ، ١/ ١٣٩

طبقات ابن سعد، ذکر المرأتین تظاھرتان علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتخییرہ نساءہ، ٨/ ١٥٢، ١٥٣

[2] ....ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی، ٥/ ٤٧٥، حدیث: ٣٩٢١

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللہ گھریلو معاملات میں (گھر والوں پر) وُسعت فرماتے اور سامان ولباس وغیرہ کے معاملے میں کمی فرماتے۔

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مرد کے لئے مستحب ہے کہ وہ ہر مہینا اپنے گھر والوں کے لئے فالودہ بنائے۔

اگر گھر والوں سے کوئی لغزش یا غلطی ہو جائے تو برداشت کرے اور نرمی سے پیش آئے اس پر سختی نہ کرے۔

عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے

حدیث پاک میں ہے: عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اگر اسے سیدھا کرنے لگو گے توڑ بیٹھو گے اور اگر اسے اسی حالت پر چھوڑ دو تو اس کے ٹیڑھے پن سے ہی فائدہ اٹھاؤ گے۔[1] اور ایک حسن روایت میں ہے: اس کا توڑ دینا طلاق ہے۔[2]

ازواجِ مطہرات بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کبھی جواب دے دیا کرتی تھیں، ایک زوجہ مطہرہ نے رات تک آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جدائی اختیار کی۔[3] ایک زوجہ نے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سینہ مبارکہ پر ہاتھ رکھ کر پیچھے کی جانب ہٹایا تو ان کی والدہ نے انہیں جھڑکا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو کہ بیویاں تو اس سے بھی زیادہ (برابر تاؤ) کرتی ہیں۔[4]

عاشقِ اکبر کا عشقِ رسول

ایک مرتبہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے درمیان کوئی بات ہو گئی تو حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ ان کے درمیان آکر حَکَم (یعنی جج) بنے اور گواہی

---

1 ......مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ص ۵۹۵، حدیث: ۳۶۴۳

2 ......مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ص ۵۹۵، حدیث: ۳۶۴۲

3 ......مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء . . . الخ، ص ۶۰۴، حدیث: ۳۶۹۲

4 ......التاریخ الکبیر للبخاری، یحیی بن عبد اللہ بن ابی قتادۃ، ۸/ ۱۲۷، رقم: ۳۰۲۰ نحوہ

طلب کی۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! تم گفتگو کرو گی یا میں کروں؟ عرض کی: آپ ہی کیجئے! مگر سچ کہئے گا۔ تو حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے ان کے منہ پر اس زور کا طمانچہ مارا کہ ان کا چہرہ خون آلود ہو گیا اور فرمایا: اے اپنی جان کی دشمن! کیا رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ناحق کہیں گے؟ تم اور تمہارا باپ تو ناحق کہہ سکتے ہیں مگر رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حق ہی کہتے ہیں۔[1] آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نصرت و حمایت میں اس قدر ناراضی کا اظہار فرمایا کہ اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پناہ لی اور پیٹھ کے پیچھے جا کر بیٹھ گئیں، تو آپ نے حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ہم نے تمہیں اس لئے نہیں بلایا اور نہ ہی ہم تم سے یہ چاہتے تھے۔[2]

ایک مرتبہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کسی بات میں غصہ ہو گئیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کہا: ”آپ ہی ہیں کہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔“ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بُردباری اور شفقت کرتے ہوئے مسکرا دیئے۔[3]

سیّدہ عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی رضامندی اور ناراضی

حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے ارشاد فرمایا: میں تمہاری غصہ اور رضامندی کی حالت کو جان لیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: کیسے؟ ارشاد فرمایا: جب تم راضی ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو: محمد کے رب کی قسم! نہیں۔ جب ناخوش ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو: ابراہیم کے رب کی قسم! نہیں۔ عرض کی: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سچ فرمایا، میں صرف آپ کا نام مبارک ہی ترک کرتی ہوں۔[4]

---

[1] ......معجم اوسط، ۳۴۷/۲، حدیث: ۲۹۸۴، مختصر۔ تاریخ بغداد، ۲۳۹/۱۱، رقم: ۵۹۸۵، مختصر الکامل لابن عدی، ۱۰۳/۵، رقم: ۹۱۵: صالح بن ابی الاسود

[2] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، باب ملاعبۃ الرجل اہلہ، الجزء الثانی، ۱۲۶/۸، حدیث: ۵۲۲ سبل الھدی والرشاد، الباب الثالث فی بعض مناقب ام المؤمنین عائشۃ بنت ابی بکر، ۱۷۳/۱۱، نحوہ

[3] ......مسند ابی یعلی، مسند عائشۃ، ۱۸۱/۴، حدیث: ۴۶۵۱، نحوہ

[4] ......بخاری، کتاب النکاح، باب غیرۃ النساء ووجدھن، ۴۷۱/۳، حدیث: ۵۲۲۸، نحوہ السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، غضب المرأۃ علی زوجھا، ۳۶۵/۵، حدیث: ۹۱۵۶

گھر والوں کے ساتھ خوش طبعی کرنا

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ازواج مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ کے ساتھ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے اور معاملات اور اخلاق میں کبھی کبھار ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق مزاح فرماتے۔

حدیث پاک میں ہے: رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی ازواج کے ساتھ تمام لوگوں سے زیادہ خوش طبعی فرمانے والے تھے۔[1]

حضرت سَیِّدُنا حکیم لقمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: عقلمند آدمی اپنے گھر میں اور اپنے اہل کے ساتھ بچے کی طرح ہوتا ہے اور جب قوم میں آتا ہے تو وہ مرد ہوتا ہے۔

سخت مزاج رب کو ناپسند ہے

مروی ہے: اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْجَعْظَرِیَّ الْجَوَّاظَ یعنی **اللہ** پاک سخت مزاج متکبر کو ناپسند فرماتا ہے۔[2]

اس کی شرح میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اہل و عیال پر سختی کرنے والا اور متکبر ہو۔ نیز فرمانِ الٰہی: عُتُلٍّ (پ ۲۹، القلم: ۱۳) کا ایک معنٰی یہ ہی ہے کہ عُتُل وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال اور غلاموں کے لئے سخت زبان اور سخت دل ہو۔

ناپسندیدہ غیرت

ایک روایت میں ہے: "ایک غیرت وہ ہے جسے **اللہ** پاک ناپسند فرماتا ہے اور وہ مرد کا اپنی بیوی پر بغیر کسی شک و شبہ کے غیرت کھانا ہے۔" گویا یہ بدگمانی میں سے ہے جس سے **اللہ** پاک اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع فرمایا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اپنی زوجہ پر اتنی زیادہ غیرت بھی نہ کھاؤ کہ تمہاری وجہ سے اسے بُرائی کی تہمت لگائی جائے۔

---

[1] ...... معجم اوسط، ۴/ ۳۹۴، حدیث: ۶۳۲۱، نسائہ بدلہ: الصبی۔ ابن عساکر، ۴/ ۳۷، دون ذکر مع نسائہ

[2] ...... ابن حبان، کتاب العلم، باب الزجر عن کتبۃ المرء ...... الخ، ۱/ ۱۴۵، الحدیث ۷۲

غیرت کی بھی ایک حد ہوتی ہے، جو بندہ اس سے تجاوز کرتا ہے تو واجب میں کوتاہی کرتا ہے اور حق پر زیادتی کرتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: کیا تم اپنی عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دو گے کہ وہ بازاروں میں کافروں کے ساتھ تنگ ہو کر گزریں، (اس معاملے میں) غیرت نہ کرنے والے کو اللہ پاک ناپسند فرماتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی یہ ارشاد سنایا: "**اللہ** پاک کی بندیوں کو مسجدوں میں آنے سے منع نہ کرو۔"[1] تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے ایک صاحبزادے نے عرض کی: کیوں نہیں! **اللہ** پاک کی قسم ہم ضرور انہیں منع کریں گے۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اسے سزا دی اور غضبناک ہو کر فرمایا: تم نے مجھ سے سن لیا کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ انہیں منع نہ کرو۔[2] تم کہتے

---

[1]......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء الی المساجد...الخ، ص ۱۸۴، حدیث: ۹۹۰

[2]......شروع میں عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی اجازت تھی مگر بعد میں حضرات صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اتفاق سے اس سے ممانعت کر دی گئی، یہی قول حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا ہے۔ چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: "جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں اگر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان باتوں کو ملاحظہ فرماتے تو مسجد میں آنے سے انہیں ضرور منع فرما دیتے۔" (بخاری، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، ۱/۳۰۰، حدیث: ۸۶۹)۔ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عورتوں کا حال دیکھ کر انہیں مسجد میں آنے سے منع فرما دیا حالانکہ اِس زمانہ میں اگر ایک عورت نیک ہے تو اُن کے زمانۂ مبارکہ میں ہزاروں عورتیں نیک تھیں اور اُن کے زمانہ میں اگر ایک عورت فاسِقہ تھی تو اب ہزاروں عورتیں فاسِقہ ہیں اور حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے تھے کہ عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ کے قریب اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے اور جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار مار کر عورتوں کو مسجد سے باہر نکالتے اور حضرتِ سیِّدُنا امام ابراہیم نخعی تابعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنی مستورات کو جمعہ اور جماعت میں نہیں جانے دیتے تھے اور حضرتِ سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور دیگر مُتَقَدِّمین نے اگرچہ بوڑھی عورتوں کی فجر، مغرب اور عشاء کی جماعتوں میں شرکت کو جائز ٹھہرایا تھا لیکن مُتَاَخِّرِین نے بوڑھی ہو یا جوان ہر عُمر کی عورتوں کو سب نمازوں کی جماعت میں دن کی ہو یا رات کی شرکت سے منع فرما دیا اور ممانعت کی وجہ فتنہ کا خوف ہے جو حرام کا سبب ہے اور جو چیز حرام کا سبب ہوتی ہے وہ بھی حرام ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب فسادِ زمانہ کے سبب اب سے سیکڑوں برس پہلے مسجدوں میں حاضر ہونے اور

ہو: ہم انہیں منع کریں گے۔[1] اللہ پاک کا فرمان ہے:

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔ (پ ۲۸، الطلاق: ۳)

ایک دانا (عقل مند) کہتے ہیں: کسی معاملے میں کوتاہی کرنے والا جس طرح قابلِ مذمت ہوتا ہے یوں ہی اس میں حد سے گزرنے والا بھی قابلِ مذمت ہوتا ہے۔

عورت کو ضروری کام کے لئے باہر نکلنا

پاکدامن آزاد عورت کو اپنے ضروری کام کی بجاآوری کے لئے باہر نکلنے میں کوئی حرج نہیں۔ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: "تمہیں اجازت ہے تم اپنی حاجتوں کے لیے باہر نکل سکتی ہو۔"[2] اسی طرح خاص عید کے موقع پر بھی نکل سکتی ہے۔[3] رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کے گھروں سے باہر

جماعتوں میں شرکت کرنے سے عورتیں روک دی گئیں حالانکہ ان دونوں باتوں کی شریعت میں بہت سخت تاکید ہے تو اس زمانہ میں جب کہ فتنہ وفساد بہت بڑھ چکا ہے بھلا عورتوں کا بے پردگی کے ساتھ سڑکوں، پارکوں اور بازاروں میں گھومنا پھرنا اور نامحرموں کو اپنا بناؤ سنگار دکھانا کیونکر جائز و درست ہو سکتا ہے۔ (ماخوذ از فتاوٰی فیض الرسول، 2/635، 636)

[1] ......ابن ماجه، کتاب السنة، باب تعظیم حدیث رسول... الخ، ۱/۱۹، حدیث: ۱۶

[2] ......بخاری، کتاب النکاح، باب خروج النساء لحوائجهن، ۳/۴۷۳، حدیث: ۵۲۳۷

[3] ......مسجد و عید گاہ میں عورتوں کا جانا چونکہ فتنہ ہے اس لئے اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا جو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مزاج خوب جانتی پہچانتی تھیں انہوں نے اپنے زمانے کی عورتوں کا حال دیکھ کر فرمایا اگر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ان عورتوں کا حال دیکھتے تو ان کو مسجد میں آنے سے ضرور منع فرما دیتے اور یہ (موجودہ) زمانہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے زمانہ سے کہیں زیادہ پر فتن ہے لہٰذا عورتوں کو (مسجد) عید گاہ جانے سے سختی کے ساتھ روکا جائے اور ان پر لازم ہے کہ عید گاہ ہر گز نہ جائیں۔ (فتاوٰی فیض الرسول، 1/425 ملخصاً) عورتوں کو بلاضرورتِ شرعی گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں کہ ربِّ کریم نے انہیں گھروں میں ٹھہری رہنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ پارہ 22، سورۂ احزاب، آیت نمبر 33 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔" اس حکم پر ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ نے کس حد تک عمل کیا اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے بتایا گیا کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زوجۂ مطہرہ حضرت سیِّدَتُنا سودہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے عرض کی گئی: آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ نہ حج کرتی ہیں اور نہ عمرہ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "میں نے حج بھی کیا ہے اور عمرہ بھی اور اللہ پاک نے مجھے حکم

نکلنے کو مطلق رکھا ہے لیکن وہ اپنے شوہروں کی اجازت اور ان کی مرضی کے بغیر نہ نکلیں۔ غیر ضروری کاموں کے لئے بھی نہ نکلیں بلکہ صرف ان کاموں کے لئے نکلیں جن کے بغیر چارہ نہ ہو اور پھر بھی جتنا ممکن ہو باہر نکلنے سے بچیں کیونکہ ان کے لئے زیادہ بہتر ہے کہ کوئی مرد انہیں نہ دیکھے اور اس میں ان کے دلوں کے لئے زیادہ بھلائی ہے۔

عورتوں کی بہتری کس میں ہے؟

مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی صاحبزادی سیِّدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے پوچھا: اے بیٹی! عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے؟ عرض کی: نہ تو عورت غیر مردوں کو دیکھے اور نہ ہی غیر مرد اسے دیکھیں۔ "[1] تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے جواب کو پسند فرماتے ہوئے انہیں سینے سے لگالیا اور یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍؕ (پ ۳، اٰل عمرٰن: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے۔

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب دیواروں کے سوراخ اور دراڑیں بند کر دیا کرتے تھے تاکہ عورتیں جھانک نہ سکیں۔

دیا ہے کہ میں گھر میں رہوں۔ اللہ پاک کی قسم! میں دوبارہ گھر سے نہیں نکلوں گی۔" راوی کا بیان ہے کہ اللہ پاک کی قسم! وہ اپنے دروازے سے باہر نہ آئیں یہاں تک کہ وہاں سے آپ کا جنازہ ہی نکالا گیا۔ (درمنثور، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۳، ۶/۵۹۹، ۶۰۰) نیز اللہ پاک کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عورتوں کے اس (گھر میں ٹھہرے رہنے والے) عمل کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم! مرد اللہ پاک کی راہ میں جہاد میں شریک ہو کر فضیلت لے گئے اور ہمارا تو کوئی ایسا عمل نہیں جسے بجالا کر ہم مجاہدین کا درجہ پاسکیں؟ تو حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: "تم میں سے جو اپنے گھر میں ٹھہری رہے وہ ان مجاہدین کا درجہ پائے گی جو اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔" (مسند البزار، مسند ابی حمزۃ انس بن مالک، ۱۳/۳۳۹، حدیث: ۶۹۶۲)۔ اس روایت سے ہمارے معاشرے کی ان عورتوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو بلاضرورتِ شرعی گھروں سے باہر نکلتی اور گھومتی پھرتی ہیں اور بازاروں کی رونق بنی رہتی ہیں۔ اگر یہ عورتیں گھروں میں رہیں تو ان کو اللہ پاک کی رہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی طرح ثواب ملے گا۔ (صراط الجنان، 8/19تا20، ملتقطا)

[1]......مسند بزار، مسند علی بن ابی طالب، ۲/۱۵۹، حدیث: ۵۲۶

مروی ہے کہ حضرت سیّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اپنی زوجہ کو دیوار کی دراڑ میں سے جھانکتے دیکھا تو انہیں سزا دی اور ایک مرتبہ زوجہ نے تھوڑا سا سیب کھانے کے بعد بقیہ غلام کو دے دیا تو اس پر بھی انہیں سزا دی۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: عورتوں کو (لباس زینت وفخر) سے خالی رکھو تو وہ گھروں کو لازم پکڑ لیں گی۔[1]

نیز آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: اپنی عورتوں کو "نہ" کہنے کی عادت بناؤ۔

ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے کسی چیز کے بارے میں کوئی بات کی تو آپ کی زوجہ آپ سے تکرار کرنے لگیں، آپ نے انہیں جھڑکا اور فرمایا: تمہارا یہ کام نہیں تم تو گھر کے ایک کونے میں کھیل کود کا سامان ہو اگر ہمیں تمہاری حاجت ہو گی تو ٹھیک ورنہ جہاں ہو وہاں بیٹھی رہو[2]۔

اجر و ثواب کا مستحق

مرد کو بیوی کی غلطیوں کو برداشت کرنے اور اس کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنے پر اجر ملے گا اور بیوی کے ساتھ حُسنِ معاشرت پر ثواب کا حق دار ہو گا۔

حضرت سیّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: وہ شخص سمجھ دار نہیں جو اس کے ساتھ اچھے طریقے سے نہیں رہتا جس کے ساتھ رہے بغیر چارہ نہیں یہاں تک کہ **اللہ** پاک اس کے لئے کشادگی یا جُدائی کی کوئی راہ پیدا کر دے۔

کس عورت کو طلاق دینا بہتر ہے؟

اگر عورت زبان دراز، نافرمان، بڑی جاہل اور ستانے والی ہو تو اسے طلاق دینے میں دونوں کے دین کے

---

[1] ...... حضرت سیّدُنا امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے یہ بات اس لئے فرمائی کیونکہ عورتیں پرانے کپڑوں میں گھر سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتیں (لہٰذا گھر میں ہی بیٹھی رہیں گی)۔ (احیاء العلوم، ۲/ ۶۰)

[2] ...... خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عُمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے زوجہ سے اس طرح کی گفتگو ان کی اصلاح کے لئے تھی نہ کہ بیزاری کا اظہار یا ذلیل ورُسوا کرنے کے لئے کیونکہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا طریقہ بھی وہی تھا جو **اللہ** پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تھا کہ بیویوں کو عزت دیتے اور ان کے حقوق بحسن وخوبی انجام دیا کرتے اور ضرورت کے وقت ان کی ازواج باپردہ باہر بھی جاتی تھیں۔ (دار الافتاء اہلسنت)

لیے زیادہ سلامتی ہے اور اسی میں دونوں کے دلوں کے لیے دنیا اور آخرت میں زیادہ راحت ہے۔

ایک آدمی نے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اپنی عورت کی بدزبانی کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: اسے طلاق دے دو۔ اس آدمی نے عرض کی: میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ تو ارشاد فرمایا: پھر اسے اپنے پاس روکے رکھو۔[1]

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس آدمی کے متعلق یہ اندیشہ ہوا کہ بیوی سے محبت ہوتے ہوئے بیوی کا فراق سہنا پڑا تو ذہنی طور پر پریشان ہو کر رہ جائے گا اور ذہنی پریشانی جسمانی تکلیف سے زیادہ بھاری ہوتی ہے۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍؕ (پ ٢٨، الطلاق: ١)

ترجمۂ کنزالایمان: انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: عورت اپنے شوہر پر زبان درازی کرے اور اسے ایذا پہنچائے تو فاحشہ ہے۔ یہ معاملہ عدت کا ہے جس کے متعلق **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (پ ٢٨، الطلاق: ٦)

ترجمۂ کنزالایمان: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر۔

اور یہ **اللہ** پاک کے اس فرمان سے متصل ہے:

وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ (پ ٢٨، الطلاق: ١)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب **اللہ** سے ڈرو عدت میں انھیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو۔

یعنی عدت میں انہیں نہ نکالو۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ طلاق دینا ممنوع ہے وہ اس آیت کی دوسری تاویل کرتا ہے۔ طلاق مباح ہے لیکن بلاوجہ طلاق دینا مکروہ ہے کیونکہ اس میں محبت میں دراڑ پڑتی ہے۔

---

[1]......ابوداود، کتاب الطهارة، باب في الاستنثار، ١ / ٨٠، حديث: ١٤٢، نحوه
نسائی، کتاب الطلاق، باب ماجاء في الخلع، ص ٥٦٤، حدیث: ٣٤٦٢، نحوه

ایک روایت میں ہے: اللہ پاک نے جو چیزیں بھی حلال کی ہیں ان میں اُسے سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔[1]

خلع لینا

جب عورت کو ڈر ہو مرد کے حوالے سے جو اس پر اللہ پاک کی حدیں اور لازمی حقوق ہیں انہیں پورا نہ کر پائی گی تو خلع لے کر شوہر سے اپنی جان چھڑا سکتی ہے۔ مرد کے لئے مکروہ ہے کہ وہ خلع میں اپنے دیئے گئے مال سے زیادہ لے، اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖؕ (پ ۲، البقرۃ: ۲۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدود پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔

یہ وہ خلع ہے جو اکثر علما کے نزدیک جائز ہے۔

طلاق مانگنا کیسا؟

عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مرد سے طلاق مانگے یوں ہی مرد کی رضامندی کے بغیر خلع لینا بھی جائز نہیں۔ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو عورت سخت تکلیف پہنچے بغیر ہی اپنے شوہر سے طلاق مانگے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گی۔[2] دوسری روایت میں ہے: اس پر جنت حرام ہے۔[3]

رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: (بغیر عذر) خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں منافق ہیں۔[4]

کبھی کبھار میاں بیوی دونوں کی طرف سے زیادتی ہوتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ مرد کو عورت کی زیادتی

---

[1] ....ابو داود، کتاب الطلاق، باب کراھیۃ الطلاق، ۲/ ۳۷۰، حدیث: ۲۱۷۷

[2] ....ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی المختلعات، ۲/ ۴۰۲، حدیث: ۱۱۹۰

[3] ....ابو داود، کتاب الطلاق، باب فی الخلع، ۲/ ۳۹۰، حدیث: ۲۲۲۶

ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی المختلعات، ۲/ ۴۰۲، حدیث: ۱۱۹۱

[4] ....ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی المختلعات، ۲/ ۴۰۲، حدیث: ۱۱۹۰

کی صورت میں مارنے کی اجازت ہے اور عورت کے لیے مرد کی زیادتی کی صورت میں صلح کا حکم ہے۔ **اللہ** پاک کا ارشاد ہے:

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (پ۵، النساء: ۱۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور صلح خوب ہے۔

نشوز کی اصل

نشوز (زیادتی) کی اصل یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے پر بڑائی اور برتری چاہتا ہے گویا ایک دوسرے سے بے رُخی برتتا اور کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔ پھر دونوں میں سے کوئی ایک طرف ہوتا ہے اور دوسرا دوسری طرف، تو ایک جانب سے فحش کلامی ہوتی ہے جبکہ دوسری طرف سے اذیت، جدائی اور علیحدگی ہوتی ہے۔ اس حالت میں دو فیصلہ کرنے والے شخصوں کو مقرر کیا جاتا ہے۔ ایک مرد والوں کی طرف سے اور دوسرا عورت والوں کی طرف سے کہ وہ دونوں انصاف کریں اور ان کے درمیان معاملے کو بغور دیکھیں۔ **اللہ** پاک نے جس طرح نکاح پر غنا (بے نیازی) کا وعدہ فرمایا یوں ہی فرقت اور جدائی پر بھی غنا کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ (پ۵، النسآء: ۱۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو **اللہ** اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔

یوں ہی **اللہ** پاک کا ارشاد ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآىٕكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (پ۱۸، النور: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو **اللہ** انہیں غنی کر دے گا اپنے فضل کے سبب۔

تین بندوں کی دعا نا مقبول ہے

روایت میں ہے تین بندوں کی دعا قبول نہیں ہوتی: ایک وہ مرد جس کی عورت بُری ہو اور وہ یہ کہے کہ **اللہ** پاک مجھے تجھ سے نجات دے، حالانکہ **اللہ** پاک نے طلاق کا اختیار اس کے ہاتھ میں دیا ہے کہ اگر چاہے تو

طلاق دے۔ دوسرے دو میں سے ایک بُرا غلام ہے اور دوسرا بُرا پڑوسی کہ ان کے خلاف دعا کرنے والے کی دعا بھی قبول نہیں کی جاتی۔[1]

بیوی سے اچھا برتاؤ کرے

آدمی کو چاہیے کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ گزر بسر اور رہن سہن میں اچھا سلوک رکھے کہ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًاؕ (پ۵، النسآء: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں توان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔

یعنی بیویوں سے جدائی، جھگڑے اور ناپسندیدہ کام کا کوئی بہانہ تلاش مت کرو۔ یہ اس صورت میں ہے جب وہ نفس مطمئنہ کی صورت میں ہو کہ جب اس نے ایمان قبول کیا، تیرے لئے مؤمنین کے اخلاق کو خوشی سے قبول کیا تو اسے نرمی سکھاؤ اور جائز امور کو پورا کرنے میں بیوی سے نرمی کا معاملہ رکھو، **اللہ** پاک نے بیوی کے ساتھ اچھے برتاؤ کو والدین کے ساتھ اچھے برتاؤ سے تشبیہ دی۔ چنانچہ والدین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا٘ (پ۲۱، لقمٰن: ۱۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔

اور عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِۚ (پ۴، النسآء: ۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے اچھا برتاؤ کرو۔

اور عورتوں کے متعلق شوہر کے حق کو الگ سے ایک کلمہ میں یوں اجمالی طور بیان کیا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۪ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق۔

اور عورتوں کے حق کی عظمت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:

وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا(۲۱) (پ۴، النسآء: ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔

---

[1] ......المستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النساء، ثلاثۃ یدعون اللہ فلا یستجاب لھم، ۳/ ۲۳، حدیث: ۳۲۳۵، مختصر

اور **اللہ** پاک نے ارشاد فرمایا:

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ (پ۵، النساء:۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور کروٹ کے ساتھی۔

منقول ہے کہ کروٹ کے ساتھی سے مراد بیوی ہے۔

عورتوں کے معاملے میں اللہ پاک سے ڈرو!

رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آخری وصیت تین باتوں پر مشتمل تھی اور آپ بار بار انہیں ہی دہرا رہے تھے حتّٰی کہ (وقت آخر) زبان مبارک میں رکاوٹ اور کلام مبارک میں آہستگی آگئی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ ارشاد فرما رہے تھے: نماز کو لازم پکڑو! نماز کو لازم پکڑو، جن کے تم مالک ہو (یعنی لونڈی غلام) ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو اور عورتوں کے معاملے میں **اللہ** پاک سے ڈرو! عورتوں کے معاملے میں **اللہ** پاک سے ڈرو کہ یہ تمہارے ہاتھوں میں قیدی ہیں، تم نے انہیں **اللہ** پاک کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور **اللہ** پاک کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔[1]

بیوی کے حقوق

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا: بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا: جب کھائے تو اسے بھی کھلائے، لباس پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کی بُرائی نہ کرے اور قطع تعلقی بھی گھر کے اندر ہی کرے (نہ کہ باہر)۔[2]

مرد کو چاہیے کہ جب نکاح کا ارادہ کرے تو عورت کے ساتھ حُسنِ معاشرت میں سے جو ضروری ہو اسے سیکھے اور اس کے ساتھ رہن سہن، حسن مدارات اور لطف و کرم کے طریقے سمجھے۔ عورت کو بھی جو اس پر شوہر کے حوالے سے واجب ہے سکھائے اور جو **اللہ** پاک نے عورت پر شوہر کے متعلق لازم کیا ہے اسے سمجھائے۔

---

[1]......ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ماجاء في ذكر مرض رسول صلى الله عليه وآله وسلم، ۲/ ۲۸۲، حديث: ۱۶۲۵ مختصراً

مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي صلى الله عليه وآله وسلم، ص ۴۹۰، حديث: ۲۹۵۰ بتغير

[2]......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حق المراة على الزواج، ۲/ ۴۰۹، حديث: ۱۸۵۰

اپنے کسی معاملے کا عورت کو مالک نہ بناؤ

اپنے کسی معاملے کا عورت کو مالک نہ بنائے کہ جب **اللہ** پاک نے تجھے کسی معاملے کا مالک بنایا ہے تو اپنی خواہش سے **اللہ** پاک کی حکمت نہ بدل ورنہ معاملہ اُلٹ ہو جائے گا۔ یہ ایسا ہے گویا تو نے دشمن (شیطان) کی اطاعت کر لی اور اس سے اتفاق کر لیا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ **اللہ** کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے۔

اور **اللہ** پاک کا فرمان ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا (پ۴، النساء: ۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو **اللہ** نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے۔

اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو یعنی عورتوں اور بچوں کو۔

بیوی کا غلام ہلاک ہوا

حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تَعِسَ عَبْدُ الزَّوْجَةِ یعنی بیوی کا غلام ہلاک ہوا۔“[1]

یہ بات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس لئے ارشاد فرمائی کہ جب بندے نے بیوی کی خواہشات میں اس کی اطاعت کی تو وہ اس کا غلام بن گیا گویا یوں اس نے نعمت الٰہی کو ناشکری سے بدل دیا حالانکہ **اللہ** پاک نے اسے عورت پر سردار بنایا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: وَ اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ (پ۱۲، یوسف: ۲۵) سردار یعنی شوہر۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو شخص بھی اس حال میں صبح کرے کہ عورت کی خواہشات میں اس کا فرمانبردار ہو تو **اللہ** پاک اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔

---

[1] ......بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللہ، ۲/ ۲۷۷، حدیث: ۲۸۸۶، الزوجۃ: بدلہ: الدینار

عورت کی مثال نفس کی طرح ہے

عورت کو کسی چیز کا عادی نہ بنائے ورنہ وہ تجھ پر جرأت کرے گی اور تجھ سے اس عادی چیز کا مطالبہ کرے گی۔ عورت کی مثال نفس کی طرح ہے اگر تم اس کی لگام چھوڑو گے تو وہ تم سے سرکشی کرے گی اور اگر اس کی لگام کو ایک انچ ڈھیلا کرو گے تو وہ تمہیں ایک ہاتھ کھینچ لے گی لیکن اگر تم نے اس کی لگام کھینچ کر رکھی اور گرفت مضبوط رکھی تو تم اس کے مالک بن جاؤ گے پھر امید ہے وہ تمہاری فرماں برداری کرے۔

حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ اگر تم ان کی عزت کرو گے تو وہ تمہاری اہانت کریں گے اور اگر تم ان کی اہانت کرو گے تو وہ تمہاری عزت کریں گے: (1)...عورت (2)...خادم اور (3)...نَبطی (کھیتی باڑی کرنے والا دیہاتی)۔[1]

وہ تمہارا گدھا ہے

عرب کی عورتیں اپنی بیٹیوں کو شوہروں کو آزمانے کے طریقے سکھایا کرتی تھیں۔ ایک عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا تو کہا: شوہر پر پیش قدمی سے پہلے اسے اس طرح آزمالو کہ اس کے نیزے کا پھل اتار دو اگر وہ خاموش رہے تو اس کی ڈھال پر گوشت کاٹو اگر پھر بھی چپ رہے تو اس کی تلوار کے ساتھ ہڈیاں توڑو اگر پھر بھی نہ بولے تو اس کی پیٹھ پر پالان رکھ کر اس پر سوار ہو جاؤ کہ وہ تمہارا گدھا ہے۔

دلہن کے لئے حکمت بھری باتیں

عرب کے دانا (تابعی بزرگ) حضرت سیِّدُنا اسماء بن خارجہ فزاری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے شادی کی رات اپنی بیٹی کو نصیحت کی اور کہا: بیٹی! تیری والدہ اگر زندہ ہوتی تو وہ تجھے نصیحت کرنے میں مجھ سے زیادہ حق دار ہوتی اور اب میں دوسروں سے زیادہ حق دار ہوں کہ تجھے ادب سکھاؤں تو جو میں کہوں اسے اچھی طرح سمجھ لو: بیٹی! تو جس گھر میں پیدا ہوئی اب یہاں سے رخصت ہو کر ایک ایسی جگہ (یعنی شوہر کے گھر) جا رہی ہے جس سے تو واقف

---

[1]........ حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یعنی اگر تم صرف اور صرف ان کی عزت کرو گے اور نرمی کے ساتھ سختی اور ڈھیل کے ساتھ غصہ نہیں ملاؤ گے تو وہ تمہاری اہانت کریں گے۔ (احیاء العلوم، ۲/ ۵۸)

نہیں اور ایک ایسے ساتھی (یعنی شوہر) کے پاس جارہی ہے جس سے مانوس نہیں۔ اس کے لئے زمین بن جانا وہ تیرے لئے آسمان ہو گا۔ ☆اس کے لئے بچھونا بن جانا وہ تیرے لئے سُتُون ہو گا۔ ☆اس کے لئے کنیز بن جانا وہ تیرا غلام ہو گا۔ ☆اس سے مانگنے میں ضد نہ کرنا ورنہ وہ تجھ سے نفرت کرنے لگے گا۔ ☆اس سے اس قدر دور بھی نہ ہونا کہ وہ تجھے بھلا ہی دے۔ ☆اگر وہ قریب ہو تو قریب ہو جانا اور اگر دور ہے تو دور ہو جانا۔ ☆اس کے ناک، کان اور آنکھ (یعنی ہر طرح کے راز) کی حفاظت کرنا۔ ☆وہ تجھ سے صرف خوشبو سونگھے اور ☆تجھ سے صرف اچھی بات ہی سنے اور اچھا کام دیکھے۔ میں نے تمہاری ماں سے شادی کی رات یہ اشعار کہے:

خُذِی الْعَفْوَ مِنِّی تَسْتَدِیْمِیْ مَوَدَّتِیْ　　وَلَا تَنْطِقِیْ فِیْ سَوْرَتِیْ حِیْنَ اَغْضَبُ

وَلَا تَنْقُرِیْنِیْ نَقْرَكِ الدُّفَّ مَرَّةً　　فَاِنَّكِ لَا تَدْرِیْنَ مَاذَا الْمُغَیَّبُ

فَاِنِّیْ رَاَیْتُ الْحُبَّ فِی الْقَلْبِ وَالْاَذٰی　　اِذَا اجْتَمَعَا لَمْ یَلْبَثِ الْحُبُّ یَذْهَبُ

ترجمہ: (1)... مجھ سے درگزر کر کے میری دائمی محبت کو پالے اور میرے غصہ کی حالت میں مجھ سے گفتگو نہ کرنا۔ (2)... مجھے کبھی بھی ڈھول کی طرح نہ بجانا کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ اندر کیا چھپا ہوا ہے۔ (3)... میرا مشاہدہ ہے کہ جب ایک دل میں محبت و نفرت دونوں جمع ہو جائیں تو محبت ٹھہرتی نہیں چلی جاتی ہے۔

چھ قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرنا

عرب کے کسی شخص نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: چھ قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرنا: (1)... اَنَّانہ (2)... مَنَّانہ (3)... حَنَّانہ (4)... حَدَّاقہ (5)... بَرَّاقہ اور (6)... شَدَّاقہ۔

وضاحت

اَنَّانَہ: وہ عورت جو بہت زیادہ کراہے، تکلیف کا اظہار کرنے اور گلہ شکوہ کرنے والی ہو اور اکثر اپنے سر کو (کپڑے وغیرہ سے) باندھے رکھتی ہو (گویا سر میں درد ہو)۔ **مَنَّانَہ:** وہ عورت جو اپنے شوہر پر احسان جتلاتی رہتی ہو کہ میں نے تمہارے لئے یہ کیا وہ کیا (اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے)۔ **حَنَّانَہ:** وہ عورت جو اپنے پہلے خاوند کی اولاد کے لئے تڑپتی رہے یا اپنے پہلے خاوند پر ایسی فریفتہ ہو کہ اس کا دل اس کی طرف لگا رہے۔ **حَدَّاقَہ:** وہ عورت جو آنکھ سے اشارہ کر کے ہر چیز خریدے اور شوہر سے اپنی خواہش کی ہر چیز خریدنے کا مطالبہ کرے۔

کبھی یہ وہ عورت ہوتی ہے جو اکثر کن انکھیوں سے مردوں کو دیکھتی ہے جس طرح بعض مرد عورتوں کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہیں۔ **بَرَّاقَہ:** اس کے دو معنٰی ہو سکتے ہیں: (1)...وہ عورت جو کھانا کم ہونے یا اپنی بداخلاقی کی وجہ سے کھانے پر روٹھ جائے، لالچ اور بخل کی وجہ سے اکیلی کھائے اور ہر چیز میں سے ملنے والے حصے کو کم سمجھے۔ یہ معنٰی یمنی لغت کے مطابق ہے کہ جب کوئی عورت یا بچہ کھانے کے وقت روٹھ جاتا تو اہل یمن کہتے: بَرَقَتِ الْمَرْأَةُ وَبَرَقَ الصَّبِيُّ الطَّعَامَ۔ (2)...وہ عورت جو اکثر اپنے چہرے کو نکھارتی، خضاب کرتی اور ہمیشہ بناؤ سنگھار میں پڑی رہے۔ **شَدَّاقَہ:** وہ عورت جو باچھیں کھول کر بہت زیادہ گفتگو کرے، منہ پھٹ اور باتونی ہو۔ (ایسی عورت کو اللہ پاک ناپسند فرماتا ہے)، چنانچہ

اللہ پاک کو ناپسندیدہ

اللہ پاک کے آخری نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک زیادہ بولنے والے منہ پھٹ کو اللہ پاک ناپسند فرماتا ہے۔[1]

چار قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرو!

منقول ہے کہ ایک اَزدی سیاح کی دورانِ سیاحت حضرت سیِّدُنا الیاس عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات ہوئی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے نکاح کا حکم دیا اور فرمایا: یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ نیز اسے تنہا زندگی گزارنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ چار قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرنا: (1)... مختلعہ (2)... مباریہ (3)...عاہرہ اور (4) ...ناشزہ۔

وضاحت

مُخْتَلِعہ: وہ عورت جو بغیر کسی سبب کے خلع کا مطالبہ کرتی رہتی ہے حالانکہ اس کا شوہر اس سے محبت کرتا ہے۔ **مُبَارِیَہ:** وہ عورت جو دنیوی اسباب کی وجہ سے دوسروں پر فخر کرتی رہے اور اپنے شوہر سے ایسی چیزوں کو مطالبہ کرے جس سے اپنی سہیلیوں پر فخر کرے۔ **عَاہِرَہ:** وہ فاسقہ عورت جو اپنے آشناؤں اور اجنبیوں کے ساتھ جانی جاتی ہو۔ اسی صفت کی حامل عورت کے متعلق اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: "وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ

---

[1]......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی معالی الاخلاق، ۳/ ۴۰۹، حدیث: ۲۰۲۵، بتغیر

(پ۵، النسآء:۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ یار بناتی۔ **"ناشزہ:** وہ عورت جو اپنے قول و فعل کے ذریعے شوہر پر برتری چاہے۔

عورتوں کی تین اچھی خصلتیں

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرمایا کرتے تھے کہ تین عادتیں مردوں میں بُری مگر عورتوں میں اچھی ہیں: (1)... بخل (2)... خود پسندی اور (3)... بزدلی۔

وضاحت: عورت **خود پسند** ہوگی تو مردوں سے گفتگو کرنے کو ناپسند کرے گی اور **بزدل** ہوگی تو ہر شے سے گھبرائے گی، لہٰذا گھر سے باہر نہیں نکلے گی۔[1]

عزل کرنا[2]

میں عزل کو شدید مکروہ کہتا ہوں کیونکہ یہ شرکِ خفی کی ایک قسم ہے اور حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے۔[3] سلف صالحین کی ایک جماعت نے اسے مکروہ کہا ہے اور اکابر متقین عزل

---

[1]...... عورت بخیل ہوگی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی۔ (احیاء العلوم، ۲/ ۵۰)

[2]...... عزل اور فیملی پلاننگ کا حکم: آپریشن کے ذریعے بچہ دانی نکلوا دینا ناجائز و حرام ہے کہ اس میں ایک عضو کو ضائع کر دیا جاتا ہے اور یہ مُثلہ ہے اور مُثلہ حرام، (کیونکہ) سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث مبارک میں ہے: "سِیْرُوْا بِسْمِ اللّٰہِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَاتِلُوْا مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا" یعنی چلو خدا کا نام لے کر اور خدا کی راہ میں جہاد کرو خدا کے منکروں سے اور نہ مثلہ کرو نہ بد عہدی نہ خیانت نہ بچے کا قتل۔ (ابن ماجہ، ۳/ ۳۸۸، حدیث: ۲۸۵۷) بچہ دانی کا منہ رِنگ کے ذریعہ بند کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس عمل میں عورت کی شرم گاہ غیر کے سامنے کھولنا اور اس کا چھونا ضروری ہوتا ہے اگرچہ وہ غیر عورت ہی کیوں نہ ہو اور بلا ضرورتِ شرعیہ عورت کا اپنی شرم گاہ کسی غیر مرد خواہ عورت کو دکھانا ناجائز و حرام ہے، ہاں! اگر عورت کا شوہر یہ کام انجام دے تو حرج نہیں یونہی مانعِ حمل ادویات اور غبارے کا استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ یہ دونوں عزل (مرد کا اپنی منی عورت کی شرم گاہ سے باہر خارج کرنے) ہی کے حکم میں ہے اور یہ عورت کی اجازت سے جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: "نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَنْ یُّعْزَلَ عَنِ الْحُرَّۃِ اِلَّا بِاِذْنِھَا" یعنی رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آزاد عورت کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کرنے سے منع فرمایا ہے۔" (ابن ماجہ، ۲/ ۴۵۲، حدیث: ۱۹۲۸) بعض فقہاء نے عورت کی اجازت کے بغیر بھی عزل کی اجازت دی ہے۔ نیز یہ یاد رہے کہ جہاں جہاں منصوبہ بندی کی اجازت ہے وہاں اگر فقر کے خوف کی وجہ سے ہے تو ممنوع ہے۔ (دار الافتاء اہلسنت کراچی پاکستان)

[3]...... ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب العزل، ۲/ ۴۵۲، حدیث: ۱۹۲۸

نہیں کرتے تھے۔ عزل میں کم سے کم یہ ہے کہ بندہ توکل کے درجہ سے نکل جاتا ہے اور حکمِ خدا پر راضی رہنے میں کمی آجاتی ہے۔

سبب ہونے کی وجہ سے ثواب کا حق دار

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے تھے: عزل کرنا زندہ درگور کرنے کا چھوٹا درجہ ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے اس فرمان کا بہت ہی اچھا استنباط سنت سے بھی ہے۔ چنانچہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جماع (ہمبستری) کی فضیلت میں مروی ہے: آدمی اپنی بیوی سے ہمبستری کرتا ہے تو اس کے لئے اس ہمبستری پر ایسے لڑکے کا اجر لکھا جاتا ہے جو **اللہ** پاک کی راہ میں جہاد کرے۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: کیا تم نے اسے پیدا کیا؟ کیا تم نے اسے روزی دی؟ کیا تم نے اسے ہدایت دی؟ کیا اس کا جینا مرنا تمہاری طرف سے ہے؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: بلکہ **اللہ** پاک ہی پیدا کرنے والا، روزی دینے والا، ہدایت دینے والا اور زندگی اور موت دینے والا ہے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس نے اسے ٹھہرنے کی جگہ ٹھہرایا ہے۔[1] مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ہمبستری کرے اور مادہ منویہ کو رحم میں ڈالے (تو بچے کی پیدائش کا سبب ہونے کی وجہ سے ثواب کا حق دار ہوگا)۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ۲۷، الواقعۃ: ۵۸، ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

جب **اللہ** پاک نے تیری منی سے پیدا نہ فرمایا تو تجھے یہ کافی ہے گویا کہ اس نے اس منی سے پورے احوال پر بیٹا پیدا فرمادیا، اس کے اوصاف کو کامل کر دیا کہ وہ **اللہ** پاک کی راہ میں لڑے اور شہید ہو جائے۔ ایسا اس لیے کہ جو تیرے بس کا کام تھا تو نے پورا کیا اور اس کا پیدا کرنا اور اس کو راہ دکھانا تجھ پر نہیں ہے صرف **اللہ** پاک کی قدرت سے ہے اور یہ صرف اسی ذات کا کام ہے۔ اب تیرے لیے اس کا اجر ہوا گویا کہ **اللہ** پاک نے

---

[1] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، الترغیب فی المباضعۃ، ۵/ ۳۲۵، حدیث: ۹۰۲۷
ابن حبان، کتاب النکاح، باب العزل، ۶/ ۱۹۷، حدیث: ۴۱۸۰

وہ کر دیا ہے کیونکہ جو کام تیرے لیے ممکن تھا وہ تو نے پورا کر دیا۔ اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا نے فرمایا: عزل زندہ در گور کرنے کا چھوٹا درجہ ہے۔ اس لیے کہ عزل اس فضیلت کے نہ ہونے سے پایا جاتا ہے اور اس وقت بندہ اس کے نہ ہونے کا سبب ہوتا ہے کیونکہ اس نے وہ کیا ہی نہیں ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی فضیلت چلی گئی اور گویا بندے پر اس کا قتل ٹھہرا[1]۔

اہلِ جاہلیت کا بیٹیوں کو قتل کرنا

ہم نے یہ بات ذکر کی ہے کہ عزل شرکِ خفی کی قسم میں سے ہے کیونکہ اہلِ جاہلیت کا اپنی بیٹیوں کو قتل کرنا چند اسباب کی وجہ سے تھا: (1) عار کا ڈر، (2) ان پر خرچ کرنے کو ناپسند کرنا، (3) بخل (4) فقر اور تنگ دستی کا خوف۔

(زمانہ جاہلیت میں) عربوں میں جس کے ہاں بیٹے اور بیٹیاں ہوتیں پھر بیٹے مر جاتے اور صرف بیٹیاں رہ جاتیں تو اہلِ عرب اسے اَبْتَر (لاولد) کے نام سے پکارتے اور یہ کہہ کر اس کی مذمت کرتے۔ اسی وصف کی وجہ سے وہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ناپسند کرتے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چار بیٹے (چھوٹی عمر میں) وفات پا گئے تھے جن کے نام یہ ہیں: (1) حضرت قاسم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ۔ زمانہ جاہلیت میں ان ہی کے نام سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کنیت ابو القاسم ہوئی۔ (2) حضرت طیب (3) حضرت طاہر (4) حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم۔ ان میں حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے سوا سب ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کے بطن سے ہوئے اور حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی پیدائش مصری باندی کے بطن سے ہوئی جو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے آپ کو ہدیۃً پیش کی تھی[2]۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ

---

[1] ......یہ گفتگو فقط فضیلت نہ ملنے کی ہے ورنہ جواز کی اجازت پیچھے بیان ہو چکی۔ (علمیہ از دار الافتاء اہلسنت)

[2] ......شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سیرتِ مصطفیٰ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ صفحہ 685 پر حضرت سیِّدَتُنا ماریہ قبطیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ان کو مصر و سکندریہ کے بادشاہ مقوقس قبطی نے بارگاہِ اقدس میں چند ہدایا اور تحائف کے ساتھ بطور ہبہ کے نذر کیا تھا۔ ان کی ماں رومی تھیں اور باپ مصری اس لیے یہ بہت حسین و خوبصورت

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چار بیٹیاں حیات رہیں: (1) حضرت سیّدہ زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا، یہ سب سے بڑی ہیں۔ ان کی شادی زمانۂ جاہلیت میں عاص بن ربیع سے ہوئی۔ (2) حضرت سیّدہ رقیہ (3) حضرت سیدہ اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، ان دونوں کا نکاح حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے ہوا۔ (4) حضرت سیّدہ فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا، ان کا نکاح حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے ہوا۔ یہ سب صاحبزادیاں ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے بطن سے ہوئیں اور حضرت سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے علاوہ سب کا انتقال آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ ظاہری میں ہوا اور حضرت سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا انتقال آپ کی وفات ظاہری کے 40 روز بعد ہوا۔

گستاخِ رسول کو اللّٰہ پاک کا جواب

اسی وجہ سے کافروں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نام مُذَمَّم رکھا یعنی اپنے نزدیک مذموم۔ اسی سبب سے عاص بن وائل نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان میں گستاخی کی حتّٰی کہ جب یہ کہا کہ آپ اَبْتَر ہیں تو اللّٰہ پاک نے اس کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۟ (پ۳۰، کوثر: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔[1]

یعنی عاص بن وائل نے کہا تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر اور چرچا آپ کی وفات کے بعد نہ ہوگا اور بیٹوں کی وفات کے بعد آپ کا ذکر منقطع ہوجائے گا تو اللّٰہ پاک نے ارشاد فرمایا:

تھیں۔ یہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُمِّ ولد ہیں کیونکہ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان ہی کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے تھے۔ کنیز ہونے کے باوجود حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کو پردہ میں رکھتے تھے اور ان کیلئے مدینہ طیبہ کے قریب مقامِ عالیہ میں آپ نے ایک الگ گھر بنوا دیا تھا جس میں یہ رہا کرتی تھیں اور حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی زندگی بھر ان کے نان نفقہ کا انتظام کرتے رہے اور ان کے بعد حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۵ھ یا ۱۶ھ میں ان کی وفات ہوگئی اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کیلئے خاص طور پر لوگوں کو جمع فرمایا اور خود ہی ان کی نماز جنازہ پڑھا کر ان کو جنت البقیع میں مدفون کیا۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ذکر سراریہ، ۴/۳۵۹-۳۶۱)

[1] ......البعث والنشور للبیھقی، باب ماجاء فی حوض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۱۱۵، حدیث: ۱۲۶

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (پ ٣٠، کوثر: ٣)　ترجمۂ کنز الایمان: بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔[1]

یعنی آپ کے دشمن کا ذکر منقطع ہو جائے گا اور اس کی تعریف کرنے والا کوئی نہیں ہو گا اور اس کے مرنے کے بعد اسے اچھائی سے یاد نہیں کیا جائے گا اور آپ وہ ہیں کہ میں نے آپ کا ذکر آپ کے لیے بلند کر دیا ہے کہ جب میرا ذکر ہو گا تو میرے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو گا۔

تین حوب

(زمانۂ جاہلیت کے) اہلِ عرب کہا کرتے تھے: جس کے لئے تین حوبوں (وبالوں) میں سے کوئی ایک حوب ہو اس کا کنبہ عزت نہیں پا سکتا اور نہ ہی وہ اپنی قوم کا سردار بن سکتا ہے۔ حوب سے وہ ماں، بہن اور بیٹی مراد لیتے تھے۔ **اللہ** پاک یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ (پ ٤، النسآء: ٢)　ترجمۂ کنز الایمان: یہ بڑا گناہ ہے۔

میرے نزدیک یہ ایسا نہیں بلکہ یہ وہ اپنے پاس سے کہتے ہیں۔ بلند پایہ تابعین مؤمنین ماں، بہن اور بیٹی کے جمع ہونے کو مستحب خیال کرتے تھے کیونکہ ان میں عظیم ثواب اور بڑی فضیلت ہے تاکہ اس سے جاہلیت کے طریقے کی مخالفت کی جا سکے۔ جاہلیت کی یہ چیزیں یا اس کی بعض چیزیں عزل میں بھی پائی جاتی ہیں تو اسی وجہ سے ہم نے اس کا نام شرک رکھا اور اسے مکروہ کہا ہے۔

طہارت کے معاملے میں حد سے بڑھنا

عزل کرانا خارجی عورتوں کا مذہب ہے۔ ان کے اندر صفائی ستھرائی کے معاملے میں حد سے زیادہ تجاوز پایا جاتا ہے۔ یہ طہارت کے لئے پانی کا بہت زیادہ استعمال کرتی ہیں، حماموں میں داخل ہونے کو بہت زیادہ پسند کرتی اور طہارت کے متعلق حد سے بڑھ جاتی ہیں۔ ایام حیض کی نمازوں کی بھی قضا کرتی ہیں اور حیض کے دنوں میں روزے داروں کی طرح رہتی ہیں۔ حیض کے دنوں میں استعمال شدہ کپڑوں میں دھوئے بغیر نماز نہیں

---

[1]......البعث والنشور للبیہقی، باب ماجاء فی حوض النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ص ١١٥، حدیث: ١٢٦

پڑھتیں اور بیت الخلا میں بھی ننگی ہو کر جاتی ہیں۔ نظافت رکھنے اور ناپاک کر دینے والے کاموں سے بچنے کے لئے بچے کی ولادت کو بھی ناپسند کرتی ہیں حالانکہ یہ صحابیات کی سنت کے خلاف ہے۔ انہوں نے یہ نئی بدعت ایجاد کی ہے اور سنتِ رسول اور ازواجِ مطہرات کے طریقے سے الگ راہ نکالی ہے۔ یہ عراق اور اہلِ نہر کی نبطی عورتیں ہیں۔ ام المؤمنین حضرت سیّدتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا جب بصرہ پہنچیں تو بعض عورتوں نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی مگر انہیں اجازت نہ ملی۔ اسی طرح **اللہ** پاک اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اولاد پیدا کرنے کو مستحب فرمایا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ٘ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْؕ (پ ٢، البقرۃ: ٢٢٣)

ترجمۂ کنزالایمان: تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو۔

کہا گیا ہے کہ بھلے کام سے مراد اولاد ہے۔

نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ بیشک میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔(1)

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: تمہاری بیویوں میں سے بہتر وہ ہے جو زیادہ بچے جننے والی، زیادہ محبت کرنے والی ہے۔(2)

اور فرمانِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: بچے جننے والی کالی عورت بچے نہ جننے والی حسین عورت سے بہتر ہے۔(3) اور گھر کے کونے میں پڑی چٹائی بچہ نہ جننے والی عورت سے بہتر ہے۔(4) جب کہ عزل کرنے والا

---

1 ......ابوداود، کتاب النکاح، باب النھی عن التزویج... الخ، ٢/٣١٩، حدیث: ٢٠٥٠
مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب نکاح الابکار والمرأۃ العقیم، ٦/١٢٨، حدیث: ١٠٣٨٢

2 ......السنن الکبری للبیھقی، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج بالودود الولود، ٧/١٣١، حدیث: ١٣٤٧٨
موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، باب حق الرجل علی زوجتہ، ٨/٤١٩، حدیث: ٥٣٠

3 ......معجم کبیر، ١٩/٤١٦، حدیث: ١٠٠٤

4 ......ابوداود، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، ٤/٢٦، حدیث: ٣٩٢٢، موقوفاً عن عمر
المجروحین لابن حبان، ١/٥٣٨، رقم: ٥٢٩: عبد اللہ بن وھب النسوی

اس مستحب کو ختم کرنے والا ہے۔

کہا گیا ہے کہ عورت جب حیض سے پاک ہوتی ہے تو اس وقت اسے ہمبستری کی بہت خواہش ہوتی ہے اور اسی وقت اکثر عورتوں کو حمل ٹھہرتا ہے۔ طہر کے بعد جو حمل ٹھہرتا ہے وہ بچہ اچھے انجام والا (یعنی سعادت مند) ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ پاک نے جماع کے حکم اور بچے کی ولادت کے حکم کو حیض کی پاکی کے بعد بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا۔

طہر کے عکس میں کراہت اور مذمت ہے جیسا کہ اللہ پاک نے حیض میں عورتوں سے دور رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ کہا گیا ہے: اگر حیض میں (ہمبستری کرنے سے) حمل ٹھہر جائے تو بچہ پاگل یا مجذوب (بوہرا) یا اس کے حواس میں خرابی ہوگی یا اس کی حالت اور عقل میں فتور ہوگا کیونکہ اس نے اس بے کار زمین میں پودا لگایا ہے جس کی نہ پیداوار بڑھے اور نہ وہ پروان چڑھے اور جس نے پاکیزہ کھیت میں بیج بویا، اس کی کھیتی آگے بڑھے گی اور ایسا طہر میں کرنے سے ہوگا اس لئے یہ ارشاد فرمایا:

حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا۔

عزل کی رخصت

علما کی ایک جماعت نے عزل کرنے میں رخصت بھی دی ہے۔ اسی رخصت کے بارے میں رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی مروی ہے۔[1] حضرت سیِّدُنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ عزل کیا کرتے تھے۔

انسانی تخلیق کے سات مراحل

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے اس فرمان: "عزل زندہ درگور کرنے کا چھوٹا درجہ ہے۔" کارد کیا اور فرمایا: زندہ دفن کرنا سات اُمور (یعنی بچے

---

[1]......مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، ص ۵۸۱، حدیث: ۳۵۶۱، ۳۵۵۶

کے سات مراحل سے گزرنے) کے بعد ہوتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت فرمائی:

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىٕلَتْ (پ ۳۰، تکویر: ۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے۔

یہ بات سات آیتوں کے بعد ذکر ہوئی ہے پھر آپ نے وہ آیتِ مقدسہ تلاوت فرمائی جس میں انسانی تخلیق کے مراحل کا ذکر ہے اور وہ اللہ پاک کا یہ فرمان ہے:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۚ(۱۲) ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۪(۱۳) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ (پ ۱۸، المؤمنون: ۱۲ تا ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اُٹھان دی۔

صورت میں اُٹھان دی یعنی اس میں روح پھونکی۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے فرمان کے مطابق مذکورہ سات مراحل کے بعد ہی زندہ دفن کی گئی مقتولہ کہلائے گی۔ یوں ہی اللہ پاک نے اس مقتولہ کو سورۂ تکویر میں سات معانی کے بعد بیان فرمایا، پھر ان دونوں کو فہم میں جمع فرمایا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اس سے استنباط فرمایا۔ یہ حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے علمی باریکیوں، گہرے فہم اور عمدہ استدلال میں سے ہے جن میں آپ اپنی علمی بلندی، بیدار مغزی اور مخفی استدلال کی وجہ سے منفرد ہیں۔

تو عورتوں سے ہمبستری نہ کی جائے یہاں تک وہ پاک ہو جائیں یعنی پانی سے پاکی حاصل کر لیں۔

قبلہ رخ ہمبستری کرنا

قبلہ کی حرمت کی وجہ سے قبلہ رخ ہمبستری کرنا مکروہ ہے۔[1] حدیث پاک میں ہے: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہمبستری کرے تو دونوں گدھے کی طرح ننگے نہ ہوں۔[2]

---

[1] ......سیِّدِی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر کپڑا اوڑھے ہے بدن چھپا ہوا ہے تو (ہمبستری کرنے میں) کچھ حرج نہیں اور اگر برہنہ ہے تو ایک تو برہنہ جماع کرنا خود مکروہ، دوسرے بحالت برہنگی قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا دوسرا مکروہ و خلافِ ادب۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۳/۳۴۹ملخصاً)

[2] ......ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب التستر عند الجماع، ۲/۴۴۹، حدیث: ۱۹۲۱

ہمبستری کے آداب

مروی ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب جماع (مباشرت) فرماتے تو اپنا سَر انور ڈھانپ لیتے، آواز مبارک دھیمی کر لیتے اور زوجہ سے ارشاد فرماتے: تم پر سکون اختیار کرنا لازم ہے۔[1]

اگر ایک مرتبہ جماع کے بعد (اسی وقت) دوسری مرتبہ جماع کا ارادہ ہو تو پہلے اپنی شرم گاہ کو دھولے اور اگر احتلام ہوا ہو تو شرم گاہ کو دھونے اور پیشاب کرنے سے پہلے جماع نہ کرے۔ اگر احتلام کے بعد بغیر دھوئے جماع کرے گا تو بچے پر شیطان کے اثر کا خوف ہو گا۔

کن راتوں میں جماع کرنا مکروہ ہے؟

مہینے میں تین راتیں ایسی ہیں جن میں جماع کرنا مکروہ ہے: (1)... مہینے کی پہلی رات (2)... مہینے کی آخری رات اور (3)... مہینے کی پندرھویں رات۔ منقول ہے کہ "ان راتوں میں (جماع کرنے سے) جماع کے وقت شیطان مردود موجود ہوتا ہے۔" ایک قول یہ بھی ہے کہ "ان راتوں میں شیاطین جماع کرتے ہیں۔"

کراہت کا یہ قول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی، حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ سے مروی ہے۔

روزِ جمعہ ہمبستری کرنا

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہ نے روزِ جمعہ جماع کرنے کو مستحب جانا ہے اور ایسا اس فرمانِ عالیشان کی ایک تاویل کی بنا پر فرمایا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: رَحِمَ اللّٰہُ مَنۡ غَسَّلَ وَ اغۡتَسَلَ یعنی **اللہ** پاک اس بندے پر رحم فرمائے جو نہلائے اور نہائے۔[2] یعنی اپنی اہلیہ سے بھی (ہمبستری کر کے اسے) غسل کرائے۔

رات کے ابتدائی حصے میں جماع کرنا

رات کے ابتدائی حصے میں جماع کرنا مکروہ ہے تاکہ پوری رات بغیر غسل کے ہی نہ سویا رہے کیونکہ

---

[1]......معجم کبیر، ۲۲/ ۸۳، حدیث: ۲۰۰۔ تاریخ بغداد، ۵/ ۳۷۰، رقم: ۲۹۲۳: اَحْمَدبْن محمویہ، نحوہ

[2]......ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی الغسل یوم الجمعۃ، ۲/ ۱۰، حدیث: ۱۰۸۷

(خواب میں) روحیں عرش کی طرف اوپر چڑھتی ہیں جو روح ان میں سے پاک ہوتی ہے اسے سجدہ کی اجازت مل جاتی ہے اور ناپاک (جنبی) روح سجدے سے محروم رہ جاتی ہے۔[1] سچے خواب بھی اسی طرح ناپاکی سے پاک ہونے کی حالت میں آتے ہیں اور وضو کی حالت میں سونے میں زیادہ صحیح اور اچھے خواب آتے ہیں تو غسل کرکے پھر سونا چاہیے اور اگر غسل نہ کرے اور ہمبستری کرلے تو اگر سونے یا کھانا کھانے کا ارادہ ہو تو پہلے نماز کا سا وضو کرلے۔

البتہ! حالتِ جنابت میں وضو وغیرہ کئے بغیر سونے کی رخصت بھی ہے اور رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایسا کرنا ثابت ہے۔[2]

حالتِ جنابت میں ناخن کاٹنا:

میں حالتِ جنابت میں سر منڈانے، ناخن کاٹنے، موئے زیر ناف مونڈنے اور خون نکالنے کو مکروہ جانتا ہوں کیونکہ آخرت میں بندے کے تمام اجزا اس کی طرف لوٹیں گے تو جو ناپاکی کی حالت میں اترے گا وہ اس کی طرف ناپاک لوٹے گا۔ کہا جاتا ہے کہ ہر بال اپنی جنابت کا مطالبہ کرے گا۔

اسی مفہوم کی ایک مقطوع اور موقوف روایت بھی ہے جو حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی اور حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن کثیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا سے مروی ہے۔ امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہم جنبی کی وطی میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ ہم نے وہ حدیث سنی جس میں حالت جنابت میں وطی کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

عورت کی خواہش بھی پوری کرو

مرد کے لیے عورت کی فرج کے غیر (یعنی پچھلے مقام) میں وطی کرنا حلال نہیں اور فرج (اگلے مقام) میں جس طرح سے چاہے وطی کرے۔ شوہر جب اپنی حاجت پوری کرلے تو کچھ دیر ٹھہرا رہے حتّٰی کہ بیوی بھی اپنی حاجت پوری کرلے کیونکہ بعض اوقات عورت کو اِنزال مرد کے بعد ہوتا ہے ایسی صورت میں اس سے ہٹنا اسے ایذا دینا ہے۔ اگر پتا چل جائے کہ عورت کی خواہش پوری ہو چکی ہے تو اب نہ ٹھہرنے میں حرج نہیں۔

---

[1] ....الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۴۴۱، حدیث: ۱۲۴۵

[2] ....ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب في الجنب ينام هيئته لا يمس ماء، ۱/ ۳۲۶، حديث: ۵۸۱

سمجھدار آدمی پر عورت کی خواہش کا پورا ہونا کچھ مخفی نہیں ہے۔

جماع کرتے وقت انزال میں موافقت عورت کے لئے زیادہ لذّت کا باعث ہے کیونکہ اکثر انزال میں طبعی طور پر اختلاف میاں بیوی کے درمیان نفرت کا باعث ہوتا ہے کہ طبعاً مرد کو عورت سے پہلے انزال ہوتا ہے۔ بعض ادیب علما فراغت کے بعد عورت کی اجازت کے بغیر اس سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے۔

مرد کو چاہیے کہ وہ عورت کو جنابت کے مسائل سکھائے کیونکہ عورت پر بھی بلوغت کے بعد احتلام ہونے پر غسل واجب ہے جس طرح مرد پر واجب ہے اور یہ سیکھنا سنت سے ثابت ہے۔

مسائل سیکھنے میں حیا مانع نہ ہو

چنانچہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے احتلام کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں غسل کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: انصار کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں، دینی مسائل سیکھنے اور سمجھنے میں حیا انہیں مانع نہیں ہوتی۔[1]

جب عورت حالتِ حیض میں ہو تو کمر سے لے کر آدھی رانوں تک چھوٹا ازار بند باندھ لے، اس ازار بند والے حصے کے سوا شوہر کے لئے حائضہ عورت کے تمام بدن سے نفع اٹھانا جائز ہے۔[2] یہی فقہائے حجاز کا مذہب ہے اور یہی میرے نزدیک پسندیدہ ترین ہے۔ بعض اہلِ عراق علما کہتے ہیں: فرجین (اگلی اور پچھلی شرم گاہ) کے سوا تمام جسم سے مباشرت جائز ہے اور مجھے یہ قول پسند نہیں ہاں اس کے بدن کے ذریعے لطف اندوز ہونے (یعنی اس کے ہاتھ کے ذریعے مادہ منویہ خارج کرانے) میں حرج نہیں۔

حائضہ عورت کے ساتھ سونا

میرے نزدیک مرد کے لیے مستحب ہے کہ جب حائضہ عورت کے لحاف میں داخل ہو تو بدن کے درمیان

---

[1] ......بخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم، ١/٦٨، حدیث: ١٣٠

الکامل لابن عدی، ۴/٣٣٣، رقم: ١١٨١: سعید بن المرزبان۔ بخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم، ١/٦٨، قول عائشۃ

[2] ......احناف کے نزدیک: اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عُضْو سے چھونا جائز نہیں جبکہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو شہوت سے ہو یا بے شہوت اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو گی تو حَرَج نہیں۔ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حَرَج نہیں۔ یوہیں بوس و کنار بھی جائز ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 2، 1/382)

چھوٹا سا تہبند باندھ لے اور بالکل برہنہ نہ ہو یہی ادب کا طریقہ ہے۔ حائضہ عورت کے ساتھ جس طرح چاہے سو سکتا ہے، اس سے جو لینا چاہے لے سکتا ہے، جو کھلانا چاہے کھلا سکتا ہے اور اگلے مقام میں جماع کے علاوہ کچھ کرنا منع نہیں ہے۔ اگلے مقام میں جماع کرنے کی ممانعت میں سب کا اتفاق ہے اور اس کے علاوہ (ناف سے لے کر گھٹنے تک نفع اٹھانے) میں اختلاف ہے۔ اہلِ حجاز کے نزدیک جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا ہے یہ مستحب ہے۔ تہبند کے اوپر یعنی ناف سے لے کر آدھی رانوں کے سوا فائدہ اٹھانے کے جائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

طلاق کی نوبت آجائے تو کیسے طلاق دے؟

شوہر کو چاہیے کہ وہ طلاق کا حکم جانتا ہو اور اگر طلاق کی نوبت آجائے تو ایک طلاق دے اور وہ بھی اس طہر میں دے جس میں جماع نہ کیا ہو کیونکہ ایک طلاق سے جب عورت کی عدت پوری ہو جائے خواہ حیض یا (آئسہ ہونے کی صورت میں) مہینوں سے ہو تو یہ اسی طرح حرمت کا کام دیتی ہے جس طرح تین طلاقوں سے (جماع کی) حرمت ثابت ہوتی ہے البتہ ایک طلاق دینے میں چار فوائد ہیں:

پہلا فائدہ: قرآن وسنت کے حکم کی تعمیل جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (پ۲۸، الطلاق: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی عدت کے وقت پر اُنھیں طلاق دو۔[1]

---

[1] .... **تفسیر صراط الجنان، جلد10، صفحہ 196** میں اس کے تحت ہے: اس آیت میں بیوی کو طلاق دینے کا طریقہ اور طلاق یافتہ عورت کی عدت سے متعلق شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ **"بہارِ شریعت، حصہ8، جلد2، صفحہ 110"** پر نقل فرماتے ہیں کہ طلاق کی تین قسمیں ہیں: (۱) حسن۔ (۲) اَحسن۔ (۳) بدعی۔ جس طہر میں (پاکی کے ایام میں) وطی نہ کی ہو اُس میں ایک طلاقِ رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدّت گزر جائے، یہ احسن ہے۔ اور غیر موطؤہ کو طلاق دی اگرچہ حیض کے دنوں میں دی ہو یا موطؤہ (ایسی عورت جس سے صحبت کی گئی ہو) کو تین طہر میں تین طلاقیں دیں۔ بشرطیکہ نہ ان طہروں میں وطی کی ہو نہ حیض میں یا تین مہینے میں تین طلاقیں اُس عورت کو دیں جسے حیض نہیں آتا مثلاً نابالغہ یا حمل والی ہے یا ایاس کی عمر کو پہنچ گئی تو یہ سب صورتیں طلاق حسن کی ہیں۔ حمل والی یا سن ایاس (ایسی عمر جس میں حیض آنا بند ہو جائے) والی کو وطی کے بعد طلاق دینے میں کراہت نہیں۔ یوہیں اگر اُس کی عمر نو سال سے کم کی ہو تو کراہت نہیں اور نو برس یا زیادہ کی عمر ہے مگر ابھی حیض نہیں آیا ہے تو افضل یہ ہے کہ وطی و طلاق میں ایک مہینے کا فاصلہ ہو۔ بدعی یہ کہ ایک طہر میں دو یا تین طلاق دیدے، تین دفعہ میں یا دو۲ دفعہ یا ایک ہی دفعہ میں خواہ تین بار لفظ کہے یا یوں کہہ دیا کہ تجھے تین طلاقیں یا ایک ہی طلاق دی مگر اُس طہر میں وطی کر چکا ہے یا

قُرُوْء سے مراد

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کی قراءت میں یوں ہے: ''فَطَلِّقُوْهُنَّ لِقَبْلِ عِدَّتِهِنَّ یعنی ان کی عدت سے پہلے انہیں طلاق دو۔''[1] اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ (قرآن پاک میں) قُرُوْء سے مراد طہر ہے[2] اور یہی میرا موقف ہے اگرچہ لغت اور معنٰی میں یہ دونوں کے لئے آتا ہے کہ اس سے طہر بھی مراد لیا جاتا ہے اور حیض بھی۔

دوسرا فائدہ: عدت پوری ہونے میں آسانی اور عدت سے جلد نکلنا کیونکہ جس طہر میں بغیر جماع کے اسے طلاق دی گئی ہے وہ طہر بھی اس کے لیے قُرُوْء شمار ہوگا۔ اس طرح عدت کی تکمیل جلد ہوگی جو کہ **اللہ** پاک کے حقوق میں سے ہے۔

تین طلاقیں دینے کا نقصان

تیسرا اور چوتھا فائدہ: اگر مرد طلاق دینے پر نادم و شرمندہ ہو تو اس کے لیے عدت میں بغیر دوسرے نکاح اور مہر کے رجوع کرنے میں آسانی اور فائدہ ہے اور عدت کے گزر جانے پر رجوع چاہے گا تو بغیر حلالہ کے اس عورت سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے یہ سب فوائد معدوم ہو جاتے ہیں اور اس طرح سے طلاق دینا حرمت کا باعث اور خلافِ سنت بھی ہے۔ ایسی صورت میں اگر نادم بھی ہو تو بھی **اللہ** پاک نے اس کے لئے راہ نہیں رکھی کیونکہ اب وہ عورت دوسرے سے شادی کئے بغیر اس کے لئے

موطؤہ کو حیض میں طلاق دی یا طہر ہی میں طلاق دی مگر اُس سے پہلے جو حیض آیا تھا اُس میں وطی کی تھی یا اُس حیض میں طلاق دی تھی یا یہ سب باتیں نہیں مگر طہر میں طلاق بائن دی۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، ۴/۴۱۹۔۴۲۴، وغیرہ.)

[1] ......موطا مالک، کتاب الطلاق، باب جامع الطلاق، ۲/ ۱۳۰، رقم: ۱۲۷۸

[2] ...... اس بات میں اختلاف ہے کہ قرآن پاک میں موجود عورت کی عدت کے بارے میں ''ثَلٰثَةَ قُرُوْء'' سے مراد تین طہر مراد ہیں یا تین حیض۔ اسی کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ و ابن عمر و زید ابن ثابت کا قول یہ ہے کہ طلاق کی عدت تین طہر ہیں یہ ہی امام شافعی کا مذہب ہے رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْن، اور خلفائے راشدین، عبد اللہ ابن مسعود، ابن زبیر، ابن عباس، ابی ابن کعب، معاذ ابن جبل، ابو الدرداء، عبادہ ابن صامت، ابو موسیٰ اشعری کا مذہب یہ ہے کہ عدتِ طلاق تین حیض ہیں یہ ہی امام اعظم کا فرمان ہے رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْن۔ (مراٰۃ المناجیح، 5/ 155، مرقاۃ المفاتیح، ۶/ ۵۰۵، تحت الحدیث: ۳۳۲۵)

حلال نہ ہوگی۔ نیز عورت کے ہاتھ سے نکل جانے پر آدمی نقصان اور خسارے میں چلا جاتا ہے پھر اگر وہ اس سے محبت کرتا تھا تو وہ اس انتظار میں مجبور ہوگا کہ دوسرا شوہر اسے کب آزاد کرتا ہے یا وہ اس بات پر مجبور ہوگا کہ وہ حلالہ کروانے کے لئے اس کی شادی کرائے اس طرح وہ خود حلالہ کرانے والا ہوگا اور اس نکاح ثانی کو حلالہ کی شرط کی وجہ سے فاسد کرانے والا ہوگا، یوں وہ تین طرح کے گناہوں میں پڑے گا۔ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حلالہ کرنے اور حلالہ کروانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔[1] بعض علما کا فرمان ہے: صرف حلالہ کے لیے کیا جانے والا نکاح جائز ہی نہیں ہے۔[2]

یہ سب سنت کی مخالفت کا نتیجہ ہے جبکہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے:

فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (پ۲۸، الطلاق: ۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو۔

پھر ارشاد فرمایا:

لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① (پ۲۸، الطلاق: ۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔

یعنی طلاق دینے والے کو شرمندگی ہو یا رجوع چاہے تو جب اس نے ایک طلاق دی ہوگی یا دو دی ہوں گی تو اس کے لیے عدت کے اندر بغیر نکاح کے رجوع کرنا حلال ہوگا اور عدت کے بعد بغیر حلالہ کئے اس سے نکاح کے ذریعے رجوع کرنا حلال ہوگا۔ پھر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ② (پ۲۸، الطلاق: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب المحلل والمحلل له، ۲/ ۳۵۵، حديث: ۱۹۳۵

[2] ......احناف کے نزدیک: نکاح بِشَرْطِ التَّحْلِيْل (حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح) جس کے بارے میں حدیث میں لعنت آئی ہے وہ یہ ہے کہ عقدِ نکاح یعنی ایجاب و قبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے زوجِ اوّل و ثانی (پہلا شوہر جس نے طلاق دی اور دوسرا جس سے نکاح کیا) اور عورت تینوں گناہگار ہوں گے مگر عورت اس نکاح سے بھی بشرائط حلالہ شوہر اوّل کے لئے حلال ہو جائے گی اور شرط باطل ہے۔ اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں۔ اور اگر عقد میں شرط نہ ہو اگرچہ نیت میں ہو تو کراہت اصلاً نہیں بلکہ اگر نیت خیر ہو تو مستحق اجر ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 8، 2/180)

یعنی جو اللہ پاک سے ڈرے وہ عدت کو پیش نظر رکھ کر (یعنی پاکی کے دنوں میں) طلاق دے تو اللہ پاک اس کے لیے نجات کی راہ یوں نکال دے گا کہ اس کے لئے رجوع جائز ہو گا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ جو ایک ہی مرتبہ میں تین طلاق دے گا یا حیض میں طلاق دے گا تو یہ طلاق نافذ ہو جائے گی اور تین طلاقوں کی صورت میں عورت مرد پر حرام رہے گی جب تک دوسری شادی نہ کرے۔ ایسا کرنا (یعنی حیض میں طلاق دینا) خلافِ سنت ہے اور سب ائمہ نے اسے مکروہ بتایا ہے ان کثیر آثار کی وجہ سے جو رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم،[1] حضرت سیِّدُنا عمر فاروق، آپ کے صاحبزادے حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ، حضرت سیِّدُنا ابی بن کعب، حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت، حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس، بہت سے صحابہ اور تابعین رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ سے مروی ہیں۔

ربِّ کریم بھلائی اور بہتری کو زیادہ جانتا ہے

نکاح کرنے یا نہ کرنے میں جو عزیمت اور رخصت ہم نے ذکر کی اس میں اصل اللہ پاک کا یہ فرمان ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ (پ۱۸، النور: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں۔

تو اللہ پاک نے نکاح کا حکم فرمایا ہے اور وہ بھلائی اور بہتری کو زیادہ جانتا ہے۔ اَلْاَیَامٰی یہ اَیِّم کی جمع ہے اور اَیِّم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو۔ اسی طرح کبھی اس مرد کو بھی اَیِّم کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہو جیسے ثیب اور بکر (یعنی شادی شدہ اور کنوارے) کا اطلاق مرد اور عورت دونوں پر کیا جاتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا:

وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْ (پ۱۸، النور: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور (نکاح کرو) اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔

اگر نکاح فضیلت والا نہ ہوتا تو صالحین کو نہ اس سے خاص کیا جاتا اور نہ ہی نکاح کو ان کی فضیلت کے ساتھ جوڑا جاتا حالانکہ یہ فضیلت والے لوگ ہی اہلِ ولایت ہیں جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَ هُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ (۱۹۶) (پ۹، الاعراف: ۱۹۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

پھر (آگے سورۂ نور میں) فرمایا:

---

[1] ......مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض... الخ، ص۵۹۷، حدیث: ۱۴۷۱

غنا کی مختلف وجوہ

اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ (پ۱۸، النور: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کر دے گا۔

اور اللہ پاک خوب جانتا ہے اغنیاء کو کہ غنی کیسے ہوتے ہیں اور کبھی وہ اشیاء کے ذریعے غنا عطا کرتا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴿۴۸﴾ (پ۲۷، النجم: ۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اسی نے غنیٰ دی اور قناعت دی۔

کبھی وہ لوگوں کو چیزوں سے غنا عطا کرتا ہے اور یہ غنا قناعت اور دنیا سے بے رغبتی ہے۔ کبھی دنیاوی سازو سامان سے بے نیاز کر کے غنی کرتا ہے جیسا کہ فرمانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: تونگری (مالداری) یہ نہیں کہ سازو سامان کی کثرت ہو بلکہ اصل تونگری تو دل کا تونگر ہونا ہے۔[1] کبھی یقین کی دولت سے مالا مال کر کے غنی بنا دیتا ہے جیسا کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان بھی ہے: غنی ہونے کو یقین کی دولت کافی ہے۔[2] کبھی وہ نگاہوں کو جھکائے رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کی دولت عطا کر کے غنی کر دیتا ہے جیسا کہ فرمانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے تو وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔[3]

پھر اللہ پاک نے میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جانے کی صورت میں اسی طرح دونوں میں سے ہر ایک کو غنی کر دینے والے وعدے کی خبر دیتے ہوئے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔

---

[1] ....بخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی عن النفس، ۴/ ۲۳۳، حدیث: ۶۴۴۶
مسند امام احمد، ۳/ ۴۲۸، حدیث: ۹۷۴۴

[2] ....شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/ ۳۵۳، حدیث: ۱۰۵۵۶

[3] ....بخاری، کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسہ العزوبۃ، ۱/ ۶۲۹، حدیث: ۱۹۰۵

غنا کے معانی

اس دوسرے غنا کے مفہوم میں غنا کی تمام وجوہ کو اجمالی طور پر بیان فرمایا ہے۔ غنا کے معانی میں پاک دامنی، کسب سے استغنا، سوال سے بچنا، کمائی کا احتساب کرنا اور عورتوں کے احوال اور احکام سے بے نیازی برتنا بھی ہے۔ پھر **اللہ** پاک نے دوسرے بیان میں حکمِ ثانی کے تحت یہ ارشاد فرمایا:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ (پ۴، النسآء: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔

یہ حکم پہلے حکم سے آسان و ہلکا ہے کیونکہ **اللہ** پاک نے اسے ہمارے اختیار سے جوڑا ہے کہ اگر ہمیں پسند ہو تو **اللہ** پاک نے اس میں اپنی طرف سے وسعت دیتے ہوئے اور فضل فرماتے ہوئے چار تک کی گنجائش رکھی ہے کیونکہ دلوں کا علاج اور لوگوں کی طبیعتیں اس کے علم میں ہیں۔ لوگوں کی حرکات و سکنات کا ایک دوسرے سے جدا ہونا وہ جانتا ہے اور ان کی کفایت و مصالحت سے خبر دار ہے۔ پھر اس نے ہم پر رحم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ﴿۳﴾ (پ۴، النسآء: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو، یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو، یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

تو اس میں ایک کی طرف پھرنے کا حکم فرمایا اور یہ ایک سے نکاح کرنا چار کرنے اور بے نکاح رہنے سے درمیانی درجہ ہے اور بہترین کام درمیانی درجے والا ہوتا ہے۔ **اللہ** پاک کے اس فرمان: "اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ﴿۳﴾" میں تین معنٰی ہیں: **پہلا معنٰی** کہ تم ظلم نہ کر بیٹھو اور یہ معنٰی سب سے اچھا ہے اور میرے نزدیک پسندیدہ ہے کیونکہ یہ **اللہ** پاک کے اس فرمان: "فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا" کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ عدل، ظلم کی ضد ہے پھر اس پر عطف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا" یعنی عدل کے بجائے تم سے ظلم نہ ہو۔ اہلِ عرب عَالَ یَعُوْلُ عَوْلًا کا معنٰی ظلم کرنا کرتے ہیں۔

دوسرا معنٰی یہ ہے کہ "تَعُوْلُوْا یعنی تمہیں محتاجی کا ڈر ہو۔ اس وقت یہ عَیْلَہ مصدر سے ہوگا اور یہ محتاجی

و تنگی کو کہتے ہیں۔ جب کوئی محتاج و تنگ دست ہو جاتا ہے تو اس کی تعبیر ”عَالَ يَعِيْلُ عَيْلَةً وَّاَعَالَهُ“ سے کی جاتی ہے۔ اسی سے اللہ پاک کا یہ فرمان ہے:

وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ (پ۱۰، التوبۃ: ۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہو تو عنقریب اللہ تمہیں دولت مند کر دے گا۔

اور بال بچوں کے ساتھ تنگی بھی آتی ہے۔

تیسرا معنٰی یہ ہے کہ ”تَعُوْلُوْا یعنی تمہارے بال بچے زیادہ ہوں۔ اس سے یہ معنٰی قریب ہوا کہ تمہارا کنبہ نہ بڑھے۔ ”عیالہ“ سے ھاء کو حذف کر دیا گیا اور یہ بعض اہلِ حجاز کا مذہب ہے۔ یہ عَالَ الرَّجُلُ عِيَالَهُ يَعُوْلُهُمْ کی طرف راجع ہے اور اسی باب سے مَانَهُمْ يَمُوْنُهُمْ، مَارَهُمْ يُمِيْرُهُمْ اور صَانَهُمْ يَصُوْنُهُمْ بھی ہے۔ اس صورت میں یہ لفظ ”عیال“ سے مشتق ہو گا۔

خلاصۂ کلام

پہلے دونوں معنٰی زیادہ عمدہ اور مشہور ہیں۔ اللہ پاک نے نہ تو نکاح کو لازم فرمایا اور نہ ہی بے نکاح رہنے کو، جیسا کہ اس نے چار عورتوں سے شادی کرنے کو واجب نہیں فرمایا۔ ہاں اس نے دل کی اصلاح، دین کی سلامتی، نفس کے سکون اور وقتِ حاجت امور کے بجالانے کو فرض فرمایا ہے۔ چنانچہ جس کی بھلائی شادی میں ہے تو شادی اس کے لیے افضل ہے اور جس کو درستی اور سکون چار سے ملتا ہے تو اس کے لیے سکون طلب کرنا جائز ہے اور ان کے ساتھ رہن سہن میں احکام کی بجاآوری کے ساتھ حال کو درست رکھنا بھی ہے۔ جسے ایک کافی ہے تو اس کے لیے زیادہ بھلائی اور فضیلت ایک ہی میں ہے کیونکہ یہ سلامتی کے زیادہ قریب ہے۔ جس کے حال کی اصلاح، دل کی استقامت اور نفس کا سکون غیر شادی شدہ رہنے میں ہے تو اس کے لیے یہی زیادہ سلامتی والی بات ہے۔ اسی طرح ہمارے اس زمانہ میں زیادہ سلامتی والی یہی بات ہے، کیونکہ نکاح اسی وجہ سے کیا جاتا ہے تو اگر زیادہ سلامتی بے نکاح رہنے میں ہے تو نکاح نہ ہونا نقصان نہیں پہنچاتا۔

نکاح میں عزیمت اور رخصت

میری زندگی کی قسم! جب ہم نے کہا کہ دین میں دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ عزیمت کا اور دوسرا

رخصت کا تو نکاح میں بھی اسی طرح دو طریقے ہیں کیونکہ نکاح کرنا بھی دین سے ہے اور یوں ہی اس کا ترک بھی دین کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک طریقہ ان قوی مردوں کا ہے جو اہلِ نکاح ہیں، نکاح کے احکام پورے کرتے اور عورتوں کے ساتھ زندگی گزارنے میں ہمت اور صبر رکھتے ہیں۔ دوسرا طریقہ ان جوان مردوں کا ہے جو عورتوں سے دوری پر صبر کرتے ہیں، ان کی طرف سے خود کو گناہوں کی آلودگی سے بچاتے ہیں، خود کو آخرت کے لیے فارغ رکھتے ہیں اور اسی میں مگن رہتے ہیں۔

نکاح میں ایک اور طریقہ ہے جو وسوسہ کے پائے جانے، قوتِ طبع کے سامنے زیر ہونے کی وجہ سے گناہ میں پڑنے کا خوف اور اختلاط کے پائے جانے کے وقت آدمی کے کمزور حال ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں استقامت اور اصلاح کی طلب کے لیے نکاح کر لینا چاہیے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:

يَا حَبَّذَا الْعُزْبَةُ وَالْمِفْتَاحُ وَمَسْكَنٌ تَخْرِقُهُ الرِّيَاحُ

لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا صِيَاحُ

ترجمہ: کتنی اچھی زندگی ہے جبکہ بندہ غیر شادی شدہ ہو اور گھر کی چابی صرف اپنے پاس ہو اور گھر ایسا ہو جس میں ہواؤں کا گزر ہو اور اس میں کسی قسم کا شور و غل اور چیخ و پکار نہ ہو۔

پہلے اور بعد **اللہ** پاک کا ہی حکم ہے اور تمام تعریفیں اس اکیلی ذات **اللہ** پاک کے لئے ہیں۔

بارگاہِ الٰہی میں پسندیدہ نماز اور روزے

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عَمرو رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: **اللہ** پاک کو پیاری نماز حضرت داود عَلَیْہِ السَّلَام کی ہے اور **اللہ** پاک کو پیارے روزے حضرت داود عَلَیْہِ السَّلَام کے ہیں، آپ عَلَیْہِ السَّلَام آدھی رات سوتے، تہائی رات قیام کرتے، پھر چھٹا حصہ سوتے تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ (بخاری، کتاب التهجد، باب من نام عند السحر، ۱/۳۸۵، حدیث: ۱۱۳۱)

حمام[1] میں داخلے کا بیان

ہمارے اس دور میں حمام جانے کو چھوڑ دینا ہی افضل ہے۔ اس لئے کہ اس میں بے پردگی کی کثرت اور حمام میں جانے کے احکام کی بجا آوری سے عجز ہے البتہ حمام میں جانا مباح ہے۔ اس کے بارے میں جید صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کی آرا مختلف ہیں اور ان میں سے ہر ایک ہادی و راہنما اور لائقِ پیروی ہے۔ ان حضرات میں بعض نے فرمایا: حمام بُرا گھر ہے، اس میں بے پردگی ہوتی اور حیا چلی جاتی ہے۔ یہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے اور یہی مفہوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے بھی مروی ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا: حمام کتنا اچھا گھر ہے، میل کچیل صاف کرتا اور جہنم کی آگ یاد دلاتا ہے۔ یہ حضرت سیِّدُنا ابو درداء اور حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے۔

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب ملکِ شام میں چند حماموں میں داخل ہوئے۔

حمام میں اچھی نیت سے جائے

جو کوئی حمام میں جائے تو دنیاوی لذت کو پورا کرنے کی غرض سے نہ جائے اور نہ ہی کسی بے مقصد خواہش کو پورا کرنے کی خاطر جائے، کیونکہ حمام میں داخل ہونا بھی بندے کے اعمال میں سے ایک عمل ہے اور بندہ (آخرت میں) اپنے عمل کا جوابدہ ہے کیونکہ وہ اپنے تمام اعمال کا نگہبان ہے۔ تو اس سے (کل قیامت میں) پوچھا جائے گا کہ حمام میں کیوں داخل ہوا؟ کیسے داخل ہوا؟ اور کس کے لیے داخل ہوا؟ جیسے اس کے ہر عمل کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔

حمام میں داخل ہونے کے احکام

حمام میں داخل ہونے کے آٹھ احکام ہیں، چار کام فرض اور چار نفل ہیں۔

چار فرض کام یہ ہیں: (1)...... ستر عورت (بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے اسے چھپانا) (2)...... نگاہ نیچی رکھنا (3)...... دوسرے کا ہاتھ جسم کو نہ لگانا (یعنی جسم کے اس حصے کو نہ لگانا جس کا چھپانا فرض ہے) اور (4)...... نیکی کا حکم دینا۔

---

[1]......لوگوں کے نہانے کے لیے گرم پانی وغیرہ کے انتظام کے ساتھ مکانات بنے ہوتے ہیں، انہیں حمام کہتے ہیں۔

امر بالمعروف یہ ہے کہ کسی کو برہنہ دیکھے تو اس سے کہے: ستر عورت کر لو۔ یا کہے: ایسا کرنا تم پر حرام ہے۔ یا کہے: یہ تمہارے لئے جائز نہیں۔ یا کہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یا کہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بغیر تہبند حمام میں داخل ہونا حرام فرمایا ہے۔[1] ان میں سے جس کسی طریقے یا لفظ سے اسے سمجھائے گا تو اس کے بعد اگر وہ کچھ بے پردگی یا برائی دیکھے گا تو اس پر کچھ گرفت نہیں اور وہ اپنے امر بالمعروف والے فریضہ سے سبکدوش ہو جائے گا۔ اس نیکی کے حکم کرنے والے پر دوسرے کو منوانا اور اس پر عمل کرانا لازم نہیں ہے کیونکہ یہ بات حاکم پر لازم ہے جو دین کی مصلحتوں کو قائم کرنے والا اور مسلمانوں کی رضامندی سے بزورِ بازو اور قوت اور زمین پر تسلط کے ذریعے (اپنی حکمرانی کی طرف) بلانے والا ہو۔ یہ کام اللہ پاک کے فضل اور احسان سے رعایا سے ساقط ہے۔

حمام میں داخل ہونے میں چار نفلی کام

حمام میں داخل ہونے میں چار نفلی کام یہ ہیں: (1) بندہ حمام میں طہارت و پاکیزگی دین کے لیے اور صفائی و ستھرائی لوگوں کی وجہ سے کرے کہ طہارت آخرت کے بہترین امور میں سے ہے اور حمام میں جانا انتہائی درجہ کی پاکیزگی ہے۔ (2) حمام میں داخل ہونے والا حمام والے کو داخل ہونے سے پہلے اجرت دے۔ اسی طرح بندے کو چاہیے کہ ہر چیز جو وہ خریدے یا استعمال کرنا چاہے اس کے پیسے پہلے ادا کرے، خاص طور پر جس کی مقدار مجہول ہو جیسے پانی پینا، حجام کی اجرت اور وہ چیز جس کے لینے دینے میں نہ تو کسی قسم کا کوئی تقاضا ہوتا ہے اور نہ اس میں کوئی شرط رکھی جاتی ہے۔ گویا کہ یہ سب غیر معلوم ہے اور جب حمام والا اس رقم کی طرف دیکھے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا۔ (3) بلا حاجت بہت زیادہ پانی نہ بہائے اور نہ ہی دو یا تین آدمیوں کو کافی ہو جانے والا پانی اپنے اوپر استعمال کر ڈالے، خاص طور پر گرم پانی کیونکہ اس میں بڑی مشقت ہوتی ہے لہٰذا اسے اتنا استعمال کرے کہ اگر حمام والا دیکھے تو ناپسند اور برا نہ جانے۔ اگر معلوم ہو کہ حمام والا اسے اتنا زیادہ پانی استعمال کرتے دیکھ لے تو ناپسند کرے گا تو حمام والے کی غیر موجودگی میں بھی اتنا پانی استعمال کرنا مکروہ ہے۔ (4) حمام کی گرمی سے، اس کے چھونے سے ہونے والی تکلیف سے اور اس کی تاریکی سے جہنم کی

[1] ......ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی دخول الحمام، ۳۶۶/۴، حدیث: ۲۸۱۰

آگ کو یاد کرے کیونکہ حمام کی تاریکی جہنم کی آگ سے بڑی مشابہت رکھتی ہے کہ حمام میں تمہارے نیچے کی طرف حرارت اور اوپر کی طرف تاریکی ہے اور یہی وصف جہنم کا ہے۔ہم اس سے **اللہ** پاک کی پناہ مانگتے ہیں۔ تو بندے کو چاہیے کہ وہ اس بات کو یاد کرے کہ وہ حمام کی گرمی کو برداشت نہیں کر سکتا تو جہنم میں ٹھہرنے کی بڑی تکلیف کس طرح برداشت کرپائے گا اور اگر اسے گھڑی بھر سے زیادہ حمام (کی بھٹی) میں ٹھہرایا جائے تو اس کی روح بے جان ہو کر قفسِ عُنصری سے پرواز کر جائے۔

بندے کے لیے حمام میں عبرت اور نصیحتیں ہیں کیونکہ بصیرت والوں کے لئے عبرتیں اور ڈرنے والوں کے لئے نصیحتیں ختم نہیں ہوتیں کہ ان کے لئے ہر چیز میں عبرت اور نصیحت ہوتی ہے، ہر چیز ان کو ربِّ کریم کی یاد دلاتی ہے۔ ایسا اس لئے کہ **اللہ** پاک نے ان حضرات کو پاکیزہ زندگی عطا فرمائی ہے اور یہ علامت اس بندے کی ہے جس کا دل ہے اور اس کا مقام و مرتبہ روز افزوں ہے۔

حمام میں کلام کرنا

حمام میں نہانے والے کے لیے اونچی آواز میں تسمیہ پڑھنے اور استغفار کرنے میں کچھ حرج نہیں[1] البتہ اس کے لیے قرآن پاک پڑھنا مکروہ ہے مگر دل میں بغیر آواز کے پڑھ سکتا ہے۔ لفظ "اَلسَّلَام" سے حمام میں کسی کو سلام نہ کرے۔ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کو حمام میں سے سلام کیا تو آپ نے فرمایا: حمام میں سلام نہیں ہے۔ اگر حمام میں کسی سے کلام کرنے کی حاجت پیش آجائے تو کوشش کرے کہ ہاتھ کے اشارے سے کلام کرے یا اس سے اتنا کہے: عَفَاكَ اللّٰهُ وَاَدَامَ سَلَامَتَكَ یعنی **اللہ** پاک تجھے معاف کرے اور تو سلامت رہے۔ حمام میں زیادہ باتیں کرنا اور فضول گفتگو کرنا مکروہ ہے۔ حمام میں جب داخل ہو تو بِسْمِ اللّٰه پڑھے اور ناپاک پلید خبیث مردود شیطان سے **اللہ** پاک کی پناہ مانگے۔ حمام میں داخل ہوتے وقت پہلے الٹا پاؤں رکھے اور جب نکلے تو دایاں پاؤں پہلے نکالے، مسجد میں داخل ہونے کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

---

[1]......احناف کے نزدیک: غسل کرتے وقت کلمہ و درود شریف پڑھنا منع اور خلاف سنت ہے کہ اس وقت کسی قسم کا کلام کرنے اور دُعا پڑھنے کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ فقیہ ملت، 1/69، بہار شریعت، حصہ 2، 1/320 ملخصاً)

نہانے کے لئے حمام خالی کرانا

اگر حمام میں نہانے کے لیے جانے والا حمام والے کو کچھ رقم اس لئے دے کہ وہ اس کے لئے جگہ خالی کرائے جہاں وہ اکیلا نہائے (اور اسے کوئی نہ دیکھے) تو اس بات پر اسے اجر ملے گا اور یہ ایک اچھا فعل ہے۔

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کے پاس صرف ایک درہم ہو اور وہ حمام والے کو اس لئے دیدے کہ وہ اس کے لئے حمام خالی کر دے۔

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حمام والے کو پیسے دیتے تھے تاکہ وہ آپ کے لیے حمام خالی کرادے اور حمام والا آپ کے داخل ہونے کے بعد حمام کو باہر سے بند کر دیتا اور آپ اندر سے بند کر دیتے۔

اگر نہانے والے کی لونڈی ہے اور وہ اس سے حمام میں تیل، صابن وغیرہ لگواتا ہے جبکہ حمام خالی ہو اور پردہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے۔

بعض نے کہا: حمام میں داخل ہونا جائز نہیں مگر دو چادروں کے ساتھ ایک چادر ستر پوشی کے لئے اور ایک سر پر اوڑھنے کے لئے تاکہ شرم گاہ اور آنکھوں کی حفاظت ہو۔

حمام میں آنکھوں پر پٹی

کسی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کو حمام میں یوں دیکھا کہ آپ کا چہرہ دیوار کی طرف تھا، آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور ہاتھ دیوار پر رکھے ہوئے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم حربی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کیا آپ نبیذ پینے والے کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ فرمایا: ہاں۔ پھر پوچھا گیا: کیا آپ حمام میں برہنہ نہانے والے کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ فرمایا: نہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو حمام میں برہنہ داخل ہو اس کی شہادت قبول نہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حوض کے اندر بیٹھ کر برہنہ نہائے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور کنارے پر نہائے تو اس کی عدالت ساقط ہے۔

میرے نزدیک اس وقت حمام میں جانا پسندیدہ ہے جب حمام میں رش نہ ہو، مغرب کے وقت یا مغرب اور عشا کے درمیان حمام میں داخل ہونا مکروہ ہے کیونکہ ان دونوں وقتوں میں شیاطین پھیلتے ہیں۔

حمام نعمت ہے

بندہ حمام میں داخل ہونے کو اللہ پاک کی نعمت شمار کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ پاک اپنی مخلوق میں سے اس نعمت کو جسے چاہے دیتا ہے کہ اس سے تھکاوٹ اور میل کچیل دور ہوتا ہے اور یہ اللہ پاک کی طرف سے نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والوں کے لیے اس کا لطیف فضل ہے۔

جو حمام میں جائے اور اس بارے میں جو احکام آئے ہیں انہیں بجالائے تو اس کا حمام میں جانا افضل ہے کیونکہ اس میں اُس کے لئے کثیر اعمال ہیں۔

حکایت: برہنہ کو دیکھ کر آنکھیں بند کرلیں

ایک مرتبہ حضرت سیّدُنا امام اعمش رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حمام میں داخل ہوئے اور انہوں نے اس میں کوئی برہنہ شخص دیکھا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور دیواروں کا سہارا لینے لگے، اتنے میں اس برہنہ شخص نے آپ سے کہا: جناب! آپ کی آنکھوں کی بینائی کب سے چلی گئی؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: جب سے تمہارا پردہ چلا گیا۔

تین چیزیں ذلت کا باعث ہیں

حضرت سیّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سیّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں ذلت کا باعث ہوتی ہیں: (1) علمی مجلس میں قلم دوات اور صفحہ کے بغیر حاضر ہونا (2) کشتی میں بغیر زادِ راہ کے سوار ہونا اور (3) حمام میں پانی کے برتن کے بغیر جانا۔ یہ واقعہ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: تہبند کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ فرمایا: اچھا ہی کیا کیونکہ تہبند اتار دینا تو فسق ہے۔

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: عورتوں کا حمام میں داخل ہونا حرام ہے اور مردوں پر بھی بغیر تہبند کے حمام میں داخل ہونا حرام ہے۔[1]

---

[1]......ابن ماجہ، کتاب الادب، باب دخول الحمام، ۴/ ۲۲۴، حدیث: ۳۷۴۹

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حمام ان نعمتوں میں سے ہے جو لوگوں نے ایجاد کی ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے:

ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ ﴿۸﴾ (پ ۳۰، التکاثر: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہو گی۔

اس کی ایک تفسیر میں ہے: سردی میں گرم پانی بھی وہ نعمت ہے جس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

نہانے والے کو مَلنا

اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی دوسرا شخص حمام میں نہانے والے کا ستر کے علاوہ جسم مَلے۔ میرے دوستوں میں سے ایک نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ کسی اہلِ علم کے ساتھ حمام میں داخل ہوئے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان کا جسم مَلوں تو انہوں نے منع کر دیا۔ کہتے ہیں: پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ داخل ہوا تو میں انہیں مَلنے لگا مگر انہوں نے منع نہ کیا۔ میں نے اُن سے عرض کی: پہلی مرتبہ تو آپ نے مجھے منع فرمادیا تھا۔ انہوں نے کہا: میں اس بارے میں کوئی روایت نہیں جانتا تھا پھر میں نے حضرت سیِّدُنا ضیغم راشی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے متعلق یہ واقعہ سنا کہ ایک شخص نے آپ کے جسم کو حمام میں مَلا۔[1]

حکایت: انوکھا بدلہ

اسی بارے میں حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے متعلق روایت ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے فلاں شخص غسل دے حالانکہ وہ شخص آپ کے متعلقین میں سے نہ تھا اور نہ ہی وہ کوئی صاحبِ فضیلت مشہور تھا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ اس نے مجھے حمام میں مَلا تھا اور میں اس کا بدلہ نہیں دے پایا اور میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے غسل دینا پسند کرے گا اس لئے میں نے اس کے لئے وصیت کی ہے تاکہ اس کا مجھے غسل دینا میری طرف سے اس کا بدلہ ہو جائے جو اس نے حمام میں میرے ساتھ کیا تھا۔

[1] ......یہاں سے کچھ عبارت کا ترجمہ متروک ہے جسے اہل علم احباب کے لئے کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔

جسم دبوانا

اس آنے والی روایت سے یہ استدلال درست ہوتا ہے کہ اس سے پیٹھ اور جسم کو دبانے کو جائز کہا جائے۔ چنانچہ مروی ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک سفر میں کسی مقام پر پڑاؤ کیا۔ ایک صحابی رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں کھجور کے درختوں کے درمیان سے یا کسی درخت کے پاس سے گزر رہا تھا اسی دوران دیکھا کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیٹ کے بل لیٹے ہوئے ہیں اور ایک سیاہ فام غلام آپ کی پیٹھ دبا رہا ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ کیا ہے؟ فرمایا: اونٹنی نے مجھے گرا دیا تھا۔[1]

چند مفید باتیں

حمام سے نکلنے کے بعد ٹھنڈے پانی سے پاؤں دھونا نقرس[2] سے بچاتا ہے۔ پاؤں دھونے کے بعد اور چہرہ دھونے سے پہلے نورہ (چونا/بال صفا پاؤڈر) استعمال کرنا داڑھی کو سفید کرتا ہے اور اس کے بعد مہندی لگانے سے کوڑھ کے مرض سے حفاظت رہتی ہے۔ اَطِبّا نورہ استعمال کرنے کے بعد اور اسے دھونے سے پہلے حمام میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو اچھا خیال کرتے ہیں۔[3] عرب کے ایک طبیب ہر مہینے نورہ استعمال کرنے کا کہتے اور یہ بتاتے: ایسا کرنا صفراء کی گرمی کو ختم کرتا، رنگ کو صاف کرتا اور قوتِ جماع میں اضافہ کرتا ہے۔

سنت یہ ہے کہ ہر 40 دن میں ایک مرتبہ زیرِ ناف بال صاف کرے اور 40 دن سے زیادہ تاخیر کرنا اچھا نہیں۔[4]

---

[1] ......معجم اوسط، ٦/ ٨١، حدیث: ٨٠٧٧

مسند بزار، مسند عمر بن الخطاب، ١/ ٤٠٥، حدیث: ٢٨٢

[2] ......نِقْرِس: وہ درد جو پاؤں کے انگوٹھے میں ہوتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص 1437)

[3] ...... احناف کے نزدیک: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ اور طریقہ کفار ہے۔ اگر اس میں بے پردگی ہو یا کپڑے پر چھینٹیں پڑیں یا مشابہت کفار (فیشن) کے لیے ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی، مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز۔ (مراٰۃ المناجیح، 1/ 269)

[4] ......احناف کے نزدیک: چالیس روز سے زائد گزار دینا مکروہ و ممنوع ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 16، 3/ 584)

غسل خانے میں پیشاب نہ کرے

ایک طبیب کا کہنا ہے: سردیوں میں حمام میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دوا سے زیادہ مفید ہے۔ البتہ سنت کے لحاظ سے غسل خانے میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ کہا گیا ہے: غسل خانے میں پیشاب کرنے سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔

اَطِبّا اس بات کو بھی اچھا سمجھتے ہیں کہ گرمیوں میں نیند سے بیدار ہونے کے بعد ٹھنڈے پانی سے نہائے اور یہ جسم کے لئے فائدہ مند بھی ہے۔ کہا گیا ہے: جب انسان کی عمر 40 سال سے بڑھ جائے تو ہر دن اس میں کمی آتی ہے سوائے اس دن کے جس میں وہ حمام میں جائے۔

اَطِبّا کے نزدیک گرمیوں میں حمام جانا سردیوں میں جانے سے زیادہ نفع بخش ہے۔ حمام سے نکلتے وقت ٹھنڈا پانی پینا مکروہ ہے۔

عورتوں کا حمام میں جانا[1]

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں پر حمام میں داخلہ حرام قرار دیا جبکہ مردوں پر بغیر تہبند حمام میں داخلہ حرام فرمایا۔[2] البتہ اگر عورت حمام میں کسی ضرورت کی وجہ سے مثلاً بیماری، حیض، نفاس یا سردی کے سبب داخل ہوئی تو کوئی حرج نہیں۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کسی بیماری کے سبب حمام میں تشریف لے گئی تھیں۔ مرد اپنی بیوی اور اہلِ خانہ کو حمام میں داخلے سے روکے، اگر گھر والے نہ مانیں تو شوہر کا گھر والوں کو حمام کی اجرت دینا جائز نہیں اور اس نافرمانی کا وبال انہیں پر ہو گا۔

مسلمان عورت کے لئے حمام میں ذمیہ (کافرہ) عورت سے خدمت لینا جائز نہیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اور حضرت سیِّدُنا ابو عبیدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا نے اس سے منع فرمایا ہے۔

شوہر کا اپنی بیوی کو حمام کی اجرت دینا مکروہ ہے کیونکہ اجرت دینے کی صورت میں شوہر گناہ پر مدد کرنے والا ہو گا، اگر شوہر کے منع کرنے کے باوجود بیوی نے اس کی نافرمانی کی تو بیوی ہی گناہ گار ہو گی۔

---

[1]......احناف کے نزدیک: عورت کو حمام میں جانا مکروہ ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 2، 1/320)

[2]......ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی دخول الحمام، ۴/۳۶۶، حدیث: ۲۸۱۰

فصل 47

روزگار کے ذرائع کا حکم اور تاجر پر واجب علم کی شرائط کے لازم ہونے کا بیان

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

وَ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ (پ ۳۰، النبا: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور دن کو روزگار کے لئے بنایا۔

اللہ پاک نے روزگار کو اپنی نشانیوں اور نعمتوں میں شمار کیا اور ارشاد فرمایا:

وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ (پ ۸، الاعراف: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے لئے اس میں زندگی کے اسباب بنائے بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

اللہ پاک نے معاش (روزگار) کو نعمت قرار دیا اور اس نعمت پر شکر کا مطالبہ فرمایا۔

کمائی کی ترغیب پر مشتمل پانچ فرامین مصطفٰے ﷺ

(1)...کچھ گناہ ایسے ہیں جن کو حصولِ رزق میں پہنچنے والا رنج و غم ہی مٹا سکتا ہے۔[1]

(2)...سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا وہ ہے جو آدمی اپنے ہاتھ کی کمائی اور دھوکا و خیانت سے محفوظ تجارت سے کھائے۔[2]

(3)...سب سے زیادہ حلال کھانا وہ ہے جو بندہ اپنے ہنر کی کمائی سے کھائے جبکہ وہ دیانت داری سے کام کرے۔[3]

(4)...قیامت کے دن سچے تاجر کا حشر صِدِّیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا۔[4]

---

[1]......معجم اوسط، ۱/ ۴۲، حدیث: ۱۰۲

[2]......ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الحث على المكاسب، ۳/ ۵، حديث: ۲۱۳۷

مسند امام احمد، حديث رافع بن خديج، ۶/ ۱۱۲، حديث: ۱۷۲۶۶

[3]......مسند امام احمد، مسند ابی هريره، ۳/ ۲۲۲، حديث: ۸۴۲۰

[4]......ترمذی، كتاب البيوع، باب ماجاء فی التجار و تسمية النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اياهم، ۳/ ۵، حديث: ۱۲۱۳

ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الحث على المكاسب، ۳/ ۶، حديث: ۲۱۳۹

(5)... جس نے خود کو مانگنے سے بچانے، اپنے بال بچوں کے لئے بھاگ دوڑ کرنے اور اپنے پڑوسی پر مہربانی کرنے کے لئے حلال مال طلب کیا وہ اللہ پاک سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔[1]

کثرتِ مال کے لئے کمانے کی مذمت

ایک روز حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ایک طاقتور اور مضبوط جسم والے نوجوان کو صبح سویرے روزگار کے لئے بھاگ دوڑ کرتے دیکھ کر کہا: کاش! اس کی جوانی اور طاقت اللہ پاک کی راہ میں صرف ہوتی۔ تو رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایسا مت کہو! کیونکہ اگر وہ محنت و کوشش اس لئے کرتا ہے کہ خود کو مانگنے سے بچائے اور لوگوں سے بے نیاز ہو جائے تو وہ یقیناً اللہ پاک کی راہ میں ہے اور اگر وہ اپنے ضعیف والدین اور کمزور اولاد کے لئے محنت کرتا ہے تاکہ انہیں بے پروا کر دے اور انہیں کافی ہو جائے تو بھی وہ اللہ پاک کی راہ میں ہے اور اگر وہ فخر کرنے اور مال کی زیادہ طلبی کے لئے بھاگ دوڑ کرتا ہے تو وہ شیطان کی راہ میں ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں ایسے فارغ شخص کو ناپسند کرتا ہوں جو نہ کوئی دنیاوی کام کرتا ہو، نہ اُخروی۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم نَخَعِی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے کمائی کرنے والا مجھے تاجر سے زیادہ محبوب ہے اور تاجر مجھے بے روزگار سے زیادہ پسند ہے۔

عابد سے زیادہ پسندیدہ تاجر

حضرت سیِّدُنا ابراہیم نَخَعِی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: آپ کے نزدیک سچا تاجر زیادہ پسندیدہ ہے یا پھر وہ شخص جس نے خود کو عبادت کے لئے فارغ کر رکھا ہے؟ فرمایا: میرے نزدیک سچا تاجر زیادہ پسندیدہ ہے

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب البیوع، باب فی التجارۃ والرغبۃ فیھا، ۵/۲۵۸، حدیث: ۷

[2] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، ۸/۲۰، حدیث: ۱۹

تنبیہ الغافلین، باب فضل الکسب، ص ۳۴۵، حدیث: ۶۷۲

کیونکہ وہ جہاد کر رہا ہوتا ہے کہ ناپ تول اور لین دین کے راستے میں اس کے پاس شیطان آتا ہے تو یوں وہ اس کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا اس معاملے میں موقف دوسرا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: مجھے ایسی جگہ موت آنا زیادہ پسند ہے جہاں میں اپنے کجاوے پر اپنے گھر والوں کے لئے خرید و فروخت کر رہا ہوں۔

غنا عافیت والی چیز ہے

حضرت سیِّدُنا ایوب سَخْتِیانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابوقلابہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے مجھ سے فرمایا: بازار کو اختیار کرو کیونکہ غَنا عافیت والی چیز ہے۔ یہاں غَنا سے مراد لوگوں سے بے نیازی ہے اور لوگوں سے بے نیازی وہ ہے جس کے باعث **اللہ** پاک کی اطاعت کی جائے۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے: تجارت کرو اور خرید و فروخت کرو خواہ سارے سرمایہ کے ذریعے ہو اس میں تمہارے لئے ایسی برکت رکھی جائے گی جو کھیتی بونے والے کے لئے نہیں رکھی گئی۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ مُحَیْرِیز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جو شامی عبادت گزاروں میں سے ہیں، فرماتے ہیں: راہِ خدا میں مشرکوں کے ہاتھوں سے حاصل شدہ مالِ غنیمت جس میں **اللہ** پاک کا حق ادا کیا گیا ہو، اس مال کے پیٹ بھر کھانے سے زیادہ مجھے سچے امانت دار تاجر کا کھانا پسند ہے۔ اور فرمایا: اسلاف اپنے بال بچوں کی خاطر کمائی کرنے والے کو **اللہ** پاک کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح شمار کرتے تھے اور دوسروں پر اسے فضیلت والا جانتے تھے۔

ربّ کا پسندیدہ

مروی ہے کہ **اللہ** پاک کام کاج کرنے والے مومن کو پسند فرماتا ہے۔[1]

دوسری روایت میں ہے: **اللہ** پاک اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو اس لئے پیشہ اختیار کرتا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے لوگوں سے بے نیاز ہو جائے۔[2]

---

1 ......معجم اوسط، ٦/ ٣٢٧، حدیث: ٨٩٣٤

2 ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب اصلاح المال، باب عمل الید، ٧/ ٤٧٣، حدیث: ٣١٦، قول عیسی علیہ السلام

بازار میں 300 رکعتیں پڑھنا:

حضرت سیِّدُنا ابو جعفر فرغانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ دورانِ گفتگو اُن لوگوں کا ذکر چھڑ گیا جو مسجدوں میں بیٹھ کر صوفیا کی طرح بنتے ہیں مگر مسجد کے لازمی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے اور بازاروں میں داخل ہونے والوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں تو حضرت سیِّدُنا ابو القاسم جنید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: بازاروں میں جانے والے بہت سے لوگ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ وہ مسجدوں میں آئیں اور یہاں بیٹھنے والوں کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دیں اور خود ان کی جگہ بیٹھ جائیں۔ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو بازار جا کر روزانہ 300 رکعتیں پڑھتا اور 30 ہزار تسبیح کا ورد کرتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو جعفر فرغانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ اس سے مراد خود حضرت سیِّدُنا ابو القاسم جنید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ہیں۔

تجارت کے مسائل پہلے سیکھو

جب کوئی شخص بازار میں کام کرنے کی ابتدا کرے تو اسے خرید و فروخت، لین دین، سودوں میں لوگوں کے ساتھ معاملات کرنے اور سود کی اقسام جان لینی چاہیے تاکہ ان معاملات کے واقع ہونے سے پہلے ہی ان سے آگاہی حاصل ہو جائے تو ان سے کنارہ کشی اور اجتناب کیا جائے۔ کسی مفتی صاحب کے پاس جائے اور ان سے اپنے حال کے مطابق روز مرہ پیش آنے والے مختلف طرح کے مسائل معلوم کرے۔ اگر پہلے سے انہیں نہ جانتا ہو اور اگر بوقت معاملہ ہی اسے علم نہ ہو تو صبح بازار جانے سے پہلے ہی مفتی صاحب کے پاس جائے کیونکہ ہر عمل کے لئے علم ہے اور ہر چیز کے بارے میں **اللہ** پاک کا کوئی نہ کوئی حکم موجود ہے، لہٰذا کوئی بڑا علم والا بھی کسی دوسرے کے علم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سُود اور فاسد سودوں میں پڑ جائے گا۔ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ بازار میں چکر لگاتے اور کسی تاجر کو دُرّہ مارتے اور فرماتے: ہمارے بازار میں وہی خَرید و فروخت کرے جو دِین میں فقیہ (عالم) ہو ورنہ چاہتے نہ چاہتے سود کھانے میں پڑ جائے گا۔

تجارت اور پیشے میں سچائی اختیار کرو

چنانچہ خرید وفروخت کا علم حاصل کرنے کے بعد ہی جائز کاروبار یا پیشہ اختیار کرنے کے لئے بازار میں قدم رکھے، تجارت، پیشے اور لین دین کے معاملے میں سچائی والا معاملہ کرے، اس بارے میں سنت کی ادائیگی کی نیت کرے، نیکی کا حکم دینے، بُرائی سے روکنے اور اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرنے کی نیتیں بھی شاملِ حال ہوں۔ کیونکہ جو حق لیتا اور حق دیتا ہے، سچائی اور خیر خواہی کا معاملہ کرتا ہے تو یہ عمل نیکی وپرہیزگاری پر معاون نیز دشمنوں اور خواہشات کے خلاف جہاد میں مددگار ہوگا۔ خاص طور پر اس زمانے میں جس میں باطل کی کثرت ہو کیونکہ دین کی درستی دنیا کی درستی پر موقوف ہے اور دنیا کا بگاڑ دین میں بگاڑ پیدا کرتا ہے، ان دونوں کا آپس میں تعلق ہے اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے۔

زبان کی درستی میں دل کی درستی

حدیثِ پاک میں ہے: بندے کے معاملات اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتے جب تک اس کا دل ٹھیک نہ ہو اور اس کا دل اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتا جب تک اس کی زبان ٹھیک نہ ہو۔[1]

اللہ پاک کا فرمان ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ۠ (۸۲) (پ ۷، الانعام: ۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا: یہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: جو اپنی قسم پوری کریں، زبان سے سچ بولیں، اپنے دل کو ٹھیک رکھیں، اپنی شرم گاہ اور پیٹ کو پاک رکھیں۔[2]

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۴/۴۹۵، حدیث: ۱۳۰۴۷

[2] ......تفسیر طبری، سورۃ آل عمران، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۱۸۵، حدیث: ۵۶۴۳

روزی کمانے کی اچھی نیتیں

روزی کمانے والا یہ نیت بھی کرے کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچے گا، لوگوں سے بے نیازی برتے گا، ان کے مالوں میں لالچ اور ان کی طرف توجہ کرنے سے بچے گا۔ جب وہ ان امور سے بچنے اور انہیں چھوڑنے کی نیت کرے گا تو اب اس کے لئے روزی کمانا بھی عبادت ہو گا۔ اپنے اور گھر والوں کا پیٹ بھرنے کے لئے محنت کرنے میں بھی **اللہ** پاک سے ثواب کی امید رکھے کہ یہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

خسارے والی تجارت

کمانے والے پر سچی بات کہنا اور دین داری کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں کے معاملے میں مخلصانہ مشورہ دینا لازم ہے اور انہیں مخلصانہ مشورے دینے میں دل سے ان کی سلامتی چاہے، ان کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آئے، کاموں کو سر انجام دینے میں ان کا ہاتھ بٹائے۔ ہمیشہ دین اور پرہیز گاری کو ہر چیز سے مقدم سمجھے۔ پھر اگر اس کے بعد اس کا دنیاوی معاملہ بھی اچھے طریقے سے چل پڑے تو **اللہ** پاک کی حمد بجالائے کیونکہ یہ نفع اور بڑھوتری ہے۔ اگر دنیاوی روزگار میں تنگی ہو اور امورِ دنیا سر انجام دینے میں دینداری اور پرہیز گاری مشکل ہو تو اس صورت میں اپنے دین اور نفع میں پہل کرے اور اپنے اصل مال یعنی تقویٰ کی حفاظت اور سلامتی کے لئے کوشش کرے۔ تقویٰ پر ہی حقیقی دار و مدار ہے اور یہی مقصود ہے۔ جس نے صرف دنیاوی مال کے نفع کے حصول کی کوشش کی اور دین کے دسویں حصے کو بھی تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا تو اس کی تجارت خسارے میں ہے، اس کی راہ ہدایت والی نہیں اور وہ **اللہ** پاک کے ہاں خسارے والوں میں سے ہے۔

عقل مند کے لئے کون سی چیز زیادہ بہتر ہے؟

ایک بزرگ کا فرمان ہے: عقل مند کے لئے وہ چیز زیادہ بہتر ہے جس کی اسے فی الحال زیادہ حاجت ہے اور اسے فی الحال زیادہ حاجت اس شے کی ہے جو آخرت میں اس کے انجام کے اعتبار سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

اسی طرح حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: تیرے لئے دنیا سے حصہ

پانا بھی ضروری ہے لیکن تو اُخروی حصے کا زیادہ محتاج ہے۔ اس لئے اُخروی حصہ سے ابتدا کرتے ہوئے اسے حاصل کر کے کیونکہ تیرا دنیاوی حصہ عنقریب تجھے مل کر رہے گا اور اس کا انتظام تیرے لئے ہو جائے گا اور تو جہاں بھی منتقل ہو گا تیرا حصہ بھی تیرے ہمراہ ہو گا۔[1]

دنیا میں اپنا حصہ نہ بھولو

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا (پ۲۰، القصص:۷۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول۔

یعنی دنیا کے اندر دنیا کا وہ حصہ ترک نہ کر جو آخرت کے لئے ہے کیونکہ یہاں تم نیکیاں کماتے ہو اور وہاں نیکوکاروں کے مرتبے میں ہو گے۔ خطابِ باری تعالیٰ میں ایک پوشیدہ دلیل ہے جس کی تفصیل **اللہ** پاک کے اس فرمان میں ہے:

وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ (پ۲۰، القصص:۷۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور احسان کر جیسا **اللہ** نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ۔

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: جو خرید و فروخت کی نیت سے بازار جائے اور اسے اپنا روپیہ اپنے بھائی کے روپے سے زیادہ محبوب ہو تو وہ کاروباری معاملہ میں مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں۔

دوسرے عالم صاحب فرماتے ہیں: جس نے اپنے بھائی کو ایک درہم کے عوض کوئی چیز بیچی اور وہ چیز اسے پانچ دانق (درہم کے چھٹے حصے) کے عوض ٹھیک لگتی ہے تو اس نے اس کے لئے وہ چیز پسند نہیں کی جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے اور وہ اپنے مسلمان بھائی کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کو کوئی چیز ایک درہم کے عوض نہ بیچے مگر یہ کہ اس کے نزدیک اسے ایک درہم میں خریدنا ٹھیک لگے۔

اپنا اور اپنے بھائی کا مال برابر جانو

تاجر کو چاہیے کہ اپنے دل میں اپنا روپیہ اور اپنے بھائی کا روپیہ، اپنا سامان اور اپنے بھائی کا سامان برابر جانے

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام معاذ بن جبل، ۸/ ۱۸۵، رقم: ۲

تاکہ خرید و فروخت میں برابری کی بنیاد پر عدل و انصاف سے کام لے۔ **اللہ** پاک کے ان احکام کی پاسداری کرے جو شریعت نے خرید و فروخت کے بارے میں بیان کئے ہیں۔ جس ذریعے سے درہم حاصل کر رہا ہے اس کے بارے میں خیال رکھے کہ اس کے بارے میں اسے مکمل آگاہی ہو اور شرعاً مباح ہو۔ عوض میں جو روپیہ مل رہا ہے اس کے بارے میں احتیاط اور پرہیز گاری اختیار کرے۔ تجارت میں غبن، چوری، فساد، غصب، دھوکا دہی اور چال بازی نہ ہو کہ یہ وہ حرام صورتیں ہیں جن کے باعث جائز کاروبار بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

حلال میں شبہ:

جب وہ کمائی کرنے میں ان چیزوں سے پرہیز کرتا ہو اور ان میں سے کسی چیز کو نہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، نہ کسی قابلِ اعتماد سے ایسی بات کا واقع ہونا پتا چلا ہو تو ایسی صورت میں بھی کمائی شبہ والی ہو گی اور اس پرہیز کے باوجود خالص حلال نہ ہو گی کیونکہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ ان ممنوعہ اسباب میں سے کوئی چیز کمائی میں آجائے اور چونکہ بندے کو بیچی خریدی جانے والی چیز کے بارے میں آنکھوں دیکھا یقین نہیں ہے کہ اس کی بنیاد درست ہے اور بنیاد کی بنیاد بھی درست ہے کیونکہ خوفِ خدا والے کم ہیں، پرہیز گار اٹھ چکے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ اسے (شُبہ حرام نہیں بلکہ) شُبہہِ حلال کہا جائے گا۔

دودھ کے بارے میں پوچھ گچھ:

حدیث پاک میں ہے: بارگاہِ رسالت میں دودھ پیش کیا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے عرض کی: بکری سے حاصل کیا ہے۔ پھر پوچھا: تمہارے پاس یہ بکری کہاں سے آئی؟ عرض کی گئی: فلاں جگہ سے۔ پھر آپ نے دودھ نوش فرما کر ارشاد فرمایا: ہم گروہِ انبیا کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم صرف حلال و طیب چیز ہی کھائیں اور نیک اعمال ہی کریں۔[1] اور ارشاد فرمایا: **اللہ** پاک نے مؤمنین کو بھی اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا پیغمبروں کو حکم فرمایا ہے[2] اور یہ آیتِ مقدسہ تلاوت فرمائی:

---

[1] ......الزھد لامام احمد، زھد عبید بن عمیر، ص ۳۹۲، حدیث: ۲۳۵۷

[2] ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، ص ۳۹۳، حدیث: ۲۳۴۶

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (پ ۲، البقرة: ۱۷۲) ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔

حلال کی فراوانی کا دور

اس حدیثِ پاک میں حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چیز کی اصل پھر اصل کی اصل کے بارے میں پوچھا مگر اس سے آگے کچھ نہ پوچھا کیونکہ جو اس سے اوپر ہے اس کی پہچان مشکل ہے اور انسان اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تاجروں، صنعتکاروں کے مال اور لشکروں کے مال آپس میں مل جاتے ہیں اور وہ اسے بغیر کسی حق کے لے لیتے ہیں تو گویا ان کا اس طرح مال کھانا باطل طریقے سے ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے خود کو روک رکھا ہوتا ہے اور ان کے جانور خواہشات کی راہوں میں باندھے جاتے ہیں پھر وہ بغیر حق کے عطیہ لینا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ خود اس کے مالک نہیں ہوتے، پھر ان اموال میں تاجروں اور صنعتکاروں کے مال خلط ملط ہو جاتے ہیں اور وہ اس میں تمیز نہیں کرتے اور تقویٰ کی قلت اور پرہیز گاری کے فقدان کی بنا پر بے توجہی اختیار کرتے ہیں، اسی وجہ سے حرام مال غالب آجاتا ہے کیونکہ حلال تو تقویٰ و پرہیز گاری کا ایک جز ہے۔ جب متقی اور پرہیز گاروں کی کثرت ہو تو حلال کی زیادتی ہو گی اور حلال عیاں ہو جائے گا اور جب پرہیز گاروں کی قلت ہو گی تو حرام پھلے پھولے گا پھر حلال حرام کے اندر پرہیز گاروں اور متقیوں کی کمی کی بنا پر ہلاک اور مخفی ہو جائے گا۔ قرنِ اول میں سلف صالحین کی موجودگی کی وجہ سے حلال موجود تھا کہ وہ لوگ پرہیز گار تھے اور ناحق کسی کا مال نہیں لیتے تھے اور اتنے نیکوکار تھے کہ شبہات کے داخل ہونے کے خوف کی وجہ سے اپنا حق بھی چھوڑ دیا کرتے تھے اس وجہ سے ان کے دور میں حلال کی فراوانی تھی۔

لالچی کی گواہی

منقول ہے کہ ایک عراقی فقیہ فرماتے ہیں: میں لالچی کی گواہی قبول نہیں کرتا۔ پوچھا گیا: ایسا کیوں؟ فرمایا: اس کی لالچ اسے اپنا حق پورا وصول کرنے پر اُبھارے گی اور پورے حق کی وصولی کرتے کرتے وہ بھی لے اُڑے گا جس کا وہ حقدار ہی نہیں۔ پھر فرمایا: مجھے حضرت سیِّدُنا عطا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے بیان کیا کہ امیر

المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: "سخی کبھی اپنا کامل حق نہیں لیتا۔" اور یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

عَرَّفَ بَعۡضَهٗ وَ اَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ ۚ (پ ۲۸، التحریم: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔

مروی ہے (ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں): ہم حرام کے ایک دروازے کے خوف سے حلال کے 70 دروازوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے پچھلے لوگوں کو یوں پایا کہ انہیں حلال مال کی پیشکش کی جاتی تو کہتے: مجھے اس مال کی ضرورت نہیں اور میں اپنے دل کے بگاڑ سے ڈرتا ہوں۔

پیشوا حضرات اس سے دور رہا کرتے اور لشکر (کے مالِ غنیمت) ان کے لئے پرہیز گاری پر معاون ہوتے اور وہ عطیات میں صرف اپنا حق ہی لیا کرتے تھے۔

گھوڑا بوجھ ہے

ہم ایک حدیث پاک کو مختصر طور پر ذکر کر رہے ہیں جو گھوڑوں کے ذکر پر مشتمل ہے۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: گھوڑا ایک شخص کے لئے بوجھ ہے اور یہ وہ شخص ہے جو گھوڑے کو بطورِ فخر، دکھاوے، شہرت اور اسلام کی دشمنی میں باندھتا ہے اور (راہِ خدا کے گھوڑے) جو وہ اپنے پیٹوں میں کھاتے پیتے ہیں یہاں تک کہ ان کے پیشاب، گوبر اور باقی ماندہ چیزیں بھی قیامت کے دن میزان میں بوجھ ہوں گی۔[1]

ظالموں کے مدد گار

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

اُحۡشُرُوا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا وَ اَزۡوَاجَهُمۡ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: (ہانکو) ظالموں اور ان کے جوڑوں کو۔

---

[1]......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، ص ۳۸۳، حدیث: ۲۲۹۰

یعنی ان کے جیسوں اور مدد گاروں کو۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا ارشاد ہے: قیامت کے دن پکارا جائے گا: بُرے حکمران اور ان کے مدد گار کھڑے ہو جائیں۔ مزید فرمایا: جس نے حکمرانوں کے لئے دوات میں سیاہی بھری یا قلم تراشا، اسے گدّی اٹھا کر دی یا ان کی کسی بھی کام میں مدد کی تو وہ ان ہی میں سے ہے۔

ایک درزی حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس آیا اور عرض کی: میں بادشاہ کے کسی گورنر کے کپڑے سیتا ہوں، آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا میں ظالموں کا مدد گار سمجھا جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: تم ظالموں کے مدد گار نہیں بلکہ خود ظالم ہو، ظالموں کے مدد گار تو تمہیں سوئی اور دھاگا بیچنے والے ہیں۔

بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہ کی حق گوئی

ایک عالم کسی حاکم کے دفتر میں موجود تھے۔ حاکم نے ایک خط لکھا اور عالم صاحب سے عرض کی: مجھے مٹی دیجئے تاکہ میں خط پر مُہر لگا سکوں۔ ان عالم صاحب نے منع کیا اور فرمایا: مجھے اپنا تحریر کردہ خط دکھاؤ تاکہ میں دیکھ لوں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ لیکن انہوں نے اسے مٹی نہ دی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور خلیفہ مہدی کے مابین بھی پیش آیا۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ خلیفہ مہدی کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک خالی کاغذ تھا، اس نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کہا: اَبُوعَبْدُ اللہ! مجھے دوات دیجئے تاکہ میں اس کاغذ پر کچھ لکھوں تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: پہلے مجھے بتاؤ کہ کیا لکھو گے؟ اگر وہ حق ہوا تو ہی میں تمہیں دوات دوں گا ورنہ میں ظلم پر مُعاوِن شمار ہوں گا۔

ظالم کی بقا کو پسند کرنا بھی منع ہے

مکہ مکرمہ کے کسی حاکم نے سرحد پر حفاظتی دیوار کی تعمیر کے لئے ایک شخص کو نگران مقرر کیا، اس شخص کا بیان ہے: میں نے اپنے دل میں کچھ شک پایا تو حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: تم یہ کام ہر گز نہ کرو اور ان کی معاونت نہ تھوڑی کرنا، نہ زیادہ۔ میں نے پوچھا: مگر یہ دیوار تو راہِ خدا میں مسلمانوں (کی حفاظت) کے لئے بنائی جا رہی ہے۔ فرمایا: ہاں! مگر کم از کم تم میں یہ بات داخل

ہو جائے گی کہ تم ان ظالم لوگوں کی بقا کو پسند کرو گے تاکہ وہ تمہاری اُجرت ادا کریں تو اس طرح تم اُن لوگوں کے باقی رہنے کو پسند کرو گے جو اللہ پاک کی نافرمانی کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے: مَنْ دَعَا لِظَالِمٍ بِالْبَقَاءِ فَقَدْ اَحَبَّ اَنْ يُّعْصَى اللهَ یعنی جس نے ظالم کی بقا کے لئے دعا کی گویا اس نے اللہ پاک کی نافرمانی کو پسند کیا۔[1]

فاسق کی تعریف کی مذمت

حدیث پاک میں ہے: اِنَّ اللهَ لَيَغْضَبُ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ یعنی جب کسی فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ پاک سخت ناراض ہوتا ہے۔[2]

دوسری حدیث میں ہے: مَنْ اَكْرَمَ فَاسِقًا فَكَاَنَّمَا اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ یعنی جس نے کسی فاسق کی تعظیم کی تو گویا اس نے اسلام کو ڈھا دینے پر مدد دی۔[3]

بازار والا کن سودوں سے بچے؟

بازار والے کو چاہیے کہ فاسد سودوں مثلاً دھوکے اور فریب والے سودے، کسی (ناجائز) شرط پر معلق سودے، نامعلوم چیز کے سودے اور ایک سودے میں دو سودے کرنے جن میں ایک بیع صرف اور دوسرا بیع شرط ہو ان سب سے بچے۔ ایسی چیز کو نہ بیچے جو اس کی ملکیت میں نہ ہو اور نہ ہی کسی چیز کو خریدے جب تک اس پر قبضہ نہ کرلے۔ قرض کو قرض کے عوض نہ بیچے۔[4] (درختوں پر) پھل جب تک ظاہر اور کھیتی کی آفت سے محفوظ نہ ہو جائیں اس وقت تک ان کی خرید و فروخت نہ کرے مثلاً کھجوروں کے سرخ یا زرد ہونے سے پہلے اور انگور کے نرم یا کالے ہونے سے پہلے ان کی خرید و فرخت نہ کرے۔

---

[1]......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب ذم المداحین، ۷/۳۲۸، حدیث: ۲۰۴

[2]......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب الغیبة والنمیمة، باب الغیبة التی یحل لصاحبها الکلام بها، ۴/۳۷۸، حدیث: ۹۳

[3]......معجم اوسط، ۵/۱۱۸، حدیث: ۶۷۷۲، نحوہ

[4]......احناف کے نزدیک: دَین (قرض) کی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی مدیون (مقروض) پر دَین کو بیچے یا اس کو ہبہ کر دے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 17/307)

بیع نجش [1]

نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیع نجش سے منع فرمایا ہے[2] اور بیع نجش یہ ہے کہ کوئی شخص سامانِ تجارت کے عوض کوئی چیز دے جبکہ اس کا خریدنے کا کوئی ارادہ نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ دوسرا گاہگ دھوکا کھائے۔

سونے اور موتیوں سے آراستہ ہار اور اس جیسی دیگر اشیاء کے عوض کچھ نہ خریدے یہاں تک کہ ہر چیز کو علیحدہ علیحدہ کردے یہی سنت ہے۔ جب تک جانور اور پھل صاف واضح نہ ہوں تو ان کی خرید و فروخت نہ کرے۔

سالانہ ٹیکس کی وصولی کے موقع پر زائد ٹیکس دینے سے اجتناب کرے، مگر یہ کہ ماہانہ اور سالانہ ٹیکس ادا کرتے رہے اور یہ زائد ٹیکس دینا مکروہ ہے اور ہر اس خرید و فروخت سے پرہیز کرے جس کے باطل ہونے کا علم ہو کہ اس میں سود شامل ہے یا کسی حُکمِ شرعی کے مخالف ہے کیونکہ ایسا کرنا دین میں نقص اور خبیث کمائی کا باعث ہے۔ اگر ان امور کی پوشیدگی کی وجہ سے کوئی اشکال باقی رہ جائے تو علما و مفتیانِ کرام سے رجوع کرکے اہلِ تقویٰ اور صالحین کی رائے و مذہب اختیار کرے، اپنے دین کی حفاظت کرے، خود پر گہری نظر رکھے، اپنی آخرت کے معاملے میں چشم پوشی نہ کرے۔ یہی اس کے لئے بہترین اور اچھی راہ ہے۔

غیر معروف پیشوں سے بچو

تاجر کو ہمارے زمانے میں رائج نئے اور غیر معروف کاروبار اور پیشوں سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ بدعت اور مکروہ ہے اور سلف صالحین سے منقول نہیں۔ ہر وہ چیز جو نافرمانی کا ذریعہ ہو خواہ نافرمانی کا آلہ ہو یا

---

[1] .... احناف کے نزدیک: نجش مکروہ ہے۔ نجش یہ ہے کہ مبیع کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ حقیقۃً خریدار کو دھوکا دینا ہے گاہک کے سامنے مبیع کی تعریف کرنا اور اُس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تاکہ خریدار دھوکا کھا جائے یہ بھی نجش ہے۔ اس کی ممانعت اُس وقت ہے جب خریدار واجبی قیمت دینے کے لیے تیار ہے اور یہ دھوکا دے کر زیادہ کرنا چاہے۔ اور اگر خریدار واجبی قیمت سے کم دیکر لینا چاہتا ہے اور ایک شخص غیر خریدار اس لیے دام بڑھا رہا ہے کہ اصلی قیمت تک خریدار پہنچ جائے یہ ممنوع نہیں کہ ایک مسلمان کو نفع پہنچاتا ہے بغیر اس کے کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے۔ (بہار شریعت حصہ 11، 2/723 ملتقطا)

[2] .... بخاری، کتاب البیوع، باب النجش ومن قال... الخ، ۲/۳۰، حدیث: ۲۱۴۲

اوزار وہ بھی نافرمانی ہی کہلائے گا لہٰذا نہ ایسا پیشہ اختیار کرے اور نہ ہی ایسی تجارت کرے کیونکہ یہ گناہ اور نافرمانی پر مدد کرنا ہوگا۔ وہ تمام مال جو کسی بدعت یا بُرائی کی وجہ سے حاصل کیا گیا ہو وہ مال بھی بدعت اور بُرائی شمار ہوگا اور بدعتی یا نافرمان کا ہر مددگار اس کی بدعت اور نافرمانی میں برابر کا حصہ دار ہے۔ ان تمام طریقوں سے مال حاصل کرنا ناحق مال ہڑپ لینے کے مترادف ہے اور جس نے حرام کھایا بیشک اس نے خود کو اور اپنے مسلمان بھائی کو بھی حرام کھلا کر ہلاکت پر پیش کیا۔ **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ (پ۵، النسآء: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانیں قتل نہ کرو۔

یہ مؤمنین کی راہ نہیں ہے اور **اللہ** پاک نے ارشاد فرمایا:

وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ (پ۵، النسآء: ۱۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔

روزگار میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل نہ ہو

تاجر کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ دنیاوی روزگار میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہو جائے اور دنیاوی تجارت اسے اُخروی تجارت سے ہٹا دے نیز اسے دنیا کا بازار آخرت کے بازار سے نہ روکے کیونکہ یہ یقین والوں کی علامت ہے اور زمین میں **اللہ** پاک کے گھر ہی آخرت کے بازار ہیں۔ چنانچہ

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ

ترجمۂ کنزالایمان: ان گھروں میں جنھیں بلند کرنے کا **اللہ** نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے **اللہ** کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام۔ وہ مرد جنھیں غافل نہیں

اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۪ۙ کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت **اللہ** کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوۃ دینے سے۔

(پ ۱۸، النور: ۳۶، ۳۷)

لہٰذا انسان کو صبح و شام اپنے ربِّ کریم کی عبادت کرنی چاہیے اور اپنے گھر میں اچھے انداز کے ساتھ **اللہ** پاک کی پاکی و توصیف بیان کرنی چاہیے۔

تاجروں کے شب و روز

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ تاجروں کو حکم فرمایا کرتے: اپنے دنوں کی ابتدا **اللہ** پاک کے لئے اور اس کے بعد والے کو اپنے لئے مقرر کرلو۔

اسلاف کے واقعات میں ہے: وہ دن کے ابتدائی وقت کو آخرت کے لئے اور دوسرے وقت کو دنیا کے لئے مقرر کیا کرتے تھے۔

منقول ہے کہ سردیوں میں صبح ہریسہ (آٹے کا حلوہ جو گھی اور شکر سے تیار کیا جاتا ہے) اور جانوروں کے سَر صرف بچے اور ذمی ہی بیچا کرتے تھے کیونکہ ہریسہ اور سریاں بیچنے والے سورج کے طلوع ہونے تک مسجدوں میں ہی ہوتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ لوگ عصر کی نماز کے بعد مساجد میں ذکر اور تسبیح کرنے کے لئے اہتمام کے ساتھ جمع ہوا کرتے تھے یہاں تک کہ کوئی شخص آکر کہتا: کیا تم لوگ نمازِ عصر پڑھ چکے؟ اس کا گمان ہوتا کہ وہ لوگ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہیں جبکہ وہ لوگ تو غروبِ آفتاب تک تسبیح کی نیت سے بیٹھے رہتے۔ افسوس! اب یہ طریقہ رائج نہیں رہا تو جس نے ایسا کیا اس نے اس بہترین عمل کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

لوگوں کی تین قسمیں

ایک عارِف فرماتے ہیں کہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں: (1) وہ جسے آخرت نے کمائی سے غافل کر دیا ہو، یہ کامیاب لوگوں کا مرتبہ ہے۔ (2) وہ جسے اس کی کمائی نے آخرت میں مصروف رکھا ہو، یہ نجات پانے والوں کا مرتبہ ہے۔ (3) وہ جسے کمائی نے آخرت سے غافل کر دیا ہو، یہ ہلاک ہونے والے لوگوں کا حال ہے۔

ان سے بھی بڑے ایک عالم صاحب نے فرمایا: جس نے **اللہ** پاک سے محبت کی وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور جس نے دنیا کی طرف رغبت کی وہ عقل کھو بیٹھتا ہے اور احمق وہ ہے جو صبح شام بے کار کاموں میں گزارے۔

بازار میں داخل ہونے کی ایک دعا

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا جب بازار میں داخل ہوتے تو یوں دعا فرماتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفُسُوْقِ وَمِنْ شَرِّ مَا اَحَاطَتْ بِهِ السُّوْقُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ یَمِیْنٍ فَاجِرَۃٍ وَّصَفْقَۃٍ خَاسِرَۃٍ یعنی اے **اللہ**! میں کُفر و فِسق اور بازار میں پائے جانے والے ہر شَر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے **اللہ**! میں جھوٹی قسم اور گھاٹے کے سودے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

بازار میں ذکر کی فضیلت

بازار میں **اللہ** پاک کا ذکر کرنے والا ایسی فضیلت پاتا ہے جو اس کے سوا کسی اور معاملے میں نہیں پاتا، لہٰذا غفلت کی گھڑیوں میں اور خرید و فروخت میں لوگوں کی بھیڑ کے وقت **اللہ** پاک کا ذکر کرے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بازار میں **اللہ** پاک کا ذکر کرنے والا قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی روشنی چاند جیسی اور اس کی شفافیت آفتاب جیسی ہوگی اور جو بازار میں **اللہ** پاک سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے تو بازار والوں کی تعداد کے برابر اس کی خطائیں بخش دی جائیں گی۔

ایک روایت میں ہے: غافلوں میں **اللہ** پاک کا ذکر کرنے والا اس مجاہد کی طرح ہے جو فرار ہونے والوں میں سے واپس پلٹا ہو اور اس زندہ کی طرح ہے جو مُردوں کے درمیان ہو۔[1]

10 لاکھ نیکیاں

حدیثِ پاک میں ہے: جو شخص بازار میں داخل ہو کر یہ کلمات پڑھے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[2] **اللہ** پاک اس کے نامۂ

---

[1] ......مسند بزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۵/۱۶۲، حدیث: ۱۷۵۹، مختصراً

[2] ......**ترجمہ: اللہ** پاک کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور خود زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا، اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

اعمال میں 10لاکھ نیکیاں درج فرماتا ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عُمَر اور حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان صرف ان کلمات کی فضیلت کو پانے کے لئے بازار کا قصد کیا کرتے تھے۔

بازار کی مصروفیات اور نماز

جب تم بازار میں داخل ہو یا بازار میں موجود ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ورد اور ذکرِ الٰہی کو نہ چھوڑو تمہارے اس وقت کا یہی عمل ہے۔ بازار میں ذِکرِ الٰہی اور روزگار کے سوا ہرگز بے کار مت بیٹھو، کیونکہ اسے مکروہ کہا گیا ہے۔ بازار میں جب تم نماز کے لئے اذان سنو تو نماز کی تیاری میں مصروف ہو جاؤ اور جماعت میں تاخیر نہ کرو ورنہ بعض علما کے نزدیک فاسق شمار ہو گے مگر یہ کہ وقت میں کشادگی ہو یا دوسری مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی نیت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ جماعت میں تکبیر تحریمہ پالینا اس کے نزدیک زندگی بھر کے تمام نفعوں سے زیادہ پسندیدہ ہو اور تکبیر تحریمہ کا چھوٹ جانا اس پر دنیا بھر کے خساروں سے زیادہ بھاری ہو، عقل اور بصیرت رکھنے والے پر یہ بالکل واضح ہے۔

ہائے وہ نمازوں کا جذبہ!

پہلے وقتوں میں بازاروں میں کام کاج کرنے والے حضرات جب اذان سنتے تو مسجدوں کی جانب جلدی کرتے اور اقامت ہونے تک نوافل میں مشغول رہتے۔ اس دوران بازار تاجروں سے خالی ہو جاتے اور نماز کے اوقات میں صرف بچے اور ذمی کاروبار کرتے، تاجر انہیں چند پیسوں کے عوض اجرت پر رکھتے تھے تاکہ مسجد سے لوٹنے تک وہ ان کی دکانوں کی حفاظت کریں۔ اب یہ طریقہ مٹ چکا ہے، جس نے اس پر عمل کیا اس نے اسے دوبارہ سے زندہ کر دیا۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ (پ ۱۸، النور: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ مرد جنھیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا دخل السوق، ۵/ ۲۷۰، حدیث: ۳۴۳۹

اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں ہے کہ پہلے کے لوگوں میں سے جو لوہار اور موچی ہوتے تھے جب ان میں سے کوئی لوہار اپنا ہتھوڑا اوپر اٹھاتا یا موچی سُتاری (جوتا سینے والی سوئی) کو جوتے میں داخل کرتا اور اسی دوران اس کے کانوں میں اذان کی آواز پڑتی تو موچی سُتاری کو باہر نہ نکالتا اور لوہار ہتھوڑے کو مطلوبہ جگہ پر نہ مارتا بلکہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نماز کے لئے مسجد کی طرف چلا جاتا۔

جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ وہب رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرنے والے کے بارے میں فرمایا: اس کی بیع فسخ قرار دی جائے۔ پوچھا گیا: کوئی آزاد شخص (اذان کے بعد) خرید و فروخت میں مشغول رہے اور جمعہ کی تیاری چھوڑ دے تو؟ فرمایا: اپنے ربّ سے استغفار کرے۔ حضرت سیِّدُنا ربیعہ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: اس نے ظلم و زیادتی سے کام لیا۔ نیز حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: جمعہ کے دن جب امام نکل آئے اس وقت خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے۔[2]

کاریگر کن کاموں سے بچے؟

کاریگر کو چاہیے کہ اشیاء میں سونے کے نقش و نگار کرنے سے اجتناب کرے اور ان میں لہو و لعب کے کام، تصاویر اور نقوش کی صورت میں زیب و زینت بھی نہ ہو، ہاتھی دانت کو توڑنے، ہاتھی دانت کے باریک نقش و نگار لگانے[3]، گچ (چونے) سے پختہ کرنے اور دل لبھانے والے مختلف رنگوں کے ذریعے اشیاء پر نقش و نگار کرنے سے بچے کیونکہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور اس زیبائش پر اجرت لینا شبہ میں داخل ہے۔

---

[1]...... احناف کے نزدیک: اذان جمعہ کے شروع سے ختم نماز تک بیع مکروہِ تحریمی ہے اور اذان سے مراد پہلی اذان ہے کہ اسی وقت سعی واجب ہو جاتی ہے مگر وہ لوگ جن پر جمعہ واجب نہیں مثلاً عورتیں یا مریض ان کی بیع میں کراہت نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ 11، 2/723)

[2]...... حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کی "اَلْمُدَوَّنَة" میں یہ عبارت یوں ہے: جب امام جمعہ کے لئے نکلے تو اس وقت بیچنے کے لئے آواز لگانا حرام ہو جاتا ہے۔ (المدونة، ۱/۲۳۵)

[3]...... بعض علما کے نزدیک ہاتھی دانت اور اس سے بنی چیزوں کا استعمال منع ہے جبکہ احناف کے نزدیک: ہاتھی دانت اور ہڈی کو بیچ سکتے ہیں اور اس سے بنی ہوئی چیزیں استعمال کر سکتے ہیں۔ (ردالمحتار، کتاب البیوع، مطلب فی التداوی...الخ، ۷/۲۶۷)

اسلاف میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں: اپنی اولاد کے لئے اچھے پیشوں کا انتخاب کرو۔

حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے: بے شک **اللہ** پاک نے ہر کاریگر اور اس کی کاریگری کو پیدا فرمایا ہے۔[1]

بزرگانِ دین کھانے اور آٹے کی خرید و فروخت کو ناپسند کرتے تھے۔

ایک اہلِ معرفت نے کسی شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اپنے بیٹے کو دو تجارتوں اور دو پیشوں میں نہ لگانا: (1)... کھانے کی تجارت اور (2)... کفنوں کی تجارت۔ کیونکہ کھانے کی تجارت کرنے والا مہنگائی اور کفنوں کی تجارت کرنے والا لوگوں کے مرنے کا خواہش مند رہتا ہے اور دو پیشے یہ ہیں: (1)... قصاب کا پیشہ اور (2)... سنار کا پیشہ۔ کیونکہ قصاب کے پیشے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور سنار کے پیشے والا دنیا کو سونے اور چاندی سے آراستہ کرتا ہے۔

بروکر کی اجرت

حضرت سیِّدُنا عثمان شحام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا ابن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے نقل کرتے ہیں کہ سودا کرانے کی اجرت مکروہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بروکر (Commission agent) کی اجرت مکروہ ہے۔[2]

اہلِ عرب کہا کرتے تھے: جانوروں کو بیچ کر بے جان چیزیں خرید لو۔ گویا کہ وہ جانور کی قیمت دینا ناپسند کرتے تھے کیونکہ وہ اس کے ضیاع کا خوف کرتے تھے اور ان بے جان چیزوں کو خریدنا پسند کرتے تھے جن میں روح نہ ہو۔[3]

---

[1]......السنة لابن ابی عاصم، ص ۱۸، حدیث: ۳۶۶

[2]......احناف کے نزدیک: اگر روزگار (کام) کے سلسلے میں دلال (Commission agent) نے محنت کی اور آیا گیا تو اس کی محنت اور عمل کے مطابق مثلی اجرت ہو گی یعنی ایسے کام اتنی سعی پر جو مزدوری ہوتی ہے (اتنی پائے گا) اس سے زائد نہ پائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، 19/453 ملتقطاً)

[3]......حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہ نے تجارت کے لئے جانوروں کی خریداری کو بھی مکروہ جانا ہے اس لئے کہ خریدار اس میں **اللہ** پاک کے فیصلے کو ناپسند کرتا ہے اور وہ فیصلہ "موت" ہے جو لا محالہ (یقینی

بزرگانِ دین کی پسندیدہ تجارت

بزرگانِ دین کپڑے کی تجارت کو پسند فرماتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: میرے نزدیک کپڑے کی تجارت سے زیادہ پسندیدہ تجارت کوئی نہیں جب تک اس میں قسمیں نہ ہوں۔

ایک روایت میں ہے: اگر جنتی کوئی تجارت کرتے تو کپڑے کی کرتے اور اگر جہنمی کوئی تجارت کرتے تو سونے چاندی کی کرتے۔[1]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری اور حضرت سیِّدُنا ابنِ سیرین رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمَا کے نزدیک سونے اور چاندی کی تجارت کرنا مکروہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے سنار کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: فاسق ہے، ہرگز اس کے سائے میں نہ بیٹھنا اور نہ ہی اس کے پیچھے نماز پڑھنا۔ نیز مالی، قُلی (یعنی بوجھ اٹھانے والے مزدور)، کشتی چلانے والے، حمام والے، پرندے بیچنے والے اور نائی کا پیشہ بھی ناپسندیدہ ہے۔

نیک اور اچھے لوگوں کے پیشے

یہ 10 پیشے نیک اور اچھے لوگوں کے کام ہیں: (1)...موزے سینا (2)...تجارت کرنا (3)...سامان اٹھانا (4)...کپڑے سلائی کرنا (5)...جوتوں کے تلے بنانا اور ان کی مرمت کرنا (6)...دھوبی کا پیشہ (7)...لوہے کا کام (8)...کاتنے کا پیشہ (9)...خشکی و سمندر میں شکار کرنا اور (10)...کتابت کرنا۔

کاتب کو نصیحت

حضرت سیِّدُنا عبد الوہاب کاتب رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے مجھ سے پوچھا: تمہارا پیشہ کیا ہے؟ میں نے کہا: کاتب ہوں۔ تو فرمایا: تمہاری کمائی اور تمہارا پیشہ دونوں

طور پر) آکر ہی رہے گی کیونکہ جانور بھی مرنے ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ (شاید اسی وجہ سے) کہا گیا ہے کہ جانوروں کو بیچ کر بے جان چیزوں کو خرید لے۔ (احیاء العلوم، ٢/١٠٨)

[1]......مسند الفردوس، ٢/٢٠٣، حدیث: ٥١٧٢

پاکیزہ ہیں، اگر میں بھی اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرتا تو یہی کام کرتا۔ پھر مجھ سے فرمایا: صاف ستھرا لکھو، کنارے چھوڑ دو اور صفحات کی پشتیں خالی رکھو۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کاتب تھے اور بزرگانِ دین کتابت کی کمائی کو پسند کرتے اور اسے افضل گردانتے تھے۔

نیک کاموں پر اجرت لینا

ہر وہ عمل جس کے ذریعے **اللہ** پاک کا قرب حاصل کرنا ہو، آخرت کے اعمال میں سے ہو، نیکی اور بھلائی پر مشتمل ہو تو اس پر اجرت لینا مکروہ ہے جیسے قرآن پاک کی تعلیم دینا، علم سکھانا، وعظ و نصیحت کی مجالس سجانا، تراویح پڑھانا[1]، مردے کو غسل دینا[2] اور جو نیک کام اس ضمن میں آتے ہوں۔ چونکہ یہ آخرت کی تجارتیں

---

[1]........طاعت وعبادت کے کاموں پر اجارہ کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لیے، امامت کے لیے، قرآن وفقہ کی تعلیم کے لیے، حج کے لئے یعنی اس لئے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے، متقدمین فقہاء کا یہی مسلک تھا مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہو گئی ہے اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل واقع ہو گا۔ انہوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثناء فرمادیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم القرآن وفقہ اور اذان وامامت پر اجارہ جائز ہے کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن وفقہ کے پڑھانے والے طلبِ معیشت میں مشغول ہو کر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے۔ اسی طرح اگر مُؤَذِّن وامام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان وجماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اس شعارِ اسلامی میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی اسی طرح بعض علماء نے واعظ پر اجارہ کو بھی جائز کہا ہے اس زمانے میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہلِ علم نہیں ہیں ادھر ادھر سے کبھی کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ و تقریر کے ذریعہ انہیں دین کی تعلیم دے دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کر دیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے کچھ علم کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اس کا انسداد ہو جائے گا یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے تو جس بندۂ خدا سے ہو سکے کہ ان اُمور کو محض خالصاً لِوَجْہِ اللہ انجام دے اور اجر اُخروی کا مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کرتے ہوئے کہ دین کی خدمت یہ کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کر کے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہو گا اور اس کو لینا جائز ہو گا کہ یہ اجرت نہیں ہے بلکہ اعانت وامداد ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 14، 3/145)

[2]........احناف کے نزدیک: میت کو نہلانے کی اُجرت دینا وہاں جائز ہے جب ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اس کام کے کرنے والے ہوں اور اگر اس کے سوا کوئی نہ ہو تو اُجرت پر یہ کام نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ شخص اس صورت میں اس کام کے

ہیں لہٰذا تم اس پر اجرت نہ لو۔ جس نے دنیا میں ہی ان نیک اعمال کی اجرت لے لی تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا جبکہ فائدہ میں وہ ہیں جنہوں نے اجر کی امید رکھی اور دنیا میں صبر کیا تھا تو یہ آخرت میں اپنا اجر لیں گے۔ **اللہ** پاک کے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عثمان بن ابو العاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے ارشاد فرمایا: "تم ایسے کو مؤذن نہ بناؤ جو اذان پر اجرت لے۔"[1] حضرت سیِّدُنا عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی حدیث میں ہے: انہوں نے ایک شخص کو قرآن پاک کی ایک سورت سکھائی تو اس نے انہیں کمان تحفہ میں دی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: "کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ تجھے آگ کی کمان پہنائی جائے۔" چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے وہ کمان واپس لوٹا دی۔[2]

اگر تم آگ کا ہار پہنایا جانا پسند کرتے ہو تو اسے قبول کر لو۔

ذخیرہ اندوزی کرنا[3]

تاجر کو چاہیے کہ غلہ اور دالیں وغیرہ جنہیں کھایا جاتا ہے ان کی ذخیرہ اندوزی سے بچے اور سب سے سخت گندم کی ذخیرہ اندوزی ہے جو عام لوگوں کی خوراک ہے۔

ذخیرہ اندوزی کی مذمت پر چھ روایات

ذخیرہ اندوزی کے مکروہ ہونے اور اس بارے میں شدید ممانعت کے حوالے سے کثیر احادیث روایت

لیے متعین ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3،14/149)

[1] ......ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب اخذ الاجر علی التاذین ۱/ ۲۲۳، حدیث: ۵۳۱

[2] ......ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاجر علی تعلیم القرآن، ۳/ ۱۷، حدیث: ۲۱۵۸، نحوہ

[3] ......احناف کے نزدیک: احتکار (ذخیرہ اندوزی) ممنوع ہے۔ احتکار کے یہ معنٰی ہیں کہ کھانے کی چیز کو اس لیے روکنا کہ گراں ہونے پر فروخت کریگا۔ احتکار وہیں کہلائے گا جبکہ اس کا غلہ روکنا وہاں والوں کے لئے مضر ہو یعنی اس کی وجہ سے گرانی ہو جائے یا یہ صورت ہو کہ سارا غلہ اسی کے قبضہ میں ہے، اس کے روکنے سے قحط پڑنے کا اندیشہ ہے، دوسری جگہ غلہ دستیاب نہ ہو گا۔ (بہار شریعت، حصہ 3،16/482) غلہ کو اس نظر سے روکنا کہ گرانی (یعنی مہنگائی) کے وقت بیچیں گے بشرطیکہ اسی جگہ یا اس کے قریب سے خرید ا اور اس کا نہ بیچنا لوگوں کو مُضِر (نقصان دہ) ہو مکروہ و ممنوع ہے، اور اگر غلہ دور سے خرید کر لائے اور بانتظارِ گرانی نہ بیچے یا نہ بیچنا اس کا خَلق کو مُضِر (یعنی لوگوں کو نقصان دہ) نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (فتاوی رضویہ، 17/189)

کی گئی ہیں۔ چنانچہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے:

(1)...... جس نے مسلمانوں کے کھانے کی ذخیرہ اندوزی کی وہ ہم میں سے نہیں۔[1]

(2)...... جس نے 40 دن تک غلّہ ذخیرہ کیا پھر اسے صدقہ کر دیا تو یہ اس کی ذخیرہ اندوزی کرنے کا کفارہ نہیں بنے گا۔[2]

(3)...... جس نے 40 دن تک ذخیرہ اندوزی کی تو گویا اس نے ایک جان کو قتل کیا۔

(4)...... دوسری روایت میں ہے: **اللہ** پاک اسے جہنم کے بڑے حصے میں ڈالے گا۔[3]

(5)...... امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم سے روایت ہے: جو شخص 40 دن تک غلہ ذخیرہ کئے رکھے تو اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔

(6)...... امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے غلہ کو آگ لگا دی تھی۔

ذخیرہ اندوزی کو ترک کرنے کی فضیلت

ذخیرہ اندوزی کو ترک کرنے کی فضیلت کے بارے میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے غلہ لا کر اسی دن کے نرخ کے مطابق اسے بیچ دیا تو گویا اس نے اُسے صدقہ کیا۔"[4] ایک روایت میں ہے: "گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا۔"[5]

بعض علما کے نزدیک ہر طرح کے اناج اور کھانے جو کھائے جاتے ہیں جیسے مسور کی دال، لوبیا، گھی،

---

[1]......ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحکرۃ والجلب، ج ۳/ ۱۵، حدیث: ۲۱۵۵، بتغیر

[2]......الضعفاء للعقیلی، ۴/ ۱۵۶۲، رقم: ۲۱۰۵، بدون: بل کفارۃ لاحتکارہ

جامع الاصول، ۱/ ۴۹۱، حدیث: ۴۳۹، بدون: بل کفارۃ لاحتکارہ

[3]......مسند الرویانی، مسند معقل بن یسار المزنی، ۲/ ۳۲۹، حدیث: ۱۳۰۰

[4]......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب اصلاح المال، باب افاضل التجارات، ۷/ ۴۵۸، حدیث: ۲۵۰، بتغیر

[5]......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب اصلاح المال، باب افاضل التجارات، ۷/ ۴۵۸، حدیث: ۲۵۰، بتغیر

شہد، تلوں کا تیل، پنیر، کھجور اور زیتون ان تمام اشیاء میں ذخیرہ اندوزی ہوتی ہے[1] اور ان سب کی ذخیرہ اندوزی مکروہ ہے۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ (پ۱۷، الحج: ۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ذخیرہ اندوزی بھی زیادتی ہے۔

حکایت: سارا مال صدقہ کر دیا

منقول ہے کہ اسلاف میں ایک بُزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جو "واسط" کے مقام پر تھے انہوں نے گندم سے بھری ایک کشتی بصرہ شہر کی طرف بھیجی اور اپنے وکیل کو لکھا: جس دن یہ غلہ بصرہ پہنچے اُسی دن اسے بیچ دینا، اگلے دن تک تاخیر نہ کرنا۔ اتفاقاً وہاں پر بھاؤ (Rate) کم تھا تو تاجروں نے وکیل کو مشورہ دیا کہ اگر اسے جمعہ کے دن تک مُؤَخَّر کر لو تو دُگنا منافع ہو گا۔ چنانچہ اس نے جمعہ تک وہ گندم فروخت نہ کی جس کی وجہ سے اسے کئی گُنا فائدہ ہو گیا۔ جب وکیل نے یہ واقعہ مالک کو لکھ کر بھیجا تو انہوں نے اسے جواب لکھا: اے شخص! ہم اپنے دین کی سلامتی کے ساتھ تھوڑے نفع پر ہی قناعت کر لیا کرتے ہیں مگر تم نے ہمارے حکم کی خلاف ورزی کی اور نہایت گھناؤنا جرم کیا۔ لہٰذا جیسے ہی تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو فوراً وہ تمام مال بصرہ کے فقرا پر صدقہ کر دینا۔ شاید ایسا کرنے سے میں ذخیرہ اندوزی کے گُناہ سے برابر برابر نَجات پا سکوں یعنی نہ تو میرا (اُخروی) نقصان ہو اور نہ ہی (دُنیوی) فائدہ۔

حکایت: تین دینار سے زیادہ نفع نہیں لوں گا

ہمارے شیخ عابد شط حضرت سیِّدُنا مظفر بن سہل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا

---

[1]......احناف کے نزدیک: اِحتِکار (ذخیرہ اندوزی) انسان کے کھانے کی چیزوں میں بھی ہوتا ہے، مثلاً: اناج اور انگور، بادام وغیرہ اور جانوروں کے چارہ میں بھی ہوتا ہے جیسے گھاس، بھوسا۔ (بہار شریعت، حصہ16، 3/482)

غیلان خیاط رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو فرماتے سنا: حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے 60 دینار کے عوض ایک کُر بادام خریدے اور ان کا نفع اپنے روزنامچہ (ہر روز کے حساب لکھنے کے رجسٹر) میں تین دینار لکھ دیا بعد میں بادام کے ریٹ 90 دینار تک جا پہنچے۔ بروکر (Commission agent) آیا اور کہنے لگا: میں ان تمام باداموں کو خریدنا چاہتا ہوں، آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: لے لو۔ بروکر نے پوچھا: کتنے کے؟ آپ نے فرمایا: 63 دینار کے۔ بروکر نے کہا: حضور! باداموں کا ریٹ بڑھ گیا ہے اور اب ایک کُر باداموں کی قیمت 90 دینار تک پہنچ چکی ہے۔ حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے اپنے ربّ سے ایک عہد کیا ہے جسے میں نہیں توڑوں گا لہٰذا میں انہیں 63 دینار میں ہی فروخت کروں گا۔ بروکر نے جواب دیا: میں نے بھی اپنے اور اللہ پاک کے مابین ایک عہد کر رکھا ہے جسے نہیں توڑوں گا اور وہ عہد یہ ہے کہ کسی مسلمان کے ساتھ خیانت نہیں کروں گا۔ اس لئے میں آپ سے یہ بادام 90 دینار میں ہی خریدوں گا۔

اس واقعہ کو بیان کرنے والے کہتے ہیں: نہ تو بروکر حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے بادام (90 دینار میں) خرید سکا اور نہ ہی حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بروکر کو بادام (63 دینار سے زیادہ میں) بیچے۔

حکایت: 30 ہزار نفع واپس لوٹا دیا

ایک تابعی بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بصرہ میں رہتے تھے جبکہ ان کا ایک غلام "سُوس" میں رہا کرتا تھا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ شکر خرید کر اس کی طرف بھیجا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اس غلام نے آپ کی طرف خط لکھا کہ اس سال گنّے کی فصل کو آفت پہنچی ہے، لہٰذا آپ بہت سی شکر خرید لیں۔ چنانچہ انہوں نے بہت ساری شکر خرید لی۔ پھر وقت آنے پر ان بزرگ کو 30 ہزار کا نفع ہوا۔ جب وہ اپنے گھر واپس ہوئے تو ساری رات منافع کے بارے میں سوچتے رہے اور فرمایا: میں نے 30 ہزار کا نفع تو حاصل کر لیا ہے لیکن ایک مسلمان کی خیر خواہی کو ترک کر دیا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو شکر بیچنے والے کے پاس گئے اور اسے نفع کے 30 ہزار دیتے ہوئے کہا: اللہ پاک تمہیں اس میں برکت عطا فرمائے! یہ تمہارے ہیں۔ اس نے کہا: یہ میرے کہاں سے ہو گئے؟ فرمایا: جب میں نے تم سے شکر خریدی تو مجھے جو کرنا چاہیے تھا وہ میں نے نہیں کیا، میرے غلام نے مجھے خط لکھا کہ گنّے کی فصل کو شدید نقصان پہنچا ہے، میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا اور شاید اگر تم جانتے ہوتے تو مجھے

اس قیمت پر کبھی نہ بیچتے۔ اس نے کہا: **اللہ** پاک آپ پر رحم فرمائے! مگر اب تو آپ نے مجھے بتا دیا ہے، لہٰذا میں نے یہ اپنی خوشی سے آپ کو دیئے۔ چنانچہ وہ بزرگ نفع لے کر دوبارہ گھر لوٹ آئے اور پھر پوری رات سوچتے ہوئے جاگ کر گزار دی اور دل میں سوچا: مجھے جو کرنا چاہیے تھا وہ میں نے نہیں کیا اور میں نے مسلمان بھائی کے ساتھ خریداری میں خیر خواہی نہیں کی، ہو سکتا ہے کہ اس نے مجھ سے حیا کرتے ہوئے یہ نفع مجھے دے دیا ہو اور خود چھوڑ دیا ہو۔ لہٰذا اگلے دن صبح سویرے پھر شکر بیچنے والے کے پاس گئے اور فرمایا: **اللہ** پاک تمہیں عافیت عطا فرمائے! تم اپنا مال لے لو اسی میں میری دلی خوشی ہے۔" چنانچہ انہوں نے وہ 30 ہزار درہم دے کر ہی دَم لیا۔

40 ہزار کا نفع چھوڑ دیا

حضرت سَیِّدُنا سلیمان تیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے 40 ہزار کا نفع چھوڑ دیا کیونکہ آپ کے دل میں خدشہ لاحق ہو گیا تھا حالانکہ اس بارے میں علما کا کوئی اختلاف نہیں تھا اور وہ اس میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ یہی سبب تھا جس کی وجہ سے آپ پر قرض کا غلبہ ہوا۔

تاجر کو سامانِ تجارت کی تعریف اور اسے بیچنے کے وقت بناوٹی کلام کرنے سے بچنا چاہیے نیز خریدار بھی دھوکا دینے کی غرض سے سامانِ تجارت کی ایسی بُرائی یا عیب بیان کرنے سے بچے جو اس میں موجود نہ ہو۔

کمائی تباہ کرنے والا

سامانِ تجارت پر قسمیں اٹھانا معصیت اور کمائی کو تباہ کرنے والا ہے، اسلاف اس کو سخت ناپسند کرتے تھے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو ذر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ہم اس گروہ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے جن کی جانب **اللہ** پاک نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا، وہ گروہ فاسق تاجروں کا ہے اور ہم اس بات کو بھی فسق و فجور شمار کرتے تھے کہ تاجر اپنے سامان کی وہ خصوصیات بتائے جو اس میں موجود ہی نہیں۔

حکایت: خرید و فروخت میں کمال احتیاط

حضرت سَیِّدُنا یونُس بن عُبَید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ ریشمی کپڑے کی تجارت کیا

کرتے تھے۔ ایک شخص آیا اور آپ سے ریشم کا کپڑا طلب کیا تو آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے اپنے غلام کو ریشمی کپڑے کی گٹھڑی نکالنے کا حکم دیا۔ جب غلام نے گٹھڑی کو کھولا تو کہا: میں **اللہ** پاک سے جنت کا سوال کرتا ہوں۔ تو آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے اپنے غلام سے فرمایا: گٹھڑی کو دوبارہ باندھ دو۔ آپ نے اس خوف سے اس گٹھڑی میں سے کچھ نہ بیچا کہ کہیں غلام کے الفاظ سامان کی تعریف کے زُمرے میں نہ آجائیں۔

حکایت: 200 درہم واپس کر دیئے

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا یونُس بن عُبَید بَصْرِی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کے پاس دو طرح کی عمدہ قسم کی پوشاکیں تھیں۔ ان میں سے ایک قسم ایسی تھی کہ ہر پوشاک کی قیمت 400 درہم تھی اور ایک قسم ایسی تھی کہ ہر پوشاک 200 درہم کی تھی۔ نماز کا وقت ہوا تو آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه بھتیجے کو دکان پر چھوڑ کر خود نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں ایک اَعرابی (یعنی دیہاتی) آیا اور اس نے 400 درہم والی پوشاک طلب کی، بھتیجے نے اس کے سامنے 200 درہم والی پوشاک پیش کی، اسے وہ اچھی لگی اور اس نے 400 درہم پر راضی ہو کر خرید لی۔ اَعرابی پوشاک ہاتھ میں لئے اسے دیکھتے ہوئے بازار سے باہر جا ہی رہا تھا کہ حضرت سیِّدُنا یونُس بن عُبَید رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے اس کا مسجد سے نکلتے ہوئے سامنا ہو گیا۔ انہوں نے اپنی پوشاک کو پہچان کر اُس سے پوچھا: یہ پوشاک کتنے میں خریدی ہے؟ اس نے جواب دیا: 400 درہم میں۔ آپ نے فرمایا: یہ 200 درہم سے زیادہ کی نہیں ہے، تم جاکر اسے واپس کر دو۔ اس نے کہا: جنابِ والا! ہمارے شہر میں یہ پوشاک 500 درہم کی ہے۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے اس سے فرمایا: بے شک دین میں خیر خواہی تمام دنیا سے بہتر ہے۔ چنانچہ آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس دکان پر لائے۔ پھر اپنے بھتیجے کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: کیا تم **اللہ** پاک سے نہیں ڈرتے؟ کیا تمہیں شرم نہیں آئی کہ تم شے کی قیمت کے برابر نفع لیتے ہو اور مسلمان کی خیر خواہی کو ترک کرتے ہو؟ بھتیجے نے جواب دیا: **اللہ** پاک کی قسم! میں نے اس کے راضی ہونے پر ہی اتنا زیادہ نفع لیا تھا۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: اگرچہ وہ راضی تھا، کیا تم نے اس کے حق میں وہ چیز پسند کی جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ پھر اعرابی کو 200 درہم لوٹا دیئے۔

حکایت: پانچ درہم بھی زیادہ لینا گوارہ نہیں

(تابعی بزرگ) حضرت سیِّدُنا محمد بن منکدر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے بھی ایک ایسا ہی واقعہ مروی ہے: آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس جنابی اور بصری کپڑے تھے جن میں سے کچھ کی قیمت پانچ درہم جبکہ کچھ کی قیمت 10 درہم تھی۔ آپ باہر تشریف لے گئے تو آپ کا غلام دوکان میں تھا، اس نے غلطی سے ایک اعرابی کو پانچ درہم کا کپڑا 10 درہم میں فروخت کر دیا، جب آپ واپس تشریف لائے تو کپڑے کو نہ پایا اور غلام کی غلطی کو جانچ لیا۔ تو فرمایا: تمہاری خرابی ہو، تم نے ہمیں ہلاکت کے دہانے پر لا کھڑا کیا، جاؤ اور بازار میں اعرابی کو تلاش کرو۔ غلام سارا دن اعرابی کو تلاش کرتا رہا یہاں کہ اسے پالیا، حضرت سیِّدُنا محمد بن منکدر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اعرابی سے ارشاد فرمایا: جناب! میرے غلام سے غلطی ہوئی ہے جس کی وجہ سے اس نے تمہیں پانچ درہم کا کپڑا 10 درہم میں بیچ دیا۔ اعرابی کہنے لگا: حضور! میں اس قیمت پر راضی ہوں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ہم تمہارے لئے وہ پسند نہیں کرتے جو اپنے لئے پسند نہ کریں لہٰذا تین صورتوں میں سے ایک اختیار کر لو۔ یا تو 10 درہم والا کپڑا لے لو، یا ہم تمہیں پانچ درہم لوٹا دیں، یا ہمارا کپڑا ہمیں واپس کر دو اور اپنے درہم لے لو۔ تو اعرابی کہنے لگا: مجھے پانچ درہم دید یجئے۔ آخر کار آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اسے پانچ درہم دے دیئے۔ پھر اعرابی واپس لوٹتے ہوئے پوچھنے لگا: یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ حضرت سیِّدُنا محمد بن مُنْکَدِر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ہیں تو کہنے لگا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ! یہی وہ ہستی ہیں کہ جب بارش نہیں ہوتی تو ہم جنگلوں میں ان کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے ہیں۔

خریداری میں پرہیز گاری

ایک عالم صاحب سے خریداری میں پرہیز گاری کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: خریداری میں پرہیز گاری حقیقی خیر خواہی کے ذریعے ہی درست ہوتی ہے۔ پوچھا گیا: یہ کیسے ہو گا؟ فرمایا: جب تم کوئی چیز ایک درہم کے عوض بیچو تو دیکھ لو کہ اگر تمہیں وہی چیز ایک درہم میں خریدنا صحیح لگے تو تم نے خرید و فروخت میں خیر خواہی سے کام لیا اور اگر وہ تمہیں پانچ دانق (یعنی ایک درہم سے کم) میں خریدنا درست لگے اور وہی چیز ایک درہم میں بیچنا چاہو تو تم نے مسلمان بھائی کے لئے وہ پسند نہیں کیا جو اپنے لئے پسند کیا لہٰذا خیر خواہی

زائل ہوگئی۔ پھر فرمایا: جب خیر خواہی مفقود ہو جائے تو تقویٰ رخصت ہو جاتا ہے۔

کہا گیا ہے: بے شک قیامت کے دن بیچنے والے شخص کو ہر اس شخص کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جسے اس نے معمولی سی چیز بھی بیچی ہو گی، ہر ایک سے حساب کتاب کیا جائے گا، یہاں تک کہ جس سے لین دین کیا یا کچھ خریدا سب سے پوچھ گچھ ہوگی۔

50ہزار رجسٹر

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے ایک تاجر کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ: **اللہ** پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ وہ کہنے لگا: میرے سامنے 50ہزار رجسٹر کھول دیئے گئے۔ میں نے کہا: کیا یہ تمام گناہ ہیں؟ بتایا گیا: یہ وہ کاروباری معاملات ہیں جو دنیا میں تم نے لوگوں کے ساتھ کئے ہیں، ہر انسان کا ایک الگ رجسٹر ہے جس میں تیرے اور اس کے درمیان شروع سے آخر تک کے تمام معاملات درج ہیں۔

اگر بیچنے والا اور وزن کرنے والا خود ہی ہو تو بیچتے اور دیتے وقت وزن کا پلڑا جھکا دے اور کچھ زیادہ دے دے اور جب خود لے تو کم لے۔ خاص طور پر ایسے کا معاملہ تو بہت سخت ہے جس نے بیچنے اور خریدنے کے لئے الگ الگ ترازو رکھے ہوں۔

جنت کے بدلے "ویل" خریدنا

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جان لو! میں **اللہ** پاک سے ایک دانے کے بدلے میں ویل[1] نہیں خرید سکتا، لہٰذا جب وہ کوئی شے لیتے تو ایک دانا کم لیتے اور جب دیتے تو ایک دانہ زیادہ دیتے کیونکہ **اللہ** پاک کا فرمان ہے: وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ (پ۳۰، المطففین: ۱) یعنی ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو ایک دو دانے کی کمی پر راضی ہوگئے اور اس کے بدلے انہوں نے حکمِ ربانی سے ناواقفیت اور آخرت پر اپنے یقین کی کمی کے باعث جنت جیسی عظیم نعمت بیچ دی جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور اس کے بدلے ویل کو خرید لیا۔

---

[1]...... "ویل" سے مراد عذاب کی شدت ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ جہنم میں ایک وادی ہے، اگر اس میں دنیا کے پہاڑ ڈال دیئے جائیں تو اس کی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں، یہ ان لوگوں کا ٹھکانا ہو گی جو نماز کو ہلکا جانتے ہیں یا وقت گزار کر پڑھتے ہیں مگر یہ کہ وہ **اللہ** پاک کی بارگاہ میں توبہ کر لیں اور اپنی کوتاہیوں پر نادم ہوں۔ (جہنم میں لے جانے والے اعمال، 1/436)

ایک قول یہ ہے کہ ان مالی مظالم کا کبھی تدارُک نہیں ہو پاتا اور توبہ بھی ان سے سبکدوش نہیں کرتی کیونکہ ان اموال کے مالکوں کی پہچان مشکل ہے۔

مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کوئی چیز خریدی اور جب اس کی قیمت (دراہم) کا وزن کرانے لگے تو تولنے والے سے فرمایا: تولو اور پلڑا جھکا ہوا رکھو۔[1]

20 حج سے افضل

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اپنے بیٹے علی کو دیکھا، جو خرچ کرنے کے ارادے سے دینار کو میل کچیل سے دھو اور صاف کر رہے تھے (کہیں میل کچیل کی وجہ سے ان کا وزن زیادہ نہ ہو جائے) تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے بیٹے سے فرمایا: بیٹا! تمہارا یہ عمل 20 حج سے افضل ہے۔

پہلے زمانے کے ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حیرت سے سوچتا ہوں کہ تاجر اور بیچنے والا کیسے نجات پائے گا؟ دن بھر وزن کرتے ہوئے قسمیں کھاتا رہتا اور رات کو سویا رہتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا سلیمان بن داؤد عَلَیْہِمَا السَّلَام نے ارشاد فرمایا: بیٹا! جیسے سانپ دو پتھروں کے درمیان داخل ہو جاتا ہے ایسے ہی دو لین دین کرنے والوں کے درمیان خطا داخل ہو جاتی ہے۔

لوگوں پر ظلم کی قباحت

منقول ہے کہ ایک نیک بندے نے کسی ہیجڑے کی نماز جنازہ پڑھی، وہ عورتوں اور مردوں سے میل جول اور دیگر قبیح افعال میں ملوث تھا تو ان سے کہا گیا: یہ فاسق اور فُلاں فلاں بُرے کاموں کا مرتکب تھا۔ یہ سن کر وہ بزرگ خاموش رہے۔ جب یہی بات دوبارہ کہی گئی تو کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد انہوں نے فرمایا: "ذرا ٹھہرو! گویا کہ تم مجھ سے یہ کہہ رہے ہو کہ اس شخص کے پاس دو ترازو تھے، ایک کے ساتھ لیتا تھا اور دوسرے کے ساتھ دیتا تھا۔" یہ بات آپ نے وعظ و نصیحت کے لئے فرمائی اور اس مثال سے یہ سمجھایا کہ لین دین میں کمی کرنا لوگوں پر ظلم ہے اور فسق و فجور میں مبتلا ہونا انسان کا خود اپنی جان پر ظلم کرنا ہے جبکہ

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الرجحان فی الوزن، ۳/۶ ۴، حديث: ۲۲۲۰

لوگوں پر ظلم کرنے اور اپنی جان پر ظلم کرنے میں بہت فرق ہے۔ رہا مخلوق کا معاملہ تو وہ محتاج، جاہل اور نیند کی آغوش میں ہے اور جب انہیں (آخرت میں) ضرورت پڑے گی تو اپنا حق پورا پورا لے گی جبکہ **اللہ** پاک جاننے والا، عزت والا، بے پرواہ ہے، وہ اپنے حق سے درگزر فرمالیتا ہے۔

تول میں برابری رکھو

خریدار کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ بیچنے والے سے وزن جھکانے میں زیادتی کا مطالبہ کرے کیونکہ **اللہ** پاک نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (پ۲۷، الرحمٰن: ۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔

یعنی انصاف کے ساتھ اور انصاف تب ہی ہو گا جب برابری ہو گی اور برابری یوں ہو گی کہ ترازو کا کانٹا بالکل سیدھا رہے، کسی ایک جانب نہ جھکے۔ حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی قرات میں یوں ہے: "ترازو میں ناانصافی نہ کرو اور ترازو کی زبان[1] کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔" (یعنی "بِالْقِسْطِ" کی جگہ "بِاللِّسَانِ" ہے) لفظ "بِاللِّسَان" بِالْقِسْطِ کی وضاحت کرنے والا ہے۔

کھوٹے سکے کے عِوَض خرید و فروخت کرنا

کھوٹے سکے کے عوض خرید و فروخت کرنا مکروہ ہے اور اس درہم کے عوض خرید و فروخت کرنا درست نہیں جس میں چاندی نامعلوم یا خراب ہو، اسی طرح جس کی قیمت معلوم نہ ہو یا جس میں چاندی کے علاوہ کوئی ایسی چیز ملی ہوئی ہو جس کا جدا کرنا ممکن نہ ہو۔ بعض بزرگانِ دین اس معاملے میں بہت سختی کیا کرتے اور اسے حرام جانتے تھے۔ ان بزرگوں میں حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری، حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض، حضرت سیِّدُنا وہب بن ورد، حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک، حضرت سیِّدُنا بشر حافی اور حضرت سیِّدُنا معافی بن عمران رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم شامل ہیں۔

ایک قول ہے: ہر کھوٹا سکہ جسے اس کا مالک خرچ کرے گا تو اسے اپنے نامہ اعمال میں بِعَینِہٖ یا صورت کے

---

[1]......ترازو کی ڈنڈی کے بیچ میں لگا ہوا وہ جو تولتے وقت دائیں بائیں جھکتا اور وزن بتاتا ہے، ترازو کا کانٹا۔

ساتھ چسپاں پائے گا جس کے نیچے تحریر ہو گا: ایک ہزار برائیاں، پانچ ہزار برائیاں۔ چاندی میں جس قدر کھوٹ کے ذرات شامل ہوں گے برائیاں بھی اتنی ہی تحریر ہوں گی اور ذرہ سے مراد وہ باریک سا غبار ہے جو روشنی میں سورج کی شعاؤں میں نظر آتا ہے۔

حکایت: مجاہد کا گھوڑا اور کھوٹا سکہ

ایک عالم صاحب نے مجھے بتایا کہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ایک مجاہد بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں: ایک بار میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا تا کہ ایک طاقتور کافر کو قتل کروں لیکن میرے گھوڑے نے کمزوری دکھائی تو میں واپس لوٹ آیا، پھر وہ طاقتور کافر میرے قریب ہوا تو میں نے پھر اس پر حملہ کیا لیکن اس بار بھی گھوڑے نے کمزوری دکھائی۔ میں نے تیسری بار حملہ کیا تو میرا گھوڑا مجھ سے بھاگ گیا حالانکہ اس کی یہ عادت نہ تھی۔ چنانچہ میں غمگین ہو کر واپس لوٹا اور ناگواری کے ساتھ بیٹھ گیا کیونکہ وہ کافر شخص میرے ہاتھوں قتل ہونے سے رہ گیا تھا۔ نیز گھوڑے کی ایسی عادت میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ چنانچہ میں خیمہ کے ستون پر اپنا سر رکھ کر سو گیا، اس وقت گھوڑا میرے سامنے کھڑا تھا، میں نے ایک خواب دیکھا کہ میرا گھوڑا مجھ سے مخاطب ہے اور کہہ رہا ہے: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا ایسا نہیں ہوا کہ تم نے تین مرتبہ مجھ پر سوار ہو کر کافر کو پکڑنا چاہا حالانکہ تم نے کل میرے لئے چارا خریدا اور اس کی قیمت میں کھوٹا درہم دیا؟ ایسا (یعنی مجھ پر سوار ہو کر کافر کو مارنا) کبھی نہیں ہو سکتا۔ فرماتے ہیں: میں گھبرا کر بیدار ہوا اور اس چارہ بیچنے والے کے پاس جا کر اسے کہا: وہ دراہم نکالو جو میں نے کل تمہیں چارا خریدتے وقت دیئے تھے، چارا بیچنے والے نے مجھے وہ دراہم نکال کر دیئے تو میں نے اس میں سے کھوٹا درہم نکال کر کہا: میں نے کل یہ درہم تمہیں درست سمجھ کر دے دیا تھا۔ پھر میں نے وہ کھوٹا درہم کھرے درہم سے بدل کر اسے دے دیا اور واپس لوٹ آیا۔

حضرت سیِّدُنا عبد الوہاب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کھوٹے سکے سے خرید و فروخت کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سیِّدُنا معافیٰ بن عمران رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کھوٹے سکے کے ذریعے خرید و فروخت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: حرام ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو داوٗد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو کھوٹے اور خراب سیاہی مائل درہم سے تجارت اور معاملات کرنے سے منع کرتے ہوئے سنا۔

ایک کھوٹے درہم کا وبال

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: ایک کھوٹا درہم خرچ کرنا 100 درہم چوری کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔ اس لئے کہ 100 درہم چوری کرنا ایک مرتبہ کا اور ختم ہونے والا گناہ ہے جبکہ ایک کھوٹا درہم خرچ کرنا دین میں نئی بدعت کو رَواج دینا اور ایسا قبیح طریقہ رائج کرنا ہے جس پر بعد میں آنے والے بھی عمل کریں گے اور مسلمانوں کے مال کے بگاڑ کا باعث ہے۔ 100 سال یا جتنا زیادہ عرصہ یہ درہم باقی رہے گا اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں گھومتا رہے گا تو اس کا وبال کھوٹا درہم خرچ کرنے والے پر ہو گا۔ اس کھوٹے درہم کے فنا ہو کر ختم ہو جانے تک مسلمانوں کے مالوں کی کمی اور خرابی کا گناہ کھوٹے درہم خرچ کرنے والے پر ہو گا۔ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس کے گناہ مرنے کے ساتھ ہی ختم ہو جائیں اور بڑی ہلاکت ہے اس کے لئے جو خود تو مر جائے لیکن اس کے گناہ ایک یا دو صدی تک باقی رہیں اور اسے قبر میں ان کے سبب سے عذاب دیا جاتا رہے اور ان کے ختم ہونے تک اس سے پوچھ گچھ ہوتی رہے۔

اللّٰہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ (پ۲۲، یٰسٓ: ۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے۔

مَا قَدَّمُوْا سے مراد جو انہوں نے عمل کئے اور اٰثَارَهُمْ سے مراد یہ ہے کہ وہ نئے طریقے جو اپنے بعد چھوڑ کر مر گئے اور لوگ ان پر عمل کرنے لگے۔ اسی کی مثل اللّٰہ پاک کا یہ فرمان بھی ہے:

یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ؕ﴿۱۳﴾ (پ۲۹، القیامۃ: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتا دیا جائے گا۔

کہا گیا ہے: آدمی نے جو عمل آگے بھیجا اور جو طریقہ پیچھے چھوڑ کر مرا جس پر اس کے بعد عمل کیا گیا تو یہ سب اسے بتا دیا جائے گا۔

بُرا طریقہ ایجاد کرنے کا وبال

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اسے اس کا گناہ ملے گا اور جو جو لوگ اس برے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے ان تمام کا گناہ بھی اسے ملے گا اوران کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔[1]

جسے کھرے کھوٹے کی پہچان ہو تو اس کا کھوٹا سکہ چلانا زیادہ سخت جرم ہے اور جسے پہچان نہ ہو تو اس کے لئے یہ آسانی ہے کہ اس ناواقفیت کی وجہ سے اس کا عذر قابلِ قبول ہے کیونکہ یہ ناواقف شخص جان بوجھ کر دھوکا نہیں دے رہا اور پہلا آدمی سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے دھوکا دے رہا ہے۔ پہلے کے مسلمان کھرے کھوٹے کی جانچ پڑتال سیکھتے تھے تاکہ اپنے مسلمان بھائیوں کو کھوٹے سکے کے ذریعے ہونے والی دھوکا دہی سے محفوظ رکھ سکیں۔ ورنہ کھرے کھوٹے کا علم سیکھنا سیکھنے والے کے لئے آزمائش اوراس کے گناہ میں پڑنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے کیونکہ جو یہ علم حاصل کرے مگر اس پر عمل نہ کرے تو اس سے اس علم کے بارے میں پوچھ گچھ ہو گی۔

کھوٹا سکہ ملے تو کیا کرے؟

جسے کوئی کھوٹا سکہ واپس لوٹائے تو اسے چاہیے کہ اسے ختم کردے اور دوسرے سودے میں کسی کو نہ دے اور اس کھوٹے سکے کے عوض اللہ پاک سے ثواب کا طالب رہے تو اسے ہر ہر ذرہ کے وزن کے مطابق ایک ایک نیکی عطا کی جائے گی اور کھوٹا درہم پھینک دینے پر بہت سارے روزوں اور نمازوں کے برابر ثواب پائے گا۔ اگر سکے میں کھوٹ ہو کہ اس جیسے سکے واپس لوٹا دیئے جاتے ہیں، پھر یہ شخص اس کھوٹے سکے کے عوض کچھ خریداری کرنے کا خواہاں ہو تو اسے چاہیے کہ دوسرے کو اس کے بارے میں بتادے کہ یہ سکہ مجھے واپس کیا گیا ہے پھر اگر وہ اس کھوٹے سکے کو جانتے ہوئے اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے رکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ اگر بیچنے والے کو نہ بتایا تو اس کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی کیونکہ کبھی سامنے والے کو نقدی میں کھرے کھوٹے کی پہچان نہیں ہوتی۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ، ص ۳۹۴، حدیث: ۲۳۵۱

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق اعظم رَضِیَ اللهُ عَنْهُ سے مروی ہے: جسے کھوٹے درہم دیئے جائیں تو اسے چاہیے کہ وہ اس درہم کو اپنی ہتھیلی میں رکھ لے اور بازار میں پکارے: کون ہے جو پُرانے کپڑے کو کھوٹے درہم کے عوض بیچے گا۔

یہ اس صورت میں ہو گا جب کھوٹ سکے کی اوپری سطح پر ہو جیسے پیتل یا سیسہ کا کھوٹ ہو تو اس کی بھی وہی قیمت ہو گی جو اس جیسے کی قیمت ہوتی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ الله بن عمر رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا نے حضرت سَیِّدُنا نافع رَضِیَ اللهُ عَنْهُ سے فرمایا: اگر تم مجھ سے یوں روایات یاد کر لو جیسے حضرت سَیِّدُنا عکرمہ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ الله بن عباس رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا سے یاد کرتے تھے تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میرے پاس ایک کھوٹا درہم ہو۔ عرض کی گئی: آپ اس کی جگہ کھرا درہم بھی تو کہہ سکتے تھے؟ فرمایا: میرے دل میں یہی تھا جو کہہ دیا۔

کھوٹے سکے کا استعمال

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم نخعی رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: جب درہم میں چاندی ہو چاہے تھوڑی سی مقدار ہی کیوں نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت سَیِّدُنا ابو داوٗد رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: میں نے حضرت سَیِّدُنا اسحاق بن رَاہَوَیْہ رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه سے کھوٹے سکے کے استعمال کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس قول کے مطابق کھوٹے سکے کی پہچان اور اسے جانتے ہوئے لینے میں رخصت ثابت ہوتی ہے۔ **اللہ** پاک سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے کھوٹا سکہ لینا جائز تو ہے مگر جب یہ کھوٹا سکہ مسلمانوں کے درمیان لائے گا اور انہیں درست دکھا کر دے گا تو اس وقت یہ اپنی فراخ دلی کے باوجود گناہ گار ہو گا۔ اس شخص کا اس معاملے میں سختی کرنا اور کھرے سکے کے مقابلے میں کھوٹے کو چھوڑ دینا ہی افضل ہے۔ یہ بہت نزاکت اور باریک بینی والے معاملات ہیں جن کی ظاہری سطح تو بہت ہی اچھی ہے مگر باطنی سطح بُری ہے۔ البتہ یہ کہ وہ شخص کھوٹا سکہ لے اور کہیں ڈال دے اور کسی دوسرے کو نہ دے۔ اگر اس نے ایسا کر لیا تو وہ فضیلت والا، ثواب کا امیدوار اور اپنی فراخ دلی کے باعث احسان کرنے والا ہے اور اس ثواب کی امید پر بڑے اجر و ثواب کا حق دار ہے۔

تاجر صدقہ وخیرات کی کثرت کرے

تاجر کو صدقہ وخیرات کی کثرت کرنی چاہیے تاکہ یہ اس کی غلطیوں، قسموں اور اس کے جھوٹ کا کفارہ بن جائے۔ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تاجر کو صدقہ دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔[1] تاجر اور صنعتکار کو ان درج ذیل بہترین خصلتوں کا حامل ہونا چاہیے کیونکہ یہ ایک ایسا جامع طرزِ عمل ہے جو تمام نیک اعمال پر مشتمل ہے۔ اس لئے تاجروں کو ان نیک اعمال کو اختیار کرنا چاہیے کیونکہ یہ مؤمنوں کے اخلاق اور پرانے بزرگوں کی رَوِش ہے اور وہ ان تمام افعالِ حسنہ کو اچھا جانتے تھے۔ وہ افعالِ حسنہ یہ ہیں: (1) جب فروخت کرے تو سخاوت سے کام لے۔ (2) جب خریدے تو کشادہ دلی سے کام لے۔ (3) جب قرض ادا کرے تو اچھے انداز سے ادا کرے۔ (4) جب قرض کا مطالبہ کرے تو خوش اخلاقی سے کرے۔ (5) آدمی خود چل کر قرض خواہ کے پاس جائے اور قرض ادا کرے اور اسے قرض کے مطالبہ پر مجبور نہ کرے کہ وہ مشقت میں پڑے۔ (3) قرض خواہ کو چاہیے کہ وہ مقروض کے معاملے میں صبر کرے، اس سے اچھے انداز میں تقاضا کرے، مہلت دے اور جب تک اس کے لئے آسانی نہ ہو اپنے حق کو مؤخر کرے۔ تاجر کو چاہئے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا نرم رویہ رکھنے والے کے حق میں جو دعا فرمائی ہے اسے غنیمت جانے[2] تاکہ لوگ ایسا کرنے والے کی وجہ سے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بڑھ چڑھ کر تعریف کریں۔

قرض اور لین دین میں آسانی پر مشتمل 9 فرامین مصطفٰے

(1)...اِسْمَحْ یُسْمَحْ لَکَ یعنی درگزر کرو تو تم سے بھی درگزر کیا جائے گا۔[3]

(2)...تم میں بہترین وہ ہے جو اچھے انداز میں ادائیگی کرتا ہے۔[4]

(3)...ناپسندیدہ قول و فعل سے بچتے ہوئے اپنا حق وصول کرو خواہ پورا وصول ہو یا نہ ہو، **اللہ** پاک تمہارے

---

1 ......ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجار... الخ، ۳/ ۴، حدیث: ۱۲۱۲

2 ......مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل انظار المعسر، ص ۶۵۰، حدیث: ۴۰۰۰

3 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/ ۵۳۵، حدیث: ۲۲۳۳

4 ......ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب السلم فی الحیوان، ۳/ ۷۸، حدیث: ۲۲۸۵

حساب میں آسانی فرمائے گا۔[1]

(4)...اللہ پاک اس بندے پر رحم فرمائے جو خرید و فروخت میں نرمی اور لین دین اچھے انداز میں کرتا ہے۔[2]

(5)...جو اپنے قرض خواہ کا حق ادا کرنے جاتا ہے فرشتے اس پر سایہ کرتے ہیں۔[3]

(6)...جو کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے تو اللہ پاک اس کے حساب میں آسانی فرمائے گا۔[4]

(7)...دوسری حدیث میں یوں ہے: اللہ پاک اسے اس دن عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔[5]

(8)... حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو اپنی جان پر ظلم کیا کرتا تھا (یعنی گناہ گار تھا)، جب اس سے حساب لیا گیا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ تھی تو اس سے کہا گیا: کیا تم نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں! البتہ، میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا تو اپنے ملازموں سے کہتا تھا: خوشحال شخص سے چشم پوشی کرو اور تنگدست کو مہلت دو۔ ایک روایت میں ہے: تنگدست سے درگزر کرو۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: درگزر کرنے کے تجھ سے زیادہ ہم حقدار ہیں۔ تو اللہ پاک نے اس سے درگزر فرمایا۔[6]

(9)...جو شخص ایک مدت تک کے لئے ایک دینار بطورِ قرض دے تو اس کے لئے اس مدت تک ہر دن ایک صدقے کا ثواب ہے، پھر جب مدت پوری ہو جائے اور وہ مزید مہلت دے دے تو اس کے بعد اس کے لئے

---

[1]......ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب حسن المطالبة...الخ، ۳/۱۴۸، حدیث: ۲۴۲۲، بدون: یحاسبک اللہ حسابا یسیرا

[2]......ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب السماحة فی البیع، ۳/۳۸، حدیث: ۲۲۰۳

ابن حبان، کتاب البیوع، ۷/۲۰۳، حدیث: ۴۸۸۳

[3]......مسند بزار، مسند ابن عباس، ۱۱/۲۲، حدیث: ۴۶۹۲، نحوہ

[4]......مسلم، کتاب الزھد، باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی الیسر، ص ۱۲۲۵، حدیث: ۷۵۱۲

ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب انظار المعسر، ۳/۱۴۶، حدیث: ۲۴۱۷، نحوہ

[5]......ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی انظار المعسر والرفق بہ، ۳/۵۲، حدیث: ۱۳۱۰

[6]......مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل انظار المعسر، ص ۶۴۹، ۶۵۰، حدیث: ۳۹۹۳، ۳۹۹۷ نحوہ

روزانہ اس قرض کی مثل صدقہ کا ثواب ہے۔[1]

حدیث پاک میں ہے: جو شخص واپس کرنے کی نیت سے قرض لے تو اللہ پاک اس کے ساتھ فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو قرض ادا کرنے تک اس کی حفاظت کرتے اور اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔[2]

بعض سَلَف صالحین اس حدیث شریف کی وجہ سے مالدار ہونے کے باوجود قرض لیا کرتے تھے۔ بزرگوں کی ایک جماعت سابقہ حدیث پاک کی وجہ سے یہ بات پسند نہیں کرتی تھی کہ ان کا قرض دار انہیں قرض کی ادائیگی کرے کیونکہ قرض کی ادائیگی میں ہر دن کی تاخیر قرض خواہ کے لئے صدقہ ہے۔

قرض کا ثواب 18 گُنا

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا ثواب 10 گنا ہے اور قرض دینے کا ثواب 18 گنا ہے۔[3]

اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ صدقہ ضرورت مند اور غیر ضرورت مند دونوں کے ہاتھوں میں جاتا ہے جبکہ قرض ضرورت مند ہی لیتا ہے۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو دیکھا جو قرض کی وجہ سے ایک دوسرے شخص کے پیچھے پڑا تھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قرض خواہ کی طرف اپنے دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ آدھا قرض معاف کر دو تو اس نے معاف کر دیا پھر مقروض سے ارشاد فرمایا: ''اُٹھ! اور اس کا قرض ادا کر۔[4]

حق دار کو بولنے کا حق ہے

مروی ہے کہ ایک شخص مدت پوری ہونے پر اپنا قرض وصول کرنے کے لئے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس آیا، آپ اس وقت ادائیگی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ شخص سخت کلامی سے پیش آیا، صحابۂ

---

1 ......ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب انظار المعسر، ۳/۱۴۷، حدیث: ۲۴۱۸، نحوہ

2 ......ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب من ادان دینا وھو ینوی قضاءہ، ۳/۱۴۲، حدیث: ۲۴۰۸، بتغیر

3 ......ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب القرض، ۳/۱۵۴، حدیث: ۲۴۳۱

4 ......بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد، ۱/۱۷۴، حدیث: ۴۵۷

کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے اس پر سختی کرنا چاہی تو رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو کہ حق دار کو بولنے کا حق ہے۔[1]

میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اگر خریدار اور بیچنے والے کے درمیان تکرار ہو تو خریدار کا زیادہ ساتھ دے اور اگر قرض خواہ اور مقروض کے درمیان کوئی معاملہ ہو تو مقروض کا ساتھ دے مگر یہ کہ قرض خواہ یا خریدار ظلم وزیادتی سے کام لے تو مظلوم کا ساتھ دے۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ادھار ادھار کے بدلے سود ہے،[2] جب دو شخص ایک دوسرے کو گالی دیں تو اس کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے۔[3]

کاروبار میں غَبنِ یسیر

کاروبار میں غَبنِ یسیر جائز ہے کیونکہ تجارت کا مقصد ہی نفع کی زیادتی ہے جبکہ رضامندی سے ہو، پس جب قیمت میں بہت فرق ہو اور دھوکا بھی معلوم ہو تو پھر مکروہ ہے۔[4]

حدیث پاک میں آتا ہے: غافل کی غفلت سے فائدہ اٹھاکر اسے دھوکا دینا حرام ہے۔ ایک حدیث پاک میں ہے: "نقصان اٹھانے والا نہ تو قابل تعریف ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی اجر ہے۔"[5] اس روایت پر کلام بھی کیا گیا ہے۔ **اللہ** پاک ہی بہتر جانتا ہے۔ جب کسی کو دھوکا دیا جائے اور وہ یہ بات جانتا بھی ہو کہ مجھے دھوکا دیا جا رہا ہے تو وہ اپنی ذات اور اپنے حق کا ہی نقصان اور غیر کو اپنے اوپر ظلم کرنے پر آمادہ کر رہا ہے۔

---

[1]......بخاری، کتاب الوکالۃ، باب الوکالۃ فی قضاء الدیون، ٢/ ٨٠، حدیث: ٢٣٠٦

مسند امام احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ١٠/ ١٣٤، حدیث: ٢٦٣٧٤

[2]......مسلم، کتاب البیوع، باب بیع الطعام مثلا بمثل، ص ٦٢٢، حدیث: ١٥٩٦

[3]......ابو داود، کتاب الادب، باب المستبان، ٤/ ٣٥٨، حدیث: ٤٨٩٤

[4]......کوئی چیز غبن فاحش کے ساتھ خریدی ہے اس کی دو صورتیں ہیں دھوکا دے کر نقصان پہنچایا ہے یا نہیں اگر غبن فاحش کے ساتھ دھوکا بھی ہے تو واپس کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ غبن فاحش کا یہ مطلب ہے کہ اتنا ٹوٹا (نقصان) ہے جو مقومین (قیمت لگانے والوں) کے اندازہ سے باہر ہو مثلاً ایک چیز دس روپے میں خریدی کوئی اس کی قیمت پانچ بتاتا ہے کوئی چھ کوئی سات تو یہ غبن فاحش ہے اور اگر اس کی قیمت کوئی آٹھ بتاتا کوئی نو کوئی دس تو غبن یسیر ہوتا۔ (بہار شریعت حصہ 11، 2/ 691)

[5]......مسند ابی یعلی، مسند الحسین بن علی بن ابی طالب، ٦/ ٢٢، حدیث: ٦٧٥٠

حضرت سیِّدُنا ایاس بن مُعاوِیہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا بصرہ کے قاضی اور کمال کے عقلمند تابعی بزرگ تھے اور ان کے والد شرفِ صحابیت سے فیضیاب تھے۔[1] انہوں نے فرمایا: میں دھوکے باز نہیں ہوں اور دھوکے باز شخص مجھے اور حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ البتہ حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور میرے والد کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا زبیر بن عدی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: میں نے 18 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو ایسا (سادہ لوح) پایا کہ ان میں سے کوئی بھی ایک درہم کا گوشت بھی اچھی طرح سے نہیں خرید پاتا تھا۔

حکایت: آدھی قیمت پر فروخت

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے 400 درہم میں ایک خچر فروخت کیا، جب آپ نے دراہم طلب کئے تو خریدار نے کہا: اے ابو سعید! کچھ رعایت فرمائیے! آپ نے فرمایا: میں نے تجھے 100 درہم معاف کئے۔ خریدار نے پھر کہا: اے ابو سعید! احسان فرمائیے! آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے 100 درہم اور معاف کر دیئے۔ یوں آپ نے اپنے حق میں سے 200 درہم کم کر دیئے۔ دوسری روایت میں یوں ہے: خریدار نے کہا: احسان فرمائیے! تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے تمہیں 200 درہم دیئے۔ عرض کی گئی: اے ابو سعید! یہ تو آدھی قیمت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: احسان اسی طرح ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

خریداری میں حسنین کریمین رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کا عمل

سردارانِ نوجوانانِ جنت حضرات حسنین کریمین رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اور بعض دیگر بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم ایک طرف خریداری میں بہت زیادہ چھان پھٹک کرتے اور دوسری طرف بہت سا مال بھی ہدیہ کر دیتے۔ ان حضرات میں سے کسی سے پوچھا گیا کہ آپ معمولی سی شے کی خریداری میں اتنی زیادہ چھان بین کرتے ہیں پھر کثیر مال دے دیتے ہیں اور اس کی کوئی پروا نہیں کرتے؟ تو انہوں نے فرمایا: دینے والا اپنا فضل دیتا ہے جبکہ دھوکا کھانے والے کی عقل میں فتور آجاتا ہے۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: میری بصیرت کھو جاتی ہے یا فرمایا:

---

[1]...... صحیح یہ ہے کہ ان کے والد نہیں بلکہ دادا صحابی تھے۔ (الاصابۃ، ۵/ ۲۳۰)

میری معرفت جاتی رہتی ہے لہٰذا اس کی وجہ سے میں دھوکا دینے والے پر قابو نہیں پاتا اور جب میں کچھ دیتا ہوں تو اللہ پاک کی رضا کے لئے ہی دیتا ہوں اور اس کے بدلے میں کچھ زیادتی طلب نہیں کرتا۔

اس مفہوم پر مبنی روایات کثیر ہیں اور اس کے بارے میں فضیلتوں کی لمبی فہرست ہے، ان سب کا احاطہ کرنا ہمارا مقصود نہیں، ہم نے خلاصہ ذکر کر دیا ہے۔ یہ تمام اچھے اُمور بھلائی، تقویٰ، انصاف، نیک برتاؤ اور اچھے کام میں داخل ہیں اور اللہ پاک نے بھی قرآن مجید میں کئی جگہوں پر ان اُمورِ حسنہ کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

خرید و فروخت کے معاملے میں خیر خواہی ضروری ہے اور ہنر مندی میں بھی۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ معاملہ کرنے والے دونوں افراد کا عمل کسی بھی چیز کے خریدنے، بیچنے اور تیار کرنے میں ایک جیسا ہو اور سامان میں عیب ہونے کی صورت میں ہر ایک شخص دوسرے کو اس سے آگاہ کرے اور اگر کام میں نقص ہو تو پیسوں میں کمی کرے اگرچہ خریدار اور کام کروانے والا اسے عیب نہ سمجھتے ہوں تاکہ دونوں کو اپنے علم کے مطابق پورا پورا بدلہ ملے اور ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا شکر گزار ہو۔

سودے میں برکت یا بے برکتی

حدیث پاک میں ہے: خریدنے اور بیچنے والے جب سچ بولیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں تو ان کے سودے میں برکت رکھ دی جاتی ہے اور اگر جھوٹ بولیں اور عیوب کو چھپائیں تو ان کے سودے سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔[1]

دوسری حدیث میں ہے: دو شریکوں پر اللہ پاک کا دستِ رحمت رہتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کریں اور جب خیانت کرتے ہیں تو اللہ پاک اپنا دستِ رحمت ان سے اٹھالیتا ہے۔[2]

مسلمان کے ساتھ خیر خواہی پر بیعت

حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا جَرِیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے دینِ اسلام پر بیعت لی، جب

---

1 ....بخاری، کتاب فی البیوع، باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا، ۲/ ۲۲، حدیث: ۲۱۱۰، بتغیر قلیل

2 ....دارقطنی، کتاب البیوع، باب الصلح، ۳/ ۴۴۲، حدیث: ۲۹۳۴

وہ واپس جانے لگے تو ان کا کپڑا کھینچ کر ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کو بھی (بیعت کی ایک) شرط قرار دیا۔[1] اس کے بعد حضرت سیِّدُنا جریر رَضِیَ اللہُ عَنْہ جب کوئی سامان بیچنے کا ارادہ فرماتے تو اس کے عیب بیان فرما کر خریدار کو اختیار دیتے ہوئے فرماتے: اگر چاہو تو لے لو اور چاہو تو چھوڑ دو۔ ان سے کہا گیا کہ **اللہ** پاک آپ پر رحم فرمائے! اگر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ ایسے ہی کرتے رہے تو آپ کچھ بیچ نہیں پائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ہم نے رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی ہے۔[2]

حکایت: خیر خواہیٔ مسلم

حضرت سیِّدُنا واثلہ بن اَسْقَع رَضِیَ اللہُ عَنْہ لوگوں کے ہمراہ کوفہ میں تشریف فرما تھے۔ وہاں ایک شخص نے 300 درہم میں اپنی اونٹنی بیچی۔ اس وقت آپ کی توجہ نہیں تھی اور خریدار اونٹنی لے کر روانہ ہو گیا۔ جب توجہ ہوئی تو خریدار کے پیچھے دوڑے اور اسے پکارنے لگے یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ آیا تو آپ نے اس سے فرمایا: اے فلاں! تم نے یہ اونٹنی گوشت کے لئے خریدی ہے یا سواری کے لئے؟ اس نے کہا: سواری کے لئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: میں نے اس کے پاؤں میں ایک سوراخ دیکھا تھا جس کے سبب یہ مسلسل چل نہیں سکتی۔ چنانچہ اس شخص نے مالک کو اونٹنی واپس کر دی۔ یہ دیکھ کر اونٹنی کے مالک نے اس کی قیمت سے 100 درہم کم کر دیئے اور وہ حضرت سیِّدُنا واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے کہنے لگا: **اللہ** پاک آپ پر رحم فرمائے! آپ نے تو میرا سودا خراب کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ہم نے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس بات پر بیعت کی کہ جو بھی شخص کوئی شے بیچے تو اس پر واجب ہے کہ اپنے سامان کے عیوب بیان کر دے اور جو شخص اس میں موجود عیب کو جانتا ہو اس پر بھی اسے ظاہر کرنا واجب ہے۔[3]

(اے میرے بھائی!) **اللہ** پاک تجھ پر رحم فرمائے! مسلمانوں کی خیر خواہی کا دھیان رکھو کیونکہ یہ عمل مسلمانوں پر دشوار ہے اسی بنا پر **اللہ** پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا

---

[1] ....بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الدین النصیحة... الخ، ۱/۳۵، حدیث: ۵۸

[2] ....معجم کبیر، ۲/۳۵۹، حدیث: ۲۵۱۰

[3] ....مسند امام احمد، مسند المکیین، حدیث واثلة بن الاسقع، ۵/۴۲۱، حدیث: ۱۶۰۱۳

اسلام کی دُرستی کی شرط قرار دیا اور آپ اس پر بیعت لیا کرتے تھے۔ البتہ آپ نے اسے دین کی فضیلت قرار دیا ہے جبکہ پرہیزگاروں کے قرب کی کوئی انتہا نہیں۔ کیونکہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: دین خیر خواہی ہے۔ یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔[1] پھر اس بارے میں لوگوں کے مختلف طبقات کے درمیان مساوات بیان کی اور ارشاد فرمایا: یہ اللہ پاک، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمان حکمرانوں اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔[2]

ایک مشہور روایت میں ہے: لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہمیشہ مخلوق سے اللہ پاک کے غضب کو دور کرتا رہے گا جب تک کہ وہ اپنے دنیاوی معاملات کو اپنی آخرت پر ترجیح دینے سے باز رہیں گے۔[3] دوسری روایت میں ہے: جب تک وہ اپنے دین کی سلامتی کی خاطر اپنے دنیاوی نقصان کی پروا چھوڑے رہیں گے۔ پھر اگر پروا کریں گے اور لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ بھی پڑھیں گے تو اللہ پاک ارشاد فرمائے گا: تم جھوٹے ہو، اس کلمہ میں سچے نہیں۔[4] ایک روایت میں یوں ہے کہ (ان کا کلمہ) ان کے منہ پر مار دیا جائے گا۔[5]

کلمہ اور اس کا اخلاص

ایک روایت ہے جو اس مجمل حدیث کی گویا شرح ہے اس میں ہے کہ "جس نے اخلاص کے ساتھ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔" پوچھا گیا: اس کا اخلاص کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: "اللہ پاک کی حرام کردہ اشیاء سے تمہارا خود کو بچانا۔"[6]

ایک حدیث مشہور میں ہے: جس نے قرآنِ کریم کی حرام کردہ اشیاء کو حلال جانا وہ قرآنِ پاک پر ایمان ہی نہیں لایا۔[7]

---

[1] ......ابوداود، کتاب الادب، باب فی النصیحۃ، ۴/۳۷۲، حدیث: ۴۹۴۴

[2] ......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ، ص ۵۱، حدیث: ۱۹۶

[3] ......مسند بزار، مسند ابی ھریرۃ، ۱۵/۹۷، حدیث: ۸۳۶۷۔ الزھد لابن ابی عاصم، باب، ص ۱۱۵، حدیث: ۲۸۸

[4] ......نوادر الاصول، الاصل الخامس العشر والمائتان، ۲/۸۴۷، حدیث: ۱۰۹۱۔ الکامل لابن عدی، ۲/۵۰۱، رقم: ۳۹۹

[5] ......الزھد لابن ابی عاصم، ص ۱۱۵، حدیث: ۲۸۸

[6] ......نوادر الاصول، الاصل السادس، ۱/۴۴، حدیث: ۴۵

[7] ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۴/۴۱۲، حدیث: ۲۹۲۷

حکایت: سب سے بہتر اور سب سے بُرا

ایک تابعی بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا: اگر میں لوگوں سے بھری ہوئی کسی مسجد میں جاؤں اور مجھ سے پوچھا جائے کہ ان لوگوں میں سے بہتر کون ہے؟ تو میں یہ سوال کروں گا کہ ان میں سے مسلمانوں کا سب سے زیادہ خیر خواہ کون ہے؟ جب کسی کے بارے میں مجھے بتایا جائے گا کہ "یہ ہے۔" تو میں کہوں گا: ان میں سب سے بہتر یہی شخص ہے۔ اور اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ ان میں سب سے زیادہ بُرا کون ہے؟ تو میں سوال کروں گا کہ ان میں سے مسلمانوں کو زیادہ دھوکا دینے والا کون ہے؟ جب کسی کے بارے میں مجھے بتایا جائے گا کہ "یہ ہے۔" تو میں جواب دوں گا: ان میں سب سے زیادہ بُرا یہی شخص ہے۔

خرید و فروخت میں دھوکا دینا حرام ہے

دھوکا دینا ہر قسم کی خرید و فروخت اور پیشوں میں حرام ہے۔ اور جو لوگوں کو کثرت سے دھوکا دے وہ فاسق ہے۔ دھوکے کی ایک صورت یہ ہے کہ تاجر خریدار کے سامنے سامانِ تجارت کی دونوں جانب میں سے اچھی والی جانب پھیلا دے یا بیچنے والے دو کپڑوں میں سے عمدہ کپڑے کو ظاہر کرے یا تیار شدہ چیز کی دو جانبوں میں سے زیادہ خوبصورتی والی جانب دکھائے۔

جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں

مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک شخص کے قریب سے گزرے جو غلہ بیچ رہا تھا۔ آپ کو غلہ کا ظاہری حصہ پسند آیا، لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا دستِ مبارک اس میں داخل فرمایا تو اسے اندر سے گیلا پا کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: اس پر بارش کا پانی پڑھ گیا تھا۔ ارشاد فرمایا: "تو پھر تم نے گیلے غلے کو اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے، جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔"[1]

---

[1]......ابوداود، کتاب الاجارۃ، باب فی النھی عن الغش، ۳/۳۷۵، حدیث: ۳۴۵۲

ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیۃ الغش فی البیوع، ۳/۵۶، حدیث: ۱۳۱۹

مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: «من غشنا فلیس منا»، ص ۶۴، حدیث: ۲۸۴

حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن ابو ربیعہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ ایک بار حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گزرے تو اس میں اپنا مبارک ہاتھ داخل کیا تو پتا لگا کہ اس میں بارش کا اثر ہے (یعنی اندر سے گیلا ہے)۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: **اللہ** پاک کی قسم! اے **اللہ** کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ ایک ہی غلہ ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے اسے الگ کیوں نہ کیا تاکہ لوگ آتے اور پہچان کر خریداری کرتے، جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔[1]

موچی کو کام کے بارے میں نصیحت

مجھے ایک دوست نے بتایا کہ ایک موچی نے حضرت سیِّدُنا ابو الحسن علی بن سالم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: میں جوتوں کی خرید و فروخت میں سلامتی کس طرح حاصل کر سکتا ہوں؟ تو انہوں نے فرمایا: جوتے کی نچلی سطح بھی نئی بناؤ تاکہ دونوں جانب ایک شے معلوم ہو، اس کے دونوں رُخ برابر رکھو، دائیں جوتے کو بائیں پر برتری نہ دو، بھرائی اچھی طرح کرو تاکہ ایک مکمل چیز معلوم ہو، سلائی قریب قریب کرو اور ایک جوتے کو دوسرے کے اوپر نہ رکھو۔

تاجر خرابی اور گھٹیاپن کو ظاہر کرے

تاجر اور صنعتکار کو چاہیے کہ بیچی جانے والی اور بنائی جانے والی چیز میں موجود خرابی اور گھٹیاپن کو ظاہر کرے تاکہ خریدار اور صارف (یعنی استعمال کرنے والا) اس کے عیوب پر مطلع ہو جائے اور چیز کی اندرونی حالت دیکھ کر سوچ سمجھ کر خریداری کرے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کسی کو اپنی بکری بیچی تو خریدار سے فرمایا: میں اس کے ایک عیب سے بَری ہوں۔ خریدار نے پوچھا: کون سا عیب؟ فرمایا: یہ چارہ کھاتے وقت اپنے پاؤں سے چارے کو الٹ پلٹ کرتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بن صالح رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک لونڈی بیچی تو خریدار سے فرمایا: ہمارے پاس ایک

---

[1] ....معجم الصحابۃ للبغوی، عبد اللہ بن ابی ربیعۃ المخزومی، ۴/ ۳، حدیث: ۱۵۴۲

دفعہ اس کی ناک سے خون نکلا تھا۔

بزرگانِ دین ایسے باریک اور پوشیدہ معاملات بھی بیان فرمادیا کرتے جن کا علم نہ خریدار کو ہوتا اور نہ ہی صارف کو، یہی تو خیر خواہی اور نری سچائی ہے۔ یہ خرید و فروخت اور اُجرت پر دینے والی چیزوں میں تقویٰ و پرہیز گاری سے ہی ممکن ہے اور اس خیر خواہی کی بنا پر کمائی خوب حلال اور پاکیزہ ہوتی ہے۔

تمام حرام اور مکروہ اشیاء سے اجتناب کرے

مسلمان کو **اللہ** پاک کی تمام حرام کردہ اشیاء اور تمام مکروہ قرار دی گئی چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہی پہلے کے بزرگوں کی سیرت اور بعد کے نیک لوگوں کا طریقہ ہے۔ تاجر کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ خریداری کرنے اور بیچنے میں میانہ روی سے کام لے، متقیوں اور دین دار لوگوں سے مشورہ کرے اور جس سے خرید و فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ جو حرام سے کنارہ کشی نہ کرتا ہو یا جس کا اکثر مال شبہات سے بھرپور ہو اس سے سودا کرنا مکروہ ہے۔

بادشاہ کے ساتھ لین دین کرنے والے سے کاروبار کرنا

حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے بھانجے کہتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے خادم نے آپ کی جانب خط لکھا: ہم ایسے لوگوں سے کاروبار کرتے ہیں جو بادشاہ سے کاروبار کرتے ہیں۔ تو آپ نے جواباً لکھا: جب کوئی شخص بادشاہ اور دیگر لوگوں سے کاروبار کرے تو اس کے ساتھ کاروبار کرلو اور جب وہ تمہیں کوئی چیز دے تو اس سے چیز وصول کرلو اور اگر تمہیں ایسی چیز سے ادائیگی کرے جسے تم بعینہٖ حرام جانتے ہو تو نہ لو اور اگر وہ تاجر صرف بادشاہ کے ساتھ لین دین کرتا ہے تو اس کے ساتھ کاروبار نہ کرو۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آیا تھا کہ ایک شخص بازار میں داخل ہو کر پوچھتا کہ سچے اور وفادار لوگوں میں سے کس کے ساتھ معاملہ کرنا تم میرے حق میں بہتر خیال کرتے ہو؟ اس سے کہا جاتا: جس سے چاہو معاملہ کرلو۔ پھر ایسا وقت آیا کہ ایک شخص پوچھتا کہ لوگوں میں سے کس کے ساتھ معاملہ کرنا تم میرے حق میں بہتر خیال کرتے ہو؟ تو اس سے کہا جاتا: جس سے چاہو معاملہ کرلو مگر فُلاں فُلاں شخص سے معاملہ نہ کرنا۔ پھر فرمایا: اب ہم اس زمانہ میں ہیں کہ جب یہ پوچھا جاتا ہے: ہم کس کے ساتھ

معاملہ کریں؟ تو جواب آتا ہے: "صرف فُلاں کے ساتھ۔" اور اب میں ایسے زمانے کے آنے سے ڈرتا ہوں کہ یہ فلاں بھی رخصت ہو جائے۔

تاجر قسم، جھوٹ اور وعدہ خلافی سے بچے

تاجر قسم نہ کھائے، جھوٹ نہ بولے اور نہ ہی وعدہ خلافی کرے اور جھوٹی قسم کمائی کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: وَيْلٌ لِّلتَّاجِرِ مِنْ لَا وَاللهِ وَبَلٰى وَاللهِ، وَوَيْلٌ لِلصَّانِعِ مِنْ غَدٍ وَّبَعْدَ غَدٍ یعنی تاجر کے لئے ان الفاظ میں ہلاکت ہے "نہیں! اللہ کی قسم" اور "کیوں نہیں! اللہ کی قسم"[1] اور کاریگر کے لئے ان لفظوں میں ہلاکت ہے "کل" اور "پرسوں" (یعنی کل یا پرسوں آجانا)۔"[2]

نظرِ رحمت سے محروم تین لوگ

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے: رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ پاک تین لوگوں کی طرف نَظرِ رحمت نہیں فرمائے گا: (1) تکبر کرنے والا (2) تحفہ دے کر احسان جتلانے والا اور (3) قسم کے ذریعے اپنا سودا بیچنے والا۔[3]

تاجر جب اپنا سامان بیچے یا کوئی چیز تیار کرے تو اس کی تعریف نہ کرے اور جب کوئی چیز خریدے یا بنی ہوئی چیز استعمال کرے تو اس کی بُرائی نہ کرے کیونکہ ایسا کرنے سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا اور ایسا نہ کرنے سے رزق میں کمی بھی نہیں ہوتی۔ اس طرح کرنے سے روزی تو یقیناً مل جائے گی مگر ایسا کرنا گناہوں کی زیادتی اور دینداری میں کمی کا سبب ہے۔

کاریگر کے لئے ضروری امور

کاریگر پر لازم ہے کہ وہ اپنے کام کے معاملے میں صارف کا انتہا درجے کا خیر خواہ ہو کیونکہ وہ اپنی تیار کردہ چیز کی عمدگی اور خرابی کو زیادہ جانتا ہے نیز اس کی بنائی ہوئی چیز جلد ختم ہو جائے گی یا لمبے عرصے سلامت

---

[1] ......تهذيب الآثار للطبری، مسند علی، ۳/۵۲، رقم: ۱۰۳

[2] ......الضعفاء للعقيلی، باب الباء، ۱/۱۲۰، رقم: ۱۴۷، للصانع: بدله: للصائغ

[3] ......مسلم، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم... الخ، ص ۶۲، حديث: ۲۹۳، ۲۹۶

رہے گی، وہ یہ بھی بخوبی جانتا ہے۔ لہٰذا اسے چاہئے کہ اشیاء بنانے کے فن میں پوری مہارت حاصل کرے تاکہ وہ چیز درست بنے اور اس کی عمدگی اور پائیداری کے باعث صارف کی مراد پوری ہو، اس کے باوجود وہ چیز اچھی حالت میں باقی رہے اور اپنی بنائی ہوئی چیز کو ایسی خرابی سے بچائے جو اس کے جلد ہلاک ہونے کی وجہ بنے اور صارف اس وجہ کو سمجھ نہ سکے۔ جب کاریگر اور تاجر ایسا کریں تو وہ اپنے علم پر عمل کرنے والے ہوں گے اور مطالبہ وسوال سے محفوظ رہیں گے، ورنہ ان سے باز پُرس کی جائے گی اور پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کتنا عمل کیا؟ یہ اس صورت میں ہے کہ جب انہیں تجارت اور کاریگری میں مہارت ہو اور ان چیزوں کے ساتھ مملکت کی تعمیر وترقی ہو لہٰذا لازمی طور پر ان دونوں سے پوچھ گچھ کی جائے گی جیسے دین اور ایمان کے جاننے والے سے بھی پوچھ گچھ ہوگی کیونکہ انہیں دنیاوی اُمور کے معاملے میں عقل و تمیز سے آشنائی حاصل ہوئی تو اسی اعتبار سے ان پر مشکل کام اور عبادات کے معاملات لازم ہوئے۔

منقول ہے کہ جب کسی کے ساتھ رہنے والے پڑوسی، سفر کے ساتھی اور بازاروں میں اس کے ساتھ خرید وفروخت کرنے والے اس کی تعریف کریں تو اس کی نیکی میں شک نہ کرو۔

حکایت: گواہ کی جانچ پڑتال

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے سامنے کسی نے گواہی دی تو آپ نے فرمایا: میرے پاس کسی ایسے شخص کو لاؤ جو تمہیں پہچانتا ہو۔ تو وہ ایک شخص کو لے کر آیا جس نے اس کی تعریف کی تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اس سے پوچھا: کیا تم اس کے قریبی پڑوسی ہو جو اس کے آنے جانے کو پہچانتے ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم کسی سفر میں اس کے ساتھی رہے ہو جس سے اس کے اچھے اخلاق کے بارے میں رائے قائم کی جاسکے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا تم نے اس کے ساتھ درہم ودینار کا کوئی معاملہ کیا ہے جس کی وجہ سے تم پر اس شخص کی پارسائی ظاہر ہوئی ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ تم نے اسے مسجد میں نماز کی حالت میں کبھی سر جھکاتے اور کبھی اٹھاتے اور قرآنِ کریم کا ایک بڑا حصہ تلاوت کرتے دیکھا ہوگا؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! ایسا ہی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: چلے جاؤ! تم اسے نہیں جانتے۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے پھر اس گواہ سے فرمایا

کہ میرے پاس ایسے شخص کو لاؤ جو تمہیں پہچانتا ہے۔

سابقہ دور کے تاجروں کے دو رجسٹر

پہلے کے تاجروں میں کچھ ایسے بھی تھے جن کے پاس حساب کتاب کے دو رجسٹر ہوتے تھے۔ ایک رجسٹر بلا عنوان ہوتا تھا۔ اس میں ان ضعیف وناتواں لوگوں کے نام درج ہوتے تھے جنہیں وہ نہیں جانتے تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ اگر کوئی ضرورت مند اور غریب شخص کوئی کھانے کی چیز دیکھتا اور اس کی خواہش کرتا یا اس کا حاجت مند ہوتا اور اسے خریدنے کی طاقت نہ ہوتی تو کہتا: مجھے یہ پانچ یا 10 رِطل[1] درکار ہے مگر ابھی میرے پاس اس کی قیمت نہیں ہے۔ تو تاجر اس سے کہتا: تم یہ لے جاؤ اور جب تمہیں آسانی ہو تو ادائیگی کر دینا اور اس کا نام بلا عنوان والے رجسٹر میں لکھ دیتا۔ (ہے تو یہ بھی احسان کی صورت مگر) ایسے دکانداروں کو بھی بہترین مسلمانوں میں شمار نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہ ایسے تاجر کو بہترین لوگوں میں شمار کرتے تھے جو سرے سے کسی رجسٹر میں نام نہ لکھتا اور نہ ہی اسے بطورِ قرض دیتا جس کی ادائیگی محتاج پر لازم ہو یا اس سے مطالبہ ہو بلکہ یہ کہتا تھا: ”جو تم چاہتے ہو لے لو پھر اگر تمہیں آسانی ہو تو اس کی قیمت ادا کر دینا ورنہ یہ تمہارے لئے حلال ہے اس رقم کی وجہ سے اپنا دل تنگ نہ کرنا۔“

تجارت کرنے کے یہ طریقے اب مٹ چکے ہیں اور اب اس پر عمل پیرا ہونے والا اس سنت (طریقہ) کو زندہ کرنے والا ہوگا۔ بزرگانِ دین کے اس طرح کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ ایک کتاب میں نہیں سما سکتے اور خالص خیر خواہی کرنے والے، اپنے نفس پر خوب سختی کرنے والے اور اپنے بھائیوں کے لئے سخاوت کے دریا بہانے والے ان سے بھی زیادہ ہیں۔ ہم نے صرف ان لوگوں کا تذکرہ غافلوں کو ان کے اعمال پر خبردار کرنے کی غرض سے کیا ہے اور ہم ان کے مٹے ہوئے طریقوں میں سے کچھ کو بیان کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ مذکورہ بازاری لوگ تمام لوگوں سے بہتر تھے بلکہ (اس وقت) بہترین لوگ تو مسجدوں کے باسی، عبادت گزار، اللہ پاک کی یاد میں مگن رہنے والے اور دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے تھے۔

---

[1]......رطل بیس استار ہے اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے تو رطل شرعی نوے مثقال ہوا۔ (فتاوی رضویہ،1/ 775،776) موجودہ حساب سے ایک رطل کا وزن چھ چھٹانک، تین تولے اور نو ماشے ہے۔

عبادت کی خاطر بزرگوں کی قناعت

بازار والے کو جب دن کے کچھ حصے میں بقدرِ ضرورت روزی مل جائے تو دن کا بقیہ حصہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے چھوڑ دے۔ بزرگانِ دین میں سے کچھ اپنی دکان سے ظہر کی نماز کے بعد پلٹ آتے اور آدھا دن اپنے پروردگار کے لئے وقف کر دیتے اور کچھ عصر کی نماز کے بعد دکان سے لوٹ آیا کرتے اور دن کا آخری حصہ آخرت کی تیاری میں گزار دیتے۔ کچھ کی یہ کیفیت تھی کہ جب دن بھر کی ضروریات کے مطابق آمدنی ہو جاتی اور گھر والوں کے لئے دن میں کسی بھی وقت غذائی اجناس کا اہتمام ہو جاتا تو اپنی دکان بند کر دیتے اور اپنے گھر یا مسجد میں حاضر ہو جاتے اور بقیہ دن **اللہ** پاک کی عبادت میں گزار دیتے۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے کہ جب انہیں ایک دانق (یعنی درہم کے چھٹے حصے کی مقدار) یا ایک قیراط نفع حاصل ہو جاتا تو اسی پر قناعت کرتے ہوئے اور دنیا سے بے رغبتی رکھتے ہوئے گھر پلٹ آتے۔

حضرت سیِّدُنا حماد بن سَلَمہ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه دو پٹے ٹوکری میں رکھ کر بیچا کرتے تھے۔ جب انہیں دو دانوں کے برابر نفع (یعنی معمولی سا نفع) ہو جاتا تو اپنی ٹوکری اٹھا کر واپس چلے جاتے۔

حکایت: تم طالب بھی ہو مطلوب بھی

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن یَسار رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کو بتایا کہ میں آج کے دن مٹی گارے کا کام کروں گا۔ تو انہوں نے فرمایا: اے ابنِ یسار! تم طالب بھی ہو مطلوب بھی، تمہیں وہ طلب کرتا ہے جس سے تم چھوٹ نہیں سکتے اور تم اسے طلب کرتے ہو جو تم سے چھوٹ نہیں سکتا۔ کیا تم نے حریص کو رزق سے محروم اور کمزور وناتواں کو رزق پہنچتے نہیں دیکھا؟ میں نے عرض کی: میرا ایک دانق سبزی فروش کے پاس ہے۔ انہوں نے فرمایا: تمہاری یہ بات مجھ پر اور بھی زیادہ گراں گزری ہے کہ تم ایک دانق کے مالک ہو پھر بھی کام کرتے ہو؟

ہفتے میں ایک یا دو دن کام

(پُرانے) کاریگر آدھا دن یا دو تہائی دن کام کرتے، پھر بقدرِ کفایت اجرت حاصل کرتے اور مسجد کی جانب

رواں دواں ہو جاتے، ان میں سے بعض تو پورے ہفتے میں صرف ایک یا دو دن کام کیا کرتے اور ہفتے کے بقیہ دن اپنے مولیٰ پاک کی عبادت میں بسر کیا کرتے۔ بزرگانِ دین کا یہ وطیرہ تھا کہ دن کا ابتدائی اور اختتامی حصہ آخرت کی تجارت کے لئے مقرر کرتے جبکہ دن کا درمیانی حصہ دنیاوی تجارت کے لئے مختص فرمایا کرتے۔

حدیثِ پاک میں ہے: بے شک جب فرشتے بندے کا اعمال نامہ لے کر اوپر جاتے ہیں اور اس میں دن کے پہلے اور آخری حصے میں **اللہ** پاک کا ذکر اور نیک کام ہو تو **اللہ** پاک اس بندے کی ان دونوں حصوں کے درمیان کی بُرائیاں مٹا دیتا ہے۔[1]

ایک روایت میں ہے: فجر طلوع ہوتی ہے تو دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں، رات کے فرشتے چلے جاتے اور دن کے فرشتے رہ جاتے ہیں اور عصر کی نماز کے وقت رات کے فرشتے آتے اور دن کے فرشتے رخصت ہو جاتے ہیں تو **اللہ** پاک ان سے پوچھتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی وہ نماز کی حالت میں تھے۔ تو **اللہ** پاک ارشاد فرماتا ہے: تم گواہ ہو جاؤ میں نے ان کی مغفرت فرمادی۔[2]

تھوڑا نفع مت ٹھکراؤ

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم دُرّہ لے کر کوفہ کے بازار کا دورہ کرتے اور فرماتے: اے تاجرو! اپنا حق لو اور دوسروں کا حق دو، سلامتی میں رہو گے اور تھوڑے نفع کو مت ٹھکراؤ کہ پھر کثیر نفع سے محروم ہو جاؤ گے، جب حق کو روک دیا جائے تو کئی گنا حق میں چلا جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے پوچھا گیا: آپ کی مالداری کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: اس کے تین اسباب ہیں: (1)... میں نے نفع کو کبھی نہیں ٹھکرایا (2)... جب بھی مجھ سے کوئی جانور طلب کیا جاتا ہے

---

[1] ......ترمذی، کتاب الجنائز، ۲/۲۹۵، حدیث: ۹۸۳ - مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/۲۷۲، حدیث: ۳۵۹۹

[2] ......بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، ۱/۲۰۳، حدیث: ۵۵۵

ترمذی، کتاب الدعوات، احادیث شتی، باب ما جاء ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض، ۵/۳۴۴، حدیث: ۳۶۱۱

ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ والجماعۃ، ۳/۲۵۱، حدیث: ۲۰۵۸

تو میں اسے بیچنے میں تاخیر نہیں کرتا اور (3)... میں ادھار نہیں بیچتا۔

دو ہزار درہم نفع

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ایک موقع پر ایک ہزار اونٹنیاں بیچیں لیکن نفع میں انہیں صرف ان کی رسیاں ہی حاصل ہوئیں تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ہر رسی ایک درہم میں بیچی، آپ نے دو ہزار درہم کا نفع حاصل کیا، ایک ہزار درہم رسیوں کا نفع تھا اور ایک ہزار درہم اونٹنیوں کے اس دن کے چارے سے بچ گیا۔

تجارت کے لئے سمندری سفر

پرہیز گار لوگ تجارت کی غرض سے سمندری سفر کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ منقول ہے کہ جس نے سمندر کا سفر کیا وہ روزی کی تلاش میں انتہا کو چلا گیا۔

روایت میں ہے: حج، جہاد یا عمرہ میں شرکت کے علاوہ سمندری سفر نہ کیا جائے۔[1]

حضرت سیِّدُنا زید بن وہب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: یتیموں کے مالوں سے خرید و فروخت (یعنی تجارت) کرو، تم ان کے مالوں کو صرف زکوٰۃ میں ہی خرچ نہ کر ڈالو، منافع کے ذریعے ان کے مال میں اضافہ کرو، ان کے مال سے جانور کی خریداری سے بچو کیونکہ بسا اوقات جانور مر جاتا ہے اور ٹھاٹیں مارتے سمندر کے سفر میں ان کا مال لے جانے سے بھی بچو۔

آخر میں بازار سے نکلنے والے نہ بنو

حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: تم بازار میں سب سے پہلے داخل ہونے والے اور سب سے آخر میں نکلنے والے نہ بنو کیونکہ بازار میں شیطان انڈے اور بچے دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل اور حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُم سے مروی ہے کہ شیطان اپنے چیلے "زلنبور" سے کہتا ہے کہ اے زلنبور! اپنا رجسٹر لے کر جاؤ، تم بازار والوں کے شیطان ہو اور ان کے

---

[1] ......ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی رکوب البحر فی الغزو، ۳/ ۱۰، حدیث: ۲۴۸۹

سامنے قسم کھانے، جھوٹ، مکر وفریب، خیانت اور وعدہ خلافی کو بنا سنوار کر پیش کرو اور اس کے ساتھ رہو جو سب سے پہلے بازار میں داخل ہوتا اور سب سے آخر میں نکلتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عُمَر اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْھُم سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دن کے ابتدائی حصہ میں بازار جانے اور سب سے آخر میں بازار سے لوٹنے سے منع فرماتے سنا۔[1]

حدیثِ پاک میں ہے: سب سے بُری جگہیں بازار ہیں اور بازار والوں میں سب سے بُرا شخص وہ ہے جو سب سے پہلے بازار میں داخل ہوتا اور سب سے بعد میں نکلتا ہے۔[2]

کام کاج نیکی کب شمار ہوگا؟

جب گزر بسر کے لئے کوشش کرنے والا اور بازار میں روزی روٹی کمانے والا ان اچھے اوصاف اور شرائط کا حامل ہو (جن کا ذکر پہلے ہوا)، اپنی حالت کے مطابق خود پر لازم احکامِ شریعہ کی پاسداری کرنے والا ہو، اپنے مقام کی حفاظت کرنے والا ہو تو وہ اللہ پاک کی راہ میں ہے اور اس کے کام کاج نیکیاں شمار ہوں گے۔ ہر وہ چیز جو آخرت کے لئے سبب بنے، اس کی تیاری میں مددگار ہو اور بندے کے لئے آخرت کی راہ ہو تو وہ بھی آخرت میں سے ہے۔ پھر جب وہ ان شرائط کی خلاف ورزی کرے، اپنی مختلف حالتوں میں اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرے، روزی روٹی کمانے میں پرہیزگاری چھوڑ دے، دنیا کا مال زیادہ کمانے کی دھن اور دنیاوی لالچ کی بنا پر بھاگ دوڑ کرے، دنیا میں رہ جانے والے مال پر واویلا کرنے والا ہو، اپنے پاس موجود مال کو مستقل سمجھنے والا ہو، اسے اس بات کی پروا نہ ہو کہ دنیا کی سلامتی حاصل کرتے کرتے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور نہ اس بات کی پروا ہو کہ کہاں سے کمایا؟ کہاں خرچ کیا؟ تو ایسا شخص گناہوں اور ناپسندیدہ کاموں میں پیٹ اور پیٹھ کے بل لوٹ پوٹ ہو رہا ہے۔ یہ اللہ پاک کی ناراضی کا سامنا کرنے والا ہے، دوری اور فرار کی راہ پر گامزن ہے، موت کی تیاری سے غافل ہے، حساب وکتاب پر پختہ یقین نہیں رکھتا، اس کے اعمال اور کام بُرے ہیں، تو ان بری صفات کے حامل شخص کا

---

[1]......معجم کبیر، ۶/ ۲۴۸، حدیث: ۶۱۱۸ عن سلمان

[2]......مستدرک، کتاب العلم، باب خیر البقاع المساجد وشر البقاع الاسواق، ۱/ ۲۷۹، حدیث: ۳۱۳

تجارت کو خیر آباد کہہ دینا ہی بھلا ہے۔ **اللہ** کریم سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمائے، اس کے سوا کوئی توفیق دینے والا اور حفاظت فرمانے والا نہیں۔ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی قوت **اللہ** پاک ہی کی طرف سے ہے۔

بکنے والے سامان اور بنائی ہوئی اشیاء کے بارے میں مروی آثار نیز خوفِ خدا رکھنے والے بزرگوں کے طریقے کا بیان

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مسلمانوں کے شہر میں کوئی مالِ تجارت لائے اور جس دن لایا اسی دن کی قیمت پر فروخت کر دے تو اس کے لئے **اللہ** پاک کی طرف سے شہید کے برابر ثواب ہے،[1] پھر پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖ (پ ۲۹، المزمل: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ زمین میں سفر کریں گے **اللہ** کا فضل تلاش کرنے اور کچھ **اللہ** کی راہ میں لڑتے ہوں گے۔

حضرت سیِّدُنا عُقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا[2]۔[3]

اقالہ کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس

---

[1]......تاریخ بغداد، ۱۳/ ۴۴۷، رقم: ۷۳۱۸: الولید بن صالح

[2]...... مشہور شارحِ حدیث، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: فائزین (نیکو کار کامیاب لوگوں) کے ساتھ اول ہی سے جنت میں نہ جاسکے گا (اگرچہ بعد میں چلا جائے) کیونکہ ٹیکس لگانے والے اور ٹیکس وصول کرنے والے اکثر ظالم اور رشوت خور ہوتے ہیں مگر جسے خدا بچائے۔ (مراٰۃ المناجیح، 5/362)

[3]......ابو داود، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب فی السعایۃ علی الصدقۃ، ۳/ ۱۸۴، حدیث: ۲۹۳۷

نے کسی نادم وپشیمان شخص سے اس کی خریداری کا اقالہ [1] کیا تو اللہ پاک قیامت کے دن اس کی لغزشوں کو معاف فرمائے گا۔ [2]

حکایت: سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ اور ایک بوڑھا

حضرت سیِّدُنا ہشام بن عروہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے کہا گیا کہ قبیلہ جُرہم کا ایک بوڑھا شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ آپ نے اسے بلایا اور پوچھا: تمہارا تعلق کس قبیلے سے ہے؟ بوڑھے نے کہا: قبیلہ جُرہم سے۔ پوچھا: تمہاری عمر کتنی ہے؟ کہا: 350 سال۔ پوچھا: کون سا مال بہتر ہے؟ کہا: نرم زمین میں آہستہ بہنے والا چشمہ جو (ضرورت کیلئے) کافی ہو اور تنگی بھی نہ دے۔ پوچھا: اس کے بعد کون سا؟ کہا: وہ گھوڑی جس کے پیٹ میں گھوڑا ہو اور اس کے بعد بھی گھوڑا ہو (یعنی پے در پے دونوں حمل نر والے ہوں)۔ پوچھا: میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اونٹوں اور بکریوں کا ذکر نہیں کر رہے؟ کہا: یہ آپ جیسوں کے لئے مناسب نہیں ہیں، یہ (اونٹ اور بکریاں) اس کے لئے بہتر ہیں جو خود ان کی دیکھ بھال کرے۔

مسلمان کا بہترین مال

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: "مسلمان کا بہترین مال پیوند لگی کھجوروں کا باغ یا زیادہ بچے جننے والی گھوڑی ہے۔" [3] یعنی وہ باغ جن میں کھجوروں کی پیوند کاری کر دی گئی ہو اور اس کی راہ درختوں کی قطار میں ہو۔ زیادہ بچے جننے والی گھوڑی سے مراد وہ گھوڑی جو زیادہ نسل بڑھانے والی ہو۔ اسی وجہ سے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۶) یعنی اس بستی میں مالداروں کی کثرت کر دیتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ قوم کو تب ہی حکم دیا جاتا ہے جب وہ زیادہ ہو جائیں۔

---

[1] ...... دو شخصوں کے مابین جو عقد (لین دین) ہوا ہے اس کے اُٹھا دینے کو اِقالہ کہتے ہیں یہ لفظ کہ میں نے اِقالہ کیا، چھوڑ دیا، فسخ کیا یا دوسرے کے کہنے پر مبیع (بیچی گئی چیز) یا ثمن (خریدنے اور بیچنے والے جو رقم طے کریں اس) کا پھیر دینا اور دوسرے کا لے لینا اِقالہ ہے۔ دونوں میں سے ایک اقالہ چاہتا ہے تو دوسرے کو منظور کر لینا، اقالہ کر دینا مُستَحَب ہے اور یہ مستحقِ ثواب ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 11، 2/734 ملتقطا)

[2] ...... ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الاقالة، ۳/۳۶، حديث: ۲۱۹۹۔ الاستذكار، كتاب البيوع، باب بيع الخيار، ۵/۴۸۹

[3] ...... مسند امام احمد، مسند المكيين، حديث سويد بن هبيره، ۵/۳۷۲، حديث: ۱۵۸۴۵

کھجور کے درخت کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا عَبْدُاللہ بن احمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی طرف سے مجھے تین لاکھ دینار دیئے گئے تھے، ان میں سے میرے پاس صرف آٹا، بکریاں اور گھر کا کچھ سامان باقی تھا۔ میں اس بارے میں گھبرایا پھر میری ملاقات حضرت سیِّدُنا کعب احبار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ہوئی میں نے یہ سارا معاملہ انہیں عرض کیا تو فرمانے لگے: تم کھجور کے درختوں کے معاملہ میں بے خبر کیوں رہ گئے؟ ہمیں تو کتاب **اللہ** میں کھجور کے درختوں کے متعلق یہ علم ملا ہے کہ ”بنجر زمین میں کھلانے والے (یعنی پھل دینے والے)، کیچڑ و دلدل والی زمین میں بھی پختگی سے جمے رہنے والے بہترین مال کھجور کے درخت ہیں ان کو بیچ دینے والا محروم اور ان کا خریدار روزی پانے والا ہے، جو اسے فروخت تو کرے لیکن اس سے حاصل شدہ رقم سے مزید اتنی کھجوریں نہ خریدے وہ شخص چٹان پر پڑی اس راکھ کی طرح ہے جس پر آندھی والے دن زور دار ہوا کا جھونکا آیا ہو۔ میں یہ سن کر بہت گھبرایا اور فوراً جا کر کھجوریں خرید لیں۔

مُرُوَّت کیا ہے؟

مروان بن حکم نے حضرت سیِّدُنا وہب بن اسود رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: مروت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: والدین سے حُسنِ سلوک کرنا اور مال کو عیب سے پاک رکھنا۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا عبّاد بن کثیر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی طرف ایک خط لکھا: اپنے طواف، سعی اور حج کو **اللہ** پاک کی راہ میں جہاد کرنے والے کی نیند جیسا سمجھو۔ حضرت سیِّدُنا عبّاد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جواباً حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی جانب خط لکھا: سرحد پر پڑاؤ ڈالنے، پہرہ دینے اور جنگ کرنے کے عمل کو اس شخص کے نیند کرنے جیسا سمجھو جو اپنے اہل و عیال کے لئے حلال روزی کمانے میں مشقت اٹھاتا ہے۔

خود کو بے نیاز رکھنے کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا عباس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا احمد بن ثور رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو فرماتے

سنا: ایک شخص مقام صنوبر تک حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه کے ہمراہ چلا، پھر عرض گزار ہوا: اے ابو اسحاق! مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: زیادہ مال والے ہو جاؤ یا خود کو مختصر کرلو۔ میرے نزدیک عمرہ کرنے والا، حج کرنے والا، سرحد پر پہرہ دینے والا غازی، دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو قیام کرنے والا، یہ سب خود کو لوگوں سے بے نیاز رکھنے والے سے زیادہ افضل نہیں ہے۔

حضرت سیِّدُنا لقمان رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی: دنیا بالکل ہی نہ چھوڑ دینا بلکہ بقدرِ کفایت دنیا ضرور حاصل کرنا، ورنہ تم لوگوں پر بوجھ بن جاؤ گے۔

حضرت سیِّدُنا شاذان رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا حسن بن حیّ رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه سے ذرائع آمدنی کے متعلق کچھ پوچھا تو آپ رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه نے فرمایا: اگر تم ایسے خیالات میں پڑ گئے تو تم پر فرات کا پانی بھی حرام ہو جائے گا، پھر فرمایا: رزقِ حلال کی تلاش، کسی جنگ کا سامنا کرنے سے بھی مشکل ہے۔

لوگوں سے بے نیاز رہو

حضرت سیِّدُنا عبدُ الله بنِ مبارک رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه نے فرمایا: اگرچہ خشکی اور تری کا سفر کرو مگر لوگوں سے بے نیاز رہو۔

حضرت سیِّدُنا ہیثم رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: بسا اوقات کسی شخص کے بارے میں مجھے پتا چلتا ہے کہ اس نے میری بُرائی کی ہے تو میں اس سے اپنی بے پروائی کا اظہار کرتا ہوں، اس کی وجہ سے اس بات کی تکلیف مجھ سے کم ہو جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ایوب سختیانی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: جس کمائی میں کچھ خساست ہو میرے نزدیک لوگوں کا محتاج ہونے سے بہتر ہے۔

شرمندگی تو مانگنے میں ہے

حضرت سیِّدُنا ابن ابی الدنیا رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدُ الله رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه نے مجھے یہ اشعار سنائے:

لَنَقْلُ الصَّخْرِ مِنْ قُلَلِ الْجِبَالِ　　اَخَفُّ عَلَيَّ مِنْ مِنَنِ الرِّجَالِ

يَقُوْلُ النَّاسُ كَسْبٌ فِيْهِ عَارٌ　　فَقُلْتُ الْعَارُ فِيْ ذُلِّ السُّؤَالِ

ترجمہ: لوگوں کے احسانات لینے سے پہاڑوں کی چوٹیوں سے چٹانیں منتقل کرنا میرے لئے زیادہ آسان ہے۔ لوگ تو کہتے ہیں: کمانے میں ذلت ہے اور میں کہتا ہوں: شرمندگی تو مانگنے میں ہے۔

موسیٰ بن طریف سے منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ایک بار سمندری سفر پر تھے، اسی دوران شدید آندھی چلنے لگی، سب مسافر ہلاکت کا خوف کھاتے ہوئے آپ سے کہنے لگے: اے ابو اسحٰق! کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس سختی اور مصیبت میں ہیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمانے لگے: یہ بھی کوئی مصیبت ہے؟ لوگ پوچھنے لگے: حضور پھر مصیبت کون سی چیز ہے؟ فرمایا: لوگوں کا محتاج ہونا مصیبت ہے۔

آدمی کا مرجانا بخل سے بہتر ہے

ہمیں کسی عالم نے ایک ادیب کے یہ اشعار سنائے:

لَمَوْتُ الْفَتٰى خَيْرٌ مِّنَ الْبُخْلِ لِلْغِنٰى　　وَلَلْبُخْلُ خَيْرٌ مِّنْ سُؤَالِ بَخِيْلِ

فَلَا تَجْعَلَنَّ شَيْئًا لِّوَجْهِكَ قِيْمَةً　　وَّلَا تَلْقَ مَخْلُوْقًا بِوَجْهِ ذَلِيْلِ

وَلَا تَسْاَلَنَّ مَنْ كَانَ يَسْئَلُ مَرَّةً　　فَلَلْفَقْرُ خَيْرٌ مِّنْ سُؤَالِ سَؤُوْلِ

ترجمہ: آدمی کا مرجانا اس بخل سے بہتر ہے جو مالداری کے لئے ہو اور بخیل سے مانگنے سے کنجوسی بہتر ہے۔ اپنی عزت و وقار کی کوئی قیمت نہ لگواؤ اور ذلت والا چہرہ لے کر مخلوق کے پاس نہ جاؤ۔ ہرگز کبھی اس سے نہ مانگنا جو خود منگتا ہو اگرچہ ایک بار ہو اور ایسے شخص سے مانگنے سے فقر بہتر ہے جو خود مانگتا ہی رہتا ہو۔

بدترین آفت

ہمیں بڑی عمر کے ایک شخص نے یہ اشعار سنائے:

اِذَا عُدَّتِ الْاٰفَاتُ فَالْبُخْلُ شَرُّهَا　　وَشَرٌّ مِّنَ الْبُخْلِ الْمَوَاعِيْدُ وَالْمَطْلُ

وَلَا خَيْرَ فِيْ وَعْدٍ اِذَا كَانَ كَاذِبًا　　وَّلَا خَيْرَ فِيْ قَوْلٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِعْلُ

ترجمہ: جب آفتوں کا شمار ہو تو ان میں سب سے بدترین آفت بخل ہے اور بخل سے بڑی بُرائی جھوٹے وعدے اور ٹال مٹول کرنا ہے۔ جھوٹے وعدے میں کوئی بھلائی نہیں اور نہ ہی اس قول میں کوئی خیر ہے جس پر عمل نہ ہو۔

مجھے کسی کے یہ اشعار سنائے گئے:

اِذَا كُنْتَ لَا بُدَّ مُسْتَطْعِمًا ۔۔۔ فَمِنْ غَيْرِ مَنْ كَانَ يَسْتَطْعِمُ

فَاِنَّ الَّذِيْ كَانَ مُسْتَطْعِمًا ۔۔۔ اِذَا ذَكَرَ الْجُوْعَ لَا يُطْعِمُ

ترجمہ: اگر تم نے کھانا مانگنا ہی ہے تو اس سے مانگو جو خود کھانا مانگنے والا نہ ہو کہ جو خود منگتا ہو گا اسے اپنی بھوک یاد آئے گی تو وہ تمہیں نہیں کھلائے گا۔

مجھے کسی کا یہ شعر سنایا گیا:

مَا خَلَقَتْ حَوَّاءُ اَحْمَقَ لِحْيَةٍ ۔۔۔ مِّنْ سَائِلٍ يَّرْجُو الْغِنٰى مِنْ سَائِلِ

ترجمہ: اولادِ حوا میں اس مانگنے والے سے بڑھ کر کوئی بے وقوف نہیں جو کسی مانگنے والے سے کچھ ملنے کی امید رکھے۔

دین کی حفاظت اور لوگوں میں احترام کا سبب

حضرت سیِّدُنا زید بن اسلم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا محمد بن مسلمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنی زمین میں کھجوریں لگا رہے تھے، اتنے میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ تشریف لائے اور فرمانے لگے: اے محمد! کیا کر رہے ہو؟ عرض گزار ہوئے: جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرمانے لگے: تم اچھا کر رہے ہو، لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤ، اس سے تمہارے دین کی حفاظت بھی ہو گی اور لوگوں میں قابلِ احترام بھی ہو جاؤ گے۔ اسی لئے تمہارے ہم قوم اُحَیحہ بن جُلاح نے کہا ہے:

اِنِّیْ اُقِيْمُ عَلَى الزَّوْرَاءِ اَعْمُرُهَا ۔۔۔ اِنَّ الْحَبِيْبَ اِلَى الْاِخْوَانِ ذُو الْمَالِ

ترجمہ: میں زَوْرَاء زمین میں مقیم ہو کر اسے آباد کر رہا ہوں، یقیناً دوستوں میں پیارا وہی ہوتا ہے جو مالدار ہو۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے: (سودے میں) اپنا ایک درہم بھی کم کراؤ کیونکہ نقصان اٹھانے والا نہ تو قابلِ تعریف ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی اجر ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر تم اپنے کسی دوست کو نیکی کرنے کا کہو اور وہ نیکی کرلے تو یہ تمہارے لئے بھی صدقہ ہے۔

حکایت: مانگنے والے کی انوکھی تربیت

حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عَبْدُ الرحمٰن رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور آپ کے ساتھی ماہِ رمضان میں مسجد میں موجود تھے، جب امام نے سلام پھیرا تو ایک شخص مانگنے کے لئے کھڑا ہو گیا مگر اسے کچھ نہ ملا۔ جب لوگوں نے آپ کے لئے رات کا دستر خوان لگایا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ساتھیوں نے عرض کی: حضور ہم اسے بھی بلالیں؟ آپ فرمانے لگے: نہیں۔ اس شخص نے رات بھوک کی حالت میں گزاری۔ جب اگلا دن ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا ایک ساتھی آکر کہنے لگا: ابو اسحٰق! کل جس کو آپ نے مانگتے دیکھا تھا، میں نے ابھی اسے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لے جاتے دیکھا ہے۔ آپ فرمانے لگے: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اسے کھانے پر بلانے سے تمہیں کیوں روکا؟ میرے دل میں اسی وقت خیال آیا تھا کہ اس نے پہلے کبھی نہیں مانگا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہارے کھانے پر آسرے پر رہے (اور پھر مانگنے لگے)۔

حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: آپ کی صبح کیسی گزری؟ فرمایا: خیریت کے ساتھ جب تک میرا بوجھ کوئی اور نہ اُٹھائے (یعنی دوسرے کا محتاج نہ ہوں)۔

موسیٰ بن طریف کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جب کسی سے کوئی لین دین کا معاملہ کرتے تو قیمت کم نہ کرواتے۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن سعید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو حضرت سیِّدُنا علی بن بکّار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے سوال کرتے ہوئے سنا کہ بتایئے: گری پڑی چیزیں اٹھا کر کھانے والا اچھا ہے یا بے روز گار بیٹھا رہنے والا؟ آپ نے فرمایا: گری پڑی چیزیں اٹھا کر کھانے والا، کہ اس میں کئی نیکیاں ہیں۔ حضرت سیِّدُنا سلیمان خوّاص رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ہمارے ہاں گری پڑی چیزیں اٹھایا کرتے تھے اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم

رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ خود مزدوری کیا کرتے تھے اور حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اینٹیں بنایا کرتے تھے۔

اللہ پاک کے دستر خوان

حضرت سَیِّدُنا ابو عَمرو بن عَلا رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: بازار **اللہ** پاک کے دستر خوان ہیں، جو بھی اس دستر خوان پر آتا ہے اپنا حصہ ضرور حاصل کرتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا حسن بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت کرتے ہیں کہ توریت میں لکھا ہوا ہے: تم خوفِ خُدا اختیار کرو تمہیں پرہیز گاری ملے گی، مانگو تمہیں دیا جائے گا اور تلاش کرو تو حاصل کرلو گے۔ انجیل میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! صبر اختیار کر تجھے صبر کی توفیق ملے گی۔

حضرت سَیِّدُنا ابو العالیہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تم کوئی چیز خریدو تو جو زیادہ عمدہ ہو وہ خریدو۔

حضرت سَیِّدُنا ابو طفیل رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے پاس حاضر تھا، کسی نے آپ سے کہا کہ دجّال نکل آیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: کسی مکار کا جھوٹ ہے۔

حضرت سَیِّدُنا بِسام صیرفی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عکرمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ سکے پرکھنے کا کام کرنے والے جہنمی ہیں۔

حکایت: قبر میں کالا سانپ

حضرت سَیِّدُنا عبد الحمید بن محمود رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کے پاس تھا کہ ایک شخص حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: حضور! ہم حج کے لئے نکلے ہیں، جب ہم مقام صِفاح پر پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے اس کے لئے قبر کھودی، دیکھا تو اس میں ایک کالا سانپ پوری قبر کو گھیرے بیٹھا ہے، ہم نے دوسری جگہ قبر کھودی دیکھا تو وہاں بھی کالا سانپ قبر کو گھیرے بیٹھا ہے۔ ہم اسے وہیں چھوڑ کر آپ سے اس مسئلے کا حل پوچھنے آئے ہیں کہ آپ ہمیں اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے فرمایا: یہ اس کے عمل کا نتیجہ ہے جو وہ کیا کرتا تھا۔ دوسری روایت میں ہے: یہ وہ خیانت ہے جو وہ کیا کرتا تھا، جاؤ اور اسے ان دو قبروں میں سے کسی ایک میں دفن کر دو۔ **اللہ** پاک کی قسم! اگر تم اس کے لئے ساری زمین بھی کھود ڈالو گے تو یہی کچھ پاؤ گے۔

اس شخص کا بیان ہے: ہم نے اسے ان میں سے ایک قبر میں دفن کر دیا، سفر سے واپسی پر ہم نے اس کی بیوہ سے جا کر اس شخص کے عمل کے بارے میں پوچھا تو وہ بتانے لگی: یہ غلہ بیچا کرتا تھا، روزانہ اُس میں سے اپنے گھر والوں کی ضرورت کے لئے کچھ نکال لیتا تھا اور کمی پوری کرنے کے لئے اُس میں اُتنی جو کی بھوسی ملا کر بیچ دیتا تھا۔

اجیر مشترک اور ضمان

حضرت سیِّدُنا امام ابو جعفر محمد بن علی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم دھوبی، کپڑا رنگنے والے اور درزی سے ضمان لیا کرتے تھے تاکہ وہ لوگوں کے سامان (کپڑوں) کی حفاظت کریں۔

پیشگی رقم دے کر چیز خریدنا

حضرت سیِّدُنا ہشام بن عمّار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا: جو بیع سلم[1] کے طور پر جولاہے کو ڈیڑھ اور اڑھائی درہم پر کپڑا بننے کو دیتا ہے، تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: یہ شرط فاسد ہے، ہاں اس جولاہے کے لئے اجرت مثل ہو گی اور اگر وہ کسی شرط کی خلاف ورزی کرے تو اس پر جرمانہ ہو گا۔

حضرت سیِّدُنا احمد بن حسن مُقری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر مَروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا، میں بھی سن رہا تھا کہ ایک جولاہا 52 یا 53 اور کبھی اس سے بھی زائد دراہم اُجرت پر کپڑا بُنتا ہے، فرمایا: جب دونوں (جولاہا اور جولاہے سے کپڑا بُنوانے والا) راضی ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ میں نے عرض کی: حضور! پھر یہ ڈیڑھ اور اڑھائی درہم کا کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے بھی یہی مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ کوئی

---

[1] ......بیع سلم: وہ بیع جس میں ثمن (خریدار اور بیچنے والے کے مابین طے شدہ رقم) فوراً ادا کرنا ضروری ہو اور مبیع (فروخت شدہ چیز) کو بعد میں خریدار کے حوالہ کرنا بیچنے والے پر لازم ہو۔ (بہار شریعت، حصہ 11، 2/795 مفہوماً) یہ بارہ شرطوں سے جائز ہوتی ہے اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو گی تو بالکل ناجائز اور سود ہو جائے گی۔ ان شرطوں کی تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ جلد 17، ص 569 تا 571 کا مطالعہ کیجئے۔

حرج نہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو داوٗد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس کپڑے کے متعلق پوچھا گیا جو جولاہے کو تہائی یا چوتھائی نفع پر بُنائی کے لئے دیا جاتا ہے تو میں نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو یہ فرماتے سنا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فرمایا: کیا یہ مضاربت[1] اور واقعۂ جبیر[2] کی طرح ہی نہیں ہے؟ ہو سکتا ہے مضارب کچھ نفع حاصل کر لے اور زمین کچھ بھی نہ اگائے، میرے نزدیک یہ سب قریب قریب ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ وہب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت کرنے والے کے بارے میں فرمایا: اس کی بیع فسخ قرار دی جائے۔ پوچھا گیا: کوئی آزاد شخص (اذان کے بعد) خرید و فروخت میں مشغول رہے اور جمعہ کی تیاری چھوڑ دے تو؟ فرمایا: اپنے ربّ سے استغفار کرے۔ حضرت سیِّدُنا ربیعہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اس نے ظلم و زیادتی سے کام لیا۔ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جمعہ کے دن جب امام نکل آئے اس وقت خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو داوٗد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے کئی بار حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو یہ فرماتے سنا کہ کھوٹے اور خراب سیاہ مائل سکّوں کے ساتھ تجارت اور کوئی بھی لین دین کرنا مکروہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو داوٗد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا اسحاق بن راہویہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کھوٹے سکے کے استعمال کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

---

[1]...... شرعاً مضاربت ایک ایسا عقد ہے جو فریقین کے درمیان طے پاتا ہے۔ جس میں ایک فریق کی طرف سے رقم اور دوسرے کی طرف سے عمل ہوتا ہے جبکہ منافع میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب المضاربۃ، ۵/ ۵۱۴)

[2]...... حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ قصۂ جبیر سے جولاہے کو کپڑا بننے کے بدلے میں کچھ فیصد مقرر شدہ کپڑا دینے کے جواز پر استدلال فرما رہے ہیں۔ اور وہ روایت یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ عَنْہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ دینے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے والد کے بارے میں ارشاد فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ مجھ سے ان قیدیوں کے بارے میں بات کرتا تو میں اس کے لئے انہیں چھوڑ دیتا۔

(بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما من النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ۲/ ۳۵۵، حدیث: ۳۱۳۹)

حضرت سَیِّدُنا عبد الوہاب وَرَّاق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سَیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کھوٹے سکے کے ذریعے خرید و فروخت کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: میں نے حضرت سَیِّدُنا معافٰی بن عمران رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے یہی بات پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: حرام ہے۔

حضرت سَیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ایک پڑوسی نے آپ سے سوال کیا: میں نے جولاہے سے عمامہ پر بیع سلم کی ہے تو (کپڑے کی بنائی میں استعمال ہونے والا) آٹا کس کے ذمے ہے؟ فرمایا: آٹا جولاہے کے ذمے اور دھاگے تمہارے ذمے ہیں۔

جولاہوں کے خلاف ایک ولیہ کی دُعا

حضرت سَیِّدُنا امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت بی بی مریم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی تلاش میں نکلیں، راستے کے ایک طرف بیٹھے ہوئے جولاہوں کے پاس سے گزریں تو ان سے کسی راستے کے بارے میں پوچھا۔ ان جولاہوں نے غلط راستہ بتایا اور آپ راستہ بھول گئیں، آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا نے ان کے خلاف یہ دُعا کی: اے **اللہ**! ان کی روزی سے برکت ختم کر دے، انہیں غریبی میں ہی موت دے اور انہیں لوگوں کی نظروں میں حقیر کر دے۔

حضرت سَیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرا گمان ہے کہ **اللہ** پاک نے جولاہوں کے خلاف حضرت بی بی مریم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا کی دعا قبول فرمائی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے بیع کے معاملے میں باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالی **اللہ** پاک قیامت کے دن اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان جُدائی ڈال دے گا۔[1]

حضرت سَیِّدُنا موسٰی بن عَبْدُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرے والد نے اپنے غلام کو چار ہزار دے کر اصفہان بھیجا، بڑھتے بڑھتے وہ مال کم و بیش 16 ہزار تک پہنچ گیا، پھر آپ کے والد صاحب کو اطلاع ملی کہ ان کا

---

[1]......مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی ایوب الانصاری، ۹/ ۱۳۲، حدیث: ۲۳۵۷۲، بتقدم و تاخر

غلام فوت ہو چکا ہے، آپ مالِ وراثت لینے اصفہان پہنچے تو پتا چلا کہ غلام سودی معاملہ کیا کرتا تھا، تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے صرف چار ہزار لئے باقی سب وہیں چھوڑ دیئے۔

سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ الرَّحْمَہ سے سوال جواب

سود کا لین دین کرنے والے کے ہاں کھانا

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مَروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا امام اَبُو عَبْدُ اللہ احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: کیا اس شخص کے ہاں کھانا کھانا درست ہے جو سود کا لین دین کرتا ہو؟ تو آپ نے فرمایا: درست نہیں۔[1] نیز حضرت سیِّدُنا ابو بکر مَروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو یہ فرماتے بھی سنا: جو شخص سود کا لین دین کرتا ہے اس کا سارا مال لے کر جن جن کا تھا ان کا پتا چل سکتا ہو تو انہیں واپس کیا جائے ورنہ سود کی جتنی زیادتی ہو اسے صدقہ کر دیا جائے۔[2]

متقیوں والا مقام پانے کا عمل

حضرت سیِّدُنا عطیہ سعدی رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بندہ اس وقت تک پرہیز گاروں کے درجے کو نہیں پا سکتا جب تک کہ حرج والی چیزوں سے بچنے کے لئے ان چیزوں کو بھی چھوڑ دے جس میں کوئی حرج نہ ہو۔

حضرت سیِّدُنا ابو دردا رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: تقویٰ کا کمال یہ ہے کہ بندہ ذرہ بھر شے کے معاملے میں بھی پرہیز گاری اختیار کرے، یہاں تک کہ بعض حلال چیزیں بھی اس خوف سے چھوڑ دے کہ کہیں وہ حرام

---

[1] ......احناف کے نزدیک: سود کھانے والے نے ہدیہ دیا یا مہمان نوازی کی اور حالت یہ تھی کہ اس کا غالب مال حرام ہے تو ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ کھائے مگر یہ کہ وہ بتادے کہ اس مال کی اصل حلال ہے اور وہ اس کا وارث ہوا ہے یا اس نے قرض لیا ہے اور اگر اس کا زیادہ تر مال حلال ہو تو ہدیہ قبول کرنے یا اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ (ھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، ۵/۳۴۳) فتاوی رضویہ میں ہے: (سود خور کے ہاں) کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اسے دے بعینہ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو۔ (فتاوی رضویہ، 23/544)

[2] ......احناف کے نزدیک: سود خوار پر شرعاً فرض ہے کہ جتنا سود جس جس سے لیا ہے اسے واپس دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارثوں کو دے، وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتہ مالک اور اس کے ورثہ کا نہ چلے تو فرض ہے کہ اتنا مال تصدق کر دے۔

(فتاوی رضویہ، 23/541)

ہی نہ ہوں تو یہ چیز اس کے اور حرام کے درمیان پردہ ہو گی۔

حرام اور حلال پیسے والے کا کھانا

حضرت سیّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے حضرت سیّدُنا امام اَبُو عَبْدُ اللہ احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا: جس کے پاس تین درہم ہوں اور ان میں سے ایک حرام کا ہو لیکن پتا نہ ہو کہ حرام کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب تک حرام کا پتا نہ ہو اس کے ہاں سے کچھ نہ کھائے۔ پھر حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے دلیل کے طور پر یہ حدیث پاک بیان کی کہ حضرت سیّدُنا عدی بن حاتم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اپنا کتا شکار پر بھیجتا ہوں مگر واپسی پر اس کے ساتھ ایک اور کتا بھی ہوتا ہے (کیا میں ان کا کیا ہوا شکار کھا لوں؟) تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تب تک کچھ نہ کھاؤ جب تک تمہیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا قتل تمہارے کتّے نے ہی کیا ہے[1]۔[2]

سکوں کو پگھلانے یا توڑنے کا حکم

حضرت سیّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے حضرت سیّدُنا امام اَبُو عَبْدُ اللہ احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا جسے پگھلانے کے لئے صحیح درہم دیئے جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ درست نہیں، اس سے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم[3] اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے منع فرمایا ہے، میرے نزدیک دراہم اور سکّوں کو توڑنا مکروہ ہے۔ میں نے عرض کی: حضور! اگر مجھے دینار پگھلانے کے لئے دیئے جائیں تو میں کیا کروں؟ فرمایا: پہلے ان سے دراہم خرید و پھر ان درہموں سے سونا خرید کر پگھلاؤ۔

---

[1]......مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث عدی بن حاتم، ۶/۳۵۱، حدیث: ۱۸۲۸۶، ۱۸۲۸۷

الورع لامام احمد، باب فی الورع، ص ۵۸، حدیث: ۱۷۵

[2]......احناف کے نزدیک: یہ اسی صورت میں ہے کہ دوسرا کتا غیر مُعَلَّم (سکھایا ہوا نہ) ہو تو اسے شکار پر نہ چھوڑا گیا ہو یا دیدہ دانستہ بِسْمِ اللہ نہ پڑھی گئی ہو یا کسی مجوسی یا ہندو وغیرہ نے چھوڑا ہو جس کا ذبیحہ حرام ہے۔ اگر دوسرا کتا بھی مُعَلَّم (سکھایا ہوا) کسی مسلمان شکاری نے بِسْمِ اللہ پڑھ کر چھوڑا ہو پھر ان دونوں نے شکار کیا تو شکار حلال ہے۔ (مراۃ المناجیح، 5/639)

[3]......ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب النھی عن کسر الدراھم والدنانیر، ۳/۷۲، حدیث: ۲۲۶۳

میں نے عرض کی: حضور! اگر دراہم مالِ غنیمت کے ہوں اوران کا مالک انہیں ڈھلوانا چاہتا ہو تو؟ فرمایا: اگر تم اس کے برابر چاندی لو تو یہ ایک ہی طرح کی بات ہے۔

بلا عذر سکے توڑنا منع ہے

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا علقمہ بن عَبْدُ اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمانوں میں رائج شدہ سکّوں کو بغیر کسی عذر کے توڑنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: عذر ہو تو توڑ سکتے ہیں۔ عذر یہ ہے کہ دراہم کے بارے میں اختلاف کیا جائے، کوئی کہے: کھرے ہیں، کوئی کہے: کھوٹے اور خراب ہیں۔

مسجد میں اجرت پر کام کرنا

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام اَبُوعَبْدُ اللہ احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو مسجد میں بیٹھ کر اجرت پر کام کرتا ہے تو آپ نے فرمایا: درزی اور اس جیسے لوگ مجھے مسجد میں اجرت پر کام کرتے اچھے نہیں لگتے۔ مسجدیں صرف **اللہ** پاک کے ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں، ان میں خرید و فروخت مکروہ ہے۔[2]

ملاوٹ کے بارے میں سوال

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مَروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: حضور! چرخا کاتنے والا ایک شخص قبرستان آتا ہے وہاں بارش شروع ہو جانے کی وجہ سے وہ قبرستان میں بنے کسی گنبد وغیرہ میں بیٹھ کر

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب النھی عن کسر الدراھم والدنانیر، ۳/ ۶۷، حدیث: ۲۲۶۳

[2] ......احناف کے نزدیک: بیع و شرا (یعنی خرید و فروخت) وغیرہ ہر عقد مبادلہ (یعنی وہ عقد جس میں لین دین ہو) مسجد میں منع ہے، صرف معتکف کو اجازت ہے جب کہ تجارت کے لیے خرید تا بیچتا نہ ہو، بلکہ اپنی اور بال بچوں کی ضرورت سے ہو اور وہ شے مسجد میں نہ لائی گئی ہو۔ درزی کو اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر اُجرت پر کپڑے سیے، ہاں اگر بچوں کو روکنے اور مسجد کی حفاظت کے لیے بیٹھا تو حرج نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 3،1/ 648،649)

چرخا کاتتا ہے (اس کا ایسا کرنا کیسا؟) حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: قبرستان تو اخروی معاملات کے لئے ہے وہاں یہ کام مکروہ ہے۔ میں نے عرض کی: حضور! ایک شخص آٹا خرید کر ایک قفیز (25 یا تقریباً 38 کلو گرام کا ایک وزن) میں ڈیڑھ صاع (پانچ کلو 760 گرام) ملاوٹ کرتا ہے۔ فرمایا: یہ بہت بُرا (یعنی غبن فاحش) ہے، اتنا غبن لوگوں میں نہیں چلتا۔ میں نے عرض کی حضور! اگر ملاوٹ ایک کیلجہ (نصف صاع) یا اس سے کچھ کم ہو تو؟ فرمایا: اتنا غبن تو لوگوں میں چلتا ہے (یعنی اس میں حرج نہیں)۔

"رفو" کیا ہوا کپڑا بیچنا کیسا؟

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مَروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: حضور! جو رفوگر تاجروں کے تکیئے اور بستر والی چادریں رفو کرتے ہیں اور وہ تاجر اس رفو کا بتائے بغیر آگے فروخت کر دیتے ہیں ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: رفوگر ایسا کام کریں کہ جو واضح ہو، ایسا باریک کام نہ کریں جو خریدار پر واضح نہ ہو مگر جس پر اعتماد ہو (کہ تاجر خریدار کو بتا دے گا)۔ ماجد

میں نے عرض کی: حضور! ایک کپڑا ہے میں اسے پہنتا بھی ہوں کیا میں اسے نفع لے کر (بازار میں) بیچ سکتا ہوں؟ فرمایا: نہیں، اگر تم اس کا سودا کرو تو یہ بتا دو کہ میں نے اسے پہنا ہے ورنہ اسے لنڈا بازار میں بیچ دو۔

چاندی کا جگ یا ریشم بیچنے کے بارے میں سوال

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مَروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے بیچے جانے والے چاندی کے جگ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: جائز نہیں، ہاں اسے توڑ کر بیچنا درست ہے۔ اور فرمایا: ریشم بیچا نہ جائے۔

حضرت سیِّدُنا اُمَیَّہ بن خالد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا یونس بن عبید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے جب کوئی سامان لینا ہوتا تو مقام سوس میں اپنے وکیل کو یہ پیغام بھیجتے کہ جس سے سامان خریدو اسے بتا دو کہ اس چیز کی مانگ ہے۔

اخروٹ لٹانا کیسا؟

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مَروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام اَبُو عَبْدُ اللہ احمد بن

حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اخروٹ لٹانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا: اسے لٹانے کے بجائے بچوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس گیا، اس وقت آپ نے اپنے بیٹے کا ختنہ کروایا تھا اور بچوں میں تقسیم کرنے کے لئے اخروٹ خرید کر جمع کر رکھے تھے کیونکہ آپ لٹانے کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے: یہ تو لُوٹ کا مال ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا ابن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے مسائل بیان فرمارہے تھے، اسی دوران فرمایا: ان مسائل میں ایک پیچیدہ مسئلہ بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: ایک شخص کسی پرندے کو تیر مارے اور وہ کسی قوم کی زمین میں جا کر گرے تو شکار کس کا ہو گا؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمانے لگے: میں اس بارے میں نہیں جانتا۔ حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا کہ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو فرمانے لگے: یہ واقعی بہت پیچیدہ مسئلہ ہے میں بھی اس بارے میں نہیں جانتا۔

مشتبہ کام میں والدین کی اطاعت کا مسئلہ

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مَروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: حضور! حضرت سیِّدُنا عیسیٰ قَتّاح رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: کیا مشتبہ کام میں والدین کی اطاعت جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: یہ معاملہ بڑا شدید ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو بکر مَروزی رَحْمَۃُ

[1]......احناف کے نزدیک نکاح اور خوشی وغیرہ کے موقع پر کوئی چیز لٹانے میں حرج نہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے نکاح کے بعد چھوہارے لٹانے کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: حدیث شریف میں لُوٹنے کا حکم ہے اور لٹانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (احکام شریعت، ص232) حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک صحابی کے نکاح میں تشریف لے گئے وہاں بادام اور شکر کے تھال لائے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ لُوٹتے کیوں نہیں؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ نے ہمیں لُوٹ مار سے منع نہیں فرمایا؟ ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں لشکروں کی لوٹ مار سے منع کیا ہے شادی بیاہ کی نہیں۔ (شرح معانی الآثار ۲/ ۲۱۲، حدیث: ۴۲۶۱)

اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے پوچھا کہ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا محمد بن مقاتل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کی جو رائے ہے وہ بھی میرے سامنے ہے اور حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: کیا ہی اچھا ہو کہ والدین کی دلجوئی بھی کرے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: گناہ دلوں پر غالب آجاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں کسی شخص کو حضرت سیِّدُنا امام اَبُوعَبْدُ اللہ احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے پاس لے کر گیا، اس شخص نے آپ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے عرض کی: حضور! میرے بھائیوں کی کمائی شبہ والی ہے، کبھی ہماری والدہ کھانا بناتی ہیں اور وہ ہم سب بھائیوں کو جمع ہو کر کھانے کا کہتی ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: یہ سوال حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے مقام کا ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ سوال ان سے پوچھنے کا تھا۔ میں **اللہ** پاک سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم پر غضب نہ فرمائے، تم یہ سوال حضرت سیِّدُنا ابو الحسن عبد الوہاب رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے جا کر پوچھو۔ اس شخص نے عرض کی: حضور! جو آپ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے علم میں ہے وہ تو ارشاد فرمائیے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اپنی والدہ سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کرے اور والدہ اجازت بھی دے دے اور یہ شخص جانتا ہو کہ والدہ کی خواہش یہ ہے کہ وہ یہاں رہے تو اسے ماں کے پاس ہی رہنا چاہیے۔

علم کی خاطر سفر کے لئے والدہ سے اجازت لینا کیسا؟

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت سیِّدُنا امام اَبُوعَبْدُ اللہ احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے ایک شخص نے سوال کیا: حضور! کسی شخص کا حصولِ علم کی خاطر سفر کے لئے اپنی والدہ سے اجازت لینا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تو وہ جاہل ہے اور یہ بھی نہیں جانتا کہ پاک کیسے ہونا ہے اور نماز کیسے پڑھنی ہے تب تو اس کے لئے حصولِ علم کے لئے جانا زیادہ ضروری ہے اور اگر وہ یہ چیزیں جانتا ہے تو اس کا ماں کے پاس ٹھہرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ میں نے عرض کی: حضور! اگر وہ کوئی بُرائی دیکھے اور اس بُرائی کو کوئی اور روکنے والا نہ ہو تب کیا کرے؟ فرمایا: والدین سے اجازت لے اگر وہ اجازت دیں تو جائے۔

نیکی کا حکم دینے والے کے تین اوصاف

حضرت سیِّدُنا ابو ربیع صوفی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس بصرہ حاضر ہوا اور ان سے عرض کی: اے اَبُوعَبْدُ الله! میں سپاہیوں کی ہمراہی میں ہوتا ہوں، ہم (خلاف شرع حرکات میں ملوث) خواجہ سراؤں پر چھاپہ مارنے کے لئے دیواریں پھلانگ کر جاتے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: کیا ان کے دروازے نہیں ہیں؟ عرض کی: ان کے دروازے تو ہیں مگر ہم اس طرح اس لئے جاتے ہیں کہ کہیں وہ بھاگ نہ جائیں۔ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے سختی کے ساتھ اس سے منع کیا اور ہمارے اس کام کو سخت معیوب کہا۔ ایک شخص میرے متعلق کہنے لگا: اسے یہاں داخل کس نے ہونے دیا ہے؟ میں نے کہا: میں تو طبیب کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ وہ مجھے میرے مرض کی دوا دے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ پھر فرمانے لگے: ہم تو ہلاک ہو گئے کہ ہمیں طبیب کہا جا رہا ہے حالانکہ ہم تو خود مریض ہیں۔ پھر فرمایا: نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا کام صرف وہی کرے جس میں یہ تین اوصاف ہوں: (1) منع کرنے میں نرمی اختیار کرنے والا ہو۔ (2) نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں میانہ روی سے کام لے۔ (3) جس بات کا حکم دے رہا ہو یا جس سے منع کر رہا ہو اس کو خوب جانتا بھی ہو۔

ڈھول اور سِتار توڑنا کیسا؟

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر احمد بن محمد بن حجاج مَروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: میں بازار سے گزرتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ ڈھول بیچے جا رہے ہیں تو کیا میں انہیں توڑ سکتا ہوں؟ فرمایا: اے ابو بکر! اگر اتنی ہمت ہو تو ضرور۔ میں نے عرض کی: حضور! مجھے مردے نہلانے کے لئے بلایا جاتا ہے تو میں نہلانے کے دوران ڈھول کی آواز سنتا ہوں؟ فرمایا: اگر تمہیں توڑنے پر قدرت ہو تو توڑ دو ورنہ وہاں سے نکل جاؤ۔ پھر میں نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ستار توڑنے کے متعلق پوچھا تو فرمایا: ہاں اسے توڑا جائے گا۔ میں نے عرض کی: حضور! اگر انہیں ڈھانپ دیا گیا ہو تو؟ فرمایا: اگر وہ تم سے چھپا دیئے جائیں تو پھر نہ توڑو۔ میں نے عرض کی: حضور! اگر کسی لڑکے کے پاس چھوٹا سا کوئی ڈھول ہو تو؟ فرمایا: اسے توڑ دو اگر وہ تمہارے سامنے نمایاں ہو۔ میں نے عرض کی: حضور! ایک شخص کا نرگس کا باغ ہے اس کے

بیچنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: بیچ سکتا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ اس سے پارہ بنتا ہے۔ میں نے عرض کی حضور! اگر یہ نرگس کے درخت صرف نشہ کرنے والے ہی خریدتے ہوں تو؟ فرمایا: اس بارے میں پوچھ گچھ کر لی جائے اگر واقعی ایسا ہی ہو تو نہ بیچے جائیں۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے سوال کیا کہ میرے والد بہت سے لوگوں کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن کے معاملات اچھے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: جتنا ان لوگوں سے نفع ہوتا ہے وہ چھوڑ دیں۔ اس نے عرض کی: کچھ لوگوں کا میرے والد پر قرض ہے اور کچھ پر میرے والد کا قرض ہے۔ فرمایا: جنہیں قرض دیا ہے ان سے وصول کرو اور جن سے لیا ہے انہیں واپس کرو۔ میں نے عرض کی: حضور! کیا آپ اس کے لئے یہ جائز سمجھتے ہیں؟ فرمایا: تو کیا تم اسے قرض میں پھنسا ہوا چھوڑنا چاہتے ہو؟

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار کے بارے میں حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے سوال کیا کہ مجھے اس کی یہ بات بُری لگتی ہے کہ وہ مجھ سے سوال کرتا ہے میں اسے کپڑا خرید کر دوں یا سوت لا کر دوں۔ فرمایا: اس کی مدد نہ کرو اور نہ ہی اس کے لئے کچھ خریدو جب تک تمہاری والدہ تمہیں حکم نہ دیں، لہٰذا جب وہ تمہیں حکم دیں تو یہ کام کر لینا اس کی نسبت زیادہ آسان ہے کہ وہ تم سے ناراض ہوں۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے سوال کیا گیا: ایک شخص کا والد سود خور ہے اور وہ بیٹے کو لوگوں سے اپنے مال کا مطالبہ کرنے کے لئے بھیجتا ہے تو کیا بیٹا جا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہرگز نہ جائے، بلکہ اپنے والد سے یہ کہے کہ میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک آپ توبہ نہیں کر لیتے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایک حدیث بیان کرنے والے مرد کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ پاک ان پر رحم فرمائے! اگر ان میں ایک عادت نہ ہو تو بہت اچھے آدمی ہیں۔ پھر فرمایا: کوئی شخص تمام اعلیٰ خصلتوں کا حامل نہیں ہو سکتا۔ میں

نے ان سے عرض کی: کیا وہ صاحبِ سنت نہیں؟ فرمایا: ہاں کیوں نہیں! مجھے قسم ہے! میں نے ان سے حدیث پاک بھی لکھی ہے لیکن ایک مذموم عادت ہے۔ میں نے عرض کی: وہ کیا؟ فرمایا: وہ اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کس سے حدیث پاک لے رہے ہیں۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو فرماتے سنا: انہوں نے حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا ذکر کیا تو فرمایا کہ **اللہ** پاک ان پر رحم فرمائے! وہ عمدہ اخلاق والے تھے۔ پھر ان کی کسی پرہیز گاری کا تذکرہ کیا گیا تو فرمایا: ان باتوں کے بارے میں حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے ہی دریافت کیا جائے۔ یہ ان ہی کا مقام ہے، میرے لئے اس موضوع پر گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے۔

سچے عالم کی پہچان

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس ایک محتاج شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے عرض کی: کیا وہ علم حاصل کرنے کا زیادہ حاجت مند نہیں؟ آپ نے مجھے فرمایا: خاموش ہو جاؤ۔ اس کا اپنی محتاجی وکم لباسی پر صبر کرنا بھی گویا علم کا ہی ایک حصہ ہے، مجھے تو سوتے وقت بھی اس بندے کا خیال آتا ہے۔ نیز فرمایا: یہ لوگ ہم سے بہتر ہیں۔ میں نے عرض کی: حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللّٰہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: سچے عالم کی کیا پہچان ہے؟ تو آپ نے فرمایا: سچا عالم وہ ہے جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرتا ہو اور امورِ آخرت میں متوجہ رہے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ہاں! اسی طرح وہ شخص بھی یہی چاہتا ہے۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے ایک عورت کے بارے میں پوچھا کہ اس کے پاس ایک عورت آتی جاتی اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہے، ایک مرتبہ اس عورت نے اس مال میں کسی خرابی کا ذکر کر دیا، اب صورت حال یہ ہے کہ اس عورت کے پاس اس آنے والی عورت کا دیا ہوا کچھ مال موجود ہے اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور مال نہیں ہے، اگر وہ اس مال کو اپنی ملکیت سے نکال دے تو مانگنے کی نوبت آجائے گی، اس عورت کا کہنا ہے: مجھے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ جو حکم دیں گے میں اس کے مطابق عمل کروں گی۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ وہ اس مال کو صدقہ

کر دے اور اپنی حاجت کے لئے کسی سے مانگ لے۔

مسلمانوں کی خیر خواہی

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے سنا کہ آپ نے حضرت سیِّدُنا ابنِ عون رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ مسلمانوں سے گھروں کا کرایہ نہیں لیا کرتے تھے۔ میں نے عرض کی: اس کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا: اس لئے کرایہ نہیں لیتے تاکہ وہ نہ گھبرائیں اور نہ ہی پریشان ہوں۔

حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ آپ سے گندم کو آٹے کے عوض فروخت کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: یہ سود ہے۔

حکایت: سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا تقویٰ

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو ان کے بھائی کی جانب سے مقامِ ایلہ کی کھجوریں بھیجی گئیں۔ گھر والوں میں جو کھجوریں تقسیم ہوئیں ان میں سے ایک کھجور آپ کی والدہ محترمہ نے بچا کر رکھ لی، جب حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ گھر تشریف لائے تو آپ سے آپ کی والدہ نے فرمایا: تمہیں میرے حق کی قسم! اس کھجور کو کھاؤ۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کھجور کھالی اور پھر بالاخانے میں چلے گئے۔ آپ کی والدہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے اوپر آگئیں تو کیا دیکھا کہ وہ قے کر رہے تھے۔ ان کے بھائی کسی حکومتی عہدے پر تھے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے بھی اسی طرح کا ایک واقعہ منقول ہے۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے سنا کہ آپ نے حضرت سیِّدُنا وہیب بن ورد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: حضرت عَبْدُ اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا وہیب بن ورد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مصر سے برآمد (Export) کی گئی اشیاء کے بارے میں پوچھا۔ حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سمجھے کہ آپ مصر سے درآمد شدہ اشیاء میں رخصت عطا فرمائیں گے لیکن وہ یہ بات نہیں

جانتے تھے کہ حضرت سیِّدُنا وہیب بن ورد رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ اس معاملے میں ان پر سختی کریں گے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ مصر سے بر آمد شدہ اشیاء میں سے صرف کشمش تناول کیا کرتے تھے۔

دارُالخلافہ کا کھانا اور تقویٰ

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے پوچھا: کیا حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ بغداد کا کھانا تناول کیا کرتے تھے؟ میں نے عرض کی: نہیں! بلکہ وہ تو کھانے والے کو بھی منع فرمایا کرتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ اس کی طاقت رکھتے ہیں کیونکہ وہ اکیلے ہیں، ان کے اہل وعیال نہیں ہیں، جبکہ بال بچوں والا اکیلے شخص کی طرح نہیں ہوتا، اگر مجھے بغداد کا کھانا ملتا تو میں پرواکئے بغیر کھالیتا۔

شہر کے گردونواح کی زمین خریدنا کیسا؟

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کی رائے یہ ہے کہ سواد کی زمین (یعنی شہر کے اطراف کی زمین جو کسی کی ملکیت نہ ہو اس) سے صرف ضروری غذا حاصل کی جائے اور جو اضافی ہو وہ صدقہ کر دی جائے۔ پھر فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اس میں سے کچھ بیچوں۔ میں نے عرض کی: کسی شخص کا شہر کے اطراف کی زمین سے کچھ پینے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہم جس زمین میں موجود ہیں یہ (اگلوں کی) میراث ہے اور غلہ لینے والا مجبوری کی کیفیت سے دوچار ہو کر لیتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے عرض کی گئی: کیا کوئی شخص شہر کے اطراف میں جگہ یا گھر خرید سکتا ہے؟ تو آپ نے سائل سے جواباً فرمایا: اگر بقدرِ کفایت موجود ہو تو نہیں خرید سکتا۔ پھر فرمایا: میں شہر کے گردونواح میں گھر خریدنے کو ناپسند کرتا ہوں اور میں شہر کے اطراف میں کچھ بھی خریدنے پر راضی نہیں ہوں۔ نیز شہر کے گردونواح سے اشیائے خورد ونوش بھی بقدرِ کفایت ہی خریدی جائیں اور جو اشیائے خورد ونوش بچ جائیں، انہیں صدقہ کر دیا جائے۔ پھر فرمایا: میرا یہ موقف ہے کہ شہر کے گردونواح کی زمینیں مسلمانوں کے لئے وقف ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہ عَنْہ نے شہر کے گردونواح کو اسی طرح خالی چھوڑ دیا اور اسے لوگوں کے مابین تقسیم نہیں

کیا، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے بھی اسی طرح کیا مگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے کچھ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جن میں حضرت سیِّدُنا عبدُ اللّٰہ بن مسعود، حضرت سیِّدُنا سعد اور دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان شامل ہیں، ان کو ایسی زمین سے کچھ جاگیریں عطا فرمائی تھیں۔ جبکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَهُ الْکَرِیْم نے اسے یونہی برقرار رکھا اور اسے لوگوں کے مابین تقسیم نہیں فرمایا۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا عبدُ اللّٰہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے قول کی طرف جانے والا آزمائش میں مبتلا ہو جائے، ان کا خیال یہ ہے کہ شہر کے گرد و نواح کی زمین جنگ میں حاضر ہونے والے افراد میں تقسیم کی جائے گی۔ حضرت سیِّدُنا محمد بن ادریس شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے بغداد کے کسی گھر کے بارے میں فرمایا: بغداد کا حاکم اسے فروخت کر سکتا ہے جب تک کوئی تلوار کے ذریعے فتح کرنے والا اسے حاصل نہ کر لے۔ میں نے ان سے پوچھا: آپ نے یہ فیصلہ کہاں سے کیا؟ یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: صاحبِ معاملہ مدینہ شریف جا کر وہاں کے لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھ لے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اہلِ مدینہ حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے مذہب کے پیروکار ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ جس جگہ کو تلوار کے زور پر فتح کیا گیا ہو تو اس جنگ میں موجود افراد میں یہ زمین تقسیم کر دی جائے گی۔ میں نے عرض کی: اہلِ مدینہ کے موقف کی مخالفت کرنے والے کون حضرات تھے؟ فرمایا: امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کیونکہ ان دونوں شخصیات نے شہر کے نواحی علاقوں کی سرزمین مسلمانوں پر وقف فرما دی تھی۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے عرض کی کہ جس شخص کو وراثت میں ایسا گھر ملا ہے جو حاکم کی طرف سے ملی ہوئی زمین پر واقع ہے یا وہ گھر شہر سے ملحقہ زمین پر ہے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا فرمان ہے کہ یہ جاگیر جنگ قادسیہ میں حاضر ہونے والے کو لوٹا دے۔ میں نے عرض کی: کیا آپ بھی اسی کے قائل ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں بالکل۔ حضرت سیِّدُنا ابن ادریس رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے کیا خوب فرمایا ہے، لیکن اس وقت جیسی زمینیں ہمارے پاس ہیں وہ تو محض چند جاگیریں ہیں اور اگر کوئی شخص اپنی ملکیت میں موجود زمین کو بیچنا

چاہے تو ہم اسے اس زمین کو وقف کرنے کا حکم دیں گے کیونکہ یہ مالِ فَے ہے۔[1] میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے کوفہ اور بصرہ کے متعلق پوچھا: کیا یہ دونوں شہر فتح نہیں کئے گئے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! لوگ یہاں آئے اور اسے آباد کر کے رہنے لگے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں ایک شخص کو حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے پاس لے کر آیا تو اس نے عرض کی: میرے والد کی طرف سے مجھے شہر کے نواحی علاقے میں دو زمینیں بطورِ وراثت ملی ہیں۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: اپنے رشتہ داروں کے لئے وقف کر دو اور اگر رشتہ دار موجود نہ ہوں تو اپنے پڑوسیوں پر وقف کر دو۔

خریدنے اور بیچنے کے احکام میں فرق

اسی طرح حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: ایک شخص کو حکومتی عطیہ کی گئی زمین پر وراثت میں کوئی گھر ملا، وہ اس کا کیا کرے؟ فرمایا: اسے وقف کر دے۔ پھر فرمایا: شہر کے نواحی علاقوں کی زمین مسلمانوں کے لئے مالِ فَے ہے۔ جبکہ اس کی خریداری کرنے میں رخصت عطا فرمائی۔ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے عرض کی: ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ایسی زمین کو خرید تو سکتا ہوں مگر بیچ نہیں سکتا؟ آپ نے فرمایا: میرے نزدیک خریداری کرنا اور بیچنا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ انہوں نے اس بات سے دلیل پکڑی ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے قرآنِ مجید خریدنے کے بارے میں رخصت عطا فرمائی جبکہ اسے بیچنا مکروہ قرار دیا ہے۔ ان صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس اور حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم جیسے جلیلُ القدر صحابۂ کرام ہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: آپ کس جگہ رہائش اختیار کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں؟ حکام کی جانب سے تحفۃً ملی ہوئی جاگیر میں یا شہر سے ملحقہ علاقے میں؟ فرمایا: شہر سے ملحقہ علاقے میں رہائش اختیار کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ میں نے عرض کی: بلاشبہ بادشاہ سے تحفے میں ملی جاگیر کا معاملہ تمام

---

[1]......مالِ فَے: وہ مال جو مسلمانوں کو کافروں سے لڑائی کے بغیر حاصل ہو جائے چاہے انہیں جلاوطن کر کے حاصل ہو یا صلح کے ساتھ، مالِ فَے کہلاتا ہے۔ (التعریفات، ص120)

بازاری معاملات سے آسان ہے۔ فرمایا: اس جاگیر کا معاملہ تو معلوم ہی ہے، تم جانتے ہو یہ کس کی ملکیت تھی۔ میں نے عرض کی: آپ اسی وجہ سے اس جاگیر کے معاملے کو ناپسند جانتے ہیں؟ فرمایا: میرے دل میں اس کی کچھ کراہت موجود ہے۔ حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: گناہ دلوں پر قبضہ جمالیتا ہے۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے میدان کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: میرے نزدیک میدان بادشاہ کی جانب سے تحفے کے طور پر ملی زمین کی طرح نہیں ہے۔ گویا کہ آپ کے نزدیک میدان دریائے دِجلہ کے احاطہ کی طرح ہے۔

گھر بیچنے کا حیلہ

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: ایک شخص اسلامی سرحد کی جانب جانا چاہ رہا ہے وہاں اس کی ملکیت میں ایک گھر ہے جسے وہ بیچنا چاہتا ہے تو وہ کیا کرے۔ آپ نے فرمایا: نہ بیچے۔ میں نے عرض کی: اگر وہ کہے کہ میں عمارت کا ملبہ بیچتا ہوں۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے اور فرمایا: اگر خریدار راضی ہو تو ایسا کر سکتا ہے، یہ تو گویا وہ بیچنے کا حیلہ کر رہا ہے۔ پھر فرمایا: حضرت سیِّدُنا محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ شہر کے نواحی علاقے میں کسی زمین کے وارث ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی: یہ تو رخصت ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ بات حضرت سیِّدُنا محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے بارے میں مشہور ہے۔

فقر پر خوشی

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو فرماتے ہوئے سنا: جب میرے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی تو میں خوش ہوتا ہوں۔ اور فرمایا: میں فقر کے برابر کسی شے کو نہیں سمجھتا۔ نیز فرماتے ہیں: یہ غلہ ہماری غذا نہیں ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ ایک شخص نے کہا ہے: اگر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس غلہ کو چھوڑ دیں اور ان کا دوست ان کے لئے تجارت کرے تو یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ایسا کھانا بُرا ہے۔ یا فرمایا: ایسا کھانا گھٹیا ہے۔ جسے اس کی لت لگ جائے وہ اس سے صبر نہیں کر سکتا۔ پھر فرمایا: مجھے اس سے غلہ کھانا زیادہ پسند ہے۔

سیّدنا بشر حافی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا تقویٰ

ہمیں حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن نوح سَرَّاج رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے بارے میں بتایا گیا، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: اے سَرَّاج! کیا تم بادشاہ کی جانب سے بطورِ تحفہ ملی ہوئی زمین سے دور ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: مولا کریم! تمہیں اس میں جانے سے بے نیاز کر دے۔ مجھے حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے کسی شاگرد نے بتایا کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: مجھے ایک بوٹی کے بارے میں بتایا گیا جس کے ذریعے میں اپنا علاج کر سکتا ہوں۔ بتایا جاتا ہے کہ وہ فلاں باغ کے علاوہ کہیں نہیں پائی جاتی اور وہ باغ بادشاہ کی جانب سے تحفۃً ملی ہوئی زمین میں واقع ہے۔ فرمایا: اگر میری شفا اسی میں ہو تب بھی مجھے اس سے علاج کرنا گوارا نہیں۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن حاتم رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے حضرت سیِّدُنا اسحاق بن بشر رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کو فرماتے سنا کہ ایک مرتبہ میں حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے ہمراہ تھا، ہم بابِ حرب سے نکلے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو یعقوب! میں نے اس بستی اور جس نے اس بستی میں جانے کو ناپسند جانا اس کے بارے میں غور و خوض کیا ہے۔ یہ بات جان لو کہ کھالوں کی دباغت کرنے والا جب دباغت والی جگہ میں ہوتا ہے تو اسے دباغت کی بو محسوس نہیں ہوتی، لیکن اگر کوئی باہر سے آئے تو وہ ان کھالوں کی دباغت کی بو محسوس کرتا ہے۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کو فرماتے سنا کہ میرا بغداد میں قیام کرنا بھی میرے گناہوں کے سبب ہے۔

حضرت سیِّدُنا شعیب بن حرب رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: کتنے افراد ہیں جن کے لئے بغداد میں رہنے میں بھلائی ہے؟

حضرت سیِّدُنا عبد الوہاب رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں: کچھ لوگ بغداد سے شہر مدائن میں حضرت سیِّدُنا شعیب بن حرب رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ سے بغداد جانے کے بارے میں گفتگو کی۔ آپ نے انہیں مشورہ دیا کہ بغداد واپس نہ لوٹیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر بار چھوڑ دیئے اور کچھ لوگوں نے تو مدائن میں ہی مستقل رہائش اختیار کر لی تاکہ وہاں کا پانی استعمال کریں۔ حضرت سیِّدُنا شعیب بن حرب

رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ان میں سے کسی کو وہاں پانی لیتے دیکھا تو فرمایا: اگر تمہیں حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ دیکھ لیتے تو بہت خوش ہوتے۔

حلال کے معاملے میں بزرگوں کے اعمال

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: ہمارے پاس طرطوس سے ایک خط آیا۔ اس میں ایک قوم کا ذکر تھا جو نشیبی علاقے میں آئے تھے۔ ان کے لئے چکی میں آٹا پیسا گیا، آٹا پیسنے کے بعد انہیں پتا چلا کہ چکی میں کچھ غصب شدہ مال تھا جسے انہوں نے بُرا جانا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے اپنا حصہ صدقہ کر دیا اور بعض نے ایسا نہ کیا اور کہنے لگے کہ ہم اس معاملے میں کوئی رائے قائم نہیں کرتے، نہ تو ہم اس کے کھانے پر راضی ہیں اور نہ ہی اس کے صدقہ کرنے پر۔ اس بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟ تو حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا مذہب یہ تھا کہ جب کوئی ناپسندیدہ چیز کسی میں ہو تو اسے صدقہ کر دیا جائے گا۔

ایک شخص نے لکڑیاں خریدیں، کچھ جانور کرائے پر لئے اور یہ لکڑیاں ان پر لاد دیں۔ پھر اسے پتا چلے کہ یہ لکڑیاں کسی نامناسب جگہ سے لی گئی ہیں تو وہ ان لکڑیوں کا کیا کرے؟ کیا وہ لکڑیاں واپس اس جگہ رکھ دے۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: میں نہیں جانتا۔

آگ کے معاملے میں تقویٰ

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: اس شخص کے چراغ کے تیل کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے جو کسی نامناسب جگہ سے حاصل کیا گیا ہو، کیا میں اس چراغ کی روشنی حاصل کر سکتا ہوں؟ فرمایا: نہیں۔ پھر حضرت سیِّدُنا عثمان بن زائدہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے ایک غلام نے ایسی قوم سے آگ لی جسے وہ مکروہ جانتے تھے تو انہوں نے وہ آگ بجھا دی۔ پھر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: یہ تو صرف آگ ہے، چراغ کا معاملہ تو زیادہ سخت ہے۔ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: ایک تنور کو مکروہ لکڑی سے گرم کیا گیا، اس کے

بعد اس تندور میں روٹیاں پکائی گئیں۔ پھر میں آیا اور اس میں دوسری لکڑیاں ڈالیں۔ آپ نے اس سے کراہت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: وہ روٹیاں نہ کھائے۔ کیا تندور کو ان ہی لکڑیوں سے گرم نہیں کیا گیا؟

نامحرم اور پردے کے متعلق سوال جواب

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: کیا خصی نوکر اپنی مالکن کے بالوں کی جانب نظر کر سکتا ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کی: ایک عورت کا ہاتھ ٹوٹ جائے اور ہڈی جوڑنے والا اپنا ہاتھ اس عورت کے ہاتھ پر رکھے تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: یہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے عرض کی: ہڈی جوڑنے والا کہے کہ عورت کا سینہ کھولنا اور میرا اس کے سینے پر ہاتھ رکھنا ضروری ہے۔ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا طلحہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: اسے اجازت دے دی جائے۔ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: آنکھ کا علاج کرنے والا عورت سے تنہائی اختیار کرتا ہے اور اس کے پاس سے بقیہ عورتیں بھی چلی جاتی ہیں تو کیا یہ تنہائی ممنوع ہے؟ فرمایا: کیا وہ بازار میں سرِ راہ نہیں ہے۔ عرض کی گئی: جی ہاں۔ فرمایا: تنہائی تو گھروں میں ہوتی ہے۔[1]

---

[1] ......**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ یوکے (U.k) میں عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ خاتون اکیلی ڈاکٹر کے پاس جاتی ہے اور کئی مرتبہ ڈاکٹر اور عورت کے درمیان خَلْوَت (تنہائی) والی صورت پائی جاتی ہے تو اس طرح کی صورتِ حال میں کوئی عورت کسی مرد پیشہ وَر ڈاکٹر کے پاس جا سکتی ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں جوان عورت کا کسی اجنبی (غیر مَحرم) ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں خَلْوَت (تنہائی) اختیار کرنا شرعی طور پر ناجائز و حرام ہے۔ چونکہ اجنبی مرد و عورت کا تنہائی میں جمع ہونا فتنے کا باعث ہے اس لئے شریعت نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

مُجِیب: محمد ساجد العطاری المدنی

مُصَدِّق: محمد ہاشم خان العطاری المدنی

(ماہنامہ فیضان مدینہ، نومبر 2017ء، ص 47)

حالتِ اِضطرار میں غیر کا مال کھائیں یا مردار؟

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: جب بندہ مردار کھانے پر مجبور ہو جائے اور لوگوں کا کھانا موجود ہو تو وہ لوگوں کا کھانا مالک کی اجازت کے بغیر کھالے یا پھر مردار کھائے؟ آپ نے فرمایا: مردار کھالے کیونکہ یہ اس کے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔[1]

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا جو کسی باغ یا کھجور کے درخت کے پاس سے گزرے تو اس میں سے کچھ کھالے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس معاملے میں نرمی کی ہے۔ میں نے عرض کی: اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مردار کھانے پر مجبور ہو جائے اور لوگوں کا کھانا موجود ہو تو وہ لوگوں کا کھانا مالک کی اجازت کے بغیر کھالے یا پھر مردار کھائے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: مردار کھالے لیکن ساتھ لے کر نہ جائے۔ میں نے عرض کی: ایک شخص باغ میں سے گزر رہا ہے تو کیا کرے؟ فرمایا: اگر باغ کی دیوار موجود ہو تو اس میں داخل نہ ہو اور اگر دیوار نہ ہو تو اس میں سے کھالے لیکن ساتھ لے کر نہ جائے۔[2]

مکہ مکرمہ کے گھروں کا کرایہ

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ

---

[1]...... کوئی جاں بلب فاقہ زدہ ہے (یعنی بھوک کی وجہ سے اس کی جان پر بنی ہوئی ہے) اس کے پاس کھانے کے لیے مردار ہے اور کسی دوسرے کا کھانا ہے تو اسے مالِ غیر حلال نہیں بقدرِ ضرورت مردار کھائے گا یہ اَھْوَن (زیادہ آسان) ہے۔ بعض فقہاء کا قول ہے کہ مردار نہیں کھائے گا مالِ غیر کھائے گا ابن سماعہ وطحاوی اور امام کرخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم کا یہی قول ہے۔ ابن سماعہ فرماتے ہیں: مالِ غیر کو غصب کرنا مردار کھانے سے اَھْوَن (زیادہ آسان) ہے۔ (بہار شریعت، حصہ19، 3/1082)

[2]...... احناف کے نزدیک: درختوں سے پھل توڑ کر کھانے کی اجازت نہیں مگر جب کہ پھلوں کی کثرت ہو اور معلوم ہو کہ توڑ کر کھانے میں مالک کو ناگواری نہیں ہوگی تو توڑ کر بھی کھا سکتا ہے۔ مگر کسی صورت میں یہ اجازت نہیں کہ وہاں سے پھل اُٹھا لائے۔ (ہندیہ، ۵/ ۳۴۹ ملخصاً) ان سب صورتوں میں عُرف وعادت کا لحاظ ہے اور اگر عُرف وعادت نہ ہو یا معلوم ہو کہ مالک کو ناگواری ہوگی تو گرے ہوئے پھل بھی کھانا جائز نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ16، 3/380)

اللہ عَلَیْہ سے مکہ کے گھروں کی اجرت لینے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ میں نے عرض کی: ایک شخص کا مکہ میں گھر کرائے پر لینا اور کرایہ ادا کئے بغیر واپس چلا جانا کیسا ہے؟ فرمایا: اس کا کرایہ ادا نہ کرنا بُرا عمل ہے۔ پھر فرمایا: یہ حجام کی طرح ہے اسے اجرت دینا لازمی ہوتی ہے۔

مکہ کے گھروں کی خرید وفروخت

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: مکہ کے گھروں کی خرید وفروخت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: نہیں بیچ سکتے۔[1] البتہ بڑے گھر جو فُلاں فُلاں کے بلند و بالا گھر کی طرح ہیں۔ ان کے دروازے کھول دیئے جائیں تاکہ حاجی آزادانہ اپنے خیمے ان گھروں میں لگائیں اور یہاں قیام کریں، کوئی انہیں روک ٹوک کرنے والا نہ ہو۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے بھی تو قید خانہ خریدا تھا۔ فرمایا: اب جو معاملہ ہے یہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی خریداری جیسا نہیں ہے، بلکہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے تو قید خانہ مسلمانوں کے لئے خریدا تھا جس میں چوروں اور دیگر مجرموں کو قید کیا گیا تھا۔

سبیل کے پانی کے متعلق سوال جواب

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ان سبیلوں کے بارے میں پوچھا گیا جن میں بُرے کام کرنے والے لوگ کام کرتے ہوں تو ان سے وضو کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: ان سے وضو نہیں کر سکتے لیکن اگر جمعہ کی نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ان سے وضو کر سکتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ان سبیلوں کے بارے میں پوچھا گیا جو راستے میں کھلی ہوتی ہیں، ان سے پانی پینے سے متعلق آپ کا کیا موقف ہے؟ فرمایا: حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے

---

[1] ....حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ مکہ مکرمہ کی زمینوں کو بیچنے اور ان کا کرایہ حاصل کرنے کو منع فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مکہ مکرمہ حرم ہے، اس کی زمینیں فروخت نہ کی جائیں۔" اور حدیث شریف میں ہے: "جس نے مکہ کی زمین کا کرایہ لیا اس نے گویا سود کھایا۔" (الھدایۃ، کتاب الکراھیۃ، ۲/ ۳۷۹)

یہی سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سعد رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی سبیل [1] سے پانی پیا تھا (یعنی راستے کی سبیل سے پانی پی سکتے ہیں)۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: حضرت سیِّدُنا فضیل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا غلام دو درہم لایا اور بُرا کام کرنے والے شخص کا ذکر کرتے ہوئے بولا: میں نے فلاں کے گھر میں کام کیا ہے۔ حضرت سیِّدُنا فضیل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے درہم پتھروں کے درمیان پھینک دیئے پھر فرمایا: **اللہ** پاک کا قرب صرف پاک روزی کما کر ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو یہ بات بہت پسند آئی اور فرمایا: **اللہ** پاک کی ان پر رحمت ہو۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا اس بارے میں موقف یہ تھا کہ ایسے پیسوں کو صدقہ کر دیا جائے، یہی احتیاط کے زیادہ قریب ہے اور فرمایا: مجھے ان پیسوں کا صدقہ کرنا محبوب ہے، کیونکہ جب انہیں صدقہ کیا جائے گا تو پھر کون سی چیز ہے جو باقی رہ جائے گی۔

ان چیزوں کا بیان جنہیں دیکھ کر امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے مطابق وہاں سے چلے جانا چاہیے

چاندی کے برتنوں کے معاملے میں ردِّ عمل

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام اَبُوعَبْدُاللہ احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: کسی شخص کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو وہ کس چیز کی وجہ سے وہاں سے نکل سکتا ہے؟ فرمایا: حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہ حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کی دعوت سے (بغیر کھائے) لوٹ آئے تھے کیونکہ انہوں نے گھر کو پردوں سے ڈھانپا ہوا دیکھ لیا تھا اور حضرت سیِّدُنا حذیفہ

[1]......یہ ایک کنواں تھا جس کا پانی حضرت سیِّدُنا سعد رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لئے وقف فرما دیا تھا۔ (ابو داود، ٢/١٨٠، حدیث: ١٦٨١)

رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو کھانے کی دعوت دی گئی، آپ نے وہاں عجمی تہذیب والی کوئی چیز دیکھی تو وہاں سے نکل گئے۔ میں نے پوچھا: اگر گھر پردوں سے ڈھکا ہوا نہ ہو لیکن مہمان چاندی کی کوئی چیز دیکھے تو کیا وہاں سے چلا جائے؟ فرمایا: اگر وہ استعمالی چیز ہے تو میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ چلا جائے۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ (حکومت وقت کی طرف سے آنے والی) آزمائش سے پہلے ہمارے ایک ساتھی نے ہمارے لئے دعوت کا اہتمام کیا، ہم دونوں محدث عفّان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ اس ساتھی کی دعوت میں چاندی کی کوئی چیز تھی۔ چنانچہ میں وہاں سے نکل گیا، میری دیکھا دیکھی بہت سے لوگ بھی وہاں سے نکل گئے، صاحبِ خانہ پر یہ معاملہ بڑا گراں گزرا۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: ایک شخص کو دعوت دی جائے پھر وہ ایسی سرمہ دانی دیکھے جس کے ڈھکن پر چاندی چڑھی ہو تو کیا اسے وہاں کھانا مناسب ہو گا؟ فرمایا: یہ تو استعمالی چیز ہے لہٰذا وہاں سے چلا جائے البتہ دستہ یا اسی طرح کی چیزوں میں رخصت دینے میں آسانی ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے باریک کپڑے کے بارے میں پوچھا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اسے ناپسند فرمایا۔ میں نے پوچھا: پھر چھوٹا خیمہ یا حجرۂ عروسی کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟ تو آپ نے اس میں کوئی حرج نہ جانا۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: ایک شخص کچھ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے پھر وہ ان کے پاس (ہاتھ دھلانے کے لئے) چاندی کا طشت یا لوٹا لے کر آئے اور کوئی اسے توڑ دے تو؟ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اسے توڑنے کو پسند فرمایا۔

ریشمی کپڑے کے معاملے میں بزرگوں کی تعلیم

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جسے کھانے کی دعوت دی گئی اور اس نے وہاں ریشم بچھا دیکھا، اب کیا وہ اس پر بیٹھ جائے یا کسی اور کمرے میں جا کر بیٹھے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: وہاں سے نکل جائے کیونکہ حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری اور حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا بھی ایسی دعوت سے لوٹ گئے تھے۔ اسی

طرح حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے بارے میں بھی دعوت سے لوٹ جانا منقول ہے۔ میں نے پوچھا: کیا ایسا کرنے (یعنی ریشم بچھانے) والوں کو کوئی حکم دیا جائے گا؟ فرمایا: جی ہاں! انہیں بتایا جائے گا کہ یہ جائز نہیں ہے۔

باریک پردے پر ناگواری کا اظہار

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: کسی شخص کے کمرے میں ریشمی کپڑا بچھا ہو وہ اپنے بیٹے کو کسی کام سے بُلائے تو بیٹے کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: اس کے پاس نہ جائے اور نہ ہی اس کے پاس بیٹھے۔ میں نے پوچھا: کسی کو دعوت دی جائے اور وہ وہاں باریک پردہ دیکھے تو؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: یہ پردہ دکھاوا ہے نہ گرمی سے بچا سکتا ہے اور نہ ہی سردی سے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: کسی کو دعوت پر بُلایا جائے اور وہ وہاں تصاویر والے پردے دیکھے تو؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اس کی طرف نہ دیکھے۔ میں نے کہا: میں دیکھ چکا ہوں تب؟ فرمایا: اگر تم سے ہو سکے تو پکڑ کر اتار دو۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی کہ میں کس کی دعوت قبول کروں؟ فرمایا: تم ایسے شخص کے پاس نہ جاؤ جو تمہارے دل کو بگاڑ دے اور وہ مالداروں کے ہاں جانے کو ناپسند کرتے تھے۔

پردے پر آیات کا مسئلہ

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایسے پردے کے بارے میں پوچھا: جس پر قرآنی آیات لکھی ہوں۔ آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: لٹکائی جانے والی کسی بھی شے پر قرآن نہ لکھا جائے، نہ ہی پردے پر اور نہ ہی اس طرح کی کسی اور چیز پر۔ میں نے پوچھا: کوئی کرائے پر گھر لے، اس گھر میں تصاویر ہوں تو کیا اسے مٹا دینا چاہیے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں۔ میں نے پوچھا: میں حمام جاؤں اور وہاں تصویر دیکھوں تو کیا میں اس تصویر کے سَر کو مٹا دوں؟ فرمایا: جی ہاں۔

اشیاء میں پرہیزگاری کا بیان

حضرت سیِّدُنا احمد بن حجاج رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: کسی وصی (یعنی بچوں کی دیکھ بھال کے ذمہ دار جانشین) سے بچی گڑیا مانگے تو اس کے لئے گڑیا خریدنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: اگر گڑیا صورت والی ہو تو نہیں خرید سکتا۔[1] اور اس کے بارے میں مزید کچھ کہا۔ میں نے عرض کی: جب تصویر میں ہاتھ یا پاؤں موجود ہو تو کیا وہ تصویر نہیں ہوتی؟ فرمایا: حضرت سیِّدُنا عکرمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا فرمان ہے کہ ہر وہ چیز جس کا چہرہ موجود ہو وہ تصویر ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: گڑیا بنانے والے کبھی اس کا سینہ، آنکھ، کان اور دانت بھی بناتے ہیں۔ میں نے عرض کی: کیا آپ کے نزدیک اس کی خریداری سے بچنا اچھا ہے؟ فرمایا: ہاں۔

ہاتھ چومنے کے متعلق سوال جواب

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ہاتھ چومنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ ہاتھ چومنا دینداری کی وجہ سے ہو، کہ حضرت سیِّدُنا ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر فرمایا: ہاتھ چومنے میں کوئی دنیاوی غرض ہو تو جائز نہیں، البتہ اگر کوئی شخص تلوار یا کوڑے کے ڈر سے کسی کا ہاتھ چومے تو جائز ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بتایا کہ (ایک حکومتی شخص) سعید حاجب نے مجھ سے کہا: کیا آپ ولی عہد کا ہاتھ نہیں چومیں گے؟ میں نے اپنے ہاتھوں سے ایسا (یعنی بوسہ لینے جیسا انداز اختیار) کیا لیکن اس کے ہاتھوں کو بوسہ نہیں دیا۔

حضرت سیِّدُنا علی بن ثابت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو فرماتے ہوئے سنا: عادل حکمران کا ہاتھ چومنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن دنیاوی غرض سے دست بوسی کرنے کو میں ناپسند کرتا ہوں۔

---

[1]......احناف کے نزدیک: بچیوں کا گڑیا بنانا ان سے کھیلنا درست ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، 6/194)

ڈاکو یا چوروں سے لڑائی کا مسئلہ

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: ایک آدمی کا سرحد کی طرف جانے کا ارادہ ہے، اس نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ سے یہ پوچھوں: کسی خوفناک راہ پر چوروں کا سامنا ہو جائے تو ان سے لڑنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہیں؟ فرمایا: اگر وہ اس کا مال چھیننے کی کوشش کریں تو ان سے لڑ سکتا ہے کیونکہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔"[1] میں نے عرض کی: اگر ڈاکو ساتھیوں کو لوٹنے کی کوشش کریں تو ان سے لڑنے کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟ فرمایا: جب تک ڈاکو خاص اس سے مطالبہ نہ کریں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی رائے کے مطابق ساتھیوں کو لوٹنے پر ڈاکوؤں کے ساتھ تلوار سے نہ لڑا جائے۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے قیدی کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا قیدی (کافروں کی قید سے) فرار ہو سکتا ہے؟ فرمایا: اگر فرار ہونے کی طاقت ہو تو فرار ہو سکتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو کسی کے پاس جا کر مانگے تو کیا جس سے مانگا جائے وہ اس کی خاطر لوگوں سے مانگ سکتا ہے؟ فرمایا: وہ (صراحتاً) نہ مانگے البتہ تعریض کرے جیسا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کیا جب آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جنہوں نے دھاری دار چاک کی ہوئی اونی چادریں پہنی ہوئی تھیں تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر آدمی کچھ صدقہ دے۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو فرماتے سنا کہ حضرت سیِّدُنا عبد الوہاب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی کمائی دوسروں سے زیادہ اچھی ہے۔ آپ کی مراد کتابت کی کمائی تھی۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو فرماتے سنا کہ حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن یحییٰ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے میرے لئے اپنے ایک جُبّہ کی وصیت فرمائی تھی، ان کے صاحبزادے میرے پاس وہ جبہ لے کر آئے

---

[1] ......بخاری، کتاب المظالم، باب من قاتل دون ماله، ۲/ ۱۳۸، حدیث: ۲۴۸۰

تو میں نے کہا: وہ نیک آدمی تھے، اس جبہ میں انہوں نے مولا کریم کی فرمانبر داری کی لہٰذا میں اس سے برکت حاصل کروں گا۔

40سال نفس کا محاسبہ

ایک عالم صاحب کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن یحییٰ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی زوجہ محترمہ نے آپ کو دوائی پلاتے ہوئے کہا: کاش! آپ کھڑے ہو کر گھر میں چل پھر لیں (تاکہ دوائی اثر کرے)۔ آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ یہ چلنا پھرنا کس قسم کا شمار ہو گا کیونکہ میں 40 سال سے ہر کام میں اپنے نفس کا محاسبہ رکھتا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا موسیٰ بن عبدُ الرحمٰن بن مہدی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے چچا کا انتقال ہوا تو میرے والد پر غشی طاری ہو گئی، جب افاقہ ہوا تو فرمایا: دری اور اس جیسی دیگر چیزیں بھی وُرثا کے سامان میں رکھ دو۔

مالِ میراث کے بارے میں احتیاط

حضرت سیِّدُنا ابنِ ابو خالد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا ابو العباس خطاب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ہمراہ تھا، آپ ایک شخص کے پاس اس کی بیوی کی فوتگی پر تعزیت کے لئے گئے، گھر میں دری بچھی ہوئی تھی۔ حضرت سیِّدُنا ابو العباس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ گھر کے دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اس شخص سے فرمایا: اے بھائی! کیا تمہارے علاوہ کوئی اور بھی وراثت کا حقدار ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: تم اس چیز پر بیٹھے ہو جو تمہاری ملکیت میں نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ شخص فوراً دری سے اٹھ کر الگ ہو گیا۔

حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ساتھی حضرت سیِّدُنا ابنِ ضحاک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جب ان کے بہنوئی کا انتقال ہوا تو وہ اپنی ہمشیرہ کے پاس آتے، رات بھی ان کے پاس گزارتے اور بیٹھنے کے لئے اپنے ساتھ کوئی چیز لاتے اور ان کے خاوند کے چھوڑے ہوئے مال جو وارثوں کا سامان تھا اس پر بیٹھنا درست نہ سمجھتے تھے۔

مسجد کی اضافی چیزوں کا مسئلہ

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ

سے پوچھا کہ مسجد کی ضرورت سے زائد چٹائیوں یا لکڑیوں کا کیا کیا جائے؟ فرمایا: انہیں صدقہ کر دیا جائے۔ پھر میں نے اس چونے اور پکی اینٹوں کے بارے میں پوچھا جو مسجد کے کام سے بچ جائیں۔ تو فرمایا: انہیں بھی صدقہ کر دے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: میں ماہِ رمضان میں مسجد میں ہوتا ہوں، کسی نامناسب جگہ سے عود لائی جاتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: کیا عود سے صرف خوشبو مقصود نہیں ہوتی؟ اگر وہاں سے چھپکے سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن راشد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی بارگاہ میں بیتُ المال کی خوشبو لے کر حاضر ہوا تو آپ نے اپنی ناک بند کر لی اور فرمایا: اس کا نفع خوشبو ہی ہے۔

رعایا کے حقوق کے معاملے میں حساسیت

حضرت سیِّدُنا اسماعیل بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے پاس بحرین سے کستوری آئی، آپ نے فرمایا: اللہ پاک کی قسم! میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی بہترین وزن کرنے والی عورت مل جائے جو اس کا صحیح وزن کر دے اور میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دوں۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی زوجہ حضرت سیِّدہ عاتکہ بنتِ زید رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے عرض کی: میں اچھا وزن کر لیتی ہوں، آپ مجھے دیجئے میں وزن کر دیتی ہوں۔ آپ نے منع فرمادیا، زوجہ نے وجہ پوچھی تو فرمایا: مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جب تم اس کا وزن کرو گی تو یہ کستوری تمہارے ہاتھ پر بھی لگ جائے گی اور تم اسے اپنے سر اور گردن پر ملو گی تو اس طرح مجھے مسلمانوں کے حصے سے زیادہ مل جائے گا۔

سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا تقویٰ

ایک عطر فروش عورت کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ اپنی زوجہ کو مسلمانوں

---

[1]........ احناف کے نزدیک: مسجد کی چٹائی جانماز وغیرہ اگر بیکار ہوں اور اِس مسجد کے لیے کار آمد نہ ہوں تو جس نے دیا ہے وہ جو چاہے کرے اُسے اختیار ہے۔ مسجد بنائی اور کچھ سامان لکڑیاں اینٹیں وغیرہ بچ گئیں تو یہ چیزیں عمارت ہی میں صرف کی جائیں ان کو فروخت کر کے تیل چٹائی میں صرف نہیں کر سکتے۔ (بہار شریعت، حصہ 10، 2/561، 563 ملتقطاً)

کی خوشبو بیچنے کے لئے دیا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے مجھے خوشبو بیچی اور وزن کرتے وقت کم زیادہ کرنے کے لئے دانتوں سے کاٹا جس سے کچھ خوشبو اُن کی انگلی سے لگ گئی تو انہوں نے اسے دوپٹے سے مل لیا۔ اتنے میں امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ تشریف لائے تو فرمایا کہ "یہ خوشبو کیسی ہے؟" زوجہ نے ساری بات بتائی تو آپ نے فرمایا: "تم نے مسلمانوں کی خوشبو استعمال کی ہے۔" پھر ان سے دوپٹہ لیا اور پانی کا ایک گھڑا لے کر اس پر پانی بہانے لگے پھر مٹی سے رگڑتے پھر سونگھتے، پھر پانی ڈالتے پھر مٹی سے رگڑتے پھر سونگھتے یہاں تک کہ اللہ پاک نے جب تک چاہا (خوشبو کا اثر ختم ہونے تک) آپ یہ کرتے رہے۔ تھوڑے عرصے بعد میں دوبارہ آئی تو دیکھا کہ جب وہ وزن کرتیں اور ان کی انگلیوں میں کچھ خوشبو لگ جاتی تو رنجیدہ ہو جاتیں اور انگلیاں منہ میں ڈالنے کے بعد اسے مٹی سے رگڑ لیتیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے عرض کی کہ سردیوں میں جمعہ کا دن آئے تو کیا ایسی جگہ سے پانی گرم کر سکتا ہوں جسے میں نامناسب خیال کرتا ہوں؟ فرمایا: نہیں! جمعہ کا غسل چھوڑ دینا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں نامناسب جگہ سے گرم کئے ہوئے پانی سے غسل کروں۔

شراب سے علاج کی ممانعت

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو حضرت سیِّدُنا امام ابو ثور رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے اس قول کی مخالفت کرتے ہوئے سنا: جب طبیبوں کا اس پر اتفاق ہو جائے کہ آدمی کی شفا شراب پینے میں ہے تو اس وقت علاج کے لئے شراب پینے میں حرج نہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اس بات کا بڑا رد کیا اور فرمایا: میں تو اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہوں کہ سُرین (پچھلے مقام) کا علاج شراب سے کیا جائے، پینا تو دور کی بات ہے۔ پھر آپ نے بہت سخت کلام فرمایا۔

حضرت سیِّدُنا شعیب بن حرب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: مجھے اپنے بیٹے کے چوری یا زنا کرنے سے زیادہ یہ بات ناپسند ہے کہ اس کے پاس ایسا وقت آئے کہ وہ اللہ پاک کی معرفت سے ناآشنا ہو۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن ابو داؤد انباری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابو اسامہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ

سے پوچھا: مجھے ایسے ولیمے کی دعوت دی جائے جس میں نبیذ بھی موجود ہو تو کیا میں دعوت قبول کروں؟ فرمایا: نہیں۔[1] میں نے عرض کی: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں حدیث مبارک کی مخالفت نہ ہو جائے جس میں رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نافرمان ہوا۔"[2] اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: جس نے آج دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ پاک اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی فرماں برداری کی۔

نشہ آور چیزوں کا حکم

حضرت سیِّدُنا ہارون رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک نوجوان میرے پاس آکر کہنے لگا کہ میرے والد نے مجھے طلاق کی قسم دیتے ہوئے نشہ آور چیز کے ساتھ دوا کھانے کا حکم دیا۔ میں اسے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس لایا مگر آپ نے اسے رخصت نہ دی اور فرمایا: حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: "ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور ہر نشہ والی چیز خمر ہے (یعنی شراب کے حکم میں ہے)۔"[3]

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایسے کپڑے کو سینے کے بارے میں پوچھا جس کا تانا یا بانا ریشم کا ہو تو آپ نے فرمایا: مردانہ لباس نہ سیئے البتہ زنانہ لباس سینے میں کوئی حرج نہیں۔[4]

---

[1]...... بعض علما کے نزدیک نبیذ کا پینا حرام ہے خواہ نشہ دے یا نہ دے جبکہ احناف کے نزدیک نبیذ پینا جائز ہے جبکہ (اعضا کو) سست کرنے والا اور نشہ آور نہ ہو، نشہ آور ہو تو اس کا پینا حرام ہے۔ نبیذ وہ مشروب جس میں کھجوریں ڈالی جائیں جس سے پانی میٹھا ہو جائے۔ (الفتاوی الخانیہ، ۱/ ۹)

[2]...... ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب اجابۃ الداعی، ۲/ ۴۴۵، حدیث: ۱۹۱۳

[3]...... مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمر... الخ، ص ۸۵۴، حدیث: ۵۲۱۹

[4]...... احناف کے نزدیک: جس کپڑے کا تانا (جو کپڑا بننے میں لمبائی کی طرف ہوتا ہے)، بانا (جو کپڑا بننے میں چوڑائی کی طرف ہوتا ہے) یا صرف بانا ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے عورت کو حلال اور جس کا تانا ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اون کا اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے۔ ریشم سے مراد کیڑے کا ریشم ہے، دریائی ریشم یا سن کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریر و دیباج نہیں۔ (مراۃ المناجیح، 6/ 74، بہار شریعت، حصہ 16، 2/ 410 ملخصا)

زنانہ کپڑوں کی سلائی کے متعلق سوال جواب

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے مزید پوچھا: عورتوں کی قمیصوں کے چوڑے گلے سینا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں چوڑے گلے کو ناپسند کرتا ہوں، یہ نیا طریقہ ہے، البتہ اگر گلا درمیانی سائز کا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے عورتوں کے گریبان مردوں کی طرح بنانے کو بھی ناپسند فرمایا۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اپنی بیٹی کے لئے ایک قمیص کٹوائی، اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا، آپ نے درزی سے فرمایا: اس کا گریبان سامنے کی طرف بناؤ۔ یونہی حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اپنی بیٹی کے لئے ایک قمیص کٹوائی تو میری موجودگی میں درزی سے فرمایا: اس کا گلا باریک بناؤ اور آپ نے چوڑے گلے کو ناپسند فرمایا۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے لئے ایک جُبّہ کاٹا گیا اور اس کا گلا باریک بنایا گیا۔ میں نے آپ سے عرض کی: کیا آپ نے اپنے مشائخ میں سے کسی کو چوڑے گلے والا دیکھا ہے؟ فرمایا: نہیں۔

مردوں کی مشابہت کرنے والیوں پر لعنت

ایک دن میں حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے ہمراہ تھا تو ایک لڑکی گزری جس نے قَبا پہنی ہوئی تھا تو آپ نے کچھ کلام کیا۔ میں نے عرض کی: کیا آپ اسے ناپسند کرتے ہیں؟ فرمایا: میں اسے ناپسند کیوں نہ کروں گا جبکہ **اللہ** پاک کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے ایک محدث کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں نے صوفیوں جیسی وضع قطع اختیار کرنے پر ان کی مخالفت کی ہے۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جو رنگے ہوئے

---

[1] ......بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء، ۴/ ۷۳، حدیث: ۵۸۸۵

صاف چمڑے کے جوتے پہنتا ہے۔ آپ نے جواب دیا: میں تو انہیں استعمال نہیں کرتا، البتہ جو باہر جانے کے لئے یا گارے میں چلنے کے لئے اسے استعمال کرے تو حرج نہیں مگر زینت کے ارادے سے اسے پہننا میں اچھا نہیں سمجھتا۔ ایک بار آپ نے خارجی دروازے پر ایسے جوتے دیکھے تو مجھ سے پوچھا: یہ کس کے ہیں؟ میں نے انہیں بتایا کہ فلاں کے ہیں۔ فرمایا: یہ جوتے والا بادشاہوں کی اولاد سے مشابہت کر رہا ہے۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: گھر والوں نے مجھے بچی کے لئے سندھی چپل خریدنے کا کہا ہے، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: مت خریدنا۔ میں نے عرض کی: کیا آپ بچوں اور عبادت گزار لوگوں کے لئے اس کا استعمال مکروہ جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں میں مکروہ جانتا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا زیاد بن ایوب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں حضرت سیِّدُنا سعید بن عامر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس تھا، اس دوران ان کے پاس ان کی بیٹی کا چھوٹا بچہ آیا جس کے پاؤں میں سندھی جوتے تھے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس سے پوچھا: آپ کو یہ جوتے کس نے پہنائے؟ بچے نے کہا: میری والدہ نے۔ آپ نے فرمایا: اپنی ماں کے پاس جاؤ اور جا کر انہیں اتر واؤ۔

سرخ لباس پہننا کیسا؟

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایسی عورت کے بارے میں پوچھا جو سرخ رنگے ہوئے کپڑے پہنتی ہے تو آپ نے اسے شدید ناپسند کیا اور فرمایا: بہر حال اگر زینت کی نیت ہو تو نہیں پہننا چاہئے۔ مزید فرمایا: کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے قارون والوں نے سرخ رنگ کا لباس پہنا، قرآن پاک میں ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖؕ ترجمۂ کنز الایمان: تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں۔

(پ ۲۰، القصص: ۷۹)

اس کی تفسیر میں ہے کہ قارون سرخ کپڑوں میں نکلا۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو سرخ رنگ کے کپڑے کا جوڑا پہنے ہوئے تھا۔ اس نے آپ صَلَّی اللہ

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سلام کیا لیکن آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا[1]۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے میرے کپڑوں کی دونوں جانب سرخ استر لگا دیکھا تو فرمایا: تم نے اسے سرخ رنگ کیوں کروایا؟ میں نے عرض کی: اس میں پیوند تھے۔ فرمایا: کپڑوں میں پیوند لگے ہوں تو کیا حرج ہے؟ میں نے عرض کی: کیا آپ اسے ناپسند کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ آپ نے مجھے ایک ازار بند خریدنے کا حکم دیا پھر فرمایا: اس میں سرخ رنگ نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے عرض کی: کیا آپ کو سرخ رنگ ناپسند ہے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: جنازے کو سرخ رنگ کے کپڑے سے ڈھانپنا کیسا ہے؟ آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔ میں نے عرض کی: تو کیا میں اسے کھینچ کر اتار دوں؟ فرمایا: ہاں۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے گھر والوں نے ایسا کپڑا لانے کا بولا جس میں لکھائی تھی تو آپ نے فرمایا: تم انہیں کہو کہ میں تمہیں خرید کر دے تو دیتا ہوں مگر اس کی لکھائی مٹا دوں گا۔ میں نے عرض کی: وہ لکھائی شدہ کپڑا ہی چاہتے ہیں۔ فرمایا: نہیں! انہیں مت خرید کر دو۔

مہندی سے نقش و نگار کرنا کیسا؟

مجھے ایک عورت نے بتایا کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے مجھے مہندی سے نقش و نگار کرنے سے منع کیا اور فرمایا: اپنا پورا ہاتھ مہندی میں ڈال دو۔ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو ایک خضاب سے رنگنے والی عورت کا ذکر کرتے سنا تو فرمایا: اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے ایسی عورت سے ارشاد فرمایا: اسے ہٹا دو اور ہاتھ مٹی میں مل دو۔

---

[1] ......ابو داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، ۴/ ۷۴، حدیث: ۴۰۶۹، عن عبد اللہ بن عمرو

[2] ......احناف کے نزدیک: مردوں اور عورتوں کے لئے سرخ لباس پہننا بغیر کراہت جائز ہے البتہ کُسم کا رنگا ہوا سرخ لباس مرد کو پہننا ناجائز و ممنوع ہے۔ سرخ لباس کی ممانعت میں جو احادیث ہیں وہ کُسم سے رنگے ہوئے سرخ لباس کے بارے میں ہیں اور خود حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سرخ جوڑا پہننا بیان جواز کے لئے ہے۔ (فتاوی رضویہ، 22/ 196، 197 ملخصا)

حضرت سیِّدُنا سلیمان تیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو عثمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ فضل بنتِ غیلان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا نے حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی طرف کسی کو بھیج کر عورتوں کے گلے کے ہار اور خضاب کے بارے میں پوچھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے جواب دیا کہ عورتوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ نماز میں ہوں تو گلے میں کوئی چیز لٹکائی ہو خواہ چمڑے کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ پھر خضاب کے بارے میں فرمایا: میں یہ حکم دیتا ہوں کہ عورت اپنا پورا ہاتھ مہندی میں ڈبو لے۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پلستر کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: گھروں کی زمین پر پلستر کرنے سے مٹی کی حفاظت رہتی ہے لیکن آپ نے دیواروں کو پلستر کرنے کو ناپسند فرمایا۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایک مسجد کا تذکرہ کیا جس کی تعمیر پر کثیر رقم خرچ کی گئی تھی۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور میں نے جس چیز کا تذکرہ کیا اس پر سخت ناراضی کا اظہار کیا، پھر فرمایا: صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اللہ پاک کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مسجد میں لیپ کرنے کے بارے میں عرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں! یہ سائبان ہے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا سائبان تھا۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: وہ سرمہ کی قسم میں سے کوئی چیز تھی جسے دیواروں پر لیپ کیا جاتا تھا، تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی اجازت عطا نہ فرمائی۔

شہری کا دیہاتی کے لئے خرید و فروخت کرنا کیسا؟

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا کہ شہری دیہاتی سے خریداری کیوں نہیں کر سکتا؟ تو فرمایا: حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شہری دیہاتی کے لیے تجارت نہ کرے

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، فی زینۃ المساجد وماجاء فیھا، ۳/۸۲، حدیث: ۳۱۶۲

الورع للمروزی، من کرہ تجصص المساجد او تزخرف، ص۱۹۵، حدیث: ۲۱۲

لوگوں کو چھوڑ دو کہ اللہ پاک کچھ کو کچھ کے ذریعہ روزی دے۔[1] حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حدیث میں بادی سے مراد دیہاتی ہے اور تم شہری ہو۔ کبھی کوئی دیہاتی آئے جسے بھاؤ کا علم نہ ہو جبکہ تم نرخ جانتے ہو، لہٰذا تم اپنی معلومات کے مطابق دیہاتی کے لئے خریداری کرنے لگ جاؤ۔ تو یہی وہ عمل ہے جس سے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع فرمایا[2]۔[3]

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے عرض کی: تو کیا دیہاتی کے لئے خریداری کی جا سکتی ہے؟ کیونکہ اگر اسے یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو وہ اپنی ناسمجھی کے سبب مہنگا خرید لے گا اور جب آکر بیچے گا تو سستا بیچ دے گا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو لوگ نہ کچھ خریدتے اور نہ ہی کچھ بیچتے، شہری کو چاہئے کہ دیہاتی کے لئے کوئی چیز نہ بیچے لیکن اس کے لئے خریداری کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے عرض کی کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان: "بیع میں دو شرطیں نہ ہوں"[4] کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں اپنی لونڈی اس شرط پر دوں گا کہ جب تم اسے فروخت کرو تو مجھے ہی فروخت کرنا۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے اس (ممنوعہ) نفع کے بارے میں پوچھا گیا جس کی ضمانت لازم نہ آتی ہو تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص غلے پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اسے بیچ دے۔

غلے کا ڈھیر وزن سے پہلے بیچنا

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ سے غلے کا ڈھیر خریدنے والے شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ اسے وزن کرنے سے پہلے بیچنے کے بارے میں آپ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کا کیا موقف ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ

---

[1]......مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الحاضر للبادی، ص ۶۲۸، حدیث: ۳۸۲۵

[2]......مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم تلقی الجلب، ص ۶۲۷، حدیث: ۳۸۲۲

[3]......حدیث کا مطلب بعض فقہا نے یہ بیان کیا ہے کہ جب اہلِ شہر قحط میں مبتلا ہوں ان کو خود غلہ کی حاجت ہو ایسی صورت میں شہر کا غلہ باہر والوں کے ہاتھ گراں کرکے بیع کرنا ممنوع ہے کہ اس سے اہلِ شہر کو ضرر پہنچے گا اور اگر یہاں والوں کو احتیاج (حاجت) نہ ہو تو بیچنے میں مضائقہ نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 11، 2/724)

[4]......ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیۃ بیع مالیس عندک، ۳/ ۱۲، حدیث: ۱۲۳۸

نے فرمایا: نہیں بیچ سکتے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے خربوزے اور تربوز کے کھیتوں کو فروخت کرنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ تو ہر روز کا گناہ ہے۔ میں نے عرض کی: گھر والے نے کمرے کی چھت پر سونا لگایا ہوا ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: ”جی ہاں! ایسے شخص سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جائے۔“ آپ کا موقف یہ تھا کہ اس سے بے رُخی سے پیش آیا جائے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے عرض کی: کسی کا رشتہ دار نشہ کرتا ہو تو کیا وہ اس سے بے رُخی کرے گا؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جب وہ نشہ کرتا ہے تو اب کیا ہو گیا ہے۔ بالکل! اس سے بے رخی برتی جائے یا اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جسے شراب پینے پر مجبور کیا گیا تھا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: جب تک اسے اذیت نہ دی جائے شراب نہ پئے۔ میں نے عرض کی: اگر شراب پینے سے انکار کرنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے تو؟ فرمایا: جہاں تک قتل کی بات ہے تو وہ اللہ پاک کے ہاں شہید کہلائے گا۔

نصرانی کو گھر بیچنا

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا: کیا کوئی شخص کسی نصرانی کو اپنا گھر بیچ سکتا ہے؟ فرمایا: بالکل نہیں!۔ پھر گھر میں موجود

---

[1] ....احناف کے نزدیک: گیہوں اور جو اور ہر قسم کے غلہ کی بیع تول سے بھی ہو سکتی ہے اور ماپ کے ساتھ بھی مثلاً ایک روپیہ کا اتنے صاع اور اٹکل اور تخمینہ (اندازے) سے بھی خریدے جاسکتے ہیں مثلاً یہ ڈھیری ایک روپیہ کو اگرچہ یہ معلوم نہیں کہ اس ڈھیری میں کتنے سیر ہیں مگر تخمینہ سے اُسی وقت خریدے جاسکتے ہیں جبکہ غیر جنس کے ساتھ بیع ہو مثلاً روپیہ سے یا گیہوں کو جو سے یا کسی اور دوسرے غلہ سے اور اگر اسی جنس سے بیع کریں مثلاً گیہوں کو گیہوں سے خریدیں تو تخمینہ سے بیع نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر کم و بیش ہوئے تو سود ہو گا۔ (بہار شریعت، حصہ 11، 2/628)

نماز پڑھنے کی جگہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: کیا وہ ان میں کفریہ کام نہیں کرے گا؟[1]

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے مجھ سے فرمایا: میرے مکہ سے نکلتے وقت حضرت عبد الوہاب رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ میں نے عرض کی: انہوں نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ آپ کا یہاں سے جانا ٹھیک نہیں، آپ یہاں قریب ہو کر (حکومت کے شر سے) محفوظ نہیں تو دور جا کر کیسے بچیں گے؟ فرمایا: مجھے یہاں سے نہ جانے کا مشورہ نیک شخص نے دیا ہے، ان کو بتا دو کہ میں نے آپ کے مشورے کو قبول کر لیا ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه بیان کرتے ہیں: اس وقت ہم سفر کے لئے چند ضروری چیزیں خرید چکے تھے۔

مقروض شخص کا حج

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے حج کا تلبیہ پڑھا مگر اس کے پاس کچھ مال نہیں اور اوپر سے اس پر قرض بھی ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تک قرض خواہوں سے اجازت حاصل نہ کر لے تب تک حج کرنا جائز نہیں۔[2] پھر فرمایا: اس نے خود اپنے اوپر حج لازم کیا۔

نابینا والدہ کی طرف سے حج بدل

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس کی ماں نابینا ہے، وہ شخص مالدار بھی ہے تو کیا وہ اپنی نابینا والدہ کی

---

[1] ...... احناف کے نزدیک: مسلمان نے کسی کافر کو رہنے کے لئے مکان دیا (خواہ کرایہ پر دیا یا فروخت کیا ہو) کوئی حرج نہیں۔ اب اُس گھر میں کافر نے شراب پی یا صلیب کی پرستش کی یہ اُس کافر کا ذاتی فعل ہے اس سے اُس مسلمان پر گناہ نہیں ہاں اگر اُس مکان میں کافر نے گھنٹہ اور ناقوس بجایا یا سنکھ پھونکا یا علانیہ شراب بیچنا شروع کیا تو ضرور ان امور سے روکا جائے گا۔
(بہار شریعت، حصہ 14، 3/145 ملخصاً)

[2] ...... مقروض کو چاہئے کہ سَفَرِ حج پر روانہ ہونے سے پہلے قرض ادا کرے اس وقت نہ دے سکتا ہو تو قرض خواہ سے اجازت لے۔ (بہارِ شریعت، حصہ 6، 1/1051 ماخوذاً)

جانب سے حج کر سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب تک اس کی ماں سواری کرنے سے عاجز ہے تب تک اس کی جانب سے حج کر سکتا ہے اور فرمایا: مجھے یہ پسند ہے کہ وہ صرف قریبی رشتہ داروں کی جانب سے ہی حج کرے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: میں اپنے مصاحبین میں سے ایک صاحب کو غُسلِ میت دینے گیا، اچانک ہمارا ایک مخالف بھی وہاں آ گیا۔ میں نے آپ سے اس مخالف کا نام بھی ذکر کیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: تمہیں توفیق ملی کہ تم ثابت قدم رہے اور تم نے اسے غسل دیا، اگر تم ہی وہاں سے نکل جاتے تو ہو سکتا تھا کہ وہ ہمارے ساتھیوں میں سے کسی اور شخص کو لے آتا پھر وہ اس میت کے معاملات سنبھال لیتا۔

شرعاً ممنوعہ کتابیں دفن کردی جائیں

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایک فوت شدہ شخص کے بارے میں پوچھا جس نے وراثت میں (ممنوعہ) کتابیں چھوڑی تھیں اور اس کے ورثا بھی موجود ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: کتابوں کو دفن کر دیا جائے۔ میں نے عرض کی: اگر اس کے بچے چھوٹے ہوں تب بھی؟ فرمایا: ان بچوں کا نگران ان کتابوں کو دفن کر دے۔[2]

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو فرماتے سنا: (فاسق) ہیجڑوں کو ملک بدر کر دیا جائے۔

مالدار عورت کا اکیلے حج کرنا

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایسی مال دار عورت کے بارے میں پوچھا جس کا شوہر موجود نہ ہو، کیا وہ اکیلی حج پر جا سکتی

---

1 ...... اسے حج بدل کہتے ہیں۔ یعنی نائب کے طور پر دوسرے کی طرف سے حَجِ فرض ادا کرنا کہ جس سے اُس دوسرے شخص کا فرض ادا ہو جائے، یہ کچھ شرائط سے مشروط ہے جو فتاویٰ رضویہ، جلد10، صفحہ 659تا660 پر مذکور ہیں۔

2 ...... کسی نے وصیّت کی کہ اس کی کتابیں دفن کر دی جائیں تو ان کتابوں کو دفن کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ ان کتابوں میں ایسی چیزیں ہوں جو کسی کی سمجھ میں نہ آتی ہوں یا ان کتابوں میں ایسا مواد ہو جس سے فساد پیدا ہوتا ہو۔ فساد معاشرہ کا ہو یا عقیدہ و مذہب کا۔ (فتاوی ہندیہ، ۶/۹۶)

ہے؟ فرمایا: خاوند کو خط لکھے اگر وہ اجازت دے تو ٹھیک ورنہ کسی محرم کے ساتھ جائے۔[1] عرض کی گئی: اگر اس کا شوہر موجود ہو اور وہ منع کرتا ہو تو کیا وہ اپنے شوہر کو بتائے بغیر محرم کے ساتھ حج پر جاسکتی ہے؟ فرمایا: ہاں! جاسکتی ہے اور شوہر کا منع کرنا درست نہیں۔[2] مزید فرمایا: کسی غیر محرم کے ساتھ حج کے لئے نہ جائے اور اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ حج کرنے جاسکتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کوئی شخص دکان یا گھر کرایہ پر حاصل کرے، پھر وہ اسے دوسرے کو زیادہ کرایہ پر دے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس کا جواب نہیں دیا اور فرمایا: اس بارے میں عُلَمائے کرام کا اختلاف ہے۔[3]

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی بارگاہ میں سوال ہوا: کسی شخص کا اپنی زمین میں درخت ہے اور اس کی ٹہنیاں کسی اور کی زمین کی طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ تو فرمایا: اس درخت کی ٹہنیوں کو کاٹ دیا جائے۔ پوچھا گیا: اگر وہ اپنے درمیان غلہ تقسیم کرنے کے حوالے سے صلح کرلیں تو؟ فرمایا: میں اس بارے میں نہیں جانتا۔

---

[1] ......احناف کے نزدیک: عورت کو بغیر محرم حج کو جانا جائز نہیں۔ (ردالمحتار، ۳/ ۵۳۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے سفر کو جانا حرام ہے، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بغیر شوہر یا محرم جائے گی تو گناہ گار ہوگی۔ (فتاوی رضویہ، 10/ 657) اور فرماتے ہیں: لیکن اگر بغیر محرم کے چلی گئی اور حج کر لیا تو فرض ساقط اور حج مع الکراہۃ ادا، اس فعل ناجائز کی معصیت جُدا (یعنی عورت گناہ گار ہوگی)۔
(فتاوی رضویہ، 10/ 701 ملخصا)

[2] ......احناف کے نزدیک: جب محرم ہے تو حج فرض کے لیے محرم کے ساتھ جائے اگرچہ شوہر اجازت نہ دیتا ہو۔ نفل اور منّت کا حج ہو تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 6، 1/ 1045)

[3] ......احناف کے نزدیک: مستاجر (کرایہ دار) نے مکان یا دکان کو کرایہ پر دیدیا اگر اُتنے ہی کرایہ پر دیا ہے جتنے میں خود لیا تھا یا کم پر جب تو خیر اور زائد پر دیا ہے تو جو کچھ زیادہ ہے اُسے صدقہ کر دے ہاں اگر مکان میں اصلاح کی ہو اُسے ٹھیک ٹھاک کیا ہو تو زائد کا صدقہ کرنا ضرور نہیں یا کرایہ کی جنس بدل گئی مثلاً لیا تھا روپے پر دیا ہو اشرفی پر اب بھی زیادتی جائز ہے۔ جھاڑو دیکر مکان کو صاف کر لینا یہ اصلاح نہیں ہے کہ زیادہ والی رقم جائز ہو جائے اصلاح سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جو عمارت کے ساتھ قائم ہو مثلاً پلاستر کرایا یا مونڈیر بنوائی۔ (بہار شریعت، حصہ 14، 3/ 124)

حالَتِ اِضطرار میں مُحرم کے شکار کا مسئلہ

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو شکار پر مجبور حالَتِ احرام والے شخص کے بارے میں یہ فرماتے سنا کہ ”وہ مردار کھا سکتا ہے۔“

مزید فرمایا: مردار کے بارے میں میرا موقف حضرت ابنِ عُکَیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی حدیث والا ہے، آپ فرماتے ہیں: ہمارے پاس **اللہ** پاک کے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفاتِ ظاہری سے ایک مہینا پہلے آپ کا خط تشریف لایا، اس میں لکھا تھا: ”مردار کی کسی بھی چیز سے نفع نہ اٹھاؤ۔“[1]

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے اس مُحرم کے بارے میں پوچھا جس نے شکار ذبح کر لیا تھا، کیا اسے کھایا جائے گا؟ فرمایا: نہیں! یہ ذبح شرعی نہیں ہے، اسے نہیں کھایا جائے گا۔[2]

گرے ہوئے دانت کو دوبارہ لگانا

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: کسی شخص نے اپنی داڑھ اُکھیڑ دی پھر داڑھ اُس کی جگہ پر واپس لگا دی اور تین دن یونہی لگی رہنے دی، پھر داڑھ کو دوبارہ اکھیڑ دیا، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا فرمان ہے کہ وہ نماز کا اعادہ کرے گا کیونکہ اس نے مردار کو ساتھ رکھ کر نماز پڑھی ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: مجھے کچھ مہلت دو۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا: حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے کتنے دور کی بات کہہ دی! اور کیوں نہ ہو کہ اگر وہ کسی حلال جانور مثلاً بکری کا دانت منہ میں رکھ لیتا تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا۔ پھر فرمایا: بہتر ہے کہ اپنی نماز کا اعادہ کر لے۔[3]

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب اللباس، باب من قال: لا ينتفع من الميتة... الخ، ۱۶۵/۴، حدیث: ۳۶۱۳

[2] ......مُحرم کے شکار کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ محرم بذات خود شکار کو قتل کرے یہ جانور تو تمام مسلمانوں کے لیے حرام ہے کہ محرم کا شکار کسی کو حلال نہیں۔ دوسرے یہ کہ محرم حلال (یعنی جو احرام میں نہ ہو محرم اس) کو شکار بتائے یا مدد کرے، یہ شکار حلال (یعنی جو احرام میں نہیں وہ) تو کھا سکتا ہے محرم نہیں کھا سکتا مگر ان دونوں صورتوں میں محرم پر شکار کی قیمت خیرات کرنی ہوگی۔ (مراٰۃ المناجیح، 4/193)

[3] ......احناف کے نزدیک: دانت گر گیا تو اسی جگہ دوبارہ لگانے میں حرج نہیں۔ یہ دانت مردار کے حکم میں نہیں ہے۔

مردار کی ہڈی بیچنا

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: چرخے کی بابن میں سوت بیچا جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ بابن مردار (کی ہڈی) کی ہو۔ آپ نے فرمایا: اگر مردار کا ہونا معلوم ہو تو نہ خریدے۔[1]

میں نے ان سے پوچھا: کیا چمڑے کے موزے یا جوتے کو پیوند لگانا درست ہے؟ تو فرمایا: اگر پیوند گدھے کی کھال کا ہو تو میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔[2] میں نے عرض کی: اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: تم جس چیز کے بارے میں نہیں جانتے اس بارے میں بحث نہ کرو۔

ناپاک تنور میں روٹی لگانا

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: جس تنور میں خنزیر بھونا گیا، اس تنور میں روٹی پکانے کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟ فرمایا: نہیں پکا سکتے، یہاں تک کہ تنور کو مکمل دھویا جائے اور اس کے اندرونی حصے کو کھرچ دیا جائے۔ میں نے عرض کی: تو کیا اسے توڑ نہ دیا جائے؟ فرمایا: نہیں۔[3]

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس گندم کے بارے میں پوچھا جسے گدھوں کے پیروں تلے روندا جاتا ہے تو وہ گندم میں پیشاب کر دیتے ہیں، پھر اُسے دھونے سے پہلے پیس لیا جاتا ہے۔

(فتاوی ہندیہ، ۵/ ۳۳۶) فتاوی رضویہ میں ہے: صحیح یہ ہے کہ دانت ایک ہڈی ہے، تو وہ اگرچہ ایک مُردے ہی کا ہو نجس نہ ہو گا۔ اور بدائع، کافی بحر، در مختار وغیرہا میں تصریح ہے کہ انسان کا دانت پاک ہے، یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔ (فتاوی رضویہ، 1/ 609) لہٰذا نماز لوٹانے کی کوئی حاجت نہیں۔

[1]......احناف کے نزدیک: مردار کی ہڈی میں گوشت یا چکنائی نہ لگی ہو تو پاک ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 2، 1/ 338) ہڈی پر اگر دسومت (چکنائی) نہ ہو خشک ہو تو اس کی بیع (خرید و فروخت) جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ، 17/ 161)

[2]......احناف کے نزدیک: مردار کی کھال اگر پکا کر یا دھوپ میں سکھا کر دباغت کر لی جائے تو بیچنا جائز ہے لِطَھَارَتِہٖ وَحَلِّ الْاِنْتِفَاع (کیونکہ اب یہ پاک ہے اور اسے کام میں لانا جائز ہے) ورنہ حرام و باطل ہے۔ (فتاوی رضویہ، 17/ 161)

[3]......احناف کے نزدیک: جب تک تنور میں ناپاک چیز کی تری موجود ہے اس میں روٹی نہیں پکا سکتے اور جب آگ کی آنچ سے ناپاک چیز کی رطوبت اور تری چلی جائے تو اب جو روٹی تنور میں لگائی جائے گی پاک ہے۔ (فتاوی ہندیہ، ۱/ ۴۴)

فرمایا: اسے نہیں کھایا جائے گا۔[1]

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: ایک شخص کا کہنا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہو اور اسے کھانے میں روٹی میسر ہو تو وہ شخص خوشحال ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔

اپنے ہاتھ کے کھانے کو ترجیح

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ طعام خانوں (یعنی ہوٹلوں) کے کھانے کا تذکرہ ہوا تو حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنے ہاتھوں کے بنے کھانے کو ترجیح دی۔

میں نے ان سے عرض کی: حضرت عبد الوہاب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے مجھے کہا تھا کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کہنا: حدیث پاک کے معاملے میں مجھے یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے کچھ چھوٹ نہ جائے۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے پوچھا: حدیث شریف کی تعلیم کی راہ میں کون سی چیز ان کے لئے رکاوٹ ہے؟ حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کہا: کسبِ معاش۔ آپ نے فرمایا: یہ تو ان کے لئے زیادہ ضروری ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہمارے ایک ساتھی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو نماز جمعہ کے اجتماع میں دیکھا کہ ایک شخص نے مانگنے والے کو دینے کے لئے آپ کو ایک روٹی کا ٹکڑا دیا لیکن آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے روٹی کا وہ ٹکڑا لینے سے انکار کر دیا۔ مجھے میرے ایک ساتھی نے بتایا: میں نے حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو جمعہ کی نماز کے وقت دیکھا کہ ایک مانگنے والا مانگ رہا تھا، اسی دوران ایک آدمی نے مانگنے والے کو دینے کے لئے آپ کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اسے لیا اور مانگنے والے کو دے دیا۔

---

[1]......احناف کے نزدیک: کھلیان کا گندم جس پر بیل پیشاب پاخانہ کرتے ہیں تقسیم سے پاک ہو جاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، 481/1) دائیں چلانے (یعنی غلہ گاہنے) میں بیل ضرور پیشاب کرتے اور اناج کا ایک حصہ یقیناً ناپاک ہوتا ہے مگر متعین نہ رہا تو بعد تقسیم یا اس سے کچھ ہبہ یا صدقہ کرنے سے سب پاک ہو جائے گا۔ (فتاوی رضویہ، 2/537، 538)

حَقِّ پڑوس کے متعلق سوال جواب

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا: میرا ایک پڑوسی ہے، مجھے اس کے بھوکا ہونے کا علم ہو تو میں کیا کروں؟ فرمایا: تم اس کی مدد اور غمگساری کرو۔ میں نے عرض کی: اگر میرے پاس ضرورت کی صرف دو روٹیاں ہوں تو؟ فرمایا: اس میں سے کچھ روٹی اسے بھی کھلا دو، کیونکہ حدیث پاک میں جو آیا ہے وہ خاص پڑوسی کے بارے میں آیا ہے۔[1] میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا: اگر کسی شخص کے پاس دو قمیصیں یا دو جبے ہوں تو کیا اس پر دلجوئی کرنا لازم ہے؟ فرمایا: سردی کا موسم ہو اور اسے اس کی حاجت ہو (تو لازم نہیں) مگر یہ کہ وہ حاجت کے علاوہ ہو۔ میں نے عرض کی: کیا خوشحال لوگوں پر لوگوں کی غم خواری کرنا لازم ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: جب لوگ پے در پے مال جمع کر کے رکھ رہے ہوں تو ان پر لوگوں کی تکالیف دور کرنا کیوں کر لازم نہ ہو گا۔

سیاہ مائل سکوں کا استعمال

حضرت سیِّدُنا یزید بن ہارون رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے سیاہ مائل (خراب) سکے خرچ کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: حرام ہے، ایسا کرنا درست نہیں۔ ان سے پوچھا گیا: اے ابو خالد! اگر لینے اور دینے والا دونوں راضی ہوں تو؟ فرمایا: اگر زانی اور زانیہ دونوں راضی ہوں تو کیا زنا حلال ہو جاتا ہے؟

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد الوہاب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو فرماتے سنا کہ حضرت ابو اسامہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: سیاہ مائل سکوں کا کام کرنے والے کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے عرض کی کہ میں نے ایک آدمی کو 10 درہم قرض دیا، اس نے ادائیگی کرتے وقت مجھے سیاہ مائل سکے دیئے، میں نے ان پر قبضہ کر لیا۔ کیا میں نے درست کیا؟ فرمایا: تم نے اپنا حق پورا نہیں لیا۔ میں نے اُن سے پوچھا:

---

[1] ......مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، ص ۱۰۸۳، حدیث: ۲۶۲۵

ایک شخص نے مجھے دینار دیئے تو وہ سیاہ مائل نکلے، کیا میں انہیں رگڑ کر صاف کر سکتا ہوں؟ فرمایا: سیاہ مائل سکے کی رگڑ کر صفائی کرنا اس کے مالک کے لئے درست ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا شعیب بن حرب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں جب بھی اپنے بیٹے کو درہم کھرچ کر صاف کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو مجھے یہ بات اس سے زیادہ پسند ہے کہ وہ اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔

کھوٹے درہم کی تبدیلی

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک دینار دیا اور فرمایا: اس دینار کے بدلے کھرے دراہم خرید کے لاؤ۔ میں دراہم لے آیا اور آپ کے حوالے کر دیئے، پھر ایک دن بعد آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ان دراہم میں سے ایک کھوٹا درہم نکال کر الگ کر دیا، میں نے عرض کی: لایئے! میں اسے تبدیل کروا دیتا ہوں۔ فرمایا: اس بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے اور اس حوالے سے چار اقوال منقول ہیں: حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: سکہ تبدیل کرنا نقصان کا باعث ہے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: درہموں سے جتنی مقدار کم ہو دیناروں میں سے اتنا حصہ واپس لے لے۔ (حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا:) میں اس قول کی حقیقت نہیں جانتا۔ حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: مجھے لگتا ہے کہ اس تبدیلی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کا قول ہے کہ "واپس لوٹانا درست نہیں۔" تو اس حوالے سے جان لو کہ یہ درست نہیں ہے، اس قول کو روایت کرنے والا نامعلوم ہے۔ حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا موقف یہ ہے کہ کھوٹا درہم واپس کر سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا موقف لوگوں کے لئے کشادگی کا باعث ہے، اللہ پاک سے خیر طلب کرو اور کھوٹا درہم واپس کر دو۔ حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: پھر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے مجھے وہ کھوٹا درہم دیا تو میں نے اسے تبدیل کروا لیا۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے دینار کے بدلے درہموں کو اس شرط کے ساتھ خریدنا مکروہ

قرار دیا ہے کہ اس میں اگر کوئی کھوٹا درہم ہوا تو واپس ہو گا۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو دینار تبدیل کرتا ہے اور کھوٹا درہم دے دیتا ہے۔ فرمایا: اس سے کھوٹا درہم تبدیل کرانے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر کھوٹا درہم ہو تو اسے واپس لوٹا دے اور وہ دینار میں اپنے حصے کے برابر اس کا شریک ہے۔

درہم سے دینار خریدنے میں شرط کا مسئلہ

حضرت سیِّدُنا محمد بن جعفر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے درہموں کو دیناروں کے عوض خریدا اور درہم والے سے یہ شرط مقرر کر لی کہ میں تمہیں جو بھی درہم واپس کروں گا تمہیں واپس لینا ہو گا۔ فرمایا: اگر ان میں کھوٹا درہم ہو تو اسے واپس کر دے لیکن وہ آپس میں ایسی کوئی شرط نہ لگائیں۔

اجرت میں 10 درہم کی جگہ ایک دینار دینا

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جس سے 100 صفحات لکھنے پر 10 درہم کا معاوضہ مقرر کیا گیا، ادائیگی کے وقت اسے ایک دینار دے دیا گیا تو کیا حکم ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا کہ حضرت سیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے کوئی چیز کرائے پر لی اور مالک کو درہم کے بجائے دینار دے دیے اور آپ نے اس میں کوئی حرج نہ جانا لہٰذا دیناروں کے عوض دراہم اس دن کے نرخ کے مطابق ہی دیئے جائیں، ایک دانق کی بھی زیادتی نہ ہو۔

گدی کے بال مونڈنا

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے گدی کے بال مونڈنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ مجوسیوں کا شعار ہے۔ مزید فرمایا: حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو کسی جگہ مدعو کیا گیا تو وہاں آپ نے کچھ عجمیوں والی وضع قطع دیکھی تو وہاں سے تشریف لے گئے اور فرمایا: جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے تو وہ انہیں میں سے ہے۔ حضرت سیِّدُنا

امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ صرف پچھنے لگاتے وقت ہی اپنی گدی کے بال منڈوایا کرتے تھے۔[1]

گال کے بال اُکھیڑنا

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی کہ گالوں کے بالوں کو کاٹ تراش کر کے درست کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: گالوں پر قینچیاں تو چلتی رہتی ہیں۔[2] البتہ آلے سے گال کے بال اُکھیڑنا مکروہ ہے۔ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے چہرے سے بال اکھیڑنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔[3]

پراندے وغیرہ سے بالوں میں جوڑ لگانا

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا جو اپنے بالوں کو پراندے وغیرہ سے جوڑے تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اسے ناپسند فرمایا۔[4]

میں نے کسی عورت کو کہتے ہوئے سنا کہ عورتوں کے بال سنوارنے والی ایک عورت حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: میں عورتوں کے بالوں میں موباف (بالوں میں لگائے جانے

---

[1] ......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: گدی کے بال منڈانا صرف پچھنوں کی ضرورت سے جائز ہے بلا ضرورت مکروہ ہے۔ (فتاوی رضویہ، 22/599 ملخصا)

[2] ......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: گالوں پر جو خفیف بال کسی کے کم کسی کے آنکھوں تک نکلتے ہیں وہ داڑھی میں داخل نہیں یہ بال قدرتی طور پر موئے ریش سے جدا ممتاز ہوتے ہیں اس کا مسلسل راستہ جو قلموں کے نیچے سے ایک مخروطی شکل پر جانب ذقن جاتا ہے یہ بال اس راہ سے جدا ہوتے ہیں نہ ان میں موئے محاسن کے مثل قوت نامیہ ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی پرورش باعث تشویہ خلق و تقبیح صورت ہوتی ہے جو شرعاً ہرگز پسندیدہ نہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: لَا بَأْسَ بِاَخْذِ شَعْرِ وَجْهِهِ یعنی چہرے (گال) کے بالوں کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاوی رضویہ، 22/596 ملخصا)

[3] ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب الواصلة والواشمة، ۲/ ۴۸۳، حديث: ۱۹۸۹

[4] ......احناف کے نزدیک: بالوں میں دھاگہ لگا کر انہیں دراز کر لیا جائے تو جائز ہے اسے موباف کہتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، 6/153)

والافیتہ وغیرہ) لگاتی ہوں اور ان کے بالوں میں کنگھی کرتی ہوں، آپ کیا فرماتے ہیں، کیا میں اس کمائی سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، حج تو پاکیزہ مال سے ہی ہونا چاہیے۔“ حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ممانعت کی وجہ سے ایسی کمائی کو ناپسند فرمایا۔[1] نیز میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: کیا کوئی بوڑھی عورت اپنے سر میں پراندہ لگا سکتی ہے؟ تو آپ نے اس کے لئے بھی کوئی رخصت نہیں دی اور فرمایا: اگرچہ وہ سفید اون کا ہو، یہ کہہ کر آپ مسکرا دیئے۔

امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ الرَّحمہ کی شہزادی کی تربیت

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی بارگاہ میں ملاقات کو آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت آپ کی بچی کو کنگھا کر رہی ہے۔ ملاقات کے بعد، میں نے کنگھا کرنے والی سے کہا: تم نے اس بچی کے سر میں موباف (یعنی بالوں میں لگایا جانے والا فیتہ) کیوں لگا دیا؟ تو وہ کہنے لگی: بھلا! بچی مجھے کیوں روکتی؟ بچی کہنے لگی: میرے والد نے مجھے اس سے منع فرمایا ہے، وہ ناراض ہوں گے۔

حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات سے سختی سے روکا ہے کہ عورت اپنے بالوں میں کسی چیز کو جوڑے۔[2]

سر گنجا رکھنا کیسا؟

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ

---

[1] ......حدیث پاک میں جو ممانعت ہے وہ اس بات کی ہے کہ عورت اپنے بالوں میں دوسری عورت کے بال یا پھر اپنے ہی بال ملا کر جوڑے یا کوئی دوسری عورت اس کے بال جوڑے تو اس بال جوڑنے اور جڑوانے والی پر لعنت آئی ہے۔ چنانچہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: انسان کے بالوں کی چوٹی بنا کر عورت اپنے بالوں میں گوندھے یہ حرام ہے۔ حدیث میں اس پر لعنت آئی بلکہ اس پر بھی لعنت جس نے کسی دوسری عورت کے سر میں ایسی چوٹی گوندھی اور اگر وہ بال جس کی چوٹی بنائی گئی خود اسی عورت کے ہیں جس کے سر میں جوڑی گئی جب بھی ناجائز اور اگر اون یا سیاہ تاگے کی چوٹی بنا کر لگائے تو اس کی ممانعت نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 16، 3/596)

[2] ......مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة...الخ، ص ۹۰۶، حدیث: ۵۵۷۷

عَلَیْہ سے سر گنجا رکھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اسے ناپسند کیا۔ میں نے عرض کی: کیا آپ اسے مکروہ سمجھتے ہیں؟ تو فرمایا: میرے نزدیک یہ شدید مکروہ ہے۔ پھر فرمایا: حضرت سیِّدُنا معمر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سر گنجا رکھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔[1] حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی روایت سے دلیل پکڑی ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا: اگر میں تجھے گنجا دیکھتا تو تیری گردن اُڑا دیتا۔[2]

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے ایک ساتھی کو دیکھا کہ اس نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پہلو میں نماز پڑھی، اس نے اپنے سر کے بال جڑوں تک کاٹے ہوئے تھے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سمجھے کہ وہ گنجا ہے اور آپ نے اسے رات کے وقت دیکھا تو مجھ سے فرمایا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! جانتا ہوں۔ فرمایا: اس کے سر منڈوانے کی وجہ سے میرا اس پر سختی کرنے کا ارادہ تھا۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے حُقْنَہ[3] کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجبوری کے سبب ہو تو حرج نہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ختنہ کرنے والے کے تھال میں دو درہم ڈال رہے ہیں اور میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا: جن اخروٹوں سے بچے کھیلتے ہوں انہیں کھانا مجھے پسند نہیں۔

---

[1] ...... احناف کے نزدیک: گنجا ہونا مکروہ نہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بالوں کی نسبت شرع مطہر میں صرف دو طریقے آئے ہیں: ایک یہ کہ سارے سر پر رکھیں اور مانگ نکالیں۔ یہ خاص سنت حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہے۔ حج وحجامت یعنی پچھنوں کی ضرورت کے سوا حضور والا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حلق شعر (سارے بال منڈانا) ثابت نہیں۔ دوسرے یہ کہ سارا سر منڈائیں یہ حضرت سیِّدُنا مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی عادت تھی۔ امام طحاوی (رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ) نے بیان فرمایا ہے کہ سر منڈوانا سنت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 22/ 577، 578 ملخصاً)

[2] ...... حدیث پاک کے مطابق سر منڈانا چونکہ خوارج کی نشانی تھی اس لئے حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اس شخص سے فرمایا: اگر تم سر منڈے خارجی ہوتے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔ حج اور عمرہ کے علاوہ سر منڈانے کے متعلق حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے دو روایتیں ہیں: (1) سر منڈانا مکروہ ہے۔ (2) سر منڈانا جائز مگر نہ منڈانا افضل ہے۔

(الشرح الکبیر علی متن المقنع معہ المغنی، ۱/ ۱۰۶)

[3] ...... کسی دوا کی بتی یا پچکاری پیچھے کے مقام میں چڑھانا جس سے اجابت ہو جائے۔

درندے کی کھال کو بچھونا بنانا

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: کیا درندوں کی کھالوں کو بچھونا (چٹائی، دری وغیرہ) بنایا جا سکتا ہے؟ فرمایا: درندوں کی کھالیں نہ بچھائی جائیں کیونکہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے درندے کی کھال کو بچھونا بنانے سے منع فرمایا ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایک شخص کا تذکرہ کیا جس نے اپنا سامان اپنے غلام کے سپرد کیا، اس کے غلام نے اس میں سے ایک کپڑا کسی نامناسب طریقے سے بیچ دیا اور دراہم پیسوں والے تھیلے میں ڈال دیئے، جب مالک آیا تو اسے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ مالک نے تھیلا لیا اور حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی بارگاہ میں جا کر انہیں اس معاملے سے آگاہ کیا۔ حضرت سیِّدُنا یوسف رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری اور حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا سے اس بارے میں بات کی تو ان میں سے ایک نے فرمایا: کپڑے کی قیمت نکال لی جائے جبکہ دوسرے بزرگ نے فرمایا کہ نفع صدقہ کر دیا جائے۔ مالک کہنے لگا: میرے دل کو اس وقت تک سکون نہیں آئے گا جب تک میں پورے تھیلے کو صدقہ نہ کر دوں۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: **اللہ** پاک اس کے معاملے میں برکت دے۔

بغیر لالچ اور بن مانگے جو ملے قبول کر لو

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جو ضرورت مند ہے، اس کا کوئی بھائی اس کے لئے کچھ لے کر آئے تو قبول نہ کرنے کی صورت میں اس کے لئے کیا اندیشہ ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اگر وہ مال بن مانگے آیا ہے اور نہ ہی دل میں اس کی آس لگی ہو تو اس کے قبول نہ کرنے میں مجھے اس پر مفلسی کا خوف ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں آٹا اٹھانے والے ایک (نیک) مزدور کے

---

[1]......ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی النھی عن جلود السباع، ۳/ ۲۹۹، حدیث: ۱۷۷۷

ساتھ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: کیا تم نے اسے مزدوری دی ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ نے ایک روٹی نکال کر مجھ سے فرمایا: مزدور کو دے دو، میں نے روٹی لے کر مزدور کو دے دی، مزدور کہنے لگا: اوہو! مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی کسی سے کچھ لیا ہو، البتہ میں حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو یہ روٹی واپس نہیں کروں گا بلکہ اس سے برکت حاصل کروں گا۔ دوسری مرتبہ میں اسی مزدور کو ساتھ لایا، آپ نے اسے روٹی نکال کر دی تو وہ کہنے لگا: میرے دل میں روٹی کے حصول کی رغبت ہے۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ مسکرا دیئے اور فرمایا: تم اسے لوٹا سکتے ہو مگر ہم پسند کرتے ہیں کہ تم قبول کرلو۔ چنانچہ اس نے روٹی قبول کرلی۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے (ہاتھ سے جھلنے والے) باریک پنکھوں کے بارے میں پوچھا کہ کبھی ایک پنکھے کی قیمت ایک درہم ہوتی ہے اور کبھی اس سے زیادہ۔ تو آپ نے فرمایا: یہ باریک کپڑے کی طرح ہے۔ میں نے عرض کی: اس بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟ فرمایا: اگر وہ کسی تاجر کو بیچے تو کوئی حرج نہیں۔

بوسیدہ قرآن پاک دفن کرنا

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے بوسیدہ قرآن پاک کو دفن کرنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ہاں! اسے دفن کیا جائے گا۔ میں نے عرض کی: کسی شخص کو اس کی والدہ بلائے اور وہ نماز کی حالت میں ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: حضرت سیِّدُنا ابنِ منکدر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ اگر نفل نماز میں مشغول ہے تو نماز توڑ کر اپنی والدہ کو جواب دے۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: کسی آدمی کا کاغذ گر جائے جس میں احادیث اور فوائد درج ہوں، میں اسے اٹھالوں تو کیا اسے نقل کرلوں اور لوگوں کو سنا دوں؟ فرمایا: نہیں، البتہ اگر کاغذ کا مالک نقل کرنے کی اجازت دے دے تو کرسکتا ہے۔

سیِّدُنا امام احمد عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی عاجزی

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ

عَلَیْہ سے تقوٰی اور پرہیزگاری سے متعلقہ کسی چیز کا سوال کر رہا تھا، آپ اپنا سر جھکائے خاموشی سے سنتے رہے، کبھی کبھی آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا، کبھی کبھی میرے سوال کے دوران "اَسْتَغْفِرُ الله" کہتے رہے۔ میں نے عرض کی: اَبُوعَبْدُ الله! آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس سے معاف ہی رکھو۔ میں نے عرض کی: اگر میں آپ سے نہ پوچھوں تو کس سے پوچھوں؟ بڑے بڑے اس معاملے میں حیران ہیں۔ فرمایا: واقعی یہ معاملہ بڑا شدید ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ میں 70سال سے بھی زائد عرصے سے تنگدستی کا شکار ہوں۔ اور فرمایا: جتنی دنیا کم ہوگی حساب بھی اتنا ہی کم ہوگا۔ میں نے ان سے عرض کی: ایک شخص نے کہا کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل اور حضرت سیِّدُنا بشر حافی (رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہِمَا) میرے نزدیک زاہد نہیں ہیں، حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل (رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ) روٹی تناول فرماتے ہیں جبکہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی (رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ) کے پاس خراسان سے درہم آتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ مسکرا دیئے اور فرمایا: کیا مجھ جیسا بھی زاہدوں میں سے ہے؟

نیز ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا تیمی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ کو خوفِ خدا لاحق ہوا تو آپ 20سال تک (لوگوں سے الگ ہو کر) خیمہ زن رہے۔

آسائش والوں کے پاس بیٹھنا بھی فتنہ ہے

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ نے آسائش والی ایک قوم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ان سے نزدیک ہونا اور ان کے پاس بیٹھنا بھی فتنہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ سے عرض کی: مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا سعید بن عبد الغفار رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا عبدُ الله بن مبارک رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ سے پوچھا: جس شخص کے پیشے میں کچھ کراہت ہو اس کے گھر کو کرائے پر لینا کیسا ہے؟ فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ روایت بیان کر کے میں نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ سے عرض کی: جس شخص کے پیشے میں کچھ کراہت ہو اس نے کسی کو عطیہ دیا، پھر اس نے اس مال سے

گودام خرید لیا تو کیا میں اسے کرائے پر لے سکتا ہوں؟ فرمایا: نہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے کسی آدمی سے لونڈی خریدلی، پھر معلوم ہوا کہ اس کے دماغ میں نقص ہے، تو وہ شخص لونڈی اس کے اصل مالک کو لوٹادے، جس سے وہ ناقص دماغ والی لونڈی خریدی اسے واپس نہ کرے۔ اسے حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے نقل کیا۔

پانی پینے میں تقویٰ

سیِّدُنا عباس عنبری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو ایک شخص نے بیان کیا کہ میں عبادان شہر میں سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن مہدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے پاس حاضر تھا، ہم اپنے ہاتھ راستے میں پانی پینے کی مخصوص جگہوں سے دھوتے تھے جبکہ حضرت عبد الرحمٰن بن مہدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ ایسا نہ کرتے بلکہ اپنے غلام کو حکم دیتے تو وہ سمندر کا پانی لایا کرتا تھا۔

حضرت سیِّدُنا عبد الصمد بن مقاتل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بزرگانِ دین خط لکھتے اور گلی کے گھروں کی مٹی سے خط کو مہر بند نہ کرتے، بلکہ وہ کسی کو بھیج کر سمندر کی مٹی منگوالیا کرتے تھے۔

دریا کا پانی نوش کرنا

حضرت سیِّدُنا عبد الصمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: ہمیں حضرت سیِّدُنا ابنِ خشرم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے خط لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ "عبادان" شہر کے ان تالابوں سے پانی نہیں پیتے تھے جنہیں بادشاہوں نے بنوایا تھا، صرف دریا کا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن خالد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کہتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جسے اُمِّ بکر کے نام سے جانا جاتا تھا، اس کا تعلق قبیلہ مراد سے تھا اور وہ سوت کاتنے کا کام کرتی تھی۔ چنانچہ آپ نے اس سے فرمایا: کیا تم اس پیشے کو چھوڑ سکتی ہو؟ اس نے عرض کی: اے ابو عمران! میں اس پیشے کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں حالانکہ میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَهُ الْکَرِیْم کو فرماتے سنا ہے کہ یہ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی ہے۔

حضرت سیِّدُنا سعید بن عبد الغفار رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا: آپ

ان دو شخصوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی ایسے شخص کے پاس آئیں جس کے پیشے میں کچھ کراہت ہے وہ ان دونوں کو اپنی طرف سے کچھ عطیہ کرے، ان میں سے ایک قبول کرلے اور دوسرا قبول نہ کرے، پھر قبول کرنے والا وہاں سے چلا جائے، بعد میں انکار کرنے والا شخص قبول کرنے والے سے وہ چیز خرید لے؟ آپ نے اس بارے میں خاموشی اختیار فرمائی۔ حضرت سیِّدُنا سعید رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے ان سے عرض کی: آپ نے خاموشی اختیار کیوں کرلی، مجھے جواب کیوں نہیں دے رہے؟ تو آپ نے فرمایا: اگر جواب دینا میرے اور تمہارے لئے بہتر ہوتا تو میں تمہیں ضرور جواب دیتا۔ حضرت سیِّدُنا سعید رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: کیا ہماری بنیاد کراہت پر مبنی نہیں ہے؟ حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے جواب دیا: ہاں ایسا ہی ہے۔ یہ بات سن کر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: اس کی طاقت کس میں ہے؟ حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے حضرت سیِّدُنا سعید رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے پوچھا: ایک شخص جس کے پیشے میں کراہت ہے اس کی اجازت سے کسی نے گھر خریدا تو کیا میں اس گھر کو کرایہ پر لے سکتا ہوں؟ حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه خاموش رہے۔ حضرت سیِّدُنا سعید رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے کہا: آپ مجھے جواب کیوں نہیں دے رہے؟ تو حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: یہ بہت دُشوار معاملہ ہے، میں اس کا جواب دینا پسند نہیں کرتا۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کا کہنا ہے کہ (حاکموں کے) خدام کے قبضے میں موجود مال حرام ہے۔ جس شخص کو تحفہ دیا جائے پھر وہ کسی اور کو یہ مال دے دے، ایسے شخص کے بارے میں حضرت سیِّدُنا عبد الوہاب رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے یہ فرمایا کہ "یہ مال ایک ہی چیز ہے۔" حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے حضرت سیِّدُنا عبد الوہاب رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کے اس قول کا انکار کیا اور فرمایا: یہ سخت بات ہے۔ میں نے عرض کی: جب مال دیا جائے تو پہلے مالک کے لئے آپ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرے کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: پہلے کے پاس جو مال آیا ہے طرف داری اور تعلق کی وجہ سے آیا ہے جبکہ دوسرے میں یہ معاملہ نہیں ہے۔

حکومتی عطیے کی لوگوں میں تقسیم

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: جسے حکومتی مال دیا جائے یا اس مال کے پیچھے گناہ

کے اثرات ہوں تو اسے وہ مال قبول کر کے تقسیم کر دینا چاہیے جیسے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے کیا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی طرف مال بھیجا تو آپ نے اسے تقسیم فرمادیا، یونہی مروان نے حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو مال بھیجا تو آپ نے اسے تقسیم فرمادیا۔ اسی طرح مروان نے حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کو مال بھیجا تو آپ نے اسے تقسیم فرمادیا۔ یونہی مروان نے حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی طرف مال بھیجا تو آپ نے بھی تقسیم فرمادیا۔ حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: بشمول حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا ان تمام شخصیات کے مال قبول کر لینے کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ اس بات کو کچھ لوگ دلیل بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ایسا کرنا مباح نہ ہوتا تو یہ حضرات مال نہ لیتے۔ آپ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا: جب ان شخصیات نے دیکھا کہ یہ مال وبال اور آزمائش ہے تو اسے واپس کرنا ناپسند کیا اور برابر برابر تقسیم فرمادیا۔

سیِّدہ عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی سخاوت

حضرت سیِّدُنا ابو بکر مروزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس ایک دینار تھا، ان کی زوجہ نے وہ دینار ان سے طلب کیا تو آپ نے انہیں عطا فرمادیا۔ اس پر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: انہیں اس درہم کی حاجت تھی۔ میں نے عرض کی: آپ تو فرماتے ہیں کہ جسے اس مال کی آزمائش میں مبتلا کیا جائے تو اسے چاہیے کہ اس مال کو تقسیم کرنے میں انصاف سے کام لے۔ حضرت سیِّدُنا ابنِ منکدر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو اپنے فقر کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: اگر میرے پاس 10 ہزار درہم ہوتے تو میں تمہیں ضرور عطا کر دیتی، پھر جب حضرت سیِّدُنا ابنِ منکدر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ چلے گئے تو اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے پاس کسی نے 10 ہزار درہم بھیج دیئے، آپ نے حضرت سیِّدُنا ابنِ منکدر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو بلا بھیجا اور وہ درہم انہیں عطا کر دیئے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو اپنے قول کے ذریعے آزمایا گیا اور جیسے ہی ان کے پاس 10 ہزار درہم آئے تو آپ نے وہ اپنی ملکیت سے نکال دیئے، پھر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے زُہد و تقویٰ کا تذکرہ کیا اور

فرمایا کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ان سے فتاوی طلب کیا کرتے تھے، جن میں حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہ جیسے جلیل القدر صحابی شامل ہیں، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواج میں ان کی مثل کوئی نہ تھی، حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفاتِ ظاہری کے وقت آپ کی عمر شریف 18 سال تھی۔

حضرت سیِّدُنا ابو طالب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو یحییٰ ناقد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: کیا تم نے مجھے حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن یحییٰ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی سند سے حدیث بیان کرنے کو کہا ہے جس میں دل کی بالائی تجویف کی ممانعت ہے۔ اس پر حضرت سیِّدُنا ابو یحییٰ ناقد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے عرض کی: جی ہاں، میں نے یہی گزارش کی تھی، مجھے بتائیے کہ وہ حدیث کیسے ہے؟ اس پر حضرت سیِّدُنا ابو طالب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے وہ حدیث بیان کی کہ "حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دل کی بالائی تجویف کھانے سے منع فرمایا ہے۔" پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اسے نہ کھایا جائے۔

غدود کھانے کی ممانعت

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن امام احمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا نے فرمایا: میں نے اپنے والد سے عرض کی کہ غدود کھانا کیسا ہے؟ فرمایا: غدود نہ کھائے جائیں کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے ناپسند فرمایا ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے۔[1]

مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے دل کی بالائی تجویف کے متعلق پوچھا تو انہوں نے عرض کی: میں نے اسے پھینک دیا۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمہاری ہنڈیا اچھی ہو گئی۔[2]

یہاں روزگار اور اس سے وابستہ پرہیزگاری کے بارے میں آنے والی روایات کے باب کا اختتام ہوا۔ اور اللہ پاک خوب جانتا ہے۔

---

[1] ....مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب مایکرہ من الشاۃ، ۴/ ۴۰۹، حدیث: ۸۸۰۲

الکامل لابن عدی، ۶/ ۱۲۱، رقم: ۱۱۸۷: عمر بن موسی بن وجیہ الوجیہی

[2] ....لم نجد

فصل 48

حلال و حرام کی تفصیل، ان میں مشتبہ امور، حلال کی فضیلت، مشتبہ امور کی مذمت اور مختلف رنگوں کے ذریعے ان کی مثالوں کا بیان

حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ سود کھانے سے کوئی نہیں بچے گا، اگر کوئی آدمی سود نہیں کھائے گا تو اس کے بخارات اسے پہنچیں گے[1]۔[2]

اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے مراد یہ ہے کہ آدمی سودی معاملہ نہیں کرے گا مگر سود کا اثر بغیر ارادے اور کوشش کے اس تک پہنچے گا جیسا کہ غبار گزرنے والے کے ناک کے نتھنوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو گی کہ اس وقت سود عام ہو جائے گا اور ہر جگہ پھیلنے کی وجہ سے اس سے بچنا ناممکن ہو جائے گا۔

سود کے ایک درہم کا گناہ

حدیث مبارک میں ہے: سود کا ایک درہم **اللہ** پاک کے نزدیک اسلام کی حالت میں 30 مرتبہ زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے۔[3]

اللہ پاک نے کسی گناہ پر ایسی وعید نہ فرمائی اور نہ ہی کسی گناہ پر ایسا ڈرایا ہے جیسا سود کھانے پر ڈرایا ہے۔ **اللہ** پاک نے سود کے معاملے کو دو بڑے اوصاف سے متصف کر کے اس کے عظیم ہونے کو بیان فرمایا اور اس سے ڈرایا ہے۔ پہلا وصف یہ ہے کہ سودی معاملہ کرنا درحقیقت **اللہ** پاک اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جنگ کرنا ہے اور دوسرا جہنم میں مدتوں رہنا ہے اور یہ دونوں اوصاف **اللہ** پاک کے ان فرامین میں موجود ہیں:

---

[1]......یعنی سود دے گا یا اس کی گواہی کرے گا یا دستاویز لکھے گا یا سودی روپیہ کسی کو دلانے کی کوشش کرے گا یا سود خوار کے یہاں دعوت کھائے گا یا اُس کا ہدیہ قبول کرے گا۔ (بہار شریعت، حصہ 11، 2/767)

[2]......ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، ۳/۷۴، حدیث: ۲۲۷۸

[3]......مسند امام احمد، مسند الانصار، ۸/ ۲۲۳، حدیث: ۲۲۰۱۶ بتغیر قلیل

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو **اللہ** سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو۔

(پ ۳، البقرۃ: ۲۷۸)

اللہ پاک نے اس آیتِ مبارکہ میں ایمان کے لئے سود چھوڑ دینے کو شرط قرار دیا ہے۔ اس طرح کہ آیت میں کلمہ "اِنْ" شرطیہ ہے جو شرط و جزا کے لئے آتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو **اللہ** اور **اللہ** کے رسول سے لڑائی کا۔

پھر سود کو ظلم قرار دیتے ہوئے اس سے توبہ کرنے کو لازم قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ تمہیں نقصان ہو۔

اور سود کی حرمت کو صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔

نیز ان تمام باتوں کو بیان کرنے کے بعد جہنم میں مدتوں رہنے کی وعید سنائی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

اور یہ سخت خطاب اور بڑا عذاب ہے۔

حلال کی جستجو بھی ایک فریضہ ہے

حضرت سیّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حلال کمائی کی تلاش بھی فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔[1]

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رزقِ حلال اور فرضِ علم میں برابری فرمادی اور ان دونوں کی تلاش

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۰ / ۷۴، حدیث: ۹۹۹۳

کو ضروری قرار دیا۔ کھانے کے لئے رزقِ حلال کمانا ایسے ہی ہے جیسے جاہل کے لئے علم حاصل کرنا۔

حلال کی تلاش آسان نہیں

فرائض جب بندے پر لازم ہوئے تو وہ قیامت تک ثابت بھی رہیں گے لہٰذا جب ہمیں اس کی طلب کا حکم دیا گیا تو یہ اس کے موجود ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ ایسی چیز کو تلاش کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا جو ہم پر فرض ہو مگر موجود نہ ہو۔ معلوم ہوا رزقِ حلال موجود ہے کیونکہ ہم پر اسے فرض کیا گیا اور ہمیں اس کی تلاش کا حکم دیا گیا ہے، البتہ اس کی راہ تنگ، صورتیں پوشیدہ، اس کے ذرائع اختیار کرنے میں مشقت اور اس کے حصول میں سختی اور کمی ہے۔ اس کے ساتھ حلال کے لئے مدد کرنے والے تھوڑے اور اس کی جستجو کرنے والے اجنبی ہیں اور یہ سب ایسے ذرائع ہیں جن سے لوگ دور بھاگتے ہیں جبکہ قرآن پاک میں ہے:

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ (پ ۲، البقرۃ: ۲۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔

سود میں پڑنے کا اندیشہ

پھر فرائض کے لیے کچھ علوم اور احکام ہیں، تو جس نے ان علوم کو نہ جانا اور ان احکام پر عمل نہ کیا تو گویا اس نے ان فرائض کو جانا ہی نہیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ دُرّہ لے کر بازار والوں کے پاس سے گزرتے اور فرماتے: ہمارے بازاروں میں وہی تجارت کرے جو دین کی سمجھ رکھتا ہو ورنہ وہ سود میں پڑ جائے گا۔

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: پہلے دین کی سمجھ حاصل کرو پھر بازار جا کر خرید و فروخت کرو۔ ان عالم صاحب نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان: "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"[1] کا معنٰی یہ بیان فرمایا کہ علم سیکھنے سے مراد حلال و حرام اور خرید و فروخت کا علم ہے، جب انسان بازار میں تجارت کے لیے جانا چاہے تو اس پر تجارت کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔

---

[1]........ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل العلماء... الخ، ۱/۱۴۶، حديث: ۲۲۴

رزقِ حلال کی فضیلت

حدیثِ پاک میں ہے: جو اپنے بال بچوں کے لیے رزقِ حلال کی جستجو کرے وہ اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور جس نے حرص ولالچ سے بچتے ہوئے دنیا کا حلال طلب کیا وہ شہدا کے درجے میں ہے۔[1]

منقول ہے کہ مسلمان جب حلال کھانے کا پہلا لقمہ کھاتا ہے تو اُس کے پہلے کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جو شخص طلبِ حلال کے لئے رُسوائی کے مقام پر کھڑا ہوتا ہے تو اُس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے سردیوں میں درخت کے خشک پتے جھڑتے ہیں۔

بہادروں والا کام

ایک عالِم صاحب نے کسی مجاہد سے فرمایا: تم بہادروں والے عمل سے کہاں غافل ہو؟ ان کا عمل حلال کمانا اور اہل وعیال پر خرچ کرنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا شعیب بن حرب وغیرہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حلال کمائی کے ایک دانق (درہم کے چھٹے حصے) کو بھی حقیر نہ جانو بلکہ اسے خود پر، بال بچوں پر یا اپنے مسلمان بھائیوں پر خرچ کرو، ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے یا تمہارے علاوہ کسی اور کے پیٹ تک پہنچنے سے پہلے تمہاری مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

40 دن تک رزقِ حلال کھانے کی فضیلت

ایک روایت میں ہے: جو شخص 40 دن رزق حلال کھاتا ہے اللہ پاک اس کے دل کو روشن فرما دیتا اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری فرما دیتا ہے۔[2]

دوسری روایت میں ہے: اللہ پاک اسے دنیا سے بے رغبت کر دیتا ہے۔[3]

---

[1]......السنن الکبری للبیھقی، کتاب السیر، باب الرجل لایجدماینفق، ۹ / ۴۳، حدیث: ۱۷۸۲۴، بتغیر

[2]......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الزھد، ۸ / ۱۳۱، حدیث: ۴۳

[3]......بحر الدموع، الفصل الثانی والثلاثون، ص ۲۰۸

منقول ہے: جو حلال کھائے اور سنت کے مطابق عمل کرے وہ اس امت کے ابدال میں سے ہے۔

حضرت سیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک حلال رزق پرہیز گاری کے ساتھ نہ کھائے۔

بلند مرتبہ کون؟

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم اور حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک حج، جہاد، روزے اور نماز کے سبب فضیلت پانے والا بلند مرتبہ نہیں بلکہ ہمارے نزدیک بلند مرتبہ وہ شخص ہے جو اس بات کی فکر رکھتا ہو کہ اس کے پیٹ میں کیا جا رہا ہے۔ مراد یہ ہے کہ کیا حلال روٹی اپنے پیٹ میں ڈال رہا ہے۔

سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے سیِّدُنا شعیب بن حرب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت ہے[1] اور رزقِ حلال کمانا فرض ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

ایک آدمی نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا: میں بازار میں روزی کماتا ہوں، جب میں کام میں مصروف ہوتا ہوں تو مجھ سے جماعت چھوٹ جاتی ہے، آپ کی کیا رائے ہے، میں باجماعت نماز پڑھوں یا حلال روزی کماؤں؟ فرمایا: تم حلال کماؤ تو باجماعت نماز پڑھنے والے کی طرح ہو۔[2]

---

[1]......احناف کے نزدیک مردوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔ (ردالمحتار، ۲/ ۳۴۰، ۳۴۱)

[2]......احناف کے نزدیک چونکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے لہٰذا بلا عذر ایک بار بھی جماعت چھوڑنے والا گنہگار اور سزا کے لائق ہے اور جماعت چھوڑنے کی عادت ڈالنے والا فاسق ہے جس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ (ردالمحتار، ۲/ ۳۴۱) نیز درج ذیل اعذار کی وجہ سے اگر کوئی جماعت چھوڑ دے تو گنہگار نہ ہو گا۔ (۱) مریض جسے مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔ (۲) اپاہج (۳) وہ جس کا پاؤں کٹ گیا ہو (۴) جس پر فالج گرا ہوا ہو (۵) اتنا بوڑھا کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہو (۶) اندھا اگرچہ اندھے کیلئے کوئی ایسا ہو کہ جو ہاتھ پکڑ کر مسجد تک پہنچا دے (۷) سخت بارش (۸) شدید کیچڑ کا حائل ہونا (۹) سخت سردی (۱۰) سخت تاریکی (۱۱) آندھی (۱۲) مال یا کھانے کے تلف ہونے کا اندیشہ (۱۳) قرض خواہ کا خوف ہے اور یہ تنگ دست ہے (۱۴) ظالم کا خوف (۱۵) پاخانہ (۱۶) پیشاب (۱۷) ریاح کی شدید حاجت ہے (۱۸) کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش ہے۔ (۱۹) قافلہ چلے جانے کا اندیشہ ہے (۲۰) مریض کی تیمارداری کہ وہ اکیلا گھبرائے گا۔ یہ سب ترک جماعت کیلئے عذر ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 3، 1/ 583)

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه اور ان کے ساتھی رمضانُ المبارک میں کھیتی کاٹتے تھے، آپ ان سے فرمایا کرتے تھے: اپنے دن کے کام میں مخلص ہو جاؤ تاکہ تم حلال رزق کھاؤ اور شب بیداری نہ کرنا تمہارے لیے باجماعت نماز اور رات کو عبادت کرنے والوں کی مثل اجر ہے۔

بڑی فضیلت والی تین چیزیں

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ تین چیزیں بڑی فضیلت والی ہیں: (1) سنت پر عمل کرنا (2) حلال درہم کمانا اور (3) باجماعت نماز پڑھنا۔

ایمان کی حقیقت تک رسائی کا نسخہ

حضرت سیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں کہ بندہ اس معاملے (یعنی ایمان) کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا، حتّٰی کہ وہ یہ چار کام انجام دے: (1) سنت کے مطابق فرائض کی ادائیگی (2) پرہیز گاری کے ساتھ حلال کھانا (3) ظاہر اور باطن میں ممنوعات سے بچنا اور (4) مرتے دم تک ان سب پر قائم رہنا۔

حرام کی نحوست اور حلال کی برکت

حضرت سیِّدُنا سہل تُستری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: جس کا کھانا حلال نہ ہو تو اس کے دل سے پردے نہیں ہٹتے، دل کی سزا ختم نہیں ہوتی اور اس کے نماز و روزے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی مگر جس سے **اللہ** پاک درگزر فرمائے۔

مزید فرمایا: جسے یہ پسند ہو کہ وہ اپنے دل میں خوفِ خدا محسوس کرے اور صِدّیقین کی نشانیاں اس پر ظاہر ہوں تو وہ صرف حلال کھائے اور سنت کی ادائیگی اور ضروری کام کے علاوہ کچھ نہ کرے۔

نیز آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرمایا کرتے تھے کہ ملکوت (یعنی عالَمِ غیب) کے مشاہدہ سے محرومی اور حق تک پہنچنے میں رکاوٹ دو چیزوں کی وجہ سے ہوتی ہے: (1) حرام کھانا اور (2) مخلوقِ خدا کو تکلیف دینا۔

مزید فرماتے ہیں: 300 سال کے بعد کسی کی توبہ درست نہ ہوگی۔ پوچھا گیا: وہ کیوں؟ فرمایا: روٹی فاسد ہو جائے گی اور لوگ اسے کھانے سے نہیں رکیں گے۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس بدن کو حرام غذا دی گئی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، جہنم کی آگ ہی اس بدن کے لائق ہے۔[1]

حکایت: منہ میں انگلی ڈال کر قے کردی

ایک روایت میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اپنے غلام کی کمائی میں سے کچھ لے کر کھالیا پھر اس سے اس کمائی کے بارے میں پوچھا۔ غلام نے کہا: میں نے کسی قوم کو (جاہلیت والے کلمات سے) دم کیا تھا تو انہوں نے مجھے یہ دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ غلام نے کہا: میں نے ان کے لیے کہانت کی تھی (نجومیوں کی طرح آیندہ کی باتیں بتائی تھیں)۔ تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اپنی انگلی منہ میں لے کر آخری لقمہ تک قے کردی۔ پھر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے **اللہ**! جو رگوں میں چلا گیا اور آنتوں سے مل گیا اس سے تیری بارگاہ میں عذر پیش کرتا ہوں۔

روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس مبارک واقعہ کی خبر دی گئی تو ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ابو بکر ہمیشہ پاکیزہ (یعنی حلال) رزق ہی کھاتے ہیں۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض: میں کون سا عمل کروں کہ **اللہ** پاک مجھے مستجابُ الدعوات بنالے (یعنی میری دعائیں قبول ہوں)؟ ارشاد فرمایا: اے سعد! اپنے کھانے کو پاکیزہ کرلو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔[3]

دعا قبول نہ ہونے کا سبب

علما نے فرمایا: حرام کھانے کے سبب دعا آسمان سے روک دی جاتی ہے۔

کہا گیا ہے کہ **اللہ** پاک کسی بندے کی دعا اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک وہ اپنے کھانے کو حلال اور عمل کو اچھا نہ کرے۔

---

[1]......مسند بزار، مسند ابی بکر، ۱/۱۰۵، حدیث: ۴۳

[2]......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، باب الورع فی البطن، ۱/۲۱۴، حدیث: ۱۱۸

[3]......معجم اوسط، ۵/۳۴، حدیث: ۶۴۹۵

منقول ہے کہ جس شخص نے 40 دن شبہ والی چیزیں کھائیں اس نے اپنا دل تاریک کر لیا۔ اس فرمان باری تعالیٰ کے یہی معنیٰ ہیں:

دل کا زنگ

كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ ۳۰، المطففین: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

کہا گیا ہے: دل کا زنگ حرام کمائی کے سبب ہے۔

سلف صالحین کی ایک جماعت نے فرمایا: جہاد کے 10 حصے ہیں ان میں سے نو حصے رزقِ حلال تلاش کرنے میں ہیں۔

حضرت سیِّدُنا علی بن فضیل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے اپنے والد سے عرض کی: ابا جان! یقیناً حلال قلیل ہے۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: بیٹا حلال اگرچہ قلیل ہے مگر یہ قلیل بھی **اللہ** پاک کے نزدیک کثیر ہے۔

منقول ہے: جس نے نماز پڑھی حالانکہ اس کے پیٹ میں حرام کھانا ہے یا اس کے جسم پر حرام کپڑا ہے تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔

ایک لقمہ کی وجہ سے دل کا بدلنا

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اے بندۂ مسکین! جب تو روزہ رکھے تو غور کر لے کہ تو کس شخص کے پاس افطار کر رہا ہے اور کیا کھا رہا ہے کیونکہ بندہ کبھی کوئی لقمہ کھاتا ہے اس سے اس کا دل بدل جاتا ہے اور ایسا خراب ہوتا ہے جیسا کہ چمڑا خراب ہو جاتا ہے پھر وہ اپنی پہلی حالت کی طرف نہیں لوٹتا۔

یہی معنیٰ حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کا ہے: ”بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کا روزے سے حصہ صرف بھوک اور پیاس ہے۔“[1] اس کی وضاحت یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے اور حرام سے افطار کرتے ہیں۔

---

[1]......مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۳۰۷، حدیث: ۸۸۶۵

حدیث پاک میں ہے: جو دنیا کا حلال فخر یا مال کی کثرت کے لیے طلب کرے گا تو وہ اللہ پاک سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہو گا۔[1]

واعظ اور مبلغ میں تین باتوں کا جائزہ

سلف صالحین رَحِمَهُمُ الله سے منقول ہے کہ جب کوئی واعظ اور مبلغ لوگوں کو سمجھانے کے لئے بیٹھتا تو عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ الله سے اس کی مجلس کے بارے میں پوچھا جاتا۔ عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ الله فرماتے: اس میں تین باتیں تلاش کرو: (1)... دیکھو اس کا عقیدہ درست (2)... عقل کامل اور (3)... کھانا حلال ہے۔ اگر وہ کسی خلافِ شرع بدعت کا عقیدہ رکھتا ہو تو اس کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ شیطان کی زبان سے بولتا ہے، اگر وہ حرام کھاتا ہو تو خواہشاتِ نفسانی کی زبان سے بولتا ہے اور اگر وہ کامل عقل والا نہیں ہے تو اپنی باتوں کی وجہ سے درستی سے زیادہ بگاڑ پیدا کر دے گا، لہٰذا ایسوں کے پاس نہ بیٹھو۔

یہ تلاش اور چھان بین کا طریقہ اب ختم ہو چکا ہے، جس نے اس پر عمل کیا اس نے اس طریقے کو زندہ کیا۔

دنیا کے حریص کی مذمت

حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا کے حریص کا ذکر کیا اس کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کوئی (دنیا کمانے کے لئے) بکھرے بالوں، گرد آلود چہرے کے ساتھ جہاں بھر کی ٹھوکریں کھاتا ہے مگر اس کا کھانا، لباس اور غذا حرام ہے اور وہ ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتے ہوئے کہتا ہے: اے میرے ربّ! اے میرے ربّ!۔ بھلا اس کی دعا کہاں سے قبول ہو گی۔[2]

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کا ایک فرشتہ ہر رات بیت المقدس پر یہ ندا دیتا ہے کہ جو حرام کھائے گا اس کا کوئی فرض اور نفل قبول نہیں۔

---

[1]........موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، ۸/ ۲۳، حدیث: ۳۲

[2]........مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب، ص ۳۹۳، حدیث: ۲۳۴۶، بتغیر قلیل

معدہ بدن کا حوض ہے

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی حدیث پاک میں ہے: معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کی طرف سے آنے والی نالیاں ہیں، اگر معدہ صحیح ہو گا تو رگیں اس کی طرف صحت لے کر آئیں گی اور اگر معدہ خراب ہو گا تو رگیں بیماری لے کر آئیں گی[1]۔[2]

غذا کی مثال دِین میں ایسے ہی ہے جیسے عمارت کے لئے بنیاد، اگر بنیاد مضبوط اور پختہ ہو گی تو عمارت پختہ اور بلند ہو گی اور اگر بنیاد کمزور یا ٹیڑھی ہو گی تو عمارت گر پڑے گی۔

سب سے بہتر بنانے والی ذات اللہ پاک کا ارشاد ہے:

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جس نے اپنی بنیاد رکھی اللہ سے ڈر اور اس کی رضا پر وہ بھلا یا وہ جس نے اپنی نیو چُنی (بنیاد رکھی) ایک گراؤ گڑھے کے کنارے تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں ڈھے پڑا۔

حدیث مبارک میں ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے حرام مال کمایا اور صدقہ کیا تو قبول نہ ہو گا اور اگر اپنے پیچھے چھوڑ گیا تو جہنم کا سامان ہو گا۔[3]

ہلاکت اور عذاب کا سبب

اللہ پاک کا فرمان ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے

---

[1]......مشہور مفسر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: معدے سے رگیں دوسرے اعضاء کی طرف اچھی رطوبتیں اور صالح غذا لے کر چلتی ہیں جس سے صحت اچھی ہوتی ہے۔ اگر معدہ درست ہے تو تمام جسم درست ہے اگر معدہ خراب ہے تو سارا جسم بیمار۔ (مراۃ المناجیح، 6/247 ملتقطا)

[2]......معجم اوسط، ۳/۲۰۶، حدیث: ۴۳۴۳

[3]......مسند ابی داود طیالسی، ص ۴۰، حدیث: ۳۱۰

بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ (پ۵، النسآء: ۲۹) کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضا مندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو۔

اس فرمان کی تفسیر میں کہا گیا ہے: جس نے حرام کھایا تو اس نے خود کو قتل کیا، کیونکہ یہ اس کی ہلاکت اور عذاب کا سبب ہے۔

حلال میں حساب اور حرام میں سزا

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور دیگر سے مروی مشہور روایات میں ہے: دنیا کے حلال میں حساب اور حرام میں سزا ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط اور حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا نے فرمایا: مشتبہ کاموں میں والدین کی اطاعت نہیں ہے۔

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: جو حلال کمانے کے لئے ذلت کے مقام پر کھڑا ہوا **اللہ** پاک اس کا حشر صدیقین کے ساتھ فرمائے گا اور اسے قیامت کے دن شہدا کے مقام تک بلندی عطا فرمائے گا۔

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اور دیگر علمائے کرام نے فرمایا: حلال کی تلاش میں شرم و حیا کرنے والا کامیابی نہیں پاتا۔

تنگ زندگی اور اچھی زندگی

اللہ پاک کا فرمان ہے:

فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے۔

اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے: بے شک حرام کھانے والے کے لیے تنگ زندگی ہے۔

یوں ہی **اللہ** پاک کا فرمان ہے:

---

[1] ......العقد الفرید، کتاب الزمردة فی المواعظ والزھد، صفة الدنیا، ۳/ ۱۱۹

فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ (پ ۱۴، النحل: ۹۷) ترجمۂ کنزالایمان: تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جِلائیں گے۔

اچھی زندگی سے مراد رزقِ حلال ہے۔

ستھری اور پاکیزہ چیزوں کی تفسیر

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ (پ ۲، البقرۃ: ۱۷۲) ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔

ستھری چیزوں کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حلال چیزیں ہیں۔

اسی طرح اللہ پاک کا فرمان ہے:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ (پ ۱۸، المؤمنون: ۵۱) ترجمۂ کنزالایمان: اے پیغمبرو پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

پاکیزہ چیزیں کھاؤ یعنی حلال کھاؤ۔ آیت میں اچھے کام سے پہلے، حلال کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح بعض علمائے کرام نے فرمایا: حلال کھانا اعمال کی پاکیزگی کا سبب ہے جتنا کھانا حلال ہو گا اتنا ہی عمل پاکیزہ اور فائدہ مند ہو گا۔

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه جب حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کا تذکرہ کرتے تو فرماتے: انہیں مجھ پر تین طرح سے فضیلت حاصل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اہل و عیال پر صبر کیا اور میں ان سے تنگی محسوس کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ رزقِ حلال اپنے لئے بھی طلب کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی جبکہ میں صرف اپنے لئے طلب کرتا ہوں۔[1]

پاکیزہ چیزوں سے بے رغبتی کی وجہ

حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرمایا کرتے تھے: میں نے پاکیزہ چیزیں بے رغبتی کی وجہ سے نہیں چھوڑیں، بلکہ ان کو اس وجہ سے چھوڑا کہ مجھے کوئی ستھرا درہم میسر نہیں آیا اگر مجھے کوئی ستھرا درہم میسر

---

[1]......یہاں صرف ایک فضیلت کا ذکر ہوا بقیہ دو فضیلتیں یہ ہیں: (1)...وہ نکاح کی وسعت رکھتے ہیں جبکہ میں نہیں رکھتا اور (2)...وہ عام لوگوں کے امام ہیں۔ (قوت القلوب، ۲/ ۴۰۱)

ہوتا تو میں اس سے خرید کر ضرور کھاتا۔

حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرمایا کرتے تھے: بندے کو حلال تب تک نہیں ملتا جب تک کہ اپنے اور حرام کے درمیان حلال کی آڑ نہ کرلے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللهُ عَنْه فرماتے ہیں: دلوں میں کھٹکنے والی چیزوں سے بچو اور جو چیز دل میں کھٹکے اسے چھوڑ دو۔

شبہ کیا ہے؟

حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر مروزی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا ابُوعَبْدُ الله امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے شبہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ شبہ کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہا: یہ وہ چیز ہے جسے نہ حلال کہا جاتا ہے اور نہ حرام۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جو حلال اور حرام کے درمیان ہے۔

میں نے ان سے پوچھا: کیا کوئی شخص شبہ کے ہوتے ہوئے زینت حاصل کرنے کی غرض سے کوئی کپڑا خرید سکتا ہے؟ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ شبہ سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔[1]

میں نے پھر پوچھا: مشتبہ شے میں والدین کی اطاعت کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: میں اس میں اطاعت کو ناپسند کرتا ہوں اور اس کو بھی ناپسند کرتا ہوں کہ والدین کو ناراض کرے بلکہ نرمی سے سمجھالے اور ان کی اطاعت نہ کرے کیونکہ حضور نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: جس نے اپنے آپ کو شبہات سے بچایا تو اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا۔[2]

---

[1]......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نقل فرماتے ہیں: فقہائے کرام نے فرمایا کہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں لہٰذا اس زمانے میں مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ دیکھے ہوئے حرام سے بچے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان شہروں میں حلال تلاش کرنا کسی قدر مشکل ہے، یہی وجہ ہے ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس زمانے میں تم پر خالص حرام کو چھوڑ دینا لازم ہے کیونکہ تم کوئی ایسی چیز نہیں پاسکتے کہ جس میں کوئی شبہہ نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ، 23/517)

[2]......ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی ترک الشبہات، ۳/ ۳، حدیث: ۱۲۰۹

ایمان کی حقیقت تک رسائی

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: بندہ ایمان کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک اپنے اور حرام کے درمیان حلال کی دیوار نہ کھڑی کرے اور یہاں تک کہ گناہ اور اس کے مشابہ چیزوں کو بھی چھوڑ دے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے فرمایا: شک و شبہ والی بات چھوڑ کر اسے اختیار کر جس میں تجھے کوئی شک نہ ہو۔ مجھے یہ بات پسند ہے کہ اپنے اور حرام کے درمیان حلال کو رکاوٹ بناؤں اور اس کو کبھی نہ توڑوں۔

ناجائز کمائی سے توبہ

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: جس کی کمائی ناجائز ہو اس کی توبہ کا آپ کیا طریقہ دیکھتے ہیں؟ فرمایا: ساری ناجائز کمائی اپنے قبضے سے نکال دے (یعنی صدقہ کر دے)۔

علمائے ظاہر نے فرمایا: حلال کی 10 قسمیں ہیں۔ اور بعض نے فرمایا: حلال سات چیزوں میں پایا جاتا ہے۔ اور ان سب کی اصل تین چیزیں ہیں: (1) سچائی کے ساتھ تجارت (2) اخلاص کے ساتھ کاریگری (3) کسی خاص حکم کے ساتھ عطیہ۔

عطیہ کی چار قسمیں

پھر عطیہ کی چار قسمیں ہیں: (1) غنیمت کا مال (2) مالِ میراث (3) رضامندی سے ملا تحفہ (4) فقیر کے لئے صدقے کا مال۔

ان سب کا مدار اور محور یہ ہے کہ حلال اپنے اسم سے دو معنٰی کے ساتھ مشتق ہے: (1) جس چیز میں ظلم نہ ہو یا (2) جس چیز کے ساتھ علم (شریعت) وابستہ ہو وہ حلال ہے۔ چنانچہ جس چیز سے ظلم رفع ہو جائے اس چیز پر بندے کی پکڑ بھی نہیں رہتی اور جس چیز کے ساتھ علم (شریعت) وابستہ ہو اس چیز میں اباحت و اجازت بھی اتر آتی ہے۔

حلال کی وضاحت

علما کے نزدیک حلال وہ ہے جس کے لینے میں **اللہ** پاک کی نافرمانی نہ ہو۔ بعض علمائے باطن کا قول ہے: حلال وہ ہے جس کے شروع میں **اللہ** پاک کی نافرمانی نہ ہو اور آخر میں **اللہ** پاک کو نہ بھولے، اس کو کھاتے وقت **اللہ** پاک کا ذکر کرے اور فارغ ہونے پر شکر ادا کرے۔

حضرت سیِّدُنا سہل تستری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه سے حلال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: علم۔ پھر فرمایا: اگر کوئی شخص آسمان کی طرف منہ کرے اور کوئی قطرہ اس کے منہ میں گر جائے اور وہ اسے پی کر کسی گناہ پر قوت حاصل کرے یا اس سے **اللہ** پاک کی اطاعت نہ کرے تو یہ اس کے لئے حلال نہ ہو گا۔

اہلِ علم کی جماعت نے فرمایا: لوگوں کے لئے بناوٹ کرنے والا اور بننے سنورنے والا حرام کھاتا ہے کیونکہ وہ اپنے عمل میں ربِّ کریم سے مخلص نہیں ہوتا۔

بعض موحدین نے کہا ہے: کوئی چیز تب تک حلال نہ ہو گی جب تک اس میں ذات باری تعالیٰ کے سوا کسی کو مد نظر نہ رکھے اور اگر **اللہ** پاک کے عطا کردہ رزق میں بندوں کو شریک ٹھہرایا تو یہ شبہ ہے اگرچہ احکام شرع کے مطابق وہ حلال ہو۔ ان حضرات نے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے اس فرمان سے دلیل پکڑی ہے: لوگ خدا کا رزق کھاتے ہیں اور اس میں اس کی مخلوق کو شریک کرتے ہیں۔

ایک ابدال کا فرمان ہے: حلال وہ رزق ہے جو مخلوق کے ہاتھوں سے نہ لیا گیا ہو اور نہ ان کی ملکیت میں آیا ہو۔ بعض ابدال غیر مملوکہ زمینوں میں اُگنے والی چیزیں کھاتے تھے اور فرماتے: حلال وہ ہے جو ظالموں کے ہاتھوں سے نہ لیا گیا ہو صرف متقین کے ہاتھوں سے لیا جائے۔

حکایت: خوفِ خدا ختم کرنے والا کھانا

ایک طویل قصے میں کسی ابدال کے متعلق ہے کہ ایک سیاحت کرنے والے شخص نے ان کو کوئی چیز کھانے کے لئے پیش کی تو انہوں نے نہیں کھائی۔ اس نے نہ کھانے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا: ہم صرف حلال کھاتے ہیں، اسی وجہ سے ہمارے دل دنیا سے بے رغبتی پر سیدھے رہتے ہیں، ہم ہمیشہ ایک حالت میں رہتے ہیں، غیبی دنیا کو دیکھتے اور آخرت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: اگر ہم تین دن تک وہ کھانا

کھالیں جو تم کھاتے ہو تو عِلْمُ الْیَقِیْن کے جس مقام پر ہم فائز ہیں اس پر بر قرار نہیں رہیں گے اور ہمارے دلوں سے خوفِ خدا اور مشاہدہ ختم ہو جائے گا۔ کسی شخص نے ان سے عرض کی: میں ہمیشہ روزے رکھتا ہوں اور ہر ماہ 30 قرآن پاک ختم کرتا ہوں۔ تو ابدال نے اپنے پاس موجود پہاڑی بکری کے دودھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ مشروب جو تم دیکھ رہے ہو اسے میں رات کو پیتا ہوں، یہ مجھے تمہارے 300 رکعات نماز میں 30 بار قرآن کریم ختم کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

سب لوگ خالص حلال کی قدرت نہیں رکھتے

ایک سیاح کا کہنا ہے کہ میں نے کسی ابدال کو یہ واقعہ سنا کر پوچھا: آپ لوگ (خالص) رزقِ حلال پر قادر ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو نہیں کھلاتے؟ تو انہوں نے فرمایا: سب مخلوق اس کی قدرت نہیں رکھتی اور نہ ہی ہم اس کا حکم دیتے ہیں کیونکہ سارے اگر خالص حلال کھائیں گے تو سلطنت ختم ہو جائے گی، بازار بند ہو جائیں گے اور شہر اُجڑ جائیں گے البتہ قلیل سے بھی قلیل اور مخصوص افراد کے بھی خاص لوگ ہی اسے کھانے پر قادر ہیں۔

ایک عالم صاحب کا قول ہے: میں جس حلال کو جانتا ہوں کہ جس میں کوئی شک نہیں وہ جوہڑ (تالابوں) کا پانی ہے، ان زمینوں پر اُگنے والی چیزیں ہیں جو کسی کی ملکیت نہ ہوں یا کسی نیک بھائی کا تحفہ ہے یا کسی پرہیز گار بندے سے سچائی اور اخلاص کے ساتھ لین دین کرنا ہے۔

حکایت: کھانے کا تعلق دین سے ہے

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کئی سال تک سفر میں ساتھ رہے مگر حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ان کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک دفعہ انہوں نے کہا: میں کسی سے کچھ نہیں مانگتا لیکن مجھے بادشاہ بھی کوئی چیز دے تو میں کھالوں گا۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے دوری اختیار کرلی یہاں تک کہ انہوں نے معذرت کی اور فرمایا: میں تو مذاق کررہا تھا۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: تم دین سے مذاق کرتے ہو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کھانا دین

سے تعلق رکھتا ہے اور اللہ پاک نے اسے نیک اعمال سے پہلے بیان کیا ہے۔ پھر یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی:

كُلُوۡا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ ترجمۂ کنزالایمان: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

(پ۱۸، المؤمنون: ۵۱)

کھانے کے متعلق بزرگوں کی احتیاط

کئی اہلِ تقویٰ ایسے ہیں جنہوں نے یہ فرمایا کہ میرے پیٹ میں 40 سال سے وہی چیز داخل ہوئی ہے جس کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ کہاں سے آئی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: 60 سال سے یہ معمول ہے وہی چیز اپنے پیٹ میں ڈالی جس کے بارے میں جانتا تھا۔

حضرت سیِّدُنا وہب بن ورد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا معمول تھا کہ جب تک یہ نہ جان لیتے کہ کھانا کہاں سے آیا ہے یا دو گواہ اس کے ٹھیک ہونے کی گواہی نہ دیتے تب تک نہ کھاتے۔

حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا فرمان ہے: جس نے حلال کے معاملے میں چھان بین کی وہ بھوکا رہا اور جو اس معاملے میں غافل رہا سیر ہو گیا۔

علما کے نزدیک جو دنیا کا حلال تلاش کرے وہ دنیا میں اس سے بڑھ کر زاہد ہے جو بغیر مشقت کے شبہات والی چیزیں کھائے۔

ایک روایت ہے: جو شخص اس کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کہاں سے کھاتا ہے تو اللہ پاک اس بات کی پروا نہیں رکھتا کہ وہ اسے جہنم کے کس دروازے سے داخل کرے گا۔ اس قول کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ تورات میں لکھا ہے۔

شبہات سے حلال کی تفصیل کا بیان

اس میں اصل حضرت سیِّدُنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی حدیث ہے کہ "حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کے متعلق بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ جس نے مشتبہ چیزوں کو چھوڑا اس نے اپنی عزت اور اپنا دین بچا لیا۔ جو ممنوعہ چراگاہ کے گرد چرائے ہو سکتا ہے وہ

چراگاہ میں جا پڑے۔ ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ پاک کی چراگاہ اس کی زمین میں موجود اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔"[1]

کسوٹی والا دل

کہا گیا ہے کہ یہ حدیث پاک تہائی علم ہے۔ حلال واضح اور ظاہر ہے جس کے بارے میں تمہیں یقین ہو اور علم رکھنے والے مؤمن کا دل اس پر مطمئن ہو۔ حرام بھی اسی طرح ظاہر ہے اور اس پر بھی تمہیں واضح یقین ہو، مسلمانوں میں کسی کا اس بارے میں اختلاف نہ ہو اور مؤمن کا دل اس سے نفرت کرتا ہو البتہ کبھی کوئی دل کسی شے سے مطمئن ہو جاتا ہے تو یہ تقویٰ کی کمی ہے اور یونہی کبھی علم کی کمی کی وجہ سے دل کسی شے سے نفرت کرتا ہے۔ ایسے دو دلوں کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ معیار وہ دل ہے جسے کسوٹی بنایا جائے اور جس کے ذریعے عالَمِ غیب کے خزانوں کو جانچا جائے۔ ایسا دل علم اور یقین رکھنے والے مؤمن کا دل ہے۔ یہ دل کانوں میں پائے جانے والے خالص سونے سے قیمتی ہے۔ یہ وہی دل ہے جس کی طرف حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نیکی اور گناہ کے فیصلہ کو سپرد کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "نیکی وہ ہے جس سے دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے۔"[2] یوں ہی ارشاد فرمایا: "گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں چبھے۔"[3] اور ایک حدیث پاک میں ہے: "اپنے دل سے فتویٰ لو"[4] کیونکہ دل حلال سے مطمئن اور پُر سکون رہتا ہے اور ارشاد فرمایا: "اگرچہ تجھے فتویٰ دینے والے فتویٰ دیں۔"[5] ان سے مراد اہلِ ظاہر علما ہیں جو اہلِ زبان ہیں، اہلِ قلوب میں سے نہیں ہیں۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے

---

[1] ......بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرء لدینہ، ۱ / ۳۳، حدیث: ۵۲ بتغیر قلیل

[2] ......مسند امام احمد، حدیث وابصہ بن معبد الاسدی، ۶ / ۲۹۲، حدیث: ۱۸۰۲۳ بتغیر قلیل

[3] ......مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب البر والاثم، ص ۱۰۶۱، حدیث: ۲۵۱۶

[4] ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، ۶ / ۲۹۳، حدیث: ۱۸۰۲۸

[5] ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث ابی ثعلبۃ الخشنی، ۶ / ۲۲۳، حدیث: ۱۷۷۵۷

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ (پ۸، الانعام: ۱۲۹) پر مسلّط کرتے ہیں بدلہ اُن کے کئے کا۔

اس آیت کی تفسیر میں پہلے کے ایک بزرگ فرماتے ہیں: جب لوگوں کے اعمال خراب ہو جاتے ہیں تو ان پر ان ہی جیسے اعمال والے حکمران مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: جب لوگوں کے دین میں بگاڑ آجائے تو ان کے رزق میں بگاڑ آجاتا ہے۔

شبہات کی مختلف صورتیں

شبہات کی بہت سی صورتیں ہیں:

﴿1﴾... جو ایک طرح سے حلال سے ملتا جلتا ہو اور حلال میں یوں مل گیا ہو کہ دونوں کو جدا نہ کیا جا سکے۔

﴿2﴾... علم جس چیز کو حلال قرار دے اور اس کا حکم حلال ہو لیکن اندر سے پرہیز گاری اس سے رکنے کا کہے۔

﴿3﴾... علم ظاہر جس چیز کو جائز کہے اور علمائے باطن اس کو مکروہ جانیں، اس طرح کہ تمہارے دل پر اس کی چاہت اور غلبہ ہو لیکن اس پر اطمینان نہ ہو اور دلوں میں اس کے لئے کچھ ہو جیسا کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ "تم میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ فریقین میں سے ایک بولنے کا تیز ہو تو میں اس سے جو سنوں اس کے مطابق فیصلہ کر دوں اور وہ جانتا ہو کہ یہ حقیقت کے خلاف ہے تو ایسی صورت میں جس کے حق میں اس کے بھائی کے خلاف فیصلہ کروں تو میں اسے جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا دیتا ہوں۔"[1]

اس روایت میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بتایا کہ آپ کا حکم فرمانا ظاہر پر ہوتا ہے۔ نیز آپ نے لوگوں کو بندے کے حقیقی علم یعنی اس کے نفس کے اس عیب کی طرف متوجہ کیا جو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے جبکہ یہ بندہ اسے بہت اچھی طرح جانتا ہے۔

﴿4﴾... جس کے دلائل مخفی اور معاملہ برابر برابر ہونے کی وجہ سے اس کے بارے میں اختلاف ہو اور تم نے اسے اپنی آنکھوں سے بھی نہ دیکھا ہو کہ اس کا پوشیدہ معاملہ ظاہر ہو کیونکہ حلال اور حرام وہ ہے جس پر اتفاق ہو اور اس کے دلائل ظاہر ہوں۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب الحکم بالظاھر واللحن بالحجۃ، ص ۷۴۸، حدیث ۴۴۷۳

﴾5﴿... جس کا سبب حلال ہو اور اس میں اس کا حکم ظاہر ہو مگر اس کا عین مجہول اور حلال ہونا غیر یقینی ہو۔

﴾6﴿... جس کے حصول میں کوئی شرعی حکم عمل سے رہ گیا ہو یا پھر اس کے حصول کے اسباب میں سے کوئی سبب ناقص ہو یا اس میں کوئی جہالت ہو یا کوئی نفسانی آفت شامل ہو۔

حلال کے تین مقامات

یہ سب صورتیں شبہات کی ہیں۔ پھر شبہات میں بھی مختلف درجات ہیں۔ کسی کی حلت میں شبہ ہے تو کسی میں حرمت کا شبہ، کسی شبہ میں گدلا پن ہے تو کسی میں (حرام کے) قرب کا شبہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علمائے باطن کے نزدیک حلال کے تین مقامات ہیں: (1)... حلال کافی (2)... حلال صافی اور (3)... حلال شافی۔

﴾1﴿... **حلال کافی:** یہ عام ہے، گویا کسی بھی حکم کے تحت حلال ہو۔

﴾2﴿... **حلال صافی:** یہ خاص ہے، جس کے حلال ہونے کے دلائل واضح ہوں، اس کا سبب حلال ہو اور اس میں سنت کی پیروی ہو۔

﴾3﴿... **حلال شافی:** یہ اخص الخواص کا حلال ہے جس کی اصل اور انتہا کا بھی علم ہو، پرہیزگاروں کے ہاتھوں سے آیا ہو اور اس میں جہالت نہ ہو۔

شبہات میں فرق کی وجہ

شبہات میں باہمی اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حلال کا اپنی ضد حرام کے ساتھ اختلاف ہے۔ حرام کی بات کریں تو یہ فاسقوں کا کھانا ہے۔ اس کا کھانا فسق، اس کی تلاش فسق، اسے کھلانا فسق اور اس پر مدد کرنا بھی فسق ہے۔ اس کی عادت اپنانے والا فاسق ہے اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ یہ مسلمانوں کی ضرورت نہیں اور نہ مسلمانوں کو اس کی حاجت ہے۔

مومن کا مقصود

حلال وہ ہے جسے قرآن و سنت حلال قرار دیں یا شرعی احکام اور علوم اسے حلال کہیں۔ یہ مختلف طرح کے ذرائع اور مطلق معانی ہیں۔ یوں ہی وہ بھی حلال ہے جس میں تصرف کو علم مباح قرار دے۔ یہ حلال

مومن کا مقصود، پرہیز گاروں کا کھانا اور نیک لوگوں کا مقام ہے۔ اس کی تلاش جہاد، اسے کھلانا نیکی، اس پر مدد کرنا پرہیز گاری، اسے کھانا عبادت اور اس پر پابندی کرنا متقی مومن کا کام ہے۔

شبہ کیا ہے؟

شبہ وہ ہے جس میں علما کا اختلاف ہو اور اس کے بارے میں اتفاق نہ ہو یا جس کے اندر التباس ہو اور دلائل کے گہرے اور پیچیدہ ہونے کی وجہ سے اس میں شبہ ہو یا استدلال میں خِفا ہونے کی وجہ سے اس کا حلال ہونا واضح نہ ہو اور اہلِ علم و تقویٰ سب کا اس پر اتفاق نہ ہو۔ جیسا کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "اسے کثیر لوگ نہیں جانتے۔"[1] یہ عام مسلمانوں کا کھانا ہے۔ اگر کوئی اس میں مبتلا ہو جائے تو وہ حاجت اور ضرورت کی مقدار ہی لے۔ یہی باعث فضیلت ہو گا اور تقویٰ کے مقام میں ہو گا۔ اس کی کثرت اور اسے جمع کرنا ناپسندیدہ ہے اور جتنا ممکن ہو اسے چھوڑ دینا افضل ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے: "جس نے شبہ کو چھوڑا اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا۔"[2] یعنی اپنا دین پاک و صاف کر لیا، اس کی حفاظت اور اس کے متعلق احتیاط کر لی۔ کہا گیا ہے: ایمان پاکیزہ اور صاف ستھرا ہے تو تم بھی پاک اور صاف رہو۔ پاکیزہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ میل کچیل سے دور رہنا۔ آگے اسی حدیث پاک میں ہے: "اور اپنی عزت بچالی۔"[3] یعنی شبہ سے بچنے کی وجہ سے لوگ اسے بُرا بھلا نہ کہیں گے اور اسے بُرائی سے منسوب نہیں کریں گے۔

حرام میں پڑنے کا ذریعہ

ہم نے شبہ کو حرام کی طرف جانے کی راہ اور اس میں پڑنے کا ذریعہ بتایا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: "جو ممنوعہ چراگاہ کے گرد چرائے ہو سکتا ہے وہ چراگاہ میں جا پڑے۔"[4] یعنی جو شبہ میں پڑتا ہے، اس کی عادت ڈالتا ہے اور اس کی کثرت کرتا ہے وہ جلد ہی حرام میں پڑ جاتا ہے۔

---

[1]......بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرء لدینہ، ۱/ ۳۳، حدیث: ۵۲

[2]......ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی ترک الشبہات، ۳/ ۲، حدیث: ۱۲۰۹

[3]......ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی ترک الشبہات، ۳/ ۲، حدیث: ۱۲۰۹

[4]......بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرء لدینہ، ۱/ ۳۳، حدیث: ۵۲

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: جو عادل اور متقی شخص کے ہاتھوں سے جائز طریقے سے لیا جائے وہ حلال ہے، جو ایسے شخص سے لیا جائے جس کا عادل یا مجروح ہونا معلوم نہ ہو وہ شبہ ہے اور ظالم یا فاسق کے ہاتھوں سے جو لیا جائے وہ حرام ہے اگرچہ جائز طریقے سے لیا جائے۔ یہ فرمان حق سے قریب ہے۔

اس کی واضح مثال ایک اہلِ علم کا یہ فرمانا بھی ہے: جو شخص اپنے مال میں خیانت اور ظلم کا معاملہ نہ پائے تو یہ حلال مال ہے۔ جو ظالموں سے اختلاط رکھے اور خیانت والا مال کمائے تو جو اس کے ہاتھ میں ہے وہ حرام ہے۔ اگر اس کا مال مخلوط ہو جس میں امتیاز اور فرق نہ ہو، کبھی کسی ظالم سے معاملہ کرے اور کبھی کسی ایمان دار اور پرہیز گار سے تو جو مال اس کے ہاتھ میں ہے وہ شبہ والا مال ہے۔

تقویٰ اور پرہیز گاری کے ساتھ اس معاملے کی تفصیل اس سے پہلے والی فصل میں گزر چکی ہے جہاں ہم نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه اور دیگر متقین حضرات سے روایات نقل کی ہیں۔

بھلائی میں اطمینان ہے

ایک واضح حدیث میں آیا ہے: "جو شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر شک میں نہ ڈالنے والے کو اختیار کرو۔"[1] بھلائی میں اطمینان اور بُرائی میں شک ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کے حلال ہونے میں شک ہو اسے چھوڑ کر ایسی چیز اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔ بُرائی میں شک ہوتا ہے اور اس پر یقین نہیں ہوتا۔ دوسری حدیث پاک میں ہے: "گناہ وہ ہے جو دلوں پر اثر انداز ہو۔"[2] یوں ہی حدیث میں ہے: "گناہ وہ ہے جو دلوں میں کھٹکے۔"[3] یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں چبھے اور دل کو نشان زدہ کرے کیونکہ **اللہ** پاک نے گناہ کو دل کے ساتھ جوڑا ہے اور دل کے اوصاف میں سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ **اللہ** پاک کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ (پ ٣، البقرة: ٢٨٣)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، ٤/٢٣٢، حدیث: ٢٥٢٦ مختصراً

المستدرک، کتاب البیوع، دع ما یریبک... الخ، ٢/٣٠٥، حدیث: ٢٢١٦، بتقدم وتاخر

[2] ......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب البر والاثم، ص ١٠٦١، حدیث: ٦٥١٦ نحوہ

[3] ......معجم کبیر، ٩/١٤٩، حدیث: ٨٧٤٨

نیکی کیا ہے؟

حدیث پاک میں ہے: ”نیکی وہ ہے جس سے دل مطمئن رہے اور نفس کو سکون ملے[1] اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور جس پر لوگوں کا مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو۔“[2] تو تو اسے چھوڑ دے کیونکہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: ”مؤمن **اللہ** پاک کے گواہ ہیں۔“[3] اور فرمایا: ”جسے مؤمنین اچھا جانیں تو وہ **اللہ** پاک کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسے بُرا جانیں وہ **اللہ** پاک کے نزدیک بھی برا ہے[4] جیسا کہ **اللہ** پاک کا فرمان ہے:

فَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اب تمہارے کام دیکھے گا **اللہ** اور اس کے رسول اور مسلمان۔

اسی وجہ سے تمہارا **اللہ** پاک کی نظر میں آنے کو ناپسند کرنا، تم میں موجود شک کی دلیل ہے۔

فیصلہ کن بات

اس میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ بندے پر اپنی کوشش اور طاقت بھر سے زیادہ کچھ نہیں اور بندہ دین پر جتنا علم رکھتا ہو اتنا اپنے علم پر عمل کرے۔ جتنی کوشش کر سکتا ہے اور جتنی وُسعت رکھتا ہے اس کے مطابق عمل کرے۔ اپنے نفس کے لئے کوئی چیز پوشیدہ نہ رکھے اور نہ اپنے نفس کو اس کی خواہش کے معاملے میں کوئی رخصت دے۔ اگر اس کے پاس علم کی کمی ہو تو دوسرے کے علم سے فائدہ اٹھائے پھر اگر حقیقت کے بر خلاف خطا ہو جائے تو یہ خطا معاف ہے۔

ایک متقی اور پرہیز گار بزرگ کا فرمان ہے: حلال وہ ہے جو ظالموں کے ہاتھوں سے نہ لیا جائے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: حلال وہ ہے جس میں ظالم کا ہاتھ نہ ہو۔

---

[1]......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث ابی ثعلبۃ الخشنی، ۶/ ۲۲۳، حدیث: ۱۷۷۵۷

[2]......مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب البر والاثم، ص ۱۰۶۱، حدیث: ۶۵۱۶

[3]......مسلم، کتاب الجنائز، باب فیمن یثنی علیہ خیر او شر من الموتی، ص ۳۶۸، حدیث: ۲۲۰۰

[4]......مسند طیالسی، ص ۳۳، حدیث: ۲۴۶

بعض علما فرماتے ہیں: حلال وہ ہے جس کے بارے میں دل میں کوئی خلش نہ ہو، اس کے بارے میں دل پر سکون اور مطمئن ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: حلال وہ ہے جسے اہل ظاہر اور اہل باطن پر پیش کیا جائے تو کوئی اس میں سے کسی چیز کو بُرا نہ کہے۔

کون سا عمل زیادہ مشقت والا ہے؟

ایک جگہ کچھ علمائے کرام جمع ہوئے اور اس بارے میں گفتگو کرنے لگے کہ کون سا عمل زیادہ سخت اور مشقت والا ہے؟ ایک نے فرمایا: جہاد۔ دوسرے نے فرمایا: نماز اور روزے۔ تیسرے نے فرمایا: نفسانی خواہش کی مخالفت۔ چوتھے نے فرمایا: پرہیز گاری۔ پھر سب کا اس پر اتفاق ہوا اور تمام نے اس بات کو اختیار کیا کہ سب سے سخت عمل پرہیز گاری ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسان بن ابو سنان رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: میرے نزدیک پرہیز گاری سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں۔ پوچھا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا: جب میرے دل میں کوئی چیز کھٹکتی ہے تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ یہ اس پر آسان اور سہل ہے جسے قدرتِ الٰہی سے زُہد پر مدد حاصل ہو اور **اللہ** پاک کی طرف سے نفسانی خواہش پر قوت حاصل ہو جیسا کہ زُہد اس پر آسان ہے جس کی یقین کی تائید کے ساتھ **اللہ** پاک مدد کرے اور یہ اس پر مشکل ہے جو دنیا کی محبت میں مبتلا ہے۔

اعمال میں تقویٰ و پرہیز گاری کا مقام

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللهُ عَنْه فرماتے ہیں: اعمال میں افضل اور جس کے ذریعے ہم **اللہ** پاک کی رضا حاصل کریں وہ تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ یہ سن کر صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔

میری عمر کی قسم![1] جب یقین پایا جائے اور زُہد بھی حاصل ہو تو تقویٰ اور پرہیز گاری آسان ہو جاتی

---

[1]........لعمری (یعنی میری عمر کی قسم) قسم شرعی نہیں، وہ تو صرف خدا کے نام کی ہوتی ہے، بلکہ قسم لغوی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِۙ (پ۳۰، التین: ۱) انجیر اور زیتون کی قسم۔ لہٰذا یہ فرمان عالی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ غیر خدا کی قسم نہ کھاؤ۔ (مراۃ المناجیح، 4/337)

ہے۔یہ دونوں عمدہ اعمال ہیں۔ حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط اور حضرت سیِّدُنا حذیفہ مَرعَشی اور ایک شامی بزرگ عَلَیْہِمُ الرَّحْمَہ میں سے ایک کا قول ہے:30 سال سے میرے سینے میں جو بات بھی کھٹکی میں نے اسے چھوڑ دیا۔دوسرے بزرگ فرماتے ہیں:40سال سے میرے دل میں جو بات بھی آکر ٹھہری اور میرے دل کو اس سے خلش محسوس ہوئی میں نے اسے چھوڑ دیا۔ تیسرے بزرگ فرماتے ہیں:30سال ہوگئے ہیں سوائے انسانی ضرورت کے مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ لوگوں نے مجھے کس حال میں دیکھا۔

منقول ہے کہ ایک پرہیزگار شخص کے ہاتھوں سے کوئی دینار گر پڑا۔وہ دینار اٹھانے کے لئے جھکے تو انہیں دو دینار دکھائی دیئے،وہ اپنا دینار پہچان نہ پائے تو انہوں نے دونوں دینار چھوڑ دیئے۔

حکایت:دل کی تبدیلی کا سبب

منقول ہے کہ ایک عبادت گزار صوفی خاتون نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اپنے دل میں ہونے والی تبدیلی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:اس کا سبب تلاش کرو۔ خاتون نے کہا:میں نے اس کا سبب بہت تلاش کیا لیکن مجھے نہیں ملا۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے کچھ دیر سر جھکائے رکھا پھر فرمایا:کیا تمہیں مشعل والی رات یاد ہے؟ خاتون نے کہا:ہاں یاد ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا:یہ تبدیلی اسی سبب سے ہے۔عورت کو یاد آیا کہ وہ اپنی چھت پر سوت کات رہی تھی اسی دوران سوت کا دھاگا نکل گیا۔بادشاہ کی مشعل وہاں سے گزری تو اس کی روشنی میں اس نے دھاگا ڈال لیا اور اسی سے قمیص تیار کر کے پہن لی۔چنانچہ اس خاتون نے وہ قمیص اتار کر بیچ دی اور اس کی قیمت صدقہ کر دی تو اس کا دل اچھی حالت کی طرف لوٹ آیا۔

حکایت:ظالم کے ہاتھ سے حلال بھی نہ کھایا

حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا واقعہ پچھلے واقعہ سے بڑھ کر ہے۔چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو جب قید کیا گیا تو آپ نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ایک عبادت گزار خاتون جنہیں آپ جانتے تھے انہوں نے قید خانہ میں کھانا بھیجا اور کہا:"یہ کھانا حلال ہے۔" مگر حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے وہ کھانا نہ کھایا۔خاتون نے بعد میں جب پوچھا تو فرمایا:"کھانا تو حلال تھا مگر میرے پاس حرام کے راستے سے آیا اس لئے

نہیں کھایا۔" خاتون نے عرض کی: "وہ کیسے؟" فرمایا: "وہ کھانا میرے ہاتھوں میں جیلر کے ہاتھ سے آیا تھا اور وہ ظالم ہے اسی وجہ سے نہیں کھایا۔" یہی پرہیزگاروں کے طور طریقے اور عادات ہیں۔

زُہد کا دروازہ اور خوف کی کنجی

پرہیز گاری زُہد کا دروازہ، خوف کی کنجی اور صدق کی حقیقت ہے۔ عام پرہیز گاری کی شروعات عام زُہد سے ہوتی ہے اور خاص پرہیز گاری کی ابتدا خاص زُہد سے ہوتی ہے۔

بندے کو چاہیے کہ وہ حلال کی تلاش سے ابتدا کرے اور یہی اس کا ارادہ اور قصد ہو۔ پھر اپنی کمائی کو پاک و صاف رکھے اور ایسی عمدہ کمائی اختیار کرے جس پر قادر ہو اور جس میں سلامتی ہو۔ ایسی کمائی اپنی ضرورت کے لئے کھانے اور پہننے میں رکھے اور جس کمائی میں شبہات کا دخل ہو جو نفس کے لئے تکلیف دہ ہو وہ اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے لئے رکھے اور اس کے ذریعے گھر کی ان ضروریات میں مدد حاصل کرے جن کا تعلق کھانے اور پہننے سے نہ ہو۔ مثلاً جلانے کے لئے لکڑی، ہتھیار اور گھر کی اجرت وغیرہ۔ عنقریب ہم اس کی مثال مختلف رنگوں کی صورتوں سے بیان کریں گے یہاں تک کہ تم اسے پہچان لو گے۔ اس میں رخصت ہے اور بندے کے لئے اس میں مجاہدہ، اچھی نیت اور اچھا معاملہ ہے۔ جب وہ اپنے نفس کے لئے اسے اختیار کرے اور اس پر صبر کرے اور یہ اس کے حال اور دلی ارادے سے ہو پھر جو **اللہ** پاک سے اجر کی امید رکھے اور اس کے ذریعے دینِ الٰہی میں غور و فکر کرے۔ بے شک **اللہ** پاک اس کی کوشش قبول کرے گا اور اسے عظیم اجر عطا فرمائے گا۔ یہ **اللہ** پاک کی طرف پہنچنے کا راستہ اور کثیر سلف صالحین کا طریقہ ہے۔

دو اجر اور دو بوجھ

اگر آدمی کو کسی چیز میں شک ہو پھر وہ اس چیز سے بچے تو **اللہ** پاک اس کے ارادے کو قبول فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے نزدیک چیز کی حقیقت میں غلطی کر جائے اور وہ چیز **اللہ** پاک کے نزدیک حلال ہو۔ اگر وہ بے فکری کی وجہ سے کسی شک والی چیز کی جانب اقدام کرتا ہے اور اسے اپنے نزدیک حلال سمجھ کر کھالیتا ہے تو اپنی بُری نیت اور تقویٰ و پرہیز گاری کی کمی کی وجہ سے اس کی پکڑ ہے۔ اگر کوئی **اللہ** پاک کے نزدیک جو حقیقت ہے اس تک پہنچ جاتا ہے تو وہ فضیلت والا ہے۔ اس کے لئے دو اجر ہیں: (1) علم کا اجر اور (2) توفیق

کے مقام تک پہنچنے کا اجر۔ جس نے ترکِ علم کا قصد کیا اور اللہ پاک کے ہاں جو حقیقت ہے اس تک پہنچنے میں خطا کی تو اس پر دو بوجھ ہیں۔ ایک جہالت کا بوجھ اور دوسرا گناہ سے بچنے کا جو عہد ہے اسے توڑنے کا بوجھ۔ جس نے اپنے علم پر عمل کیا پھر وہ حقیقت میں خطا کر گیا تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ جس نے جہالت کے ساتھ عمل کیا اور حقیقت کو پا بھی لیا تو بھی اس پر جہالت کا گناہ ہے کیونکہ وہ اس جہالت سے بچ سکتا تھا۔

حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: زبور شریف میں ہے کہ اللہ پاک نے حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: بنی اسرائیل سے کہہ دو! میں تمہارے روزوں اور نمازوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ یہ دیکھتا ہوں جو میری وجہ سے شک والی چیز کو چھوڑ دے اس کی تائید میں اپنی نصرت سے کروں گا اور اس کے ذریعے فرشتوں پر فخر کروں گا۔

ایک عالم صاحب نے اپنی اہلیہ سے فرمایا: چراغ کے تیل میں نرمی برتو کہ تم میرے گوشت اور خون کو جلاتی ہو۔ اہلیہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ انہوں نے فرمایا: تم میری کمائی سے چراغ جلاتی ہو اور میری کمائی میرے دین سے ہے اور میرا دین میرے گوشت اور خون سے ہے۔

کہا گیا ہے: جو اس بارے میں چھان بین کرتا ہے کہ مال کہاں سے کمارہا ہے وہ اس بارے میں بخوبی جانتا ہے کہ اس مال کو کہاں خرچ کرنا ہے۔ جو اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ کہاں سے کمارہا ہے تو وہ اس بات کی بھی پروا نہیں کرتا کہ اسے کہاں خرچ کر رہا ہے۔

ایک عالم صاحب نے کسی عیال دار شخص کو بے کار دیکھا تو اس سے فرمایا: پیشہ اختیار کرو جب تم کماؤ گے تو تمہارے گھر والے تمہاری دنیا کھائیں گے اور اگر تم نہیں کماؤ گے تو وہ تمہارا دین کھائیں گے۔

سارادن ایک سکے کی تلاش

منقول ہے کہ کسی زاہد کا ایک سکہ گر گیا تو وہ سارادن اس کو تلاش کرتے رہے۔ ان سے کہا گیا: آپ تو ساری دنیا سے بے رغبت ہیں پھر بھی سکے کو تلاش کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میرا اس سکے کو تلاش کرنا دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے ہی ہے، میں اس کے عوض میں کچھ اور نہیں چاہتا کیونکہ میں اس کی آمدن کے متعلق جانتا ہوں اور میں وہی کھاتا ہوں جس کے متعلق جانتا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مال جب شبہات سے جمع ہو تو نفسانی خواہشات میں ہی خرچ ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: شبہات پر وہی صبر کر سکتا ہے جو خواہشات کو چھوڑے۔

پچھنے لگانے والے کی اجرت

حدیث پاک میں ہے: ایک شخص نے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پچھنے لگانے والے کی کمائی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے منع فرمایا۔ اس نے پھر اپنا سوال دہرایا اور کہا: میرا ایک غلام ہے جو پچھنے لگاتا ہے۔ تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر اس کے بغیر گزارہ نہ ہو تو اس کی کمائی سے اونٹ کو چارہ کھلا دو یا اپنے غلام کو کھلا دو[1]۔[2]

حدیث پاک میں ہے: رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایسے گھی کے بارے میں پوچھا گیا جس میں چوہیا گر کر مر گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے نہ کھاؤ۔[3]

دوسری روایت میں ہے: اگر جما ہوا ہو تو اسے پھینک دو اور اگر پگھلا ہوا ہو تو اس سے چراغ روشن کرو۔[4]

مردار کی چربی سے فائدہ اٹھانا

عُلَمائے کوفہ کی ایک جماعت کا کہنا ہے: مردار کی چربی سے کشتیوں کو پالش کرنے اور اس کے ذریعے

---

[1] ......احناف کے نزدیک: حجامت یعنی پچھنے لگوانا جائز ہے اور پچھنے کی اُجرت دینا لینا بھی جائز ہے پچھنے لگانے والے کے لیے وہ اُجرت حلال ہے اگرچہ اُس کو خون نکالنا پڑتا ہے اور کبھی خون سے آلودہ بھی ہو جاتا ہے مگر چونکہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو اُجرت بھی دی معلوم ہوا کہ اس اُجرت میں خباثت (خرابی) نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ 14، 3/144)

[2] ......ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کسب الحجام، ۳/ ۹ ۳، حدیث: ۱۲۸۱

[3] ......مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/ ۱۳، حدیث: ۷۱۸۰

[4] ......ابوداود، کتاب الاطعمة، باب فی الفارة تقع فی السمن، ۳/ ۵۱۰، حدیث: ۳۸۴۲

مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الاطعمة، ماقالوا فی الفارة تقع فی السمن، ۵/ ۵۵۲، حدیث: ۱۴، ۱۵

کھالوں کو دباغت کرنے میں حرج نہیں۔[1]

اسی بارے میں ہم سے ایک مسند حدیث بھی بیان کی گئی ہے۔وہ شبہات کے حکم کے بارے میں ہمارے اس بیان کے لئے حجت ہے کہ اسے اس چیز میں خرچ کیا جائے جس کا تعلق کھانے اور لباس سے نہ ہو۔البتہ اگر مجبوری ہو تو ضرورت کی حد تک اس میں سے کھا سکتا ہے۔مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس دودھ لایا گیا، آپ نے اس کی اصل کے بارے میں پوچھا تو آپ کو اس کے بارے میں بتایا گیا۔ پھر آپ نے اس کی اصل کی بھی اصل کے بارے میں پوچھا تو آپ کو اس کے بارے میں بھی بتایا گیا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خوشی سے اسے نوش فرمایا۔[2]

علم کے قائم مقام

یہ حلال کا حکم ہے کہ تم عین شے کو جانو پھر اس کی اصل کو جانو، جب تمہیں اس کی اصل اور اصل کی بھی اصل (یعنی جڑ) کی درستی معلوم ہو جائے تو جو اس کے علاوہ ہے وہ تم سے ساقط ہے۔اگر تم نے عین شے کو نہ دیکھا اور تمہیں کسی پرہیز گار مسلمان نے اس کے متعلق خبر دی تو یہ خبر بھی تمہارے علم کے قائم مقام ہے۔

تمہارا کھانا متقی ہی کھائے

حدیث پاک میں ہے: "تم پرہیز گار اور متقی کا کھانا ہی کھاؤ اور تمہارا کھانا بھی متقی ہی کھائے۔"[3] اس کی وجہ یہ ہے کہ متقی اپنے دین کی حفاظت رکھتا ہے، اپنے علم کے ذریعے خوب محنت اور کوشش کرتا ہے اور اپنی جان کے متعلق احتیاط کرتا ہے۔جب اس نے تمہاری طرف سے نیابت کر دی اور تمہارے قائم مقام ہو گیا تو اب تمہارے لئے اس کی مشقت ہی کافی ہے اور تم اس کی مشقت کی وجہ سے بے نیاز ہو جاؤ۔اسی مفہوم میں احادیث آئی ہیں۔چنانچہ مروی ہے کہ "تم میں سے جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کے گھر جائے اور وہ اس کی

---

[1]......احناف کے نزدیک: مردار کی چربی کو بیچنا یا اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں نہ اس سے چراغ جلا سکتے ہیں نہ چمڑا پکانے کے کام میں لا سکتے ہیں نہ اس کو کسی مرہم یا صابن میں ملا سکتے ہیں۔(ردالمحتار، ۷/۲۶۷، جنتی زیور، ص433)

[2]......الزھد امام احمد، زھد عبید بن عمیر، ص۲۹۲، حدیث: ۲۳۵۷

[3]......ابو داود، کتاب الادب، باب من یؤمر أن یجالس، ۴/۳۴۱، حدیث: ۴۸۳۲ مختصراً

طرف کھانا پیش کرے تو اسے کھالینا چاہیے اور اس کھانے کے بارے میں نہ پوچھے، یونہی پینے کے لئے کچھ پیش کرے تو اس کے بارے میں نہ پوچھے۔"[1] اس لئے کہ مسلمان بھائی کا اسے کچھ پیش کرنا سوال سے بے نیاز کرنے کے لئے کافی ہے تو اب پوچھنا تکلف ہے اور تکلف مسلمان کے شایان شان نہیں۔

دوسری حدیث پاک میں ہے: "فضول چیز ترک کرنا اسلام کی خوبی میں سے ہے۔"[2] اسی وجہ سے چھان بین کرتے ہوئے سوال کرنا ہم پر لازم نہیں ہو گا۔ یہی سبب تھا کہ پہلے کے بزرگ، علما اور نیک لوگوں کا کھانا ہی پسند کرتے تھے۔

متقی کون؟

جو اپنے لیے احتیاط نہیں کرتا، اپنے دین کے لیے پاک دامنی اختیار نہیں کرتا، اپنی کمائی کے ذرائع میں پرہیز گاری اختیار نہیں کرتا اور کوئی پروا نہیں کرتا کہ کہاں سے کھایا، کہاں سے کمایا اور مال کہاں سے آیا؟ ایسا بندہ پرہیز گار نہیں ہے۔ لہٰذا جب تمہارے قائم مقام دوسرا نہ ہو اور نہ دوسرا تمہارا بوجھ اٹھائے تو اس وقت تم پر اپنے لیے تحقیق کرنا اور اپنے دین کے لیے محنت اور احتیاط کرنا ضروری ہے۔ ایسا ہی روایت میں آیا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ "تمہارا کھانا متقی ہی کھائے اور تم بھی متقی کا کھانا ہی کھاؤ۔"[3] متقی وہ ہے جو دین میں احتیاط کرنے والا، حرام سے بچنے والا اور گناہوں سے باز رہنے والا ہو۔ خطابِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ پرہیز گار بندے کے سوا کسی کا کھانا نہ کھاؤ۔ لہٰذا بندے کا تقویٰ تبھی ٹھیک ہو گا جب وہ اپنے کام اور اپنی خرید و فروخت میں قرآن و سنت کے احکامات نافذ کرے گا اور علم گواہی دے گا کہ یہ بندہ معاملات میں خیانت و فریب سے، کاموں اور خرید و فروخت میں جھوٹ اور دھوکا دہی سے دور و محفوظ رہتا ہے اور سچائی اور خیر خواہی کے ساتھ یہ معاملات سر انجام دیتا ہے تب جا کر خرید و فروخت کے سبب ملنے والا عوض حلال ہو گا۔

---

[1] ......مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۳۶۰، حدیث: ۹۱۹۵

[2] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس، ۴/۱۴۲، حدیث: ۲۳۲۴

[3] ......ابو داود، کتاب الادب، باب من یؤمر أن یجالس، ۴/۳۴۱، حدیث: ۴۸۳۲

باطل تجارت

جس تجارت و صنعت میں بندہ قرآن و سنت کے احکامات کی مخالفت کرے اسے نام اگرچہ تجارت کا دیا جائے لیکن وہ حلال تجارت و صنعت نہیں ہے کیوں کہ اس میں تجارت و صنعت کے وہ اصلی معنیٰ نہیں پائے جا رہے ہیں جن کے ساتھ ان ناموں کا اطلاق درست ہوتا ہے کیوں کہ معانی درست طور پر نہ پائے جانے کی صورت میں صرف ناموں کا پایا جانا اس کی موافقت کے لیے کچھ کارآمد نہیں ہوتا ہے۔ جسے جاہل لوگ تجارت و صنعت کا نام دیں اور حرام کو حلال سمجھنے والے خرید و فروخت اور سودے کا نام دیں لیکن وہ شریعت کے مطابق نہ ہو تو نہ وہ تجارت ہے نہ صنعت ہے، نہ سودا ہے اور نہ ہی اسے حلال کھانا کہا جائے گا کیوں کہ یہ باطل ہے اور علما کے نزدیک اس چیز کو دھوکا فریب اور چال بازی کہا جائے گا۔ یہ وہ نام ہیں جو ذرائع آمدن کو حرام بناتے ہیں کیونکہ ان کے معانی فاسد اور حقیقتیں سراب[1] ہیں ان پر قابلِ مذمت احکام مرتب ہوتے ہیں۔ ان ذرائع سے مال لینا حلال نہیں ہے کیونکہ نام دینا علما کا کام ہیں جب احکام کے وقوع کے ساتھ معانی درست طرح صادق آئیں تو وہ لوگ نام دیتے ہیں کیوں کہ یہی لوگ حاکم ہیں۔ تو ایسی صورت میں یہ تصرف ٹھیک نہیں اگرچہ اس میں جائز کرنے والا نام پایا جا رہا ہے کیونکہ درست معنیٰ نہیں پایا جا رہا اور وہ معنیٰ ہے قرآن و سنت کا حکم۔

حلال کا شبہ

اگر حقیقی معنیٰ کے ساتھ ایک نام پایا جائے اور علما اسے تجارت و صنعت کا نام دیں لیکن اس تجارت و صنعت میں **اللہ** پاک کے احکامات کا لحاظ نہ کیا گیا ہو، سود سے پاک نہ ہو، فاسد خریداریوں سے پاک نہ ہو تو یہ بھی حرام ہی ہے کیونکہ اس میں اطلاقاً خدا کا حکم نہیں ہے۔ اگر خریداری مباح ہو اور احکام کا لحاظ بھی ہو لیکن عوض میں جو چیز لی جا رہی ہو وہ بعینہٖ آنکھوں دیکھی یا سچی خبر کے ساتھ کانوں سُنی حرام ہو تو یہ کسب بھی حرام ہے۔ اس لئے ہمیں ایسی صورت میں حرام کے وجود کا یقین ہے اس وقت تک حرمت رہے گی جب

---

[1] .... سراب اس ریت یا سڑک کو کہتے ہیں جو دھوپ کی شدت کے باعث پانی معلوم ہو۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۷/ ۰۷)

تک دیا جانے والا مشتبہ عوض دو معنٰی میں سے ایک کے ساتھ خالص نہ ہو جائے یا تو اس یقین کے ساتھ وہ اصل میں حلال ہے اور اصل کی اصل بھی حلال ہے یا پھر اس طرح کہ ہمیں اس اصل چیز میں کوئی آنکھوں دیکھی یا کانوں سنی حرمت کا پتا نہ چلے تو ایسی صورت میں وہ مال کھانا حلال ہے اور اس کے ساتھ بھی اسے ہم شبہ کا نام دیں گے۔ یہ حلال کا شبہ ہے کیونکہ ہمیں اس کے حلال ہونے کا یقین نہیں ہے اور اس میں حرام کے داخل ہونے کا امکان ہے کیونکہ کھائی جانے والی چیزوں میں لشکروں کی جانب سے باطل اور مکروہ اسباب کا غلبہ ہو چکا ہے، متقی اور پرہیز گار لوگ کم ہیں اور یہ مکروہ ذرائع والے اموال درست اموال سے مل گئے ہیں، تجارتوں اور صنعت والوں کے اموال میں بھی ان کا اختلاط ہے لہٰذا ہم نے ظنی علم سے جاننے کی وجہ سے اس کے حلال کو شبہ کا نام دیا کیونکہ یقینی علم موجود نہیں ہے۔

رضاعت کے متعلق ایک عورت کی گواہی

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عقبہ بن حارث رَضِیَ اللہُ عَنْہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میں نے ایک عورت سے شادی کی، پھر ایک سیاہ فام عورت ہمارے پاس آئی، اس کا کہنا ہے کہ اس نے ہم دونوں کو دودھ پلایا ہے، وہ جھوٹ کہتی ہے۔ تو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنی منکوحہ کو چھوڑ دو۔ حضرت سیِّدُنا عقبہ بن حارث رَضِیَ اللہُ عَنْہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: وہ سیاہ فام عورت جھوٹ کہتی ہے۔ تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اب بھلا کس طرح (نکاح برقرار رکھو گے)؟ جبکہ وہ سیاہ فام عورت کہتی ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے! تمہارے لیے اس منکوحہ میں کوئی بھلائی نہیں ہے اسے خود سے الگ کر دو۔[1] دوسری روایت میں یوں ہے کہ کس طرح؟ جبکہ یہ بات کہہ دی گئی ہے[2]۔[3]

---

[1]......بخاری، کتاب النکاح، باب شھادۃ المرضعۃ، ۳/ ۴۳۳، حدیث: ۵۱۰۴۔ دارقطنی، کتاب الرضاع، ۵/ ۲۱۳، حدیث: ۴۳۷۴

[2]......بخاری، کتاب العلم، باب الرحلۃ فی المسالۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۵۰، حدیث: ۸۸

[3]...... مشہور مفسر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی اے عقبہ! تم جیسے متقی کی احتیاط سے یہ بات بہت بعید ہے کہ جس عورت کے متعلق رضاعی بہن ہونے کا وہم بھی ہو جائے اسے اپنے نکاح میں رکھو

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن زمعہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ جو بیٹا پیدا ہوا وہ انہیں کا ہے کیونکہ وہ ان سے نکاح کی حالت میں پیدا ہوا ہے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بچے کے بارے میں دوسرے شخص کا دعویٰ مسترد فرمادیا اگرچہ وہ اس کا ہوتا۔ پھر جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عتبہ کی اس کے باپ سے واضح مشابہت دیکھی تو حضرت سودہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے فرمایا: سودہ! اس سے پردہ کرنا۔ حالانکہ وہ اس کی بہن لگتی تھیں اور فیصلہ بھی ان کے بھائی کے حق میں فرمایا تھا کہ وہ ان کا بھائی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: بچہ شوہر کا ہے۔[1] مقصود یہ تھا کہ بندوں پر ربِّ کریم نے جو پردہ رکھا ہے وہ پردہ برقرار رہے اور خدائے پاک نے اپنی طرف سے جو آزمائش ظاہر فرمائی ہے اس میں خدا کا حکم نافذ کیا جائے۔

یوں ہی شبہ والے معاملات میں پرہیز گاری اختیار کرتے ہوئے خدا سے ڈرنا ضروری ہے، ظاہری احکام اگرچہ انہیں جائز قرار دیتے ہیں مگر ان سے باز رہنا پرہیز گاروں کا مقام ہے۔

پرہیز گاروں کے نزدیک حلال:

پرہیز گاروں کے نزدیک حلال اس چیز کا نام ہے جو کسی بھی قسم کے مطالبے سے خالی ہو یا مال وصول کرنے والے کے حلال پر علمِ شریعت گواہی دے۔ قرآنِ پاک میں وارد ہوا ہے:

وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ (پ۴، النسآء: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے بیٹوں کی بیبیاں۔

حَلَائِل حَلِیْلَۃٌ کی جمع ہے، بیوی کو حلیلہ اس لیے کہتے ہیں کہ جہاں عورت رہتی ہے مرد بھی وہاں رہتا

بہتر یہ ہی ہے کہ اسے علیحدہ کرو، اس حدیث کی بنا پر احناف بھی کہتے ہیں کہ صرف ایک عورت کی خبر پر عورت کو علیحدہ کردینا افضل ہے، مگر رضاعت کا ثبوت دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی سے ہوگا، امام شافعی کے ہاں چار عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، امام مالک کے ہاں دو عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت کا ثبوت ہوجاتا ہے، سیِّدُنا عبدُ اللہ ابن عباس (رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا) کا فرمان تھا کہ ایک دائی کی خبر و قسم سے بھی رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، مذہب احناف بہت قوی ہے، اس حدیث میں حُرمت کا فتویٰ نہیں بلکہ تقویٰ و احتیاط کا مشورہ ہے، اسی لیے سرکارِ عالی نے دائی کو نہ بلایا نہ اس کے بیان لئے نہ کوئی اور ثبوت مانگا دائی کی خبر پر خبر سن کر یہ ارشاد فرمایا۔ (مراٰۃ المناجیح، 5/47)

[1]......بخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبہات، ۲/ ۶، حدیث: ۲۰۵۳

ہے۔ یعنی اس کے پاس موجود و مقیم ہوتا ہے۔ دوسرا معنٰی یہ ہے کہ بیوی کو حلیلہ کہا گیا اور مرد اس کا حلیل ہوتا ہے کیونکہ گناہ ان دونوں کے درمیان سے تحلیل ہوگئے یعنی عورت مرد کے لیے حلال ہے اور مرد عورت کے لیے حلال ہے۔

شریعت میں حلال کسے کہتے ہیں؟

شریعت میں حلال اس چیز کا نام ہے جسے قرآن وسنت نے جائز سبب کی وجہ سے مباح قرار دیا ہو۔ حلال وہ ہے جس میں تین باتیں پائی جائیں:(1)... جس راستے سے آیا ہے وہ شریعت کی رو سے مباح اور جائز ہو، (2)...اصل قیمت اور چیز کے بارے میں اور ان دونوں کی بنیاد کے بارے میں علم ہو کہ یہ شبہ سے پاک ہیں اور (3)...سودے میں حکمِ خداوندی کا پاس رکھا جائے۔ ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز مفقود ہو تو یہ ایسی مشتبہ ہوگئی جو نسبتاً حلال سے قریب ہے اور جب دو چیزیں مفقود ہو گئیں تو یہ ایسی مشتبہ ہوگئی جو نسبتاً حرام سے قریب ہے اور جب تینوں چیزیں مفقود ہو گئیں کہ جس ذریعے سے درہم اور چیز پہنچے ہیں وہ ذریعہ شریعت میں مکروہ ہے یا اصل درہم ہی مکروہ یا نامعلوم ہوں اور خرید وفروخت یا خوش دلی سے تحفہ دینے میں شرعی احکامات کو سامنے نہیں رکھا تو یہ سراسر حرام ہے۔

حرام وحلال اور ان کے شبہوں کی مثالوں کا رنگوں کے ساتھ بیان اور اس کی واضح تفہیم

حرام وحلال ایک دوسرے کی صاف ضدیں ہیں، مشتبہات یعنی حلال کا شبہ اور حرام کا شبہ آپس میں ملتے جلتے ہیں انہیں پہچاننا آسان نہیں ہے۔ مشتبہ چیز ایک اعتبار سے حلال جیسی لگتی ہے اور دوسرے اعتبار سے حرام یا پھر ان دونوں کے معنٰی میں بہت اختلاط اور ملاپ ہوتا ہے یا پھر دونوں برابر طور پر ملی جلی ہوتی ہیں۔ حلال وحرام بنیادی رنگوں کی طرح ہیں جیسے سفید اور کالا۔ یہ دونوں بنیادی رنگ ہیں ذیلی رنگ نہیں ہیں جن میں کسی اور رنگ کا کوئی حصہ شامل ہو یا کسی رنگ سے مل کر بنے ہوں۔ حلال کا شبہ گویا پیلا رنگ ہے کیونکہ یہ سفید رنگ سے بنتا ہے اور حرام کا شبہ ہرا رنگ ہے کیونکہ یہ کالے رنگ سے بنتا ہے۔ اگر تمہیں پیلاہٹ دکھائی دے تو یہ حلال کے شبہ کی نشانی ہے تم اس چیز کو حلال سے منسوب کرو گے اور اس پر حلال کا

حکم لگاؤ گے جس طرح پیلاہٹ سفیدی کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اگر تم ہر ارنگ دیکھو گے تو یہ حرام کا شبہ ہے تم اسے حرام سے منسوب کرو گے اور اس پر حرام کا حکم لگاؤ گے جس طرح ہر ارنگ کالے سے قریب تر ہوتا ہے۔ اگر کسی رنگ میں پیلاہٹ اور سبزی جمع ہو جائیں تو یہ اس چیز کی طرح ہے جس میں شبہات مل جائیں اب دیکھو کہ کون سا رنگ زیادہ اور غالب ہے اور پھر اسی کا حکم لگا دو۔

شبہ حلال اور شبہ حرام کی مثال اور حکم

اگر پیلاہٹ زیادہ اور غالب ہے تو یہ حلال کا شبہ ہے اسے لے لو لیکن ہاتھ روک کر لو کیونکہ یہ خالص حلال نہیں ہے اور اس مال کی مثال تاجروں اور کاریگروں کا مال ہے جو سپاہیوں کی تنخواہوں اور دیگر معاملات میں شامل ہوتا ہے۔ اگر تمہیں سبز ازیادہ اور غالب ملے تو یہ حرام کا شبہ ہے، اس سے اتنا ہی لینا جتنی تمہیں ضرورت ہو کیونکہ یہ خالص چیز نہیں ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے بادشاہوں کے مقرر کردہ حکمرانوں کی ملکیتیں، کیونکہ پتا نہیں چلتا کہ کون سی چیزیں ان کی اپنی ملکیتیں ہیں اور کون سی چیزیں حکمرانوں کی خدمت والی ہیں، لہٰذا اقدرِ ضرورت سے آگے نہ بڑھو اور جب خالص سفید جو کہ حلال کی نشانی ہے نظر آجائے تو جیسے چاہو ہاتھ بھر کے لے لو تم پر کوئی حرج نہیں ہے، ہاں یہ ہے کہ تم اس طرح زاہد نہیں رہو گے۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے کافروں سے بغیر جہاد کیے مالِ مفت ہاتھ آئے یا راہِ خدا میں جہاد کر کے مالِ غنیمت ملے اور جیسے پاک صاف وراثتیں اور جیسے وہ زمین جو ناجائز قبضہ والی نہ ہو اس سے اگنے والی چیزیں، بارش اور نہروں کا پانی اور خشکی وسمندر کا شکار۔

اگر تم نامانوس کالا رنگ دیکھو تو یہ حرام کی نشانی ہے اس سے پرہیز کرو اس میں سے کچھ نہ لو، اگر تم کچھ لو گے تو فاسق ہو گے اور حرام کھانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اس کی مثال چھینا ہوا مال، شرعی جرائم اور گناہوں کے ذرائع سے کھایا جانے والا مال اور تمہارے قبضے میں موجود بے دلی سے دینے والے کا مال۔

حلال یا حرام کے غلبہ کا سبب

یاد رکھو! حلال و حرام، تقویٰ و فسق اور علم و جہل کی فرع ہیں، نیز علم اور تقویٰ دونوں پرہیز گار علما کے حال ہیں، جب پرہیز گار زیادہ ہو جائیں اور ایمان والے پائے جائیں تو حلال زیادہ اور اس کا غلبہ ہو گا، حرام کا

غلبہ و کثرت تب ہوتی ہے جب جہالت ونافرمانی کی کثرت ہو اور یہ نافرمان جاہلوں کے احوال ہیں، جب جاہل بڑھ جائیں اور فاسقوں کا غلبہ ہو تو حرام کا غلبہ و کثرت ہوگی۔

حلال کے وجود کی بنیاد

سب جگہ حلال پائے جانے کا بنیادی راستہ یہ ہے کہ حکمران انصاف پسند اور سیدھے ہو جائیں، لوگ دین کی درستی اور مسلمانوں پر شفقت سے متعلق اقدامات میں رضائے الٰہی کی خاطر حکمرانوں کی فرماں برداری کریں، جیسا کہ حلال کے غالب وعام ہونے کی بنیاد لوگ ہیں۔ لہٰذا جب عوام اچھے معاملات میں حکمرانوں کی فرماں برداری نہ کریں یا حکمران ٹھیک نہ ہوں تو حلال چُھپ جاتا اور حرام غالب و ظاہر ہو جاتا ہے لہٰذا حلال نادر ونایاب ہوکر رہ جاتا ہے۔ پھر یہ خاص مسلمانوں میں ہی پایا جاتا ہے، **اللہ** پاک جسے چاہتا ہے حلال کے ساتھ خاص فرماتا ہے اور حلال کو اپنے پسندیدہ بندے کی طرف جس طرح چاہتا ہے لے جاتا ہے، خواہ توفیق عطا فرمانے کی راہ سے لے جائے یا گناہ وحرام سے محفوظ فرمانے کی راہ سے۔

منقول ہے کہ جب لوگوں کے دین میں بگاڑ آجائے تو ان کے رزق میں بگاڑ آجاتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۠ (۱۲۹) (پ۸، الانعام: ۱۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلّط کرتے ہیں بدلہ اُن کے کئے کا۔

اس فرمان کی تفسیر میں ایک مفسر کہتے ہیں: جب لوگوں کے اعمال خراب ہو جاتے ہیں تو ان پر اُن ہی جیسے اعمال والے حکمران مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: مؤمن کا رزق اولوں کی بارش جیسا ہے۔[1] اس کا مطلب تنگی و کمی بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مطلب صفائی اور شفافیت ہو۔

صدیق مومن کا مرتبہ

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا سہل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اگر دنیا خون سے بھرا نالا ہے تو بھی اس میں سے جان بچانے جتنا لینا حلال ہے۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ بندۂ مؤمن کو ربِّ کریم

[1]......لم نجد

توفیق عطا فرماتا اور اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ اس نے اپنے علم کے مطابق خدا کے لیے عمل کیا اور جہاں اسے علم نہ تھا وہاں ربِّ کریم نے اس کی حفاظت فرمائی کہ اسے حرام سے ہٹا کر حلال پر لگایا اور اپنی طرف سے اس کے لیے عمل کا انتخاب فرمایا جس طرح **اللہ** پاک نے اپنی کمال قدرت سے اس بندے کو جہالت سے ہٹا کر علم پر لگایا اور شرک سے بچا کر توحید سے نوازا۔ تو جو بندہ اس بات کو یاد رکھے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے وہ حکمت والے مقامِ توحید پر براجمان ہو گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ مومن کوئی چیز اسی وقت کھاتا ہے جب اسے بہت حاجت وضرورت ہوتی ہے لہٰذا اگرچہ وہ چیز دوسروں پر حرام ہی ہو لیکن مومن کے لیے حلال ہو چکی ہوتی ہے اور یہ صدّیق مومن کا مرتبہ ہے۔

بدبودار کے نام سے موسوم لوگ:

حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کسی نے پوچھا: کیا 200 سال بعد عدل وانصاف کا غلبہ ہو گا؟ فرمایا: ہم نے حضرت سَیِّدُنا حماد بن سلمہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے سامنے اس بارے میں بات کی تو آپ جلال میں آگئے اور فرمایا: دو صدیوں بعد اگر موت تمہارے بس میں ہو تو مر جانا! اس زمانے میں بدکردار حکمران ہوں گے، ظالم وزیر ہوں گے، بددیانت امین ہوں گے، فاسق علما ہوں گے، ان کی آپسی بات چیت ایک دوسرے کو ملامت کرنا ہو گی خدا کے یہاں وہ لوگ "بدبودار" کے نام سے موسوم ہوں گے۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے **اللہ** پاک سے حیا آتی ہے کہ (اس امت کے) 200 سال گزر جانے کے بعد میں یہ دعا کروں کہ "مجھے حلال عطا فرما"، میں تو بس یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے ایسا رزق عطا فرما جس پر تو مجھے عذاب نہ دے۔

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ان بادشاہوں اور حکمرانوں نے ہمارے لیے کچھ حلال نہیں چھوڑا۔

مہر لگی چیز ہی کھانا

کہا جاتا ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی شہادت اور آپ کے گھر پر بلوائیوں کی لوٹ مار کے بعد حضرت سَیِّدُنا مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے وہی چیز کھائی جس پر مہر لگی ہوئی تھی۔

مروی ہے کہ ایک عالِم صاحب کو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے صدقات پر مامور کرنے کا ارادہ فرمایا تھا، وہ فرماتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے مہر لگا ہوا برتن منگوایا، میرا خیال تھا کہ اس میں موتی ہوں گے یا سونے کی ڈلیاں ہوں گی۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اس کی مہر توڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں تو جو کا ستّو ہے۔ آپ نے وہ ستّو میرے سامنے رکھا اور فرمایا: ہمارے کھانے میں سے کھاؤ۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ ستّو پر مہر لگا کے رکھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! یہ وہ چیز ہے جو میں نے اس اندیشے کے پیشِ نظر اپنے لیے الگ کر دی تھی کہ اس میں کوئی دوسری چیز نہ مل جائے۔

روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی شہادت کے بعد کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے گھر پر بلوائیوں نے جو لوٹ مار کی تھی اس کا مال اہلِ مدینہ کے مال سے خلط ملط ہو گیا تھا، ان متقیوں کی جماعت میں حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عمر، حضرت سیِّدُنا سعد اور حضرت سیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ عَنْہُم بھی شامل تھے۔

دنیا تین طرح کی ہے

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط اور حضرت سیِّدُنا وکیع بن جراح رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا فرماتے تھے کہ دنیا ہمارے نزدیک تین طرح کی ہے: (1)...حلال، (2)...حرام اور (3)...مشتبہ۔ حلال کا حساب ہے، حرام پر عذاب ہے اور مشتبہ پر ملامت ہے لہٰذا دنیا میں سے اتنا ہی لو جتنا لیے بغیر چارہ نہ ہو، اگر یہ دنیا حلال تھی تو تم زاہد بنو گے اور اگر مشتبہ تھی تو تم پرہیز گار بنو گے اور تھوڑی ملامت کی بات ہو گی۔

مروی ہے کہ یہی دونوں بزرگ فرماتے ہیں: اگر ہمارے زمانے میں کوئی دنیا سے اتنا بے رغبت ہو جائے کہ زہد میں حضرت سیِّدُنا ابو ذر اور حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا جیسا ہو جائے تو بھی ہم اسے زاہد نہیں کہیں گے۔ پوچھا: کیوں؟ فرمایا: کیوں کہ ہمارے نزدیک زہد خالص حلال میں ہوتا ہے اور آج وہ دن ہے کہ خالص حلال کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط اور حضرت سیِّدُنا وکیع بن جراح رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا کا انتقال اس امت پر 200 سال گزر جانے سے پہلے ہوا۔

اسلاف سے بہت مشابہت رکھنے والے:

حضرت سیِّدُنا وکیع بن جراح رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اسلاف سے بہت مشابہت رکھتے تھے، آپ کو حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ آپ کھانے کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ کسی نے آپ سے حلال کے بارے میں پوچھا تو آپ نے حلال کو بہت نادر بتایا اور فرمانے لگے کہ حلال کہاں ہے؟ میری حلال تک رسائی کہاں؟ پھر فرمایا: اگر کوئی راہِ ہدایت کا طلب گار ہم سے یہ پوچھے کہ ہم حلال کے بارے میں کتنا جانتے ہیں تو ہم کہیں گے: بردی کھجور کے درخت کی جڑیں کھاؤ، کپڑے اتار پھینکو اور فرات میں کود جاؤ۔ پوچھا: جناب! آپ کہاں سے تناول فرماتے ہیں؟ فرمایا: خدا کے دیئے رزق سے کھاتا ہوں اور اس کی بارگاہ سے معافی ملنے کی آس رکھتا ہوں۔

اگلے بزرگوں میں حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے حلال کے بارے میں پوچھا گیا کہ جناب ابونصر! آپ کہاں سے تناول فرماتے ہیں؟ فرمایا: جہاں سے تم لوگ کھاتے ہو! ہاں روتے ہوئے کھانے والا ہنستے ہوئے کھانے والے کی طرح نہیں ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں: لیکن کوئی ہاتھ زیادہ بڑھاتا ہے اور کوئی ہاتھ کھینچ کر کھاتا ہے اور کوئی بڑے لقمے کھاتا ہے اور کوئی چند ایک چھوٹے لقمے کھاتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے نشہ نہ دینے والی نبیذ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: نشہ نہ دینے والی نبیذ کی بات تو چھوڑ ہی دو، سب سے پہلے ان درہموں کو دیکھو جن سے تم نے نبیذ بنانے کے لیے کھجور خریدی ہے کہ یہ درہم کہاں سے آئے ہیں؟ اگر حلال راستے سے آئے ہیں تو ٹھیک ورنہ تمہاری ہلاکت ہے۔

پاکیزہ غذا کے حوالے سے مشہور بزرگ

حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حلال کھانے کے بارے میں بہت غور وفکر سے کام لیا کرتے تھے، آپ کو جس چیز کا پورا علم ہوتا وہیں سے کھاتے تھے، حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے سامنے آپ کا تذکرہ ہوتا تو وہ آپ کی تعریف کرتے اور فرماتے: کیا تم اس جواں مرد کی بات کر رہے ہو جو پاکیزہ غذا کے حوالے سے مشہور ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ خود محنت کرکے کھاتے تھے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ وعظ فرمارہے تھے اس دوران حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ان کی مجلس کی طرف آئے اور حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: بشر! دو پیسے کی چپل خرید کر پہن لو اور اس نام سے جان چھڑاؤ۔ یعنی حافی نام سے جس کا مطلب ہوتا ہے ننگے پاؤں۔ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ خاموش ہو گئے۔ حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے جو شاگرد حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس موجود تھے انہیں گمان ہوا کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ناراض ہو گئے ہیں، انہوں نے کہا: جناب! حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا مطلب اچھا ہی تھا۔ تو حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: سُبْحٰنَ اللہ! آپ اپنے نام "سری" کی طرح واقعی "سری (یعنی دل میں اتر جانے والے)" ہیں۔

سیِّدُنا سری سقطی اور سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِمَا الرَّحْمَہ

حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی طرف کچھ مال بھجوایا، انہوں نے اسے واپس کر دیا۔ اس پر حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے انہیں تحفہ واپس کرنے کی باریک آفتوں کے بارے میں بتایا تو حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے تحفہ قبول کر لیا، اس کے بعد وہ حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی طرف سے آنے والا کوئی تحفہ واپس نہیں لوٹاتے تھے۔

ہاتِفِ غَیب سے تنبیہ

حضرت سیِّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن سفر کرتے کرتے کچے تالاب کے قریب پہنچا۔ بھوک کی وجہ سے میں نے وہاں اُگی ہوئی گھاس کھائی اور اپنے چلّو سے اس تالاب کا پانی پیا اور پیٹھ کے بل ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے آج حلال ہی کھایا ہے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ہاتِفِ غیبی سے آواز آئی: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم نے حلال کھایا ہے؟ جس قوت سے تم یہاں پہنچے ہو وہ کہاں سے آئی؟ میں نے اپنے دل میں آنے والے خیال سے فوراً اللہ پاک کی بارگاہ میں استغفار کیا۔

حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: فی زمانہ کمائی کے ذرائع بگڑ چکے، تمام تجارتیں اور

صنعتیں مشتبہ ہو چکیں، ان کی کثرت اور ان سے ذخیرہ اندوزی حلال نہیں ہے، کیونکہ مخلصانہ مشورے نہ ہونا اور دھوکا دہی عام ہے۔ مزید فرمایا کہ مسلمان کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق ہی تجارت وصنعت میں مشغول ہو۔

انبیا کے قاتلوں کی طرح لوگ

اور فرمایا: لوگ تو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے قاتلوں کی طرح ہیں کیونکہ لوگ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنتیں اور اُخروی راستے کو بے نشان کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور جس نے کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی کسی سنت کو مٹایا گویا اس نے اس نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل کر دیا۔ یہ بات حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے 190 ہجری میں کہی۔

تو اے مسلمان! اللہ پاک کے وعدے اور وعیدوں پر یقین رکھنے والے! جب ہمارے اسلاف اور ان کے بعد کے نیک لوگوں کے زمانے میں معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تو تمہارا یہ وقت کیسا ہو گا؟ لہٰذا دنیا میں تمہارے لئے زُہد ضروری ہے اور تم پر واجب ہے کہ ہر چیز صرف ضرورت کے مطابق ہی لو، ان چیزوں کی ضرورت سے زیادہ طلب اور جمع کرنے کی تڑپ گناہ ہے اور اگر تجھے کچھ عقل ہو تو تجھ پر اللہ پاک کی طرف سے آنے والی ہر مصیبت و آفت تجھے دنیا سے بے رغبت کرنے کے لئے ہے اور دنیا کی ہر وہ چیز جو تجھ سے دور کر دی گئی اس کا تجھ سے دور کیا جانا ہی تیرے لئے بہتر ہے اگرچہ تجھے یہ بُرا لگتا ہو۔

پیٹ بھرنا بُرائی ہے

حدیث پاک میں ہے: ”آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن نہیں بھرتا، بندے کے لئے تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں، اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس کے لئے ہو۔“[1] لہٰذا ایک تہائی کھانا پیٹ بھرنے سے بہتر ہوا کیونکہ پیٹ بھرنا برائی ہے اور بُرائی جتنی کم ہو اتنا ہی بہتر ہے۔

---

[1]......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل، ۴/۱۶۸، حدیث: ۲۳۸۷
ابن حبان، کتاب الاطعمۃ، باب آداب الاکل، ۷/۳۳۰، حدیث: ۵۲۱۳

حدیث پاک میں ہے: اللہ پاک کے نزدیک ناپسندیدہ ترین چیز بھرا ہوا پیٹ ہے اگرچہ حلال ہی سے ہو۔[1]
دوسری حدیث پاک میں ہے: اللہ پاک اس بندے کو عذاب نہیں دے گا جسے دنیا میں بقدرِ ضرورت رزق دیا ہوگا۔[2]

اور اللہ پاک کا فرمان ہے:

وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے۔

اس سے مراد ہر ہر دن کی روزی ہے اور ایک قول میں اس رزق سے مراد قناعت ہے۔

تر کھجور نہ کھانے کی وجہ

عدل و انصاف کے زمانے میں بھی مسلمان شبہات سے بہت بچتے تھے۔ مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض، حضرت سیِّدُنا ابنِ عُیَیْنہ اور حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم ایک بار حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پاس مکہ پاک میں جمع ہوئے اور تر کھجوروں کی باتیں ہونے لگیں تو حضرت سیِّدُنا وہیب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمانے لگے کہ مجھے تو تر کھجوریں سب سے زیادہ پسند ہیں مگر اس کے باوجود میں کھاتا نہیں ہوں۔ آپ سے وجہ پوچھی گئی تو فرمانے لگے: مکہ پاک کی کھجوریں ان باغات کے ساتھ ملا دی گئی ہیں جو باغ ان لوگوں (حضرت زبیدہ اور ان جیسوں) نے خریدے ہوئے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ آپ سے کہنے لگے: اللہ پاک آپ پر رحم فرمائے! اگر آپ ان باتوں کو دیکھیں گے تو پھر تو روٹی بھی آپ پر تنگ ہو جائے گی۔ آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ؟ حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہنے لگے: میں نے مصر کی زمینوں کے اصل میں غور کیا تو پتا چلا وہاں کی زمینیں لاوارث زمینوں کے ساتھ مل گئی ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت سیِّدُنا وہیب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ پر غشی طاری ہو گئی، حضرت سیِّدُنا سلیمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ان سے کہنے لگے: آپ نے یہ بات کس نیت سے کی ہے؟ آپ نے تو بندے کو مار ہی ڈالا ہے! حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک

---

1 ....مسند الفردوس، ۲/ ۲۰۶، حدیث: ۵۲۱۵

2 ....لم نجد

رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرمانے لگے: **اللہ** کی قسم! میرا ارادہ تو صرف ان پر آسانی کا تھا۔

دودھ کے متعلق چھان بین

جب آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو افاقہ ہوا تو فرمانے لگے: **اللہ** پاک کے لئے میں اپنے اوپر لازم کرتا ہوں کہ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونے تک کبھی روٹی نہیں کھاؤں گا، اس کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ صرف دودھ ہی پیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی والدہ دودھ لے کر آئیں تو آپ نے پوچھا: یہ کہاں سے آیا؟ والدہ فرمانے لگیں: یہ فلاں قبیلہ کی بکریوں کا ہے۔ پوچھنے لگے: ان کے پاس ان کی رقم کہاں سے آئی؟ والدہ نے جواب دیا: فُلاں فُلاں جگہ سے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ خوش ہو گئے جب آپ نے وہ دودھ اپنے منہ کے قریب کیا تو ٹھہر گئے اور فرمانے لگے: ابھی کچھ باتیں پوچھنا تو باقی رہ گیا ہے، بتایئے: یہ بکریاں چرتی کہاں ہیں؟ والدہ خاموش ہو گئیں، آپ فرمانے لگے: مجھے اس بارے میں لازمی بتایئے۔ آپ کو پتا چلا کہ وہ بکریاں محلے میں امیر مکہ ابن عبد الصمد ہاشمی کی بکریوں کے ساتھ چرتی ہیں، تو آپ فرمانے لگے: ان بکریوں کے دودھ میں سب مسلمانوں کا حق ہے ان سب کے بغیر میرے لئے یہ دودھ پینا حلال نہیں، وہ سب اس میں میرے ساتھ حصہ دار ہیں۔ یہ سن کر آپ کی والدہ آپ سے فرمانے لگیں: بیٹا! پی لو **اللہ** پاک تیری بخشش فرمادے گا۔ آپ والدہ سے عرض گزار ہوئے: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں یہ پی لوں اور **اللہ** پاک اس پینے پر میری بخشش فرمائے۔ والدہ پوچھنے لگیں اس کی کیا وجہ ہے؟ عرض گزار ہوئے: میں نہیں چاہتا کہ میں اس کی مغفرت کو اس کی نافرمانی کے ساتھ حاصل کروں۔

حکایت: فقر کا سبب

حضرت سَیِّدُنا طاؤس یمانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے کچھ سرمائے سے کھجوروں کی تجارت کیا کرتے تھے، آپ کے مضارب (جسے کاروبار کے لئے اپنا سرمایہ دے کر منافع میں شریک کیا ہوا ہو) نے بادشاہ کے کسی قریبی سے سامانِ تجارت میں ایک چمڑا خرید کر آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے اپنے مضارب کی طرف خط لکھا کہ تم نے میرا مال میرے لئے خراب کر دیا، اب میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اس مال میں سے کچھ بھی اپنے کسی دوسرے مال کے ساتھ ملاؤں، لہٰذا اس چمڑے کو یمن میں ہی بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کر دو اور اس میں سے ایک

درہم بھی گھر میں داخل نہ کرنا اور یہ فقرا کو کھلانے پر میں **اللہ** پاک سے معافی طلب کروں گا اس امید پر کہ برابری پر چھوٹ جاؤں، نہ سزا ہو نہ جزا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے فقر کا سبب بھی یہی بنا کیونکہ جو مال خیرات کروا دیا تھا اس کے علاوہ آپ کے پاس کچھ بھی نہ تھا، پھر آپ نے اس حال میں زندگی گزاری کہ آپ کے پاس کوئی دنیاوی چیز نہ تھی۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ زبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے بعد جب خالد قشیری مکہ پاک کا حاکم بنا تو اس نے یمن سے مکہ پاک جانے والے راستہ میں ایک نہر بنوائی، حضرت سیِّدُنا طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جب اس نہر سے گزرے تو اپنے جانوروں کو بھی اس نہر کا پانی پینے نہ دیا۔

پوری بستی کے نمازیوں کے برابر اجر

حضرت سیِّدُنا سہل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے کسی بستی میں بھوک کی حالت میں رات گزاری۔ صبح اٹھا تو بھوک کی شدت سے حالت یہ تھی کہ نماز پڑھنے کے لئے بھی کھڑا نہ ہو سکا تو **اللہ** پاک نے اس شخص کو اس کی جائے قیام پر اس بستی کے تمام کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والوں کی نمازوں کے برابر ثواب عطا فرمایا۔ آپ سے پوچھا گیا: ایسا کیسے؟ فرمایا: اس شخص کو تلاش کرنے کے باوجود حلال نہ مل سکا تو اس نے بھوکا رہنا تو گوارا کر لیا مگر اپنے پیٹ میں حرام داخل کرنا مناسب نہ سمجھا اور بھوکا ہی سو گیا اس لئے اسے اس رات تمام قیام کرنے اور نماز پڑھنے والوں کے برابر اجر ملا۔

حضرت سیِّدُنا سلیمان تیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے گندم کھانا چھوڑ دی، آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: یہ گندم ان پن چکیوں میں پیسی جاتی ہے۔ پھر فرمایا: پانی میں تو سب مسلمان شریک ہیں جبکہ اس کا خراج صرف یہی لوگ وصول کرتے ہیں نہ کہ تمام لوگ۔

حکایت: انگوروں کا تحفہ واپس کرنے کی وجہ

منقول ہے کہ ایک عورت نے حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی بارگاہ میں انگوروں کی ایک ٹوکری بھیجی اور عرض کی: یہ میرے باپ کے باغات کے ہیں۔ آپ نے وہ انگور اسی طرح واپس کر دیئے۔ عورت نے اس پر کہا: یا خدا! پھر حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: کیا آپ میرے باپ کے انگوروں،

ان کی صحیح ملکیت اور ان کی طرف سے مجھے ملنے والی وراثت میں شک کرتے ہیں؟ حالانکہ اس کی خریداری کی لکھت میں آپ کی گواہی لکھی ہوئی ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: تم نے سب سچ کہا ہے، یہ تمہارے باپ ہی کی ملک ہے مگر تم نے ان انگوروں کو خراب کر دیا ہے۔ وہ عورت کہنے لگی: وہ کیسے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا تم نے نہر طاہر سے اس باغ کو پانی دیا ہے۔ یعنی طاہر بن حسین بن مصعب بن عبد اللہ بن طاہر کی نہر سے جو خلیفہ مامون کا ساتھی تھا، یہ نہر جانب مغرب چوڑی سی خندق کی طرح ہے۔ حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نہ تو اس سے پانی پیتے اور نہ اس کے پل پر چلتے۔

30سال سے بھنا گوشت کھانے کی خواہش

حضرت سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: 30 سال سے مجھے بھنا ہوا گوشت کھانے کی خواہش ہے۔ میں نے یہ کوئی زُہد اختیار کرتے ہوئے نہیں چھوڑا، اگر میرے پاس کوئی ستھرا درہم ہوتا تو میں ضرور اس کے ذریعے خرید کر کھالیتا۔

یہ ہمارے بُزرگانِ دین کا انداز تھا تو جو ان کے راستہ پر چلتا ہے وہ ان کے ساتھ مل جاتا ہے گویا کہ وہ ان میں سے ایک ہے۔ جس نے اس راستہ کی مخالفت کی وہ اسلاف اور ان کے بعد کے نیک لوگوں کے طریقے پر نہیں، **اللہ** پاک کی مشیت ازلی کے مطابق اس کی رحمت وسیع ہے اس لئے اے عقل والو! عبرت حاصل کرو۔

پہلے کے پرہیز گاروں کی ایک خصلت

پہلے کے پرہیز گاروں کی سیرت میں آتا ہے کہ وہ اپنا حق بھی مکمل طور پر نہ لیا کرتے بلکہ اپنے حق میں سے بھی کچھ چھوڑ دیا کرتے اس ڈر سے کہ کہیں حلال مکمل کرتے کرتے شبہ میں ہی نہ پڑ جائیں کیونکہ مقولہ ہے: "سارے کا سارا حلال حق لینے والا حرام کے گرد چکر لگانے والا ہے۔" تو ہمارے اسلاف اپنے حلال حق میں سے بھی کچھ چھوڑ دینا پسند کیا کرتے کہ وہ چھوڑا ہوا تھوڑا سا حلال ان کے اور حرام کے درمیان ایک پردہ بن جائے۔ کیونکہ پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: "جو چرواہا حِمیٰ (یعنی ممنوعہ شاہی چراگاہ) کے ارد گرد جانور کو چراتا ہے تو قریب ہے کہ اس کا جانور اس میں داخل ہو جائے۔"[1] اور بعض وہ بھی تھے

---

[1] ......بخاری، کتاب البیوع، باب الحلال بین... الخ، ۲/۵، حدیث: ۲۰۵۱

جو اس نیت سے ہٹ کر **اللہ** پاک کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے بھی اپنا حق چھوڑ دیا کرتے تھے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (پ ۱۴، النحل: ۹۰) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللہ** حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی (کا)۔

عدل اور احسان

وہ فرمایا کرتے: **عدل** یہ ہے کہ تم اپنا سارا حق لو اور دوسرے کا سارا حق اسے دو۔ اور **احسان** یہ ہے کہ اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دو اور جو دوسرے کا تم پر حق ہے اسے اس کے حق سے زیادہ عطا کرو تاکہ تم احسان کرنے والے بنو۔

کیونکہ جیسے **اللہ** پاک نے عدل کا حکم فرمایا ہے ایسے ہی احسان کا بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۸۰﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۰) ترجمۂ کنز الایمان: یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۳۶﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۲۳۶) ترجمۂ کنز الایمان: یہ واجب ہے بھلائی والوں پر۔

یہ وہ راستہ ہے جسے بُھلا دیا گیا ہے اور ہاں جس نے اس پر عمل کیا اس نے اس راستہ کو زندہ کیا۔

حکایت: حق سے کم لینا

پہلے کے ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں ایک متقی شخص کے پاس گیا مجھ پر اس کا 50 درہم قرض تھا، میں اس کے پاس قرض دینے گیا تو اس نے اپنی مٹھی کھولی تو میں نے درہم گن گن کر مٹھی میں ڈالنا شروع کیے، جب 49 ہو گئے تو اس شخص نے اپنی مُٹّھی بند کر لی، میں نے کہا: جناب ابھی آپ کا یہ ایک درہم باقی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ یہ میں نے تجھے چھوڑ دیا کیونکہ میں اپنا سارا حق مکمل طور پر لینا پسند نہیں کرتا کہیں وہ نہ لے لوں جو میرا حق ہی نہیں ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْه فرماتے ہیں جو شخص 99 چیزوں سے تو بچے مگر ایک سے نہ بچے وہ متقی نہیں اور جو 99 گناہوں سے تو توبہ کرے مگر ایک نہ چھوڑے تو وہ توبہ کرنے والا نہیں اور جو

99 چیزوں میں تو زُہد اختیار کرے مگر ایک میں نہ کرے تو وہ زاہد نہیں۔

حضرت سیِّدُنا عطیہ سعدی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: کوئی شخص اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک حرج والی چیز کے ڈر سے اس چیز کو بھی چھوڑ دے جس میں حرج نہ ہو۔[1]

کمالِ تقویٰ

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: کمالِ تقویٰ یہ ہے کہ بندہ ذرہ بھر میں بھی پرہیز اختیار کرے، یہاں تک کہ بعض حلال چیزیں بھی اس خوف سے چھوڑ دے کہ کہیں وہ حرام ہی نہ ہوں اور وہ چیز اس کے اور حرام کے درمیان پردہ بن جائے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے بھی اسی طرح کی ایک بات مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ہم کسی ایک دروازے کے حرام ہونے کے خوف سے حلال کے 70 دروازے چھوڑ دیتے ہیں۔

یہی وہ راستہ ہے جس پر چلنے والے اب باقی نہ رہے، لہٰذا جو اس راستہ پر چلا اس نے اسے زندہ کیا بلکہ اس راستہ پر چلنے والوں کو زندہ رکھا۔

بہر حال اب تاجروں، صنعت کاروں اور مباح کاروبار میں پیسہ لگانے والوں کا سارا مال، جائز اسباب اور کتاب و سنت کے مطابق ہونے کے باوجود مشتبہ ہو گئے۔

شبہات کی قسمیں اور سپاہیوں کے مال کا حکم

پھر شبہات کی دو قسمیں ہیں: (1) حلال ہونے کا شبہ کہ جب تم متقی اور پرہیزگار لوگوں کے ساتھ لین دین کرو تو اس مال کے حلال ہونے کا ہی شبہ ہے۔ (2) حرام ہونے کا شبہ کہ جب تم کم تقویٰ رکھنے والے لوگوں کے ساتھ لین دین کرو تو اس مال کے حرام ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

باقی رہا ان سے ہٹ کر سپاہیوں کا مال، تو وہ ان کے ناجائز اسباب اور احکامِ شریعت کی مخالفت کی وجہ سے

---

[1]........ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الورع والتقوی، ۴/۴۷۵، حدیث: ۴۲۱۵

مستدرک، کتاب الرقاق، باب لا یکون احد متقیا... الخ، ۵/۴۵۴، حدیث: ۷۹۲۹

حرام ہی ہے، اگر ان کے ساتھ تمہارا لین دین ہو جائے اور تمہیں یقینی طور پر ان اموال کے متعلق لوٹ کھسوٹ، یا ظلم و جبر کا مال ہونے کا علم نہ ہو تو پھر تمہارے لئے آسانی ہے اور اگر تمہیں اس بات کا علم ہو جائے پھر تو قطعاً حرام ہے۔

کمائی دین سے اور کھانا ایمان سے ہے

تو بس اللہ پاک سے ڈرو اور اپنے آپ کو بچاؤ، اے مسکین! اپنی آخرت کو پیشِ نظر رکھو اور اپنے دین کی حفاظت کرو کیونکہ تمہاری کمائی تمہارا دین ہے اور تمہارا کھانا تمہارا ایمان ہے۔ اگر تم نے ان (کمانے اور کھانے) میں غفلت سے کام لیا تو گویا اپنے دین میں غفلت سے کام لیا اور احکامِ شرع کو نظر انداز کیا اور تم نے آج اپنے آپ کو ضائع کر لیا اور جو تم نے اپنے کل کے لئے آگے بھیجا ہے اس پر غور و فکر نہ کیا۔ ہم بُری قضا سے اللہ پاک کی پناہ چاہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ دشمن شیطان جب کسی بندے کو بُرا کھانا کھلانے میں کامیاب ہو جائے تو دیگر اعمال میں اس کے سامنے نہیں آتا اور کہتا ہے: مجھے تجھ سے جو چاہیے تھا وہ مجھے مل گیا اب تو جو چاہے کر۔ چنانچہ بندہ جو اعمال کرتا ہے اس سے اگر کچھ بڑھتا ہے تو دل کی تاریکی و سختی، حوصلے کی کمزوری و سستی، گناہ، بے توفیقی اور گناہ سے نہ بچنے کی قوت بڑھتی ہے اور اسے آسمانی علم و حکمت نہیں دی جاتی ہے۔

جب روزگار کے ذرائع اختیار کرنے والا اور بازار میں معاملات کرنے والا ان اچھے اوصاف کا حامل ہو گا جن کا بیان ہو چکا اور ان نیک شرائط پر پورا اترتا ہو گا تو وہ اپنے حال کے حکم سے اپنے مقام کا محافظ ہو گا۔ اس کے افعال راہِ خدا میں ہیں، وہ اپنے پیچھے نیکیوں کے اثرات چھوڑے گا اور ایسی چیزیں اپنائے گا جو اسے آخرت کی طرف لے جائیں اور یہ بات اس کے حق میں ہو گی اس کے خلاف نہیں ہو گی۔ اس کے لیے دنیا میں سے یہ آخرت کا راستہ ہے لہٰذا یہ اس کی آخرت میں سے ہی ہے اور یہ دنیا میں اس سے بھی بڑا زاہد ہو گا جو اس سے منہ موڑے اور اسے ٹھکرا دے مگر یہ کہ اس کے لینے میں صرفِ نظر سے کام لے اور پروا نہ کرے کہ کہاں سے آئی۔

اپنی جان پر ظلم کرنے والا

جب وہ ان شرائط کی مخالفت کرے اور اپنے احوال میں علم کو استعمال نہ کرے، اپنے اقدامات میں تقویٰ

اختیار نہ کرے، جمع کرنے، روک رکھنے، مال کی زیادہ طلبی کرنے اور فخر کرنے کے لیے کوشاں رہے، دنیا کی لالچ رکھے، جو دنیا ہاتھ نہ آئی اس پر واویلا کرے، جو پاس موجود ہے اسے اپنے پاس روکے رکھے۔ جب تک دنیا سلامت ہے اور دنیا میں نفع مل رہا ہے تب تک وہ پروا نہیں کرتا کہ میرا کیا کچھ دین چلا گیا اور کیا خسارہ ہوا؟ اسے کوئی پروا نہیں ہوتی کہ کہاں سے کمایا؟ کس میں خرچ کیا؟ اس کا مقصد بس پیسے کمانا ہوتا ہے کہیں سے بھی مل جائیں، کسی بھی ذریعے سے ہاتھ آجائیں۔ اس کے کمانے میں تقویٰ اختیار نہیں کرتا، دینِ خداوندی اور احکاماتِ الٰہی کی پروا نہیں کرتا، یہ گناہوں اور ناپسندیدہ باتوں میں پڑا رہتا ہے، خدا کی ناراضی کا شکار ہوتا ہے، خدا سے دوری والے کام کرتا ہے، موت کی تیاری نہیں کرتا، تقوے کا لبادہ نہیں اوڑھتا، غلط ذرائع سے مال کھاتا ہے، خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے، اپنے دین کا بگاڑ کرتا ہے، اپنے مسلمان بھائیوں کو دھوکا دیتا ہے، **اللہ** پاک جس طرح نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا یوں ہی وہ مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔ مزید یہ کہ وہ بندہ اپنے دین کے معاملے میں ربِّ کریم کے لیے اور مخلوقِ خدا کے لیے مخلص نہیں ہے اور جو اپنی خرید و فروخت میں اپنی کاوشوں میں **اللہ** پاک کے لیے مخلص نہ ہو اور اپنے معاملات میں مسلمانوں کا خیر خواہ نہ ہو تو وہ ظلم کے مقام پر ہے اور خواہشاتِ نفسانی کی حالت میں ہے اور **اللہ** پاک ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ اسے اپنے سب تصرفات سے توبہ کا حکم ہے اور اپنے سب معاملات میں خدا کی طرف رجوع کا حکم ہے، اس سے پہلے کہ اسے اچانک موت آجائے اور اچانک محروم ہو جائے اور ہمیشہ کے گھاٹے میں پڑ جائے، نیز خدا کے حضور اس طرح پیش ہو کہ یہ بندہ ظلم کرنے والا، نفسانی خواہشوں کا پیروکار اور اپنی غلطیوں پر ڈٹا رہنے والا ہو۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

(پ ۲۶، الحجرات: ۱۱)

اور فرماتا ہے:

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ (پ ۱۹، الشعرآء: ۲۲۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

دنیا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے

ایک صاحبِ حکمت فرماتے ہیں: دنیا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے اور تجارت والے اس کے غوطہ خور ہیں۔ کچھ غوطہ خور غوطہ لگا کر موتی نکال لاتے ہیں اور یہ دنیادار لوگ ہیں جو دنیا کے لیے ہی عمل کرتے ہیں۔ کچھ لوگ غوطہ لگا کر اینٹیں نکال لاتے ہیں اور یہ وہ دنیا کے کام والے ہیں جنہیں دنیا ہی کی لالچ ہے۔ کچھ لوگ مچھلی نکال لاتے ہیں اور یہ درمیانی چال والے ہیں۔ کچھ لوگ سمندر کی گہرائیوں میں جاڈوبتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی فرماں برداری چھوڑ کر بازاروں کے ہو کر رہ گئے ہیں۔ جب بھی نیک کام کا ارادہ کرتے ہیں تو نیک ارادوں سے ہٹا کر بازار کی طرف دھتکار دیئے جاتے ہیں اور اسی میں مشغول ہو جاتے ہیں، یہ غلطیوں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ موجوں کے ساتھ چکراتے پھرتے ہیں اور نجات کے طالب ہیں۔ جب بھی ایک موج انہیں اٹھاتی ہے نجات کی امید لگاتے ہیں پھر دوسری موج اندر دھکیل دیتی ہے تو ہلاکت کا خوف کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے زمانے میں سیدھی راہ چلنا چاہتے ہیں، توبہ انہیں نجات کی طرف اٹھاتی ہے اور گناہوں کی عادت انہیں ہلاکت کی طرف جھکا دیتی ہے۔

جائیداد نہ بناؤ

روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جائیداد نہ بناؤ یوں تم دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے۔[1]

اللہ پاک نے اپنے ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو وحی فرمائی: سزاؤں کے زمانے میں گھر والے اور مال نہ بناؤ۔

کتاب "قوت القلوب" کا اختتام ہوا۔ سب خوبیاں **اللہ** پاک کی ہیں جو سارے جہان والوں کا ربّ ہے، خدا کے ان خاص بندوں پر سلام ہو جنہیں اس نے چن لیا۔ بلندی و عظمت والے **اللہ** پاک کے دیئے سے ہی گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت ملتی ہے۔ **اللہ** پاک ہمارے سردار حضرت **محمد** مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کے آل و اصحاب پر رحمتیں اور سلامتی نازل فرمائے۔

❀❀ ❀❀ ❀❀

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب: ۲۰، ۴/۱۴۷، حدیث: ۲۳۳۵

متروکہ عربی عبارات

پہلی عبارت

قال: وشکر الله تعالیٰ له هربه الیه من معصیته فتنبأه، فکان نبیا من انبیاء بنی اسرائیل.[1]

دوسری عبارت

قال ابو هریرة وغیره من اهل الصفة: کنا ناکل الشواء، ثم تقام الصلاة، فندخل اصابعنا فی الحصباء، ثم نفرکها فی التراب ونکبّر. وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: ما کنا نعرف الاشنان علی عهد رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم وانما کانت منادیلنا بواطن ارجلنا، کنا اذا اکلنا الغمر مسحنا بها.[2]

تیسری عبارت

وروینا عن مالك بن مغول قال: قرأت فی بعض کتب الله: لا تغرنکم اللحی، فان التیس له لحیة.[3]

چوتھی عبارت

وقال بعض الکوفیین: رایت الشعبی اشتری جریاوحمله الی عیاله، فقلت: یا اباعمرا تطعم عیالك الجری، فقال: لو علمت ان عیالی یاکلون الضفادع لاطعمتهم.[4]

پانچویں عبارت

ویقال: ان عمرا قال لمعاویه رضی اللہ عنہما، وقد حکم الحکمین: اکثروا الطعام لهم، فوالله ما بطن قوم قط الا فقدوا بعض عقولهم، وما مضت عزمة رجل بات بطینا.[5]

چھٹی عبارت

کان بعض الصحابة یمسح بطرف ذیله، وکثیر منهم کانوا یمسحون ببواطن ارجلهم.[6]

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون، فی فضائل اهل سنة... الخ، الجزء الثالث، ص ۱۳۰۹

[2] ......قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون، فی فضائل اهل السنة ووصف طرائق... الخ، ذکر سنن الجسد، الجزء الثالث، ص ۱۳۱۵

[3] ......قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون، فی فضائل اهل السنة ووصف طرائق... الخ، ذکر ما جاء فی فعل بعض ذالک واستحبابه، الجزء الثالث، ص ۱۳۲۱

[4] ......قوت القلوب، الفصل الاربعون، کتاب الاطعمة، الجزء الثالث، ص ۱۴۱۶

[5] ......قوت القلوب، الفصل الاربعون، کتاب الاطعمة، الجزء الثالث، ص ۱۴۲۲

[6] ......قوت القلوب، الفصل الاربعون، کتاب الاطعمة، ذکر ما یجمع الاکل من الآدب... الخ، الجزء الثالث، ص ۱۴۲۴

ساتویں عبارت

وروینا عن ابی الزبیرعن جابرقال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ”من لذذ اخاہ بما یشتھی کتب اللہ عزوجل لہ الف الف حسنۃ، ومحا عنہ الف الف سیئۃ، ورفع لہ الف الف درجۃ، واطعمہ اللہ عزوجل من ثلاث جنان: جنۃ الفردوس، وجنۃ عدن، وجنۃ الخلد“.[1]

آٹھویں عبارت

وقال ابن عمر: لم نکن نعرف الاشنان علیہ عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وکانت منادیلنا بواطن ارجلنا، کنا اذا اکلنا الغمر مسحنا بھا. قال: وکان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکلون الشواء فی المسجد، فاذا اقیمت الصلاۃ ادخلوا ایدیھم فی التراب والحصب ففرکوھا ثم کبروا. قیل: وکانوا ینامون فی المسجد بعد العشاء، فتدخل الکلاب فتلحس ایدیھم، فلذلک امروا بغسلھا اذا استیقظوا، واحتج بنحوھذا مالک رحمہ اللہ فی طھارۃ لعاب الکلب.[2]

نویں عبارت

فی ھذا غریب یحتج بہ فی اشیاء: قولہ تمیز: من المیرۃ، ای تجلب لھم الطعام، ومنہ قولہ تعالی: ﴿وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا﴾ (یوسف: ۶۵) العکم: الغرارۃ المشدودۃ، ومنہ قول المرأۃ فی حدیث عائشۃ: ”عکومۃ فساح“ ای اوعیتہ واسعۃ، تمدح زوجھا اباز رع بذلک. لبکت: خلطت خلطا فیہ لزوجۃ. قولہ یتریع: من الریع وھو النماء والزیادۃ. دیلت: اجدت دیلۃ دیلۃ؛ ای قطعۃ قطعۃ، کقول الاول: فدیل واندف. وقد ذکرناہ قبیل ذلک. الاثافی: [الحجارۃ التی توضع علیھا] القدر، واحدھا: اثفیۃ. ورءوس نفاذ: الحدا. مصفورا: من الصفراء یعرض للجوف من التخمۃ. الغرثان: الجائع.[3]

دسویں عبارت

فرأی علی فخذہ مکتوب (اللہ) بعرق جسدہ، فقال: اماتنظر؟! اما انہ ما کتبہ انسان.[4]

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل الاربعون، کتاب الاطعمۃ، باب فی الضیافۃ واکرام الضیف، الجزء الثالث، ص ۱۴۳۷

[2] ......قوت القلوب، الفصل الاربعون، کتاب الاطعمۃ، باب فی الضیافۃ واکرام الضیف، الجزء الثالث، ص ۱۴۴۱

[3] ......قوت القلوب، الفصل الاربعون، کتاب الاطعمۃ، ذکر اخبار وردت فی طعام السلف...الخ، الجزء الثالث، ص ۱۴۷۲

[4] ......قوت القلوب، الفصل السادس والاربعون، کتاب ذکر دخول الحمام، الجزء الثالث، ص ۱۶۵۲

فہرست حکایات

توکل کے درجے اور ان کی وضاحت

حضرت سیِّدُنا امام ابن ابی الدنیا رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب حکمت بزرگ فرماتے ہیں: توکل کے تین درجے ہیں: (1)... شکایت کرنا چھوڑ دینا، (2)... راضی رہنا اور (3)... پسند کرنا۔ **وضاحت:** شکایت چھوڑ دینا صبر کا مرتبہ ہے۔ راضی رہنے سے مراد یہ ہے کہ **اللہ** پاک نے قسمت میں جو لکھا ہے دل اس پر پُر سکون رہے۔ یہ پہلے سے زیادہ بلند مرتبہ ہے اور پسند کرنے سے مراد ہے کہ **اللہ** پاک بندے کے ساتھ جو معاملہ فرمائے بندہ اسے پسند کرے۔ پہلا درجہ زاہدوں کا، دوسرا صادقوں کا اور تیسرا پیغمبروں کا ہے۔ (موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب التوکل علی اللہ... الخ، ۱/ ۱۶۱، رقم: ۳۶)

تفصیلی فہرست

❀❀ ❀❀ ❀❀

دنیا کے تین حصے اور ان کی وضاحت

دُنیا کے تین حصے ہیں: (1)...وہ جس میں ثواب ہے، (2)...وہ جس کا حساب ہے اور (3)...وہ جس میں عذاب ہے۔ **ثواب والا حصہ:** وہ ہے جس کے وسیلے سے بندہ بھلائی تک پہنچتا اور بُرائی سے نجات پاتا ہے۔ یہ مومن کی سواری، آخرت کی کھیتی اور کفایت کرنے والی حلال روزی ہے۔ **حساب والا حصہ:** وہ ہے جس کی وجہ سے تو کسی حکم کی ادائیگی سے غافل نہ ہو اور اس کی طلب میں کسی ناجائز کام کا ارتکاب نہ کرے اور اس کے اہل وہ اغنیا (مال دار) ہیں جن کا حساب طویل ہو گا، فقرا (غریب، مسکین جن کے پاس دنیاوی مال و دولت نہیں ہے وہ) ان سے 500 سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ **عذاب والا حصہ:** وہ ہے جس میں بندہ تمام ضروری اُمور کی ادائیگی سے دور ہو کر گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جو اس حصے کا مالک بنے گا یہ اس کو آگ کی طرف بڑھائے گا اور خسارے کے گھر میں دھکیل دے گا۔ (الرسالۃ المذکرۃ، ص ۴۱)

دنیا کیا ہے؟

مشہور مفسر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: "**خیال رہے** کہ دُنیاوی زندگی وہ ہے جو نفسانی خواہشات میں خرچ ہو۔ اور جو زندگی آخرت کی تیاری میں صرف ہو، وہ دُنیا کی زندگی نہیں اگرچہ دُنیا میں زندگی ہے۔ دُنیا کی زندگی اور ہے۔ دُنیا میں زندگی کچھ اور۔ دُنیا کی زندگی فانی ہے مگر جو دُنیا میں زندگی آخرت کے لئے ہے، فنا نہیں۔"

(نور العرفان، پ30، سورۂ نازعات، تحت الآیۃ:39)

مأخذ و مراجع

قرآن پاک	کلام باری تعالیٰ	❖⋯❖⋯❖
نام کتاب	**مصنف/مؤلف**	**مطبوعہ**
ترجمۂ کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ
تفسیر طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
احکام القرآن	امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
صراط الجنان	مفتی محمد قاسم صاحب دام ظلہ	مکتبۃ المدینہ کراچی
صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم ۱۴۱۹ھ
سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
سنن النسائی	امام احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ
صحیح ابن خزیمۃ	امام محمد بن اسحاق بن خزیمۃ شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی ۱۴۱۲ھ
سنن کبریٰ	امام احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۱ھ
سنن الدارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۰۷ھ
دار قطنی	امام الکبیر علی بن عمر دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۸۵ھ	ملتان پاکستان
المستدرک	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۸ھ
المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المسند	حافظ سلیمان بن داود طیالسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۴ھ	دار المعرفۃ بیروت
المسند	امام ابو یعلیٰ احمد بن علی موصلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
المسند	امام ابو بکر احمد بن عمرو بزار رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۲۴ھ
المسند	عبد اللہ بن زبیر حمیدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۹ھ	عالم الکتب بیروت
المسند	ابو عوانۃ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۶ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۹ھ
مسند الحارث	حارث بن محمد ابی اسامۃ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۸۲ھ	خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ ۱۴۱۳ھ
مسند الرویانی	امام حافظ ابو بکر محمد بن ہارون رویانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۰۷ھ	مؤسسۃ قرطبۃ مصر ۱۴۱۶ھ
مسند الربیع	ابو یعقوب یوسف بن ابراہیم ورجلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۷۰ھ	مکتبۃ مسقط عمان ۱۴۲۴ھ

مسند الشہاب	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ قضاعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ
مسند الشافعی	امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۴ھ	دار الکتب العلمیۃ
جزء ابن الغطریف	محمد بن احمد بن غطریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۷ھ	دار البشائر الاسلامیۃ بیروت ۱۴۱۷ھ
مسند الشامیین	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۶۰ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۹ھ
المصنف	حافظ عبد اللہ محمد بن ابی شیبۃ عبسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المصنف	امام حافظ ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
موطا	امام مالک بن انس اصبحی حمیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ
التمہید لمافی الموطا...	یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
فضائل الصحابۃ	امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۴۱ھ	احیاء التراث الاسلامی مکہ ۱۴۰۳ھ
معرفۃ الصحابۃ	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۳۰ھ	دار الوطن ۱۴۱۹ھ
کتاب الجامع	امام حافظ معمر بن راشد ازدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
المعجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۲ھ
مکارم الاخلاق	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۹ھ
شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
سنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
دلائل النبوۃ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۹ھ
غریب الحدیث	عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ مروزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۷۶ھ	مطبعۃ العانی بغداد ۱۳۹۷ھ
غریب الحدیث	ابو عبید قاسم بن سلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۲۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
التاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
کتاب الدعاء	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ	ملتان پاکستان
الموسوعۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۶ھ
الشکر	ابوبکر عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۸۱ھ	دار ابن کثیر دمشق ۱۴۰۷ھ
تہذیب الآثار	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۰ھ	مطبعۃ المدنی بمصر القاھرۃ
الشمائل المحمدیہ	امام محمد بن عیسٰی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۷۹ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۱۴۱۲ھ
السنۃ	امام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۸۱ھ	دار ابن القیم الدمام ۱۴۰۶ھ

کتاب	مصنف	مطبوعہ
کتاب الاوائل	ابو عروبہ الحسین بن ابو معشر محمد حرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۸ھ	دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۴ھ
احیاء علوم الدین	ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت ۲۰۰۰ء
الاستذکار	یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۶۳ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
الاستیعاب	یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
الورع لاحمد بروایۃ المروزی	ابوبکر احمد بن محمد بن حجاج مروزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۷۵ھ	دار الصمیعی الریاض ۱۴۱۸ھ
الثقات	امام حافظ محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۲ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
العظمۃ	عبد اللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۶۹ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۴ھ
مراسیل	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۷۵ھ	دار الصمیعی الریاض
الزھد	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۷۵ھ	دار المشکاۃ حلوان مصر ۱۴۱۴ھ
الزھد	امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ
الزھد	امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۴۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
الزھد	حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۸۷ھ	الدار السلفیۃ ھند ۱۴۰۸ھ
الزھد	امام وکیع بن جراح بن ملیح رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۷ھ	مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ ۱۴۰۴ھ
الزھد	امام ابو مسعود معافی بن عمران موصلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۵ھ	دار البشائر الاسلامیۃ ۱۴۲۰ھ
الزھد	امام ھناد بن سری کوفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۴۳ھ	دار الخلفاء للکتاب الاسلامی ۱۴۰۶ھ
سیرۃ عمر بن عبد العزیز	ابو محمد عبد اللہ بن عبد الحکم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۴ھ	وھبۃ ۱۳۷۴ھ
الاحادیث المختارۃ	شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۴۳ھ	دار خضر بیروت ۱۴۲۱ھ
ابن حبان	امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
فردوس الاخبار	حافظ شیرویہ بن شھردار دیلمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۶ھ
طبقات الصوفیۃ	ابو عبد الرحمٰن محمد بن حسین سلمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۱۲ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
المقاصد الحسنۃ	علامہ شیخ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۰۲ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۲۵ھ
الفتن	حافظ ابو عبد اللہ نعیم بن حماد مروزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۸۸ھ	مکتبۃ التوحید القاھرۃ مصر ۱۴۱۲ھ
التوبیخ والتنبیہ	ابو محمد عبد اللہ بن محمد الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۶۹ھ	مکتبۃ التوعیۃ الاسلامیۃ ۱۴۰۸ھ
جامع العلوم والحکم	عبد الرحمٰن بن شھاب الدین ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۹۵ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۹ھ
الفوائد الشھیر بالغیلانیات	ابوبکر محمد بن عبد اللہ بن ابرھیم شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ	دار ابن الجوزی الریاض ۱۴۱۷ھ
الترغیب فی فضائل الاعمال	ابو حفص عمر بن احمد عثمان ابن شاھین رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۸۵ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
الترغیب والترھیب لقوام السنۃ	ابو القاسم اسماعیل بن محمد بن فضل اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۳۵ھ	دار الحدیث القاھرۃ ۱۴۱۴ھ

الجامع	عبد اللہ بن وہب بن مسلم مصری قرشی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۹۷ھ	دار ابن الجوزی الریاض ۱۴۱۶ھ
الجامع لاخلاق الراوی	احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
جمل من انساب الاشراف	احمد بن یحیی بن جابر بلاذری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
سبل الہدی والرشاد	محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۴۲ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۴ھ
المنتقی من کتاب مکارم الاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن سہل خرائطی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۲۷ھ	دار الفکر دمشق سوریۃ ۱۴۰۶ھ
نثر الدر فی المحاضرات	ابو سعد منصور بن حسین الآبی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۲۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
روضۃ العقلاء ونزہۃ الفضلاء	امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۳۹۷ھ
کتاب الفقیہ والمتفقہ	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار ابن الجوزی ۱۴۲۸ھ
العقد الفرید	فقیہ احمد بن محمد بن عبد ربہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۲۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۴ھ
معجم الصحابۃ	عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز بغوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۱۷ھ	دار البیان کویت ۱۴۲۱ھ
تاریخ المدینۃ المنورۃ	علامہ ابو زید عمر بن شبہ نمیری بصری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی بعد ۲۶۲ھ	دار الفکر ۱۴۱۰ھ
المجالسۃ وجواہر العلم	امام ابوبکر احمد بن مروان دینوری مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۳۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
المحاسن والمساوی	امام ابراہیم بن محمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ	دار المعارف قاہرہ
السنۃ	امام احمد بن ابوبکر بن عمرو بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۸۷ھ	دار ابن حزم ۱۴۲۴ھ
اخبار مکہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق فاکہی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۲ھ	دار خضر بیروت ۱۴۱۹ھ
کتاب المصاحف	عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث سجستانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۱۶ھ	دار البشائر الاسلامیۃ بیروت ۱۴۲۳ھ
اخبار مکہ	ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد ازرقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۰ھ	دار الاندلس ۱۴۰۳ھ
امالی ابن بشران	عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ بن بشران رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الوطن الریاض ۱۴۱۸ھ
تاریخ اصبہان	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۰ھ
تاریخ یحیی بن معین	امام یحیی بن معین مری بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۳۳ھ	دار القلم بیروت
صفۃ النفاق ونعت المنافقین	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار البشائر الاسلامیۃ ۱۴۲۲ھ
عیون الاخبار	امام عبد اللہ بن مسلم قتیبۃ دینوری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
اعتلال القلوب	محمد بن جعفر بن محمد بن سہل خرائطی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۲۷ھ	نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ ۱۴۲۰ھ
کتاب الاموال	ابو عبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۲۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۶ھ
الجلیس الصالح	علامہ ابو الفرج معافی بن زکریا نہروانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۹۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ
تعظیم قدر الصلاۃ	امام محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۹۴ھ	مکتبۃ الدار ۱۴۰۶ھ
المغازی	محمد بن عمر بن واقد رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۰۷ھ	مؤسسۃ الاعلمی بیروت ۱۴۰۹ھ

جزء فیہ احادیث لابی علی الحسن	امام ابو علی الحسن بن موسی الاشیب رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۹ھ	دار علوم الحدیث ۱۴۱۰ھ
نوادر الاصول	امام محمد بن علی بن حسین حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۲۰ھ	مکتبۃ امام بخاری قاھرہ ۱۴۲۹ھ
مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت
شرح صحیح مسلم	امام ابو زکریا یحیی بن شرف نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۳۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۱ھ
ابن عساکر	ابو القاسم علی بن حسن ابن عساکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ
الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۶۵ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
طبقات ابن سعد	امام محمد بن سعد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۹ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
الضعفاء	امام ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسی عقیلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۲۲ھ	دار الصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
المجروحین	امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ	دار الصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
بستان العارفین	ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۳ھ
تنبیہ الغافلین	علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۳ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۲۰ھ
بحر الدموع	امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۷ھ	دار الصحابۃ للتراث ۱۴۱۲ھ
الکنی والاسماء	حافظ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد دولابی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۰ھ	دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۱ھ
الحاوی للفتاوی	جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
مشیخۃ الآبنوسی	امام ابو الحسین محمد بن احمد ابن آبنوسی بغدادی متوفی ۴۵۷ھ	جامعۃ الملک سعود
شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد مصری طحاوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۲۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
کتاب المبسوط	ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۹۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
الحدیقۃ الندیۃ	عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۴۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۳۲ھ
رد المحتار	سید محمد امین بن عمر ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ
فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان
نزہۃ القاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۰ھ	برکاتی پبلشرز کھارادر کراچی
بہار شریعت	صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ
مراٰۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
تجہیز و تکفین	مجلس تجہیز و تکفین اور المدینۃ العلمیہ	مکتبہ المدینہ کراچی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

المدینۃ العلمیۃ کے کل کتب ورسائل: 772 جن کے موضوعات وتعداد کی تفصیل درج ذیل ہے

قرآن ومتعلقات: 57، حدیث ومتعلقات: 24، فقہ ومتعلقات: 68، سیرت النبی اور فضائل ومناقب: 17، سیرت صحابہ واہل بیت: 24، سیرت صحابیات وصالحات: 21، سیرت اولیاء وعلماء: 52، تاریخ: 05، ملفوظات امیر اہلسنت: 52، تذکرہ امیر اہلسنت: 14، عقائد ومتعلقات: 21، تصوف واخلاقیات: 131، تعلیمات اسلام: 11، علوم وفنون: 41، بیانات: 25، نعتیہ دیوان: 07، دعوت اسلامی وثمرات: 125، متفرقات: 77

☆☆☆...... قرآن ومتعلقات ......☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	القرآن الکریم N-I 26	549	32	عجائب القرآن مع غرائب القرآن	422
02	القرآن الکریم N-I 25	549	33	الأنوار الرضویہ فی القواعد التفسیریہ ماخوذۃ من الزلال الأنقی من بحر سبقۃ الأتقی	67
03	القرآن الکریم N-I 25-A	549			
04	سورہ یٰس شریف	16			
05تا10	معرفۃ القرآن (6 جلدیں)	2425	34	آیاتِ قرآنی کے انوار	62
11تا20	تفسیر صراط الجنان (10 جلدیں)	6487	35	رہنمائے مدرسین	87
21تا23	تفسیر الجلالین مع حاشیۃ انوار الحرمین (3 جلدیں)	1251	36	فیضان یٰس شریف مع دعائے نصف شعبان المعظم	20
24	کنز العرفان	1144	37	مدنی قاعدہ	48
25	تفسیر بیضاوی	392	38تا40	پارہ سیٹ	604
26	تفسیر سورۂ نور	135	41تا47	تعلیمات قرآن حصہ 01 تا 07	1909
27	قرآن سیکھیں اور سکھائیں	120	48	معرفۃ القرآن پارہ سیٹ (30 پارے)	2308
28	کنز الایمان مع خزائن العرفان	1185	49	زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن	266
29	الفوز الکبیر	165	50	قرآنی سورتوں کے فضائل	17
30	علم القرآن	244	51	قرآن سیکھئے (حصہ اول)	290
31	فیضانُ التجوید	112	52	تفسیر النسفی	201

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
53	سورۂ حجرات وحدید	112	56	سورتوں کا تعارف مع قرآنی سورتوں کے درمیان مناسبت	314
54	سورۂ آل عمران	241			
55	سورۂ نساء	266	57	اے ایمان والو!	618

☆☆☆----- حدیث و متعلقات -----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01تا07	فیضانِ ریاض الصالحین (7 جلدیں)	5137	17	احادیثِ مبارکہ کے انوار	66
08	مسند امام اعظم	660	18	تیسیر مصطلح الحدیث	188
09	الاربعین النوویۃ فی الاحادیث النبویۃ	155	19	نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیثِ رسول (اَلْمَوَاعِظُ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّۃ)	54
10	ریاض الصالحین عربی (منتخب ابواب)	108			
11	انوارُ الحدیث	466	20	نصاب اصولِ حدیث	95
12	اَلتَّعْلِیْقُ الرَّضَوِی عَلٰی صَحِیْحِ الْبُخَارِی	458	21	مقدمۃ مشکوۃ	212
13	منتخب حدیثیں	246	22	نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر	175
14	40 فرامین مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم	87	23	اربعین حنفیہ	112
15	جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح)	743	24	شرح معانی الآثار مع حاشیۃ الجدیدۃ المسماۃ مبانی ابرار	575
16	فیضانِ چہل احادیث	120			

☆☆☆----- فقہ و متعلقات -----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01تا03	بہار شریعت (3 جلدیں)	3996	17	فیضانِ زکوۃ	150
04تا10	جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (7 جلدیں)	4000	18	طلاق کے آسان مسائل	30
11	الفتاویٰ المختارہ	135	19	چندہ کرنے کی شرعی احتیاطیں	47
12	نور الایضاح مع حاشیۃ النور والضیاء	392	20	تجہیز و تکفین کا طریقہ	358
13	قانونِ شریعت	274	21	تراویح کے فضائل و مسائل	69
14	السراجیہ	114	22	عشر کے احکام	48
15	فتاویٰ اہلسنت احکام زکوۃ	612	23	نماز میں لقمہ دینے کے مسائل	39
16	کرسی پر نماز پڑھنے کے احکام	34	24	حج و عمرہ کا مختصر طریقہ	48

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
25تا32	فتاویٰ اہلسنت (آٹھ حصے)	487	49	کِفْلُ الْفَقِیہِ الْفَاہِم	74
33	فتاویٰ اہلسنّت: احکام روزہ واعتکاف	34	50	فیضانِ نماز	49
34	مختصر فتاویٰ اہلسنت	243	51	ٹی وی اور مُووی	32
35	27واجباتِ حج اور تفصیلی احکام	205	52	اَجْلَی الْاِعْلَام	70
36	کرنسی نوٹ کے مسائل (کِفْلُ الْفَقِیہِ الْفَاہِم فِیْ اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاہِم)	199	53	اصول الشاشی مع احسن الحواشی	299
			54	تلخیص اصول الشاشی	144
37	ثبوت ہلال کے طریقے (طُرُقِ اِثْبَاتِ ہِلَال)	63	55	نماز کا مختصر طریقہ مع 40مسنون دعائیں	58
38	عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِیْدِ فِیْ تَحْلِیْلِ مُعَانَقَۃِ الْعِیْد)	55	56	کلمہ نماز کورس	37
			57	سیٹی بجانے کے احکام	16
39	معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح)	41	58	نماز عید کا طریقہ شافعی	9
			59	باتصویر نماز (حصہ 01)	17
40	جنتی زیور	679	60	باتصویر نماز (حصہ 02)	34
41	خلاصۃ الفرائض	84	61	غسل کا طریقہ (شافعی)	25
42	اذان کے فضائل ومسائل (شافعی)	29	62	فاتحہ وایصال ثواب کا طریقہ (شافعی)	24
43	میت کے غسل وکفن کا طریقہ	31	63	فرض علوم سیکھئے	817
44	وضو کا طریقہ (شافعی)	41	64	آیئے وضو کریں	21
45	قربانی کیوں کرتے ہیں؟	17	65	کنز الدقائق (منتخب)	42
46	خواتین کے مخصوص مسائل	178	66	زینت کے شرعی احکام	264
47	امیر اہلسنت سے وضو کے بارے میں سوال جواب	21	67	امیر اہلسنت سے نماز وتر کے بارے میں سوال جواب	14
48	آڑھت کے بارے میں شرعی احکام	100	68	جمعہ کے فضائل ومسائل (شافعی)	24

☆☆☆...... سیرت النبی فضائل ومناقب ......☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	سیرت مصطفیٰ	875	05	دلائل الخیرات	319
02	سیرتِ رسول عربی	758	06	19دُرُود وسلام	16
03	فیضانِ معراج	134	07	درود شریف کی برکتیں	16
04	نور کا کھلونا	32	08	مولد البرزنجی	26

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
09	سیرت الانبیاء	888	14	آقا کے شہزادے وشہزادیاں	137
10	الشمائل المحمدیہ	700	15	آخری نبی کی پیاری سیرت	147
11	مدنی آقا کے روشن فیصلے (اَلْبَاھِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِر)	112	16	حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں دلچسپ معلومات	17
12	بچوں کے لئے "پیارے نبیوں کی زندگی" حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام	09	17	بچوں کے لئے "پیارے نبیوں کی زندگی" حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام	09
13	حسن وجمالِ مصطفٰے	40			

☆☆☆---- سیرت صحابہ واہلبیت ----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01تا02	فیضانِ فاروقِ اعظم (جلد اول، دوم)	1720	14	حضرت زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ عَنْہ	72
03	فیضانِ صدیقِ اکبر	720	15	فیضان امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ	56
04	فضائل امام حسین	17	16	صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا عشق رسول	274
05	فیضانِ سعید بن زید رَضِیَ اللہُ عَنْہ	32	17	کراماتِ صحابہ	346
06	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ عَنْہ	132	18	خلفائے راشدین	341
07	حضرت ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ عَنْہ	60	19	سیرت ابودرداء	75
08	حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ عَنْہ	89	20	حضرت عثمان بھی جنّتی جنّتی	17
09	حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ	56	21	مولیٰ علی کے 72 ارشادات	17
10	صحابہ کی باتیں	21	22	امام حسین کے واقعات	17
11	فیضان حضرت عبد اللہ بن زبیر	17	23	فیضان امام جعفر صادق	21
12	فیضان امام باقر	18	24	ارشادات امام زین العابدین	14
13	شان صدیق اکبر	17			

☆☆☆---- سیرت صحابیات وصالحات ----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	فیضانِ خدیجۃ الکبریٰ	84	04	صحابیات اور پردہ	56
02	فیضانِ عائشہ صدیقہ	608	05	صحابیات اور شوقِ عبادت	76
03	فیضانِ امہات المؤمنین	367	06	فیضانِ بی بی مریم	91

07	اُمہات المؤمنین	59	15	فیضانِ حضرت آسیہ	36
08	ازواجِ انبیاء کی حکایات	260	16	بارگاہِ رسالت میں صحابیات کے نذرانے	48
09	شانِ خاتونِ جنت	501	17	صحابیات اور نصیحتوں کے مدنی پھول	144
10	فیضانِ بی بی ام سلیم	60	18	صحابیات اور عشقِ رسول	64
11	صحابیات وصالحات اور صبر	108	19	صحابیات اور شوقِ علمِ دین	55
12	صحابیات وصالحات اور راہِ خدا میں خرچ کرنا	56	20	صحابیات وصالحات کے اعلیٰ اوصاف (جلد01)	436
13	صحابیات اور دین کی خاطر قربانیاں	55	21	فیضانِ رابعہ بصریہ	96
14	صحابیات وصالحات کی 123 کرامات	164			

☆☆☆---- سیرت اولیاء وعلماء ----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01تا10	اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) (10 جلدیں)	6209	24	حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی 425 حکایات	590
11	غوثِ پاک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے حالات	106	25	شان حافظ ملت	17
12	فیضانِ غوث اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ	17	26	صابر پیاکلیری کی حکایات	16
13	اَلزَّمْزَمَۃُ الْقَمَرِیَّۃ	93	27	فیضانِ محدث اعظم پاکستان	62
14	فیضان داتا علی ہجویری	84	28	فیضان عثمان مروندی	43
15	فیضانِ بابا فرید گنج شکر	115	29	فیضان بہاؤالدین زکریا ملتانی	74
16	سیرت بابا فرید	17	30	فیضانِ حضرت صابر پاک	53
17	فیضانِ خواجہ غریب نواز	32	31	فیضانِ بابا بلھے شاہ	75
18	فیضانِ پیر مہر علی شاہ	33	32	فیضانِ امام غزالی	103
19	اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں	49	33	فیضانِ شمس العارفین	79
20	شان امام احمد رضا	17	34	فیضانِ پیر پٹھان	64
21	فیضان سید احمد کبیر رفاعی	33	35	تذکرہ صدر الافاضل	25
22	شان رفاعی	17	36	فیضانِ مفتی احمد یار خان نعیمی	71
23	فیضانِ سلطان باہو	32	37	فیضانِ مولانا محمد عبد السلام قادری	70

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
38	فیضانِ حافظِ ملت	32	46	امام ابو حنیفہ کا حسن سلوک	17
39	فیضانِ علامہ کاظمی	70	47	فیضان امام بخاری	17
40	عطار کا پیارا	166	48	امام مالک کا عشق مدینہ	17
41	مفتی دعوتِ اسلامی	96	49	فیضان امام احمد بن حنبل	17
42	محبوبِ عطار کی 122 حکایات	208	50	فیضان امام شافعی	17
43	کرامات خواجہ	17	51	اجابۃ الغوث	33
44	ارشادات امام احمد رضا	17	52	فیضان شیخ عبد الواحد تمیمی	21
45	فیضان سلطان سخی سرور	31			

☆☆☆----- تاریخ -----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	عاشقانِ حدیث کی حکایات (اَلرِّحْلَۃُ فِیْ طَلَبِ الْحَدِیْث)	105	04	امیر اہلسنت سے محرم کے بارے میں سوال جواب	14
02	آئینۂ قیامت	108	05	سوانح کربلا	192
03	محرم کے فضائل	17			

☆☆☆----- سیرت و ملفوظاتِ امیر اہلسنت -----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
			فیضان مدنی مذاکرہ		
01	قسط1: وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج	48	06	قسط6: جنتیوں کی زبان	31
			07	قسط7: اصلاح امت میں دعوتِ اسلامی کا کردار	28
02	قسط2: مقدس تحریرات کے آداب کے بارے میں سوال جواب	48	08	قسط8: سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا انداز تبلیغ دین	32
03	قسط3: پانی کے بارے میں اہم معلومات	48			
04	قسط4: بلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت	48	09	قسط9: یقینِ کامل کی برکتیں	32
			10	قسط10: ولیُّ اللہ کی پہچان	36
05	قسط5: گونگے بہروں کے بارے میں سوال جواب	22	11	قسط11: نام کیسے رکھے جائیں؟	44
			12	قسط12: مساجد کے آداب	36

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
13	قسط13:ساداتِ کرام کی عظمت	30
14	قسط14:تمام دِنوں کا سردار	32
15	قسط15:اپنے لیے کفن تیار رکھنا کیسا؟	32
16	قسط16:نیکیاں چھپاؤ	106
17	قسط17:یتیم کسے کہتے ہیں؟	28
18	قسط18:تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کا آسان طریقہ	27
19	قسط19:پیری مُریدی کی شرعی حیثیت	32
20	قسط20:قطبِ عالم کی عجیب کرامت	40
21	قسط21:سفرِ مدینہ کے بارے میں سُوال جواب	37
22	قسط22:نظر کی کمزوری کے اَسباب مع علاج	30
23	قسط23:شریر جنات کو بدی کی طاقت کہنا کیسا؟	30
24	قسط24:بچوں کی تربیت کب اور کیسے کی جائے؟	32
25	قسط25:اَنبیا و اولیا کو پکارنا کیسا؟	41
26	قسط26:تحفے میں کیا دینا چاہئے؟	41
27	قسط27:تنگدستی اور رزق میں بے برکتی کا سبب	37
28	قسط28:حافظہ کمزور ہونے کی وُجوہات	36
29	قسط29:صُلح کروانے کے فضائل	44
30	قسط30:دِل جیتنے کا نسخہ	42
31	قسط31:جنّت میں مَردوں کو حوریں ملیں گی تو عورتوں کو کیا ملے گا؟	31
32	قسط32:نعت خوانی کے متعلق سُوال جواب	36
33	قسط33:بُرائی کا بدلہ اچھائی سے دیجیے	28
34	قسط34:شیطان کے لیے زیادہ سخت کون؟	31
35	قسط35:اِنسان کو فرِشتہ کہنا کیسا؟	28
36	قسط36:تبرکات کا ثبوت	30
37	قسط37:سارے گھر والے نیک کیسے بنیں؟	38
38	قسط38:چھٹیاں کیسے گزاریں؟	28
39	قسط39:جمعہ کو عید ہو تو کیسا؟	33
40	قسط40:دِل کی سختی کے اَسباب و علاج	28
41	قسط41:رفیقِ سفر کیسا ہو؟	38
42	قسط42:دُرزیوں کے بارے میں سُوال جواب	83
43	قسط43:تنگ وقت میں نماز کا طریقہ	38
44	قسط44:مسجد کی صفائی کی فضیلت	27
45	ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت (قسط06):درخت لگائیے ثواب کمائیے	24
46تا52	ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت (جلد01تا07)	3746

تذکرۂ امیرِ اہلسنت

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	قسط1:تذکرۂ امیرِ اہلسنت	49
02	قسط2:ابتدائی حالات	48
03	قسط3:سنت نکاح	86
04	قسط4:شوقِ علم دین	49
05	قسط5:علم و حکمت کے 125 مدنی پھول	102
06	قسط6:حقوق العباد کی احتیاطیں	44
07	قسط7:پیکر شرم وحیا	48
08	قسط8:فیضان مدنی مذاکرہ	80

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
09	قومِ جنّات اور امیر اہلسنّت	262	12	امیر اہلسنّت کا پہلا سفر مدینہ	21
10	تعارف امیر اہلسنّت	100	13	امیر اہل سنت کے 163 ارشادات	17
11	تذکرہ جانشین عطار	37	14	امیر اہل سنت کے سفر مدینہ کے واقعات	21

☆☆☆..... تصوف و اخلاقیات .....☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	شرح شجرہ قادریہ	215	17	نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّةُ الْعُيُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن)	142
02	آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے)	275			
03	منتخب الابواب من احیاء علوم الدین (عربی)	173	18تا19	جہنم میں لے جانے والے اعمال 2 جلدیں (اَلزَّوَاجِرُ عَنِ اقْتِرَافِ الْكَبَائِر)	1865
04	شریعت و طریقت (مَقَالُ عُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَّعُلَمَاء)	57	20	اصلاحِ اعمال جلد اول (اَلْحَدِيْقَةُ النَّدِيَّةُ شَرْحُ طَرِيْقَةِ الْمُحَمَّدِيَّة)	866
05	ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَة)	60	21	نیکی کی دعوت کے فضائل (اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَر)	98
06	دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّهْدُ وَقَصْرُ الْاَمَل)	85	22	بہارِ نیت (کتاب النیات)	159
			23	مکاشفۃ القلوب	692
07	راہِ علم (تَعْلِيْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِيْقَ التَّعَلُّم)	102	24	سرمایۂ آخرت	200
08	احیاء العلوم کا خلاصہ (لُبَابُ الْاِحْيَاء)	641	25	تکبر	97
09	حکایتیں اور نصیحتیں (اَلرَّوْضُ الْفَائِق)	649	26	بدگمانی	57
10	اچھے برے عمل (رِسَالَةُ الْمُذَاكَرَة)	122	27	قبر میں آنے والا دوست	115
11	شکر کے فضائل (اَلشُّكْرُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)	122	28	فکرِ مدینہ	164
12	حُسنِ اخلاق (مَكَارِمُ الْاَخْلَاق)	102	29	ریاکاری	170)
13	آدابِ دین (اَلْاَدَبُ فِي الدِّيْن)	63	30	توبہ کی روایات و حکایات	124
14	آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع)	300	31	تربیتِ اولاد	187
15	امام اعظم رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کی وصیتیں (وَصَايَا اِمَامِ اَعْظَم)	46	32	خوفِ خدا	160
			33	فیضانِ احیاء العلوم	325
16	شاہراہ اولیا (مِنْهَاجُ الْعَارِفِيْن)	36	34	ضیائے صدقات	408

نمبر	کتاب	صفحات
35	بیٹے کو نصیحت (اَیُّھَا الْوَلَد)	64
36تا40	احیاء العلوم مترجم (5 جلدیں)	5522
41تا44	قوت القلوب (اردو) (4 جلدیں)	3074
45	76 کبیرہ گناہ	264
46	مختصر منہاج العابدین (تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْن مُخْتَصَرُ مِنْہَاجِ الْعَابِدِیْن)	281
47	ایک چپ سو سکھ (حُسْنُ السَّمْتِ فِی الصَّمْت)	37
48	شرح الصدور (مترجم)	586
49	152 رحمت بھری حکایات	326
50	منہاج العابدین	496
51	دین و دنیا کی انوکھی باتیں جلد 1 (اَلْمُسْتَطْرَف فِیْ کُلِّ فَنٍّ مُسْتَظْرَف)	552
52	آخرت کے حالات (اَلْبُدُوْرُ السَّافِرَۃ)	816
53	جیسی کرنی ویسی بھرنی	110
54	نیکیاں برباد ہونے سے بچایئے	103
55	بدشگونی	128
56تا57	گناہوں کے عذابات (حصہ اول، دوم)	193
58	آسان نیکیاں	192
59	باطنی بیماریوں کی معلومات	352
60	نجات دلانے والے اعمال کی معلومات	312
61	اَعرابی کے سوالات عربی آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جوابات	118
62	برائیوں کی ماں	112
63	جامع شرائط پیر	87
64	پیر پر اعتراض منع ہے	59
65	کامل مرید	48

نمبر	کتاب	صفحات
66	جنت کی دو چابیاں	152
67	جلد بازی کے نقصانات	168
68	قصیدہ بردہ سے روحانی علاج	22
69	سنتیں اور آداب	125
70	بغض و کینہ	83
71	مزارات اولیاء کی حکایات	48
72	حرص	232
73	حسد	97
74	آدابِ دعا	49
75	تکلیف نہ دیجئے	219
76	بہتر کون؟	139
77	آقا کا پیارا کون؟	63
78	وہ ہم میں سے نہیں	112
79	آئینۂ عبرت	133
80	بہشت کی کنجیاں	249
81	جہنم کے خطرات	207
82	اسلامی زندگی	170
83	راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاءِ بِدَعْوَۃِ الْجِیْرَانِ وَمُوَاسَاۃِ الْفُقَرَاء)	40
84	سایۂ عرش کس کس کو ملے گا؟ (تَمْھِیْدُ الْفَرْشِ فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْش)	28
85	فضائل دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاء لِاٰدَابِ الدُّعَاء مَعَہٗ ذَیْلُ الْمُدَّعَا لِاَحْسَنِ الْوِعَاء)	326
86	حقوق العباد کیسے معاف ہوں (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد)	47
87	اولاد کے حقوق (مَشْعَلَۃُ الْاِرْشَاد)	31
88	انفرادی کوشش	200

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
89	مقصدِ حیات	60	111	عمامہ کے فضائل	517
90	جنت کا راستہ	56	112	شوہر کو کیسا ہونا چاہئے؟	47
91	موت کا تصور	44	113	بیوی کو کیسا ہونا چاہئے؟	45
92	پیارے مرشد	48	114	غیرت مند شوہر	47
93	صدقے کا انعام	60	115	اللہ والوں کا اندازِ تجارت	68
94	ہمیں کیا ہو گیا ہے؟	116	116	یہ وقت بھی گزر جائے گا	39
95	صحابی کی انفرادی کوشش	124	117	بیٹی کی پرورش	72
96	گناہوں کی نحوست	112	118	اچھے ماحول کی برکتیں	56
97	سود اور اس کا علاج	92	119	والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوق لِطَرْحِ الْعُقُوق)	125
98	ایک زمانہ ایسا آئے گا	51			
99	بیٹے کی وصیت	36	120	فیضانِ علم و علما (فَضْلُ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاء)	38
100	فیضانِ مرشد	46	121	علم و علماء کی شان	51
101	اخلاق الصالحین	78	122	علما پر اعتراض منع ہے	34
102	اسلامی شادی	202	123	سونے کا انڈہ	17
103	دعا قبول ہونے کے اسباب	28	124	نیکیوں کے ثوابات (حصہ اول)	136
104	توکل	103	125	بہارِ دعا	124
105	اتحاف المسلم	349	126	بادشاہ کی سڑی ہوئی لاش	17
106	ظاہری گناہوں کی معلومات (مع اسباب وعلاج)	130	127	اللہ پاک کے پیارے پیارے 99 نام (مع فضائل وبرکات)	236
107	کھانے کی پانچ سنتیں	17	128	نماز پڑھنے کے ثوابات	17
108	126 سنتیں اور آداب	17	129	علم کی برکتیں	21
109	فضائلِ استغفار	17	130	نیکی کی دعوت کے اہم اصول	256
110	98 سنتیں اور آداب	21	131	خوفِ خدا میں رونے کی فضیلت	21

☆☆☆...... عقائد و متعلقات ......☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	شرح الفقہ الاکبر	213	02	تحقیقات	142

03	شرح العقائد مع حاشیۃ جمع الفرائد	384	13	بنیادی عقائد اور معمولاتِ اہلسنت	135
04	کتاب العقائد	64	14	عقیدۂ آخرت	41
05	اعتقاد الاحباب (دس عقیدے)	200	15	اِقَامَۃُ الْقِیَامَۃ	60
06	ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہید ایمان)	74	16	فیضانِ مزاراتِ اولیاء (کَشْفُ النُّوْرِعَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر)	144
07	شفاعت کے متعلق 40 حدیثیں	27			
08	انوار المنّان	93	17	اَلدَّعْوَۃُ اِلَی الْفِکْر	148
09	تَمْهِیْدُ الْاِیْمَان	77	18	حق و باطل کا فرق	50
10	الحق المبین	128	19	عشقِ رسول	54
11	گلدستہ عقائد و اعمال	244	20	اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِی	46
12	النور المبین فی قواعد عقائد الدین	105	21	اسلامی عقائد و مسائل	115

☆☆☆..... تعلیماتِ اسلام .....☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ 1)	60	07	اسلام کے بنیادی عقیدے	122
02	اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ 2)	104	08	دلچسپ معلومات سوالاً جواباً (حصہ 1)	305
03	اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ 3)	352	09	دلچسپ معلومات سوالاً جواباً (حصہ 2)	361
04	فیضانِ اسلام کورس حصہ اوّل	79	10	مال وراثت میں خیانت مت کیجیے	42
05	فیضانِ اسلام کورس حصہ دوم	102	11	اسلامی مہینوں کے فضائل	345
06	اسلام قبول کرنے کی اہمیت و فضیلت	23			

☆☆☆..... علوم و فنون .....☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	مراح الارواح مع حاشیۃ ضیاء الاصباح	241	07	انشاء العربیہ	84
02	نصاب الصرف	343	08	خلاصۃ النحو (حصہ اول و دوم)	212
03	خاصیات ابواب	141	09	نحو میر مع حاشیہ نحو منیر	203
04	صرف بہائی مع حاشیہ صرف بنائی	55	10	دیوانِ الحماسۃ مع الحاشیۃ الجدیدۃ زُبْدۃ الفصاحۃ	206
05	جامع ابواب الصرف	235			
06	تعریفاتِ نحویہ	45	11	طریقہ جدیدہ حصہ 1,2,3	210

12	عنایۃ النحو فی شرح ھدایۃ النحو	280	27	جواہر المنطق	124
13	کافیہ مع شرح ناجیہ	252	28	شرح الجامی مع حاشیۃ الفرح النامی	419
14	شرح مئۃ عامل	44	29	المحادثۃ العربیۃ	101
15	القصائد المنتخبہ مع الحاشیۃ الانوار المجتمعہ للقصائد المنتخبہ	77	30	المعلقات السبع مع الحاشیۃ الجدیدۃ معطرات الطبع	112
16	مختصر المعانی	472	31	المطول مع حاشیۃ المؤول	398
17	مئۃ عامل (فارسی ترجمہ)	22	32	نصاب الادب	184
18	دروس البلاغۃ مع شموس البراعۃ	241	33	فیض الادب (مکمل حصہ اول، دوم)	228
19	قصیدہ بردہ مع شرح خرپوتی	317	34	نصاب المنطق	168
20	تلخیص المفتاح مع شرحہ الجدید تنویر المصباح	219	35	المرقاۃ	91
			36	شرح تہذیب	305
21	اتقان الفراسۃ شرح دیوان الحماسہ	325	37	القطبی	223
22	نصاب توقیت (حصہ اول)	265	38	ھدایۃ الحکمۃ	116
23	النحو الواضح	230	39	الرشیدیۃ مع الفریدیہ	127
24	اساس الصرف	100	40	العربیہ للطالبین جلد اول	296
25	دیوانِ المتنبی مع الحاشیۃ المفیدہ اتقان المتلقی	88	41	المقامات الحریریہ مع حاشیۃ المقالات العبیریۃ	128
26	العربیہ للطالبین (المستوی الثانی)	211			

☆☆☆----- بیانات وغیرہ -----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01تا10	اسلامی بیانات جلد 01 تا 10	4227	16	شانِ مصطفیٰ پر 12 بیانات	159
11	سنتوں بھرے بیانات جلد اول	560	17	دل خوش کرنے کے طریقے	68
12	پیغام فنا	48	18	فیضانِ خطباتِ رضویہ	24
13	گلدستۂ درود و سلام	660	19	ایک آنکھ والا آدمی	48
14	اصلاح کے مدنی پھول (جلد اول)	372	20	گستاخِ رسول کا عملی بائیکاٹ	52
15	غریب فائدے میں ہے (بیان 1)	30	21	احساسِ ذمہ داری	50

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
22	جوانی کیسے گزاریں؟ (بیان 2)	44	24	رسائل دعوتِ اسلامی	422
23	فیضان بیانات عطار جلد 01	609	25	اصلاح کے مدنی پھول (جلد 2)	312

☆☆☆----نعتیہ دیوان----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	حدائقِ بخشش	446	05	سامانِ بخشش	231
02	ذوقِ نعت	319	06	قبالۂ بخشش	384
03	بیاضِ پاک حجۃ الاسلام	37	07	مناقبِ عطار	164
04	ریاضِ نعیم	106			

☆☆☆---- دعوتِ اسلامی و ثمرات ----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01	بارہ مدنی کام	72	16	مدنی دورہ	44
02	اسلامی بہنوں کے 8 مدنی کام	44	17	انفرادی کوشش	48
03	مسجد درس	52	18	رمضان کے صبح و شام گزارنے کا طریقہ	780
04	ہفتہ وار مدنی مذاکرہ	72	19	تنظیمی کاموں کی تقسیم	50
05	ہفتہ وار اجتماع	80	20	مدنی کاموں کی تقسیم کے تقاضے	73
06	ہفتہ وار مدنی حلقہ	36	21	مَدَنی مرکز کی آبادکاری کیسے ہو؟	64
07	صدائے مدینہ	32	22	وقفِ مدینہ	86
08	چوک درس	36	23	نیک بننے اور بنانے کے طریقے	696
09	مدرسۃ المدینہ بالغان	72	24	جنت کے طلبگاروں کے لئے مدنی گلدستہ	470
10	اجتماعی سنّتِ اعتکاف کا جدول	195	25	فیصلہ کرنے کے مدنی پھول	56
11	بعدِ فجر مَدَنی حلقہ	46	26	سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا پیغام عطار کے نام	49
12	مَدَنی انعامات	72	27	اصلاح کا راز (مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم)	32
13	یوم تعطیل اعتکاف	43	28	25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام	33
14	مَدَنی قافلہ	80			
15	دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات	24	29	ماڈرن نوجوان کی توبہ	32
			30	کرسچین کا قبولِ اسلام	32

نمبر	نام	صفحات	نمبر	نام	صفحات
31	قبر کھل گئی	48	57	صلوٰۃ و سلام کی عاشقہ	33
32	گونگا مبلغ	55	58	کرسچین مسلمان ہو گیا	32
33	دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں	220	59	میوزکل شو کا متوالا	32
34	گمشدہ دولہا	33	60	نورانی چہرے والے بزرگ	32
35	جنوں کی دنیا	32	61	آنکھوں کا تارا	32
36	میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟	33	62	ولی سے نسبت کی برکت	32
37	غافل درزی	36	63	بابرکت روٹی	32
38	مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟	33	64	اغواشدہ بچوں کی واپسی	32
39	مردہ بول اٹھا	32	65	میں نیک کیسے بنا؟	32
40	کفن کی سلامتی	32	66	شرابی، مؤذن کیسے بنا؟	32
41	میں حیادار کیسے بنی؟	32	67	بدکردار کی توبہ	32
42	چل مدینہ کی سعادت مل گئی	32	68	خوش نصیبی کی کرنیں	32
43	بدنصیب دولہا	32	69	ناکام عاشق	32
44	معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟	32	70	میں نے ویڈیو سینٹر کیوں بند کیا؟	32
45	بے قصور کی مدد	32	71	چمکتی آنکھوں والے بزرگ	32
46	ہیروئنچی کی توبہ	32	72	حیرت انگیز حادثہ	32
47	عطاری جن کا غسل میّت	24	73	نادان عاشق	32
48	نومسلم کی درد بھری داستان	32	74	سینما گھر کا شیدائی	32
49	مدینے کا مسافر	32	75	ڈانسر نعت خوان بن گیا	32
50	خوفناک دانتوں والا بچہ	32	76	گلوکار کیسے سدھرا؟	32
51	فلمی اداکار کی توبہ	32	77	نشے باز کی اصلاح کا راز	32
52	ساس بہو میں صلح کا راز	32	78	کالے بچھو کا خوف	32
53	قبرستان کی چڑیل	24	79	بریک ڈانسر کیسے سدھرا؟	32
54	فیضانِ امیرِ اہلسنّت	101	80	عجیب الخلقت بچی	32
55	قاتل امامت کے مصلے پر	32	81	خوشبودار قبر	32
56	شرابی کی توبہ	33	82	والدین کے نافرمان کی توبہ	32

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
83	چند گھڑیوں کا سودا	32	105	ڈانسر بن گیا سنتوں کا پیکر	32
84	سینگوں والی دلہن	32	106	میٹھے بول کی برکتیں	32
85	بھیانک حادثہ	30	107	اداکاری کا شوق کیسے ختم ہوا؟	32
86	خوفناک بلا	33	108	ڈاکوؤں کی واپسی	32
87	پراسرار کتا	27	109	مجوسی کا قبول اسلام	62
88	شادی خانہ بربادی کے اسباب اوران کا حل	16	110	مدنی ماحول کیسے ملا؟	56
89	چمکدار کفن	32	111	بیٹے کی رہائی	32
90	اسلحے کا سوداگر	32	112	دلوں کا چین	32
91	جھگڑے باز سدھر گیا	32	113	ڈرامہ ڈائریکٹر کی توبہ	32
92	جرائم کی دنیا سے واپسی	32	114	حیرت انگیز گلوکار	32
93	کینسر کا علاج	32	115	نورِ ہدایت	32
94	اجنبی کا تحفہ	32	116	جواری وشرابی کی توبہ	32
95	انوکھی کمائی	32	117	اوباش دعوتِ اسلامی میں کیسے آیا؟	32
96	بدچلن کیسے تائب ہوا؟	32	118	والدہ کا نافرمان امام کیسے بنا؟	32
97	بری سنگت کا وبال	32	119	سنتِ رسول کی محبت	32
98	رسائل مدنی بہار	368	120	روحانی منظر	32
99	بداطوار شخص عالم کیسے بنا؟	32	121	راہِ سنت کا مسافر	32
100	جھگڑالو کیسے سدھرا؟	32	122	اراکین شوری کی مدنی بہاریں	32
101	پانچ روپے کی برکت سے سات شادیاں	32	123	دعوت اسلامی کے بارے میں دلچسپ معلومات	660
102	باکردار عطاری	32	124	علمائے کرام اور دعوت اسلامی	36
103	سنگر کی توبہ	32	125	مَدَنی قافلے والوں کے لیے انمول تحفہ	112
104	مفلوج کی شفایابی کا راز	32			

☆☆☆---- متفرقات ----☆☆☆

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات
01تا02	عُیُوْنُ الْحِکَایات (مترجم، حصہ اول، دوم)	825	03	کامیاب استاذ کون؟	43

نمبر	نام	صفحات	نمبر	نام	صفحات
04	الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے)	561	25	نام رکھنے کے احکام	180
			26	تاجروں کے لیے کام کی باتیں	60
05	اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اظہارُ الحقِّ الجلی)	100	27	ویلنٹائن ڈے (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	34
			28	حافظہ کیسے مضبوط ہو؟	200
06	اَلْوَظِیفَۃُ الْکَرِیمَۃ	46	29	کرونا اور دیگر وبائیں	69
07	اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِینَۃ	62	30	عاشقِ میلاد بادشاہ	21
08	امتحان کی تیاری کیسے کریں؟	32	31	اللہ پاک کے 99 ناموں کی برکتیں	16
09	کامیاب طالب علم کون؟	63	32	سردی کے بارے میں دلچسپ معلومات	17
10	تنگ دستی کے اسباب	33	33	بسم اللہ شریف کی برکتیں	17
11	فیضانِ شعبان	17	34	رہنمائی کرنے والا بھیڑیا	08
12	وضو اور سائنس (شافعی)	20	35	کام کی باتیں	17
13	میٹھی عید اور میٹھی باتیں	17	36	کام کے اوراد	17
14	جانوروں کے بارے میں دلچسپ سوال جواب	17	37	امیر اہلِ سنت سے بچوں کے بارے میں سوالات	17
15	چالاک خرگوش	08	38	جوئے میں جیتا ہوا مال	17
16	نوجوان کی توبہ	17	39	باپ کی عظمت وشان	24
17	المدینۃ العلمیہ، تعارف، خدمات، مقاصد	94	40	امیر اہلِ سنت سے عورتوں کے بارے میں سوالات	17
18	عیب چھپاؤ جنت پاؤ	21	41	فیضانِ رجب	17
19	اذان کی برکتیں	21	42	ماہِ رمضان اور امیر اہلسنت	28
20	لالچی کبوتر	08	43	اپنی پریشانی ظاہر کرنا کیسا؟	17
21	گھریلو جھگڑوں کا علاج	17	44	60 حج کرنے والا حاجی	17
22	بے وقوف کی دوستی	08	45	6 مُردوں کے واقعات	17
23	اعلیٰ حضرت اور امیر اہلِ سنت	17	46	اقوالِ صدیقِ اکبر	17
24	امیر اہلِ سنت سے شاعری کے بارے میں سوال جواب	17	47	امیر اہلِ سنت سے میاں بیوی کے بارے میں سوال جواب	17

زمین کی پیٹھ بہتر یا پیٹ

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے اُمَرا (حکمران) تم میں سے بہترین لوگ ہوں اور تمہارے مال دار سخی ہوں اور تمہارا معاملہ آپس کے مشوروں سے طے ہوتا رہے تو تمہارے لئے زمین کی پیٹھ زمین کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے اُمرا (حکمران) بدترین لوگ ہوں اور تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتیں طے کرنے لگیں تو تمہارے لئے زمین کا پیٹ زمین کی پیٹھ سے بہتر ہے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب تغیر الناس، ۲/۲۷۵، حدیث: ۵۳۶۸)